حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

[اسلامک فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے ستائیسویں فقہی سمینار منعقدہ مؤرخہ ۵۔۷؍ربیع الاول۱۴۳۹ھ
مطابق ۲۵۔۲۷؍نومبر ۲۰۱۷ء کو صابو صدیق مسافر خانہ ممبئی، مہاراشٹر
میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	حیوانات کے حقوق اوران کے احکام
صفحات	:	۸۶۹
قیمت	:	۵۹۰ ؍روپے
سن طباعت	:	اکتوبر ۲۰۲۳ء

باہتمام: اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

ناشر

ایـفـا پبلیکیشنز - نئی دہلی
۱۶۱- ایف، جوگابائی،جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: fiqhacademyindia@gmail.com
فون: ۰۱۱ - ۲۶۹۸۱۷۷۹

مجـــلـــــس ادارتـــــــــــ

۱- مولانا محمد نعمت الله اعظمی
۲- مولانا محمدبرہان الدین سنبھلی
۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
۴- مولانا خالد سیف الله رحمانی
۵- مولانا عتیق احمد بستوی
۶- مفتی محمد عبید الله اسعدی


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	٩
باب اول: تمہیدی امور		
سوالنامہ		١٣
تجاویز		١٦
تلخیص مقالات	ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی	١٨
عرض مسئلہ : (سوال ١-٧)	ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی	٩٠
عرض مسئلہ: (سوال ٨-١٤)	مفتی تنظیم عالم قاسمی	١٠٤
تعارفی تحریر	پروفیسر شکیل احمد صمدانی	١١٧
باب دوم: تفصیلی مقالات		
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	١٢٩
حیوانات کے حقوق واحکام	مولانا اختر امام عادل قاسمی	١٦٠
جانوروں کے حقوق اور احکام	مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی	١٩٢
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی	٢٢٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محمد عثمان بستوی قاسمی	٢٥٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی حافظ سید صادق محی الدین	٢٧٦
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا خورشید انور اعظمی	٢٩٩
حیوانات کے حقوق	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	٣١٩
حیوانات کے حقوق اور احکام	مفتی محمد ارشد فاروقی	٣٣٩
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا شوکت ثنا قاسمی	٣٦٤
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا رحمت اللہ ندوی	٣٨٦
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا عمر بن یوسف کوکنی	٤٠٤
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی تنظیم عالم قاسمی	٤٣٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا خورشید احمد اعظمی	٤٤٥

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	٤٦٣
حیوانات کے حقوق اور ان سے متعلق احکام	مفتی جمیل احمد نذیری	٤٨٢
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی وصی احمد قاسمی	٤٩٣
حیوانات کے حقوق و احکام	مفتی سید باقر ارشد بنگلوری	٥٠٨
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری	٥٤٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا ابو سفیان مفتاحی	٥٥٦
حیوانات سے متعلق چند مسائل	مولانا عقیل الرحمن قاسمی	٥٧٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری	٥٨٦
حیوانات کے حقوق اور احکام	مفتی امانت علی قاسمی	٦٠٤
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی محمد الیاس قاسمی	٦٢١
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی	٦٥٥
اسلام میں حیوانات کے حقوق اور ان کے شرعی احکام	مفتی غلام رسول منظور قاسمی	٦٧١
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی محمد زاہد گڑھی سلیم پوری	٦٩٣
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محمد ادریس فلاحی	٧٠٩
باب سوم: مختصر تحریریں		
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی	٧٢٥
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا بدر احمد مجیبی	٧٣٠
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محمد ظفر عالم ندوی	٧٤٠
جانوروں کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا نور الحق رحمانی	٧٤٨
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی اشرف عباس قاسمی	٧٥٤
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی	٧٦١
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محمد شاکر نثار قاسمی مدنی	٧٧١
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مفتی محمد سلمان منصورپوری	٧٨١
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا نعیم اختر قاسمی	٧٨٦
حیوانات کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک ـــ اسلام کی روشنی میں	ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی	٧٩٦
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا محمد فاروق قاسمی	٨٠٤
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	قاضی محمد حسن ندوی	٨١٣

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا حافظ کلیم اللہ عمری	۸۲۳
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام	مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی	۸۳۳
حیوانات کے حقوق	پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی	۸٤۲
باب چہارم: مناقشہ		
مناقشہ		۸٤۷

پیش لفظ

اللہ تعالی نے یہ کائنات انسان کے نفع اور اس کی راحت کے لئے بنائی ہے، جہاں نباتات اور جمادات سے اس کی بہت سی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، وہیں حیوانات سے بھی انسان کی بہت سی ضرورتیں اور سہولتیں متعلق ہیں، یہ نقل وحمل کے بھی کام آتے ہیں، غذا ودوا میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات ان کے ذریعہ زینت وآرائش کے جذبات کی بھی تسکین کی جاتی ہے، آج کل جانوروں سے بعض قانونی مسائل بھی متعلق ہوگئے ہیں، ماحولیات کی حفاظت اور وسیع تر اجتماعی مفاد کے لئے بعض جانوروں کے شکار کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے، مختلف ممالک بعض جانوروں کو قومی جانور اور قومی پرندہ قرار دیتے ہیں، اسی طرح کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو انجکشن دیئے جاتے ہیں، ایسی غذائیں دی جاتی ہیں جو ان کی طبعی غذا سے مختلف ہیں، یہ اور اس طرح کے مختلف مسائل نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور شرعی نقطۂ نظر سے قابل غور ہیں۔

اس پس منظر میں اکیڈمی کے ۲۷ویں سمینار منعقدہ ۲۵۔۲۷؍نومبر ۲۰۱۷ء ممبئی میں اس مسئلہ کو بھی غور وفکر کا موضوع بنایا گیا، مسئلہ سے متعلق جامع سوالنامہ جاری کیا گیا، بحمد اللہ اس سلسلہ میں ۷۰ مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے، سمینار کے دوران موضوع سے متعلق تمام پہلوؤں پر تبادلہ خیال بھی ہوا، جو اَب مناقشات کے عنوان سے اس مجلہ میں شامل ہے، مقالات کی کثرت اور اس کے بڑھے ہوئے حجم کی وجہ سے اس کے سوا چارہ نہیں تھا کہ کچھ مقالات حذف کردیئے جائیں؛ چنانچہ ۷۰ کے منجملہ ۴۳ مقالات اس مجلہ میں شامل ہیں اور تلخیص وعرض مسئلہ بھی اس مجلہ میں موجود ہے، جس میں تمام مقالہ نگاروں کی آراء اور ان کے دلائل شامل ہیں، نیز ویب سائٹ پر وہ مقالات بھی رکھ دئے گئے ہیں، جن کو صفحات کی کمی کی وجہ سے مجلہ میں شامل نہیں کیا جاسکا۔

اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے رفیق جناب مولانا صفدر علی ندوی صاحب نے بڑی محنت اور خوش سلیقگی کے ساتھ اس کی ترتیب اور ایڈیٹنگ کا فریضہ انجام دیا ہے، اس طرح موضوع سے متعلق فیصلوں، مقالات کی تلخیص، سمینار میں پیش کئے جانے والے عرض مسئلہ، مناقشات اور مقالات کا یہ مجموعہ قارئین کی خدمت میں

پیش ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالی اکیڈمی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے بانی اکیڈمی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، واللہ ھو المستعان۔

۲۰؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ
۲؍اگست ۲۰۱۸ء

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

* * *

پہلا باب

تمہیدی امور

سوالنامہ:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

اسلام دین رحمت ہے اور اس نے تمام مخلوقات کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک حیوانات بھی ہیں، یہ انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے ،جو بار برداری کے کام آتی ہے، جن کے چمڑوں سے مختلف ضروری اشیاء تیار کی جاتی ہیں، جن کے بعض اجزاء سے دوائیں بنائی جاتی ہیں، یہ ماحولیات کو درست رکھنے میں بھی اہم کردارادا کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے اور وہ ہماری غذائی ضروریات کو بھی پوری کرتے ہیں۔

اس وقت دنیابھر میں جانوروں کو بچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں؛ کیونکہ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور ماحول پر اس کا منفی اثر پڑرہا ہے؛ اسی لئے جانوروں کے تحفظ اور اس کو انسان کی ظلم و زیادتی سے بچانے کے لئے مختلف قوانین بنائے گئے ہیں، ہمارے ملک میں بھی سرکاری طور پر اس کا مستقل شعبہ قائم ہے، رسول اللہ ﷺ نے جہاں مختلف انسانی حقوق ذکر فرمائے ہیں، وہیں حیوانات کے حقوق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، اور فقہاء نے بھی شریعت کے مقاصد اور قرآن و حدیث کی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے جانوروں کے حقوق کے بارے میں گاہے گاہے روشنی ڈالی ہے، جن کو موجودہ حالات اور ضروریات کے پس منظر میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱-آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کی جارہی ہیں، جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں؛ تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایاجاسکے، جو ظاہر ہے کہ چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے، تو کیا یہ عمل جائز ہے؟

۲-جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں، جن سے دودھ اور گوشت کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳-حلال جانور کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایاجاتا ہے، خاص کر جرسی گائے کے بارے میں سمجھاجاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں؛ اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بہ مقابلہ دوسری گایوں کے کافی زیادہ ہوتی ہے، کیا ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہوگا، اور اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام

ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً کیا اثر مرتب ہوگا؟

۴-زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے میں رکھے جاتے ہیں، جیسے: پرندے، ہرن وغیرہ، ان کو کھانا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ان کی تجارت مقصود ہوتی ہے، کیا ان کو اس طرح رکھنا درست ہوگا؟

۵-انسان کے جذبات شوق کی بھی کوئی سرحد نہیں ہوتی، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ بعض لوگ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کر کے یا باندھ کر رکھتے ہیں، جیسے: شیر، سانپ، خونخوار کتے ، اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، کیا اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعا گنجائش ہوگی؟

۶-جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں ،یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں، اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دوائوں کا تجربہ کیاجاتا ہے، کیا اس طرح کے تجربات درست ہوں گے؟

۷-کیا دوائوں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یاآپریشن کر کے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو،درست ہوگا؟

۸-بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں، اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے، اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے، اور اس طرح کے جانوروں کے شکارکرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے، یہ ممانعت شرعاً کس حد تک واجب العمل ہے؟

۹-اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو، اگر اس جانور کو ذبح کیاجائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے، یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے، تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟

۱۰-حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں، جن کو ‘‘ مہمان پرندہ ’’ کہاجاتا ہے، ان سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً کس حد تک واجب ہے؟

۱۱-بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو ماردیاجاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں، کبھی ان کو مارنے کے لئے گڑھوں میں زندہ دفن کردیاجاتا ہے اور کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیاجاتا ہے، توامراض کے پھیلائو کے خوف سے کیاانہیں مارا جاسکتا ہے، اور چونکہ یہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں تو ان کے مارنے کی کیا شکل اختیار کی جاسکتی ہے؟

۱۲-جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟ جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے وغیرہ۔

۱۳-اسی طرح جو جانورا نسان کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، ان کو مارنے کا کیا حکم ہوگا اور کن حالا ت میں ان کو مارنے کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ وہ جہاں انسان کے لئے مضرت کا باعث ہیں، وہیں ماحولیات کو انسان موافق بنانے میں بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہیں۔

۱۴-جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں قرآن و حدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں کیا ہدایتیں دی گئی ہیں؟

* * *

تجاویز:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

اسلام دین رحمت ہے، اس نے جس طرح غریبوں، محتاجوں، بیکسوں، اور دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم دی ہے ویسے ہی جانوروں کے ساتھ بھی مکمل حسن سلوک اور مشفقانہ برتاؤ کا حکم دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالی نے انہیں انسانی خدمت اور منافع کے لئے پیدا کیا ہے مگر ان سے نفع اٹھانے کے بھی حدود متعین ہیں جن کی رعایت لازم ہے۔ ان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ نہ برتا جائے جس سے سنگدلی کا احساس ہوتا ہو۔اس پس منظر میں درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

(١) ہر جانور کو اس کی فطرت کے مطابق غذا دی جانی چاہئے، تاہم جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ نجس اور مضر نہ ہو۔

(٢) انسان اور جانور کی صحت کے لئے مضر نہ ہو تو دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا درست ہے؛ البتہ دودھ نکالنے میں جانو رکی صحت اور اس کے بچہ کی رعایت کی جائے۔

(٣) اگر جانوروں میں غیر جنس سے اختلاط کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ مادہ کے تابع ہوگا۔

نوٹ: امام شافعی کے نزدیک بچہ نروماده میں سے جو خسیس ہو اس کے تابع ہوگا جیسے بکری اور کتّے کے اختلاط سے پیدا ہواتو کتُّے کے تابع ہوگا(مفتی عمر بن یوسف کوکنی، جامعہ عربیہ شری وردھن)۔

(٤) جانوروں کے مناسب کھانے پینے کے معقول انتظام کے ساتھ تکلیف سے بچاتے ہوئے ان کو بطور زینت پنجرے وغیرہ میں رکھنے کی گنجائش ہے۔

(٥) محض شوق کی تکمیل کے لئے خونخوار اور موذی جانوروں کو پالنا درست نہیں ہے۔

(٦) انسانی مفاد کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کئے جاسکتے ہیں۔

(٧)دواؤں کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے ان کے کسی عضو کو نکالنا یا ان کے جسم میں کوئی آلہ رکھ دینا درست ہے بشرطیکہ یہ عمل اس کی دائمی تکلیف کا باعث نہ ہو۔

(٨) جانوروں کی نسل کی حفاظت، ماحولیات کے تحفظ یا کسی اور مقصد سے حکومت کی طرف سے کسی جانور کے شکار پر پابندی لگادی جائے تو اس قانون کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(٩) اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی خطرہ میں پڑ

سکتی ہو یا قانوناً اس کے ذبح پر پابندی ہو تو اس کی وجہ سے وہ حلال جانور حرام نہیں ہوگا؛ البتہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے مسلمانوں کو احتیاط برتنی چاہئے۔

(۱۰) جنگلی جانور یا پرندے جن کا شکار کرنا حکومتی قانون کی رو سے ممنوع ہو تو ایسے قانون کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(۱۱) متعدی وبائی امراض کو روکنے کے لئے متاثر جانوروں کو مارا جاسکتا ہے؛ البتہ زندہ جلانا یا زندہ دفن کرنا شرعاً درست نہیں۔

(۱۲) موذی جانوروں کے ضرر سے بچنے کے لئے اسے مارنا درست ہے بشرطیکہ ان کی ایذا رسانی کا اندیشہ ہو۔

* * *

تلخیص مقالات:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

ڈاکٹر صفدرزبیر ندوی•

تمہید:

اللہ تعالی نے اس کائنات میں ہزاروں مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، ان ہی میں حیوانات بھی ہیں، اسلام نے زندگی میں ان کی اہمیت اور انسانوں اورجانداروں کے لئے ان کے نفع بخش ہونے کا اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں دو سو سے زائد آیتوں میں مختلف حیوانات کا تذکرہ آیا ہے، اور قرآن کی چھ سورتوں کے نام حیوانات کے نام سے معنون ہیں: البقرہ، الانعام، النحل، النمل، العنکبوت، الفیل۔ قرآن میں ہے کہ حیوانات بھی انسان کی طرح الگ الگ امت ہیں، اور ان کا اپنا ماحول اور سماج ہے جس میں وہ پلتے بڑھتے اور زندگی گزارتے ہیں، وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم ما فرّطنا فی الکتاب من شیئ ثم إلی ربہم یحشرون (سورۃ الانعام: ۳۸)۔ اسی طرح تمام حیوانات اللہ کے قوانین کی پابندی اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ألم تر أن اللہ یسبح لہ من فی السموات والأرض والطیر صافات کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ واللہ علیم بما یفعلون (سورۃ النور: ۴۱)، اور اسی طرح اللہ تعالی نے حیوانات کو انسانوں کے کس کس کام اور کیسی کیسی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اس کا ایک اشارہ قرآن کی اس آیت میں ہے: والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشقّ الأنفس إن ربکم لرؤوف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون (سورۃ النحل: ۵۔۸)۔ ان آیات سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حیوانات کے بھی اپنے احساسات ہیں، ان کے آپسی روابط کی زبان ہے، ان کی زندگی بھی انسانی زندگی کی طرح ہے، لہذا ان کے احساسات وجذبات کا احترام کیا جانا چاہئے، اور انہیں بھی اہمیت دی جانی چاہئے۔

اسی طرح بہت ساری احادیث وارد ہیں جن میں حیوانات کے ساتھ نرمی، رحمدلی اور حسن سلوک اور ان پر بے جا ظلم نہ کرنے اور تکلیف نہ دینے کی بار بار ترغیب وتاکید آئی ہے، اور ان کو ناحق قتل کرنے کی مناہی اور وعید آئی ہے۔ اسی طرح مراجع ومصادر والی تقریباً تمام ہی کتب فقہیہ میں حیوانات، ان کے ذبح کرنے، ان کی دیکھ بھال کرنے، ان کے مالکوں اور ذمہ داروں سے متعلق مختلف احکامات آئے ہیں، غرض انسان

• رفیق شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

کا کسی نہ کسی صورت میں حیوانات سے واسطہ اور تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے ۲۷ویں فقہی سمینار کا ایک موضوع ''حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام '' رکھا ہے، اس تعلق سے اب تک ۴۷ مقالات اکیڈمی کو موصول ہوچکے ہیں، مقالہ نگاروں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، مفتی محمد عثمان قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد ظفر عالم ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، ڈاکٹر مولانا محی الدین غازی فلاحی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر اسعد سحمرانی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد ادریس بن اسماعیل فلاحی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری، مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی، مفتی زکریا قاسمی، مفتی محمد زاہد گڑھی سلیم پوری، مولانا ابراہیم بن سلیمان بانسلود، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی، مفتی محمد آزاد قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا صدیقی قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی امانت علی قاسمی، مفتی حافظ سید صادق محی الدین، مولانا محمد اسرائیل قاسمی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی۔

ان مقالات کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

بعض مقالہ نگار حضرات نے حقوق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف پیش کی ہے، وہ لکھتے ہیں: حق یا حقوق باب ضرب کا مصدر ہے، ''حق الأمر حقاً وحقۃ وحقوقاً''، وہ مختلف معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) صحیح ہونا، ثابت ہونا، سچا ہونا، (۲) واجب وضروری ہونا، (۳) مناسب وجائز ہونا وغیرہ (دیکھئے: القاموس الوحید ۳۵۹،۱)، اسی طرح علامہ جرجانی نے اس کی تعریف یہ کی ہے:

''الحق فی اللغۃ ہو الثابت الذی لا یسوغ إنکارہ، وفی اصطلاح أہل المعانی ہو الحکم المطابق للواقع یطلق علی الأقوال والعقائد والأدیان والمذاہب باعتبار اشتمالہا علی ذلک ویقابلہ الباطل'' (کتاب التعریفات، ص: ۹۱)۔

مقالہ نگاروں میں سے بعض حضرات نے جانوروں کے حقوق پر بات کرتے ہوئے ان کے متعدد حقوق شمار کرائے ہیں:

۱۔ حسن معاملہ، حسن سلوک اور احسان (صحیح مسلم بشرط النووی ۱۰۷،۱۳، رقم: ۵۰۲۸)۔

۲۔ جانور کے خون کی حرمت (حوالہ بالا ۱۰۹،۱۳، ۵۰۳۵)۔

۳۔ جانور کو بے ضرورت قید کرنے اور تنگ کرنے کی ممانعت (حوالہ سابق ۳۸۸،۱۶، رقم: ۶۶۱۸)۔

۴۔ حیوانات کے ساتھ عدل وانصاف اور قراروسکون کا حق اور ظلم وتکلیف کی ممانعت (صحیح بخاری مع الفتح ۴۰۹،۶، رقم: ۳۳۱۹، سنن ابو داؤد مع عون المعبود ۱۲۶،۵، رقم: ۲۶۷۲)۔

۵۔ طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا اور غیر متعلق کام پر مجبور نہ کرنا (مسلم بشرح النووی ۱۵۲،۱۵، رقم: ۶۱۳۳، ابوداؤد مع العون ۵۰،۵، رقم: ۲۵۴۵۔۲۵۴۶)۔

۶۔ جانوروں کو کھلانے پلانے کا حق (مسلم بشرح النووی ۴۶۱،۱۴، رقم: ۵۸۲۱)۔

۷۔ جانوروں کو آگ میں جلانے کی ممانعت (ابوداؤد مع العون ۱۲۶،۵، رقم: ۲۶۷۲)۔

۸۔ جانوروں کی خدمت اور نفع رسانی نیکی ہے (بخاری مع الفتح ۵۶،۵، رقم: ۲۳۷۱)۔

۹۔ نفع بخش جانوروں کی نسل کشی کی ممانعت (ابوداؤد ۵۳۸،۴، رقم: ۵۲۶۹، المعجم الکبیر ۲۹۷،۲۲، رقم: ۱۸۶۰۹، سنن البیہقی الکبری ۳۱۸،۹، رقم: ۱۹۱۶۶)۔

۱۰۔ بے مقصد جانور کو قتل کرنے کی ممانعت (السنن الکبری ۸۸،۹، سنن النسائی ۲۷۵،۷، رقم: ۴۳۷۰)۔

۱۱۔ جانوروں کو باہم لڑانا ممنوع ہے (سنن ابو داؤد ۳۳۱،۲، رقم: ۲۵۶۴)۔

۱۲۔ موذی جانوروں کو مارنے کے لئے آسان طریقہ اختیار کیا جائے (صحیح مسلم ۴۲،۷، رقم: ۵۹۸۳، سنن الترمذی ۷۸،۴، رقم: ۱۴۸۵) دیکھئے مقالہ: ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی کیرالوی وغیرہ۔

۱۔ جانوروں کے چارے میں لحمی اجزاء کا استعمال:

سوال: آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کی جارہی ہیں، جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں؛ تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایاجاسکے، جو ظاہر ہے کہ چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے، تو کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواز کے قائلین:

اکثر مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ جانور کو فربہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے چارہ خور جانوروں کے چارے اور غذا میں لحمی اجزاء کو شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا عمل کرنا جائز ہوگا، لیکن بعض حضرات نے یہ شرط لگائی

ہے کہ یہ اجزاء حلال جانوروں کے گوشت سے تیار کئے گئے ہوں اور اس غیر فطری غذا سے جانور کو تکلیف نہ ہو۔

دلائل:

- عن أبی أمامۃ کنا نسمن الأضحیۃ بالمدینۃ وکان المسلمون یسمنون (بخاری: کتاب الاضاحی) (مقالہ: مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا محمد زاہدگڑھی سلیم پوری وغیرہ)۔

- قال رسول اللہ ﷺ: إن أفضل الضحایا أغلاہا وأسمنہا (مسند الامام احمد) (مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

- عن جابر بن عبد اللہؓ قال: ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجوءین (ابوداؤد ۹۵،۳، حدیث نمبر: ۲۷۹۵) (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد زاہد گڑھی سلیم پوری وغیرہ)۔

- (وجاز خصاء البہائم ..... وقیدوہ بالمنفعۃ) أی جواز خصاء البہائم بالمنفعۃ وہی إرادۃ سمنہا أو منعہا عن العضّ (رد المحتار ۵۷۷،۹)۔

- وجاز خصاء مأکول اللحم من غیر کراہۃ لما فیہ من صلاح لحمہ (شرح الزرقانی علی شرح مختصر خلیل ۴۲۰،۳)۔

- ویجوز خصاءما یؤکل فی صغرہ لأنہ یطیب اللحم ویحرم فی الکبر وکذا خصاء ما لا یؤکل (مغنی المحتاج ۱۹۴،۴)۔

(مولانا خورشید احمد اعظمی کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا عبارتیں انسانی منفعت کے پیش نظر اس کے جواز کی صراحت کرتی ہیں)۔

- رجل ذبح کلبہ أو حمارہ جاز أن یطعم سنورہ من ذلک ولیس لہ أن یطعمہ خنزیرہ أو شیئاً من المیتۃ کذا فی السراجیۃ (عالمگیری ۳۶۱،۵) (مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

- یجوز إخصاء البہائم منفعۃ للناس لأن لحم الخصی أطیب (مجمع الانہر ۵۵۵،۲) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی)۔

- لا بأس بکیّ الأغنام لعلامۃ، و لا بأس بخصائہا لزیادۃ اللحم والشحم (فتاوی سراجیہ علی ہامش فتاوی قاضی خاں ۲۴،۳، الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ،۲۵۸) (مقالہ: مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا خورشید انور اعظمی)۔

- مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید قاسمی مظاہری، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی اور بعض دیگر مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ لحمی اجزاء پر مشتمل تغذیہ اگرچہ خلاف فطرت تصرف ہے لیکن اس کو نفع انسانی کے لئے گوارا کیا جائے گا، اور اگرچہ اس میں تکلیف ہوتی ہو تو یہ تکلیف عارضی اور وقتی ہے، چونکہ یہ فعل عبث نہیں بلکہ با

مقصد ہے۔ لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح (إعلاء السنن ۴۵۴،۱۷)۔ اور اخصاء کی ممانعت والی روایات مثلاً ''نہی رسول اللہ ﷺ عن إخصاء الخیل والبہائم'' وغیرہ کے بارے میں مولانا عثمان بستوی لکھتے ہیں کہ یہ قطع نسل کے ساتھ خاص ہے، اس لئے اس طرح خصی کرنا کہ جانور کی نسل ختم ہوجائے یہ جائز نہیں ہے، اور اخصاء کی ممانعت کی علت خلاف فطرت ہونا یا باعث تکلیف ہونا نہیں ہے۔ والإخصاء لیس کذلک لأن فیہ جلب منفعۃ التسمین وتطییب اللحم (اعلاء السنن ۴۵۴،۱۷)۔

* اکثر مقالہ نگار حضرات اس طرف بھی گئے ہیں کہ لحمی اجزاء پر مشتمل وہ غذا یا چارہ اگر مردار یا حرام اور غیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء سے تیار کی گئی ہو اور انقلاب ماہیت کے مرحلہ سے بھی نہ گزرا ہو تو ایسا چارہ کھلانا ناجائز اور حرام ہوگا، لیکن اس چارہ کو اگر ماکول اللحم جانور کھالے تو اس کا گوشت حلال ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ اس جانور میں بدبو نہ پیدا ہوئی ہو، اگر اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے تو اس کا حکم جلالہ جانور کا ہوگا۔ یہ رائے مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی امانت علی قاسمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی وغیرہ کی ہے۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی اس مسئلہ پر کتاب الفتاوی (۹۰-۸۶،۹) میں تفصیل سے کلام کیا ہے (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

دلائل:

- حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذّی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر (رد المحتار ۱۹۱،۹) (مقالہ: مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی)۔

- ولہذا قالوا:لا بأس بأکل الدجاج، لأنہا تخلط ولا یتغیر لحمہ (البحر الرائق ۲۰۸،۸، تبیین الحقائق ۱۰،۶) (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

- إذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا بأس بہ، قال: معناہ إذا اعتلف أیاماً بعد ذلک کالجلالۃ (فتاوی تاتارخانیہ ۱۴۰،۱۸) (مقالہ : مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- ولو سقی شاۃ خمراً لا یکرہ لحمہا ولبنہا، لأن الخمر وإن کانت باقیۃ فی معدتہا فلم تختلط بلحمہا وإن استحالت الخمر لحماً فیجوز کما لو استحالت خلاً (عالمگیری ۴۱۱،۵، البحر الرائق ۲۴۹،۸) (مقالہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

- شیخ محمد صالح عثیمین لکھتے ہیں: ومن ہذا ما یفعلہ بعض أرباب الدواجن یعطونہا من الدم المسفوح من أجل تقویتہا أو تنمیتہا فلا تحرم بہذا ولا تکرہ، لأنہ إذا کان الأکثر ہو الطیب فالحکم للأکثر (شرح ریاض الصالحین ۴۳۴،۶) (مقالہ: مولانا اکرام الحق ربانی)۔

جیسا کہ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے ایک سوال کہ پولٹری فارم والے مختلف قسم

کے مردار جانوروں کا خون اور بعض دوسرے اعضاء ملا کر مرغیوں کی غذا تیار کرکے ان کو کھلاتے ہیں؟ کے جواب میں لکھا ہے کہ: ایسی غذا کی خریدوفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں؛ البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں، گوشت کی حرمت کے لئے شرط ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے، جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہد ہے (احسن الفتاوی ۱۲۵،۸، فتاوی محمودیہ ۲۴۳،۱۸، کتاب النوازل ۴۳۹،۱۴، امداد الفتاوی ۱۱۵،۴) (نیز دیکھئے مقالہ: مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

ہدایہ میں خمر پر کلام کرتے ہوئے مذکور ہے: والسابع: حرمۃ الانتفاع بہا، لأن الانتفاع بالنجس حرام (ہدایہ اخیرین: ۴۷۸)۔

- سن آدمی طحن فی وقر حنطۃ لا یؤکل ولا یؤکلہ البہائم (الفتاوی الہندیہ ۳۳۹،۵)۔

- إذا تنجس الخبز والطعام لا یجوز أن یطعم الصغیر أو المعتوہ أو الحیوان الماکول اللحم (ہندیہ) ما تنجس باختلاط النجاسۃ بہ والنجاسۃ مغلوبۃ لا یباح أکلہ ویباح الانتفاع بہ فیما وراء الأکل (شامی) (امداد الفتاوی ۹۰،۴) (مقالہ: مولانا عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

مسالک اربعہ کی رائے:

- مولانا خورشید احمد اعظمی اور مولانا محمد عثما ن بستوی وغیرہ کا کہنا ہے کہ ان عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نجس غذا جانوروں کو کھلانا درست نہیں ہے، لیکن مالکیہ کے یہاں غیر ماکول اللحم جانور کو نجس غذا کھلائی جاسکتی ہے: وجائز أن یعلف الدواب نجس الطعام إذا کانت منہا مما لا یؤکل لحمہ (الکافی لابن عبد البر ۴۴۰،۱)، جبکہ حنابلہ کا کہنا ہے کہ ماکول اللحم جانور کو بھی نجس غذا کھلائی جاسکتی ہے اگر اس جانور کو جلد ہی ذبح کرنا نہ ہو، ویطعمہ من الدواب ما لا یؤکل لحمہ، ولا یطعم لما یؤکل، إلا أن یکون إذا أطعمہ لم یذبح حتی یکون لہ ثلاثۃ أیام علی معنی الجلالۃ۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: عن ابن عمر أن قوماً اختبزوا من آبار الذین مسخوا، فقال النبیﷺ: أطعموہ النواضح (حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو لوگ مسخ کئے گئے تھے ان کے کنویں کے پانی سے گندھے ہوئے آٹے سے کچھ لوگوں نے روٹی تیار کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اسے اونٹوں کو کھلا دو (المغنی لابن قدامہ ۳۵۰،۱۳)۔

- مولانا محمد عثمان بستوی کہتے ہیں کہ اگر پاک چارہ مارکیٹ میں آسانی سے دستیاب نہ ہو، یاجو چارہ دستیاب ہے اس کی نجاست وطہارت کا کوئی علم نہ ہوتو مالکیہ اور شوافع کے قول کے مطابق نجس چارہ دینے کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ ضرورت کے موقع پر دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے، فقہی ضابطہ ہے: المشقۃ تجلب التیسیر، الحرج مدفوع، الأمر إذا ضاق اتسع (مقالہ: مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- اختلف الفقہاء فی جواز الانتفاع بالمیتۃ بإطعامہاللدواب والبہائم أو الکلب المعلم والطیر والبازی المعلم ونحوہم علی ثلاثۃ أقوال:أحدہا للحنفیۃ والشافعیۃ وأحمد فی روایۃ عنہ وہو عدم جواز ذلک، لأنہ إذا أطعم المیتۃ للحیوان فقد انتفع بتلک المیتۃ وقولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ دال علی عدم جواز الانتفاع بہا (الموسوعۃ الفقہیہ ٣٩٢،٣٩) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی)۔

- مولانا عبد الشکورقاسمی کیرالہ اور مفتی محمد حسین ماہمکر کہتے ہیں کہ اگر اس غذا میں حرام اور مردار جانور کے اجزاء شامل کئے گئے ہوں تو بھی اس کا استعمال شوافع کے یہاں جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے: ویعلف جوازاً المتنجس دابتہ لخبر صحیح فیہ، أما نجس العین فیکرہ علفہا بہ کما صرح بہ فی الروضۃ عن فتاوی صاحب الشامل فی المأکولۃ (اسنی المطالب مع روض الطالب ٥٦٨،١)۔

- أجاز الشافعیۃ والمالکیۃ إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب کما أجازوا سقی الماء المتغیر من نجس للبہائم والزرع (الموسوعۃ الفقہیہ ١٠٨،٤٠) (مقالہ: مولانا عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

جبکہ حنفیہ کے یہاں مردار یا حرام جانور کے اجزاء کا استعمال کسی بھی شکل میں جائز نہ ہوگا، جیسا کہ مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ لکھتے ہیں: مردار اور حرام جانور کا گوشت حرام ہے، نہ تو کھانا درست ہے نہ ہی کسی طرح اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس کی خریدوفروخت بھی درست نہیں، لہذا اس کو خرید کر بلی کو کھلانا جائز نہیں (فتاوی رحیمیہ ١٣٨،١٠) (مقالہ مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی)۔

- اکثر مقالہ نگاروں کے یہاں حرام اور نجس اجزاء کو اگر مختلف کیمیائی مراحل سے گزار کر اس کی تبدیلی ماہیت کردی جائے تو ایسی غذا جانوروں کو کھلانا جائز ہے (مفتی زکریا قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی ثم ہذہ المسئلۃ قد فرعوہا علی قول محمد بالطہارۃ بانقلاب العین الذی علیہ الفتوی واختارہ أکثر المشائخ (شامی ٤٥٠،١)۔

- ثم اعلم أن العلۃ عند محمد وہی التغیر وانقلاب الحقیقۃ وإنہ یفتی للبلوی کما علم مما مر (شامی ٤٥٠،١)۔

متفرق آراء:

- مولانا محمد شاہجہاں ندوی اور مولانا خورشید احمد اعظمی وغیرہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ مصنوعی لحمی اجزاء پر مشتمل غذا انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہو (نیز دیکھئے مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد زاہد سلیم پوری، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- جبکہ مولانا اختر امام عادل قاسمی کے بقول اگر لحمی غذائیں جانوروں کے لئے باعث اذیت ہوں، یا ان سے جانور کے گوشت اور دودھ میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو اس کی

اجازت نہیں دی جائے گی (پروفیسر سعود عالم قاسمی)۔

- اور ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری کا کہنا ہے کہ اگر متخصص ادارے یہ سفارش کردیں کہ یہ صحت اور ماحولیات کے لئے زیادہ نقصان دہ نہیں ہیں، ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے تو پھر ان کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔

- مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کہتے ہیں کہ اگر حرام اور نجس اجزاء کو مختلف کیمیاوی مراحل سے گزار کر تبدیلی ماہیت کردی جائے تو ایسی غذا مباح ہونی چاہئے، لیکن اس طرح کے عمل میں جانوروں کی فطرت سے کھلواڑ اور نیچر کی خلاف ورزی ہے۔

- مولانا عقیل الرحمن قاسمی نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ جانور اسے بآسانی کھا سکے اور کھا کر آسودہ ہوجائے۔

- مولانا محمد زاہد سلیم پوری کی تحقیق یہ ہے کہ ان لحمی غذاؤں میں بہت سے بھوسے اور دانوں کے آٹے کے ساتھ لحمی اجزاء بھی شامل کئے جاتے ہیں، اور یہ اجزاء لحمیہ تبدیل ماہیت کے ساتھ (یعنی پاؤڈر وغیرہ بناکر) شامل کئے جاتے ہیں، اگر تبدیل ماہیت نہ ہو، پھر بھی ان میں دیگر اجزاء کا غلبہ ہوتا ہے، لہذا اس کے استعمال میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ جب غذا ایسی ہو جس سے جانور کی منفعت دوبالا ہوجاتی ہو تو اس کا استعمال صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

۱۔ اگر لحمی اجزاء حلال اور پاک جانور کے اجزاء پر مشتمل ہے تو ایسی غذا کھلانا حلال ہے۔

۲۔ اگر حرام اور نجس پر مشتمل ہے تو ایسی غذا کھلانا حرام اور ناجائز ہے۔

۳۔ اگر حرام اور نجس اجزاء کی تبدیلی ماہیت ہوگئی ہے تو اس کے اجزاء پر مشتمل غذا کھلانا درست ہے۔

۴۔ اگر ملائے گئے اجزاء میں اکثر حصہ ناپاک ہے تو اس کا کھلانا درست نہیں ہے۔

عدم جواز کے قائلین:

بعض حضرات نے لحمی اجزاء پر مشتمل غذاؤں کے استعمال پر اپنی رائے اس طرح دی ہے:

- عارضی مفاد کی خاطر جانوروں کو فطرت کے خلاف چارہ دینا درست نہیں ہے (قاضی محمد حسن ندوی)۔لا یجوز تغیر شیئ من خلق اللہ خلقہا علیہ بزیادۃ أو نقصانہ ۔

- مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی کے نزدیک گھاس خور جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذائیں دینا اس آیت کی رو سے ناجائز ہے: وقال لأتخذن من عبادک نصیباً مفروضاً ولأضلنہم ولأمنینہم ولآمرنہم فلیبتکن آذان الأنعام ولآمرنہم فلیغیرن خلق اللہ (نساء: ۱۱۸۔۱۱۹)۔

- مولانا کلیم اللہ عمری کہتے ہیں کہ لحمی اجزاء پر مشتمل غذائیں جانوروں کے حق

میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، لہذا ایسی غذاؤں کا استعمال شرعاً درست نہیں ہے، اور شریعت کا یہ اصول بھی ہے: ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (الاعراف: ۱۵۷)۔

۲۔ دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے جانور کو انجکشن لگانا:

سوال: جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں، جن سے دودھ اور گوشت کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

تقریباً تمام ہی مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ منفعت کے حصول کی خاطر دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانا درست اور جائز ہے، اور اس کے ذریعہ حاصل ہونے والا دودھ اور گوشت حلال ہے، خواہ اس میں جانور کو کچھ تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔

- انجکشن لگا کر دودھ نکالنے کے تعلق سے صاحب احسن الفتاوی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: یہ طریقہ بلا شبہ جائز ہے، اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کو خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، حضور اکرمﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے، خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بھی بہت زیادہ ہے (احسن الفتاوی ۲۲۳،۸) (مقالہ محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

- بعض مقالہ نگاروں نے انجکشن لگانے کی تکلیف کو خصی کئے جانے کی تکلیف کے مشابہ قرار دیا ہے، اور دلیل کے طور پر وہ عبارتیں ذکر کی ہیں جو خصی کئے جانے کے تعلق سے سوال نمبر ایک کے تحت گزریں (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مفتی محمد حسین ماہمکر، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- فتاوی محمودیہ میں ہے: اگر کوئی اور صورت دواوغیرہ سے دودھ لینے کی نہ ہو تو بقدر ضرورت وتحمل سختی درست ہے، بلاضرورت اور تحمل سے زائد سختی نہیں کرنی چاہئے (فتاوی محمودیہ ۲۴۴،۱۸) (مقالہ: مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

- فتاوی قاسمیہ میں ہے: انجکشن کے ذریعہ دودھ حاصل کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ کیونکہ آجکل اکثر جانور انجکشن کے بعد ہی دودھ دیتےہیں، لہذا شرعاً جائز ہوگا۔ اسی طرح دوسری جگہ ہے: انجکشن کے ذریعہ بھینس کا دودھ نکالنا جائز ہے، اور اس انجکشن سے بھینس کو ایسی تکلیف نہیں ہوتی جس کو ظلم کہا جائے، بلکہ اس کے اعضاء کو ڈھیلے کرنے کے لئے یہ انجکشن لگایا جاتا ہے (فتاوی قاسمیہ ۱۴۶،۲۴-۱۴۷) (مقالہ: مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

دلائل:

- والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون (سورہ نحل: ۵) (مقالہ: مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- وإن لكم فی الأنعام لعبرة نسقيكم مما فی بطونہ من بين فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربين (سورہ النحل: ۶۶) (مقالہ: مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- اعلم أن الأصل فی الأشياء كلها سوى الفروج الإباحۃ، إنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق أو خبر مروی فما لم يوجد شيئ من الدلائل المحرمۃ فهی علی الإباحۃ (مجمع الانہر ۲۴۴،۴) (مقالہ: مفتی زکریا قاسمی، مولانا ظفرعالم ندوی)۔

- فدل علی جواز بيع الكلب والجوارح والانتفاع بسائر وجوہ الانتفاع بہا إلا ما خصہ الدليل (احکام القرآن للجصاص ۳۹۴،۲) (مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- ملّكنا الله تعالی الأنعام والدواب وذلّلها لنا وأباح لنا تسخيرہا والانتفاع بہا رحمۃ منہ تعالی لنا (الجامع لاحکام القرآن ۷۴،۱۰) (مقالہ: مولانا محمدعثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- والأصل أن إيصال الألم إلی الحيوان لا يجوز شرعاً إلا لمصالح تعود علیہ'' (البحر الرائق ۴۸۵،۸) (مقالہ: مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- إيلام الحيوان لنفع الآدمی بہ غير قبيح (طريق الہجرتين ۱۴۹،۱)۔

- لأن السمۃ وإن كان فيہا إيلام الحيوان ففيہا منفعۃ للمسلمين (شرح السير الكبير ۲۱۷،۵)۔

متفرق آراء:

- لیکن اگر انجکشن لگانے سے جانور کو سخت تکلیف ہو، یا اس سے حاصل ہونے والا دودھ اور گوشت انسانی صحت کے لئے مضر ہو تو یہ درست نہ ہوگا (مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری، مولانا صابر حسین ندوی)۔

- اگر انجکشن سے دودھ میں کیمیاوی اثرات مل جاتے ہوں جن کا صحت عامہ پر منفی اثر پڑتا ہو تو پھر یہ عمل جائز نہ ہوگا (پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

- شرط یہ ہے کہ وہ انجکشن انسان یا جانور کے لئے مہلک نہ ہو، لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام (مولانا محمد زاہد گڑھی سلیم پوری)۔

- یہ عمل اس کی کمزوری اور ہلاکت کا سبب نہ بنے ورنہ پھر جائز نہ ہوگا (مولانا

محمد اخلاق قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

- اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جانی چاہئے، اس لئے کہ جانوروں کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے، اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے (مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

- انجکشن لگانا درست ہے بشرطیکہ یہ عمل اس کے لئے ضرر رساں نہ ہو۔ یکرہ الاستقصاء فی الحلب إذا کان یضر بہا لقلۃ العلف ویکرہ ترک الحلب أیضاً لأنہ یضر بالبہیمۃ (الجوہرۃ النیرۃ ۹۵،۲، فتاوی عالمگیری ۵۷۳،۱) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- گوشت کے مضر یا فاسد ہونے کی صورت میں اس کی اجازت نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ تعذیب بلا فائدہ قرار پائے گی۔ وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ (الدر المختار ۶۰۷،۵) (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- مفتی اشرف عباس قاسمی کے بقول ڈاکٹروں کی ہدایت ہے کہ انجکشن لگے ہوئے جانور کو بیس دن کے بعد ہی ذبح کیا جائے، ورنہ انسانی جانوں کو نقصان ہوسکتا ہے۔

- مولانا محبوب فروغ قاسمی کے نزدیک اگر انجکشن میں ایسی دواؤں کا استعمال کیا جائے جو صحت انسانی کے لئے اثراتِ بد پیدا کریں اور وہ مضرت یقینی ہو تو اس پہلو سے مضرت کا سبب قریب بننے کا وبال اٹھانے والا ہوگا۔

- مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی نے انجکشن کے استعمال کی تین شرطیں لگائی ہیں:

۱۔ جانور کے لئے ناقابل برداشت اذیت کا سبب نہ ہو۔

۲۔ جانور کے گوشت میں اس کی وجہ سے کوئی سائڈ ایفیکٹ نہ ہو اور نہ ہی جانور کے فطری فوائد وقدرتی منافع ہلاک ہونے پائیں۔

۳۔ اور وہ انجکشن انسان کے لئے لاعلاج بیماریوں اور موت کا سبب نہ بنے۔ لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام۔

عدم جواز کے قائلین:

- انڈسٹری بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ مادی منفعت کمانے کے لئے اگر ایسا کیا جائے تو یہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، او راس انجکشن کو تابیر نخل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں معاملہ بے جان کا ہے اور یہاں معاملہ جاندار کا ہے (مولانا ذکی الرحمن مدنی)، جبکہ مفتی تنظیم عالم قاسمی نے اسے تابیر نخل کے مشابہ قرار دیا ہے۔

- بعض مقالہ نگاروں کے نزدیک دودھ یا گوشت میں اضافہ کی خاطر جانور کو انجکشن لگانا سرے سے جائز ہی نہیں ہے، جیسا کہ حافظ کلیم اللہ عمری کا کہنا ہے کہ مسلسل ایسے انجکشن کا لگانا جانور کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے اور اس طرح کے انجکشن اور دوائیں انسانی صحت کے لئے بھی مضر ثابت ہورہی ہیں، اور شریعت دفع مضرت کو جلب مصلحت پر مقدم رکھتی ہے۔

- جبکہ مولانا عبد الشکور قاسمی کیرالہ کا کہنا ہے کہ اس کی منفعت کو جانور کو لاحق ہونے والی تکلیف کے مفسدہ پر ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ عز بن عبد السلامؒ فرماتے ہیں: وإن كانت المصلحة أعظم من المفسدة حصلنا المصلحة مع التزام المفسدة (قواعد الاحکام فی اصلاح الانام ۱۳۶،۱)۔

- لیکن مفتی تنظیم عالم قاسمی نے اسے عیب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے دودھ اور گوشت میں پروٹین کم ہوتا ہے اور معلوم ہوجانے پر بازار میں اس کی قیمت کم لگائی جاتی ہے، لہذا اگر انجکشن کےذریعہ حاصل کردہ دودھ اور گوشت میں واقعتاً اگر کمی پائی جاتی ہے تو یہ ایک طرح کا عیب ہے، اور عیب بتائے بغیر سامان فروخت کرنا جائز نہیں۔

- جبکہ قاضی محمد حسن ندوی نے اس میں خداع اور دھوکہ کے پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے تصریہ ابل کے مشابہ قرار دیا ہے، عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:ولا تصروا الابل والغنم (مشکوۃ ۲۴۷،۱)، والصحیح أنہ من التصریۃ وہی أن یشد الضرع قبل البیع أیاماً لیظن المشتری أنہا لبون فی الثمن والنہی عن الخداع (المرقاۃ ۷۸،۶)۔

- مولانا رحمت اللہ ندوی نے انجکشن لگانے کو چار وجوہ سے ناجائز قرار دیا ہے:

۱۔ یہ انجکشن بہت زہریلا اور صحت کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے۔

۲۔ انجکشن کے ذریعہ دودھ دینے والا جانور قبل از وقت بوڑھا اور ناکارہ ہوجاتا ہے۔

۳۔ یہ انسان کی حرص وطمع اور خود غرضی ومفاد پرستی کا غماز ہے۔

۴۔ جانور اذیت کا اور انسان مسموم مادہ کا شکار ہوتا ہے۔

- ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی نے اس عمل کے ناجائز ہونے کو ماہرین کی اس رائے پر موقوف کیا ہے کہ انجکشن سے جانور کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور اس کا گوشت اور دودھ انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے، اور استدلال میں وہ آیات پیش کی ہیں جن میں احسان کا لفظ آیا ہے، اور وہ احادیث پیش کی ہیں جن میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر آگے لکھا ہے کہ خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان عرفاً یہ ایک طرح کا معاہدہ ہے کہ وہ ہر طرح کی ملاوٹ اور آلودگی سے پاک صحت بخش دودھ اور غیر مضر گوشت فراہم کرے گا، لہذا اس کی خلاف ورزی کرکے مضر دودھ یا گوشت فراہم کرنا حرام ہے۔

- جبکہ ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری یہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حامد رجب حامد کی ریسرچ کے مطابق (Synthetic Growth Harmone) دودھ بڑھانے والے ہارمون میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا انجکشن (Bovine Somato Tropin) ہے، عام حالات میں گائے اور اس کے دودھ یا دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے والے انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ نہیں ہے، جس کی توثیق امریکہ کی غذائی اتھارٹی FDA کرچکا ہے، اور دودھ کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں پر یہ لازم

قرار دیا گیا ہے کہ وہ دودھ کے پیکٹ پر لکھیں کہ یہ ہارمون والی گایوں کا ہے، نیز جس کو انجکشن دیا گیا ہے اور جس کو انجکشن نہیں دیا گیا ہے ان دونوں گایوں کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

- مفتی تنظیم عالم قاسمی نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ سوالنامہ میں اگر یہ وضاحت کردی جاتی کہ انجکشن کے ذریعہ حاصل کردہ دودھ اور گوشت پر اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ماہرین کی تحریر ہوتی تو حکم لگانے اور مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے میں آسانی ہوتی۔

انجکشن کے منفی اثرات:

- مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے انجکشن کے ذریعہ حاصل کے گئے دودھ کے منفی اثرات پر اس طرح تفصیل بیان کی ہے:

* انجکشن کے ذریعہ حاصل کئے گئے دودھ کو پینے والے انسان میں الرجی (Allergy)، معدہ اور جگر کی خرابی اور بلڈپریشر میں اضافہ کے ساتھ ساتھ عارضۂ قلب (Heart Attack)کا اندیشہ، ساتھ ہی ذیابیطس (Diabetes) اور موٹاپا۔
* کینسر، پھیپھڑے اور دماغ پر اثر۔
* جگر کی خرابی (Liver Damage)۔
* بچے قبل از وقت بلوغ کی دہلیز پر پہنچنے کے ساتھ ان کے ہارمونز پر منفی اثر۔
* بچوں اور بچیوں میں تخلیقی صلاحیت متاثر۔
* نسوانی ہارمونز (Female Harmone) کی وجہ سے لڑکوں میں لڑکیوں کی خصلت۔
* بچوں کو قے، پیلیا (Jaundice)، سردرد، پیٹ درد کے علاوہ دیگر منفی اثرات۔

جانور کی صحت پر مضر اثرات:

* جانور کا پورا جسم ڈھیلا ہوجاتا ہے۔
* فوراً پورا دودھ نکل جاتا ہے۔
* جانور لاغر وکمزور ہوجاتا ہے۔
* اور جانور کی عمر پچیس تیس کی بجائے چار پانچ سال تک محدود ہوجاتی ہے۔

- اسی طرح انجکشن اور دواؤں کے ذریعہ بڑھائے گئے گوشت کو کثرت سے استعمال کرنے سے مندرجہ ذیل نقصانات ہوتے ہیں:

* امراض قلب۔
* جگر سے متعلق مہلک بیماریاں۔
* توند اور سینہ میں ابھار۔
* بانجھ پن۔

مردوں پر منفی اثرات:

* سینہ کا ابھار۔
* جنسی ہیجان میں ضعف اور بسااوقات دائمی جنسی کمزوری۔

عورتوں پر منفی اثرات:

* بال جھڑنا اور گنجاپن۔
* پیٹ اور پیٹھ میں بالوں کا اگنا۔
* آواز میں خشونت۔
* ماہواری میں دشواری اور بعض مرتبہ انقطاع۔
* رحم (بچہ دانی) میں زخم۔
* سقوط حمل۔

۳۔ حلال اور حرام جانوروں کے درمیان اختلاط اور ان سے پیدا ہونے والے بچے کا مسئلہ:

سوال: حلال جانور کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایاجاتا ہے، خاص کر جرسی گائے کے بارے میں سمجھاجاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں؛ اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بہ مقابلہ دوسری گایوں کے کافی زیادہ ہوتی ہے، کیا ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہوگا؟ اور اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً کیا اثر مرتب ہوگا؟

اس سوال کے دو شق ہیں: ایک یہ کہ حلال جانورونکا حرام جانوروں سے اختلاط درست ہے یا نہیں؟ اور دوسرے یہ کہ ان دونوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے بچے پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟

جواز کی رائے:

پہلی شق کے تعلق سے تقریباً تمام ہی مقالہ نگار اس طرف گئے ہیں کہ دو نوع کے جانوروں کے درمیان اختلاط درست ہے خواہ دودھ میں اضافہ کےلئے ہو یا جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے ہو۔ اور دلیل میں اس خچر کو پیش کیا ہے جو گھوڑی اور گدھے کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے، جس کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے اور اللہ کے رسولﷺ نے اس کی سواری بھی فرمائی ہے۔

- والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق ما لا تعلمون (سورة النحل: ۸)۔

- عن علی بن أبی طالبؓ قال: أہديت لرسول اللہﷺ بغلة فركبہا(سنن ابی داؤد ۲۷۰۳، رقم: ۲۵۶۵)۔

- ويجوز إنزاء الحمير على الخيل، إذ لو كان ہذا الفعل حراماً لما ركب النبیﷺ البغلة (مجمع الانہر ۵۵۵۰۲) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی)۔

- وإنزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ (درمختار ۵۵۸،۹) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا بدر احمد مجیبی)۔

- وسئل مالک: ہل ینزی علی الفرس العربیۃ الحمار؟ قال: نعم، لا بأس بذلک (البیان والتحصیل ۵۴،۱۸) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- فتاوی محمودیہ میں ہے: خچر کی نسل حاصل کرنا شرعاً درست ہے، مگر اس پر اجرت لینا درست نہیں، جواب صحیح ہے۔ اور گدھے اور خچر کی جفتی سے جو نسل پیدا ہو اس کو خریدنا اور بیچنا اور اس کی نسل کی قیمت لینا بھی جائز ہے، باقی جفتی کرانے کی اجرت لینا درست نہیں ہے (فتاوی محمودیہ ۲۶۳،۱۸) (مقالہ: مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

- فتاوی رشیدیہ میں ہے: گھوڑی پر گدھے کا ڈلوانا درست ہے اور اس کا فروخت کرنا بھی درست ہے (فتاوی رشیدیہ ۵۹۶،) (مقالہ: مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

- ولا بأس بإخصاء البہائم وإنزاء الحمیر علی الخیل، لأن فی الأول منفعۃ للبہیمۃ والناس وقد صح أن النبیﷺ رکب البغلۃ فلو کان ہذا الفعل حراماً لما رکبہا، لما فیہ فتح بابہ (ہدایہ ۴۵۸،۴) (مقالہ: مولانا ریاض ارمان قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا محمد زاہد سلیم پوری، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- حیوانات میں نسب مادہ سے چلتا ہے، جب یہ گائے (امریکن یا جرمن) اور گایوں کی طرح کھاتی پیتی ہے، اور گایوں کی طرح بولتی ہے تو یہ شرعاً گائے ہی شمار ہوگی، خواہ خنزیر سے جفتی کرائی گئی ہو یا بذریعہ انجکشن یا کسی اور طرح حاملہ کرائی گئی ہو، اور حاملہ کرانے کا یہ طریقہ غیر شرعی یا مذموم وغیرہ ہو، اس سے اس کے گائےہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جائے گا، گائے کا ہی حکم رہے گا، اور اس کا گوشت کھانا، اس کا دودھ پینا، اس کی قربانی کرنا، پالنا سب درست رہے گا (منتخبات نظام الفتاوی ۳۵۴،۱) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

- غزوہ حنین کے موقع پر آپﷺ کے خچر پر سوار ہونے کو حضرت ابو عمارہؓ ان الفاظ میں بیان کرتے: ولقد رأیت رسول اللہﷺ وہو علی بغلتہ البیضاء ()۔

- فلو کان الإنزاء مکروہاً لم یرکب رسول اللہﷺ حتی یمتنع الناس عن إنزاء الحمیر (البنایۃ ۲۴۴،۱۲) (مقالہ: مولانا محمد زاہد سلیم پوری)۔

- مولانا صابر حسین ندوی نے اختلاط کے عمل کے فوائد بھی گنائے ہیں، جن میں جانوروں کے مختلف نوع کا وجود، اقتصادی اعتبار سے نئی نسلوں کا تیار کرنا، اور انسانوں کے علاج کے لئے ان کے اجزاء سے استفادہ وغیرہ شامل ہیں (احکام الحیوان، ص:

۱۷۷، بحوالہ الاستنساخ فی میزان الشریعۃ الاسلامیہ، ص۹) لیکن اس کے ساتھ یہ دوشرطیں بھی لگائی ہیں:

۱۔ یہ عمل اس طور پر نہ کیا جائے کہ کوئی نئی بیماری پیدا ہو، یا وہ نفع کے بجائے ضرر کا باعث ہوجائے۔

۲۔ عبثاً اس کام کو نہ کیا جائے، اسے جب ہی انجام دیا جائے جبکہ انسانوں کے لئے مفید ہو۔

عدم جواز کی رائے:

- مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مولانا محمد عثمان بستوی اور مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی کا کہنا ہے کہ مختلف الجنس جانوروں کے درمیان اختلاط کا عمل پسندیدہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض روایتوں سے سمجھ میں آتا ہے۔

* فقال علی: لو حملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ہذہ، قال رسول اللہ ﷺ: إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون (ابوداؤد ۳۳۱،۲، رقم: ۲۵۶۷) (مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

* عن ابن عباس قال: کان رسول اللہ ﷺ عبداً مأموراً ما اختصّنا دون الناس بشئ إلا بثلاث: أمرنا أن نسبغ الوضوء، وأن لا نأکل الصدقۃ، وأن لا ننزی حماراً علی فرس (ترمذی ۴۸۶،۶، رقم: ۱۸۰۲ (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

* عن علی قال: نہانا رسول اللہ ﷺ أن نُنزی حماراً علی فرس (مسند احمد: ۷۳۸)۔

* شوافع کے نزدیک بھی گدھے اور گھوڑے کا اختلاط مکروہ ہے، امام نووی فرماتے ہیں: یکرہ إنزاء الحمیر علی الخیل (شرح المہذب ۱۷۸،۶)۔

- ان ہی روایات کی بنیاد پر بعض علماء جیسے علامہ طیبی وغیرہ نے اس عمل کو ناجائز یا مکروہ کہا ہے، لیکن مولانا موصوف اور دیگر مقالہ نگار خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام طحاوی کی رائے یہ ہے کہ یہ ممانعت صرف بنی ہاشم کے لئے تھی، دوسروں کے لئے نہیں، اور بقول حضرت عبد اللہ بن حسن یہ ممانعت بھی اس علت کی بنا پر تھی کہ بنی ہاشم میں گھوڑوں کی تعداد کم تھی اور اس عمل سے یہ تعداد مزید کم ہوجاتی، جبکہ جہاد اور تیز رفتار سفر کے لئے گھوڑوں کی زیادہ ضرورت تھی، اس طرح گویا بنی ہاشم کے لئے بھی یہ ممانعت دائمی نہیں تھی، ورنہ خچر کی سواری رسول اللہ ﷺ قبول نہ فرماتے (معانی الآثار ۶۳،۷)، اس لئے اس کے جواز کا انکار کرنا مشکل ہے، زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ تنزیہی کہا جاسکتا ہے، اور حنفیہ کا نقطہ نظر یہی ہے (مفتی روح اللہ قاسمی نے موسوعہ فقہیہ (۴۶۵،۶) کے حوالہ سے اس بحث کو تفصیل سے پیش کیا ہے)۔

* ولعل علماءنا حملوہ علی کراہۃ التنزیہ وجوّزوہ (شرح الوقایۃ ۲۷۰،۵)۔

* ویجوز إنزاء الحمیر علی الخیل إذ لو کان ہذا الفعل حراما لما رکب النبیﷺ البغلۃ لما فیہ من فتح بابہ (مجمع الانہر ٢٢٤،٤)۔

* (وانزاء الحمیر علی الخیل) لأن النبیﷺ کان یرکب البغلۃ ویتخذہا فلو کان ہذا الفعل مکروہا لما اتخذہا ولا رکبہا والذی یروی أنہ علیہ السلام کرہ ذلک لبنی ہاشم فلأن الخیل کانت عندہم قلیلۃ فأحب تکثیرہا (الجوہرۃ النیرۃ ٣٨٤،٢)۔

- مولانا خورشید احمد اعظمی کے نزدیک حدیث میں جو ممانعت ہے وہ علی العموم نہیں ہے، وما ورد فیہ من النہی کان لأجل تکثیر الخیل (البحر الرائق ٣٧٧،٨)۔

- مولانا شاہین جمالی بھی اس مسئلہ کو مختلف فیہ قرار دیتے ہوئے کہتےہیں کہ بعض علماء کے یہاں حرام، بعض کے یہاں مکروہ اور بعض کے نزدیک جائز ہے۔

- مولانا عبد الشکور قاسمی اور مفتی محمد حسین ماہمکر کہتے ہیں کہ اگر اس اختلاط میں ضرر ہو تو جائز نہیں ہے، اور گائے اور خنزیر کی جفتی سے روکا جائے گا اس لئے کہ اس میں ضرر ہے، ضرر یہ ہے کہ اگر اس کا رواج عام ہوجائے تو اس کی وجہ سے اس کی نسل ختم ہوجائے گی۔

- متبادل کی موجودگی میں مناسب نہیں معلوم ہوتا، ہاں اگر ضرورت داعی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (مولانا اکرام الحق ربانی)۔

- بچے میں چونکہ نر وماده دونوں کی خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں اس لئے حتی الامکان غیر ماکول اللحم سے اختلاط کرانے سے احتراز کیا جائے خصوصاً ایسے جانور سے جس کی حرمت قطعی ہو (مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- مولانا محمد شاہجہاں ندوی کے نزدیک اس کا گوشت اور دودھ حلال تو ہے لیکن اس سے بچنا بہتر ہے؛ تاکہ خنزیری صفات یعنی شہوات اور برائیوں کی طرف میلان کم ہو، اور چونکہ خنزیر نجس العین ہے، لہذا اس سے اختلاط کرانا مناسب نہیں ہے۔

- مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی کے نزدیک ایک غیر جنس کے جانور کے ساتھ اختلاط کرانا جبکہ وہ جانور حرام ہو، ''لا تبدیل لخلق اللہ '' کی وجہ سے ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ جانوروں کی فطرت کے خلاف عمل ہے (دیکھئے مقالہ: مفتی زکریا قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی: اس لئے کہ اس میں جانور کو خوف زدہ کرنے والی حالت میں ڈالنا ہے، جبکہ مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی کے نزدیک غیر فطری ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ مفتی محمد روح اللہ قاسمی کے نزدیک بھی یہ تغییر خلق اللہ کے دائرہ میں ہے، مولانا نعیم اختر قاسمی)۔

- مولانا شاہین جمالی کہتے ہیں کہ مسلمان کے حق میں اس فعل کے ارتکاب کی حرمت متعین ہے، اس کے جواز کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

- مولانا ریاض ارمان قاسمی اور مولانا محمد اخلاق قاسمی کہتے ہیں کہ اختلاط کے

جواز میں حضور ﷺ کے سوار ہونے کو پیش کیا جاتا ہے، جبکہ صاحب بحر کا کہنا ہے کہ صرف سوار ہونے سے اس کام کی حلت کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ صرف سوار ہونے کا جواز ثابت ہوتا ہے؛ البتہ اس کے جواز کی علت آپ ﷺ کے زمانہ میں اس کام کا عام ہونا ہے اور آپ ﷺ کا اس پر نکیر نہ کرنا ہے (دیکھئے: البحر الرائق ۳۷۷،۸)۔

- قاضی محمد حسن ندوی نے ایک جانور کا دوسرے جنس کے جانور سے جفتی کرانے کو حرام کہا ہے، اور یہی رائے مولانا نعیم اختر قاسمی کی بھی ہے اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی ہے: حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر (مائدہ: ۲)، اسی طرح وہ حدیث بھی جس میں گدھے اور گھوڑے کے ذریعہ خچر حاصل کئے جانے کی ممانعت ہے (شرح مشکل الآثار ۲۰۷،۱)، اسی طرح ابن نجیم کا یہ قاعدہ نقل کیا ہے: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام (الاشباہ ۳۷۶،۱)۔

- حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط ناجائز ہے، وأن لا ننزی الحمار علی الفرس (ابوداؤد: ۸۰۸) (حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، پروفیسر سعود عالم قاسمی)۔

*** اس سوال کا دوسرا شق کہ مختلف الجنس جانورو نکے اختلاط سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم کیا ہوگا؟**

تو اکثر مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ جانوروں میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہےاس لئے جرسی گائے اگرچہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوئی لیکن چونکہ وہ گائے کے شکم سے پیدا ہوئی لہذا اس پر گائے کا ہی حکم لگے گا،لہذا اس کا دودھ اور اس کا گوشت حلال ہوگا۔

دلائل:

۱- والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم، لأنہا الأصل فی التبعیۃ، حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد....لأنہا الأصل فی الولد لانفصالہ منہا ....ولا ینفصل من الأب إلا ماء مہیناً، ولہذا یتبعہا فی الرق والحریۃ (رد المحتار ۱۶۹،۲) (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی زکریا قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی ، مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

۲- والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأنہا ہی الأصل فی التبعیۃ فیجوز بالبغل الذی أمہ بقرۃ وبالظبی الذی أمہ شاۃ (مجمع الانہر ۱۷۱،۴، غمز عیون البصائر ۳۳۷،۱) (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

۳- ولا یحل ذو ناب .....والحمر الأہلیۃ ..... والبغل الذی أمہ حمارۃ، فلو أمہ بقرۃ أکل اتفاقاً ..... لأن المعتبر فی الحل والحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول وغیر مأکول (رد المحتار ۴۴۲،۹) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی)۔

۴- لما ذکرنا أن العبرۃ للأم، ألا تری أن الذئب لو نزا علی شاۃ فولدت ذئباً حل أکلہ

ویجزئ فی الأضحیۃ (البحر الرائق ٢٣٥،١) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد زاہد سلیم پوری)۔

٥- والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم، لأنہا ہی الأصل فی التبعیۃ، حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یُضحی بالولد (ہدایہ ٧٥،٤) (مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا صادق محی الدین)۔

٦- فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی فالعبرۃ بالأم، فإن کانت أہلیۃ یجوز وإلا فلا، حتی أن البقرۃ الأہلیۃ إذا نزی علیہا ثور وحشی فولدت ولداً فإنہ یجوز أن یضحی، وإن کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أہلیاً لم یجز، لأن الأصل فی الولد الأم لأنہ ینفصل عن الأم (بدائع الصنائع ٢٠٥،٤، شامی ٤٦٦،٩، الجوہرۃ النیرۃ ٢٨٥،٢) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا صادق محی الدین، مولانا محمد اسرائیل قاسمی)۔

٧- وفی مجموع النوازل وجد حیوان رأسہ ووجہہ یشبہ السبع، وشعرہ وقوائمہ یشبہ الشاۃ ہل یؤکل؟ قال: یلقی بین یدیہ لحم وکلأ فإن تناول اللحم لا یؤکل، وإن تناول الکلأ یؤکل (المحیط البرہانی ٤٤٦،٨) (مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

٨- ولا یجوز فی الأضاحی شیئ من الوحشی، فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی فالعبرۃ للأم، فإن کانت أہلیۃ تجوز وإلا فلا، حتی لو کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أہلیاً لم تجز (فتاوی ہندیہ ٢٩٧،٥) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، قاضی محمد حسن ندوی)۔

٩-

وقد حللا لحم البغال وأمہا — من الخیل قطعاً، والکراہۃ تذکر
وإن ینز کلب فوق عنز فجاءہا — نتاج لہ رأس ککلب فینظر
فإن أکلت لحما فکلب جمیعہا — وإن أکلت تبنا، فذا الرأس یبتر
ویؤکل باقیہا، وإن أکلت لذا — وذا فاضربنہا، والصیاح یخبر
وإن أشکلت فاذبح، فإن کرشہا بدا — فعنز وإلا فہو کلب فیطمر

(الدر المختار ٣١١،٦) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی)۔

١٠- لیعلم أنہ حکم الولد حکم أمہ فی الحل والحرمۃ دون الفحل، فلو کانت أمہ حلالا لکان ہو حلالاً أیضاً، لأن حکم الولد حکم أمہ (بدائع الصنائع ٥٥،٥) (مقالہ: مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- مولانا شوکت ثنا قاسمی کا کہنا ہے کہ نر وماده دونوں کا حلال جانور ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں بھی ماں ہی کا اعتبار کیا جائے گا، اور اسی بچہ کی قربانی درست ہوگی جو بچہ بکری کی جنس کا ہو۔ إذا نزا ظبی علی شاة أہلیة فإن ولدت شاة تجوز التضحیة بہا وإن ولدت ظبیاً لا تجوز (بدائع الصنائع ۶۹٫۵، ابن عابدین ۳۲۶٫۶، ہدایہ ۳۶۰٫۴)۔

- بچہ جس جنس کی خصوصیات وصفات زیادہ رکھتا ہوگا اسی جنس سے اس کو ملحق سمجھا جائے گا (مقالہ: مولانا ذکی الرحمن غازی)۔

لیکن مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کا کہنا ہے کہ بچہ ماں کے تابع نہیں ہوگا، بلکہ اس کی حلت اور حرمت کے سلسلہ میں بچہ کی جسمانی خصوصیات میں ماں باپ دونوں سے مشابہت کا اعتبار کیا جائے گا، اس کی مشابہت جس سے ہوگی بچہ اسی کے حکم میں ہوگا۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے:

والکلب إذا نزا علی شاة فولدت ولداً رأسہ رأس الکلاب وما سوی الرأس من الأعضاء یشبہ الشاة أو المعز، قالوا: یقدم علیہ العلف واللحم، فإن تناول اللحم ولم یتناول العلف لا یؤکل، لأنہ کلب، وإن تناول العلف ولم یتناول اللحم یُرمی رأسہ ویؤکل ما سوی الرأس إذا ذبح، وإن تناولہما جمیعاً یُضرب، إن نبح لا یؤکل شیئ منہ لأنہ کلب وإن ثغی یُرمی رأسہ ویؤکل ما سوی الرأس، فإن أتی بصورتین جمیعاً یذبح فإن خرج منہ الکرش یؤکل ما سوی الرأس، وإن خرج منہ الأمعاء لا یؤکل منہ شیئ (فتاوی قاضی خاں ۳۳۶٫۳) (مقالہ: مولانا صادق محی الدین، اسی عبارت کو مولانا محمد زاہد سلیم پوری نے الجوہرة النیرة کے حوالہ سے پیش کیا ہے)۔

اور مولانا عبد الشکور قاسمی اور مفتی محمد حسین ماہمکر کا کہنا ہےکہ اس صورت میں نجس اور غیر ماکول اللحم کے حکم میں ہوگا، اس لئے کہ شافعیہ کے نزدیک بچہ باپ کے تابع ہوتا ہے، جیسا کہ شربینی لکھتےہیں:

(وما تولد منہما) أی من جنس کل منہما (أو من أحدہما) مع الآخر أو مع غیرہ من الحیوانات الطاہرة ولو آدمیاً کالمتولد بین ذئب وکلبة تغلیباً للنجاسة لتولدہ منہا، والفرع یتبع الأب فی النسب.... وأخسّہما فی النجاسة وتحریم الذبیحة والمناکحة (الاقناع ۹۲٫۱)۔

- ان تمام عبارات سے ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر مادہ ماکول اللحم ہو تو بچہ کا گوشت اور دودھ بھی حلال ہوگا، اور اگر مادہ غیر ماکول اللحم یا حرام ہو تو بچہ بھی غیر ماکول اللحم ہوگا اور اس کا دودھ بھی حرام ہوگا (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- اگر کسی کو طبعی ناگواری ہو تو حلال ہونے کے باوجود اس کے استعمال پر اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* بعض حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ جرسی گائے کا خنزیر اور گائے کے اختلاط سے پیدا ہونے کا یقین نہیں ہےلہذا اسے نجس نہیں قرار دیا جائے گا، اور قاعدہ ہے: الیقین

لا یزول بالشک (الاشباہ والنظائر ۱۱۴،۱) (دیکھئے مقالہ: مفتی محمد حسین ماہمکر، مفتی محمد اسعد پالنپوری، جبکہ مفتی محمد روح اللہ قاسمی اور مولانا صادق محی الدین کا کہنا ہے کہ جرسی گائے دو مختلف جنس کے ملاپ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ گائے کی مستقل ایک قسم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں نروماده دونوں ہوتا ہے اور اس کی نسل بھی چلتی ہے۔ ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری نے پروفیسر رضوان صاحب اور پروفیسر خالد سیف اللہ صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب انٹرنیٹ کے ذریعہ سرچ کیا گیا کہ کیا جرسی گائے مخلوط نسل ہے یا خنزیر اور گائے سے مخلوط ہے؟ تو جواب نفی میں ملا، اور بتایا گیا کہ یہ ایک قدیم خاص نسل ہے جس کی نسبت انگلستان میں جرسی نامی جزیرہ کی طرف ہے اور زیادہ دودھ دینے میں مشہور ہے، گائے اور خنزیر الگ الگ نوعیت کے ہیں، دونوں میں اختلاط کرکے نئی نوع بنانا شبہ مستحیل ہے۔

عدم جواز کی رائے:

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی اور مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا محمد سعدنور قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی کی رائے یہ ہے کہ حلال وحرام جانوروں میں اختلاط ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، ولا یحل ما یولد من مأکول وغیر مأکول (شرح مہذب ۲۷،۹)، ابن نجیم مصری نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام (قواعد الفقہ، ص: ۵۵،قاعدہ نمبر: ۱۴)، اسی دلیل کے تحت مولانا محمد عثمان بستوی نے لکھا ہے کہ اسی لئے مشابہت اکثری کو مدار بنایا جانا چاہئے؛ جبکہ مولانا شوکت ثنا قاسمی وغیرہ نے عام مشائخ احناف کے نزدیک اس کے ناجائز ہونے کی دلیل کے طور پر درج ذیل عبارتیں نقل کی ہیں:

- وفی خلاصۃ الفتاوی:لو نزا الکلب علی الشاۃ فولدت قال عامۃ الفقہاء:لا یجوز، قال الإمام الجنزاری: إن کان یشبہ الأم یجوز (البنایہ ۴۹،۱۲)؛ جبکہ اسی عبارت سے مولانا محمد زاہد سلیم پوری نے جواز کا قول کیا ہے۔

- ولو نزا کلب علی شاۃ فولدت قال عامۃ المشائخ: لا یجوز، وقال الإمام الخیزاخیزی إن کان یشبہ الأم یجوز، ولو نزا شاۃ علی ظبی قال الإمام الخیزاخیزی: إن کان یشبہ الأب یجوز، ولو نزا ظبی علی شاۃ قال عامۃ المشائخ: یجوز، وقال الإمام الخیزاخیزی:العبرۃ للمشابہۃ کذا فی الخلاصۃ (تبیین الحقائق ۷،۶) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

- ابن نجیم مصری کی رائے بھی یہی ہے: فإذا نزا کلب علی شاۃ فولدت لا یؤکل الولد (الاشباہ والنظائر: ۹۳)۔

- حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا رجحان بھی اسی طرف ہے (قاموس الفقہ ۳۱۹،۳) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

۴۔ زینت کے طور پر بعض جانوروں اور پرندوں کو پنجرے میں رکھنا:

سوال: زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے میں رکھے جاتے ہیں، جیسے :پرندے، ہرن

وغیرہ، ان کو کھانا مقصود نہیں ہوتااور نہ ان کی تجارت مقصود ہوتی ہے، کیا ان کو اس طرح رکھنا درست ہوگا؟

تقریباً تمام ہی مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ زینت کے لئے جانوروں یا پرندوں کو گھر میں محبوس کرنا یا پنجرے میں بند رکھنا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے حقوق کی رعایت کی جائے اور اس کے کھانے پینے اور دیکھ بھال وغیرہ کا مناسب نظم کیا جائے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

- قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبا دہ (اعراف: ۳۲) (مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ (النحل: ۸) (مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

- لیس کل ما تہواہ النفس یذم، ولیس کل ما یتزین بہ للناس یکرہ، وإنما ینہی عن ذلک إذا کان الشرع قد نہی عنہ، أو علی وجہ الریاء فی باب الدین، فإن الإنسان یحبّ أن یری جمیلاً، وذلک حظ للنفس لا یلام فیہ .... (الجامع لاحکام القرآن ۱۹۷،۷)۔

- عن أنس قال: کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر: یا أبا عمیر! ما فعل النُغیر، کان لہ نغر یلعب بہ فمات (بخاری: ۶۱۲۹، مسلم: ۲۱۵۰) (مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی ابراہیم فلاحی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صادق محی الدین، مولانا محمد اسرائیل قاسمی)۔

- اس حدیث کی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں: فیہ جواز تکنیۃ من لم یولد لہ وجواز لعب الصغیر بالطیر وجواز ترک الأبوین ولدہما الصغیر یلعب بما أبیح اللعب بہ وجواز إنفاق المال فیما یتلہی بہ الصغیر من المباحات، وجواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ، وقص جناح الطیر إذ لا یخلو حال طیر أبی عمیر من واحد منہما، وأیہما کان الواقع التحق بہ الآخر فی الحکم (فتح الباری ۵۸۴،۱۰) (مقالہ: مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی امانت علی قاسمی، مولانا محمد نعیم اختر قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد زاہد سلیم پوری، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مفتی زکریا قاسمی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی غلام رسول قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- علامہ قاری الہدایہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: یجوز حبسہا للاستئناس بہا، وأما إعتاقہا فلیس فیہ ثواب (رد المحتار ۴۰۱،۶)۔

- لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ، ولکن یعلفہا، وہو خیر من إرسالہا فی

السکک، وفی القنیۃ رامز احبس بلبلا فی القفص وعلفہا لا یجوز (ردالمحتار ۶،۴۰۱) (اس عبارت سے مفتی امانت علی قاسمی نے عدم جواز کا قول نقل کیا ہے، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد اسرائیل قاسمی)۔

- سئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتہا أو غیر ذلک فأجاب بالجواز إذا تعہدہا صاحبہا بما تحتاج إلیہ کالبہیمۃ تربط (الاقناع للشربینی۲،۲۰۲) (مقالہ: مفتی امانت علی قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی)۔

- ویجوز أیضاً بیع ما ینتفع بلونہ کالطاؤس أو ینتفع بصوتہ کالبلبل والفراز والببغاء والزرزور والعندلیب ونحوہا (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۹،۱۴۸، المجموع ۱۹،۲۴۰) (مقالہ: مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

- عن نافع عن عبد اللہ أن رسول اللہ ﷺ قال: عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستہا حتی ماتت جوعاً، فدخلت فیہا النار، قال: فقال: واللہ أعلم، لا أنت أطعمتہا ولا سقیتہا حتی حبستیہا، ولا أنتِ أرسلتیہا فأکلت من خشاش الأرض (بخاری: ۲۳۶۵) (مقالہ: مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا محمد روح اللہ قاسمی، مولانا صادق محی الدین، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- جانوروں کا پالنا قفس میں درست ہے، اس کے کھانے، دانے، پانی سے ہوشیار رہے، تکلیف نہ ہو، اور قفس میں رکھنا درست ہے (باقیات فتاوی رشیدیہ: ۳۸۷) (مقالہ: مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی زکریا قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- حضرت مولانا یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں: حلال پرندہ کو شوقیہ طور پر پنجرہ میں بند کرکے پالنا جائز ہے، بشرطیکہ بند رکھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی خوراک کا بھرپور خیال رکھے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵،۵۰۹) (مفتی زکریا قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد روح اللہ قاسمی)۔

- مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے اس کے ضمن میں یہ بات بھی لکھی کہ وقتی طور پر بالغ لوگ بھی پرندوں اور جانوروں سے دل بہلا سکتے ہیں، اور اس غرض سے انہیں گھر میں پال بھی سکتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

کنت أرعی غنم أہلی وکانت لی ہریرۃ صغیرۃ أضعہا باللیل فی شجرۃ فإذا کان النہار ذہبت بہا معی فلعبت بہا فکنونی أبا ہریرۃ (ترمذی۲،۲۲۳)۔

جانوروں یا پرندوں کو پالنے کے ضوابط:

- ڈاکٹر مبین سلیم ازہری اور دیگر علماء جیسے مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا

محمد سعد نور قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے اس کے ساتھ کئی اہم اصول وضوابط بھی بیان کئے ہیں، مثلاً:

١۔ ایسا جانور نہ ہو جس کی حرمت شریعت میں ثابت ہے جیسے خنزیر۔

٢۔اس کو رکھنے سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، یعنی آدمی کبوتر اور جانوروں کو پالے، اور دوسروں کی زمین میں یا دوسروں کی چیزیں کھانے کو چھوڑ دےوغیرہ۔

٣۔ اس کے پالنے یا رکھنے سے واجبات کا چھوٹنا لازم نہ آئے، یعنی فرض عین اور حقوق والدین وغیرہ۔

٤۔ جانور اور پرندوں کے حقوق کی ادائیگی پائی جائے (احکام البیئۃ فی الفقہ الاسلامی، ص: ١٢٣)۔

٥۔ ان کو مانوس کیا جائے؛ تاکہ قید کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

٦۔ بیمار ہونے کی صورت میں دوا دارو کا انتظام کیا جائے۔

٧۔ کھانے پینے اور چارہ وغیرہ کا خصوصی انتظام ہو۔

٨۔ ان پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔

٩۔ ان کو پالنے میں تفاخر نہ ہو اور ان پر خرچ کرنے میں اسراف وتبذیر نہ ہو۔

١٠۔ ان پرندوں یا جانوروں میں جو جوڑے ہوں یا ان کے بچے ہوں تو ان کو الگ نہ رکھیں۔

١١۔ جارح اور غیر جارح پرندے یا جانور الگ الگ رکھے جائیں۔

١٢۔ خطرناک جانوروں کو پالنے کی اجازت حکومتی عجائب خانوں کے علاوہ کسی کو نہ ہو (دیکھئے: ارشاد الہائم فی حقوق البہائم)۔

عدم حبس کا رجحان:

- مفتی جمیل احمد نذیری کی ایک رائے یہ ہے کہ پنجرہ میں بند رکھنے کے جواز کے باوجود کسی درجہ میں کراہت بھی ہے؛ کیونکہ جانور اپنے ماحول وجگہ سے مانوس ہوتا ہے اور پنجرہ اس کے لئے غیر مانوس چیز ہے (مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔ لیکن مولانا خورشید احمد اعظمی کے نزدیک انہیں پنجرے میں باندھ کر رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

- پروفیسر سعود عالم قاسمی کے نزدیک شوق اور زینت کے لئے جانوروں اور پرندوں کو پنجرہ میں قید رکھنا مکروہ ہے۔ مولانا محمد اخلاق قاسمی نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے حوالہ سے یہی بات لکھی ہے کہ ''پرندوں کو محض آرائش کے لئے روکے رکھنا کراہت سے خالی نہیں ''(کتاب الفتاوی ٦،٢٧٥) (نیز دیکھئے مقالہ: مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- قاضی محمد حسن ندوی کے مطابق اگر وہ جانور یا پرندہ پالتو نہیں ہے اور نہ اس کی تجارت کی جاتی ہے، اور صرف گھر کی زینت مقصود ہو تو ایسے جانور کو پنجرے میں رکھنا درست نہیں ہے۔

- مولانا ظفر عالم ندوی کا کہنا ہے کہ جن جانوروں سے کوئی فائدہ متعلق نہ ہو ان کو محض تفریح طبع کے لئے مقید کرنا درست نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ ویکرہ إمساک الحمامات إن کان یضر بالناس (رد المحتار ٥٧٥،٩)۔

- مولانا صابر حسین ندوی کا خیال ہے کہ شوقیہ پالنے کی گنجائش توہے لیکن ان جانوروں کو آزاد ہی رہنے دینا چاہئے۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی کی رائے ہے کہ محض شوقیہ یا فخر ونمائش کے لئے جانوروں کو محبوس کرنا خلاف اولی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ومن ارتبطہا تغنیاً وتعففاً ثم لم ینس حق اللہ فی رقابہا وظہورہا کانت لہ ستراً من النار ومن ارتبطہا فخراً ورياء ونواء علی المسلمین کانت لہ بوراً یوم القیامۃ (شرح معانی الآثار، رقم: ٤٩٣٧)۔

- مولانا رحمت اللہ ندوی نے اسی شرط پر پالنے کی اجازت دی ہے، جبکہ فخر ومباہات کے لئے نہ ہو اور نہ زیادہ مال اور وقت صرف کیا جائے۔

- مالکیہ اور شوافع کے یہاں بھی ایسا کرنا جائز ہے، البتہ حنابلہ کے یہاں راجح قول کے مطابق پرندوں کو پنجرے میں رکھنا مکروہ ہے (الاقناع ٥٤٧،٢، مواہب الجلیل ٣٣٢،٤، الفروع ١٢٩،٦) (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد شاہجہاں ندوی، ڈاکٹر مبین سلیم ازہری)۔

- جبکہ مفتی امانت علی قاسمی اور مولانا ذکی الرحمن غازی کا کہنا ہے کہ شوافع اور حنابلہ کے یہاں جائز ہے اور احناف ومالکیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ناجائز ہے، (دیکھئے: رد المحتار ٤٠١،٦، حاشیۃ الدسوقی ١٠٨،٢)، آگے لکھتےہیں کہ جو فقہاء اس کو جائز کہتےہیں انہوں نے انسانی مصالح کی رعایت کی ہے کہ پرندوں کی آواز اور رنگوں سے فائدہ اٹھانا انسانی نفع ہے، اور جو فقہاء ناجائز کہتےہیں انہو ننے حیوانات کی مصلحت کی رعایت کی ہے کہ اللہ نے ان کوآزاد پیدا کیا ہے اور قید ایک قسم کا عذاب ہے، لہذا آواز اور رنگ سے لطف اندوز ہونے کے لئے ان کو قید کرنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اکابر دیوبند میں حضرت گنگوہی نے پرندوں کو پنجرے میں بند کرنے کو جائز قرار دیا ہے (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص: ٣٨٧) جبکہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے لکھا ہے کہ پرندوں کو قید کرکے رکھنا مناسب نہیں ہے ()۔

- مولانا خورشید انور اعظمی نے رد المحتار کے حوالہ سے احناف کے دونوں نقطہائے نظر یعنی المجتبی کے حوالے سے جواز کا اور قنیہ کے حوالے سے عدم جواز کا نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ پنجرے میں پالنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قید وبند کی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اگر اس کے علاوہ کسی اور صورت سے پالا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، شامی میں ہے: قلت: لعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا وبہ یحصل التوفیق فتأمل (رد المحتار ٤٠١،٦) (نیز دیکھئے مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

٥۔ بعض خطرناک جانوروں کو شوقیہ پالنے کا حکم:

سوال: انسان کے جذبات شوق کی بھی کوئی سرحد نہیں ہوتی، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ بعض لوگ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کر کے یا باندھ کر رکھتے ہیں، جیسے : شیر، سانپ، خونخوار کتے ، اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، کیا اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعاً گنجائش ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ محض شوق کو پورا کرنے کے لئے خطرناک جانوروں کو پالنا یا پنجروں میں بند کرکے رکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ احادیث میں ان کو مارنے کی ترغیب آئی ہے، مفتی محمد شاہجہاں ندوی نے اس کی اس طرح تفصیل کی ہے:

١۔ ان جانوروں کے بے قابو ہونے کا خطرہ رہتا ہے، اور یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ (بقرہ: ١٩٥)، اس کی تفسیر میں امام طبری لکھتے ہیں: ولا تستسلموا للہلکۃ، فتعطوہا أزمتکم فتہلکوا (جامع البیان فی تاویل القرآن ٣،٥٩٣) (مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی شاکر نثار قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی غلام رسول قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد سعد قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

٢۔ لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضارہ اللہ، ومن شاق شاق اللہ علیہ (مستدرک حاکم: ٢٣٤٥) (مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مفتی غلام رسول قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

٣۔ بے جا بہت مال خرچ کرنا پڑتا ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین (انعام: ١٤١)، ولا تبذر تبذیراً (اسراء: ٢٦) (مفتی شاکر نثار قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی: نہی النبیﷺ عن إضاعۃ المال (بخاری))۔

٤۔ فقہاء نے یہ صراحت کی ہے کہ جو جانور عام طور سے سدھایا نہ جائے اس کو حاصل کرنا درست نہیں ہے، درج ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:

الف۔ وفی الأجناس لا ینبغی أن یتخذ کلبا إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرہم، وکذا الأسد والفہد والضبع وجمیع السباع، وہذا قیاس قول أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی، کذا فی الخلاصۃ (فتاوی ہندیہ ٥،٣٦١، فتاوی تاتارخانیہ ١٨،٢٢٣) (مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

ب۔ وفی المبسوط أنہ لا یجوز بیع الکلب العقور الذی لا یقبل التعلیم، وقال: ہذا ہو الصحیح من المذہب، قال: وہکذا نقول فی الأسد إذا کان یقبل التعلیم ویصطاد بہ أنہ یجوز بیعہ،

وإن كان لا يقبل التعليم والاصطياد به، لا يجوز، قال: والفهد والبازى يقبلان التعليم فيجوز بيعهما على كل حال، فعلى هذا لا يجوز بيع النمر بحال، لأنه لشراسته لايقبل التعليم (البحر الرائق ١٨٧،٦)۔

ج۔ الحاصل أن المتون على جواز بيع ما سوى الخنزير مطلقاً، وصحح السرخسى التقييد بالمعلم منها (ابن عابدين ٢٢٧،٥)۔

٥۔ قال رسول اللہ ﷺ: خمس فواسق، يُقتلن فى الحل والحرم: الحية والغراب الأبقع والفأرة والكلب العقور والحديا (مسلم: ١١٩٨،٦٧، بخارى ٢٤٦،١) (مولانا عبد الشكور قاسمى، مولانا شاہين جمالى، مولانا اكرام الحق ربانى، مفتى محمد روح اللہ قاسمى)۔

٦۔ أما اقتناء الكلاب، فمذہبنا أنه يحرم اقتناء الكلب بغير حاجة (شرح مسلم للنووى١٥٧٠،٤٣) (مولانا عبد الشكور قاسمى)۔

٧۔ قال رسول اللہ ﷺ: من اتخذ كلبا إلا كلب ماشية أو صيد أو زرع انتقص من أجره كل يوم قيراط (مشكوة ١٥٦،٢) (مقالہ: مفتى ابراہيم فلاحى، مولانا عقيل الرحمن قاسمى، مولانا خورشيد احمد اعظمى)۔

٨۔ وأما اقتناءه للصيد وحراسة الماشية والبيوت والزرع فيجوز بالإجماع، لكن لا ينبغى أن يتخذه فى داره إلا أن خاف لصوصاً أو أعداءاً للحديث الصحيح: من اقتنى كلباً إلا كلب صيد أو ماشية نقص من أجره كل يوم قيراطان (فتح القدير ١١٨،٧) (مولانا خورشيد انور اعظمى، مولانا خورشيد احمد اعظمى مدنى، مفتى محمد روح اللہ قاسمى)۔

- شير، چيتا اور باگھ وغيره كتے كى قسم ميں داخل ہيں يا نہيں؟ اس سلسلہ ميں مفتى محمد شاكر نثار قاسمى نے لكھا ہے كہ احناف كے يہاں يہ سب جانور كتے كى قسم اور اس كے حكم ميں شامل نہيں ہے، اور درج ذيل عبارت سے استشہاد كيا ہے:

روى سعيد بن منصور بإسناد حسن عن أبى ہريرةؓ قال: الكلب العقور أسد ..... قال مالك فى الموطأ: كل ما عقر الناس وعدا عليہم وأخافہم مثل الأسد والنمر والفہد والذئب ہو العقور، وكذا نقل أبو عبيد عن سفيان وہو قول الجمہور، وقال أبو حنيفة: المراد بالكلب ہنا الكلب خاصة، ولا يلتحق به فى ہذا الحكم سوى الذئب، واحتج أبو عبيدللجمہور بقوله ﷺ: اللہم سلط عليه كلباً من كلابك، فقتله الأسد، وہو حديث حسن أخرجه الحاكم (فتح البارى ٣٩،٤)۔

٩۔ من اقتنى كلباً، ليس بكلب ماشية أو ضارية، نقص كل يوم من عمله قيراطان (بخارى: ٥٤٨٠، ٦٨٥٢) (مقالہ: مولانا شوكت ثنا قاسمى، مولانا محفوظ الرحمن شاہين جمالى)۔

ديگر متفرق آراء:

١۔ مفتى امانت على قاسمى كے نزديک بلا وجہ اور بلا كسى جائز ومناسب مصلحت كے جانوروں كو قيد كرنا اس كو عذاب دينا ہے جس سے منع كيا گيا ہے، نہى عن تعذيب الحيوان (مرقاة المفاتيح ٢١٩٩،٦)، فإن تعذيب الحيوان بلا فائدة مما يجب الاحتراز عنه (فتح

القدیر ۹،۴۹۵)۔

۲۔ خطرناک جانوروں کو فخر وتعلی کے اظہار اور اپنی مالی حیثیت دکھانے اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے پالا جاتا ہے، اور اسلام ایسے فخر ومباہات کی اجازت نہیں دیتا ہے (مقالہ: مولانا شاکر نثار قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا عبد الشکور شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا شاہین جمالی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

۳۔ مفتی تنظیم عالم قاسمی اور مولانا صادق محی الدین کے نزدیک درندہ جانوروں کو پالنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو کہ حرام ہے، ولا خلاف بین الفقہاء فی أن تعریض النفس لخطر الہلاک حرام، لأن حفظہا من أہم مقاصد الشریعۃ، قال اللہ تعالی: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ، قال الخازن:کل شئ فی عاقبتہ ہلاک فہو تہلکۃ (الموسوعۃ الفقہیہ ۶،۲۷۴)۔

۴۔ مولانا بدر احمد مجیبی کہتے ہیں کہ درندہ جانوروں کے قابو سے باہر ہونے کی صورت میں انسانی جانوں کی ہلاکت ہوسکتی ہے، اس لئے کہ ایسے جانوروں کے پالنے کے نتیجہ میں لوگوں کو پہنچنے والا ضرر ضرر عام ہے، اور پالنے والے کے شوق پر پابندی لگانا ضرر خاص ہے، لہذا ضرر عام کو دور کرکے ضرر خاص کو برداشت کیاجائے گا، یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام (الاشباہ والنظائر)۔

۵۔ جبکہ مفتی محمد اسعد پالنپوری نے ان کے ناجائز اور حرام ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں بیان کی ہیں:

الف۔ اگر کبھی یہ بے قابو ہوجائے تو انسانی اور حیوانی جانوں کے لئے نقصان کا باعث بنے گا، جبکہ قاعدہ ہے:لا ضرر ولا ضرار۔

ب۔ اس کے پاس سے گزرنے والے کا ہر وقت دہشت میں رہنا، اور حدیث میں ہے: من روّع مسلماً روّعہ اللہ یوم القیامۃ۔ من ضار ضار اللہ بہ (مشکوۃ المصابیح: ۴۲۸)۔

ج۔ لا یعنی کام ہونے کی وجہ سے وقت کا ضائع ہونا، جبکہ حدیث میں ہے کہ انسان اپنے کا لا یعنی کاموں سے بچائے۔

۶۔ مولانا صابر حسین ندوی کا کہنا ہے کہ انھیں سدھا کرپالنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم ایک مسلمان کے لئے ایسے درندوں پر محنت لغو ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۷۔ مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کتا ایک موذی اور تکلیف دہ جانور ہے اورانسان کو صرف زخمی نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے ذہن کے ذریعہ دماغی توازن کو بھی متاثر کرتا ہے اور انسان کو اس کی وجہ سے تکلیف دہ موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے کتوں کی پرورش کو اور اس سے زیادہ قربت کو پسند نہیں فرمایا ہے (حلال وحرام، ص: ۲۱۸)۔ لیکن مولانا محمد سعد نور قاسمی نے مولانا خالد صاحب کے حوالہ سے اس صورت کا بھی ذکر کیا ہے کہ شکار کا کتا، کھیت کی حفاظت کے لئے، قافلہ کی حفاظت کے لئے، بکری وغیرہ کی حفاظت کے لئے، گھر کی حفاظت کے لئے، اور

موجودہ زمانے میں جرم کی تفتیش اور مجرم کی شناخت کے لئے استعمال کئے جانے والے کتے بھی اسی حکم میں ہیں، اور ان مقاصد کے لئے کتوں کے چھوٹے بچوں کی پرورش بھی کی جاسکتی ہے (حلال وحرام، ص: ٢١٨)۔

٨۔ مولانا رحمت اللہ ندوی فتاوی قاسمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شوقیہ کتا پالنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی تجارت جائز ہے، حدیث میں ہے: نہی النبیﷺ عن ثمن الکلب وثمن الدم (بخاری: ٢٠٣٩)، علماء حنابلہ کے نزدیک کلب معلم کی تجارت بھی ناجائز اور حرام ہے: وبیع الکلب باطل وإن کان معلماً، لا یختلف المذہب فی أن بیع الکلب باطل أی کلب کان (المغنی ٤،١٧١) (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی قاسمیہ ٢٢،١١٠)۔

جواز کا رجحان:

- مفتی محمد شاکر نثار قاسمی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ان درندہ جانوروں کو شکاری بنالے اور شکار کی غرض سے پالے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

الف۔ فلا یجوز الصید بدبّ وأسد، لعدم قابلیتہما التعلیم، فإنہما لا یعملان للغیر، الأسد لعلو ہمتہ والدبّ لخساستہ .....حتی لو تصور التعلیم منہما وعرف ذلک جاز (الدر المختار ٦،٤٦٣)۔

ب۔ القسم الثانی من الحیوان ما لا ینتفع بہ فلا یصح بیعہ، وذلک کالخنافس والعقارب والحیات ..... قال أصحابنا (الشوافع) وفی معناہ السباع التی لا تصلح للاصطیاد ولا القتال علیہا ولا تؤکل کالأسد والذئب والنمر والدبّ واشباہہا، فلا یصح بیعہا، لأنہ لا منفعۃ فیہ (المجموع ٩،٢٨٦)۔

- مولانا محمد زاہد سلیم پوری نے اقتنائے حیوانات کے لئےچار شرطوں کا ذکر کیا ہے: ١۔ موذی نہ ہو، ٢۔ تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو، ٣۔ منتفع بہ ہو، ٤۔ اقتنا محض لہو ولعب کے لئے نہ ہو۔

- مولانا عقیل الرحمن قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر کسی سائنسی تجربہ کے لئے انتہائی احتیاط اور نگہداشت کے ساتھ رکھا جائے تو اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

- شکار، حفاظت، نگہبانی جیسے جائز مقاصد کی خاطر ایسے جانوروں کو پالنا درست ہے (مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- پروفیسر سعود عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ درندوں اور موذی جانوروں کو پنجروں میں قید رکھنادرست ہے، اس لئے کہ جب تک وہ قیدمیں ہیں انسانوں کو ایذا پہنچانے سے باز رہینگے۔

- مفتی زکریا قاسمی کے نزدیک خونخوار جانوروں کو پالنے کا شوق پورا کرنے کی شرعاً گنجائش ہے بشرطیکہ ان جانوروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور اپنے آپ کو بچانے کا پیشگی انتظام کرلیا جائے، إن الراجح ہو القول الأول وہو إباحۃ اتخاذ الحشرات ولا سیما النافعۃ منہا للتمتع برؤیتہا قیاساً علی الطیور بشرط أن یطعم ویسقی ولا

یہمل ولا یعذب (احکام الحشرات فی الفقہ الاسلامی، ص: ۴۵۹)۔

دیگر مسالک کی آراء:

- مفتی محمد شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں کہ مالکیہ کے نزدیک کھال کی منفعت کے لئے درندے جانوروں کی بیع درست ہے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک درندے خطرناک جانوروں کی خرید وفروخت درست نہیں ہے (دیکھئے: التاج والاکلیل ۲۶۷،۴، المجموع ۲۲۷،۹، مطالب اولی النہی ۱۳،۳)، آگے لکھتے ہیں کہ شافعی فقیہ شیخ سلیمان جمل نے خطرناک جانوروں کو پالنا صراحتاً حرام قرار دیا ہے، ''واقتناؤہم لہا حرام'' (بادشاہوں کا درندے جانوروں کو حاصل کرنا اور پالنا حرام ہے) (دیکھئے: حاشیۃ الجمل علی المنہج ۳۳۷،۵) (مقالہ: مولانا عبد الشکور قاسمی)۔

۶۔ میڈیکل تجربات کے لئے جانوروں کا استعمال:

سوال: جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں ،یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں، اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دوائوں کا تجربہ کیاجاتا ہے، کیا اس طرح کے تجربات درست ہوں گے؟

مقالہ نگاروں کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انسانی فائدے کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا جائز اور درست ہے، اس سلسلہ میں جانور کو اگر تکلیف ہوتی ہے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، اس لئے کہ حیوان کی حرمت کے مقابلہ میں انسان کی حرمت بڑھی ہوئی ہے، حرمۃ بنی آدم أعظم من حرمۃ الحیوان (فتح الباری ۵۹۸،۷)۔

دلائل:

۱۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً (بقرہ: ۲۹) (مقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا محمد ادریس فلاحی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد حسین ماہمکر ، مولانا عبد الشکور قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

۲۔ واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتاً تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم إقا متکم، ومن أصوافہا وأوبارہا وأشعارہا أثاثاً ومتاعاً إلی حین (النحل: ۸۰) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی)۔

۳۔ ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض (حج: ۶۵) (مقالہ: مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد حسین ماہمکر فلاحی)۔

۴۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ، إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (جاثیہ: ۱۳) (مقالہ: مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی)۔

۵۔ أو لم یروا أنا خلقنا لکم مما عملت أیدینا أنعاماً فہم لہا مالکون، وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یأکلون، ولہم فیہا منافع ومشارب أفلا یشکرون (یس) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

٦۔ (أما الإيلام للحيوان) ليس كل إيلام منهيا عنه بل المنهى عنه هو الإيلام الذى لا يكون فيه غرض صحيح فلما جاز إتلاف نفسه للمنفعة أو دفع المضرة جاز إتلاف عضوه بالأولى (اعلاء السنن ١٧،٤٥٤) (مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوى، مولانا نعيم اختر قاسمى، مولانا عبد الرشيد شيدا قاسمى)۔

٧۔ كره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أى تسكن عن الاضطراب (الدر المختار ٩،٤٢٧) (مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوى، مولانا عبد الرشيد شيدا قاسمى)۔

٨۔ كذلك يجوز تشريح جثث الحيوان للتعليم، لأن المصلحة فى التعليم تتجاوز إحساسها بالألم (الفقه الاسلامى وادلته ٣،٥١٨) (مقالہ: مفتى محمد اسعد پالنپورى)۔

٩۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتےہیں: إذا كان له مصلحة فى تعذيب بعض الحيوان وإن يفعل به ما فيه تعذيب له حسن ذلك منه (مجموع الفتاوى ٦،١٢٧) (مولانا خورشید انور اعظمی)۔

١٠۔ ہیئۃ کبار العماء کی مجلس نے اپنے اڑتالیسویں سمینار کے فیصلہ میں اکثریت کے ساتھ جو قرارداد منظور کیا ہے وہ اس طرح ہے: جواز التحذير للحيوانات عند الضرورة وإجراء التجارب العلميات عليها إذا كان فى ذلك مصلحة للإنسان مع مراعات عدم إيذائها وتعذيبها وإجراء التجارب عليها بدون تخدير۔

١١۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے بسااوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتےہیں جو اس بیماری کو پیدا کردیں پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہوں، یہ صورتیں جائز ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنے لئے سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے، لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لئے خادم ہیں، اسی لئے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کو غذا، چمڑوں کو لباس، اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لئے اس کے جسم میں پیوندکاری کی اجازت دی گئی ہے۔ مذکورہ صورتوں میں بھی چونکہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے، بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لئے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشا ہے؛ اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل ١،٣٣٧) (مقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی)۔

١٢۔ دار العلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر ایک استفتاء کا جواب اس طرح درج ہے:

طبی تحقیق یا انسانی بیماری کے نظام کو سمجھنے اور اس میں بہتری لانے یا پھر کسی مقصد صحیح کے پیش نظر مینڈک وغیرہ حیوانات کو مارنے اور ان کا پوسٹ مارٹم

کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ذکر السرخسی: وذبح حیوان لغرض صحیح حلال کما ذبح ما لیس بمأکول لمقصود الجلد (المبسوط ١٢،٧) (مقالہ: مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

١٣۔ احسن الفتاوی میں ہے: اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے، اس لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، حضور ﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے، خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بھی بہت زیادہ ہے (احسن الفتاوی ٢٢٣،٨) (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

دیگر متفرق آراء:

- جو جانور زیادہ اہم نہیں ہیں اور کثرت سے پائے جاتے ہیں جیسے مینڈک اور بندر وغیرہ، ایسے جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا جائز ہے (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی نے اس کے جواز کے لئے جانوروں کے جسم پر داغے جانے اور جانوروں کو خصی کئے جانے سے استدلال کیا ہے (دیکھئے: شرح الکبیر ٢١٧،٥، المحیط البرہانی ٢٤٤،٥، الاختیار لتعلیل المختار ١٧٩،٤، مجمع الانہر ٢٢٤،٤)۔

- ایسے طریقے اور آلات استعمال کئے جائیں جن سے جانور کو کم سے کم تکلیف ہو (مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا ابراہیم فلاحی، مفتی اشرف عباس قاسمی)۔

- حیوانات پر طبی تجربات نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بسااوقات مستحب اور واجب بھی کہا جاسکتا ہے (مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

- ضرورتاً میڈیکل تجربات کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ جانور موذی اور غیر ماکول ہو (مقالہ مولانا ظفر الاسلام صدیقی)۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کہتے ہیں کہ ریسرچ میں فائدہ اس جانور کے بجائے دوسروں کا ہے، وہ بھی موہوم سا، اس لئے ایسا کرنا جائز نہ ہوگا، یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی یأخذہ ویعذبہ ولا بأس بأن یعلم بالمذبوح، کذا فی المحیط (فتاوی ہندیہ ٣٦٢،٥)۔ اور تقریباً یہی بات مولانا ذکی الرحمن غازی بھی کہتے ہیں۔

جبکہ مولانا محمد صابر حسین ندوی کے بقول حیوانات پر تجربات کئے جانے کے بعد انسانوں کی بعض بیماریوں کا علاج ممکن ہوسکا ہے، جیسے: ایتھروکیلورسس کا تجربہ خرگوش اور پولیو کا بندروں پر کیا گیا تھا، تجربات کے لئے ٨٥ فیصد چوہے استعمال کئے جاتے ہیں تو وہیں Fiscal Year میں ١٩٨٨ء میں ١٢٣٠٠٠،کتے اور ٥٢٠٠٠،بلیاں تجربات کے لئے استعمال کی گئی تھیں، خود برطانیہ میں ١٩٨٦ ،ایکٹ کے تحت تجربات کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ وہاں ہر سال ٢.٥ملین جانور تحقیق کے لئے استعمال کئے جاتےہیں (دیکھئےnap.edui اور Your gename.org)۔

طبی تجربات کے لئے اصول وضوابط اور حدود وشرائط:

* مولانا اکرام الحق ربانی اور مولانا محمد صابر حسین ندوی نے لکھا ہے کہ بعض جانور کچھ چیزوں میں انسانوں کے مشابہ ہوتے ہیں، جیسے بن مانس ڈی این اے ننانوے فیصد، اور چوہا جین میں ۹۸ فیصد، یہی مشابہت دواؤں کے تجربہ میں کارگر ہوتی ہے، چنانچہ مختلف جانوروں میں پہلے انسانی امراض یا اسی سے ملتے جلتے امراض پیدا کئے جاتےہیں، جیسے خرگوش میں گلو کوما، چوہے میں فشار خون، اور کتے میں بے ہوشی وغیرہ، او رپھر اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس طبی تحقیق کے لئے مولانا اکرم الحق ربانی نے چند شرطیں بھی لگائی ہیں:

۱۔ اس تجربہ پر انسانی زندگی کا مدار ہو۔
۲۔ اس کے بغیر صحیح نتائج تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہ ہو۔
۳۔ لہو ولعب اور کھیل تماشہ کے لئے نہ ہو۔
۴۔ حتی الوسع جانور کو اذیت سے بچانے کی کوشش ہو۔
۵۔ اس کا دائرہ کار ضرورت سے زیادہ نہ ہو۔
۶۔ جانور کی نسل ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔
۷۔ تجربہ کے بعد اگر جانور کے تکلیف کے ساتھ زندہ رہنے کا اندیشہ ہو تو اسے ذبح کردیاجائے۔

* مفتی زکریا قاسمی نے آپریشن کے لئے درج ذیل ضوابط بیان کئے ہیں:

۱۔ ڈاکٹر ماہر ہو، ۲۔ تجربہ بقدر ضرورت ہو، ۳۔ کافی احتیاط کے ساتھ کام کیا جائے، ۴۔ دوائی اور بیماری کی موافقت کا علم ڈاکٹر کو ہو (دیکھئے: احکام الحشرات فی الفقہ الاسلامی ، ص: ۴۴۲)۔

* مفتی روح اللہ قاسمی نے تجربہ کرنے کےلئے چند امور کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ چونکہ یہ تجربات انتہائی مجبوری کی چیزیں ہیں اور ان کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اس لئے انھیں بدرجہ مجبوری اور بقدر ضرورت ہی کیا جائے۔ ما أبیح لضرورۃ یقدر بقدرہا (الاشباہ والنظائرلابن نجیم، القاعدۃ الخامسہ، ص: ۹۵)۔

۲۔ پوری کوشش ہو کہ جانور کو کم سے کم ایذا کے مراحل سے گذرنا پڑے؛ کیونکہ بغیر کسی مصلحت اور واقعی فائدے کے جانور کو تکلیف دینا اس فساد میں داخل ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے: لا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحہا ، الآیۃ۔

۳۔ اس کے لئے پہلے چھوٹے جانور کا استعمال کیا جائے یعنی چوہوں پر یہ تجربہ کیا جاسکتا ہو تو بکری یا اس جیسے جانور کو استعمال نہیں کیا جائے ۔

۴۔ پہلے ان جانوروں کا استعمال ہو جو فواسق کے قبیل سے ہیں اور جنہیں حل وحرم میں قتل کی اجازت ہے، پھر اسی قبیل کے دیگر مضر جانور کا، وحشی جانوروں کا،

پھر مانوس جانوروں میں ان کا جو حرام ہیں، پھر ان میں ماکول اللحم جانوروں کا۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے بھی جانوروں پر کئے جانے والے طبی تجربات کے لئے مندرجہ ذیل چند حدود کا ذکر کیا ہے:

۱۔ حقیقت میں تجربہ ہی مقصود ہو، دوسری کوئی غرض وابستہ نہ ہو۔

۲۔ محض تجربہ کا شوق پورا کرنے کے لئے یہ عمل نہ کیا جائے جس کا انسانی صحت سے بھی کوئی تعلق نہ ہو۔

۳۔ اگر کسی چھوٹے یا کم اہم جانور پر یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہو تو بڑے واہم جانور پر یہ عمل نہ کیا جائے۔

۴۔ یہ عمل اس وقت ہو جب کہ اس کے نتیجہ میں انسان کے حق میں فائدہ کا یقین یا ظن غالب ہو؛ کیونکہ شریعت اسلامیہ جانوروں کو ناحق ایذا پہنچانے سے روکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

..... قال: سمعت الشرید یقول:سمعت رسول اللہﷺ یقول: من قتل عصفوراً عبثاً عجّ إلی اللہ عزوجل یوم القیامۃ؛ یقول:یا رب! إن فلاناً قتلنی عبثاً ولم یقتلنی لمنفعۃ (سنن النسائی ۲۵۴،۷، رقم الحدیث: ۴۴۵۳)۔

۵۔ مصالح اور حقیقی منافع وفوائد کی تحقیق اور غوروفکر کئے بغیر یہ عمل نہ کیا جائے کہ اس میں تعذیب اور ایذا رسانی ہے۔

۶۔ تجربہ اس طرح کیا جائے کہ وہ فطرت پر باقی رہے، ایسا تجربہ نہ کیا جائے کہ اس کا استحصال ہوجائے یا اس میں ضرورت سے زیادہ سختی ہو۔

۷۔ اگر کسی انسان کے جسم میں ضرورت کی بنا پر جانور کے کسی عضو کی پیوندکاری کرنے کےلئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے عضو نکالا جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ اگر دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکالے یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھے تو میڈیکل تجربہ کے لئے اوپر ذکر کردہ شرطوں کے ساتھ گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس صورت میں جانور کی تکلیف کم سے کم ہو اور زیادہ سے زیادہ راحت پہنچے اس کے اسباب اختیار کئے جائیں۔ (مفتی امانت علی قاسمی اور مفتی غلام رسول منظور قاسمی نے بھی ان میں سے بعض شرطوں کا ذکر کیا ہے)۔

* مولانا شاہجہاں ندوی نے بھی درج ذیل شرائط وضوابط کی پابندی کئے جانے کی بات کہی ہے:

۱۔ اس تجربہ کے علاوہ کوئی متبادل نہ ہو۔

۲۔ اس سے انسان کے لئے علمی وطبی فوائد حاصل ہوتے ہوں۔

۳۔ یہ تجربہ انسانی صحت وجان کی حفاظت کے لئے ضروری ہو۔

۴۔ اس تجربہ سے انسانی زندگی کو خطرات لاحق نہ ہو۔

۵۔ اس تجربہ کے ذریعہ انسانی زندگی کی تخریب نہ کی جائے۔
۶۔ اس تجربہ سے انسانی صحت کو ضرر لاحق نہ ہو۔
۷۔ اس تجربہ سے انسانی زندگی میں بہتری اور خوبی پیدا ہو۔
۸۔ یہ تجربہ بے فائدہ محض دل بہلانے اور تفریحی مشغلہ بنانے کے لئے نہ ہو۔
۹۔ تجربہ میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

۷۔ جانور کو بے ہوش کرکے کوئی عضو نکال لینے یا آپریشن کرکے کوئی آلہ رکھ دینے کا حکم:

سوال: کیا دوائوں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یاآپریشن کر کے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو،درست ہوگا؟

اکثر مقالہ نگار یہ رائے رکھتے ہیں کہ دواؤں کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے اس کا کوئی عضو نکال لیا جائے یا آپریشن کرکے اس کے جسم میں کوئی آلہ رکھ دیا جائے تو ایسا کرنا درست ہے، جبکہ اس جانور کو اس کی وجہ سے کوئی غیر معمولی تکلیف نہ ہو۔

دلائل:

۱۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً (بقرہ: ۲۹) (مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی زکریا قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

۲۔ ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض (حج: ۶۵) (مولانا شاہجہاں ندوی)۔

۳۔ وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تأکلون وعلیہا وعلی الفلک تحملون (مومنون: ۲۱۔۲۲) (مقالہ: مولانا بدر احمد مجیبی)۔

۴۔ اللہ الذی جعل لکم الأنعام لترکبوا منہا ومنہا تأکلون، ولکم فیہا منافع ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم وعلیہا وعلی الفلک تحملون (غافر: ۷۹۔۸۰) (مقالہ: مولانا بدر احمد مجیبی)۔

۵۔ ولا بأس بالتداوی بالعظم إذا کان عظم شاۃ أو بقر أو بعیر أو فرس وغیر من الدواب إلا عظم خنزیر والآدمی یکرہ التداوی بہا (فتاوی ہندیہ ۵،۳۵۴) (مقالہ: مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

۶۔ ولا بأس بقطع إلیۃ الشاۃ إذا انفلتت ویمنعہا من اللحوق بالقطیع ویخاف علیہا الذئب (فتاوی ہندیہ ۵،۳۶۱) (مقالہ: مولانا شاہین جمالی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

۷۔ وإدخال المرارۃ فی الإصبع للتداوی، جوّزہ الثانی وعلیہ الفتوی ومنعہ الإمام (الفتاوی البزازیۃ ۶،۷۶۷) (مقالہ: مولانا شاہین جمالی)۔

۸۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: إیلام الحیوان لنفع الآدمی غیر قبیح(طریق الہجرتین ۱،۱۴۹) (مولانا خورشید انور اعظمی)۔

۹۔ ولا بأس بإیلام الحیوان لمنفعۃ المسلمین خصوصاً إذا کان أمراً من أمور الدین (شرح

السیر الکبیر ۱،۲۰۸۵) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

قیود کے ساتھ جواز کی رائے:

- مذکورہ عمل جب ہی کیا جائے جب اس کی شدید ضرورت ہو، اور اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی)۔

- بشرطیکہ یہ جانور کی معذوری یا ناقابل برداشت اذیت کا باعث نہ بنے (مقالہ: مولانااختر امام عادل قاسمی)۔

- پاک جانوروں سے انتفاع درست ہے، اگر اس کا بدل نہ ملے تب ناپاک جانور کے اجزاء کے استعمال کی اجازت ہے (دیکھئے: احکام الجراحۃ الطبیۃ للشنقیطی، ص: ۲۰۳، ۳۹۹) (مقالہ: مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

- اگر جانور مستقل پریشان ہوتا رہے تو اس آلہ کو نکال کر یا اس کو ذبح کرکے آرام پہنچانا ضروری ہے، وکذا الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ کذا فی الفتاوی العتابیۃ (فتاوی ہندیہ ۵،۳۶۱) (مقالہ: مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- مولانا محمد عثمان بستوی یہ بھی کہتے ہیں کہ جانور کو اگر زندہ باقی رکھنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں عضو کاٹنے کے بعد بھی باقی رکھنے کی اجازت ہوگی، البتہ تکلیف کم کرنے کے لئے دوا علاج لازم ہوگا (اعلاء السنن ۱۷،۴۵۴)۔

- یہ عمل کوئی طبیب حاذق کرے تو جائز ہے؛ تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو، وفی کل ذات کبد رطبۃ أجر (مسلم، جلد ۲) (مقالہ: مفتی زکریا قاسمی، مولانا محمد زاہد سلیم پوری)۔

- زندہ جانور سے نکالا گیا عضو ہی علاج ودوا میں کارآمد ہوسکتا ہو اور کوئی متبادل نہ ہو، نیز ذبح کے بعد وہ مقاصد حاصل نہ ہوسکیں تو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہے کہ زندہ جانور سے اس عضو کو حاصل کرلیا جائے (اختلف التداوی بالمحرم) ففی النہایۃ عن الذخیرۃ إن علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء آخر، الظاہر أن التجربۃ یحصل بہا غلبۃ الظن دون الیقین إلا أن یریدوا بالعلم غلبۃ الظن، وہو شائع فی کلامہم (شامی ۱،۳۶۵) (مقالہ: مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کہتے ہیں کہ زندہ رہتے ہوئے جانور کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں ہے، پہلے اس کو ذبح کردیا جائے پھر اس کا کوئی عضو نکالا جائے۔ یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما ولو قلیلاً (الدر المختار۵،۳۳۷) (مولانا بدر احمد مجیبی)۔

- مولانا محمد شاہجہاں ندوی کی رائے یہ ہے کہ زندہ جانور کے کٹے ہوئے حصے کا اگر استحالہ نہ کیا گیا ہو تو پھر مجبوری کی حالت میں ہی ایسی دوا کا استعمال جائز ہوگا، یجوز إن علم فیہ شفاء، ولم یعلم دواء آخر (رد المحتار ۱،۲۱۰)۔ اور تقریباً یہی رائے مفتی محمد اسعد پالنپوری اور مفتی محمد روح اللہ قاسمی کی بھی ہے۔

- مفتی شاکر نثار قاسمی کہتےہیں کہ اس کا بدل نہ ہو تو بدرجہ مجبوری اس کی

اجازت ہوسکتی ہے، عن عبد الرحمن بن عثمان أن طبیباً سأل رسول اللہ ﷺ عن ضفدع یجعلہا فی دواء فنہاہ النبی ﷺ عن قتلہا (ابوداؤد: ٣٨٧١)۔ صاحب بذل المجہود (٦٥٤،١٣) نے اس حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: لأنہا لیس بمؤذ ولا مأکول ولا یتوقف علیہ الدواء بأن لا یکون لہ بدل، اس سے استدلال کرتے ہوئے قاضی محمد حسن ندوی کہتے ہیں کہ اگر انسان کی بیماری کی دوا حیوان کے قتل پر موقوف ہو تو اس حیوان کو قتل کرنا درست ہوگا۔

عدم جواز کا رجحان:

- آپریشن کرکے جانور کے جسم میں آلہ رکھنا اگر مستقل تکلیف کا باعث ہو تو یہ درست نہیں ہوگا، قال رسول اللہ ﷺ: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضا (مسلم ١٠٨،١٣) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا ظفر عالم ندوی، پروفیسر سعود عالم قاسمی)۔

- عن أبی واقد اللیثی قال: قدم النبی ﷺ المدینۃ وہم یجبّون أسنمۃ الإبل ویقطعون ألیات الغنم فقال: ما یقطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ (ترمذی١،٦٣٣) (مقالہ: مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی)۔

- اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو زندہ جا نور کا عضو کاٹنا اور اس کو ادویہ وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے؛ کیونکہ وہ عضو مردار کے حکم میں ہے (مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- مولانا تنظیم عالم قاسمی کے نزدیک جانوروں کے بعض حصوں کو جیتے جی کاٹنا حرام اور ناجائز ہے، اس طرح کا عمل نہ درست ہے اورنہ اس کے لئے بے ہوش کرنا درست ہے۔

٨۔ قومی جانوروں کے شکار کئے جانے کی ممانعت:

سوال: بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں، اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے، اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے، اور اس طرح کے جانوروں کے شکارکرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے، یہ ممانعت شرعاً کس حد تک واجب العمل ہے؟

اگر حکومت کسی جانور کو قومی جانور قرار دے کر اس کے شکار پر پابندی لگاتی ہے اور اس کو ذبح کرنے سے منع کرتی ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ یہ رائے اکثر مقالہ نگاروں کی ہے۔

- یاأیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم (نساء: ٥٩)۔

- طاعۃ الإمام فی غیر المعصیۃ واجبۃ فلو أمر بصوم یوم وجب (رد المحتار ۱۱۸،۸)۔
- مفتی محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں: رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابند ی لازم ہے، خلاف ورزی کرنا جرم ہے جس سے عزت اور جان کو خطرہ ہے جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۵۷۰،۴)۔

دلائل:

- والذین ہم لأماناتہم وعہدہم راعون (المومنون: ۸) (مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی)۔
- والموفون بعہدہم إذا عاہدوا (البقرہ: ۱۱۷) (مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔
- یاأیہا الذین آمنوا أوفوا بالعقود (مائدہ: ۱) (مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی)۔
- المسلمون عند شروطہم (بخاری) (مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔
- لا دین لمن لا عہد لہ (مسند احمد۳۷۵،۱۹) (مفتی غلام رسول منظور قاسمی)۔
- قولہ ﷺ: علیک بالسمع والطاعۃ فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرہک وأثرۃ علیک (رواہ البزار) (مقالہ مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔
- المسلم یجب علیہ أن یطیع أمرہ فی الأمور المباحۃ .....ہذہ الطاعۃ کما أنہا مشروطۃ بکون أمر الحاکم غیر معصیۃ فإنہا مشروطۃ أیضاً بکون الأمر صادراً عن مصلحۃ لا عن ہوی أو ظلم لأن الحاکم لا یطاع لذاتہ، وإنما یطاع من حیث أنہ متول لمصالح الأمۃ (تکملۃ فتح الملہم ۲۶۸،۳) (مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

متفرق آراء:

- مفتی امانت علی قاسمی لکھتے ہیں کہ جانور ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے میں مؤثر کردار ادا کرتےہیں اور حکومت جن جانوروں کو شکار کرنے سے منع کرتی ہے ان کا شکار کرنا کوئی واجب اور ضروری چیز نہیں ہے بلکہ مباح ہے اور مباح کاموں میں حکومتی قوانین کی رعایت ضروری ہے؛ البتہ وہ حکومتی قوانین اگر شریعت کے خلاف ہوں تو اس کی پیروی درست نہیں۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔
- مفتی غلام رسول منظور قاسمی کا کہنا ہے کہ شرعاً یہ بات محمود نہیں ہے کہ جانور کی نسل بالکلیہ طور پر مفقود ہوجائے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے جانور کے جو منافع متعلق ہیں اس کا مفقود ہونا لازم آئے گا۔ حدیث ہے: لو لا الکلاب أمۃ من الأمم لأمرت بقتلہا، فاقتلوا منہا الأسود البہیم (ابوداؤد، باب اتخاذ الکلب للصید) (نیز دیکھئے مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی)۔
- حکومت کی پابندی کا لحاظ رکھنا چاہئے؛ کیونکہ جانوروں کا شکار دینی امور میں

سے نہیں ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

- حکومتی قوانین کی پاسداری ہر شہری پر لازم ہے؛ کیونکہ یہ قوانین مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہیں (حافظ کلیم اللہ عمری)۔

- اگر حکومت کسی جانور یا پرندے کے شکار کو ممنوع قرار دے تو اس پر عمل کرنا سیاستاً لازم ہے، اگرچہ شرعاً ا ن کا شکار مباح ہی رہے گا (مقالہ: مولانا محمد زاہد سلیم پوری)۔

- جانوروں کے تحفظ سے ماحولیات کا تحفظ وابستہ ہے اس لئے اس کے متعلق قوانین کی پابندی لازم ہوگی۔ أن القوانين التى تسنّ لتحقيق مصالح الناس ولتحفظ بينهم الأمن والاستقرار يجب طاعتها والعمل بمقتضاها (فتاوی معاصرہ ١،٥٩٤) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

- مولانا محمد ادریس فلاحی کا کہنا ہے کہ اگر حکومت کی ممانعت کے باوجود کوئی شکار کرے گا تو گنہگار ہوگا، (أمر السلطان إنما ينفذ) أى يتبع ولا تجوز مخالفته (رد المحتار ٥،٤٢٢)۔

- مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی اسی طرح مولانا عبد الشکور قاسمی کے نزدیک جانوروں کی نسل کے معدوم ہوجانے کے خطرے کے پیش نظر شکار پر پابندی لگا دی جائے تو یہ حکم واجب التعمیل ہے، الا یہ کہ اگر کوئی جانور شعائر اسلام میں سے ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہوگا۔

- اگر حکومت مصالح مرسلہ کی بنیاد پر کسی جانور کی حفاظت کے پیش نظر شکار کی ممانعت کردے یا قومی جانور قرار دے دے تو اس کی رعایت کی جائے، اور اگر یہ مصلحت حاجت وضرورت کے دائرے میں آجائے تو اس کی پاسداری کرنا واجب ہوجائے گا (مولانا صابر حسین ندوی)۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے کسی مخصوص جانور کے شکار پر پابندی عائد کردی جائے تو عام حالات میں اس قانون کی رعایت لازم ہوگی، اور اس کی مثال میں آپ نے گھوڑے کو پیش کیا ہے کہ اسلامی حکومتوں میں اسے خصوصی درجہ حاصل تھا، اور اس کی نسلی تحفظ وتکثیر کے پیش نظر گھوڑے کو خصی کرنے پر پابندی عائد کردی گئی۔

- اگر شکار کرنے سےقانون کی گرفت میں آسکتا ہو، اور عزت وناموس کو خطرہ ہو تو پھر دفع مضرت کے لئے اس سے بچنا چاہئے (دیکھئے کتاب: آپ کے مسائل اور ان کا حل) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی: لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (بقرہ: ١٩٥)، مولانا عبد الشکور قاسمی)۔

- بدرجہ مجبوری ایسے قوانین کی پابندی لازم ہے، رضا وخوشی سے ایسے قوانین کا قبول کرنا جائز نہیں ہے (مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوی)۔

- مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ایک شخص ایک ملک میں بطور باشندہ کے

رہتا ہے تو وہ شخص عملاً اس حکومت سے وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کرونگا، لہذا اب اس شخص پر اس وعدے کی پابندی کرنا واجب ہے، جب تک اس ملک کا قانون اس کو کسی گناہ کے کرنے پر مجبور نہ کرے، اس لئے کہ اگر کوئی قانون اس کو گناہ کرنے پر مجبور کررہا ہے تو پھر اس قانون پر عمل کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ کے رسولﷺ کا ارشاد ہے: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (اسلام اور ہماری زندگی ۵۸،۸) (مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

- ڈاکٹر مبین سلیم ازہری لکھتے ہیں کہ موجودہ حالات اور اقلیت پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو دیکھتے ہوئے قانون پر عمل نہ کرنا ان کے وجود کو یا شہری حقوق کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے مندرجہ ذیل قواعد سے استدلال کیا ہے:

۱۔ الضرر یزال (الاشباہ والنظائر: ۸۳)، جو اس حدیث سے مستنبط ہے: لا ضرر ولا ضرار (ابن ماجہ: ۲۳۴۱)۔

۲۔ درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح (الاشباہ والنظائر، ص: ۸۷)۔

۳۔ اختیار أخف الضررین (حوالہ سابق)

۴۔ الضرر لا یزال بضرر مثلہ (ایضا: ۸۶)۔

۵۔ تقدیم المصلحۃ العامۃ علی المصلحۃ الخاصۃ (الاشباہ والنظائر: ۹۶)۔

عدم اطاعت کی رائے:

- مفتی ابراہیم فلاحی کے نزدیک حلال جانور کا شکار بہرحال حلال ہے، حکومت کے پابندی لگانے سے کوئی حلال جانور حرام نہیں ہوسکتا، اور مولانا ظفر عالم ندوی کے مطابق قانون شکنی سے بچنے کا پیشگی انتظام کرلینا چاہئے، ومن الإبل اثنین ومن البقر اثنین قل ءاالذکرین حرّم أم الأنثیین (انعام: ۴۴)۔

* جو قوانین شریعت سے متصادم اور اس کے خلاف ہوں ان پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

- لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (مشکوۃ ۳۲۱،۲) (مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- ومن لم یحکم بما أنزل اللہ فأولئک ہم الکافرون (مائدہ: ۴۴) (مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

* مولانا محمد شاہجہاں ندوی کی رائے یہ ہے کہ حکومت اگر کسی حلال جانور کو قومی جانور قرار دے رہی ہے تو مسلمانوں پر اس کی پابندی ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ حاکم وقت کو یہ حق نہیں ہے کہ مباح شئی کو تمام افراد، ساری جگہوں اور تمام اوقات میں ممنوع قرار دے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: یا أیہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما أحل اللہ لکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین (مائدہ: ۸۷)؛ البتہ اگر کسی جگہ فتنہ وفساد یا قانون کی زد میں آنے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا چاہئے۔

- شکار کرنا شرعاً جائز ہے، ہاں اگر حکومتی قوانین کی رو سے کسی جانور کا شکار ممنوع ہو تو اس سے باز رہنے میں عافیت ہے، اور اس سے اجتناب ضروری ہوگا

(مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی ابراہیم فلاحی)۔

* مولانا محمد اخلاق قاسمی کا کہنا ہے کہ جان ومال اور عزت کی حفاظت کے ساتھ ان جانوروں کا شکار کرنا اور ذبح کرنا جائز ہوگا، حکومت کی پابندی ایک غیر ضروری امر ہے جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، لہذا حکومت کی پابندی پر عمل کرنا درست نہ ہوگا۔ اور تقریباً یہی رجحان مفتی زکریا قاسمی کا بھی ہے، ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً (بقرہ: ۲۹)، واستدل من قال: إن أصل الأشیاء التی ینتفع بہا الإباحۃ بہذہ الآیۃ (تفسیر قرطبی ۳۷۷،۱) (مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

- مولانا عقیل الرحمن قاسمی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے؛ البتہ شکار کرنے والا حکومت کی نگاہ میں مجرم ہوگا اور وہا نکے قانون کے مطابق وہ سزا کا مستحق ہوگا ۔ أجمع العلماء علی إباحۃ الاصطیاد والأکل من الصید ویکرہ الصید لہواً لأنہ عبث (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۹۲،۳)۔

- حکومت کی پابندی کا مقصد اگر اسلام کے نظام حلت وحرمت کو پامال کرنا ہو تو پھر وہ حکم قابل عمل نہیں رہے گا، لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

- فعل مباح کی ممانعت کو کوئی واجب یا فرض قرار نہیں دے سکتا، کیونکہ حلت وحرمت قرار دینے کا اختیار محض اللہ اور اس کے رسول کو ہی ہے (مولانا جمشید جوہرقاسمی)۔

۹. کسی گروہ کے مقدس جانور کو ذبح کرنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا رویہ:

سوال: اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو، اگر اس جانور کو ذبح کیاجائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے، یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے، تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟

مسلمان اگر ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں اور وہاں اگر کسی گروہ کے مقدس جانور کو ذبح کیا تو ان کی دل آزادی ہوتی ہے تو مسلمانوں کو اس جانور کا ذبح کرنا ترک کردینا چاہئے اور ایسے جانور کی قربانی سے پرہیز کرنا چاہئے، یہ رائے ہے اکثر مقالہ نگار حضرات کی۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (مسند احمد: ۶۵۱۵)، اور ایک روایت میں: من سلم الناس بھی ہے (مسند احمد: ۷۰۸۶)۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے معبودان باطلہ کو برابھلا نہ کہنے کے ضمن میں ایک اصول لکھا ہے کہ اگر کوئی نیک کام معصیت کی طرف لے جانے والا ہو تو اس نیک کام کا ترک کرنا بھی واجب ہے۔

وفیہ دلیل أن الطاعۃ إذا أدت إلی معصیۃ راجحۃ وجب ترکہا لأن ما یؤدی إلی الشرشر (التفسیر المظہری ۲۷۶،۳) (مفتی امانت علی قاسمی، مفتی شوکت ثنا قاسمی)۔

دلائل:

- ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم (الانعام: ۱۰۸) (مقالہ: مفتی محمد اسعد قاسمی، مولانا محمد حسن ندوی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- ألم تر بأن قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد إبراہیم؟ قالت:فقلت:یا رسول اللہ! أفلا تردہا علی قواعد إبراہیم؟ فقال رسول اللہﷺ:لو لا حدثان قومک بالکفر لفعلت (مسلم: ۱۳۳۳) (مقالہ: مولانا اشرف عباس قاسمی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمؤمن من أمنہ الناس علی دمائہم وأموالہم (نسائی، صفۃ المؤمن) (مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا محمد حسن ندوی)۔

- والمداراۃ مشروعۃ، وذلک لأن وداد الناس لا یستجلب إلا بمساعدتہم علی ما ہم علیہ، والبشر قد رکب فیہم أہواء متباینۃ، وطباع مختلفۃ ویشق علی النفوس ترک ما جبلت علیہ، فلیس إلی صفو ودادہم سبیل إلا بمعاشرتہم علی ما ہم علیہ من المخالفۃ لرأیک وہواک (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۸۶،۱۳) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی)۔

- اللہ کے رسولﷺ جب لشکر روانہ کرتے تو یہ ہدایت فرماتے: ان کے مقدس مقامات کے ساتھ تعرض نہ کرنا، اور جو لوگ اپنے مقدس مقامات میں یا پہاڑونکی چوٹیوں پر بیٹھ کر اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق عبادت میں مشغول ہوں ان سے بھی تعرض مت کرنا () (مقالہ: مفتی محمد اسعد قاسمی)۔

- فتاوی قاسمیہ (۱۴۵،۲۴) میں ہے: ہندوستان میں گائے بیل شریعت اسلامیہ کی طرف سے بلا تردد جائز وحلال ہے؛ البتہ جن علاقوں میں گائے ذبح کرنا قانوناً جرم ہے ان علاقے کے مسلمانوں کو گائے ذبح کرکے اپنی جان ومال کو خطرہ میں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ شریعت کا حکم ہے: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ (بقرہ: ۱۹۵) (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

متفرق آراء:

- مفتی امانت علی قاسمی کی رائے ہے کہ حکومتی قانون کی رعایت ضروری ہے، اس لئے کہ اس کی خلاف ورزی اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی موصوف نے اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ اگر وہ حلال جانور ہے تو مسلمانوں کو اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، اور اگر کوئی خلاف قانون اس جانور کو ذبح کردے اور قانون کی گرفت میں نہ آئےتو اس جانور کا کھانا اور اس کا گوشت خریدنا جائز

ہے، اس لئے کہ وہ فی نفسہ حلال جانور ہے (دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۳۴۵،۷) (مقالہ: مفتی شوکت ثنا قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

- مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے جانور کی قربانی نہ کرنے کا اپنے آپ کو عملاً پابند بنائے اعتقاداً نہیں (مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے ذبح گاؤ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اسے شعائر دین میں سے قرار دیا، اور اس کے مختلف دلائل دیتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے کہ اگر قانونی طور پر ممنوع کسی جانور کے ذبح سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو مصلحت کیشی کی بنا پر عارضی طور پر رک جانا درست ہے؛ البتہ اجتماعی طور پر ممنوع سمجھ لینا اور اس سے رک جانا درست نہیں ہے، جبکہ مفتی محمد روح اللہ قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر برادران وطن کو تکلیف پہنچنے کا کوئی خاص اندیشہ نہ ہو تو اس قانون کی رعایت کرنا اولی اور بہتر ہوگا، اور اگر اندیشہ ہو تو اس کا ترک قریب بہ واجب ہوگا۔

- قاضی محمد حسن ندوی اس پر بحث کرتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں کہ جس طرح حرام چیزوں کا استعمال ناجائز ہے اسی طرح وہ چیز جو فی نفسہ مباح ہو لیکن اس کے استعمال سے حرام میں مبتلا ہونے کا امکان ہے تو اس کا استعمال بھی ناجائز ہوگا۔

- مفتی جمیل احمد نذیری نے مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتوی کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس میں ہے کہ ہندوؤں کے کہنے سے کسی مباح شرعی کو چھوڑ دینا ناجائز ہے، اس کے جواب میں مفتی نذیری صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں کسی کے کہنے سے ''مباح شرعی '' کو نہیں چھوڑا جارہا ہے، بلکہ یہاں حیوانات اضحیہ متعدد ہیں، ان کا تعدد تخییر پر دلالت کرتا ہے، اور تخییر یسر کو ثابت کرتی ہے، لہذا عزت وآبرو کو بچانے کے لئے ''یسر '' کو اختیار کیا جائے۔

- پروفیسر سعود عالم قاسمی کے بقول ملکی قانون کی پابندی کرنا اور فتنہ سے بچنا لازم ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت واجب ہے، اور اس لئے بھی کہ اصول ہے: دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔

- شریعت میں بدیل موجود ہے تو ملک کی موجودہ حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے دوسرے جانوروں کا ذبح کرنا ہی بہتر ہے (حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- اس کو ذبح کرنے میں اگر فرقہ وارانہ فسادات او رجان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ تو اس سے اجتناب کرنا مصلحتاً لازم ہے (مولانا محمد زاہد سلیم پوری، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا صادق محی الدین)۔

- اگر حکومت کسی جانور کے ذبح پر پابندی لگائے تو دفع ضرر کی مصلحت سے تمام مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم ہوگی، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے کے ایک

واقعہ سے رہنمائی ملتی ہے:

رأی عمر أن الذبائح أقل من حاجۃ المستہلکین فحرم علی الجزارین أن یذبحوا فی یومین متتالیین لتتوافر الذبائح فی بقیۃ الأیام (فتاوی معاصرہ ١٩٤٫١) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

- مولانا ذکی الرحمن غازی کی رائے یہ ہے کہ اگر ملک کی ایک تعداد کسی جانور کو مقدس سمجھتی ہے تو دعوتی مصلحت کی خاطر مسلمانوں کو عملاً اس کو ذبح کرنے اور اس کا گوشت کھانے سے باز آجانا چاہئے۔

- مولانا شاہین جمالی نے اس شق پر طویل بحث کی ہے، اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی ذبیحہ گاؤ کے تعلق سے بعض آراء کا تجزیہ کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے: ہندوستان کے موجودہ حالات اکراہ ملجی میں داخل ہیں؛ کیونکہ متغلبین اجراء تہدید پر قادر ہیں، اور قانونی جبر واکراہ اور ارباب اقتدار کی پشت پناہی انہیں حاصل ہے، لہذا انہیں حالات کے مدنظر ذبیحہ گاؤ کو بالکلیہ نہیں بلکہ عارضی طور پر ترک کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں زوال اکراہ کے بعد حکم خود اپنی اصل پر لوٹ آئے گا، اور مجبور ومکرہ پر کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

- مولانا عبد الرشید شیدا صدیقی قاسمی کے بقول جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی خاطر مجبوری کی بنا پر اس کی قربانی سے پرہیز کرنا چاہئے اور دل سے اس کی شرعی حیثیت کو درست اور ذبح کو صحیح سمجھتے ہوئے قانون کو ظالمانہ وجابرانہ اور غیر جمہوری سمجھنا چاہئے، لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ (البقرہ: ١٩٥)، لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ (ترمذی: ٢٢٥٤) اور یہی بات مولانا محمد عثمان بستوی بھی کہتے ہیں۔

- مولانا محمد سعد نور قاسمی نے اس سوال کے ضمن میں تفصیلی بحث کی ہے اور دونوں طرح کی آراء یعنی ذبح گاؤ اور ترک ذبح گاؤ کو جمع کیا ہے، وہ لکھتےہیں کہ پہلا گروہ جس میں مولانا عبد الحئی فرنگی محلی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی شفیع صاحب، مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی وغیرہ ہیں، ان حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ گائے ہندوستان میں یقینا اسلامی شعار ہے اس کو اجتماعی طور پر متروک کردینا یا اس پر کسی طرح کی قانونی پابندی تسلیم کرلینا شرعاً ومصلحتاً دونوں طرح درست نہیں ہے، اس لئے شرعی احکام اور مصالح ہر دو کا تقاضا ہے کہ اس قسم کے مطالبات اصولی طور پر نہ مانے جائیں (دیکھئے: فتاوی عبد الحئی: ٤٢٨، فتاوی دار العلوم دیوبند ٥٢٢٫١٥، امداد الفتاوی ٥٧٦٫٣، امداد الاحکام ١٩١٫٤، قاموس الفقہ ٣٢٣٫٢، امداد المفتین ٧٩٩٫٢، کفایت المفتی ٢٠٢٫٨)۔

اس کے برعکس بعض اہل علم کی رائے ہے کہ گائے کی قربانی کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، تاہم ملکی حالات کے پیش نظر اگر قربانی نہ کی جائے تو کوئی مضائقہ

نہیں؛ تاکہ ملکی قانون کی خلاف ورزی نہ ہو، اور جان ومال اور عزت وآبرو خطرے میں نہ پڑے، ایسی رائے رکھنے والوں میں مفتی محمود حسن گنگوہی، اور مفتی نظام الدین اعظمی وغیرہ شامل ہیں (دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۳۴۵،۱۷، منتخبات نظام الفتاوی ۲۶۳،۳، فتاوی ریاض العلوم ۲۷۳،۶، فتاوی قاسمیہ ۱۴۵،۲۴) اور پھر اخیر میں موصوف لکھتے ہیں کہ اس وقت کے ملکی حالات کے پیش نظر یہی رائے مختلف وجوہات کی بنا پر اوفق بالزمان معلوم ہوتی ہے (نیز دیکھئے مقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* بعض حضرات نے ذبیحہ کے شعار اسلام ہونے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے: من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ (بخاری ۵۶،۱) (مقالہ: مفتی ابراہیم فلاحی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔ اسی کی روشنی میں مفتی ابراہیم فلاحی کا کہنا ہے کہ ذبیحہ اسلامی شعار ہے، اس شعار کی ادائیگی کے لئے جانور کی تعیین نہیں ہے، لہذا گائے کا ذبح کرنا اسلام میں مباح ہے، لازم نہیں ہے، پس جہاں حکومت کی طرف سے پابندی ہے ایسی جگہ حکومت کی بندشوں سے بچنےکا پیشگی نظم عواقب کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے۔

عدم جواز کا رجحان:

* ملے جلے معاشرہ میں محض کسی فرقہ کی دلجوئی کے لئے حلال کو ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرالینا درست نہیں ہے، یہ رائے ہے مولانا محمد شاہجہاں ندوی کی، دلیل میں یہ آیتیں پیش کرتے ہیں:

- یا أیہا النبی لم تحرم ما أحل اللہ لک تبتغی مرضاۃ أزواجک واللہ غفور رحیم (تحریم: ۱)۔

- ولا تقولوا لما تصف ألسنتکم الکذب، ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب، إن الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (نحل: ۱۱۶)۔

- ابراہیم بن سری بن سہل زجاج کا قول ہے: لیس لأحد أن یحرم ما أحل اللہ، ولم یجعل لنبیہ ﷺ أن یحرم إلا ما حرم اللہ علیہ (الجامع لاحکام القرآن ۱۸۰،۱۸)۔

لہذا حلال کو حرام ٹھہرانے والے قانون کی پابندی مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم کرنے کی ذمہ داری دونوں فرقوں پر عائد ہوتی ہے۔

- شریعت نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے وہ کسی کی دلآزاری کی وجہ سے حرام یا ممنوع نہیں ہوجاتیں (مقالہ: مفتی محمدحسین ماہمکر)۔

- مولانا محمد اخلاق قاسمی اور مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی کی رائے یہ ہے کہ ایسا جانور جس کو ذبح کرنا عمومی طور پر مسلمانوں کی پہچان بن گئی ہو، کسی کی دلجوئی کے لئے اس کو چھوڑنے میں اسلام کی توہین ہے، اور شعار اسلام کی توہین جائز نہیں ہے، لہذا مسلمانوں کے لئے ایسے جانور کے ذبح کو ترک کرنا جائز نہ ہوگا۔

فتاوی محمودیہ (۳۳۴،۱۷) میں ہے: لیکن ہندوستان میں ذبح بقر کو عموماً اور قربانی بقر کو خصوصاً شعائر اسلام کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے۔

کفایت المفتی (۱۸۸،۸) میں ہے: مسلمانو نکا کفار کے ساتھ کسی ایسی بات میں متفق الرائے ہونا جس میں شعار اسلام کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی ہو ناجائز اور حرام ہے۔

- مولانا عقیل الرحمن قاسمی کا بھی یہی رجحا ن ہے (قاموس الفقہ ۳۲۵،۲ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب بھی یہی رائے رکھتے ہیں)۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کے نزدیک غیر اقوام کی رعایت میں قربانی جیسے بابرکت نظام میں عملاً ہی سہی تغیر وتبدل کرنا روا نہ ہوگا، ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است (مکتوبات ربانی ۷۵،۲، نیز دیکھئے: فتاوی دار العلوم دیوبند ۲۳،۱۵، ۴۹۴،۱۵، فتاوی محمودیہ ۲۶۰،۲۶)۔

- مسلم اقلیتی علاقوں میں تو احتیاط کرنی چاہئے لیکن اکثریتی علاقوں میں ذبح کرنا اور کھانا چاہئے؛ تاکہ آئندہ نسلوں کے ذہن میں رہے کہ یہ حلال جانور ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ حرام سمجھ بیٹھیں، جیسے بنی اسرائیل کے کچھ متقی لوگوں نے اونٹ کی چربی وغیرہ کا استعمال تقوی کے خلاف سمجھا (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

دل آزاری سے بچنے کی تدابیر:

* مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے دل آزاری سے بچنے کے لئے درج ذیل تدابیر بتائی ہیں:

۱۔ کھلے عام ایسے جانور کو ذبح نہ کریں۔

۲۔ کھلے عام گوشت کا تبادلہ نہ کریں۔

۳۔ ہڈی وغیرہ زمین میں دفن کردیں، کھلے میدان میں نہ ڈالیں۔

۱۰۔ جنگلات، نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے متعلق سرکاری قوانین کی رعایت:

سوال: حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں، جن کو ' مہمان پرندہ ' کہاجاتا ہے، ان سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً کس حد تک واجب ہے؟

اس رائے سے تقریباً سبھی حضرات متفق ہیں کہ مختلف موسم کے لحاظ سے نہروں اور جھیلوں پر آنے والے مہمان پرندوں کو حکومت اگر شکار کرنے سے منع کرتی ہے تو اس پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے، چونکہ اس کا ایک مقصد ماحولیات کو منفی اثرات سے بچانا ہے، اور دوسرے یہ کہ حکومت کے قانون کی رعایت نہ کرنے کی صورت میں انسان کی جان خطرہ میں پڑجاتی ہے، اور جان کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں ہے۔

دلائل:

- لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ (بقرہ: ۱۹۵)۔

اسی طرح قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں انسان کو ذلت ورسوائی کا سامنا

کرنا پڑتا ہے۔

- یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم (نساء: ۵۹) (مقالہ: مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

- اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: إنما الطاعۃ فی المعروف (بخاری: ۷۱۴۵) (مقالہ: مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

- لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ (ترمذی: ۲۲۵۴) (مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- المسلمون علی شروطہم (ترمذی: ۱۳۵۲) (مقالہ: مولانا صابر حسین ندوی)۔

- لأن حفظ النفوس والأطراف لإقامۃ مصالح الدین أولی من تعریفہا للفوات فی عبادۃ أو عبادات یفوت بہا أمثالہا (الاشباہ والنظائر ۱؍۶۲) (مقالہ: مفتی محمد حسین ماہمکر)۔

- تصرف الإمام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ () (مقالہ: مولانا اکرام الحق ربانی)۔

- إذا کان فعل الإمام مبنیاً علی المصلحۃ فیما یتعلق بالأمور العامۃ لم ینفذ أمرہ شرعاً إلا إذا وافقہ، فإن خالفہ لم ینفذ (الاشباہ والنظائر: ۱۲۴) (مقالہ: مولانا اکرام الحق ربانی)۔

- مفتی محمود حسن گنگوہی فرماتے ہیں: رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۴؍۵۷۰) (مقالہ: مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

متفرق آراء:

* مفتی امانت علی قاسمی کا کہنا ہے کہ فقہاء نے مباحات اور مجتہد فیہ امور میں حکام وقت کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے خلاف کرنا سخت گناہ ہے (بدائع الصنائع ۷؍۱۰۰)۔

- حکومتی قوانین کی پاسداری ضروری ہے، کیونکہ یہ مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہے (حافظ کلیم اللہ عمری)۔

- حکومت کی طرف سے جن جانوروں کے شکار پر پابندی ہے تو عوام پر لازم ہے کہ ان جانوروں کے شکار کرنے سے بچے ورنہ گنہ گار ہوگا (مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

- باہر سے آئے پرندوں کا شکار کرنا مباح ہے، البتہ جان ومال اور عزت کو خطرہ لاحق ہو تو پھر ان کے شکار سے اجتناب بہتر ہے (مقالہ: مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد الشکور قاسمی)۔

- مفتی زکریا قاسمی کہتےہیں کہ جن پرندوں کا گوشت حلال ہے ان کا شکار کرنا بھی شرعاً درست ہے، شرط یہ ہے کہ جانی ومالی نقصان سے بچنے کا پیشگی انتظام کرلیا جائے۔

- مولانا محمد سعد نور قاسمی لکھتے ہیں کہ حکومت کا اس طرح کے قوانین لگانا

یہ انسانوں کی آزادی پر حیوانوں کی آزادی کو فوقیت دینا ہے جو فطرت وشریعت دونوں کے خلاف ہے، یہ بالکل درست نہیں ہے، تاہم اگر اس طرح جانوروں اور پرندوں پر پابندی لگانا کسی جائز مقصد کے تحت ہو تو پھر پابندی لگانے کی گنجائش ہے، جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

جو چیز کہ شرعاً حلال ہے وہ تو حلال ہی رہے گی، اگر کوئی شخص ان کا شکار کرتا ہے جو گورنمنٹ کے قانون کی رو سے ممنوع ہے تو یہ شکار شرعاً حلال ہوگا؛ البتہ حکومت کی ممانعت اگر مفاد عامہ کے لئے ہے تو قانون کی پاسداری ضروری ہے، اور اگر یہ پابندی صرف عام لوگوں کے لئے ہے، امیروں، وزیروں کے لئے نہیں تو یہ قانون غلط اور ظالمانہ ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤٩٥،٥) (نیز دیکھئے مقالہ: مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی)۔

- اگر ایسے مواقع ہوں جہاں نرمی برتی جاتی ہو اور نظر انداز کرنے کا رواج ہو تو اس وقت قانون کے خلاف پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے (مقالہ: مفتی محمد روح اللہ قاسمی)۔

١١۔ امراض کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے مرغیوں کو مار ڈالنےکا مسئلہ:

سوال: بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو ماردیاجاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں، کبھی ان کو مارنے کے لئے گڑھوں میں زندہ دفن کردیاجاتا ہے اور کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیاجاتا ہے، توامراض کے پھیلائو کے خوف سے کیاانہیں مارا جاسکتا ہے؟ اور چونکہ یہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں تو ان کے مارنے کی کیا شکل اختیار کی جاسکتی ہے؟

اکثر مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بعض جانوروں میں متعدی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں کہ ان سے نفع کے بجائے ضرر پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے تو ضرر سے بچنے کے لئے ان کو ختم کرنا یا مار دینا جائز ہے، اس لئے کہ انسانی جان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے۔

دلائل:

- وقتل الموذی منہا (الطیور) ومن الدواب جائز (شامی ٥٧٥،٩) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- وأفتی الناصحی بوجوب قتل کل مؤذ (شامی ١١٠،٦) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا شاہین جمالی)۔

- إن ذا الروح لا یقتل إلا لغرض ظاہر أودفع أذی (نہایۃ الطالب ٤٢٥،٤) (مقالہ: مولانا عبد الشکور قاسمی)۔

- یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام (الاشباہ والنظائر ١٢١،١) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- وكذا الحمار إذا مرض ولا ينتفع به فلا بأس بأن يذبح فيستراح منه، كذا في الفتاوى العتابية (فتاوى ہندیہ ٣٦١،٥) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

- مالکی فقیہ ابن قاسم کا قول ہے: ولو كانت لرجل دابة مريضة زمنة، قد يئس من الانتفاع بها على كل وجه، ولا يريد علفها، لم أر بأساً بذبحها، وذبح هذه أحبّ إليّ من تركها (البيان والتحصيل ٣٢٧،٣)۔

- علامہ شمس الدین رملی فرماتے ہیں: يجوز قتله بغير الإحراق .... وكذا بالإحراق إن تعين طريقاً لدفعه (نہایۃ المحتاج ٣٤٤،٣) (مقالہ: مولانا محمد حسین ماہمکر)۔

بیمار مرغیوں کو مارنے کا بہتر طریقہ:

* مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ہر وہ طریقہ جس سے جانور کو زیادہ تکلیف ہو اس کو اختیار کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ تیز دھار دار آلہ سے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔

- حدیث میں ہے: إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة وليحدّ أحدكم شفرته وليرح ذبيحته (مسلم: ١٩٥٥، ترمذی: ١٤٠٩) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا ذکی الرحمن غازی، مفتی زکریا قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی محمد شاکرنثار قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی روح الله قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا صادق محی الدین)۔

- الهرة إذا كانت مؤذية يذبحها بالسكين ويكره ضربها (البحر الرائق ٣٧٥،٨، فتاوى ہندیہ ٣٦١،٥) (مقالہ: مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا زاہد سلیم پوری، مفتی روح الله قاسمی)۔

- وإحراق القمل والعقرب بالنار مكروه (فتاوى ہندیہ ٢٦١،٥) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- ولا يحل له حبسه (أي الحيوان) ليهلك جوعا، ولا يجوز حبس الكلب العقور ليهلك جوعاً، بل يحسن قتله بحسب ما يمكنه (نہایۃ المحتاج ٢٤٢،٧)۔

- السنة في ذبح الحيوان ما كان أسهل على الحيوان وأقرب إلى راحته (بدائع الصنائع ٦٠،٥) (مقالہ: مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

دیگر مختلف طریقوں کا جواز:

* مولانا محمد سعد نور قاسمی لکھتےہیں کہ اگر ذبح کرنے میں مرض کے پھیلنے

کا اندیشہ ہو تو پھر آخری درجہ میں دوسرے طریقوں کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

لہذا کوشش کرنی چاہئے کہ جسم سوز کیمیکل جانور کو مارنے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے، لیکن اگر مضر جراثیم کو مارنے اور اس کی مضرت سے بچنے کے لئے ایسے کیمکلز کے استعمال کے سوا چارہ نہ ہو اور ذبح کرنے میں مرض پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اس کیمکل کا استعمال کرنے میں بھی حرج نہیں، کیونکہ انسانی زندگی کی حفاظت کی اہمیت زیادہ ہے اور یہ مقدم ہے (کتاب الفتاوی ١٠٥،٩) (مولانا ظفر عالم ندوی)۔

یہی رائے مولانا عبد الشکور قاسمی کیرالوی کی ہے: إن الجراد والقمل إذا تضرر بہما الناس کصائل یدفع بالأخف فالأخف، فإن لم یمکن بالدفع إلا بالتحریق جاز (حاشیۃ الرملی الکبیر ٥٦٧،١)۔

- مولانا محمد عثمان بستوی لکھتےہیں کہ جو مرغیاں متعدی امراض سے متاثر ہوجائیں اور ان کو مارنے کی ضرورت ہو تو سب سے بہتر طریقہ ان کو ذبح کرنے کا ہے، اگر یہ دشوار ہو تو زود اثر زہر کے ذریعہ قتل کرکے دفن کردیا جائے، اگر اس میں بھی دشواری ہو تو کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں تکلیف کم ازکم ہو، اور ہر ایسے طریقے سے بچا جائے جس میں آگ کے عذاب سے مشابہت پائی جائے، آخری درجہ میں اس کی بھی اجازت دی گئی ہے، إذا تعین إحراقہ طریقاً لدفعہ جاز إحراقہ عند السادۃ الشافعیۃ (فتاوی تنقیح الحامدیہ ٣٦٢،٢)، یہی رائے مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کی بھی ہے۔

- مولانا رحمت اللہ ندوی کے نزدیک بہتر طریقہ یہ ہے کہ چارہ میں کوئی چیز ملا دی جائے جن کے کھانے سے ان پر موت طاری ہوجائے، یا مشینی ذبیحہ کا طریقہ اختیار کیا جائے، یا بے ہوش کرنے کی دوا دے کر یہ کارروائی کی جاسکتی ہے، مولانا محمد شاہجہاں ندوی اس کا اضافہ کرتے ہیں کہ جلائے بغیر کرنٹ لگا کر مار دیا جائے، اسی طرح دھوپ میں ڈالنے سے اگر موت ہوجائے تو اس کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ فوری موت ہو۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی بدرجہ مجبوری ان کو زندہ آگ میں جلانے کی اجازت دیتے ہیں جیسا کہ شامی میں ہے:

لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح السیر بما إذا لم یتمکنوا من الظفر بہم بدون ذلک بلا مشقۃ عظیمۃ فإن تمکنوا بدونہا فلا یجوز لأن فیہ إہلاک أطفالہم ونسائہم ومن عندہم من المسلمین (رد المحتار ١٢٩،٤) (مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

- مولانا صابر حسین ندوی کی رائے یہ ہے کہ جدید ٹکنالوجی نے متعدد دوائیاں اور اسپرے اور Slow Poison تیار کرلی ہینجن سے بآسانی موت ہوسکتی ہے، بہتر ہے کہ ان کا استعمال ہو؛ تاکہ موت کی شدت کم سے کم محسوس ہو، ابن حزم نے لکھا ہے: وأما إن کان لا یفہم کالبہیمۃ فإنہ یعالجہ بالدفع من غیر إنذار ویدفعہ بالأخف فالأخف (الخرشی ١٢،٨)

(قاضی محمد حسن ندوی)۔

- مفتی محمد اسعد پالنپوری کے نزدیک اگر ان کا ذبح کرنا دشوار ہو، یا ذبح کرنے کی صورت میں بدبو اور جراثیم سے وبائی امراض کے پھیلنے کا خطرہ ہو تو ان کو زندہ دفن کرنے اور جسم سوز کیمکل کا استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ذبح کرنا بہتر ہے:

- قاری ظفر الاسلام صدیقی، مفتی امانت علی قاسمی اور مفتی روح اللہ قاسمی کے نزدیک مشینی ذبیحہ سے کام لینا بہتر ہے، اسی طرح مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا محمد زاہد سلیم پوری، مولانا نعیم اختر قاسمی، مفتی غلام رسول قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی کے نزدیک بھی ذبح کرنا بہتر ہے، مفتی زکریا قاسمی کے نزدیک زہر دیا جائے، مفتی شاکر نثار کا کہنا ہے کہ ان کو ذبح کرنے کے بعد دفن کرتے وقت ان پر ایسڈ ڈال دی جائے تاکہ اس کا اثرجلدی ختم ہوجائے۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر کسی پولٹری فارم میں ہزار کی تعداد میں بھی مرغیاں ہونگی تو دوچار مزدور دن رات کام کرکے اس کو ذبح کرکے دفن کرسکتے ہیں، دفع مضرت کے لئے انسان جہاں اس سرمایہ سے دست بردار ہورہا ہے تھوڑا اور خرچ کرکے اسلامی طریقہ کو اپنا سکتا ہے۔

مارنے کے رائج طریقے:

* مولانا محمد سعد نور قاسمی اور مولانا ابراہیم فلاحی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے مرغیوں کو مارنے کے رائج طریقے ذکر کئے ہیں:

١۔ مٹی کے گڑھوں میں زندہ دفن کردینا۔

٢۔ تیزاب یا ایسے کیمکلز ڈال دیئے جاتے ہیں جس سے وہ جل کر مر جاتے ہیں۔

٣۔ مرغیوں کو پلاسٹک کی بڑی تھیلی میں ڈال کر اس کا منھ بند کردیا جاتا ہے۔

۴۔ کبھی مرغیاں جس جگہ رکھی جاتی ہیں اس میں زہر آلود گیس چھوڑ دی جاتی ہے جس سے ان کی موت ہوجاتی ہے۔

۵۔ کبھی انہیں بجلی کا کرنٹ دے کر مارا جاتا ہے۔

۶۔ اسی طرح الاؤ جلا کر اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔

جبکہ قاری ظفر الاسلام صدیقی کہتے ہیں کہ میں نے مرغیوں کے بڑے تاجروں سے معلوم کیا کہ وبائی صورت میں مرغیوں کو مارنے کی کیا شکل ہوتی ہے، تو بتلایا گیا کہ پوری دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایسے موقع پر گردن مروڑ کر مار ڈالا جاتا ہے۔

* مولانا اکرام الحق ربانی نے ایسے جانوروں کو مارنے کے لئے چند شرائط کا ذکر کیا ہے:

١۔ اگر مرض مہلک اور وبائی نہ ہو، علاج میسر ہو اور اس میں مشقت نہ ہو تو مارنا درست نہیں (نسائی: ۴۳۵۴)۔

۲۔ البتہ اگر مرض وبائی اور متعدی ہو، علاج میسر نہ ہو یا میسر تو ہو مگر اس میں مشقت ہو اور مرض کے ساتھ انتفاع ممکن نہ ہو تو مارنا درست ہے (التاج والاکلیل ۲۲۲٫۳)۔

۳۔ جانوروں کی تعداد کم ہو تو مارنا صحیح نہیں، بلکہ شرعی طریقہ پر ذبح کرنا چاہئے (عنایہ ۴۸۳٫۷، فتاوی ہندیہ ۳۶۱٫۵)۔

۴۔ لیکن اگر جانوروں کی تعداد زیادہ ہو اور شرعی طریقہ پر ذبح کرنا ممکن نہ ہو، یا ممکن تو ہو مگر دوسرے کی طرف بیماری کے منتقل ہونے کا اندیشہ ہو تو ''الأمور بمقاصدہا '' اور ''الضرر یزال '' وغیرہ کے تحت مارنا درست ہے، اس لئے کہ شریعت کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد ''تحفظ نفس '' بھی ہے، لہذا اس کی حفاظت ضروری ہے۔

مرغیوں کو نہ مارنے کی رائے:

- مولانا رحمت اللہ ندوی کا ایک خیال یہ ہے کہ بعض اوقات برڈ فلو (Bird Flu) کے نام پر افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی تجارت کو نقصان پہنچانے کی سازش کی جاتی ہے؛ کیونکہ اس کے کاروباری زیادہ تر مسلمان ہیں، جبکہ سوائن فلو (Swine Flu)جس کا سبب خنزیر کو بتایا جاتا ہے اس کو مارنے کے واقعات سننے میں کم آئے؛ کیونکہ اس کی تجارت کرنے والے غیر مسلم ہیں، لہذا محض افواہ کی بنیاد پر مرغیوں کا قتل جائز نہیں، جب ماہرین اطباء کی طرف سے اچھی طرح تحقیق ہوجائے تب یہ اقدام جائز ہوگا (مفتی امانت علی قاسمی)۔

- مفتی جمیل احمد نذیری کی رائے کہ ان مرغیوں کے ذریعہ ہی امراض پھیلینگے، یہ امر موہوم ہے، لہذا انہیں نہ مارا جائے، بلکہ دوا علاج کے ذریعہ امراض کو پھیلنے سے روکا جائے۔

جبکہ ڈاکٹر مبین سلیم ازہری وبائی متعدی امراض کو روکنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس فن کے انٹرنیشنل اور نیشنل ادارے، وزارتیں اور ایکسپرٹس جانوروں کو مارنے کے بارے میں طے کرتے ہیں جو اسلام کے بنیادی مقاصد سے نہیں ٹکراتے بلکہ اس میں ممد ومعاون ہوتے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ وبائی امراض سے بچاؤ کے لئے بیمار جانوروں کا مارنا ضروری ہے، او ریہ نقصان صرف مارنے سے ختم نہیں ہوجاتا ہے بلکہ ایسے طریقے اور شکلیں اختیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے جو ماحولیات کو آلودگی سے محفوظ رکھیں، یہ طریقے وقت اور سائنس کی ترقی کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ کے مطابق وہی شکل سب سے زیادہ افضل وانسب مانی جائے گی جو ماحولیات کو سب سے زیادہ محفوظ رکھنے والی ہو اور جانوروں کے ساتھ احسان وسلوک میں سب سے اعلی ہو۔

۱۲۔ انسانی مصالح کی خاطر جانوروں کو مارنے کا مسئلہ:

سوال: جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟ جیسے ہاتھی کے دانت،

ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے وغیرہ۔

مقالہ نگاروں نے ہر طرح کی انسانی ضروریات کی خاطر خواہ وہ غذائی ضروریات ہو ں یا دوا کے استعمال کی، پہننے اوڑھنے کی ضروریات ہوں یا زیب وزینت کی، سب کے لئے جانوروں کو مارنا خواہ وہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم، درست قرار دیا ہے۔

دلائل:

- ارشاد باری ہے:والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤوف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون (النحل: ۵-۸) (مقالہ: مفتی ابراہیم فلاحی، مفتی زکریا قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفّونہا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ومن أصوافہا وأوبارہا وأشعارہا أثاثاً ومتاعاً إلی حین (النحل: ۸۰) (مقالہ: مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی روح اللہ قاسمی)۔

- وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لإطلاق النص وفی القنیۃ یجوز دفع الہرۃ والکلب لنفع ما (رد المحتار ۸۴،۱۰) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی روح اللہ قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

- ویجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل، لإطلاق ما تلونا، والصید لا یختص بمأکول اللحم، لأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ، وکل ذلک مشروع (ہدایہ آخرین: ۴۹۹، البحر الرائق ۴۲۶،۸) (مقالہ: مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمدعثمان بستوی، مولانا شاہین جمالی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

- یباح عند الحنفیۃ اصطیاد ما فی البر والبحر، مما یحل أکلہ وما لا یحل أکلہ، غیر أن ما یحل أکلہ یکون اصطیادہ للانتفاع بلحمہ وبقیۃ أجزاءہ، وما لا یحل أکلہ یکون اصطیادہ للانتفاع بجلدہ وشعرہ وعظمہ، أو لدفع أذاہ وشرہ، وہذا ہو رأی المالکیۃ کما ذُکر سابقاً فیما تعمل بہ الذکاۃ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷۰۲،۳) (مقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

- فتاوی عبد الحئی میں ہے: سلف سے منقول ہے کہ وہ مردار جانور مثلاً ہاتھی کی ہڈیوں اور ان کے اجزاء سے انتفاع کرتے تھے اور کنگھے بناتے تھے، بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ آنحضرتﷺ کے پاس عاج (ہاتھی دانت) کا کنگھا تھا، اور منقول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے ہاتھی دانت کے دوکنگن خرید فرمائے (فتاوی عبد

الحئی: ۴۹۱) (مقالہ: مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- وقد جاء فی حدیث ثوبان أن النبیﷺ اشتری لفاطمۃ سوارین من عاج، وظہر استعمال الناس العاج من غیر نکیر، فدل علی طہارتہ (المبسوط، کتاب الصلاۃ) (مقالہ: مولانا محمد زاہد سلیم پوری)۔

- حدیث میں ہے کہ ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے، اس لئے دباغت کے بعد ان جانوروں کی کھالوں کی ٹوپیاں پہننا، ان میں نماز پڑھنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؛ البتہ خنزیر چونکہ نجس العین ہے اس لئے اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵۰۰،۵)۔

- فتاوی محمودیہ میں ہے: شکار کرنا خواہ حلال جانور کا ہو خواہ حرام جانور کا، شرعاً مباح اور درست ہے، جبکہ اس سے شکار کی کوئی مشروع غرض حاصل ہوتی ہو، مثلاً حلال جانور کا گوشت حاصل کرنا مقصود ہو، یا کسی جانو رکے پر، بال، کھال، سینگ، یا ہڈی وغیرہ کوئی چیز مطلوب ہو، یا مثلاً دفع اذیت ہی مقصود ہو، جیسے بعض اوقات آدمی بندر یا بھیڑیے کا شکار کرتے ہیں۔

وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لقولہ تعالی:''وإذا حللتم فاصطادوا'' مطلقاً من غیر قید بالمأکول إذا الصید لا یختص بالمأکول ....ولأن اصطیادہ سبب الانتفاع بجلدہ أو ریشہ أو شعرہ أو لاستدفاع شرہ، وکل ذلک مشروع اھ (فتاوی محمودیہ ۲۰۲،۱۷) (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی)۔

شکار کے ضوابط ومصالح:

* مولانا صابر حسین ندوی نے درج ذیل مصالح کے تحت مارنے کی اجازت دی ہے:

۱۔ ماکول اللحم جانوروں کاشکار کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کی ضرورت ہو۔

۲۔ کٹکھنا جانوروں کو ماراجاسکتا ہے جبکہ وہ انسانی جان کے لئے خطرہ ہوجائیں۔

۳۔ اگر کوئی اپنی اور گھر والوں کی کفالت کے پیش نظر بغیر کسی تعدی کے شکار کرے تو مضائقہ نہیں۔

۴۔ ہر وہ موذی جانور جو انسانوں کو نقصان پہنچائے اسے مارنے کی اجازت ہے۔

* مفتی زکریا قاسمی نے انسانی مصالح کی تین قسمیں کی ہیں:

۱۔ ضروری مصالح یعنی جن کے بغیر انسانی بقا مشکل ہے۔

۲۔ ضرورتی مصالح یعنی جن کے بغیر انسانی بقا ممکن ہے، لیکن ان کے بغیر انسان تنگی اور مشقت میں پڑجائے گا۔

۳۔ غیر ضروری مصالح یعنی جو محض آسائش اور زیبائش پر مبنی ہیں۔

ماکول اللحم کو تینوں مصالح کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور غیر ماکول اللحم کو پہلی اور دوسری مصالح کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس کو شرعی طور پر ذبح کردیا جائے (احکام الحشرات فی الفقہ الاسلامی : ۴۴۰۔۴۴۱)۔

دیگر متفرق آراء:

* مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے جانوروں کو مارنے کے سلسلہ میں درج ذیل ضوابط کا ذکر کیا ہے:

۱۔ جانوروں کو سنگدلانہ طریقہ پر مارنے سے احتراز کیا جائے۔

۲۔ حقیقی انسانی ضرورت سے زیادہ جانوروں کو نہ مارا جائے۔

۳۔ اس سلسلہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے؛ تاکہ ماحولیات کا توازن برقرار رہے اورانسانی زندگی کو خطرات لاحق نہ ہوں۔

* مولانا خورشید انور اعظمی الموافقات کے حوالے سے لکھتے ہیں: وأبیح لنا إتلاف ما لا ینتفع بہ إذا کان موذیا أو لم یکن موذیاً وکان إتلافہ تکملۃ لما لیس بضروری و لا حاجی من المنافع (الموافقات ۴۴۱،۳) (ہمارے لئے ناقابل انتفاع جانور کا مارنا جائز ہے جبکہ وہ موذی ہو، یا موذی نہ ہو، لیکن اس کے مارنے سے ایسے منافع کی تکمیل ہوتی ہو جو نہ ضرورت کے دائرے میں آتے ہیں اور نہ حاجت کے)۔

* مولانا محمد سعد نور قاسمی کے نزدیک جیسے اپنے لئے شکار کرنا جائز ہے ایسے بیچنے کے لئے شکار کرنا اور اس کو کسب معاش کا ذریعہ بنانا بھی جائز ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

- ہدایہ میں ہے: ولا بأس ببیعہا (جلود المیتۃ) والانتفاع بہا بعد الدباغ لأنہا طہرت بالدباغ، لا بأس ببیع عظام المیتۃ وصوفہا وقرنہاوشعرہا ووبرہا والانتفاع بہا لأنہا طاہرۃ لا یحلہا لعدم الحیاۃ، والفیل کالخنزیر عند محمد، وعندہما بمنزلۃ السباع حتی یباع عظمہ وینتفع بہ (ہدایہ ۵۵،۳)۔

- فتاوی ہندیہ میں ہے: لا بأس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات إلا عظم الآدمی والخنزیر (فتاوی ہندیہ ۱۱۵،۳) (مولانا خورشید احمد اعظمی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی)۔

- وفیہ إباحۃ الاصطیاد للانتفاع بالصید للأکل والبیع وکذا اللہو بشرط قصد التزکیۃ والانتفاع (فتح الباری ۶۰۲،۹)۔

- قال أبویوسف: إذا طلب الصید لہواً ولعباً فلا خیر فیہ وأکرہہ وإن طلب منہ ما یحتاج إلیہ من بیع أو إدام أو حاجۃ أخری فلا بأس بہ (رد المحتار ۴۷،۱۰) (نیز دیکھئے مقالہ: مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- اگرچہ بعض علماء کےیہاں شکار کو بطور پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے، مگر راجح قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، لہذا صورت مسئولہ کے مطابق تجارت کے لئے شکار کرنا مباح ہے، اس میں حرمت کا کوئی شائبہ نہیں (فتاوی حقانیہ ۴۶۳،۶)۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے ہاتھی دانت، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے

کے ساتھ ساتھ اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ شیر کے ناخن، ہرن کے نافہ مشک، گینڈے کے ناک پر لگی ہوئی سینگ، اور اعضاء انسانی میں پیوندکاری کے لئے اگر کوئی عضو کارآمد ہو تو اس کے حصول کے لئے بھی جانور کو مارنے کی گنجائش ہے۔

عدم جواز کا رجحان:

- مولانا عبد الشکور قاسمی کیرالوی کا کہنا ہے کہ کھال یا ہاتھی دانت وغیرہ کے حصول کے لئے شوافع کے نزدیک ماکول اللحم جانور کو ہی مارا جاسکتا ہے، غیر ماکول اللحم جانور سے حاصل کرنا جائز نہیں ہے، مذہبنا أنہ لا یجوز ذبح الحیوان الذی لا یؤکل لأخذ جلدہ (المجموع ۱،۲۴۶)۔

- مفتی روح اللہ قاسمی نے بھی یہ تفصیل موسوعہ فقہیہ (۱۵،۲۷۷) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حنابلہ بھی شافعیہ کے ساتھ ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہےکہ اس کے چمڑے کے لئے اس کو ذبح کرنا جائز ہے، امام مالک سے دوروایتیں منقول ہیں، اصح روایت ہے کہ وہ جائز ہے اور دوسری روایت ہے کہ وہ حرام ہے۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی رائے میں ایک نفع حاصل کرنے کے لئے اس سے انفع کو ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے، لہذا ہاتھی دانت یا کھال حاصل کرنے کے لئے مارنا اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ جانور کی قیمت ان اشیاء کے مقابلہ کم ہو، اور تقریباً یہی بات مفتی شاکر نثار قاسمی بھی کہتے ہیں۔

- مولانا ذکی الرحمن غازی لکھتے ہیں کہ جانوروں کو ان انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے جو ضروریات کے خانے میں آتے ہوں، صرف تحسینات کے لئے جانوروں کی جان لینا درست نہیں، اس لئےہا تھی کے دانت، ہرن کے سینگ یا اس کی کھال کے لئے بے زبان جانوروں کا قتل کرنا حرام ہے ۔ امام طاؤس ؒ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہاتھی کی ہڈیوں اور دانتوں سے استفادے کو مکروہ کہتے ہیں۔

- ہاتھی اور ہرن وغیرہ کے شکار پر حکومت کی پابندی ہے، لہذا دانت، سینگ وغیرہ کے لئے ان کا قتل کرنا ناجائز ہوگا (مقالہ: مولانا محمد ادریس فلاحی)۔

- دفع ایذاء کے لئے جانور اور حشرات الارض کا مارنا جائز ہے، ہاتھی کو محض اس کے دانت حاصل کرنے کے لئے مارنے کی اجازت نہیں ہوگی (مفتی اشرف عباس قاسمی)۔

- ڈاکٹر مبین سلیم ازہری کی رائے ہے کہ ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے جانور کو مارنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ تو ان پر تعدی وزیادتی ہے اور ان کی ایذا رسانی منع ہے اور بغیر حق کے مارنا حرام ہے۔

۱۳۔ انسان کے لئے نقصان دہ جانور کو مارنے کا حکم:

سوال : اسی طرح جو جانورا نسان کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، ان کو مارنے کا کیا حکم ہوگا اور کن حالا ت میں ان کو مارنے کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ وہ جہاں انسان کے لئے مضرت کا

باعث ہیں، وہیں ماحولیات کو انسان موافق بنانے میں بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہیں۔

اگر کوئی جانور انسان کو نقصان پہنچانے والا ہویا اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کو مارنا یا قتل کرنا جائز ہے، خواہ وہ ماحولیات کو انسان موافق بنانے میں اہم رول ادا کرتا ہو، یہ رائے تقریباً تمام مقالہ نگاروں کی ہے۔

دلائل:

- عن أبی ہریرۃؓ قال:أمر رسول اللہﷺ بقتل الأسودین فی الصلاۃ:الحیۃ والعقرب (ترمذی: ٣٩٠، ابوداؤد : ٩٢١) (مقالہ: مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی محمد حسین ماہمکر، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت:أمر النبیﷺ بقتل الأبتر وقال:إنہ یصیب البصر ویذہب الحبل (بخاری: ٣٣٠٩، مسلم مع شرح النووی ١٤،٢٢٩) (مقالہ: مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- عن عبد اللہ بن عمرؓ قال:إن رسول اللہﷺ قال:خمس من الدواب، من قتلہن وہو محرم فلا جناح علیہ: العقرب، والفأرۃ، والکلب العقور، والغراب، والحدأۃ (بخاری: ٣٣١٥) (مقالہ: مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صادق محی الدین)۔

- خمس من الدواب کلہن فاسق، یقتلن فی الحرم: الغراب والحدأۃ والعقرب والفأرۃ والکلب العقور (بخاری: ١٨٢٩) (مفتی امانت علی قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

- خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم: الحیۃ، والغراب الأبقع، والفأرۃ،و الکلب العقور، والحدیا (بخاری: ١٨٢٩) (مولانا شاہجہاں ندوی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- قتل النملۃ تکلموا فیہا والمختار أنہ إذا ابتدأت بالأذی لا بأس بقتلہا وإن لم تبتدئ یکرہ وإلقاءہا فی الماء یکرہ مطلقاً لأنہ تعذیب لا مبرر لہ وقتل القملۃ لا تکرہ وإحراقہا وإحراق العقرب بالنار یکرہ والہرۃ إذا کانت مؤذیۃ لا تضرب ولا تعرک بل تذبح بسکین حاد (البحر الرائق ٨،٣٧٥، فتاوی ہندیہ ٥،٣٦١) (مقالہ: مفتی امانت علی قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی)۔

- وإن صال فلا شیئ بقتلہ خلافاً لزفر اعتباراً بالجمل الصائل (مجمع الانہر ١،٣٠٠)

(مقالہ: مفتی امانت علی قاسمی)۔

- بہتر ہے کہ نہ مارا جائے، لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہوجائے تو جان سے مارنا درست ہے، مگر ترسا ترسا کو مارنا برا ہے، وجاز قتل ما یضر منہا، ککلب عقور وہرۃ تضر، ویذبحہا، أی الہرۃ ذبحاً، ولا یضربہا، لأنہ لا یفید، ولا یحرقہا، قولہ: (وہرۃ تضر) کما إذا کانت تأکل الحمام والدجاج (شامی، فتاوی محمودیہ ۲۸۲،۱۸) (مقالہ: مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- جانور اور حشرات الارض اگرا بتداء بالاذی کریں تو ان کے قتل میں کوئی حرج نہیں، ورنہ خلاف اولی ہے، سانپ اور بچھو چونکہ خلقتاً موذی ہی ہوتےہیں اس لئے ان کو مارنا جائز ہے، بلکہ باعث ثواب ہے، کاٹنے والے کتے اور موذی بلی کا بھی یہی حکم ہے، موذی جانوروں اور حشرات الارض کو مارنے کےلئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جلد جان نکل جائے، آگ میں جلانا جائز نہیں (احسن الفتاوی ۱۸۵،۸) (مقالہ: مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- عن سعد بن أبی وقاص أن رسول اللہ ﷺ أمر بقتل الوزغ وسماہ فویسقاً (مسلم) (مقالہ: مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد اسرائیل قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

- عن سالم عن أبیہ عن النبی ﷺ قال: اقتلوا الحیات وذا الطفیتین والأبتر فإنہما یستسقطان الحبل ویلتمسان البصر (مسلم ۲۳۴،۲) (مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- عن ابن مسعودؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: اقتلوا الحیات کلہا إلا الجان الأبیض الذی کأنہ قضیب فضۃ (ابوداؤد: ۵۲۶۱) (مقالہ: مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی)۔

- وجاز قتل ما یضر من البہائم کالکلب العقور والہرۃ إذا کانت تأکل الحمام والدجاج لإزالۃ الضرر (تبیین الحقائق ۲۲۷،۶) (مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی)۔

- قتل الزنبور والحشرات، ہل یباح فی الشرع ابتداء من غیر إیذاء، وہل یثاب علی قتلہم، قال: لا یثاب علی ذلک، وإن لم یوجد منہ الإیذاء، فالأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منہ (فتاوی ہندیہ ۳۶۱،۵) (مقالہ: محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اختر عادل قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد اسرائیل قاسمی)۔

- وقتل المؤذی منہا ومن الدواب جائز (رد المحتار ۵۷۵،۹) (مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی)۔

- ومن حیث العموم یستحب قتل کل ما فیہ أذی من الحشرات کالعقرب ، والبرغوث، والزنبور والبق (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۱۵،۱۸) (مقالہ: مفتی اشرف عباس قاسمی)۔

- قریۃ فیہا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منہا ضرر یؤمر أہل الکلاب أن یقتلوا الکلاب فأبوا

رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمہم ذلک کذا فی محیط السرخسی (فتاوی ہندیہ ۵،۳۶۰) (مقالہ: مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا محمد سعد نور قاسمی)۔

کتب فتاوی میں موذی جانوروں کے قتل کا حکم:

* مولانا محمد سعد نور قاسمی نے موذی جانوروں کے قتل سے متعلق اکابر کے فتاوی کو جمع کیا ہے جنہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

- حضرت تھانویؒ موذی کتے کے مارنے کے جواز پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: اس کا ہلاک کرنا جائز معلوم ہوتا ہے (امداد الفتاوی ۴، ۲۶۴)۔

- احسن الفتاوی میں جنگلی چھپکلی اور گھریلو چھپکلی سے متعلق فتوی ہے:

دونوں کامارنا باعث اجرو ثواب ہے، حدیث میں ''وزغ '' کا لفظ ہے جو دونوں کو شامل ہے۔

حضور اکرمﷺ نے اس کے مارنے پر اجرو ثواب کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ آتش نمرود میں پھونک مارکر اس کو تیز کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرر پہونچانے میں تعاون کررہی تھی (احسن الفتاوی۸، ۱۸۶)۔

- ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جانور اور حشرات الارض اگر ابتداء بالاذی کریں تو ان کے قتل میں کوئی حرج نہیں ورنہ خلاف اولی ہے۔

سانپ اور بچھو چونکہ خلقۃً موذی ہی ہوتے ہیں اس لئے ان کو مارنا جائز بلکہ باعث ثواب ہے، کاٹنے والے کتے اورموذی بلی کا بھی یہی حکم ہے۔ موذی جانوروں اور حشرات الارض کو مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جلد جان نکل جائے آگ میں جلانا جائز نہیں (احسن الفتاوی ۸/۱۸۵)۔

- نیز احسن الفتاوی میں ہی موذی جانوروں کو مارنے سے متعلق تحریر ہے:

سوال: حرام جانور جیسے چیل وغیرہ کو بندوق سے شوقیہ مارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: چیل اور کوّے جیسے موذی جانوروں کو مارنا ثواب ہے اور اگر بنیت جہاد نشانہ کی مشق کی غرض سے مارا جائے تو اور بھی زیادہ ثواب ہے مگر مارنے کے بعد تڑپتے چھوڑنا جائز نہیں۔ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جلدی جان نکل جائے(احسن الفتاوی۷، ۴۰۸۔ ۴۰۹)۔

- فتاوی محمودیہ میں ہے:

سوال: عوام میں مشہور ہے کہ گرگٹ جانور کے مارنے کا بہت ثواب ہے؟

جواب: گرگٹ کے مارنے پر ثواب کثیرہ کاملناصراحۃً حدیث میں موجود ہے۔ فقط

کذافی المشکوۃ: ۳۶۱، (فتاوی محمودیہ ۱۸؍۲۷۸)۔

- آپ کے مسائل اوران کا حل میں لکھتے ہیں :

جواب: موذی چیزوں کا ماردینا ضروری ہے مثلاً سانپ، بچھو، بھڑ وغیرہ، اوراس کے علاوہ دوسرے حشرات الأرض کو بلاضرورت مارنا جائز نہیں (آپ کے مسائل او ر ان کا حل ۵؍ ۴۹۹۔ ۵۰۰)۔

سوال: گھروں میں جو جانور جیسے مکڑی، لال بیگ، کھٹمل، مچھر، چھپکلی، اور دیمک وغیرہ مارسکتے ہیں؛ کیونکہ یہ گھروں کو خراب کرتے ہیں۔

جواب: موذی جانوروں اور حشرات کا مارنا جائز ہے (آپ کے مسائل اوران کا حل۵؍۵۰۰)۔

- کتاب الفتاوی میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب چیونٹیوں اورشہد کی مکھی وغیرہ کو مارنے اور جلانے سے متعلق دو سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

چیونٹی چونکہ باعث تکلیف بن جاتی ہے ، اس لئے اس کو مارنا جائز ہے، اس مقصد کے لئے وہ دوائیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں جوآج کل بنائی گئی ہیں؛ البتہ آگ میں جلانا جائز نہیں ، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس سزا کا حق صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور فقہاء نے پانی میں ڈالنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

سوال : ہمارے یہاں درخت پر شہد کی مکھیوننے چھتے لگا رکھے ہیں ، پرندے آکر ان پر چونچ مارتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جوآدمی نیچے سے گذررہا ہوتا ہے مکھیاں اس پر حملہ آور ہوجاتی ہیں۔ اب مکھیوں کو بھگانے کی دو صورتیں ہیں یا تو چھتہ کو آگ لگادی جائے، یا پانی کے زور دار فواروں سے ان کو نشانہ بنایا جائے، ہرد و صورت میں مکھیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کی موت واقع ہوگی۔ ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؛ جب کہ بعض علماء حضرات نے بتایاکہ شہد کی مکھیوں کو مارنا جائز نہیں ہے؟

جواب: جوصورت آپ نے ذکر کی ہے اس میں شہد کی مکھیاں انسان کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث ہیں اورایذا وضرر کے اسباب کو دور کرنا درست ہے،چاہے اس کی وجہ سے کسی حیوان کی جان چلی جائے، یہ درست ہے کہ بعض روایت میں رسول اللہ ﷺ نے شہد کی مکھی کے مارنے کو منع فرمایا ہے؛ لیکن یہ حکم عام حالات میں ہے، جب کہ وہ آدمی کے لئے ایذا کا باعث نہ ہو؛ کیونکہ اس سے انسان کو تقویت ملتی ہے، شہد جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے لیکن جب وہ انسان کے لئے نفع کے بجائے نقصان کا سبب ہوجائے تو اس کو مارنا جائز ہوگا، جیسا کہ دوسرے موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت ہوتی ہے؛ البتہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے جلانے سے منع فرمایا ہے، اورفرمایا کہ آگ سے جلانا اللہ تعالی کے شایان شان ہے۔

فإنہ لایعذب بالنار إلا رب النار (ابوداؤد شریف نمبر: ۲۶۷۵)۔

اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے آگ سے سزا دینا زیبا نہیں، اس لئے جلانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے جہاں تک ممکن ہو بغیر مارے ہوئے مکھیوں کو بھگادیا جائے، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتو فوارہ والی صورت اختیار کی جائے، یا کوئی اور متبادل صورت۔

مذکورہ بالا روایتوں، عبارتوں اوراکابر کے فتاوی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض موذی جانوروں کو مارنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب ہے، لیکن مارنے کے لئے ان کو جلانا جائز نہیں، بلکہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا کہ جس سے جان جلد ہی نکل جائے۔

* ہاں البتہ اگر بغیر جلائے مارنے کی کوئی شکل ممکن نہ ہو یا ہو لیکن بڑی مشقت کے ساتھ توپھر آخری درجہ میں اُن کو جلانے کی بھی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

سوال: جنگل کا ایک جانور بنام رسیہ وہ کھیت کو نقصان بہت پہونچاتی ہے اوران کی تدبیر سوائے زمین کو آگ دینے کے اور نہیں ہوسکتی تو اُن کو آگ دے کر ماردیا جاوے یا نہیں۔

الجواب: اگر وہ کسی اور طریق سے دفع نہ ہو تو پھر مجبوری میں آگ دینا جائز ہے، اور اگر کسی اور طریق سے ہلاک ہوجائے یا وہاں سے اور جگہ دفع ہوجاوے تب جلانا جائز نہیں (امداد الفتاوی ۲۶۵،۴)۔

- نیز کھٹملوں کو گرم پانی سے جلانے سے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:فی رد المحتار:وکیفیۃ القتال من کتاب الجہاد تحت قول الدرالمختار:'' وحرقہم مانصہ:لکن جواز التحریق والتغریق مقید۔ کما فی شرح السیر۔ بما إذا لم یتمکنوا من الظفر بہم بدون ذلک بلا مشقۃ عظیمۃ، فإن تمکنوا بدونہا فلایجوز''اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہوتو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا ان پر درست ہے، ورنہ ممنوع ہے (امداد الفتاوی ۲۶۳،۴)۔

- علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالی نے مکروہ لکھا ہے فرماتے ہیں: مکروہ ہے۔ مطالب المؤمنین میں ہے:'' إحراق القمل و العقرب وغیرھما بالنار مکروہ؛ لأن فی الحدیث:'' لایعذب بالنار إلا خالقہا''، ''وأکرہ إلقاء ہ فی الماء'' کھٹمل اوربچھو وغیرہ کو آگ میں جلانا مکروہ ہے؛ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آگ سے عذاب صرف خالق ہی کرے گا، اور پانی میں لٹکانا بھی مکروہ ہے'' (مجموعۃ الفتاوی: ۲/ ۲۶۹ کتاب الحظر والاباحۃ، سعید)۔

- فتاوی محمودیہ میں ہے: جب وہ دق کرتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مانتے تو گرم کھولتا ہوا پانی چارپائی پر ڈالنا درست ہے (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۲۸۰)، ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: بہت سے لوگ تتیا، شہد کی مکھی، چیونٹی وغیرہ کو آگ سے جلاکر ہلاک

کرتے ہیں، ان کا فعل کیسا ہے؟

جواب: اگر ان کی اذیت سے بغیر جلائے حفاظت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً جلانا بھی درست ہے مگر عموماً بغیر جلائے حفاظت کچھ دشوار نہیں، ایسی حالت میں جلانا سخت گناہ ہے۔

البتہ وہ حشرات الأرض اور جانور جو کسی وقت اذیت پہونچاتے ہیں، ہر وقت ان سے اذیت کا صدور نہیں ہوتا تو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اذیت پہونچائیں تو ان کو مارنا جائز ہے ورنہ درست نہیں۔ جیسے چیونٹیوں کے بارے میں فقہاء نے صراحت کی ہے - المختار أن النملۃ إذا ابتدأت بالأذی لابأس بقتلہا وإلایکرہ (بزازیہ ۶/ ۳۳۷)۔

وفی الہندیۃ : قتل الزنبور والحشرات ہل یباح فی الشرع ابتداءً من غیر إیذاء ہل یثاب علی قتلہم : قال:لایثاب علی ذلک إن لم یوجد منہ الإیذاء فالأولی أن لایتعرض بقتل شئ منہ کذا فی جواہر الفتاوی (عالمگیری ۵/۳۶۱)۔

اور وہ مکڑی جو گھروں میں رہتی ہے اس کو بھی بلاضرورت مارنا نہیں چاہئے۔

- فتاوی محمود یہ میں بلی، کتے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

سوال: اگر کوئی بلی یا کتا کسی شخص کا حد سے زیادہ نقصان کردے تو اس بلی یا کتے کو مارنا جان سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ نہ مارا جائے لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہوجائے تو جان سے مارنا درست ہے مگرترسا ترساکے مارنا بُرا ہے (فتاوی محمودیہ ۱۸، ۲۸۲)۔

- نیز آپ کے مسائل اوران کا حل میں ہے:

موذی جانوروں کا ماردینا ضروری ہے اور اس کے علاوہ دوسرے حشرات الارض کو بلا ضرورت مارناجائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اورانکا حل ۵،۵۰۰)،واللہ اعلم بالصواب

جانوروں کو مارنے کے تعلق سے مسالک کی آراء:

* مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی نے جانورو نکو مارنے کے تعلق سے تمام مسالک کی آراء جمع کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

فقہائے کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نقصان نہ پہنچانے والے کیڑوں کو مارنا مکروہ ہے۔ فقہاء نے اس عموم سے ایسی چیونٹی کو مستثنیٰ مانا ہے جو کاٹ لے،ایسی حالت میں اسے مارنا مکروہ نہیں رہ جاتا۔اس مسئلے میں فقہائے احناف کے یہاں بڑی دقیقہ سنجی اور باریک بینی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حنفی مسلک میں مختار قول یہ ہے کہ چیونٹی کو اسی وقت مارا جائے گا جب کہ وہ تکلیف پہنچانا شروع کر چکی ہو، اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو اسے مارا نہیں جائے گا،صرف جسم سے دور ہٹا دیا جائے گا(البحر الرائق: ابن نجیم۸،۲۳۲، الفتاوی الہندیہ: شیخ نظام الدین بلخیؒ۵،۳۶۱، تحفۃ الملوک: محمد بن ابی بکر رازیؒ۱،۲۴۰)، اس مقام پر فقہائے مالکیہ نے بھی بڑی بالغ نظری کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے چیونٹی کو مارنے کے جواز کے لیے دو شرطیں رکھی ہیں:پہلی یہ کہ وہ ایذا رساں بن

گئی ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اس کی ایذا رسانی کو روکنے کی کوئی شکل سوائے قتل کرنے کے باقی نہ رہ گئی ہو۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چیونٹی کو ہٹا دینا، اس کی بامبی یا ٹھکانے سے دور ہوجانا ممکن ہو تو اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی پھر بھی چیونٹیوں کو مارتا ہے تو وہ شرعاً ناپسندیدہ کام کرتا ہے۔ اور اگر چیونٹی سے مطلقاً کوئی تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو اسے مارنا بھی مطلقاً حرام ہے(الفواکہ الدوانی: نفراویؒ۱۰۲٫۱، الثمر الدانی: آبی۷۱۸٫۱، الذخیرۃ: قرافی۲۸۷٫۱۳)، اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر فقہائے مالکیہ نے کہا ہے کہ نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کو مارنا بھی اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ تکلیف نہ پہنچانے لگیں۔اگر انہیں یونہی بلا کسی وجہ کے مارا جائے تو ناجائز ہے(حاشیۃ الدسوقیؒ۱۰۸٫۲، شرح مختصر خلیل: خرشی۱۸٫۳، منح الجلیل: محمد علیش۴۳۳٫۲)، فقہائے شوافع نے حشرات الارض کو تین خانوں میں رکھا ہے: پہلی قسم میں وہ کیڑے آتے ہیں جو اپنی فطرت وطبیعت کے اعتبار سے موذی ہوتے ہیں۔ ایسے کیڑوں کو مارنا مستحب ہے۔دوسرے خانے میں وہ کیڑے آتے ہیں جو نفع بخش بھی ہیں اور ضرر رساں بھی۔ ایسے کیڑوں کو مارنا نہ شرعاً پسندیدہ ہے اور نہ مکروہ ہے۔تیسرے کیڑے وہ ہیں جن کے بارے میں نہیں معلوم کہ وہ نفع بخش ہیں یا نقصان دہ ہیں۔انہیں مارنا مکروہ ہے۔ شوافع کے نزدیک کالی چیونٹی،شہد کی مکھی اور مینڈھک کو بھی بلا وجہ مارنا حرام ہے۔ چھوٹی لال چیونٹی کو مارنا ان کے نزدیک جائز ہے،بشرطیکہ جلا کر نہ مارا جائے،لیکن اگر مارنے کا کوئی اور دیگر وسیلہ موجود نہ ہو تو جلا کر بھی مارا جاسکتا ہے(المجموع شرح المہذب: نووی۳۰۶٫۷، بغیۃ المسترشدین: عبدالرحمن باعلوی، ۵۵۱، حاشیۃ البجیرمی علی شرح منہج الطلاب۳۰۶٫۴، نہایۃ المحتاج: رملیؒ۱۵۴٫۸)۔ فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ ہر ایسے کیڑے کو مارنا مستحب ہے جس کی سرشت میں ایذا رسانی کا مادہ پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کے یہاں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ چیونٹی کو بھی بلا شدید تکلیف پہنچے مارنا مکروہ ہے (الاقناع: موسی الحجاوی۳۶۳٫۱، المغنی: ابن قدامہ المقدسی۳۴۲٫۳، کشاف القناع: بہوتی ۴۳۹٫۲)۔

دیگر متفرق آراء:

* مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری کہتےہیں کہ کبھی کبھار کسی موذی جانور کو مارنے سے ماحول پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ اس جنس کے دوسرے جانور دوسری جگہوں پر موجود ہوتے ہیں جو ماحولیات کی حفاظت کرتے ہیں۔ مفتی روح اللہ قاسمی اور مفتی غلام رسول منظور قاسمی کے بقول جو مضرت رساں جانور انسان کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں وہ ضرورت سے زائد ہوتے ہیں۔

* مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ ماحولیات کا تحفظ اپنی جگہ اہم ہے، مگر دفع مضرت بھی ضروری ہے، اگر کسی جانور کے بارے میں متحقق ہوجائے کہ یہ موذی ہے تو اسے قتل کیا جائے گا، اسی طرح جن جانوروں کی طبیعت میں حملہ کرنا

ہے اور وہ آبادی میں آجائے تو قابل گردن زدنی ہے، اور جو جانور لوگوں کے مابین آبادی میں رہتے ہیں وہ اگر حملہ کرنے لگیں تو وہ بھی موذی کی فہرست میں ہوکر قتل کے مستحق ہوجائینگے۔

موذی جانوروں کی قسمیں اور احکام:

* موسوعہ فقہیہ کے حوالے سے مولانا غلام رسول منظور قاسمی اور مفتی محمد روح اللہ قاسمی نے جانوروں کی قسمیں کرتے ہوئے ان کے احکام اس طرح بیان کئے ہیں:

۱۔ وہ جانور جو محرم کے لئے حالت احرام میں قتل کرنا حرام ہے، جیسے محرم کا خشکی کے جانوروں کو قتل کرنا۔

۲۔وہ جانور جو حملہ آور ہوجائے اور انسانی زندگی کے لئے باعث خطرہ ہو تو اس کو مارنا واجب ہے۔

۳۔ وہ جانور جو فواسق کے قبیل سے ہیں مثلاً چیل، کوا، کتاو غیرہ، ان کو مار ڈالنا مستحب ہے۔

۴۔ جن جانوروں میں نہ نفع ہو نہ نقصان جیسے ہدہد اور کیکڑا وغیرہ، ان کو قتل کرنا مکروہ ہے۔

۵۔بعض کو مارنا صرف جائز ہے، جیسے مکھی، مچھر اور دوسرے حشرات الارض۔

* مولانا محمد زاہد سلیم پوری موذی جانوروں کی دوقسمیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن جانوروں کی فطرت میں حملہ آور ہونا ہے جیسے درندے اور خونخوار کتا، سانپ، بچھو وغیرہ، ان کو ہر حال میں قتل کردیا جائے، لیکن اگر ان کی طبیعت میں فوراً حملہ آور ہونا نہیں ہے تو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حملہ آور ہوں تو ان کو قتل کردیا جائے، ورنہ ان کے قتل سے اجتناب کرنا چاہئے (بدائع الصنائع، کتاب الحج) (نیز دیکھئے مقالہ: مفتی زکریا قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی ابراہیم فلاحی)۔

عدم قتل کا رجحان:

* جو جانور ایذا نہیں پہنچاتے ہیں ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: نہی عن قتل أربع من الدواب: النملۃ والنحلۃ والہدہد والصرد (ابوداؤد: ۵۲۶۷) (مقالہ: مفتی امانت علی قاسمی)۔

* مفتی تنظیم عالم قاسمی کی رائے ہے کہ اگر کوئی جانور پہاڑوں، جنگلوں میں زندگی گزار رہا ہے اور آبادی کی طرف نہیں آیا تو ایسے جانور کو مارنا بہتر نہیں، اسی طرح ایسی چیونٹیاں جو نہیں کاٹتی ہیں یا ہمیں نقصان نہیں پہنچاتی ہیں ان کو مارنا مکروہ ہے؛ کیونکہ ان کا بھی ماحولیات کے تحفظ میں حصہ ہوتا ہے (المحیط البرہانی ۵،۳۸۱)۔ اسی طرح اہلی کتے یا بلیاں جو نقصان نہیں پہنچاتے ان کو بھی مارنا مکروہ اور ناپسندیدہ

ہے: لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی، ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الأہلی إذا لم یؤذ والأمر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح:أی إذا لم تضر (درمختار ۵۷۰،۲) (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

* مولانا صابر حسین ندوی نے لکھا ہے کہ اگر اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو ''فواسق خمسہ'' کے قتل کا حکم بھی انسانی جانوں پر آفت ہونے کی وجہ سے ہے، چونکہ اُس زمانہ میں روشنی کا بہتر انتظام نہیں تھا اور موذی جانور کے کاٹنے کا علاج بھی مشکل تھا، اس وجہ سے لوگوں کی موت ہوجاتی تھی، لیکن آج جدید ایجادات کی وجہ سے روشنی کرنا آسان ہے، اور جانوروں کے کاٹنے یا ڈسنے کے زہر کو دور کرکے انسانی جان کی حفاظت ممکن ہوچکی ہے، اور ساتھ ہی یہ جانور انسانوں کے مابین پیدا ہونے والی زہریلی گیسوں کوکم کرکے فضا کو بہتر بنانے میں معاون ہوتے ہیں، لہذا ایسے میں محسوس ہوتا ہے کہ ان موذی جانوروں کو بلا وجہ نہ مارا جائے۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں ہدایات:

سوال: جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں قرآن و حدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں کیا ہدایتیں دی گئی ہیں؟

اسلام نے جس طرح انسانوں کی عظمت کا خیال کیا ہے اسی طرح جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تعلیم دی ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کی کئی سورتوں کے نام جانوروں کے نام پر رکھا ہے، مثلاً سورہ بقرہ، سورہ انعام، سورہ نحل، سورہ نمل، سورہ عنکبوت، سورہ فیل، اور بہت سی آیات میں جانوروں کے نام لئے گئے ہیں اور ان کے فوائد شمار کرائے ہیں۔

- والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون (النحل: ۴-۷) (مقالہ: مفتی روح اللہ قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا صادق محی الدین، مولانا محمد اسرائیل قاسمی)۔

- وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تأکلون، وعلیہا وعلی الفلک تحملون (المومنون: ۲۱) (مقالہ: مولانا شاکر نثار قاسمی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا صادق محی الدین)۔

- إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (النحل: ۹۰) (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

- یا أیہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وأنتم حرم، ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاءہ مثل ما قتل من النعم (مقالہ: مولانا شاہین جمالی)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات:

* مولانا شوکت ثنا قاسمی اور مفتی روح اللہ قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی وغیرہ نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق ہدایات کو

احادیث اور فقہاء کی عبارتوں کی روشنی میں تفصیل سے ذکر کیا ہے جنھیں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

جانوروں کے ساتھ بہتر سلوک:

(الف) رسو ل اللہ ﷺ نے بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے: عن سہل بن الحنظلیۃ قال:مرّ رسول اللہﷺ ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ فقال:اتقوا اللہ في ھذہ البھائم المعجمۃ، فارکبوھا صالحۃ، وکلوھا صالحۃ (سنن ابی داؤد: ۲۵۴۸،ابن خزیمۃ: ۲۵۴۵) (مقالہ: مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی وغیرہ)۔

(ب) آپﷺنے موذی اور تکلیف دہ جانور، مثلاً:سانپ ، بچھو وغیرہ کو مارنے کاحکم ضرور دیا ہے،لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کاطریقہ اختیارکرنے کا حکم دیاہے،آپ کا ارشاد ہے:إن اللہ کتب الإحسان علی کل شیء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ولیحدّ أحدکم شفرتہ، فلیرح ذبیحتہ (مسلم: ۱۹۵۵، ترمذی: ۱۴۰۹، ابوداؤد: ۲۸۱۵)۔

(ج) رسو ل اللہﷺ نے ایک جانور کےسامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنے،یا جانور کے سامنے چھری تیز کرنےکو بھی ناپسند فرمایا ہے:أمر رسول اللہ ﷺ بحد الشفار، وأن تواری عن البھائم (سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۲)۔

عن عبد اللہ بن عباسؓ أن رجلا أضجع شاۃ یرید أن یذبحھا وھو یحدّ شفرتہ، فقال النبي ﷺ: أتریدأن تمیتھا موتات ھلا حددت شفرتك قبل أن تضجعھا (مستدرک حاکم: ۷۵۶۳) (مولانا اکرام الحق ربانی)۔

(د) جانوروں پر سفر کرنے والوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: إذا سافرتم في الخصب، فأعطوا الإبل حظھا من الأرض، وإذا سافرتم في السنۃ، فبادروا بھا نقیھا (مسلم: ۱۹۲۶)۔

جانوروں کو غیر ضروری تکلیف دینے کی ممانعت:

(الف) رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو غیر ضروری تکلیف دینے سے منع فرمایاہے،چناں چہ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کے جلانے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا: ورأی قریۃ نمل قد حرقناھا، فقال:من حرق ھذہ؟ قلنا:نحن، قال:إنہ لا ینبغي أن یعذب بالنار إلا رب النار (ابو داؤد: ۵۲۶۸)۔

(ب) جانور کے چہرہ پر داغنے اور مارنے سے منع فرمایا: عن جابر قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن الضرب في الوجہ، وعن الوسم في الوجہ(مسلم : ۲۱۱۶)۔

عن جابر أن النبي ﷺ مر علیہ حمار قد وسم في وجھہ فقال:لعن اللہ الذي وسمہ

(مسلم : ٢١١٧)۔

(ج) رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایاہے: نهى رسول الله ﷺ عن التحريش بين البهائم (ابوداؤد: ٢٥٦٢،ترمذی : ١٧٠٩)(مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

(د) رسول اللہ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمیوں کو سوار ہونے اور جانور پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے: رأى علي ثلاثة على بغل فقال:لينزل أحدكم فإن رسول الله ﷺ لعن الثالث(المراسيل لابی داؤد: ٢٩٩،مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٣٨٠)۔

(ھ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی پشت کو منبر بنانےسے منع فرمایا: إياكم أن تتخذوا ظهور دوابكم منابر (ابوداؤد : ٢٥٦٧،شعب الایمان: ١٠٥٧٢)۔

(و) رسول اللہ ﷺ نےجانور کو بھوکا رکھنے اور زیادہ کام لینے سے منع کیا ہے: عن عبد الله بن جعفر قال: فدخل حائطا لرجل من الأنصار فإذا جمل، فلما رأى النبي ﷺ حنّ وذرفت عيناه، فأتاه النبي ﷺ فمسح ذِفْراه فسكت، فقال:من رب هذا الجمل؟ لمن هذا الجمل؟ فجاء فتى من الأنصار فقال:لي يارسول الله، فقال:أفلا تتقي الله في هذه البهيمة التي ملكك الله إياها؟ فإنه شكا إليّ أنك تجيعه وتدئبه (ابوداؤد: ٢٥٤٩، مسند احمد: ١٧٤٥) (مولانا اکرام الحق ربانی)۔

جانور کے ساتھ حسن سلوک باعث اجر وثواب:

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک بخشش اور اجر وثواب کاباعث ہے، عن أبي هريرةؓ عن رسول الله ﷺ، قال:غفر لامرأة مومِسة، مرت بكلب على رأس ركيّ يلهث، قال:كاد يقتله العطش، فنزعت خفها، فأوثقته بخمارها، فنزعت له من الماء، فغفر لها بذلك (بخاری: ٣٣٢١، مسلم: ٢٢٤٥)۔

عن سراقة بن جعشم قال:سألت رسول الله ﷺ عن ضالة الإبل تغشى حياضي، قد لُطتُها لإبلي، فهل لي من أجر إن سقيتها؟ قال:نعم، في كل ذات كبد حرى أجر (سنن ابن ماجہ: ٣٦٨٦، مسند احمد: ١٧٥٨١) ۔

جانوروں کے ساتھ بد سلوکی:

نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کوعذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا او رانتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا ۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما:أن رسول الله ﷺ قال:عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا، فدخلت فيها النار قال:فقال:والله أعلم، لا أنت أطعمتها ولا سقيتها حين حبستيها، ولا أنت أرسلتها، فأكلت من خشاش الأرض(بخاری: ٢٣٦٥،مسلم، باب تحریم قتل الھرۃ)۔

عن سعيد بن جبير قال: كنت عند ابن عمر، فمرّ بفتية، أو بنفر، نصبوا دجاجة يرمونها،

فلما رأوا ابن عمر تفرقوا عنها، وقال ابن عمر:من فعل هذا؟إن النبي ﷺ لعن من فعل هذا (بخاری : ۵۵۱۵، مسلم: ۱۹۵۸)۔

جانور کے منشائے تخلیق کے خلاف کام لینا:

رسول اللہ ﷺ نے جانور سے ایساکام لینے سے منع فرمایا جو اس کی فطری قوت اور صلاحیت کے خلاف ہو:بینا رجل یسوق بقرة إذ ركبها فضربها، فقالت:إنا لم نخلق لهذا، إنما خلقنا للحرث (بخاری: ۳۴۷۱)۔

جانوروں کو لعن طعن نہ کریں:

- لا تسبوا الدیک فإنہ یوقظ للصلاة (ابوداؤد) (مقالہ: مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا محمد اخلاق قاسمی)۔

- عن عمران بن حصین أن النبیﷺ کان فی سفر فسمع لعنة فقال:ما ہذہ؟ قالوا:ہذہ فلانة لعنت راحلتہا، فقال النبی ﷺ:ضعوا عنہا فإنہا ملعونة فوضعوا عنہا، قال عمران:کأنی أنظر إلیہا ناقة ورقاء (ابوداؤد: ۳۴۶) (مقالہ: مولانا شاہین جمالی)۔

خیر وبرکت کا ذریعہ:

- الخیل فی نواصیہا الخیر إلی یوم القیامة (مسلم) (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔
- الإبل عزّ لأہلہا والغنم برکة (ابن ماجہ)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق فقہاء کی ہدایات:

(۱) چارہ کا انتظام :

تمام فقہاء کے نزدیک جانوروں کا نفقہ مالک جانور پر واجب ہے۔ علامہ عینی اور ابن الملقن سراج الدین شافعی رحمہما اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الرابع:یفہم منہ وجوب نفقة البہائم المملوکة علی مالکہا بالإجماع (عمدة القاری۳،۴۳، التوضیح لشرح الجامع الصحیح۴،۲۴۹)، البتہ احناف کے نزدیک یہ ایسا حق نہیں جس کے لیے حکومت مداخلت کرے۔ أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری لکھتے ہیں:

ومن ملك بهيمة لزمه علفها وسقيها فإن امتنع من ذلك لم يجبر عليه؛ لأنها ليست من أهل الاستحقاق ولا يجبر على بيعها إلا أنه يؤمر به ديانة فيما بينه وبين الله تعالى على طريق الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر إما بالإنفاق وإما بالبيع؛ لأن في ترك الإنفاق تعذيبا لها وقد نهى النبي - عليه الصلاة والسلام - عن تعذيب الحيوان (الجوہرة النیرة۲، ۹۵)۔

سیدنا امام شافعی،سیدنا امام احمد رحمہما اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک اگر مالک جانور کے لیے مناسب چارہ پانی کا نظم نہ کرے تو حکومت اسے مجبور کرے گی،اور اگر وہ انکار کردے تو جبراً یا تو جانور فروخت کردیاجائے گا،یا کھانا حلال ہوتو ذبح کردیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ومن ملك بهيمة، لزمه القيام بها، والإنفاق عليها ما تحتاج إليه، من علفها، أو إقامة من يرعاها؛ لما روى ابن عمر، أن النبي -ﷺ- قال:عذبت امرأة في هرة الخ، فإن امتنع من الإنفاق عليها، أجبر على ذلك فإن أبى أو عجز، أجبر على بيعها، أو ذبحها إن كانت مما يذبح (المغنی لابن قدامۃ ۸، ۲۵۸) (مولانا اکرام الحق ربانی)۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات تحریر فرمائی ہے:

فإن لم يعلفها - فان كانت مما يؤكل - كان له أن يذبحها وله أن يبيعها، وإن كانت مما لا يؤكل كان له بيعها - فان امتنع من ذلك أجبره السلطان على علفها أو بيعها أو ذبحها إن كانت مما يؤكل(المجموع شرح المهذب ۱۸، ۲۰۔ ۳۱۹)۔

علاج ومعالجہ:

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ نے جانوروں کے مالک پرجانوروں کے علاج ومعالجہ کوبھی ضروری قرار دیا ہے،دوا علاج میں لاپرواہی کی صورت میں حکومت کو مداخلت کی بھی اجازت دی ہے۔

ولولی الأمر أن يخصص مراحا يعلفها فيه ويدوای مرضاها على نفقة صاحبها، وله أن يخصص من البياطرة من ينزعون الدواب من أيدي المقصرين في حقها وردها إليهم بعد شفائها عليهم أو أجبره على بيعها(المجمو ع شرح المہذب ۱۸،۳۲۰)۔

دودھ نکالنے میں احتیاط:

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگر جانور کےچھوٹے بچے ہوں توان کو اس جانور کے دودھ سے محروم کرنا جائز نہیں ہوگا،بلکہ ان بچونکے بقدر کفایت دودھ پینے کے بعدمابقیہ دودھ کو حاصل کیا جائے گا۔چناں چہ اما م نووی شافعی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

وإن كانت للبهيمة ولد لم يجلب من لبنها إلا ما فضل من ولدها، لأن لبنها غذاء للولد فلا يجوز منعه منه كما قلنا في الجارية (المجموع شرح المهذب ۱۸، ۲۰۔ ۳۱۹، نیز دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ ۸، ۲۵۸)۔

احناف کے نزدیک بھی مذکورہ بالا صورت میں یہی حکم ہے، لیکن یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ چناں چہ ابو بكر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ويستحب أن لا يأخذ من لبنها إلا ما فضل عن ولدها ما دام لا يأكل غيره (الجوہرۃ النیرۃ ۲، ۹۵)۔

مزید لکھتے ہیں کہ چارہ کی قلت کی صورت میں جانور کے مکمل دودھ کا نکال لینا اور اسی طرح چارہ کی فراوانی کی صورت میں جانور کے تھن سے دودھ نہ نکالنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے،اور دودھ نکالنے والے کے لیے بہتر ہے کہ ناخن کاٹ لیا کرے؛ تاکہ دودھ نکالتے وقت جانور کو تکلیف نہ ہو۔

ويكره الاستقصاء في حلب البهيمة إذا كان ذلك يضر بها لقلة العلف ويكره ترك الحلب أيضا؛ لأنه يضر بالبهيمة ويستحب أن يقص الحالب أظفاره لئلا يؤذيها(الجوہرۃ النیرۃ۲، ۹۵)۔

(۲) بوجھ لادنے اور کام لینے میں اعتدال:

جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیاد ہ بوجھ لادنا جائز نہینہے ؛کیوں کہ رسول اللہﷺنے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور اس بارے میں تقریبا تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ولا يجوز أن يحمل البهيمة ما لا تطيق؛ لأنها في معنى العبد، وقد منع النبي - ﷺ - تكليف العبد ما لا يطيق، ولأن فيه تعذيبا للحيوان الذي له حرمة في نفسه، وإضرارا به، وذلك غير جائز (المغنى لابن قدامة ۸، ۲۵۸)۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ جانور پرقدرت سے زیادہ بوجھ رکھنا جائز نہیں۔ ولايجوز له أن يحمل عليها ما لا تطيق (المجموع شرح المهذب: ۱۸، ۲۰۔ ۳۱۹)۔

علامہ ابوبکر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ جانورپر زیادہ بوجھ ڈالنا اور اس پر مسلسل سواری کرناجو اس کے لیے تکلیف کا باعث ہو مکروہ ہے۔ ویکرہ تکلیف الدابة ما لا تطیقه من تثقیل الحمل وإدامة السیر وغیرہ (الجوہرة النیرة۲، ۹۵)۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكل من آذى بهيمة وحملها ما لا تطيق طولب به يوم القيامة، قال أبو الدرداء لبعير له عند الموت:يا أيها البعير لا تخاصمني إلى ربك فإني لم أكن أحملك فوق طاقتك (احیاء علوم الدین۱، ۲۶۴)۔

تقریباً اسی طرح کی تفصیلات مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی زکریا قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا ذکی الرحمن غازی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی ابراہیم فلاحی، مولانا محمد ادریس فلاحی، مولانا صادق محی الدین وغیرہ نے اپنے مقالوں میں ذکر کی ہیں۔

* جانوروں کو آپس میں نہ لڑائیں، علامہ ابن باز فرماتےہیں: مصارعة الثيران من المحرمات المنكرة لما فى الملاكمة من الأضرار الكثيرة والخطر العظيم، ولما فى مصارعة الثيران من تعذيب للحيوان بغير حق (مجموع فتاوى ومقالات ۴، ۴۱۱) (مقالہ: مولانا اکرام الحق ربانی)۔

* مولانا شاہین جمالی صاحب نے دو آدمیوں کے درمیان مشترکہ جانور کے سلسلہ میں حکم بیان کرتے ہوئے دلیل کے طور پر یہ عبارت درج کی ہے:

دابة مشتركة بين اثنين امتنع أحدهما من الإنفاق، أجبره القاضى لئلا يتضرر شريكه (الجوہرة) وفيها ويؤمر إما بالبيع وإما بالإنفاق على بهائمه ديانة لا قضاء على ظاهر المذهب للنهى عن تعذيب الحيوان وإضاعة المال، وعن الثانى يجبر، ورجحه فى الطحاوى والكمال، وبه

قال الأئمۃ الثلاثۃ ولا یجبر فی غیر الحیوان (رد المحتار ۲؍۱۷۶)۔

* مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں درجہ ذیل ہدایات ذکر کی ہیں:

۱۔ ان کے کھانے پینے اور راحت رسانی کا بہتر انتظام کیا جائے، وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین (بقرہ: ۱۹۵)، اس عمومی احسان میں جانور کے ساتھ حسن سلوک بھی شامل ہے، فی کل کبد رطبۃ أجر (بخاری: ۲۴۶۶)۔

۲۔ اسے باندھ کر بھوکے رکھ کر نہ مارا جائے، نہی النبیﷺ أن تصبر البہائم (بخاری: ۵۵۱۳)۔

۳۔ جانوروں کو باہم لڑایا نہ جائے (ابوداؤد: ۲۵۶۲)۔

۴۔ جانوروں کو نشانہ نہ بنایا جائے (مسلم: ۱۹۵۷)۔

۵۔ جانوروں کی صورت نہ بگاڑی جائے (نسائی: ۴۴۴۰)۔

۶۔ بچوں کو بھی جانوروں کو اذیت پہنچانے پر قدرت نہ دی جائے (مواہب الجلیل ۴؍۳۳۲)۔

۷۔ بے فائدہ جانور کو ذبح نہ کیا جائے (نسائی: ۴۴۴۶)۔

۸۔ اگر پنجرے میں رکھے تو اپنے بچوں کی طرح اس کا خیال رکھے (نظام الحکومۃ النبویہ ۲؍۱۵۱)۔

۹۔ پرندہ بازی نہ کی جائے (ابوداؤد: ۴۹۴۰)۔

۱۰۔ چیونٹی کو بھی بے وجہ نہ مارا جائے (ابوداؤد: ۵۲۶۷)۔

۱۱۔زندہ جانور میں سے کوئی حصہ نہ کاٹے کہ اس میں سخت اذیت ہے (ابوداؤد: ۲۸۵۸)۔

ان میں سے بعض کا ذکر مولانا محمد زاہد سلیم پوری نے بھی کیا ہے۔

* مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی صاحب نے اختصار کے ساتھ ہدایات اور ان کا حکم بھی ذکر کردیا ہے:

(۱) جانوروں کا ناحق شکار کرنا جائز نہیں ہے، (۲) جانوروں کو ایذا پہنچانا حرام ہے، (۳) جانور کے ساتھ حسن سلوک پر مغفرت ہوتی ہے، (۴) جانوروں کو بھوکا مارنے پر عذاب ہوگا، (۵) جانوروں کو پیٹ بھر چارہ نہ دینے پر تنبیہ، (۶) جانوروں پر لعنت کرنا حرام ہے، (۷) جانوروں کو لڑانے کا کھیل بھی حرام ہے، (۸) جانوروں سے پیار اور سہولت کا معاملہ کرنا ضروری ہے، (۹) جانوروں کی تادیب میں تعذیب ناجائز ہے، (۱۰) برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا جائز نہیں، (۱۱) جانوروں کی پوری خوراک دینا واجب ہے، (۱۲) جانوروں کے بچوں پر شفقت لازم ہے۔

* مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اس کا اضافہ کیا ہےکہ : (۱) جس سوراخ میں کوئی جاندار رہتا ہو اس میں پیشاب کرنا ممنوع ہے، (۲) تانت کی لگام اور گردن میں

پھندا ڈالنے سے منع کیا گیا ہے کہ اس کی گردن مجروح ہوجائے۔

* مندرجہ ذیل حضرات کے مقالات تلخیص کے آخری مراحل میں موصول ہوئے جس کی وجہ سے خلاصہ مقالات میں شامل نہیں کئے جاسکے:

مفتی محمد الیاس قاسمی، قاضی وصی احمد قاسمی، مفتی عبد المنان، مفتی عمر بن یوسف کوکنی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، مفتی عابد الرحمن مظاہری، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا محمد فاروق قاسمی، قاضی عبد الجبار طیب ندوی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی، مفتی محمد سلمان منصورپوری، ڈاکٹر خالد السعد، ڈاکٹر حبیب ناملیتی، مفتی محمد ابوبکر قاسمی۔

* * *

عرض مسئلہ:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام
(سوال نمبر : ۱ تا ۷)

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی•

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی أما بعد۔
صدر محترم وعباقر علماء!
حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام کے سوال نمبر ۱تا۷ کے عرض کی ذمہ داری احقر کے سپرد کی گئی ہے ،قبل اس کے کہ میں اس سلسلہ کی تفصیلات پیش کروں موصول ہونے والے ۴۵ مقالات کے مرتبین کے اسماء گرامی ذکر کر رہا ہوں:
مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مفتی محمد حسین قمر الدین فلاحی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد ظفر عالم ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، ڈاکٹر مولانا محی الدین غازی فلاحی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر اسعد سحمرانی بیروت، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد ادریس بن اسماعیل فلاحی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مفتی زکریا قاسمی، مفتی زاہد گڑھی سلیم پوری، مولانا ابراہیم بن سلیمان قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی، مفتی محمد آزاد قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد روح اللہ قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا محمد اخلاق قاسمی، مفتی غلام رسول منظور قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی ، مولانا محمد خورشید مدنی اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، راقم سطور احقر ظفر الاسلام صدیقی۔
سوال نمبر: ۱- آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کی جارہی ہیں، جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں؛ تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایاجاسکے، جو ظاہر ہے کہ چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے، تو

• سابق شیخ الحدیث دارالعلوم مئو۔

کیا یہ عمل جائز ہے؟

اس میں چار نقاط نظر ہیں :جواز، عدم جواز، غیر مستحسن مگر جائز، اگر کیمیاوی شکل سے وہ غذا بنائی جائے اور سابقہ نام اور سابقہ صفت بدل جائے تو یہ عمل درست ہوگا۔

عدم جواز کے قائلین-مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، دکتور اسعد سحمرانی ، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، قاضی محمد حسن مدھوبنی۔

دکتور سحمرانی نے ''ووضع المیزان''(سورہ ٔ رحمن: ۷)،''وکان امر اللہ قدراً مقدوراً'' (سورۂ احزاب: ۳۸) پیش فرما کر خلاف فطرت غذا قوانین قسط و عدالت کے خلاف بتلائی ہے، قاضی محمد حسن نے یہ عبارتیں :''من استعجل الشئ قبل أوانہ عوقب الخ'' (الاشباہ۴۸۹)، نیز''لا یجوز تغیر شئ من خلق خلقہا اللہ علیہ بزیادۃ أو نقصانۃ''(القرطبی) اپنے مدعا پر پیش فرمائی ہے۔

مفتی ولی اللہ مجید قاسمی اور مولانا ذکر الرحمن غازی مدنی نے آیات و احادیث و نصوص فقہاء کے علاوہ روز نامہ ''انقلاب '' ۱۱؍ جولائی میں چھپی لاء کمیشن کی ایک رپورٹ پیش کی ہے، اور اس کی خطرناکی کو واضح کیا ہے، مدنی صاحب نے ''کل مولود یولد علی الفطرۃ''(بخاری، حدیث نمبر: ۱۳۵۸) کی روایت بھی پیش کی ہے، مفتی اشرف عباس قاسمی لکھتے ہیں: ''صرف یہی مسئلہ تھوڑے ہی ہے کہ وہ غذا خلاف فطرت ہے، خلاف فطرت ہونے کے ساتھ عام طور سے ناپاک ہوتی ہے، اگر خوراک کا بیشتر حصہ ناپاک ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہوگا ''، احقر کہتا ہے کہ موصوف کے یہاں بیشتر حصہ ناپاکی کی صورت میں بدن کی نجاست کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے؛ کیونکہ اکیڈمی کے چوبیسویں فقہی سمینار کی منظور شدہ تجویز ''اس وقت تک کھانا حلال ہوگا جب تک اس کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے '' اور اس طرح موصوف کی تحریر اور اکیڈمی کے فیصلہ میں موافقت ہوجاتی ہے۔ مفتی زکریا صاحب رقم فرماتے ہیں: اگر کیمیاوی شکل سے وہ غذا بنائی جائے تو سابقہ نام اور سابقہ صفت بدل جائے تب درست ہوگی۔ مفتی محمد اسعد بن عبد الرزاق لکھتے ہیں: جانور کو ماحول اللحم کا گوشت کھلایاجائے یا غیر ماکول الحکم کا، مذبوحہ ہو یا غیر مذبوحہ، اس جانور کو چند روز محبوس کردیاجائے گا؛ تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس کے اثرات ختم ہوچکے ہیں تو درست ہے، مولانا نعیم اختر قاسمی کے نزدیک یہ اقدام اگرچہ غیر مستحسن ہیں مگر جائز ہیں، بشرطیکہ جانور کو غیر معمولی اذیت نہ ہو، ان کے علاوہ تمامی مقالہ نگار حضرات جواز کے قائل ہیں۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: خلاف فطرت کا قول محل نظر ہے۔ مفتی تنظیم عالم فرماتے ہیں : عادت بنا لینے کے بعد خلاف فطرت نہیں رہ جاتا، انسان کی عادت غلام بننے سے پہلے کسی اور غذا کی تھی اور غلام بننے کے بعد مالک اپنی گنجائش یا اپنے

منصوبے کے مطابق کوئی دوسری غذا فراہم کرے جس سے مزید طاقت ہوتی ہو تو کسی نے اسے ناجائز نہیں کہا ہے، آدمی کو اپنے ملک اور ماحول کی غذا پسند آتی ہے، تو جب دوسرے ملک میں جاتا ہے تو شروع شروع میں اسے انگیز کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔ مولانا محمد مبین سلیم ندوی کی رائے یہ ہے کہ حلال و حرام لحمی غذا کا اطلاق جانوروں کی غذا پر نہیں ہوگا، وہ اس کے مکلف نہیں (المجموع۴،۳۳۶)، البتہ ان کی غذافطرت کے خلاف نہ ہو اور ان کی صحت و ماحولیات کا توازن نہ بگڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں، بعدہ لکھتے ہیں کہ اس طرح کی غذائی مصنوعات سائنس کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان کے نفع و نقصان کے نتائج اس کے اہل اختصاص کی توصیات پرمنحصر ہیں، اس لئے خاص پروڈکٹ پر حکم لگانے سے پہلے ماہرین کے تجزیہ اور رپورٹ کے بعد حکم لگانا اصوب ہوگا، ان میں کچھ جائز اور ناجائز بھی ہوسکتے ہیں، مولانا عقیل الرحمن قاسمی لکھتے ہیں:''والأصل أن إیصال الألم إلی الحیوان لا یجوز شرعا إلا لمصالح تعود إلیہ''(البحر الرائق۸،۴۸۷)، پیش فرماکر جانور کے بآسانی کھالینے اور آسودہ ہوجانے کو دلیل بنایا ہے۔

پروفیسر سعود عالم کہتے ہیں کہ ''اگر لحمی غذا کے استعمال سے جانوروں کے گوشت اور دودھ میں تبدیلی نہ آتی ہو تو جائز ہوگا ''۔ نیز مولاناا ختر امام عادل صاحب رقم طراز ہیں: اگر خلاف فطرت ہونے کے باوجود ان کو جسمانی یا ذہنی اذیت نہیں پہنچتی ہے تو بظاہر اس پر کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ چارہ خور اور گوشت خور کی تقسیم کسی نص پر نہیں تخمین و استقراء پر مبنی ہے جو ظنی ہے، اگر کسی زمانے میں یا کسی جانور کے حق میں کسی وجہ سے یہ معیار تبدیل ہوجائے اور وہ جانور کے لئے باعث اذیت نہ ہو اور عام انسانوں کے لئے مفید ہو تو شرعی ضوابط کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں الخ،''إن أفضل الضحایا أغلاہا وأسمنہا''(المستدرک علی الصحیحین۴،۲۵۵)وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ مفتی روح اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ چارہ کے تعلق سے کوئی تعیین نہیں ہے، ''ولا بأس بأن یعلف الدابۃ الحنطۃ إذا کان لا یجد الشعیر'' (الہندیہ ،السیر، الباب الثالث) پیش فرمایا ہے، نیز''والجدی إذا کان یری بلبن الأتان والخنزیر إن اعتلف أیاما فلا بأس لأنہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالہ إذا حبست أیاما فعلفت لا بأس بہا'' (ہندیہ-الذبائح)، مفتی جمیل احمد نذیری لکھتے ہیں:''لحمی اجزاء اگر حلال ہوں تو کوئی حرج نہیں...اس کے خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے حرام ہوجائے احقر کو اس کی کوئی دلیل نہیں ملی ''۔ مفتی ظفر عالم ندوی صاحب کا خیال ہے کہ '' اگر حرام یا غیر مذبوح جانور کے گوشت کے اجزاء شامل کئے جائیں تو اگر ان اجزاء کو تکنیکی عمل سے گذار کر ماہیت کو تبدیل کردیاجائے تو ان پر اصولا پاکی کا حکم لگے گا ''۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی جواز کی علت بایں طور رقم فرماتے ہیں:''ولو سقی شاۃ خمرا لا یکرہ لحمہا ولبنہا لأن الخمر وإن کانت باقیۃ فی معدتہا فلم تختلط بلحمہا وإن

استحال الخمر لحما یجوز کما استحال خلا" (عالمگیری۵،۴۱۱)، اس سے اتنی بات تو معلوم ہورہی ہے کہ ایک چارہ خور جانور غیر فطری غذا کا تحمل کرسکتا ہے، البتہ اگر لحمی غذا سے طبیب حاذق کی رپورٹ میں سمیت پیدا ہوجس کو کھانے سے انسانی صحت متاثر ہوتی ہو اور اس کا یہ ضرر بہت جلد سامنے آتا ہو تو ایسی صورت میں ایسی غذا کی فراہمی سے روکاجاسکتا ہے۔

مولانا ضیاء الدین قاسمی لکھتے ہیں:''پیداوار وافر مقدار میں پیدا کرنے کے لئے دوائیاں، کھاد وغیرہ ڈالتے ہیں، جبکہ کھاد وغیرہ کا استعمال بھی خلاف فطرت ہے، کسی حد تک ''، مولانا خور شید انور اعظمی نے ''وہ غذا نجس و مضر نہ ہو پورے طور پر انسانی منفعت ومصلحت کے ہم آہنگ ہو ''(مجمع الانہر۲،۵۵۵) سے استدلال کیا ہے، جسے اکثر مقالہ نگاروں نے بھی پیش کیا ہے، اور وہ روایت ''إخصاء بہائم''والی ہے۔

مفتی امانت علی قاسمی تحریر فرماتے ہیں : چاہے وہ غذا حلال اورمذبوحہ جانور کے اجزاء پر مشتمل ہو یا حرام و مردار کے، اس لئے کہ گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے ، جبکہ یہاں اس قسم کی غذا کھلانے سے گوشت میں بدبو نہیں ہوتی، علامہ حصکفی لکھتے ہیں:''ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر''(الدر مع الرد۹،۴۱۹)، مولانا محمد زاہد گڑھی سلیم پوری تحریر فرماتے ہیں:کوئی مضائقہ نہیں؛ کیونکہ وہ مخلوط طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، جن میں دیگر اجزاء کا غلبہ ہوتا ہے، بلکہ جب غذا ایسی ہو جس سے جانور کی منفعت دوبالا ہوجاتی ہو اور اس کے استعمال کرنے میں جانور کے حسن اور فربہی میں اضافہ ہوتا ہو تو وہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، اور رہا یہ اشکال کہ لحمی غذا چارہ خور کی فطرت کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جلالہ کانجاست کھانا بھی خلاف فطرت ہے، لیکن اس کی مخالفت خلاف فطرت عمل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نجاست اس کے گوشت کے متغیر ہونے کی وجہ سے ہے، چنانچہ اگر گوشت متغیر نہ ہو تو خلاف فطرت عمل کے باوجود اس کا کھاناجائز ہے، جلالہ کی مثال مقالہ نگاروں میں سے اوروں نے بھی دی ہے، کچھ لوگوں نے ''مالا یتم الواجب إلا بہ فہو واجب''(المستصفی للغزالی،۵۷، نیز المدخل الفقہی العام: مصطفی زرقاء، فقرہ: ۷۱۵، اور المجموع۹،۲۹)وغیرہ سے بھی استدلال کیا ہے۔

راقم کے خیال میں وہ خوراک حیوانی غذا بن سکے، نجس نہ ہو، تنمیہ کا باعث ہو، باآسانی ہضم کرسکے، منفعت انسانی کا ظن غالب ہو تو دی جاسکتی ہے، رہا نجس غذا کا تکنیکی عمل سے استدلال، استہلاک اور بو کا فقدان کر کے استعمال کرانا تو پھر ایسی غذا کے جواز میں کسے اشکال ہوسکتا ہے۔

سوال نمبر: ۲- جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ

اور گوشت کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

اس کے تعلق سے کئی آراء ہیں، جواز، عدم جواز، کراہت، مولانا اکرام الحق ربانی کے یہاں جانور کو اس کی طاقت سے زیادہ کھلانا مکروہ ہے، مولانا نعیم اختر جائز غیر مستحسن کہتے ہیں،جبکہ مولانا ضیاء الدین قاسمی کے نزدیک یہ بات بالفاظ دیگر ناپسندیدہ مباح ہونا ہے، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ نقصانات تو ظاہر ہیں، مگر کسی قحط زدہ علاقہ میں عارضی طور پر اشیاء خوردنی کا اضافہ کرنا مقصود ہو تو درست ہے، قاضی محمد حسن نے ایک روایت ''عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: ولا تصروا الإبل والغنم''(مشکوۃ۱؍۲۴۷) پیش فرما کر اسے عدم جواز کہا ہے، اور خداع ٹھہرایا ہے، آگے لکھتے ہیں: اس پر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:''والصحیح أنہ من التصریۃ وہو أن یشد الضرع قبل البیع أیاما لیظن المشتری أنہا لبون والنہی عن الخداع''(المرقات۶؍۷۸)۔

دکتور سحمرانی نے ''فی کل ذی کبد رطبۃ اجر''کی سرخی قائم کر تے ہوئے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا بالتفصیل ذکر فرماکر لکھا ہے:''ان الإنفاق علی الحیوان وإشباع حاجاتہ واجب''پوری عبارت پڑھنے سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی کی تحریر بھی عدم جواز ہی بتلاتی ہے:''اطباء سے معلوم ہوا کہ Oxytocin Enjectionلگاتار جانوروں کو لگانا باعث ہلاکت ہے، دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔

ان کے علاوہ سبھی مقالہ نگار حضرات جواز کے قائل ہیں، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی اولاً غذا پر دھیان دیاجائے لیکن وہ جواز کے قائل ہیں، مولانا عبد الشکور کی تحریر اس طرح ہے:''معلوم أن تسمین الحیوان وتکثیر لبنہ منفعۃ راجحۃ علی مفسدۃ إیلام الحیوان بالحقن مع ما یلاحظ من أن الالم اللاحق بالحیوان من أجل الحقن یکون یسیرا غیر عظیم کما لا یخفی وقد عرف فی الشریعۃ کثیر من أنواع الإیلام والإیذاء لما فیہا من عظیم المنفعۃ''، مولانا موصوف نے ایک تحریر قواعد الاحکام فی اصطلاحات الانام(۱۰؍۱۳۶) المعروف بالقواعد الکبری ، نیز مختصر الفوائد المعروف بالقواعد الصغری کے صفحہ ۱۱۳ سے بھی پیش فرمائی ہے۔

ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں:حامد رجب حامد کی ریسرچ کے مطابق سب سے زیادہ دودھ بڑھانے والے ہارمون میں(BST)ہے، عام حالات میں گائے اور اس کے دودھ یا دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے والے انسان کی صحت کے لئے نقصاندہ نہیں ہے، جس کی توثیق امریکہ کی غذائی اتھارٹی FDAکرچکا ہے اور دودھ کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں پر یہ لازم کردیا ہے کہ وہ دودھ کے پیکٹ پر لکھ دیں کہ یہ ہارمون والی گایوں کا ہے، نیز ہارمون والے انجیکشن دی گئی اور اس کے بغیر والی گایوں کے دوھ میں کوئی فرق نہیں ''۔

مولانا ابراہیم بن سلیمان اور مفتی شاکر نثار اور مولانا شاہین جمالی نے بھی لکھا

ہے کہ اس دودھ کے استعمال سے کوئی نقصان نہیں ہے، اول الذکر نے لکھا ہے کہ گوشت کے اضافے اور بہتری کی غرض سے ایک اندازے کے مطابق ۴۰%اینٹی بائٹک کھانے کی اشیاء میں ملاتے ہیں، ۵.۵ملین کلوگرام چوپایوں کی انڈسٹری میں،۱.۵مرغیوں کی انڈسٹری میں،۴.۱خنزیر کی انڈسٹری میں،اور۴.۵دوسرے پالتو جانوروں میں۔

مفتی تنظیم عالم لکھتے ہیں:''چونکہ یہ غیر محسوس طور پر نقصان پہنچاتے ہیں ، اس لئے یہ عیب ہے، اور یہ بتلائے بغیر بیچنا درست نہیں ''، راقم کا رجحان مجوزین کی جانب ہے بشرطیکہ نجس دوا داخل نہ کی جائے، منفعت انسانی کی غرض سے تھوڑا بہت نقصان جانور کو ہوگا ہی جیسا کہ بعض نے بچیوں کے کان چھیدنے اوربیت المال کے اونٹوں کو داغنے کا قول فرمایا ہے، اس لئے جانور کا استحصال نہ ہو تو جائز ہونا چاہئے۔

سوال نمبر:۳- حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایاجاتا ہے، خاص کر جرسی گائے کے بارے میں سمجھاجاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں؛ اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بہ مقابلہ دوسری گایوں کے کافی زیادہ ہوتی ہے، کیا ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہوگا؟ اور اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعا کیا اثر مرتب ہوگا؟

سب سے پہلے جرسی گائے کے تعلق سے جو ایک سوال کا جواب ہے، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری پیش کرتے ہیں:''یہ ایک خاص قدیم نسل ہے جس کی نسبت انگلستان میں جرسی نامی جزیرہ کی طرف ہے جو زیادہ دودھ دینے میں مشہور ہے، گائے اور خنزیر الگ الگ نوعیت کے ہیں...جرسی گائے ایک گائے ہے جسے انگلش میں ہائی برڈ کہتے ہیں، جرسی گائے کے سلسلے میں پروفیسر رضوان شعبہ ٹیکنالوجی اور پروفیسر خالد سیف اللہ شعبہ زولوجی سے تحقیق کی گئی ہے ''،ڈاکٹر محی الدین غازی ، مولانا عبد الشکور، مفتی محمد سعد بن عبد الرزاق ، مفتی روح اللہ کے مقالوں سے گائے اور خنزیر کے اختلاط سے اس کا پیدا ہونا صرف وہم اور شک ہے۔

پروفیسر سعود عالم قاسمی، قاضی محمد حسن ، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مولانا ڈاکٹر محی الدین غازی کے یہاں اختلاط جائز نہیں ، مگر بچہ ماں کے تابع ہوگا، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر گھوڑوں کی قلت یا ان کی نسل کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو تمام فقہاء اختلاط کے عدم جواز پر متفق ہیں، مولانا نعیم اختر نے اس عمل کو صرف گھوڑے اور گدھے میں خاص کیا ہے، فیقتصر علی مورد النص، اول الذکر نے ماں کے تابع جبکہ ثانی الذکر نے بچے کو حرام قرار دیا ہے، بچے کو مولانا محمد سعد نور نے بھی حرام کہا ہے، جبکہ یہ عمل بغرض نفع درست مانا ہے، قاموس الفقہ (۳۱۹،۳) سے استدلال کیا ہے، بالکل اس کے برعکس مفتی محمد زکریا کا قول ہے یعنی اختلاط غیر درست اور بچہ تابع ام، مولاناحافظ کلیم اللہ عمری مدنی کی رائے بھی یہی ہے، موصوف نے ابودائود

کی ایک روایت ''وأن لا تنزی الحمار علی الفرس''(۸۰۸)نمبر کی پیش فرمائی ہے، مولانا عبد الشکور کیرالہ لکھتے ہیں:''منع إنزاء الخیل علی البقرة لما فیہ من الضرر ''اوراسی پر قیاس کرتے ہوئے خنزیر اور گائے کے اختلاط کو بدرجہ اولی منع کیاجائے گا،ان دونوں سے پیدا شدہ نجس غیر مأکول ہوگا، اس لئے کہ شافعیہ کے نزدیک بچہ باپ کے تابع ہوگا اور نجاست میں ان دونوں سے جو اخس ہوگا اس کے تابع ہوگا،''کما قال الشربینی رحمہ اللہ مع عبارة المتن فلان ذکر الحیوانات النجسة'' (الاقناع۹۲،۱۰ دار الفکر)، ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی کہتے ہیں کہ احتراز اولی ہے، جبکہ مفتی اشرف عباس ، مفتی محمد ادریس، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کے یہاں ناپسندیدہ عمل ہے، مفتی محمد حسین کے نزدیک اگر ناقابل برداشت ضرر ہو تو درست نہیں، گائے خنزیر کے نہ مماثل ہے نہ مقارب، اس لئے اختلاط درست نہیں۔

قاضی محمد حسن تحریر فرماتے ہیں:''جبکہ حمار اورفرس میں اختلاط منع ہے، حالانکہ ان میں سے کوئی حرام نہیں تو پھر ماکول کا غیر ماکول سے کیسے اختلاط درست ہوسکتا ہے، راقم سطور کہتا ہے:''ولعل علماءنا حملوہ علی کراہة التنزیہ وجوزوہ''، کراہت تنزیہی خلاف اولی ہے، اگر جائز مقاصد ہوں، تو پھر کراہت بھی نہ ہوگی، جب ایک صحابی نے گھوڑے و گدھے سے جفتی کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ناواقف لوگ کرتے ہیں، اس کی وجہ خطابی نے گھوڑے کے منافع کے ختم ہوجانے اور ان کی تعداد کی کمی بتلائی ہے، بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ممانعت صرف بنی ہاشم کے لئے تھی، جب گھوڑوں کی کثرت ہوگئی تو ممانعت ختم کردی گئی، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ لکھتے ہیں:''عام طور پرحنفیہ کا رجحان گھوڑے کی مکروہ تحریمی کی طرف ہے ''، حضرت ہی قاموس الفقہ (۲۹۶،۳) میں تحریر فرماتے ہیں:''گدھا ان جانوروں میں سے ہے کہ اگر پالتو ہو تو اس کے کھانے کی حرمت پر ائمہ اربعہ متفق ہیں ''۔

ان کے علاوہ بیشتر مقالہ نگار حضرات اختلاط کے جواز کے بھی قائل ہیں اور ماں کے تابع ہو کر گوشت کی حلت کے بھی قائل ہیں، بجز دو حضرات مفتی محمد عثمان بستوی گورینی اور مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی ۔

مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی لکھتے ہیں:''اختلاط درست نہیں، لیکن بچے میں جس جنس کی خصوصیات اور مشابہت زیادہ ہو اعتبار اسی کا ہوگا ''، مولانا محمد عثمان بستوی کی تحریر یوں ہے:''بچوں میں نر و مادہ دونوں کی خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں ، اس لئے حتی الامکان غیر ماکول سے اختلاط کرانے سے احتراز کیاجائے، خصوصاً ایسے جانور سے جس کی حرمت قطعی متفق علیہ ہو، لیکن اگر کوئی اختلاط کرتا ہے تو ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایاجائے گا، زیادہ سے زیادہ کراہت و خست سے تعبیر کیاجاسکتا ہے، بچہ میں مشابہت اکثری کا لحاظ کیا ہے، صرف مادہ سے فیصلہ کرنے میں نر جانور کی حرمت

وقباحت کے دلوں سے نکل جانے کا شدید خطرہ ہے ''۔

مفتی ظفر عالم ندوی صاحب رقم طراز ہیں:''اگر یہ عمل انسان کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لئے ہو تو ایسا کرنا جائز ہے،''ولا یحل ما یولد من ماکول وغیر مأکول''، عام مشائخ احناف کے نزدیک ایسے جانور کا کھانا حرام ہوگا، اور یہی صحیح ہے، طحطاوی نے لکھا ہے کہ اگر حلال و حرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہوگا تو کھانا تو حلال نہ ہوگا لیکن جھوٹے کی پاکی و ناپاکی کے معاملہ میں وہ ماں کے تابع ہوگا ''۔

مفتی روح اللہ قاسمی لکھتے ہیں:''اگر دو جانوروں میں جنس کا اتفاق اور نوعیت کا اختلاف ہو یا دونوں قریب الجنس ہوں تو بچہ ماں کے تابع ہوگا، اور اگر دونوں کی جنس الگ الگ ہے تو پھر اس میں ظاہری علامات و خصوصیات کو معیار بنایاجائے گا، اور اس بچہ کی مشابہت جس سے قریب تر ہوگی اسی کے تابع سمجھاجائے گا ''۔

راقم کا رجحان یہ ہے کہ تابیر نخل والی روایت کو حجت بنا کر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر:۴- زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے میں رکھے جاتے ہیں، جیسے :پرندے، ہرن وغیرہ، ان کو کھانا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ان کی تجارت مقصود ہوتی ہے، کیا ان کو اس طرح رکھنا درست ہوگا؟

اس سوال میں بھی مختلف آراء ہیں: مفتی ظفر عالم ندوی صاحب کے نزدیک جن جانوروں سے کوئی فائدہ نہ ہو ان کو محض تفریح کے لئے مقید کرنا حرام ہے، مولانا محمد صابر حسین رقم طراز ہیں:جانداروں کو آزادی سے رہنے دیں اور انہیں جنگلات کی زینت بننے دیں، ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں، مولانا محمد حسن اور مولانا محمد اسعد سحمرانی عدم جواز کے قائل ہیں، مولانا شاہین جمالی نے نابالغوں کو اجازت دی ہے، وقتی طور پر بالغوں کو بھی تفریح کی گنجائش ہے، مولانا ذکی الرحمن غازی صرف بچوں کو ہی اجازت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''تحسینیات کے قبیل سے ہے ، صرف چھوٹے بچوں کو اجازت ہوگی ''، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری کے یہاں کراہت ہے، آخر الذکر لکھتے ہیں کہ جواز کے باوجود کسی درجے میں کراہت ہے، ''ارجع بہن حتی تضعہن من حیث اخذ تہن الخ''استدلال میں پیش فرمایا، مولانا ریاض ارمان قاسمی صاحب کے یہاں بھی مکروہ ہے، لیکن اگر سدھالیاجائے تو کراہت ختم ہوجائے گی، اور دلیل میں فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی تحریر جو کتاب الفتاوی(۲۶۷،۶) پر ہے پیش کی ہے:''ان پر ندوں کو یونہی زینت کے طور پر قید کر کے رکھنا بہتر نہیں ، ہاں اگر پرندہ کو اس طرح مانوس کرلیاجائے کہ وہ بلا قید بھی آپ کے پاس رہنے کو تیار ہو تو حرج نہیں ''، مولانا نعیم اختر نے سدھانے سے قبل قید میں رکھنے کی اجازت دی ہے، حضرت کی تحریر اوروں نے بھی پیش کی ہے، ان کے علاوہ سبھی مقالہ نگار حضرات جواز کے قائل ہیں۔

مفتی امانت علی قاسمی لکھتے ہیں:''لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا وہوخیرمن إرسالہا فی السکک'' (ردالمحتار۶،۴۰۱)، الاقناع میں ہے:''سئل القفال عن حبس الطور فی اقفاص لسماع أصواتہا وغیر ذلک فأجاب بالجواز إذا تعہدہا صاحبہا بما تحتاج إلیہ''(الشربینی محمد خطیب شمس الدین۲،۲۰۲)، مولانا رحمت اللہ ندوی نے لکھا ہے کہ اگر فخر و مباحات نہ ہو ، زیادہ مال خرچ نہ کیاجائے، تو درست ہے، مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: الدر المختار میں امساک حمامات کی بحث میں مذکور ہے:''وللاستئناس فمباح''،مولانا اقبال ٹنکاروی نے کچھ پرندوں کو سات شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے، احسان کا معاملہ کیاجائے، تفاخر نہ ہو، اور خرچ کرنے میں اسراف نہ ہو، پرندوں وجانوروں کو منفرد نہ رکھیں، خصوصا جب وہ جوڑے ہوں یا ان کے بچے بھی ہوں، جارح اور غیر جارح کو الگ الگ رکھا جائے وغیرہ، ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی نے خیال رکھتے ہوئے اجازت دی ہے ، لیکن آگے لکھتے ہیں کہ مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے اوقات اور مال کو نفع بخش چیزوں مینلگائے،اوربھوکے مرنے والے انسانوں اور خاص کر مسلمانوں کا زیادہ اہتمام کرے۔

مولانا اکرام الحق ربانی لکھتے ہیں: پرندوں کے ساتھ وقت گذارنے اور ان کو پیار دینے سے ذہنی تنائو کم ہوتا ہے، جیسا کہ ماہر ڈاکٹر ایان کک(Iancook)ڈاکٹر آف دی ڈیپریشن سرچ اینڈ کلینک کلیفورنیا یونیورسٹی لاس اینجلس کا کہنا ہے: Pets offer an uncanditional love that can be very helpful to poeple with depression

احقر کی رائے جواز کی ہے، انہیں شرطوں کے ساتھ جن کا مجوزین نے ذکر کیا ہے، لیکن اس میں اتنا محو نہ ہوجائے کہ ضروریات وواجبات پیچھے رہ جائیں، اور غیر معمولی اشتغال سے دین و دنیا دونوں کا خسارہ ہو، صفحات من صبر العلماء میں شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے لکھا ہے کہ ایک صاحب کو علم حدیث میں غیر معمولی اشتغال تھا، ایک بار اذان دینے کے لئے گئے تو قال حدثنا قال حدثنا کہنے لگے، ایک مجذوب حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی قبر پر اکثر جایا کرتے تھے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ مجھے قبر سے ''وبہ قال حدثنا وبہ قال حدثنا''کی آواز سنائی دیتی ہے،احقر نے یہ دونوں مثالیں صرف اشتغال کے تعلق سے نقل کی ہیں ورنہ تو یہ دونوں اشتغال محمود ہیں، کسی کے یہاں کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے:''أفطر عندکم الصائمون وأکل طعامکم الأبرار وصلت علیکم الملائکۃ''،اپنی گاڑھی کمائی اچھے لوگوں پر صرف کرے نہ کہ چرند و پرند پر، ان کے متعلق تو آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:''تغدوخماصا وتروح بطانا''(ترمذی، ابواب الزہد: ۲۳۴۴، مسند احمد: ۲۰۵، ابن ماجہ: ۴۱۶۱) (علی الصباح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھر پیٹ واپس ہوتے ہیں)، محمد بن اسماعیل بخاری نے اس حدیث''إن لنفسک علیک حقا ولأہلک علیک حقا ولزوجک علیک حقا''کی اپنی صحیح میں متعدد بار تخریج کی ہے، شوق پورا کرنے کی جا انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جنت ہے، دنیانہیں

ہے، اور یوں بھی دنیا میں سارے شوق و تمنائیں پوری نہیں ہوتیں ؎

''ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتہی السفن''

کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون (عوالی الآلی۴،۷۲، ترجمہ تفسیر المیزان۲،۶۵)، (جیسی زندگی گزاروگے ویسی ہی موت آئے گی، اور جیسی موت آئے گی ویسے ہی قبر سے نکالے جائوگے)۔

سوال نمبر:۵- انسان کے جذبات شوق کی بھی کوئی سرحد نہیں ہوتی، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ بعض لوگ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کر کے یا باندھ کر رکھتے ہیں، جیسے :شیر، سانپ، خونخوار کتے ، اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، کیا اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعا گنجائش ہوگی؟

اس میں بھی کئی آراء ہیں:حرام، جائز، ناجائز۔ مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اسعد سحمرانی، مفتی اسعد بن عبدالرزاق اس کو حرام لکھتے ہیں، مولانا ظفر عالم کے یہاں ۴و۵ کا ایک ہی جواب ہے، یعنی جن جانوروں کے مقید کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ان کا پالنا حرام ہے، ''ویکرہ إمساک الحمامات إن کان یضر بالناس'' (ردالمحتار مع تنویر الابصار، کتاب الحظر والاباحۃ ۹،۵۷۵، بیروت)، مفتی اسعد بن عبد الرزاق نے مشکوۃ (۴۲۸) کی روایت: ''من روع مسلما روعہ اللہ یوم القیامۃ، من ضار ضار اللہ بہ'' پیش فرمائی ہے، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے ''یحرم اقتناء کلب ضار ومالا نفع بہ مطلقا''(تحفۃ المحتاج۹،۳۸۵) سے استدلال کیا ہے، مفتی محمد حسین قمر الدین فلاحی نے کہا ہے کہ جن کو حل و حرم دونوں میں مارنے کا حکم ہے انہیں پالنا حرام ہوگا، دکتور اسعد سحمرانی رقم طراز ہیں:''والنہی عن قتل الحیوان عام فی الحکم الشرعی والاستثناء أن یکون الحیوان مؤذیا عندہا یجوز قتلہ قدورد الحکم فی الحدیث النبوی الآتی نہی رسول اللہ ﷺ عن قتل کل ذی روح إلا أن یؤذی أخرجہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد''۔

مجوزین مینمولانا محمد اقبال ٹنکاروی لکھتے کہ عوم جواز کا رجحان غالب ہے مگر حکومتی سطح پر جانوروں کی ضروریات اور سردی گرمی کے اعتبار سے معقول انتظام اور پوری حفاظتی تدبیر کے ساتھ رکھنا جائز ہونا چاہئے، پروفیسر سعود عالم قاسمی لکھتے ہیں:''موذی جانور کو قید میں رکھنا درست ہے، جب تک وہ قید میں رہیں گے، لوگ اس کے ایذاء سے محفوظ رہیں گے، پنجرہ توڑ کر یا کسی اور ذریعہ سے باہر آجانا یہ استثنائی صورت ہے ''۔ مفتی رحمت اللہ ندوی، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، مولانا عبد الرشید شیدا، مفتی محمد زکریا اور ڈاکٹر محی الدین غازی بھی حصار اور حفاظت کے یقین کے ساتھ جواز کے قائل ہیں، اول الذکر یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگ تفریح کے لئے دیکھ سکیں، مولانا مفتی شاکر نثار صاحب بھی الہیئۃ العامہ للشؤون الاسلامیہ والاوقاف للامارات کا فتوی (۸۴۳۱) بشرط حفاظت آبادی سے دور رکھنے کو ذکر فرمایا ہے۔

ان کے علاوہ کثیر تعداد عدم جواز کے قائل کی ہے، مفتی محمد صابر حسین کے

نزدیک ایک مسلمان کے لئے ایسے درندوں پر محنت لغو ہے، مفتی جمیل احمد نذیری تحریر فرماتے ہیں: احادیث نبویہ ان کے مارنے کا حکم دے رہی ہے، یہ احمق لوگ ان کی پرورش کر رہے ہیں، قاضی محمد حسن کے نزدیک خونخوار درندوں کی کسی صورت میناجازت نہیں ہے۔

مولانا عبد الشکور (تحفۃ المحتاج۹٫۳۳۵، نہایۃ المطلب۱۷٫۳۸۶) وغیرہ کی عبارت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ففہم من ہذہ کلہا أن المؤذیات من الحیوانات ینبغی أن یمنع الرجل من اقتنائہا وحبسہا لما فی طباعہا من الضراوۃ والإیذاء وکثیرا ما تظہر طبائعہا فتلحق بما لکہا وغیرہ ضررا عظیما کما یشاہد فی بعض الأحایین''۔

عارض کا رجحان عدم جواز کی طرف ہے، اخبارات میں آئے دن یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ ایک تیندوا آگیا، فلاں جگہ ایک شیر آگیا، پورا علاقہ پریشان ہوجاتا ہے، اس لئے خونخوار جانوروں کے پالنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، کسے معلوم تھا کہ گورکھپور کا باشندہ دہلی کے چڑیا گھر میں شیر کا لقمہ اجل بن جائے گا، ادیب شہیر مولانا محمد حسنی کی موت کتے کے کاٹنے کا سبب بن جائے گی۔

مفتی شاکر نثار قاسمی مدنی کا یہ فرمانا کہ ''تربیت دے کر کوئی شخص شکاری بنالے تو شکار کی غرض سے پالنا جائز ہوگا''، کتنی بار سنا گیا کہ فیلبان نے ہاتھی کو سدھا لیا لیکن جب اسے غصہ آیا اور وہ بگڑ گیا تو اس نے ہاتھی بان ہی کو پھاڑ ڈالا۔

سوال نمبر:۶- جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں ،یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں، اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دوائوں کا تجربہ کیاجاتا ہے، کیا اس طرح کے تجربات درست ہونگے؟

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کے علاوہ سارے مقالہ نگار حضرات جواز کے قائل ہیں، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی لکھتے ہیں:''اس میں لوگوں کا فائدہ ہے، جانور کا نہیں، اور لوگوں کا فائدہ بھی موہوم''۔

کوئی متبادل نہ ہو یا تجربہ ناگزیر ہو(مولانا محمد عثمان گورینی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی)، ڈاکٹر ذکی الرحمن تحریر فرماتے ہیں: موہوم اور غیر متحقق امراض کے لئے جانور کو تختہ مشق نہ بنایاجائے، ڈاکٹر سحمرانی رقم طراز ہیں:''کل ہذا وغیرہ کثیر یفید أن کل التجارب مباحۃ بقدرہا وحدودہا وفق ضوابط دقیقۃ علی الحیوان وغیرہ مادامت تدخل فی مداراۃ الإنسان التی أمربہا الإسلام''، مفتی اشرف عباس قاسمی لکھتے ہیں:''اس سے پہلے عضوکو سن کردیاجائے''،مولانا رحمت اللہ ندوی فرماتے ہیں:''تجربہ ایسے جانوروں پر کیاجائے جو زیادہ اہم نہیں، اور کثرت سے موجود ہیں'' (الطب النبوی لابن القیم،ص-۴۱ ۴۲)، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری کے نزدیک وہ شریعت کی نصوص سے نہ ٹکراتے ہوں، مولانا عبد الشکور لکھتے ہیں:''أن یکون بعد ذلک شدۃ البحث عن الطرق البدیلہ عنہ والعجز منہ...أن یکون للضرورۃ أو الحاجۃ الماسۃ إلی إجراء ذلک فینبغی أن لا یجاوز

الحد فی إجرائہا یجب التخطیط والتحضیر الجد للتجربۃ قبل الإقدام علیہا یتخذ للتجربۃ أیسر الطرق وأقل قدر ممکن من التعذیب لابد أن یکون القائمون بإجرائہا خبیرین مدربین بشکل جید''، موصوف نے ان شرطوں کے ساتھ تجربہ کی اجازت دی ہے، آگے لکھتے ہیں:''فہذا الضوابط والشرائط ینبغی استیفاؤہا فإذا فقد أحد منہا یتوجہ إلیہ المنع والحظر واللہ اعلم''۔

مولانا غلام رسول منظور، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی کی بھی یہی رائے ہے، آخر الذکر نے تو تجربہ کئے جانے والے جانوروں کی ترتیب بھی تحریر کی ہے، اولا فواسق جن کو حل و حرم دونونمیں مارنا جائز ہے، پھر مضر جانور بعدہ وحشی جانور پھر مانوس جانوروں میں جو حرام ہیں۔

مولانا محمد اقبال ٹنکاروی لکھتے ہیں:چھوٹے اور غیر اہم جیسے چوہا ،بلی وغیرہ پر تجربہ کیاجائے، مفتی محمد حسین بن قمر الدین کی تحریر میں وہی شرطیں ہیں جسے مولانا عبد الشکور صاحب نے پیش فرمایا ہے، بعدہ لکھتے ہیں:''جو جانور انسان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو اس پر تجربہ کریں''، راقم کہتا ہے: اسی لئے عامۃ بندر اور مینڈک پر تجربے کئے جاتے ہیں، مولانا اخلاق احمد قاسمی نے فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ایک تحریر خطبات بنگلور(ص۱۸۰) سے پیش کی ہے، نیز مولانا عبد الرشید شیدا نے بھی حضرت ہی کی ایک تحریر (جدید فقہی مسائل۱،۳۳۷) سے پیش فرمایا ہے، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی راقم ہیں:''زندہ جانور کے جسم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اگرچہ جانور کو اذیت ہی کیوں نہ ہو، انسانی منفعت کے لئے بدرجہ اولی درست ہوگا''، پروفیسر سعود عالم علی گڑھ ، مولانا محمد صابر حسین صاحبان نے بھی یہی کہا ہے، آخر الذکر کہتے ہیں: جائز ہی نہیں ہے، بلکہ بسااوقات مستحب اور واجب ہے۔

سوال نمبر:۷- کیا دوائوں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یاآپریشن کر کے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو،درست ہوگا؟

اولا مفتی تنظیم عالم قاسمی صاحب کی ایک تحریر پیش ہے:''سوالنامہ میں تشنگی ہے، اس کی وضاحت ہونی چاہئے کہ عضو نکالنے سے کیا مراد ہے؟ کون سا عضو کس مقصد کے لئے نکالاجاتا ہے؟ اسی طرح آلہ رکھنے سے کیا مراد ہے؟، اس میں جانور یا جانور کے مالکین کو کیا فائدہ ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ اس کی وضاحت کے بغیر واضح حکم نہیں لگایاجاسکتا، بعدہ موصوف دونوں صورتوں کے جواز کے قائل ہیں، اس کے جوابات کے تعلق سے مقالہ نگاروں کے تین موقف ہیں: حرام، جائز، ناجائز۔

مولانا اسعد بن عبد الرزاق ، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، مفتی محمد سعد نور حرمت کے قائل ہیں، لیکن آخر الذکر کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ عضو کاٹ کر دوسری ماہیت میں تبدیل کردیا گیا ہو تو جائز ہے، مگر آلہ رکھنا جو باعث تکلیف ہے، درست نہیں،

پروفیسر سعود عالم قاسمی اسے ناجائزکہتے ہیں، اور یہی رائے مولانا ریاض ارمان کی بھی ہے، آپ نے ہیئۃ کبار العلماء کے اڑتالیسویں فقہی سمینار کا فیصلہ بھی پیش فرمایا ہے:''وہ عضو بالاتفاق نجس و حرام ہوگا، بطور دوا کے اس کا استعمال تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہوگا، جس کے عدم جواز پر مجموعی طور پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور اگر اس کی حقیقت بدل دی جائے تو دوسرے پاک مادوں میں ملا کر اس وقت استعمال کیاجائے جبکہ پاک مادہ کا تناسب اس کے بالمقابل زیادہ ہو ''۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ آلہ رکھنا اس وقت درست ہوگا جبکہ جانور کو شدید اذیت نہ ہو اور اپنی ضروریات پوری کرنے سے معذور نہ ہوجائے، مفتی امانت علی قاسمی کے مطابق اول وہلہ میں حلال اور پاک جانورونسے علاج کیاجائے الا یہ کہ حرام جانور کے علاج کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہ جائے، بصورت دیگر ماکول اللحم پر کیاجاسکتا ہے، مولانا اشرف عباس قاسمی نے عدم جواز پر ایک روایت ''موسی اللہ أشد من موساک''نقل کیا ہے۔

مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، ڈاکٹر محی الدین غازی فلاحی اور مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کہتے ہیں کہ تجربہ کے لئے جانور کو ذبح کردیں، پھر گوشت نکال لیں۔ میرے خیال میں مقصد ہی فوت ہوجائے گا؛ کیونکہ زندہ گوشت لینے اور مردہ لینے میں فرق ہے، جب کوئی آنکھ کسی کو ڈونیٹ کرتا ہے تو ریٹینا اس کی روح نکلنے سے قبل نکالی جاتی ہے، مرنے کے بعد بیکار ہوجائے گی، مقالہ نگاروں کی کثیر تعداد دونوں کے جواز کی قائل ہے، مولانااختر امام عادل صاحب فرماتے ہیں کہ گوشت کاٹنا اور آلہ رکھنا درست ہے، اس وقت یہ معروف مثلہ سے مختلف ہوگا، مولانا کلیم اللہ عمری مدنی کی رائے میں گوشت لینا حرام ہے، مگر آلہ رکھ دینا درست ہے، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی تحریر فرماتے ہیں کہ ''فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی''(اعلاء السنن۱۷؍۴۵۴)، اکثر مجوزین نے ''ولا بأس بقطع إلیۃ الشاۃ إذا انفلتت ویمنعہا من اللحوق بالقطیع ویخاف علیہا الذئب''(فتاوی ہندیہ۱۸؍۳۶۱)،''إیلام الحیوان لنفع الآدمی بہ غیر قبیح'' (طریق الہجرتین۱؍۱۴۹)، ''کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ'' (مرقاۃ۶؍۲۶۴۹)، ''یجوز التشریح عند الضرورۃ أو الحاجۃ بقصد التعلیم لأغراض طبیۃ أو لمعرفۃ سبب الوفاۃ واثبات الجنایۃ علی المتہم بالقتل ونحو ذلک لأغراض جنائیۃ إذا توقف علیہا الوصول إلی الحق فی أمر الجنایۃ''(الفقہ الاسلامی وأدلتہ۳؍۵۱۸)،''وہو مستثنی من تعذیب الحیوان بالنار لأجل المصلحۃ الراجحۃ الخ (المفہم لما اشکل من کتاب المسلم۱۷؍۱۱۴)'' وغیرہ پیش فرمائی ہیں اور ان دلائل سے کسی نہ کسی کو اپنی دلیل ٹھہرایا ہے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ علامہ طبری کا قول ''لأن الأرض وجمیع ما فیہا لبنی آدم منافع''(تفسیر طبری۱؍۴۵۳) ''حرمۃ بنی آدم أعظم من حرمۃ الحیوان''(فتح الباری۷؍۵۹۸)،''الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرۃ، یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، إذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمہا ضررا بارتکاب أخفہما، وما أبیح للضرورۃ یقدر

بقدرہا''ان تحریروں کی بنیاد پر عاجز کا خیال ہے کہ ماہر ڈاکٹروں اور جدید آلات کے ذریعہ جیسا کہ ''احکام الحشرات فی الفقہ الاسلامی '' کے صفحہ۴۵۹ پر مرقوم ہے، اور جیسا کہ آیت ربانی''أولم یروا أنا خلقنا لہم مما عملت أیدینا أنعاما فہم لہا مالکون وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یأکلون ولہم فیہا منافع ومشارب أفلا یشکرون'' (سورۂ یٰس: ۷۱ تا ۷۳)، نیز ابواسحاق شاطبی(الموافقات۲،۲۰) پر لکھتے ہیں:''الضروریات خمسۃ''جس میں حفظ جان کا بھی ذکر ہے، اور جیسا کہ ہرن کے شکاری ہرن کا شکار کر کے نافہ سے مشک نکالنے کے بعد زخم کے بہت جلد ٹھیک ہونے کی غرض سے ہلدی بھر دیتے ہیں، اور (بخاری۱،۶۳) پر ایک باب ''ھل یقال مسجد بنی فلان'' مینگھوڑے کی تضمیر کا ذکر ہے جو گھوڑے کو نشیط اور چست بنانے کے لئے ہوتا ہے، جو ایک صالح اور بہتر مقصد ہے، لہذا یہ دونوں چیزیں جائز ہونی چاہئیں، مگر اولا ایسے جانداروں پر یہ عمل ہو جو غیر اہم، غیر مأکول و موذی ہوں ، ثانوی درجہ میں دوسرے حلال جانوروں کی بھی گنجائش ہے۔

* * *

عرض مسئلہ:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام
(سوال نمبر: ٨ تا ١٤)

مفتی تنظیم عالم قاسمی •

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ و صحبہ اجمعین اما بعد:
قابل قدر حضرات علمائے کرام،اصحاب علم وفن اور ارباب فقہ و افتاء !
''حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام ''کے سوال نمبر ٨ تا ١٤ کا عرض مسئلہ احقر کو سپرد کیا گیا تھا،اس موضوع سے متعلق ٤٤ حضرات علمائے کرام کے مقالات مجھے موصول ہوئے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :
ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی،ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی،مولانا عقیل الرحمن قاسمی،مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی،مفتی محمد حسین قمرالدین ماہمکر فلاحی،پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی،مفتی محمد عثمان قاسمی،مولانا محمد صابر حسین ندوی،مولانا اختر امام عادل قاسمی،مولانا محمد ظفر عالم ندوی،مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی،مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی،ڈاکٹر مولانا محی الدین غازی فلاحی ، مفتی اشرف عباس قاسمی،مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی،ڈاکٹر اسعد سحمرانی،مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی ،مولانا نعیم اختر قاسمی،مولانا اکرام الحق ربانی ندوی ،مفتی جمیل احمد نذیری ، مولانا محمد سعد نور قاسمی،مولانا محمد ادریس بن اسماعیل فلاحی،مولانا بدر احمد مجیبی ندوی،مولانا رحمت اللہ ندوی ،مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری،ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری ،مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی،مفتی زکریا قاسمی،مفتی محمد زاہد گڑھی سلیم پوری،مولانا ابراہیم بن سلیمان ہانسلود ،قاضی محمد حسن ندوی،مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی ،مفتی محمد آزاد قاسمی ،قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی،مفتی محمد روح اللہ قاسمی ،مولانا شوکت ثنا قاسمی،مولانا عبدالشکور قاسمی،مولانا محمد اخلاق قاسمی،مفتی غلام رسول منظور قاسمی،مولانا عبدالرشید قاسمی،مولانا خورشید انور اعظمی،مولانا خورشید احمد اعظمی ،مفتی امانت علی قاسمی اور راقم الحروف تنظیم عالم قاسمی۔
سوال نمبر: ٨- بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے ،اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگا دی گئی ہے ،اسی طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی

• استاذ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے اور اس طرح کے جانوروں کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے ،یہ ممانعت شرعاً کس حد تک واجب العمل ہے ؟

اس سوال کے جواب میں بنیادی طور پر تین طرح کی آراء ہیں:

پہلی رائے: ۲۹ مقالہ نگار حضرات کا خیال ہے کہ ملکی یا ریاستی حکومت جب کسی جانور کے شکار پر پابندی لگادے خواہ یہ پابندی قومی جانور قرار دینے کی وجہ سے ہو یا ماحولیات کے تحفظ کی غرض سے ،دونوں صورتوں میں اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ :

* انسان جس ملک میں رہتا ہے وہ اس کے ان تمام قوانین کا پابند ہوتا ہے جو اسلام سے متصادم نہ ہوں؛ کیوں کہ ایسے قوانین مصالح مرسلہ اور مفاد عامہ کے لئے بنائے جاتے ہینجن سے تمام شہریوں کا نفع وابستہ ہوتا ہے ۔اگر اس طرح کے قوانین پر عمل نہ کیا جائے تو ملک کا نظام درہم برہم ہوجائے گا اور اس کے نقصانات سے ہر ایک کو دوچار ہونا ہوگا۔

* ہر شہری کا حکومت سے ایک طرح کا قولی یا عملی معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے ایسے تمام احکام کی اطاعت کرے گا جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہے ،اب اگر وہ اس کی اطاعت نہ کرے تو یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے جو شرعا ناجائز ہے۔

* ہر شخص پر جان ،مال اور عزت و آبرو کی حفاظت بھی ضروری ہے، اگرحکومت کے بنائے گئے نظام کی پابندی نہ کی جائے تو جان اور عزت و آبرو کو خطرہ ہے اور ان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے۔

*''وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَة'' کے ذریعے ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنے سے منع کیا گیا ہے اور ملکی قانون پر عمل نہ کرنے سے جان و مال کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔

* رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :کسی مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے(ترمذی: ۲۲۵۴)، اور قانون پر عمل نہ کرنے سے مختلف طرح کی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ہندوستان کے ماحول میں واضح ہے۔

* دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے ۔شکار جلب منفعت ہے اور قانون پر عمل کرنا دفع مضرت، اس لئے شکار سے اجتناب کرتے ہوے دفع مضرت کو مقدم کیا جائے گا۔

البتہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا خیال ہے کہ اگر حکومت کا مقصد اسلام کے نظام حلت و حرمت کو پامال کرنا ہو تو بات نہیں مانی جائے گی، جب کہ مفتی محمد عثمان بستوی اور مولانا عبدالرشید قاسمی کہتے ہیں کہ شریعت نے حلال جانوروں کے شکار کی اجازت دی ہے ، لہذا کسی جانور کو قومی قرار دے کر اس کے شکار اور ذبح پر حکومت کا پابندی لگانا غیر اسلامی طریقہ ہے، اس لئے اس طرح کے قوانین کو دل سے ماننے اور ان کی تائید کرنے کی شرعا گنجائش نہیں؛ البتہ جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اس طرح کے قوانین کی خلاف ورزی سے احتراز کیا جائے گامولانا اختر

اما م عادل قاسمی لکھتے ہیں :نسلوں کی حفاظت رب العالمین کے ذمہ ہے اور کس نسل کو کب تک دنیا میں رہنا ہے اور کس کی افادیت کس وقت تک کے لئے ہے ان باتوں کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے اس لئے قانون اباحت کی موجودگی میں نسلی تحفظ کے نام پر کسی جانور کے قتل و شکار کو عام حالات میں ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا؛ البتہ حکومت کی طرف سے مختلف مصالح کے تحت کسی مخصوص مقام پر کچھ مخصوص جانوروں کے قتل وشکار پر پابندی عائد کردی جائے یا کسی جانور کو قومی جانور کا درجہ دے کر اس کے شکار کو ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس قانون کی رعایت لازم ہوگی۔

دیگر حضرات نے نسل کی حفاظت کو ضروری قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تمام مخلوقات کو پیدا کرنے میں اللہ کی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں کوئی جانور خواہ زہریلا ہی کیوں نہ ہو اس میں بھی انسان کا فائدہ ہے اور دنیا کے نظام کو فساد سے بچانے کے لئے اس کا وجود بھی قیمتی ہے۔اس لئے جن جانوروں کے شکار سے نسل ختم ہونے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا چاہئے ۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں :

* اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی پر جانوروں کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا سوار کرنے کا حکم دیا تھا؛ تاکہ ان کی نسل چل سکے: حَتَّى إِذَا جَاء أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلاَّ مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلاَّ قَلِيْل (ھود،٤٠)۔

* قرآن نے نسل کے ختم کرنے کی کوشش کو فساد سے تعبیر کیا ہے:وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِيْ الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ (البقرۃ ،٢٠٥)۔

* لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها كلها فاقتلوا منها كل أسود بهيم (ترمذی: ١٤٨٦)۔

* و نہی المکلف عن خصاء الخیل نہی تحریم لأنہا انما تراد للرکوب والجہاد علیہا و ذلک ینقص قوتہا و یقطع نسلہا (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ٨/ ٤٠٨)۔

* انہ نہی عن إنزاء الحمر علی الخیل لأن ذلک ذریعۃ إلی قطع نسل الخیل أو تقلیلہا (اعلام الموقعین)۔

اس طرح کی مختلف نصوص و عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل کا تحفظ اللہ کو مطلوب ہے، اس لئے جو قوانین نسل کی حفاظت کے لئے بنائے جائیں وہ بھی اسی طرح واجب العمل ہیں جس طرح ماحولیات کے تحفظ یا دیگر مقاصد کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

دوسری رائے: شکار کرنا فی نفسہ حلال ہے لہذا وہ حلال ہی رہے گا، کسی حکومت کے حرام کرنے سے وہ حرام اور ممنوع نہیں ہوگا، تا ہم مفاد عامہ اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے مصلحتاً قانون کی پاسداری کرنی چاہئے ،واجب یا ضروری نہیں ہے ۔اس کے قائلین درج ذیل حضرات ہیں :مولانا عقیل الرحمن قاسمی،مفتی اشرف عباس قاسمی،

مفتی جمیل احمد نذیری ،مولانا محمد سعد نور قاسمی،مولانا بدر احمد مجیبی ،مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی، مفتی اقبال ٹنکاروی اور مولانا خورشید احمد اعظمی۔

مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی کے نزدیک حکومت کی اطاعت کے وجوب کے لئے اس کا شرعی ہونا ضروری ہے ۔ظاہر ہے کہ اس قید کی وجہ سے پوری دنیا میں کوئی ایسی حکومت نہیں جس کی اطاعت کو لازم کیا جاسکے ،اس لئے کہ فی الوقت کہیں بھی حکومت اسلامی اور شرعی نہیں ہے اور نہ یہ قید جمہور کے یہاں معتبر ہے۔

تیسری رائے: مولانا محمد ظفر عالم ندوی ،مفتی زکریا قاسمی،قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی،مولانا محمد اخلاق قاسمی کا خیال ہے کہ جو چوپائے مسلمانوں کے لئے حلال ہیں ان کے شکار کرنے کی بھی اجازت ہے ۔حکومت کی پابندی ایک غیر ضروری امر ہے جس کا شرعا کوئی اعتبار نہیں ،ماحولیات کی حفاظت کے لئے دوسرے متبادل طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ان حضرات نے دلائل میں وہ عبارتیں پیش کی ہیں جن سے عام حالات میں شکار کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔جیسے:

* أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيْمَةُ الأَنْعَامِ (المائدة ،۱)
* وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُواْ (المائدة ،۲)
* وما صدت بكلبک المعلّم فذكرت اسم الله فكل (صحيح بخاری: ۵۴۷۸)
* و يجوز اصطياد ما يؤكل من الحيوان و مالا يؤكل لاطلاق النص (فتاوی النوازل، ۳۲۳)
* و أجمع العلماء على إباحة الاصطياد والأكل من الصيد (الفقہ الاسلامی و ادلتہ۳،۸۳۶)۔

غور کیا جائے تو ان نصوص و عبارات سے مطلقاً شکار کا جواز معلوم ہوتا ہے ،سوال کا مقصد حکومت کی جانب سے شکار کی ممانعت پر عمل کے وجوب اور عدم وجوب سے ہے اور اس بارے میں یہ عبارتیں خاموش ہیں ،اس لئے ان سے استدلال درست نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن و احادیث میں مسلم اور غیر مسلم کے کسی فرق کے بغیر بادشاہ اور امیر کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے ۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ‘‘ہر مسلمان پر ائمہ کی سمع و طاعت لازم ہے خواہ ان کا دیا ہوا حکم پسند ہو یا ناپسند مگر یہ کہ وہ معصیت کا حکم دے ،اگر ان کا حکم معصیت پر مشتمل ہو تو پھر سمع وطاعت نہیں ہے، (صحیح مسلم: ۱۸۳۹)۔علامہ شامی لکھتے ہیں :طاعة الإمام فی غير معصية واجبة (ردا لمحتار)، ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:‘‘ أن القوانين التی تسن لتحقيق مصالح الناس ولتحفظ بينهم الأمن والاستقرار يجب طاعتها والعمل بمقتضاها’’ (فتاویٰ معاصرہ۱ / ۵۹۴)۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے قوانین جو مفاد عامہ کے لئے بنائے جاتے ہیں ان کی اطاعت واجب ہے اور شکار سے ممانعت اسی حکمت کے تحت ہے ، اس لئے شکار پر پابندی سے متعلق قانون

کی پابندی واجب العمل ہونی چاہئے۔

سوال نمبر۹- اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو ،اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ ورانہ ہم آہنگی متأثر ہوتی ہے یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟

اس سوال کے جواب میں چار نقطہ ہائے نظر معلوم ہوتے ہیں:

پہلا نقطۂ نظر: ۱۳ مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ اگر کسی مقدس جانورکے ذبح پر قانونی پابندی ہو اور حکومت کی جانب سے اس کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس قانون کی پابندی شہری ہونے کی حیثیت سے مجبوراً لازم ہے لیکن اگر قانونی کوئی پابندی نہ ہو تو محض برادران وطن کی دل آزاری اور معاشرہ کے خوف سے ایسے جانور کی قربانی کا ترک جائز نہیں ہے ۔اس لئے کہ :

* ہندوستان جیسے ماحول میں اس طرح کے جانور کی قربانی اسلامی شعار ہے اور شعائر اسلام میں کسی طرح کا تساہل اور ان کے ترک پر اتفاق ہرگز جائز نہیں۔

* گائے کا تقدس کا فروں کا شعار بن چکا ہے ،اگر مسلمان مکمل طور پر قربانی ترک کردیں تو شعار کفر کا قبول کرنا اور اس کا احترام کرنا لازم آئے گاجو ہرگز جائز نہیں۔

* اگر مسلمان دل آزاری کے خوف سے ایسے جانوروں کو ذبح کرنا چھوڑ دیں تو رفتہ رفتہ خود مسلمانوں میں اعتقادی طور پر اس کا تقدس پیدا ہوجائے گا جس کی شریعت اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں۔

* اجتماعی طور پرایسے جانورکی قربانی نہ کرنے سے اندیشہ ہے کہ آئندہ کی نسلیں ان جانوروں کو حرام سمجھنے لگیں اور وہ بھی برادران وطن کی طرح غلط تصورات و عقائد کے شکار ہوجائیں۔

* آج سماج کی دل آزاری کے خوف سے اگر ایسے جانور کی قربانی چھوڑ دی جائے تو یہ سلسلہ بہت دور تک جاسکتا ہے ۔کل ہمارے لباس ،ہماری وضع قطع، مساجد و مدارس اور ہماری عبادات سے ان کو تکلیف ہونے لگے گی اور ان کو بھی چھوڑنے کے مطالبات ہوں گے۔تو کیا مصلحت اور دل داری کے نام پر ہم اپنے شعائر سے دست بردار ہوجائیں گے؟

* ماضی میں ہندوستان کے اہم علماء کرام اور بزرگوں سے جب اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ان حضرات نے سختی کے ساتھ ایسے مطالبات کو ماننے سے منع کردیا ۔ان بزرگوں میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی ،مولانا اشرف علی تھانوی،مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عزیز الرحمن عثمانی،مفتی محمد شفیع اور مفتی محمود حسن رحمہم اللہ کا نام بطور خاص قابل ذکر ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر: چار مقالہ نگار (ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مولانا محمد صابر حسین

ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی،مولانا ابراہیم بن سلیمان ہانسلود) کی رائے ہے کہ اگر ایسے جا نور کے ذبح کرنے پر قانونی پابندی بھی لگا دی جائے پھر بھی اس کو ذبح کرنا درست ہے ۔ اس میں قانون کی رعایت نہیں کی جائے گی؛ البتہ اس کے ذبح کرنے میں احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں گی یعنی اسے کھلے عام ذبح نہ کیا جائے ،کھلے عام گوشت کا تبادلہ نہ کیا جائے ،ہڈی وغیرہ بر سر عام نہ ڈالی جائے اور جہاں تک ہوسکے اخفا کی کوشش کی جائے گی۔اس میں فتنہ و فساد سے حفاظت ہے اور حتی الامکان رعایت بھی۔ان حضرات نے پہلے نقطۂ نظر کے تحت ذکر کردہ وجوہ کے علاوہ درج ذیل عبارتوں سے استدلال کیا ہے:

* يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تُحَرِّمُواْ طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوا (المائدۃ ۸۷)۔اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے انہیں حرام قرار دینے سے اس آیت میں روکا گیا ہے اور اس قانون پر عمل آوری سے اس کا ارتکاب لازم کیا گیا ہے۔

* يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاأَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ (التحریم ۱)۔ رسول اکرم ﷺ نے صرف عملی طور پر شہد کو مصلحتا ترک فرمایا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حلال کو عملی طور پر اجتماعاً ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔

* حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ایمان قبول کرنے کے بعد اونٹ کا گوشت اور دودھ کھانے سے احتیاط کیا؛ تاکہ یہودیت اور اسلام دونوں پر عمل ہوجائے تو اس پر آیت (البقرہ ۲۰۸) نازل ہوئی اور انہیں مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونے کی ہدایت دی گئی۔قانون کی وجہ سے اگر حلال جانور کو چھوڑ دیا جائے تو اس آیت کی خلاف ورزی ہوگی۔

*کسی جانور کا مقدس و معبود ہونا اسلام کی روح اور اس کی پاکیزہ تعلیم کے یکسر منافی ہے ،اس لئے یہ معصیت کے دائرہ میں آتا ہے جس میں قانون کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

تیسرا نقطۂ نظر: دوسرے نقطۂ نظر کے بالکل برعکس مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری ،مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی،مفتی محمد زاہد گڑھی سلیم پوری اور مفتی محمد روح اللہ قاسمی کا کہنا ہے کہ معبودیت کا اعتقاد رکھے بغیر برادران وطن اور سماج میں رہنے والے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے جذبات کی رعایت مسلمانوں کے لئے ضروری اور لازم ہے خواہ قانون سازی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔اس سے آپسی فاصلے کم ہوں گے ،باہمی رنجش دور ہوگی اور وہ لوگ اسلام سے قریب ہوں گے۔اس کے بجائے اگر ان کے جذبات کو مجروح کیا گیا تو فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا اور ماحول اتنا خراب ہوگا کہ مسلمانوں کا اپنے عقائد کے مطابق عمل بھی دشوار ہوجائے گا۔مساجد و مدارس اور دینی ادارے مٹا دیئے جائیں گے اور پھر اپنی شناخت کو باقی رکھنا بھی یہاں مشکل ہوجائے گا، اور فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ دو مفسدہ جمع ہوجائیں تو اخف کو اختیار کیا جائے

گا۔اسی مصلحت سے مسلمانوں کو قرآن نے یہ ہدایت دی کہ وہ معبودان باطلہ کو برا بھلا نہ کہیں ورنہ اس کے بدلہ میں وہ لوگ تمہارے معبود کو برا بھلا کہیں گے جو ضرر عظیم ہے۔اسی طرح جہاد کے موقع پر رسول اکرم ﷺ صحابۂ کرام کو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ ''ان کے مقدس مقامات کے ساتھ تعرض مت کرنا اور جو لوگ اپنے مقدس مقامات میں یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ کر اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق عبادت میں مشغول ہوں ان سے بھی تعرض مت کرنا ''۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ جس کو مقدس سمجھتے ہیں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مقالہ مفتی محمد اسعد فلاحی پالنپوری)۔

چوتھا نقطۂ نظر: ۲۱ مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ اگرملک کے حالات کشیدہ ہوں ، گائے کی قربانی سے فساد کی آگ بھڑک سکتی ہے اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ پیش آسکتا ہے تو بہتر ہے کہ حالات سازگار ہونے تک اس کی قربانی نہ کی جائے اور ایک بڑے فساد سے بچنے کے لئے مصلحتا دوسرے جانور کو ذبح کیا جائے ،ایسا کرنا لازم اور ضروری تو نہیں ہے لیکن جب بدل موجود ہے تو جان بوجھ کر ہلاکت میں ہاتھ ڈالنا دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہوگا۔اسلام نے رواداری کی تعلیم دی ہے اور ایسے ماحول میں رواداری کو اختیار کرنا ہی کامیابی ہے۔ان حضرات نے مجموعی حیثیت سے درج ذیل عبارات وواقعات سے استدلال کیا ہے:

* قریش نے بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق نہیں کی تھی،رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا تھا کہ اگر مجھے فتنہ کا خوف نہ ہوتا تو اس کو منہدم کرکے از سر نو بناء ابراہیمی پرتعمیر کرتا(صحیح بخاری: ۱۵۸۵)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی جائز کام میں اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

* صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار مکہ نے صلح نامہ پر لفظ ''رسول اللہ '' لکھنے پر اعتراض کیا تو اس کے باوجود کہ آپ ؐ رسول تھے وقتی مصلحت کی وجہ سے اسے لکھنے کے بعد بھی مٹادیا۔

* حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے حجاج بن یوسف کے دور فتنہ میں حج کاارادہ کیا تو آپ کے دونوں بیٹوں حضرت عبیداللہ اور سالم نے آپ کو نا مساعد حالات میں ارادۂ حج کے ترک کا مشورہ دیا ۔ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے روک دیا گیا تو میں رک جاؤں گا اور وہی کروں گا جو حالت احصار میں رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا(صحیح بخاری: ۱۸۰۷)۔ اس سے قربانی کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ اگر کسی مخصوص جانور کی قربانی پر قانونی یا معاشرتی رکاوٹ ہو تو عارضی طور پر اسے ترک کیا جاسکتا ہے۔

* حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں شام اور فلسطین کا علاقہ فتح ہوا جہاں

عیسائیوں کی کئی عبادت گاہیں تھیں ،حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے حال پر رکھا۔اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنروں کو ہدایت دی تھی کہ مفتوحہ علاقوں میں کوئی کلیسا یا آتش کدہ منہدم نہ کیا جائے۔یہ رواداری ہم نے میراث میں پائی ہے لہذا اس کو اپنی زندگی میں برت کر غیر اقوام کو اسلام کا صحیح پیغام دے سکتے ہیں۔

* فتنہ کے خوف سے ظالم بادشاہ کی بادشاہت صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں قبول کر لی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دفع مضرت کے لئے بعض جگہوں میں چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔

* حالات کے سازگار نہ ہونے کے باوجود ایسے جانور کا ذبح کرنا اپنے آپ کو ہلاکت اور ذلت میں ڈالنا ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے ۔

البتہ مولانا رحمت اللہ ندوی اورمفتی غلام رسول منظور قاسمی نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ مسلم اکثریتی علاقہ میں جہاں کوئی خطرہ نہیں ہوتا وہاں ذبح کیا جاسکتا ہے، اس سے شعار کی حفاظت بھی ہوگی اور آئندہ نسلوں کو اس جانور کی حلت کا علم بھی ہوگا ورنہ وہ بھی اسے مقدس سمجھ بیٹھیں گے۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے رگوید اور اتھر وید کے متعدد حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ ‘‘ترک گاؤ ذبیحہ ’’ قدیم ہندو بھائیوں کا مذہبی شعار نہیں ہے؛ کیوں کہ ویدک دور میں ذبیحہ گاؤ کا عام رواج تھا ۔زیادہ سے زیادہ بدھسٹوں ، جینیوں،اور اہنسا کا فلسفہ گھڑنے والوں کے زیر اثر بعد کے زمانے میں مذہب کی روایت اور پرتھا میں شامل ہوا ہے، اس لئے اس کو شعار کفر کا احترام نہینکہا جاسکتا۔

یہ واقعہ ہے کہ آج بھی اکثر ہندو بھائیوں کو گائے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے ،یہ محض سیاسی جھگڑے ہیں جو خاص طبقہ کو خوش کرکے ووٹ لینے کا ایک حربہ ہے ۔ جان بوجھ کر حالات خراب کئے جاتے ہیں تاکہ اسے مدعا بنایا جاسکے اور اس مقصد سے خاص موقع پر شرارت پسند افرادٹوہ میں لگے رہتے ہیں ،اس لئے ایسے حالات میں اگر قربانی اور ذبح کو روک دیا جائے تو اس سے حلال کو حرام کرنا اور ترک شعار لازم نہیں آتااور نہ یہ حضرات اکابر کے فتوے خلاف امر ہے؛ کیوں کہ ان کے یہاں بھی قدرت اور جان ومال کو خطرہ نہ ہونے کی قید ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ کے امداد الاحکام جلد ۴ صفحہ ۱۹۱، اور فتاوی محمودیہ جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۵پر اس کی صراحت موجود ہے۔اس لئے آخرالذکر رائے اقرب الی الصواب و الفقہ معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر: ۱۰- حکومت جنگلات میں شکار کرنے سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیوں کہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز کے پرندے آتے ہیں جن کو مہمان پرندہ کہا جاتا ہے ،ان سرکاری قوانین کی رعایت شرعا کس حد تک واجب ہے؟

اس سوال کے جواب میناکثر مقالہ نگار حضرات نے قانون کی رعایت کو واجب

قرار دیا ہے ،اس لئے کہ پرندوں کا شکارامر مباح ہے جس میں حکومتی قوانین کی اتباع واجب ہے۔ اس کی تفصیل سوال نمبر ۸ کے تحت آچکی ہے۔

مولانا عقیل الرحمن قاسمی،مفتی محمد حسین قمرالدین ماہمکر فلاحی،مفتی اقبال ٹنکاروی، مفتی جمیل احمد نذیری،مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی محمد شاکر نثار قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی،مولانا محمد اخلاق قاسمی اور مولانا خورشید انور اعظمی کی رائے یہ ہے کہ شکار فی نفسہ جائز ہے، البتہ دفع ضرر اور جان ،مال ،عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے شکار سے اجتناب بہتر ہے۔گویا قانون کی خلاف ورزی کو متفقہ طور پر تمام مقالہ نگار علماء کرام نے ناپسند کیا ہے ،اکثر نے اسے وجوب کا درجہ دیا ہے اور کچھ لوگوں نے عدم وجوب کا؛ جب کہ مولانا ظفر عالم ندوی اور مفتی زکریا قاسمی کا کہنا ہے کہ شریعت نے شکار کی اجازت دی ہے اور یہ شرعاً حلال ہے اور کسی حکومت کو حلال کو حرام کرنے کا حق نہیں ہے، جب کہ یہ دونوں حضرات بھی قانونی گرفت سے بچنے کی پیشگی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں؛ تاکہ عزت و آبرو اور جان ومال محفوظ رہے۔ظاہر ہے کہ حکومت کی گرفت سے بچنے کا اس پر عمل کے علاوہ اور کیا آسان طریقہ ہوسکتا ہے؟ لیکن ملکی قوانین کے درجات مختلف ہوتے ہیں ،خود حکومت کی جانب سے بعض امور میں تسہیل دی جاتی ہے ،بسا اوقات ممانعت کی جاتی ہے لیکن اگر کسی کو پکڑلیا جائے تو معمولی سرزنش کے بعد چھوڑدیا جاتا ہے اور بعض جگہوں میں چشم پوشی کی جاتی ہے ،اس لئے ایسے قوانین کے حکم میں بھی شدت نہیں ہوگی ۔مہمان پرندوں کو مارنے اور جنگلات کے شکار کرنے میں حکومت کی جانب سے اگر سخت قوانین ہوں جیسا کہ ہندوستان میں ہے تو اس سے رکنا لازم ہوگا اور جن ممالک میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے وہاں شکار نہ کرنا اور قانون کی پاسداری کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

سوال نمبر: ۱۱- بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں ،کبھی ان کو مارنے کے لئے گڑھوں میں زندہ دفن کردیا جاتا ہے اور کبھی ان پر ایسیڈ ڈال دیا جاتا ہے تو امراض کے پھیلاؤ کے خوف سے کیا انہیں مارا جاسکتا ہے؛ اور چوں کہ یہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں تو ان کے مارنے کی کیا شکل اختیار کی جاسکتی ہے؟

اس امر پر تمام مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ اگرجانوروں میں وبائی امراض پیدا ہوجائیں اور وہ اس طرح متعدی ہوں کہ اگر انہیں فوراً ہلاک کرکے وباپر کنٹرول نہ کیاگیا تو انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا تو جانوروں کو مارنا اور ہلاک کرنا درست ہے خواہ جانور کتنی ہی بڑی تعداد میں کیوں نہ ہو،اس لئے کہ انسانی جان جانوروں کے مقابلہ میں ہزار درجہ افضل ہے بلکہ انسانوں کی خدمت اور منفعت ہی کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے ، لہذا جب جانوروں کا وجود نفع کے بجائے مضر ہوجائے تو انہیں ہلاک کردینا ہی انسان کے حق میں بہتر ہوگا ۔اسی طرح غذا کے لئے ان کو مارنے اور ذبح

کرنے کی اجازت ہے تو جان کے تحفظ کے لئے مارنا بدرجہ ٔ اولی درست ہوگا۔ اس سلسلے میں اہم عبارتیں درج ذیل ہیں:

*وکذاالحمار اذا مرض ولا ینتفع بہ فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ (ہندیہ ۳۶۱/۵)

* لا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحل قتلہ لأجل الأکل فلدفع الضرر أولی (ہندیہ ۳۶۱/۵)

* و ذبح الحیوان یجوز لغرض صحیح (۷/ ۴۸۳)

مفتی جمیل احمد نذیری اور مولانا رحمت اللہ ندوی کا خیال ہے کہ کبھی کبھی وبائی امراض کی صرف افواہیں ہوتی ہیں، حقیقت سے ان کا کو ئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے تحقیق کے بغیر جانوروں کو مارنا ظلم ہے؛ کیوں کہ یہ موہوم منفعت کے لئے ان کو ہلاک کرنا ہے، لیکن احقر کی رائے میں اس قید کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ہر شخص اپنے مال کی آخری حد تک حفاظت کرتا ہے ،جب یقین ہوجاتا ہے کہ اس کی بقا کی اب کوئی شکل نہیں ہے تب ہی اسے ہلاک کرتا ہے ۔

سوال کا دوسرا جز وبائی امراض میں جانوروں کو مارنے کے طریقے سے متعلق تھا۔اس جز میں بھی سب کا اس پر بنیادی طور پر اتفاق ہے کہ جس طریقے سے جانور وں کی جان جلد نکل جائے اسے اختیار کیا جانا چاہئے، اس لئے کہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی کی تعلیم دی گئی ہے، ان کو تکلیف دیناور ستانا شرعاً جائز نہیں۔ پھر جلد روح نکلنے کے بارے میں مقالہ نگار حضرات نے درج ذیل تجاویز پیش کی ہیں :

* مشین سے ذبح کیا جائے۔آج کل ایسی مشینیں آگئی ہیں کہ ایک گھنٹہ میں ہزاروں جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں۔

* چارہ میں کوئی ایسی دوا ملا دی جائے جس سے ان کی جان نکل جائے۔میڈیکل سائنس نے ایسی بہت سی دوائیں ایجاد کی ہیں جن سے آسانی سے جان نکل جاتی ہے۔

* ایسا زہر یا کیمیکل ان کے ٹھکانے میں ڈال دیا جائے جس سے بیک وقت سب کی جان چلی جائے۔

* پانی میں زہر ملا کر اس کا اسپرے کیا جائے ،اس سے جلد روح نکل جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری کا خیال ہے کہ ابھی مارنے کا کوئی طریقہ متعین نہیں کیا جاسکتا، وقت اور سائنس کی ترقی کے اعتبار سے طریقے بدلتے رہتے ہیں ،لہذا جس وقت ضرورت ہو اس وقت ماہرین سے معلوم کرکے آسان طریقے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، تقریبا یہی رائے مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی کی بھی ہے۔

مقالہ نگار حضرات کا احساس ہے کہ زندہ دفن کرنے میں دم گھٹنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے ،اسی طرح ایسیڈ ڈالنے سے جسم جل جاتا ہے جو نہایت تکلیف دہ ہے، اس لئے یہ دونوں طریقے نامناسب ہیں ۔اگر مذکورہ طریقوں میں سے کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری دفع ضرر کے لئے ان کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

إن الجراد والقمل إذا تضرر بہما الناس کصائل یدفع بالأخف فالأخف فإن لم یمکن الدفع إلا بالتحریق جاز (حاشیہ الرملی ١/ ٥٦٧) (مقالہ مولانا عبد الشکور قاسمی کیرالا)

سوال نمبر: ١٢ - جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے ؟ جیسے ہاتھی کے دانت ،ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے و غیرہ۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے لکھا ہے کہ جانور کو اللہ تعالی نے انسانی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے لہذا تمام انسانی مصالح کے لئے اسے مارا جاسکتا ہے جیسے بال ،کھال ،ہڈی ،گوشت ،دانت ،سینگ ،دوا و علاج یا اس کے کسی عضو کی پیوندکاری و غیرہ، یعنی غذائی ضرورت ہو ،پہننے اوڑھنے کی ضرورت ہو یا زیب و زینت وغیرہ جس ضرورت و حاجت کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے اس کی تکمیل کے لئے اسے مارنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اعتدال سے مارا جائے، ماحولیاتی توازن نہ بگڑنے پائے، وہ جانور کمیاب اور نایاب نہ ہو جس سے نسل کشی لازم آئے،سرکاری اعتبار سے اس کے شکار پر پابندی نہ ہو، حقیقی ضرورت سے زیادہ نہ مارا جائے۔

البتہ ایک رائے مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی اور ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری کی یہ ہے کہ تحسینیات اور زیب و زینت کے لئے جانوروں کو مارنا جائز نہیں ،یہ جانوروں کو بے جا تکلیف دینا ہے لہذاہاتھی کے دانت ،ہرن کے سنگ اور کھال وغیرہ کے لئے اسے مارنا درست نہیں ہے جب کہ مفتی زکریا قاسمی نے اس ممانعت کو ماکول اللحم جانوروں کے ساتھ خاص کیا ہے ۔غیر ماکول اللحم کو آرائش و زیبائش کے لئے مارا جاسکتا ہے۔ یہ رائے قرآن کے بیان کردہ اس آیت کے خلاف ہے: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِيْنَةً (النحل :٨) ۔ اللہ تعالی نے جانورونکی تخلیق کا اہم مقصد زینت بیان کیا ہے جو مصالح انسانی میں شامل ہے۔ اس سلسلہ میں چند فقہی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

* و حل اصطیاد مایؤکل لحمہ و مالا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لإطلاق النص و فی القنیۃ یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما (شامی٥/ ٣٠٥)۔

* ولا بأس بذلک من شعر البہیمۃ وصوفہا لأنہ انتفاع بطریق التزین بما یحتمل ذلک ولہذ ا احتمل الاستعمال فی سائر وجوہ الانتفاع فکذا فی التزین (بدائع الصنائع ١١ / ١٧٧)۔

* لا بأس ببیع عظام المیتۃ و صوفہا و قرنہا و شعرہا وو برہا والانتفاع بہا لأنہا طاہرۃ لا یحلہا لعدم الحیوۃ (ہدایہ ٣ / ٥٥)۔

سوال نمبر: ١٣- اسی طرح جو جانور انسان کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں ان کو مارنے کا کیا حکم ہوگا اور کن حالات میں ان کو مارنے کی اجازت ہوگی؛ کیوں کہ وہ جہاں انسان کے لئے مضرت کا باعث ہیں وہیں ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے میں بھی اہم رول ادا کرتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ جو جانور انسان کے لئے ضرر رساں ہے اس کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ دفع ضرر کا ہر انسان

کو حق حاصل ہے لیکن چونکہ ان جانوروں سے ماحولیات کے تحفظ میں بھی مدد ملتی ہے اس لئے ضرر رسانی سے پہلے ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔خلاصہ یہ کہ :

* وہ جانور جس کی طبیعت پر شر غالب ہے ،انسان کے سامنے آتے ہی حملہ کرنا چاہتا ہے اگر وہ آبادی میں آجائے تو ابتداءً ہی اسے ہلاک کردیا جائے گا۔ اس کے حملہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا جیسے شیر ،گیڈر ،جنگلی ہاتھی وغیرہ۔

* جن جانوروں میں ضرر غالب ہے، اگر وہ جنگلوں میں اور آبادی سے باہر ہوں تو انہیں قتل کرنا درست نہیں۔

* جو جانور اپنی فطرت کے اعتبار سے موذی نہ ہو تو ابتداءً اسے مارنا مکروہ ہے جیسے چیونٹی،بلی،کتا وغیرہ۔

* اگر فطرت کے اعتبار سے موذی نہ ہو لیکن تکلیف پہنچانے لگے تو اسے مارنا درست ہے، لہذا کوئی کتا اگر پاگل ہو جائے اور کاٹنے لگے تو اسے مار دیا جائے گا۔

اس سے متعلق چند عبارتیں ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

* خمس فواسق یقتلن فی الحل و الحرم :الحیۃ و الغراب الأبقع والفأرۃ والکلب العقور والحداۃ (صحیح بخاری: ۱۸۲۹)۔

* قریۃ فِیہا کِلاب کثِیرۃ ولأہل القریۃِ مِنہا ضرر یؤمر أرباب الکِلابِ بِأن یقتلوا کِلابہم؛ لأن دفع الضررِ واجِب وإن أبوا ألزمہم القاضِی(البحرالرائق ۲۳۲،۸)۔

* لکن لا یحِل قتل ما لا یؤذِی، ولِذا قالوا لم یحِل قتل الکلبِ الاہلِی إذا لم یؤذِ والأمر بِقتلِ الکِلابِ منسوخ کما فِی الفتحِ: أی إذا لم تضر (الدرالمحتار ۲/۵۷۰)۔

* قتل الزنبور والحشرات ھل یباح فی الشرع ابتداءً من غیر إیذاء وھل یثاب علی قتلہم قال: لا یثاب علی ذلک وإن لم یوجد منہ الإیذاء فأولی أن لا یتعرض بقتل شیء منہ (ہندیہ ۵/ ۵۶۱)۔

* المختار أن النملۃ إذ ابتدأت بالأذی لا بأس بقتلہا وإلا یکرہ، إلقائہا فی الماء یکرہ مطلقا لأنہ تعذیب لا مبرر لہ (فتاوی بزازیہ ۶/۳۷۰)۔

* وجاز قتل ما یضر من البہائم کالکلب العقور والہرۃ إذاکانت تاکل الحمام والدجاج لإزالۃ الضرر ویذبحہا ذبحا ولا یضر بہا لأنہ لا یفید فیکون تعذیبا لہا بلا فائدۃ (تبیین الحقائق ۶ /۲۲۷)۔

سوال نمبر: ۱۴- جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں قرآن و حدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں کیا کیا ہدایتیں ہیں؟

تمام مقالہ نگار حضرات کو جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کا پورا احساس ہے ۔ان کے خیال میں جانوروں کو انسانی مفادات اور خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے مگر خدمت لینے کے کچھ اصول اور حدود ہیں جن کی رعایت لازم اور ضروری ہے، اس لئے کہ جس طرح ایک باپ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے ویسے ہی اللہ نہیں چاہتا کہ اس کی کسی مخلوق کو تکلیف پہنچے، وہ اپنی

مخلوقات پر باپ سے بھی زیادہ شفیق ہے اس لئے اس نے ایک کتے کو پانی پلانے والی فاحشہ عورت کو جنت میں داخل کر دیا اور ایک نیک لیکن شقی القلب خاتون جس نے بلی کو گھر میں بھوکا پیاسا مار دیا تھا،اس کو جہنم میں داخل کردیا ۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاں انسانوں کے حقوق بیان کئے ہیں وہیں جانوروں کے حقوق پر بھی مکمل روشنی ڈالی ہے اور ان کے بارے میں ہدایات جاری کی ہیں۔

تعبیر الفاظ کے فرق کے ساتھ نصوص و عبارات کی روشنی میں مقالہ نگار حضرات نے جو نکات بیان کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

* ان کے کھانے پینے اور مکمل راحت رسانی کا انتظام کیا جائے ۔
* جانوروں کو باہم لڑایا نہ جائے ۔
* ان کو باندھ کرنشانہ بازی نہ کی جائے ۔
* بے فائدہ ذبح نہ کیا جائے * بچوں کو بھی ان کی اذیت رسانی سے بچایا جائے ۔
* سفر میں جاتے ہوئے ان کے آرام کا مکمل خیال رکھا جائے ۔
* طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جائے اور نہ زیادہ افراد ان پر سوار ہوں
* جو جانور جس کام کے لئے فطرتاً پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لیا جائے۔
* ان کا دودھ مکمل طور پر نہ نچوڑا جائے ۔
* خرید و فروخت کے ذریعے ان کے چھوٹے بچوں کو ماں سے علیحدہ نہ کیا جائے۔
* زندہ رکھتے ہوئے اس کے کسی عضو کو نہ کاٹا جائے ۔
* ان کا مثلہ نہ کیا جائے ۔
* جانوروں پر بیٹھ کر بات چیت یا دیگر کاموں میں مصروف نہ ہوا جائے۔
* ذبح کرنے میں رفق و نرمی کا معاملہ کیا جائے جیسے چھری تیز کرلی جائے ، ذبح کے بعد فی الفور کھال نہ نکالی جائے، ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے ، بے رحمی سے کھینچ کر مذبح نہ لایا جائے و غیرہ۔
* انہیں آگ میں نہ جلایا جائے ۔
* پنجرے میں بند رکھنے کے وقت ان کے کھانے پینے اور راحت کا انتظام کیا جائے۔
* بے فائدہ ذبح نہ کیا جائے ۔
* چہرہ کو نہ داغا جائے اور نہ چہرہ پر مارا جائے۔
* گلے میں کوئی ایسی رسی نہ ڈالی جائے جس سے گلے میں زخم آتا ہو۔
* جس سوراخ میں جاندار ہو اس میں پیشاب نہ کیا جائے اور نہ اس میں آگ لگائی جائے۔
* اگر جانور بیمار ہوجائے تو اس کا دوا و علاج کیا جائے وغیرہ۔

* * *

تعارفی تحریر:

حیوانات کے حقوق ملکی قوانین کی روشنی میں اور غیر سرکاری تنظیموں کی خدمات

پروفیسر شکیل احمد صمدانی•

اللہ تعالیٰ کی کئی مخلوق ہیں۔ فرشتے، جن، انسان اور حیوانات۔ ان چاروں مخلوق میں ہم صرف انسان اور جانوروں کو دیکھ سکتے ہیں اور ان کے بارے میں قوانین بناسکتے ہیں۔ جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے یہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں لیکن عام حالات میں انسان انھیں دیکھ نہیں سکتا، یہ شرف صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ جن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جسے عام حالات میں انسان نہیں دیکھ سکتا لیکن اللہ کے مقرب بندے ان کو دیکھ بھی سکتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرسکتے ہیں۔

مقالے کا عنوان ''حیوانات کے حقوق ملکی قوانین کی روشنی میں اور غیر سرکاری تنظیمیں '' ہے۔ جہاں تک حیوانات یا جانوروں کا تعلق ہے مذہب اسلام نے یہ ذمہ داری ان کے ماننے والوں پر عائد کی ہے کہ وہ جانوروں کے ساتھ محبت اور رحم کا معاملہ کریں؛ کیونکہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے یعنی جتنی بھی مخلوق اللہ نے پیدا کی ہے، ان میں انسان سب سے افضل ہے اور یہ درجہ اسے اللہ نے دیا ہے اور شائد اسی لئے انسان کو جو عقل دی گئی ہے وہ باقی ساری مخلوقات سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن میں متعدد آیات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور اللہ کے قانون کا نفاذ ان پر ہوتا ہے۔ اللہ نے حیوانات اور ان کے لئے جنگلات، پیڑ،پودے سبھی کسی نہ کسی مقصد سے بنائے ہیں اور وہ مقصد ہے کہ دنیا میں ضروریات کے مطابق توازن قائم رہے، چونکہ وہ بھی مخلوق ہے اس لئے انھیں بھی زندہ رہنے کا حق حاصل ہے اور انھیں بھی ہر طرح کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچنے کا حق حاصل ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو حیوانات، چڑیوں اور اسی طرح کے دیگر مخلوقات کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہے بروزقیامت اللہ بھی اس کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے گا، ایک اور مقام پر پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی جانور کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اچھا سلوک کسی انسان کے ساتھ اچھے سلوک کئے جانے جیسا مانا جائے گا، اور اگر وہ کسی جانور کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو اسے انسان کے ساتھ کئے

• شعبہ قانون، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

گئے ظلم جیسا مانا جائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بہت سے ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن میں انھوں نے صحابۂ کرام کو چرند پرند اور حیوانات کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی اور بروز قیامت اس کے اجر کی بھی بشارت دی۔ اسلامی قانون کے مطابق شکار اور تفریح کے لئے جانوروں کو قتل کرنا منع ہے۔ ہاں اس صورت میں اجازت ہے کہ اگر کھانے کی کمی ہو یا ضرورت ہو تو جانوروں کا شکار کیا جاسکتا ہے۔

میرا موضوع اسلامی قانون میں جانوروں کے حقوق نہیں ہے بلکہ ہندوستانی قانون میں جانوروں کے تعلق سے کیا کچھ کہا گیا ہے اس پر گفتگو کرنا ہے۔ آزاد ہندوستان میں دو انتہائی اہم قانون جانوروں کے متعلق ملتے ہیں: پہلے قانون کا نام ہے: The Prevention of Cruelty to Animals Act, 1960 (PCA)، اور دوسرا قانون ہے: The Wildlife Protection Act, 1972 (WLPA) ، یہ دونوں ہی قوانین مرکزی حکومت نے بنائے ہیں جن میں کبھی کبھی ترمیم بھی ہوتی رہی ہے جیسے کہ PCA, 1960 میں ۱۹۸۲ میں ترمیم کی گئی۔ اسی طرح ۲۰۱۶میں بھی مجوزہ قانون میں ترمیم کے لئے Parliament میں ایک Bill پیش کیا گیا لیکن ابھی تک وہ پاس نہیں ہوسکا۔ , ۱۹۷۲ WLPAمیں کئی ترامیم ہوئی ہیں جن مینکئی اہم ترامیم ۲۰۰۲ اور ۲۰۰۶ میں ہوئی ہیں، اس میں مزید ترامیم کی بات ہو رہی ہے لیکن ابھی وہ ترامیم ہوئی نہیں ہیں، اس لئے ان کے اوپر اظہار خیال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جہاں تک PCA,۱۹۶۰ کا تعلق ہے اس میں ۶ باب ہیں اور ۳۱ دفعات ہیں۔ پہلا باب تعریفات (Definitions) اورTitles پر مبنی ہے۔ دوسرے باب مینحیوانات فلاح بورڈ آف انڈیا) Animal (Welfare Board of India کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہے ہیں۔ تیسرے باب میں جانوروں کے ساتھ ہونے والے ظلم کے تعلق سے قوانین دیئے گئے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کے لئے سزا تجویز کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں جانوروں کے اوپر تجربات کرنے کی تعریف، اس کو روکنے کے طریقے اور اس کو روکنے کے لئے کمیٹیاں بنانے کا قانون اور ان کی خلاف ورزی کے لئے سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ پانچویں باب میں جانوروں کو سدھانے کے بعد انھیں ‘کرتب ’ دکھانے کے لئے مجبور کرنے کے تعلق سے مناسب قانون بنائے گئے ہیں، کن جانوروں کو کرتب دکھانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اور کس حد تک ان پر سختی کی جاسکتی ہے اس کے بارے میں بھی تفصیلات دی گئی ہیں۔ قانون کے نفاذ کرنے والی ایجنسیاں اور عدالتوں کے اختیار پر بھی قانون موجود ہیں۔ ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے پر قانون کی کیا گرفت ہوگی وہ بھی تفصیل سے دیا گیا ہے، کن کن ‘کرتبوں’ کو اس قانون سے اور کن حالات میں مستثنیٰ کیا گیا ہے اس کا بھی ذکر موجود ہے۔ آخری بابیعنی باب ۶ میں پچھلے ۵ باب کے متعلق مزید تفصیلات اور وضاحتیں دی گئی ہیں۔

وائلڈ لائف پروٹیکشن ایکٹ ۱۹۷۲، (Wild Life Protection Act, 1972)

جہاں تک اس ایکٹ کاتعلق ہے اس میں ۷باب ہیں۔ پہلے باب میں مختلف الفاظ کی تعریف اور ابتدائی چیزیں ہیں۔ دوسرے باب میں حاکموں کی تقرری اور ان کے اختیارات اور وائلڈ لائف مشاورتی بورڈ کے قیام کے تعلق سے قوانین کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریوں سے متعلق بھی دفعات موجود ہیں۔ تیسرے باب میں جنگلی جانوروں کے شکار پر پابندی لگائی گئی ہے، اورشڈول ۱،۲،۳،۴ میں ان جانوروں کی تفصیلات دی گئی ہیں جن پر شکار کی پابندی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ناگزیر حالات میں خطرناک جانوروں کو کن حالات میں مارا جاسکتا ہے ان کا ذکر ہے۔ یہ اختیار Chief Wild Life Warden کو دیا گیا ہے۔ باب ۳(A) میں ۲ Oct 1991 کو ترمیم کی گئی اور اس میں جانوروں کے ساتھ ساتھ پیڑ پودوں کے تعلق سے بھی ایک پورے باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جسے ‘مخصوص پودوں کا تحفظ’ نام دیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں National Parks, Sanctuary, Closed Areasکے بارے میں قانون دیا ہوا ہے، یہ قانون Act 44 of 1991کے ذریعہ ۲ Oct, 1991 کو بنایا گیا، اس میں ریاستی حکومتوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی جنگل میں Sanctuaryکا قیام کریں اور اس سلسلے میں کلکٹر کے اختیارات اور تفصیلی قانون بنانے کا ذکر ہے۔ دفعہ ۳۵ ریاستی حکومت کو نیشنل پارک بنانے کا اختیار دیتا ہے، اور دفعہ ۳۷ Closed Areaکا اختیار دیتا ہے، ۱۹۹۱ میں پارلیمنٹ کے ذریعہ WLPA, 1972 میں باب ۴ (A) کا اضافہ کیا گیا۔ جس کے ذریعہ مرکزی حکومت کو قومی چڑیا گھر اتھارٹی (Central Zoo Authority) بنانے کا اختیار دیا گیا، اس Authority میں کتنے افراد شامل ہونگے، ان کی قابلیت کیا ہوگی اور یہ کس طرح بنائی جائے گی،ممبران کا اختیار کیا ہوگا، اس کے کام اور ذمہ داریاں کیا ہوں گی، ان سب پر تفصیلی قانون موجود ہے۔ باب ۵ میں ان قوانین کا ذکر ہے جس کے ذریعہ تجارت کے لئے جنگلی جانوروں کا کس طرح استعمال کیا جائے گا اس سلسلے میں واضح قوانین موجود ہیں۔ ۱۹۹۱ میں ترمیم کے ذریعہ باب ۵ (A)کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں جانوروں کے عضو اور دوسری چیزوں کے تعلق سے قوانین جوڑے گئے۔ باب ٦میں دفعہ ۱ سے ۳۹تک جو قوانین دیئے گئے ہیں ان کی خلاف ورزی کے تعلق سے چھان بین، حراست، گرفتاری اور سزائوں کے متعلق تفصیلات موجود ہیں۔ آخری باب یعنی کہ باب ۷میں متفرق قانون دئے گئے ہیں جن میں ان ساری چیزوں کا احاطہ کیا گیا ہے جو باب ٦تک بیان کی گئی ہیں، اس کے علاوہ اس قانون کے آخر میں ٦ شڈول دیئے گئے ہیں جس میں جانوروں کی قسمیں، ان کی تفصیلات، پودوں کی تفصیلات،چڑیوں، کیڑے مکوڑوں کی اور زمین اور خشکی پر رہنے والے جانوروں کی تفصیلات اور ان کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کے انگریزی نام بھی دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۷۲, WLPA میں ۱۵ سالوں کے بعد ایک ترمیم کی گئی جس میں باب ۴(B) کا اضافہ کیا گیا اور اس مینقومی ٹائیگر تحفظ اتھارٹی (National Tiger Conservation Authority) کا قیام کیا گیا اور اس کی روک تھام کے لئے Crime Control Bureau

کا قیام کیا گیا ہے جس کی پوری تفصیلات اس باب میں دی گئی ہیں۔

۱۹۶۰, PCA میں حیوان کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان کے علاوہ جو بھی جان دار مخلوق ہے اسے حیوان مانا جائے گا اسیر جانور (Captive Animal) اور گھریلو جانور(Domestic Animal) کی الگ الگ تعریف کی گئی ہے۔ ''اسیر جانور '' کا مطلب یہ ہے کہ جو جانور کہیں مقید ہو چاہے عارضی طور پر یا مستقل طور پر، اس طرح سے رکھا گیا ہو کہ وہ کسی بھی حالت میں بھاگ نہ سکتا ہو، یا اسے اس طرح سے مجبور کردیا گیا ہو کہ وہ آزادی سے گھوم پھر نہ سکتا ہو۔ 'گھریلو جانور' کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ جس کو سدھا لیا گیا ہو تاکہ وہ کسی مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ Phooka یا Doomdevمیں یہ چیز بھی شامل ہے کہ کسی مادہ دودھ دینے والے جانور کے زنانہ حصے میں ہوا یا کوئی ایسا مادہ ڈالا جائے جس سے سارا دودھ نچوڑ کر نیچے آجائے۔ اسی باب میں ہر اس شخص پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنے زیر کنٹرول جانوروں کی بھلائی کا خیال رکھے اور غیر ضروری طور پر ان کو کوئی بھی تکلیف نہ ہونے دے۔

جانوروں کے ساتھ ظلم و زیاتی اور تشدد:

جانوروں کی فلاح کے تعلق سے قانون کے تیسرے حصے میں جانوروں کے ساتھ ظلم کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اگر کوئی شخص کسی جانور کو ٹھوکر مارتا ہے، ان کے اوپر سواری کرتا ہے، حد سے زیادہ بوجھا ڈالتا ہے، تشدد، بیمار، زخمی، جانور سے کام لیتا ہے تو وہ بھی ظلم کی تعریف میں آئے گا، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اور غیر مناسب طور پر کسی جانور کو کوئی خطرناک دوا یا چیز دیتا ہے یا کسی گاڑی پر اس طرح رکھتا ہے کہ جانور کو تکلیف ہو یا کسی ایسے پنجرے میں اسے قید کرتا ہے جس کی اونچائی، لمبائی اور چوڑائی جانور کے نقل و حمل میں پریشانی پیدا کرے یا جانور کو زنجیروں سے باندھے یا کتے کو عام طور پر زنجیر میں رکھتا ہو یا جانوروں کا مالک ہونے کے باوجود اس کو کھانے پینے اور رہنے کی تکلیف دیتا ہو، یا جانور کو اس طرح سے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھوک پیاس سے مرجائے، یا جانور کو جسے Contagious یا چھوت کی بیماری لگی ہو، مرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہو، یا جانور خاص طور سے کتوں کو اس طرح کا انجکشن دیتا ہو جو ظالمانہ طریقے سے دیا جاتا ہو، یا چارہ کے طور پر کسی جانور کو شکار کے لئے باندھ دیتا ہو (اکثر شیر اور چیتے کے شکار کے لئے گائے، بھینس یا بکرا وغیرہ کوچارہ کے طور پر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ لالچ میں شیر یا چیتا وہاں پر آئے اور اس کا آسانی سے شکار کیا جاسکے) یا تفریح کے لئے یا نشانے بازی کے لئے جانوروں کا استعمال کرے وہ PCA, 1960 کے مطابق جرم کا مرتکب ہوگا، اور پہلی بار جرم کرنے کی وجہ سے کم سزا کا مرتکب ہوگا لیکن دوسری بار ایسا کرنے پر زیادہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح دفعہ ۱۲ میں Phooka یا Doomdevکرنے کی سزا۱۰۰۰ء

روپیہ جرمانہ اور دو سال کی قید اور جانوروں کی ضبطی ہے۔

کرتب دکھانے پر پابندی:

باب ۴ میں جانوروں پر تجربات روکنے کے لئے ایک کمیٹی بنانے کا قانون موجود ہے۔ باب۵ میں جانوروں کو کرتب دکھانے کے لئے نمائش اور تربیت یافتہ کرنے کے لئے قانون موجود ہے۔ اس کے مطابق کسی بھی شخص کو بنا رجسٹریشن کے جانور کو تربیت دینے کے بعد عوام کے درمیان کرتب دکھانے کا حق حاصل نہیں ہے اور اس سلسلے میں رجسٹریشن کروانے کے بعد ہی کوئی شخص تفریح کے لئے جانوروں کا استعمال کرسکتا ہے، پولس کو واضح اختیارات دیئے گئے ہیں اور مجسٹریٹ کو بھی قانون کے تحت سزا دینے کا اختیار دیا گیا ہے ،اس شق کی خلاف ورزی پر ۵۰۰ روپیہ کا جرمانہ یا تین مہینے کی قید یا دونوں ہی ہوسکتے ہیں، لیکن اس قانون سے فوج اور پولس کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے اورZoological Garden یا سوسائٹی کو بھی اس صورت میں مستثنیٰ رکھا گیا ہے جب جانوروں کی نمائش تعلیمی یا سائنسی مقاصد کے لئے کی گئی ہو۔ باب ٦ کی دفعہ ۲۸ میں اس بات کی خاص و ضاحت ہے کہ کسی فرقہ کے ذریعہ مذہب کے حصول کے لئے کسی جانور کو قتل کیا جاتا ہے تو وہ اس سے مستثنیٰ رہے گا اور مجرم نہیں قرار پائے گا۔ (اس زمرے میں عید الاضحی یا عقیقے کے لئے جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔)

۲۰۱٦ میں حکومت نے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا ہے جس کے ذریعہ اس قانون میں بہت ساری ترمیمات کی سفارشات کی گئی ہیں لیکن چونکہ یہ معاملہ ابھی سلیکٹ کمیٹی کے پاس ہے اس لئے اس کا ذکر کرنا فضول ہے، جب یہ قانون پارلیمنٹ سے پاس ہوجائے گا تو اس کا ذکر اس میں کیا جائے گا۔

جہاں تک Wildlife Protection Act, 1972کا تعلق ہے اس میں ۱۹۷۲ کے بعد کئی ترمیمات ہوئی ہیں جس میں ۱۹۷٦ میں دستور میں۴۲ ویں ترمیم کی گئی، اس کے بعد Act 23 of 1982، Act 28 of 1986, Act 26 of 1993, Act 44 of 1991, Act 16 of 2003, Act 39 of 2006 قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان میں پہلی بار انگریز حکومت کے دور میں ۱۸۸۷ Wild Birds (Protection) Act10 of 1887لاگو کیا گیا تھا، اس کے بعد Wild Birds and Animals Protection Act, 1912 (8 of 1912) پاس کیا گیا۔ اس قانون کے پاس کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ۱۸۷۷ کا قانون جنگلی چڑیوں اور جانوروں کی حفاظت کرنے میں ناکام ثابت ہوا۔ ۱۹۱۲ کا قانون بھی اپنے مقاصد کو پانے میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکا اس لئے انگریز سرکار نے ۱۹۳۵ میں Wild Birds and Animal (Protection (Ammendment) Act 1935 (Act 27 of 1935 پاس کیا. اس کے بعد دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی اور اس سلسلے میں کوئی بھی پیش رفت نہ ہوسکی، ملک آزاد ہونے کے بعد قانون ساز اسمبلی نے جو دستور تجویز کیا اس میں Entry No

20 میں صوبائی لسٹ میں اس کو جگہ دی گئی لیکن ۱۹۶۰ میں ہی جاکر اس کے اوپر کوئی کام ہوسکا۔

WLPA,1972 میں مرکزی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جنگلی حیات تحفظ Wild Life Preservation) کے لئے ایک ڈائرکٹراور اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور چیف وائلڈ لائف اور وائلڈ لائف وارڈین کا تقرر کرے۔ اسی کے ساتھ ریاستی حکومتوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ وائلڈ لائف مشاورتی بورڈ کا قیام کریں۔ دفعہ ۹ میں اس پر پابندی عائد کی گئی ہے کہ Schedule 1, 2, 3,4 میں شامل جنگلی جانوروں کا کوئی بھی شکار نہیں کرے گا۔ دفعہ A۱۷ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی بھی شخص جان بوجھ کر ان پودوں کو نہ تو توڑے گا، نہ جڑ سے اکھاڑے گا، نہ نقصان پہنچائے گا، نہ حاصل کرے گا، جن کے اوپر مرکزی حکومت نے پابندی عائد کردی ہے۔ نہ ہی اس کو بیچے گا، نہ بیچنے کی پیشکش کرے گا، نہ تحفتاً دے گا، نہ ان پودوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے گا، سوائے تعلیمی مقاصد کے یا سائنٹفک تحقیقات کے یا Herbarium بنانے کے لئے یا اسی طرح کے دیگر مقاصد کے لئے۔

جہاں حکومت کو Sanctuary, National Park اورClosed Area بنانے کا اختیار دیا گیا ہے وہیں Sanctuaryمیں متعلقہ حکام کی اجازت کے بغیرکسی کے بھی داخلہ پر پابندی لگادی گئی ہے، یہ ضرور ہے کہ دفعہ ۲۸ میں چیف وائلڈ لائف وارڈین کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ فوٹو گرافی، ریسرچ، سائنٹفک ریسرچ، سیاحت وغیرہ کے لئے اندر جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔ دفعہ ۳۰ میں Sanctuaryکے اندر آگ جلانے، پتے جلانے یا کسی بھی قسم کی آگ زنی کی ممانعت ہے۔ دفعہ ۳۱ میں Sanctuaryمیں بنا اجازت ہتھیار لے جانے پر بھی پابندی ہے، دفعہ ۳۲ میں کسی قسم کا آتش گیر مادہ لے جانے پر پابندی ہے ۔

ان دونوں قوانین کے علاوہ دستور ہند بھی آرٹیکل ۴۸ اور A۴۸ میں زراعت اور زراعت میں کام آنے والے جانور بالخصوص دودھ دینے والے جانور کے تحفظ اور حفاظت کے لئے کام کرنے کے لئے حکومت کو پابند کرتا ہے۔ آرٹیکل A۴۸ خصوصیت سے حکومت کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ ماحولیات، جنگلات اور ملک میں جنگلی جانور کے تحفظ کے لئے پوری کوشش کرے۔ اسی طرح Part IV A کے مطابق ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ جنگلات، جھیل، ندیوں، قدرتی ماحول اور حیوانات کے تحفظ کے لئے پابند رہے گا۔ یعنی حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ حیوانات کا نہ صرف تحفظ کرے بلکہ ان کی زندگیوں کو تکلیف اور مصائب سے بچانے کا انتظام کرے اور ہندوستان میں رہنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ جنگلی جانورو اور جنگلات کی حفاظت کرے۔ تعزیرات ہند ۱۸۶۰ کی دفعہ ۴۲۸ کے مطابق اگر کوئی شخص کسی جانور جس کی قیمت ۱۰ روپیہ یا اس سے زیادہ ہے اس کو قتل کرتا ہے، زہر دیتا ہے، اپاہج یا ناکارہ بناتا ہے تو

اسے دو سال تک کی قید ہوسکتی ہے یا جرمانہ ہوسکتا ہے یا قید اور جرمانہ دونوں ہوسکتا ہے۔

جانوروں کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیمیں:

اوپر دیئے گئے قوانین سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ جانوروں کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں بہت ہی واضح قوانین موجود ہیں۔ پچھلے ۵۰، ۶۰ سالوں میں جیسے جیسے ملک ترقی کر رہا ہے پہلے سے بہتر قوانین وجود میں آرہے ہیں، مرکزی اور صوبائی حکومتیں نت نئے قانون بنا رہے ہیں، ان قانون کو بنانے میں اور نفاذ کروانے میں غیر سرکاری تنظیموں کا بہت بڑا ہاتھ ہے، انھیں غیرسرکاری تنظیموں کی وجہ سے اکثر و بیشتر حکومتوں کو اور پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو قانون میں ترمیمات کرنی پڑتی ہیں۔ ملک میں بہت ساری غیر سرکاری تنظیمیں ہیں جو حیوانات کے تحفظ اور ان کی بقا کے لئے کافی سنجیدہ ہیں، ویسے تو یہ فہرست اچھی خاصی طویل ہے لیکن کچھ اہم تنظیموں کا ذکر موقع کی مناسبت سے کیا جارہا ہے:

(۱) (Blue Cross of India / BCI (Chennai

بلو کراس آف انڈیا ہندوستان کی چند بڑی حیوانات کی فلاحی تنظیموں میں سے ایک ہے، اس کا قیام ۱۹۵۹میں ہوا تھا اور بطور سوسائٹی رجسٹریشن ۱۹۶۴میں ہوا تھا اور Animal welfare board of India نے ۱۹۶۶میں اس کو تسلیم کرلیا۔ اس کو قائم کرنے کا سہرا کیپٹن وی سندرم کو جاتا ہے، اس تنظیم نے مندرجہ ذیل کاموں کو اپنے ذمہ لے رکھا ہے:

(a)جانوروں کے حقوق کے لئے بیداری پروگرام
(b) Medical Waste Disposal
(c) جانوروں کے لئے پناہ گاہ
(d) پالتو جانوروں کی گھر واپسی
(e) پالتو جانوروں کو گود لینا
(f) جانوروں کی افزائش نسل کو روکنا
(g) Aviary clinic یعنی جانوروں کے لئے اسپتال کھولنا
(h) جانوروں کے لئے ڈسپنسری کا قیام
(i) جانوروں کے لئے ایمبولنس کی سہولیات
(j) اور مویشیوں کے لئے دوسری تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرنا

۲۰۱۳ میں اس سوسائٹی نے چنئی میں پہلی بار Aviary clinicکھولا جس میں بیمار چڑیوں کا علاج شروع کیا گیا، لوگوں نے اس کام کے لئے ۸ لاکھ روپیہ کا عطیہ دیا۔ مقام مسرت یہ ہے کہ مئی ۲۰۱۳ میں ماریشس نے اس تنظیم کی مدد سے اپنے ملک میں کتوں کے کاٹنے سے ہونے والی اموات کے لئے ABC-AR پروگرام شروع کیا۔

(۲) بلیو کراس آف حیدرآباد- اس تنظیم کا قیام ۱۹۹۲میں عمل میں آیا اور بحیثیت سوسائٹی ۱۹۹۳ میں رجسٹریشن کیا گیا اور اسی سال Animal welfare board of India نے اس کو تسلیم کرلیا۔ اس کا قیام تلگو ایکٹر اکّنی ناگارجن اور تامل اداکارہ املا اکّنی نے کیا۔ یہ تنظیم حیدرآباد میں دو ایکڑ زمین پر جانوروں کے لئے پناہ گاہ چلا رہی ہے اور حیوانات کی بہبود کے لئے ۹ پروجیکٹ پرکام ہورہا ہے، ان کے پاس جانوروں کی ٦٥٠ قسمیں موجود ہیں۔

(۳) دی وائلڈ لائف ریسکیو اینڈ ری ہیبیلٹیشن سینٹر (The Wildlife Rescue & Rehabilitation Centre)اس سینٹرکارجسٹریشن ۱۹۹۹ میں ایک خیراتی ٹرسٹ کے طور پر کیا گیا ہے جس کا مقصد بنگلور کے آس پاس جنگلی جانوروں کا تحفظ تھا۔ یہ تنظیم جنگلی زندگی کے تحفظ، ان کی آبادکاری، ظلم سے روک تھام، بیداری مہم، قانونی لڑائی، تحقیق اور سروے ہاتھیوں کے سلسلے میں کر رہی ہے۔

(۴) People for Ethical Treatment of Animals- India/ PETA-(پیٹا)- پیٹا کا قیام ۲۰۰۰ میں ہوا جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جانور صرف کھانے، پہننے، تجربہ کرنے اور تفریح کے لئے نہیں ہے۔پیٹا پورے ملک میں جانوروں کی زندگیاں بچانے، ان کی زندگی بہتر بنانے، قانونی سازی، عوامی بیداری، دھرنا پردرشن وغیرہ سے اپنے کو جوڑے ہوئے ہے، اس تنظیم سے بہت سارے اسٹار اور سپر اسٹار جڑے ہوئے ہیں۔

(۵) Animal Aid Unlimited- اس کا قیام ۲۰۰۲ میں ادے پور، راجستھان میں ہوا۔ اس تنظیم کا مقصد زخمی، مجروح، اور آوارہ جانوروں کو اپنے سینٹر میں لانا، ان کا علاج کرنا اور ان کے لئے آرام گاہ کا انتظام کرنا ہے۔ اب تک یہ تنظیم تقریباً ۳۵۰۰۰ کتوں، بلیوں، بندروں اور گایوں کا علاج کرچکی ہے۔

(۶) Buddha Society for Animal Welfare -اس کا قیام شکچھا رتن، ڈاکٹر ایس پی شرما نے جانوروں کو طبی سہولیات فراہم کرنے کے لئے کیا ہے، اس کا اصل مقصد دوائیں دینا، ٹیکہ لگانا، آپریشن کرنا اور عام طور پر علاج کرنا ہے۔ اس کے علاوہ بدھا سوسائٹی نے جانوروں کی بہبود کے لئے اسکول اور کالجوں میں بیداری مہم بھی چلانے کا عزم کیا ہے اور چلا رہی ہے۔

(۷) 'Group of Animal Lovers. 'GOAL- اس کا قیام کالج کے چار دوستوں بھاوت شاہ، پلکت پنچال، کھیاتی شاہ، وشال مودی نے احمدآباد گجرات میں کیا۔ جس کا اصل مقصد گجرات میں بین الاقوامی پتنگ بازی تیوہار کے دوران ہزاروں زخمی چڑیوں بالخصوص کبوتر، گدھ، مور، چیل، بگلا، طوطا،وغیرہ اور مائگریٹری برڈ، فلے منگو اور پیلیکان جیسی چڑیوں کو جو کہ منجھے سے زخمی ہوجاتے ہیں، ان کو نئی زندگی دینا ہے۔

(۸) 'HIS 'Help In Suffering -اس کا قیام ایک فلاحی ٹرسٹ کے ذریعہ ۱۹۸۰میں جے پور میں ہوا اور یہ جانوروں کے فائدہ کے لئے کام کر رہی ہے، یہ چھ

مختلف فلاحی پروجیکٹس پر کام کر رہی ہے جس میں ۴۵ لوگ بحیثیت اسٹاف کے ہیں، ان کے پاس تین ایمبولینسز ہیں اور دو موبائل کلینکس ہیں۔ انھوں نے خصوصی طور پر آگرہ روڈ پر بسّی گائوں میں ‘اونٹ بچائو مرکز ’ کا بھی قیام کیا ہے جو گرمی کے دنوں میں پیاس بجھانے اور قیام کرنے کا کام کرتا ہے۔

(۹) Let's Live Together- یہ ایک جانوروں کا فلاحی مرکز ہے جس کا قیام محترمہ اچلا پانی نے ۲۰۰۵میں بنگلور میں کیا تھا اور جو خصوصیت سے کتوں کے لئے فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ تنظیم کتے کے پلوں کو جو سڑکوں پر آوارہ گھومتے رہتے ہیں ان کو لوگوں کو بیچنے کا کام کرتی ہے؛ تاکہ بے گھر کتے کے بچہ لوگوں کے گھروں میں آرام سے رہ سکیں اور سڑکوں پر آوارہ کتوں کی بہتات میں کمی آسکے۔

(۱۰) 'Wildlife SOS' -اس کا قیام ۱۹۹۵میں جنگلات اور جنگلی زندگی کے تحفظ کے لئے کیا گیا تھا، خصوصاً ہاتھی، چیتے، اور بھالو جوکہ سرکس اور چڑیا گھروں کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ اس تنظیم نے بھالوئوں کے رقص کو کافی حد تک کنٹرول کیا ہے؛ کیونکہ ایسا کرنے سے بھالوئوں کو شدید ذہنی اور جسمانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۱۱) - Federatio of Indian Animal Protection Organisation FIAPO"۔ اس کا قیام ۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ کو قومی راجدھانی دلی میں کیا گیا، اس کا مقصد جانوروں کو بھوک، پیاس، درد، تکلیف، بیماری، غیر فطری رد عمل، خوف ، مجبوری اور غلامی سے نجات دلانا ہے۔

(۱۲) -Compassion Unlimited Plus Action (CUPA) اس کا قیام بنگلور میں ۱۹۹۱ میں کیا گیا، اور اس کا دائرہ کار آندھرا پردیش، پنجاب، گجرات، تامل ناڈو، مہاراشٹر، کیرلا، راجستھان اور انڈمان وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے دائرہ کار میں جانوروں کی رہائی ان کے شفا خانے اور تحفظ وغیرہ شامل ہے۔

(۱۳) -In Defence of Animals (IDA) اس کا قیام ۱۹۹۶ میں ممبئی میں ہوا۔ شروع میں ممبئی کے دو گیراج میں آوارہ کتوں کی نس بندی کا کام کیا گیا، اس کے بعد ممبئی ہائی کورٹ نے ان کو اس طرح کے کام کرنے کے لئے میونسپل کار پوریشن کی زمین دی اور اس طرح کے کئی سینٹر یہ ممبئی، نوی ممبئی اور پہاڑی اسٹیشن پر کام کر رہے ہیں۔ خصوصاً گھوڑوں کے سلسلے میں یہ تنظیم بہت کام کر رہی ہے۔

اسی طرح کی بہت سی تنظیمیں ملک میں جانوروں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہی ہیں، عوامی طور پر محترمہ مینکا گاندھی حیوانات اور بے سہارا جانوروں کے لئے کام کرنے کے لئے جانی جاتی ہیں۔ میرے پاس غیر سرکاری تنظیموں کی جو لسٹ ہے اس میں بڑی تعداد میں غیر مسلم بھائی جانوروں کی فلاح و بہود، تحفظ کے لئے کام کر رہے ہیں لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ مسلمان اس فلاحی کام سے بہت دور ہیں۔

* * *

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی•

تمہید:

موجودہ دور میں جانوروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے قائم ہونے والی تنظیموں سے بہت پہلے اسلام نے ان کے حقوق کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم، ما فرطنا فی الکتاب من شئ، ثم إلی ربہم یحشرون'' (الانعام: ۳۸) (اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو اور کوئی پرندہ نہیں جو فضا میں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہو، مگر یہ سب تمہاری ہی طرح امتیں ہیں، اور ہم نے اپنی کتاب میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر یہ سب اپنے پروردگار کے حضور اکٹھے کئے جائینگے)۔

یہ آیت واضح طور پر اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالی کی ساری مخلوقات کی الگ الگ نوعیتیں ہیں، اور ہر ایک مخلوق کی اپنی ایک مخصوص جبلت ہے، اور ہر ایک اپنے جبلّی تقاضوں اور اپنے منشائے تخلیق کے اعتبار سے اپنے اندر شعور، ادراک اور جذبات رکھتی ہے، اوران مخلوقات کی ہر نوع کے اندر بھی اپنی اجتماعی ہستی کا ایک شعور ہے جو انہیں آمادہ کرتا ہے کہ یہ ایک وحدت کے اجزا کی طرح اپنے اجتماعی وجود کے بقا وتحفظ کا سامان کریں اور اپنے نوعی مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں ان کا ہر فرد اپنا رول ادا کرے، اور یہ بات موجودہ جانداروں کے علم (Biology) کے نظریات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

تو جب زمین پر چلنے والے ہر جاندار اور فضا میں اڑنے والے ہر پرندہ کے اندر اپنی اجتماعی ہستی کا شعور ہے، اور ہرا یک مخلوق اللہ تعالی کی نشانی ہے تو اسے بلاوجہ اذیت پہنچانا درست نہیں ہے، نیز زمین کی ہر مخلوق کو زمین پر زندہ رہنے، اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے، چنانچہ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت شریدؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا: ''من قتل عصفوراً عبثاً، عجّ إلی اللہ عزوجل یوم القیامۃ منہ، یقول: یا ربّ إن فلاناً قتلنی عبثاً، ولم یقتلنی لمنفعۃ'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۶، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۸۹۴، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۴۷۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو کسی گوریا کو بھی بے فائدہ مارے گا، وہ

• عمید کلیۃ الحدیث جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، پٹیکاڈ، مالا پرم، کیرالہ۔

قیامت کے دن اس کے بارے میں اللہ تعالی سے شکوہ کناں ہوگا کہ اے میرے رب! فلاں شخص نے مجھے بے فائدہ قتل کیا، اور منفعت حاصل کرنے کے لئے نہیں مارا)۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔جانوروں کو تیزی سے بڑھنے کے لئے لحمی غذائیں دینے کا حکم:

جانوروں کو تیزی سے بڑھنے کے لئے لحمی غذائیں دینے کا عمل جائز ہے، بشرطیکہ یہ ان کے لئے کسی خاص اذیت اور بڑے ضرر کا باعث نہ ہو، اور ماہرین طب کے گمانِ غالب کے مطابق اس طرح تیزی سے بڑھے ہوئے جانور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اس عمل سے انسان اور حیوان کو کوئی خاص ضرر نہ ہونے کی صورت میں وہ ظلم وزیادتی میں داخل نہیں ہے، لہذا فرمان الہی: ''ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين'' (۵؍المائدہ: ۸۷) (اور حدود سے تجاوز نہ کرو، اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) اس پر منطبق نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ وہ تمام احادیث جو جانوروں کی تعذیب اوران کو تکلیف پہنچانے سے منع کرتی ہیں، جانور کو کوئی خاص ضرر نہ ہونے کی حالت میں اس عمل کے عدم جواز پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔

۳۔ اگرچہ یہ عمل چارہ خور جانوروں کی عام فطرت کے خلاف ہے، لیکن بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کی غذائی ضرورتوں کا تقاضا یہ ہےکہ اس کی اجازت ہو؛ کیونکہ انسان کی ضرورت کی رعایت جانور کی ضرورت کی رعایت سے بڑھ کر ہے، نیز اللہ تعالی نے اس کائنات کا ایسا نظام بنایا ہے کہ حیاتی عناصر اور مختلف نامیاتی اجسام غذا کے ذریعہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں، ایک نامیاتی جسم دوسرے کے لئے غذا بن جاتا ہے، اور اس کے بعد نامیاتی اجسام کا سلسلہ ترتیب وار دوسرے کی خوراک بن کر ایک غذائی زنجیر بناتا ہے، چنانچہ سبز پودے پہلی تغذیائی سطح تیار کرتے ہیں، اور دوسری سطح عام طور پر پودے کھانے والے جانوروں کی ہے، اور بلند تغذیائی سطحیں گوشت خوروں پر مشتمل ہوتی ہیں، اور ہر بڑی مخلوق چھوٹی مخلوق کو اپنی غذا بناتی ہے؛ لہذا انسان کی ضرورت کی رعایت مقدم ہوگی۔

۴۔ اشیاء میں اصل اباحت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (بقرہ: ۲۹) (وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے)۔

امام جصاص رازیؒ لکھتےہیں: ''قولہ: ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' ، وقولہ: ''سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض'' (۳۱؍لقمان: ۲۰) ، وقولہ: ''قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ، والطیبات من الرزق'' (۷؍اعراف: ۳۲)۔ ''یحتج بجمیع ذلک فی أن

الأشیاء علی الإباحۃ مما لا یحظرہ العقل، فلا یحرم منہ شئ إلا ما قام دلیلہ'' (جصاص، احکام القرآن۱،۳۳، بیروت، دار الاحیاء، ع۔ أ: ۵) (اللہ تعالی کے فرمان: ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے، اور فرمان باری تعالی: ''اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے '' ، اور ارشاد الٰہی: ''پوچھیے، کس نے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو حرام ٹھہرایا ''۔ ان تمام آیتوں سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ اشیاء اباحت پر رہینگی، جنہیں عقل ممنوع نہ ٹھہرائے، لہذا کوئی چیز بے دلیل حرام قرار نہیں پائے گی)۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وما کان اللہ لیضلّ قوماً بعد إذ ہداہم حتی یبیّن لہم ما یتقون'' (توبہ: ۱۱۵) (اور اللہ کسی قوم کو، اس کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا، جب تک وہ وضاحت کے ساتھ ان کو وہی چیزیں بتا نہ دے، جن سے ان کو بچنا ہے)۔

چونکہ لحمی اجزاء پر مشتمل چارہ سے جانور کو کوئی خاص ضرر لاحق نہیں ہوتا ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس کا دینا مباح کے دائرہ میں رہے گا۔

۵۔ اصل یہ ہے کہ اس عمل سے آدمی یا جانور کو ضرر لاحق نہ ہو، لہذا جب تک یہ عمل ضرر سے خالی ہو تو جائز ہے؛ البتہ اگر حکومت یا محکمۂ صحت کی طرف سے لحمی چارہ دینے کی مدت کی تحدید ہو، تو اس کی پابندی لازم ہے۔

۶۔ ہاں اگر لحمی چارہ ناپاک ہو اور اس کا ''استحالہ '' نہ ہوا ہو، تو اس کا دینا مناسب نہیں ہے، اور اگر دے دیا گیا، تو پھر وہ جانور ''جلالہ '' نجاست خور چوپایہ کے حکم میں ہوگا، اور اسے روک کر پاک چارہ اتنے دن دینا ہوگا کہ اس کی بدبو دور ہوجائے؛ جیسا کہ علامہ سمرقندی حنفیؒ رقمطراز ہیں: ''نجاست خور اونٹ، گائے اور بکری مکروہ ہے؛ اس لئے کہ عام طور سے اس کا چارہ نجاست ہے، بہرحال آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست بھی کھاتی ہے، تو فقہاء کہتے ہیں کہ وہ مکروہ نہیں؛ اس لئے کہ وہ نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ نجاست خور جانور کا گوشت بدبودار اور متغیر ہوجاتا ہے، اور مرغ کا گوشت بدبودار اور متغیر نہیں ہوتا، ''ثم الجلالۃ إدا حبست أیاماً حتی تعتلف، ولا تأکل النجاسۃ تحل'' (سمرقندی، تحفۃ الفقہاء، کتاب الذبائح۳،۶۵، ط: ۲، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۴ھ ۔۱۹۹۴ء) (پھر اگر نجاست خور جانور کو چند دن روک کر چارہ دیا جائے، اور وہ نجاست نہ کھائے، تو وہ حلال ہوجائے گا)۔

۲۔ دودھ یا گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانے کا شرعی حکم:

اگر ماہرین طب کو گمانِ غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ یا گوشت میں اضافہ کے لیے انجکشن لگانے سے جانوروں کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور اس طرح کا دودھ یا گوشت انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے، تو پھر یہ عمل ناجائز اور حرام ہے، اس

کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔اللہ تعالی نے عمومی حسن سلوک جس میں جانور بھی شامل ہے، اس کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ‘‘وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین’’ (۲؍بقرہ: ۱۹۵) (اور احسان کرو، بے شک اللہ بہتری کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے:‘‘واللہ یحب المحسنین’’ (۷؍اعراف: ۵۶) (بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے)۔ اور ایک جگہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ‘‘إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان’’ (۱۶؍النحل: ۹۰) (یقینا اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے)۔

اور حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘اللہ تعالی نے ہر چیز کے حق میں احسان کو لازم قرار دیا ہے؛ لہذا جب تم قتل کرو تو اچھی ہیئت میں قتل کرو، اور اگر ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، ‘‘ولیحد أحدکم شفرتہ، فلیرح ذبیحتہ’’ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۵، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۰۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۷۱۱۳) (اور چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلے، اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے)۔ کتاب وسنت کی ان نصوص سے واضح ہے کہ جانوروں کو بھی تکلیف پہنچانا درست نہیں ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ کا گزر ایک جماعت کے پاس سے ہوا جس کے افراد مرغی کو نشانہ بناکر تیر اندازی کررہے تھے، سو آپ نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: ‘‘من فعل ہذا؟ إن رسول اللہ ﷺ لعن من فعل ہذا’’ (صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، حدیث نمبر: ۵۵۱۵، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۸، مسند طیالسی، حدیث نمبر: ۱۸۷۲) (یہ عمل کس نے کیا؟ یقینا رسول کریم ﷺ نے اس عمل کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ‘‘لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً’’ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۷، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۸۶۳)، (کسی جاندار کو نشانہ نہ بناؤ)۔ اور حضرت انس بن مالکؓ نے کچھ بچوں کو مرغی کو نشانہ بناکر تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ‘‘نہی النبی ﷺ أن تصبر البہائم’’ (صحیح البخاری، کتاب الذبائح، حدیث نمبر: ۵۵۱۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۶، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۲۱۶۱) (جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے)۔

ان تمام احادیث پاک سے واضح ہے کہ ایسا عمل کرنا ناجائز وحرام ہے، جو جانوروں کو سخت اذیت پہنچائے۔

۳۔ اس کی شناعت اور حرمت اس صورت میں مزید بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ دودھ یا گوشت انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہو؛ کیونکہ دودھ یا جانور بیچنے والا خریدنے

والے سے حکماً یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اسے پاکیزہ، صحت بخش اور عمدہ دودھ یا جانور فراہم کرے گا، لہذا انجکشن لگا کر انسانی صحت کے لئے مضر دودھ یا جانور فراہم کرنا عہد شکنی میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یاأیہا الذین آمنوا أوفوا بالعقود'' (۵؍المائدہ: ۱) (اے ایمان والو! اپنے عہد وپیمان پورے کرو)۔ اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ''وأوفوا بالعہد إن العہد کان مسئولاً'' (۱۷؍اسراء: ۳۴) (اور عہد کو پورا کرو؛ کیونکہ عہد کی پرسش ہونی ہے)۔

اور امام طبریؒ اس تفسیر میں رقمطراز ہیں: ''اس عہد کو پورا کرو جس کا معاہدہ مسلمانوں اور حربی کفار کے درمیان صلح کے سلسلہ میں تم کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جو تم آپس میں کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جو تم خریدوفروخت، مشروبات اور اجارہ کے سلسلہ میں باہم کرتے ہو، نیز دیگر عہدوں کو بھی پورا کرو؛ (کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے): ''عہد کی پرسش ہونی ہے''، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل ثناؤہ عہد توڑنے والے سے عہد شکنی کے بارے میں پوچھے گا؛ (لہذا) اللہ تعالی فرماتا ہے: ''اے لوگو! شریعت کے دائرہ میں جائز آپس کے عہدوں کو مت توڑو، اور جس سے تم نے عہد کررکھا ہو اس کو فریب نہ دو ''''فتخونوہ، وتغدروا بمن أعطیتموہ ذلک'' (طبری، جامع البیان ۱۷؍۴۴۴) ۔

چنانچہ امام طبریؒ کی تفسیر سے واضح ہے کہ اس عہد میں تمام عہود ومواثیق اور ہر قسم کا قول وقرار شامل ہے، خواہ وہ کسی معاہدے کی صورت میں وجود میں آئے ہوں، یا معاہدے کی شکل میں تو وجود نہ آئے ہوں، لیکن عادتاً اور عرفاً ان کو عہد ہی سمجھا اور مانا جاتا ہو، اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ دودھ یا جانور بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان عرفاً یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کی ملاوٹ اور آلودگی سے پاک صحت بخش دودھ اور غیر مضر جانور اسے فراہم کرے گا، لہذا اس عرفی معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے مضر دودھ یا جانور دینا حرام ہے۔

۳۔ دودھ یا جسمانی حجم بڑھانے کے لئے حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط کا حکم:

(الف): دودھ یا جسمانی حجم بڑھانے کے لئے ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا جائز ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ''خچر '' گھوڑی اور گدھے کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے، اور دونوں کی صفات کا حامل ہوتا ہے، اس میں گھوڑے کی قوت اور گدھے کی برداشت دونوں صفتیں ہوتی ہیں، اس کا شمار اللہ تعالی نے اس حیوانی دولت میں کیا ہے، جس کے ذریعہ لوگوں پر اپنے احسان کو اجاگر کیا ہے، ارشاد ہے: ''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (النحل: ۸) (اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے کہ تم ان پر سوار ہو، اور وہ زینت بھی ہیں ، اور وہ ایسی چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے)۔

اور امام طبریؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ‘‘وجعلها لكم زينة تتزينون بها مع المنافع التی فیہا لکم، للرکوب وغیر ذلک’’ (طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن ۱۷۲٫۱۷، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ط: ۱، ۱۴۲۰ھ ۔۲۰۰۰ء) (اور اسی نے ان جانوروں کو تمہارے لئے زینت بنایا، جن کے ذریعہ تم زینت اختیار کرتے ہو، ان دیگر منافع کے ساتھ جو سواری وغیرہ کے شکل میں تم حاصل کرتے ہو)۔

سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ‘‘خچر ’’ کی نعمت بھی اللہ تعالی کی بخشی ہوئی ہے، چنانچہ آیت صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہے، خواہ ایک حلال ہو اور دوسرا حرام؛ کیونکہ گدھا حرام جانور ہے، اور گھوڑی گھوڑے جمہور اہل علم کے نزدیک حلال ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے (دیکھئے: ابن عابدین، رد المحتار ۳۰۵٫۶، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ)۔

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے خیبر کے دن گھوڑے، گدھے اور خچر ذبح کئے، ‘‘فنهانا رسول اللهﷺ عن البغال والحمير، ولم ينهنا عن الخيل’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۷۸۹، مسند ابی یعلی، حدیث نمبر: ۱۷۸۷، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۲۷۲، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۴۸۴۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (سو رسول کریمﷺ نے ہمیں گدھے اور خچر سے منع فرمایا، اور گھوڑے سے منع نہیں فرمایا)۔

اس حدیث سے بھی یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ خچر کی تولید درست ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہے۔

۳۔ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘وقد حللا لحم البغال، وأمها من الخيل قطعاً، والكراهة تذكر
وإن ينز كلب فوق عنز، فجاءها نتاج له رأس كلب، فينظر
فإن أكلت لحما فكلب جميعها وإن أكلت تبنا، فذا الرأس يبتر
ويؤكل باقيها، وإن أكلت لذا وذا فاضربنها، والصياح يخبر
وإن أشكلت فاذبح، فإن كرشها بدا فعنز، وإلا فهو كلب فيطمر’’

(حصکفی: الدر المختار، کتاب الذبائح ۳۱۱٫۶)

(اور صاحبین نے ‘‘خچر ’’ کے گوشت کو حلال ٹھہرایا ہے، حالانکہ اس کی ماں قطعی طور سے گھوڑی ہوتی ہے، اور صاحبین سے کراہت تنزیہی بھی مذکور ہے، اور اگر کتا بکری سے جفتی کرے، اور اسے ایسا بچہ پیدا ہو جس کا کتے کی طرح سر ہو، تو دیکھا جائے گا، سو اگر وہ گوشت کھائے تو پورا کتا ہے، اور اگر بھوسہ کھائے، تو اس سر کو کاٹ (کر پھینک) دیا جائے گا، اور باقی کو کھایا جائے گا، اور اگر کبھی گوشت اور

کبھی گھاس پھوس کھائے، تو اسے مارو، سو آواز بتا دے گی (اگر بھونکے تو کتا ہے) اور اگر اس کے باوجود اشتباہ ہو، تو اسے ذبح کرکے دیکھو، سو اگر اس کی اوجھ ظاہر ہو، تو وہ بکری ہے، ورنہ وہ کتا ہے، تو اسے زمین میں دفن کردیا جائے گا)۔

اس فقہی جزئیہ سے ظاہر ہے کہ ایک جانور کا مخالف جنس جانور سے اختلاط کرانا درست ہے۔

(ب): مخالف جنس سے اختلاط کی صورت میں بچہ ماں کے تابع ہوگا:

مخالف جنس سے اختلاط کی صورت میں ماں کا اعتبار ہوگا، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں: ''فلو فرساً أو بقرة فطاہر، کمتولد من حمار وحشی وبقرة، ولا عبرة بغلبة الشبہ، لتصریحہم بحل أکل ذئب ولدتہ شاة اعتباراً للأم، وجواز الأکل یستلزم طہارة السؤر، وما نقلہ المصنف عن الأشباہ من تصحیح عدم الحل، قال شیخنا: إنہ غریب'' (حصکفی، الدر المختار، کتاب الطہارة، باب المیاہ ۱،۲۲۵-۲۲۶) (اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو، تو اس کا جھوٹا پاک ہوگا، جیسے اس خچر کا جھوٹا پاک ہے جو گورخر اور گائے سے پیدا ہو، اور مشابہت کے غالب ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ فقہاء احناف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس بھیڑیے کا کھانا حلال ہے، جسے بکری نے پیدا کیا ہو، ماں کا اعتبار کرتے ہوئے، اور کھانے کا جواز جھوٹے کی پاکی کا لازمی تقاضا کرتی ہے۔ اور مصنف نے ''الاشباہ '' سے عدم حلت کی صحت کا جو قول نقل کیا ہے، اس کے بارے میں ہمارے شیخ علامہ رملی کا کہنا ہے کہ یہ شاذ ہے (فقہاء احناف کے مشہور قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے)۔

اور علامہ حصکفیؒ نے اپنی منظوم کتاب ''تحفة الأقران فی الأضحیة '' میں لکھا ہے:

''نتیجة الأہلی والوحشی تلحق بالأم علی المرضی

ومثلہ نتیجـــــة المحرم مع المباح یا أخی فاعلم ''

(ابن عابدین: رد المحتار، کتاب الطہارة، باب المیاہ ۱،۲۲۶)۔

(پالتو اور جنگلی کے اختلاط سے پیدا ہونے والا بچہ صحیح قول کے مطابق ماں سے جوڑا جائے گا، اور ایسے ہی حرام اور حلال کے اختلاط سے پیدا ہونے والا بچہ ماں سے ملایا جائے گا، لہذا میرے بھائی اسے جان لو)۔

اور علامہ مرغینانیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''المولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم؛ لأنہا ہی الأصل فی التبعیة، حتی إذا نزا الذئب علی الشاة یضحی بالولد'' (مرغینانی: الہدایہ ۴،۷۵، بیروت، المکتبة الاسلامیہ) (پالتو اور جنگلی کے درمیان پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوگا؛ کیونکہ تابع ہونے کے اندر ماں ہی اصل ہے، یہاں تک کہ بھیڑیا بکری سے جفتی کرے، تو اس اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کی قربانی کی جاسکتی ہے)۔

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ''فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی،فالعبرة بالأم''

(کاسانی: بدائع الصنائع، کتاب الاضاحی۵،۶۹، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء) (سو اگر کوئی جانور پالتو اور جنگلی جانو رکے اختلاط سے پیدا ہوا ہو، تو ماں کا اعتبار ہوگا)۔

اور علامہ ابن نجیمؒ جمال الدین رازیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''البغال أربعۃ: بغل یؤکل بالإجماع، وہو المتولد من حمار وحشی وبقرۃ، وبغل لا یؤکل بالإجماع، وہو المتولد من أتان أہلی وفحل، وبغل یؤکل عندہما، وہو المتولد من المتولد من فحل وأتان حمار وحشی، وبغل ینبغی أن یؤکل عندہما، وہو المتولد من رمکۃ وحمار أہلی'' (ابن نجیم: البحر الرائق۱،۱۴۲، بیروت، دار المعرفہ) (خچروں کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ خچر جسے بالاتفاق کھایا جاسکتا ہے، اور یہ وہ ہے جو گو رخر اور گائے سے پیدا ہوا ہو۔ (۲) اور دوم وہ خچر ہے جسے بالاتفاق نہیں کھایا جاسکتا ہے، اور یہ وہ ہے جو پالتو گدھی اور جنگلی سانڈ سے پیدا ہوا ہو۔ (۳) اور ایک وہ خچر ہے جو صاحبین کے نزدیک کھایا جاسکتا ہے، اور یہ وہ خچر ہے جو مادہ گورخر اور جنگلی سانڈ کے اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے جانور سے پیدا ہوا ہو۔ (۴) اور ایک خچر وہ ہے جو صاحبین کے نزدیک کھایا جانا جائز ہوناچاہئے، اور یہ وہ خچر ہے جو گھوڑی اور پالتو گدھے سے پیدا ہوا ہو)۔

دیگر دبستان فقہ:

شافعیہ کے نزدیک حرمت اباحت پر غالب رہے گی، ماوردی شافعیؒ رقمطراز ہیں: ''وہکذا حکم کل متولد من بین مأکول وغیر مأکول، حرام تغلیباً لحکم التحریم علی التحلیل، کالسمع المتولد بین الضبع والذئب، کما أن کل متولد من بین طاہر ونجس، فہو نجس، وکل حیوان کان أکل لحمہ حراما، کان شرب لبنہ حراما إلا ألبان النساء'' (ماوردی: الحاوی فی فقہ الشافعی۱۵،۱۴۳، بیروت، العلمیہ، ط: ۱، ۱۴۱۴ھ۱۹۹۴ء) اور ایسے ہی ہر اس بچہ کا حکم ہے جو حلال وحرام جانور سے پیدا ہوا ہو، تو اس کا کھانا حرام ہے، حرمت کے حکم کو حلت پر غالب کرتے ہوئے، جیسے وہ بچہ جو بھیڑیے اور بجّو سے پیدا ہوا ہو، جیسے ہر وہ جانور جو پاک اور ناپاک سے پیدا ہوا ہو، تو وہ ناپاک ہے، اور ہر وہ جانور جس کے گوشت کا کھانا حرام ہو، اس کا دودھ پینا بھی حرام ہے، سوائے عورتوں کے دودھ کے)۔

اور مالکیہ کے نزدیک بھی خچر کھانا جائز نہیں ہے، چنانچہ قرطبی مالکیؒ لکھتے ہیں:''ولا تؤکل الخیل عند مالک کراہیۃ لا تحریماً، ولا یجوز أکل البغال'' (قرطبی: الکافی فی فقہ أہل المدینۃ ۱،۴۳۶، ریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ۲، ۱۴۰۰ء،۱۹۸۰ء) (اور امام مالکؒ کے نزدیک بہ طور کراہت نہ کہ حرمت گھوڑا نہیں کھایا جائے گا، اور خچر کا کھانا جائز نہیں ہے)۔

اور ایک قول کراہت کا بھی ہے (دیکھئے: دسوقی مالکی: حاشیۃ الدسوقی، باب الذکاۃ ۲،۱۰۷، بیروت، دار الفکر)۔

اور حنابلہ کے نزدیک بھی حرمت کو حلت پر غلبہ حاصل ہے، علامہ عبد الرحمن

بن قدامہؒ لکھتے ہیں: ‘‘البغال محرمۃ عند کل من حرم الحمار الأہلی؛ لأنہا متولدۃ منہ، والمتولد من شئ لہ حکمہ فی التحریم، وہکذا إن تولد بین الوحشی والإنسی ولد، فہو محرم تغلیباً للتحریم’’ (ابن قدامہ، عبد الرحمن: الشرح الکبیر ۱۱،۷۵، مصر، مطبعۃ المنار) (خچر ان فقہاء کے نزدیک حرام ہے جنہوں نے پالتو گدھے کو حرام قرار دیا ہے؛ اس لئے کہ وہ گدھا سے ہی پیدا ہوا ہے، اور کسی چیز سے پیدا ہونے والے کا حکم تحریم کے سلسلہ میں یکسا نہوتا ہے۔ اور ایسے ہی جنگلی اور پالتو کے درمیان کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ حرام ہے، حرمت کو غالب قرار دیتے ہوئے)۔

ترجیح:

حنفیہ کا مسلک راجح معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے؛ لہذا اصل یہ ہے کہ اس کی نسبت ماں کی طرف ہو، اس سے انسان کا استثناء محض اعزاز وتکریم کے لئے ہے۔

جرسی گائے کا حکم:

سابقہ تفصیل اور ترجیح کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جرسی گائے اور اس کا دودھ حلال ہے۔

البتہ باپ کا بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہوگا؛ اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے، تاکہ خنزیری صفات یعنی شہوات اور برائیوں کی طرف میلان کم ہو، اور چونکہ خنزیر نجس العین ہے، لہذا اس سے اختلاط کرانا مناسب نہیں ہے۔

۴۔ زینت کے طور پر جانور کو پنجرے میں رکھنے کا حکم:

زینت کے طور پر جانوروں اور پرندوں کو پنجرے میں رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ’’ (اعراف: ۳۲) (پوچھیے، کس نے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی، حرام ٹھہرایا)۔

اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ‘‘والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ’’ (النحل: ۸) (اوراسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے کہ تم ان پر سوار ہو، اور وہ زینت بھی ہیں)۔

ان دونوں آیتوں کو ملا کر دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ جانوروں کو زینت بنانا درست ہے۔

نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے پرندے اور جانور اپنی خوبصورتی سے انسان کے ذوق جمال کی تسکین کرتے ہیں، لہذا ان کو زینت بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، علامہ قرطبی رقمطراز ہیں: ‘‘لیس کل ما تہواہ النفس یذم، ولیس کل ما یتزین بہ للناس یکرہ، وإنما ینہی عن ذلک إذا کان الشرع قد نہی عنہ،أو علی وجہ الریاء فی باب الدین؛ فإن الإنسان یحبّ أن یری جمیلاً، وذلک حظ للنفس لا یلام فیہ، ولہذا یسرّح شعرہ، وینظر فی المرآۃ

ویسوّی عمامتہ، ویلبس بطانۃ الثوب الخشنۃ إلی داخل، وظہارتہ الحسنۃ إلی خارج، ولیس فی شئ من ہذا ما یکرہ ولا یذم'' (قرطبی: الجامع لاحکام القرآن۱۹۷،۷، قاہرہ، دار الشعب) (نفس جس چیز کی خواہش کرے، اس میں سے ہر چیز قابل مذمت نہیں، اور وہ شئی جس کے ذریعہ لوگوں کے لئے زینت اختیار کی جاتی ہے، اس میں سے ہر چیز مکروہ نہیں، او راس سے اسی وقت منع کیا جائے گا جبکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو، یا دین کے باب میں ریا کاری کے طور پر ہو؛ کیونکہ انسان خوبصورت دکھنا چاہتا ہے، اور یہ نفس کا وہ حصہ ہے جس کے بارے میں اسے ملامت نہیں کی جاسکتی ہے، اور اسی وجہ سے وہ اپنے بال میں کنگھی کرتا ہے، اور آئینہ دیکھتا ہے، اور اپنی پگڑی درست کرتا ہے، اور کپڑے کے کھردرے استر کو اندر پہنتا ہے، اور اس کے خوبصورت ابرے (بیرونی حصہ) کو باہر پہنتا ہے، اور اس میں سے کوئی چیز مکروہ اور قابل مذمت نہیں)۔

۲۔ حضرت انسؓ کہتےہیں کہ سرکار دوعالمﷺ اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بہتر تھے، اور میرا ایک چھوٹا اخیافی بھائی تھا، جس کا نام ابوعمیر تھا، جب آپﷺ میرے یہاں تشریف لاتے تو مزاحاً اس سے پوچھتے: ''یا أبا عمیر، ما فعل النغیر'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۱۲۹، ۶۲۰۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۵۰، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۶۹، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۲۱۳۷) (اے ابو عمیر! تمہاری بلبل کیا ہوئی؟) اور علامہ ابن حجر عسقلانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''وجواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ، وقص جناح الطیر؛ إذ لا یخلو حال طیر أبی عمیر من واحد منہما، وأیہما کان الواقع، التحق بہ الآخر فی الحکم'' (ابن حجر: فتح الباری ۵۸۴،۱۰، بیروت، دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ) (اس حدیث سے پنجرےوغیرہ میں پرندے کو رکھنے، اور پرندہ کے بازو کو کاٹ دینے کا جواز معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ ابوعمیر کے پرندہ کا حال ان دو حالتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں، اور دونوں میں سے جو حالت بھی ثابت ہو، اسی حکم میں دوسری حالت بھی شامل ہوجائے گی)۔

۳۔ علامہ قاری الہدایہ سے تنہا پرندوں کو پنجرے میں رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو جواب میں ارشاد فرمایا: ''یجوز حبسہا للاستئناس بہا، وأما إعتاقہا فلیس فیہ ثواب'' (ابن عابدین: رد المحتار۴۰۱،۶، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء) (پرندوں سے انسیت حاصل کرنے کے لئے ان کو پنجرے میں رکھنا جائز ہے، اور بہرحال ان کو آزاد کرنے میں تو کوئی ثواب نہیں ہے)۔

اور علامہ شامی ''المجتبی '' کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:''لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ، ولکن یعلفہا، وہو خیر من إرسالہا فی السکک'' (مرجع سابق ۴۰۱،۶) (پرندے اور مرغیوں کو گھر میں روکنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ان کو

چارہ دے، اور گلیوں میں ان کو چھوڑنے سے یہ بہتر ہے)۔

البتہ ‘‘قنیہ ’’ نامی کتاب میں اسے ناجائز قرار دیا گیا ہے (مرجع سابق ۴۰۱،۶)۔ علامہ شامیؒ کی رائے ہے: ‘‘ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص؛ لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ، کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا، وبہ یحصل التوفیق’’ (ابن عابدین: رد المحتار، کتاب الحظر، فصل فی البیع ۴۰۱،۶) (اور شاید کراہت پنجرے میں رکھنے میں ہے؛ اس لئے کہ یہ قید اور تعذیب ہے، نہ کہ دوسرے طریقہ سے روکنے میں ہے، جیسا کہ ان تمام اقوال کے مجموعہ سے اخذ کیا جاسکتا ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور اسی سے تمام اقوال کے درمیان تطبیق ہوجاتی ہے)۔

لیکن راجح وہی معلوم ہوتا ہے جو علامہ قاری الہدایہ کی رائے ہے کہ انسیت کے لئے پنجرے میں رکھنے کا جواز ہے، بشرطیکہ اس کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ ہو۔

دیگر فقہی مذاہب:

(۱) محمد شربینی خطیب شافعیؒ لکھتے ہیں:‘‘سئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتہا، أو غیر ذلک، فأجاب بالجواز إذا تعہدہا صاحبہا بما یحتاج إلیہ، کالبہیمۃ تربط’’ (شربینی شافعی: الاقناع۵۴۷،۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ) (فقیہ قفال شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ پرندوں کی آواز سننے یا دیگر مقاصد کے لئے ان کوپنجرے میں رکھنا جائز ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ یہ جائز ہے، جبکہ مالک ان کی ضروریات کا خیال رکھے، جیسے چوپایہ کو باندھ کر رکھا جاتا ہے)۔

(۲) مالکیہ کے نزدیک بھی جواز ہے، ‘‘إذا حل رجل قفص طائر؛ فإنہ یضمن’’ (رعینی مالکی: مواہب الجلیل ۳۳۲،۴، بیروت، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ۲۰۰۳ء) (کوئی شخص پرندہ کے پنجرہ کو کھول دے، تو وہ ضامن ہوگا)۔

لیکن مصنف کتاب حطاب رعینی مغربی مالکی (م: ۹۵۴ھ) کے نزدیک طویل مدت تک پنجرہ میں رکھنا تعذیب ہی کی ایک شکل ہے (مرجع سابق ۳۳۲،۴)۔

(۳) حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ پرندوں کو پنجرے میں رکھنا مکروہ ہے، چنانچہ محمد بن مفلح صالحی حنبلی (م: ۷۶۳ھ) لکھتے ہیں: ‘‘فأما حبس المترنمات من الأطیار، کالقماری والبلابل، لترنمہا فی الأقفاص، فقد کرہہ أصحابنا؛ لأنہ لیس من الحاجات إلیہ، لکنہ من البطر والأشر ورقیق العیش، وحبسہا تعذیب’’ (ابن مفلح حنبلی: الفروع ۱۲۹،۶، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ط: ۱، ۱۴۲۴ھ۲۰۰۳ء) (بہرحال ترنم خیز آواز میں گانے والے پرندے جیسے قمری اور بلبل، تو ان کو نغمہ انگیزی اور ترنم خیزی کے لئے پنجروں میں رکھنے کو ہمارے علماء حنابلہ نے مکروہ قرار دیا ہے؛ اس لئے کہ اس کی حاجت نہیں؛ بلکہ یہ اتراہٹ، غرور اور خوش عیشی کے قبیل سے ہے، اور ان کو روکے رکھنے میں تعذیب ہے)۔

ترجیح:

جمہور کا قول راجح معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ شریعت انسان کے ذوقِ جمال کی رعایت کرتی ہے اور شرعی حدود اور ضوابط کے دائرہ میں زینت اختیار کرنے سے منع نہیں کرتی ہے، نیز وہ جہاں ضروریات اور حاجات کی رعایت کرتی ہے، وہیں تحسینیات کا بھی خیال رکھتی ہے، اور اسے غرور کےباب سے قرار دینا محل نظر ہے۔

درحقیقت جانوروں کے ذریعہ زینت حاصل کرنے میں ان کی کوئی تعذیب نہیں ہے، لیکن یہ سب سوال اس لیے پیدا ہوئے کہ اس دور میں کچھ لوگ انسانوں کو قتل کرتے ہیں اور جانوروں اور پرندوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔

البتہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان جانوروں اور پرندوں کے حقوق کی رعایت ضروری ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''ایک خاتون بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کی گئی، اس نے اسے باندھ کر رکھا یہاں تک کہ وہ مرگئی، سو اس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوئی: ''لا ہی أطعمتہا ولا سقتہا إذ حبستہا، ولا ہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۳۶۵، ۳۳۱۸، ۳۴۸۲، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۴۲)۔

(جب اس نے اسے باندھ رکھا تھا تو نہ ہی اسے کھلایا پلایا، اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑے کھالیتی)۔

اور حضرت سہل بن حنظلیہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پشت پیٹ سے چپک گئی تھی، تو آپﷺ نے فرمایا: ان گونگے چوپایوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، ''فارکبوہا صالحۃ، وکلوہا صالحۃ'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۶۲۹، ۲۵۴۸، صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر: ۲۳۹۱، ۲۵۴۵، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (سو بہتر حالت میں اس پر سوار رہو، اور بہتر حالت میں اس کو کھالو)۔

ویسے ایک مومن کی شان ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اپنے قیمتی اوقات کو لگائے، اور بھوکے مرتے ہوئے انسانوں اور خاص کر مسلمانوں کا زیادہ اہتمام کرے۔

۵۔ خطرناک جانوروں کو پالنے کا حکم:

خطرناک جانوروں جیسے شیر، چیتے، سانپ اور خونخوار کتے وغیرہ کو شوقیہ پالنا جائز نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ احتیاط کے باوجود ان کے بےقابو ہونے کا خطرہ رہتا ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ۱۹۵) (اور خود کو تباہی میں نہ جھونکو)۔

اور امام طبریؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ولا تستسلموا للہلکۃ، فتعطوہا أزمتکم فتہلکوا'' (طبری، جامع البیان فی تاویل

القرآن۳،۵۹۳) (ہلاکت کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکو کہ اپنی لگام اس کے حوالہ کرکے ہلاک ہوجاؤ)، لہذا ایسا عمل کرنا جس سے خود اپنی ذات اور دیگر انسانوں کی جانوں کا خطرہ ہو، درست نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار، من صار ضاره الله، ومن شاق شاق الله علیہ'' (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۲۳۴۵، سنن دارقطنی، حدیث نمبر: ۳۱۲۴، ط: مکنز، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (نہ خود کو تکلیف پہنچانا جائز ہے ، اور نہ ہی دوسروں کو نقصان پہنچانا درست ہے، جو کسی کو نقصان پہنچائے گا، اللہ اسے نقصان میں مبتلا کرے گا، اور جو کسی کو پریشان کرے گا، اللہ اسے پریشانی میں مبتلا کرے گا)۔

۲۔ اس شوقِ بے جا پر بہت مال خرچ کرنا پڑتا ہے، جو ایک طرح بے محل خرچ کرنے میں داخل ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین'' (انعام: ۱۴۱) (اور اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔ نیز فرمان الٰہی ہے: ''ولا تبذر تبذیراً'' (اسراء: ۲۶) (بے محل خرچ نہ کرو)۔

چنانچہ اس کی بجائے اگر یہ مال اپنے محتاج بھائی پر خرچ کرے، تو اس میں دین ودنیا کی بھلائی ہے، اور یہی مومن کی شان ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماً وأسیراً'' (الانسان: ۸) (اور وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں، خود اس کے حاجتمند ہوتے ہوئے)۔

۳۔ فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ جو جانور سدھایا نہ جاسکتا ہو، اس کی تحصیل درست نہیں ہے، ''عالمگیری '' میں ہے: ''وفی الأجناس: لا ینبغی أن یتخذ کلباً إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرہم، وکذا الأسد والفہد والضبع، وجمیع السباع، وہذا قیاس قول أبی یوسفؒ کذا فی الخلاصۃ'' (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ ۳۶۱،۵) (''الاجناس '' نامی کتاب میں ہے کہ مناسب نہیں کہ کتے پالے، مگر یہ کہ چور وغیرہ کا خطرہ ہو، اور ایسے ہی شیر، تیندوا، لکڑ بگھا اور تمام درندوں کا حکم ہے، اور یہی امام ابویوسف کے قول کے قیاس کا تقاضا ہے)۔

اور علامہ ابن نجیمؒ تحریر فرماتے ہیں: ''فی ''المبسوط'' أنہ لا یجوز بیع الکلب العقور الذی لا یقبل التعلیم، وقال: ہذا ہو الصحیح من المذہب، قال: وہکذا نقول فی الأسد إذا کان یقبل التعلیم ویصطاد بہ أنہ یجوز بیعہ، وإن کان لا یقبل التعلیم والاصطیاد بہ، لا یجوز، قال: والفہد والبازی یقبلان التعلیم، فیجوز بیعہما علی کل حال، فعلی ہذا لا یجوز بیع النمر بحالٍ؛ لأنہ لشراستہ لایقبل التعلیم'' (ابن نجیم: البحر الرائق، کتاب البیوع، باب المتفرقات ۱۸۷،۶) (''مبسوط '' میں ہے کہ کٹ کھنے کتے کی بیع جائز نہیں ہے، جو تعلیم قبول نہ کرے، اور مؤلف کے بقول یہی صحیح مذہب ہے، نیز فرمایا کہ شیر کے بارے میں بھی ہم اسی طرح کہتے ہیں کہ اگر تعلیم قبول کرتا ہو، اور اس کے ذریعہ شکار کیا جاسکتا ہو تو اس کی بیع

جائز ہے، اور اگر تعلیم قبول نہ کرے، اور اس کے ذریعہ شکار نہ ہوسکے تو جائز نہیں۔ مصنف کے بقول: ‘‘تیندوا اور باز تعلیم قبول کرتے ہیں، لہذا ہرحال میں ان کی بیع جائز ہے، سو اس بنا پر کسی حال میں چیتے کی بیع جائز نہیں؛ اس لئے کہ وہ اپنی سخت مزاجی کی وجہ سے تعلیم قبول نہیں کرتا ہے)۔

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:‘‘الحاصل أن المتون على جواز بيع ما سوى الخنزير مطلقاً، وصح السرخسى التقييد بالمعلم منها’’ (ابن عابدين: رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات ۲۲۷،۵) (خلاصۂ کلام یہ کہ متون مطلقاً خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی بیع کے جواز پر ہیں، جبکہ علامہ سرخسی نے ان میں سے سدھائے ہوئے جانور کے ساتھ مقید کرنے کو صحیح قرار دیا ہے)۔

تو جب شکار وغیرہ صحیح مقصد کے لئے بھی ایسے خطرناک جانوروں کی خرید وفروخت درست نہیں ہے جو سدھائے نہیں جاسکتے ہوں، تو محض شوقیہ پالنا کیونکر درست ہوگا؟ جیسا کہ ‘‘ہندیہ ’’ میں صراحتاً ‘‘الاجناس ’’ کے حوالہ سے خطرناک جانوروں کے پالنے کو نامناسب قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ جزئیہ گذشتہ سطور میں درج کیا جاچکا ہے۔

دیگر دبستان فقہ:

(۱) مالکیہ کے نزدیک کھال کی منفعت کے لئے درندے جانوروں کی بیع درست ہے (دیکھئے: عبدری مالکی: التاج والاکلیل۲۶۷،۴، کتاب البیوع، فصل احکام وشروط البیع، بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۸ھ)۔

(۲) شافعیہ کے نزدیک درندے جانوروں کی خریدوفروخت درست نہیں ہے، امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں: ‘‘السباع التى لا تصلح للاصطياد، ولا القتال عليها، ولاتؤكل ، كالأسد والذئب والنمر والدب وأشباهها، فلا يصح بيعها؛ لأنه لا منفعة فيها’’ (نووی، المجموع ۲۲۷،۹، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۷ء) (وہ درندے جو شکار اور ان پر بیٹھ کر جنگ کرنے کے لائق نہیں، اور نہ وہ کھائے جاتے ہیں، جیسے شیر، بھیڑیا، چیتے، ریچھ اور ان کی مانند جانور تو ان کی بیع جائز نہیں؛ اس لئے کہ ان میں کوئی منفعت نہیں ہے)۔

(۳) حنابلہ کے نزدیک بھی خطرناک جانوروں کی بیع درست نہیں ہے، رحیبانی حنبلیؒ لکھتے ہیں: ‘‘ولا يصح بيع سباع بهائم لا تصلح لصيد’’ (رحيبانى: مطالب أولى النهى ۱۳،۳، كتاب البيع، فصل: وشروطه، دمشق، المكتب الاسلامى، ۱۹۶۱ء) (چیتے، بھیڑیے اور ریچھ وغیرہ درندے جانور جو شکار کرنے کےلائق نہیں، ان کی بیع درست نہیں ہے)۔

تو جب جن خطرناک جانوروں کے ذریعہ شکار ممکن نہ ہو تو ان کی خریدوفروخت درست نہیں ہے، تو پھر محض شوقیہ ان کو پالنا کیونکر درست ہوگا؟ بلکہ شافعی فقیہ علامہ شیخ سلیمان جمل نے صراحتاً خطرناک جانوروں کو پالنا حرام قرار دیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:‘‘واقتناؤہم لہا حرام’’ (جمل: حاشیۃ الجمل علی المنہج، کتاب البیع ۳۳۷،۵،

بیروت، دار الفکر) (اور بادشاہوں کا درندے جانوروں کو حاصل کرنا اور پالنا حرام ہے)۔

۶۔ جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے کا حکم:

جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے کی گنجائش ہے، جبکہ درج ذیل شرائط وضوابط کی پابندی کی جائے:

۱۔ اس تجربہ کے علاوہ کوئی متبادل نہ ہو۔
۲۔ اس سے انسان کے لئے علمی وطبی فوائد حاصل ہوتے ہوں۔
۳۔ یہ تجربہ انسانی صحت وجان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔
۴۔ اس تجربہ سے انسانی زندگی کو خطرات لاحق نہ ہوں۔
۵۔ اس تجربہ کے ذریعہ انسانی زندگی کی تخریب نہ کی جائے۔
۶۔ اس تجربہ سے انسانی صحت کو ضرر لاحق نہ ہو۔
۷۔ اس تجربہ سے انسانی زندگی میں بہتری اور خوبی پیدا ہو۔
۸۔ یہ تجربہ بے فائدہ محض دہل بہلانے اور تفریحی مشغلہ بنانے کے لئے نہ ہو۔
۹۔ تجربہ میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالی نے ساری کائنات اور تمام مخلوقات کو انسان کی خدمت میں لگایا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ‘‘ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض’’ (حج: ۶۵) (تم نے غورنہیں کیا کہ اللہ نے زمین کی چیزوں کو تمہاری نفع رسانی میں لگا رکھا ہے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: ‘‘ألم تروا أن اللہ سخّر لکم مافی السموات وما فی الأرض، وأسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ’’ (لقمان: ۲۰) (تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے، اور تمہارے اوپر ہر قسم کی ظاہری وباطنی نعمتیں پوری کی ہیں)۔

نیز فرمان الٰہی ہے:‘‘وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ، إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون’’ (جاثیہ: ۱۳) (اور اسی نے تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب کو اپنی طرف سے، بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں)۔

۲۔ انسانی جان کی حفاظت شریعت کے بنیادی پانچ مقاصد میں سے ایک ہے؛ لہذا اس مقصد کی تحصیل کے لئے انسانوں کے مصالح جانوروں کی مصلحتوں پر مقدم ہونگے؛ اس لئے کہ انسان کا رتبہ تمام زمینی مخلوقات سے بلند ہے، ارشاد الٰہی ہے: ‘‘ولقد کرّمنا بنی آدم وحملناہم فی البرّ والبحر، ورزقناہم من الطیبات، وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا’’ (الاسراء: ۷۰) (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی، اور خشکی اور تری دونوں میں ان کو سواری عطا کی، اور ان کوپاکیزہ چیزوں کا رزق دیا، اور ان کو اپنی بہت سی

مخلوقات پر کھلی فضیلت دی)۔

۳۔ علم وتحقیق کی ترقی سے طب کے میدان میں بھی ترقی ہوگی، اور طب کی ترقی سے انسانی جان کا بہتر تحفظ ہوسکے گا، لہذا اس مقصد سے تجربہ وتحقیق کی اسلام حوصلہ افزائی کرتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''أفلا تعقلون'' (بقرہ: ۴۴) (کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟) اور ایک جگہ ارشاد ہے: ''أفلا ینظرون'' (غاشیہ: ۱۷) (کیا وہ غور نہیں کرتے)۔ نیز فرمان الٰہی ہے: ''أو لم یتفکروا'' (الاعراف: ۱۸۵) (کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا)۔

۷۔ دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے عضو کو نکالنے یا اس کے اندر آلہ رکھنے کا حکم:

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینے یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ایسا کرنا ضروری ہو، اور کوئی متبادل موجود نہ ہو، اورجب اسے بے ہوش کردیا گیا، تو یہ باعث تکلیف نہ ہوگا۔ اور جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اس طریقہ سے دواؤں کے انتظام میں انسانی جان کو ہلاکت سے بچانا ہے، جو مشروع ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ومن أحیاہا فکأنما أحیا الناس جمیعاً'' (مائدہ: ۳۲) (اور جس نے اس کو بچایا تو گویا سارے انسانوں کو بچایا)۔

۲۔ انسانی مصالح حیوانی مصالح پر مقدم ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض'' (الحج: ۶۵) (کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کررکھا ہے جو زمین میں ہے)۔

۳۔ اگر احتیاط اور سن کرنے کے باوجود بھی کچھ تکلیف ہو، تو یہ معاف ہے؛ اس لئے کہ شرعی قاعدہ ہے:''الضرورات تبیح المحظورات'' (ابن نجیم: الاشباہ والنظائر،۸۵، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۰ھ۱۹۸۰ء) (ضرورتیں ممنوعات کو مباح ٹھہراتی ہیں)۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے زندہ جانور سے کاٹے ہوئے حصہ کو مردار کے حکم میں قرار دیا ہے، لہذا اگر اس کا استحالہ نہ ہو تو پھر مجبوری کی حالت ہی میں ایسی دوا کا استعمال جائز ہوگا: ''یجوز إن علم فیہ شفاء، ولم یعلم دواء آخر'' (ابن عابدین: رد المحتار ۱،۲۱۰) (حرام چیز سے علاج جائز ہے بشرطیکہ ان کے اندر شفایابی کا گمان غالب ہو، اور دوسری دوا معلوم نہ ہو)۔

۸۔ حکومت کی جانب سے کسی جانور کے شکار اور ذبح کی ممانعت کی تعمیل کا حکم:

(الف): ماحولیات کے تحفظ کےلئے کسی جانور کے شکار پر پابندی لگانے کا حق حکومت کو ہے، اور اس پابندی کی تعمیل واجب ہے؛ اس لئے کہ مصلحت پر مبنی اور کتاب وسنت سے غیر متصادم حکومت کے فیصلہ کی پابندی ضروری ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:''لوجوب طاعۃ ولی الأمر'' (حصکفی: الدر المختار ۴۵۹،۵) (سربراہ کار کی اطاعت واجب ہے)۔

۲۔ حاکم وقت کو ایسی چیز کو لازم کرنے کا حق ہے جس میں مسلمانوں اور عام لوگوں کی مصلحت ہو، اس سلسلہ میں مسلم اور غیر مسلم حکمراں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔

۳۔ غیر معصیت والے حاکم کے فیصلے میں انسانی زندگی کی صحیح تنظیم ہے، اگر اس کی پابندی نہ کی جائے، توانسانی معاشرہ کو زبردست نقصانات لاحق ہوسکتے ہیں، لہٰذا غیر معصیت میں حاکم وقت کی طاعت واجب ہے۔

(ب): حکومت کا کسی جانو رکو قومی جانور قرار دینے کا حکم:

۱۔ اگر وہ جانور جسے حکومت قومی جانور قرار دے رہی ہے، حرام جانور ہے، تو مسلمانوں پر اس کی پابندی ضروری ہوگی؛ اس لئے کہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''طاعۃ الإمام فی غیر معصیۃ واجبۃ'' (ابن عابدین: رد المحتار۴۲۲،۵ (غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت واجب ہے)۔

۲۔ اگر وہ جانور جسے حکومت قومی جانور قرار دے رہی ہے، حلال ہے، تو مسلمانوں پر اس کی پابندی ضروری نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حاکمِ وقت کو اگرچہ ضرورت اور مصلحت کے مطابق مباح کو مقید کرنے کا حق ہے، لیکن اس طرح مقید کرنے کا حق اسے نہیں ہے کہ مباح شئی کو تمام افراد، ساری جگہوں اور تمام اوقات میں ممنوع قرار دے۔

۲۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یاأیہا الذین آمنوا لا تحرّموا طیبات ما أحل اللہ لکم، ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین'' (مائدہ: ۸۷) (اے ایمان والو، ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ، جو اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہیں، اور نہ حدود سے تجاوز کرو، اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اور یہ واضح ہے کہ ہمیشہ کے لئے حلال اور پاکیزہ چیز کو ممنوع قرار دینا حلال کو حرام ٹھہرانا ہے، جس کا حق حکومت کو نہیں ہے۔

۳۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''اتخذوا أحبارہم ورہبانہم أرباباً من دون اللہ'' (التوبہ: ۳۱) (انہوں نے اللہ کے سوا اپنے فقیہوں، مشائخ اور راہبوں کو رب بنا ڈالا)۔

اورحاتم طائی کے بیٹے اور اپنی قوم ''طے '' کے سردار عدی بن حاتم سے سرکار دوعالمﷺ نے فرمایا کہ یہود ونصاری اپنے پیشواؤں کی پرستش نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ ان کے حق میں کسی چیز کو حلال ٹھہراتے تو وہ بھی اسے حلال قرار دیتے ، ''وإذا حرّموا علیہم شیئاً حرّموہ'' (سنن ترمذی: حدیث نمبر: ۳۰۹۵، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اور جب وہ کسی چیز کو ان پر حرام قرار دیتے تو وہ بھی حرام ٹھہرا لیتے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حلال کو ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرانے کا کسی کو حق نہیں

ہے۔

البتہ اگر کسی جگہ فتنہ وفساد کا گمان غالب ہو تو اس سے بچنا چاہئے، نیز قانون کی زد میں آنے سے بھی بچنا چاہئے؛ تاکہ جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ رہے۔

۹۔ ملے جلے معاشرہ میں کسی فرقہ کے مقدس جانو رکے سلسلہ میں مسلمانوں کا مناسب رویہ:

ملے جلے معاشرہ میں بھی محض کسی فرقہ کی دلجوئی کے لئے حلال کو ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرالینا درست نہیں ہے؛ البتہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مخصوص فرقہ کی دل آزاری سے بچنے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے احتیاطی پہلوؤں کو ملحوظ رکھیں، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

١۔ ارشاد الہی ہے:''یا أیہا النبی لم تحرّم ما أحل اللہ لک تبتغی مرضات أزواجک، واللہ غفور رحیم'' (تحریم: ١) (اے نبی، تم اپنی بیویوں کی دل داری میں وہ چیز کیوں حرام ٹھہراتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

اس آیت سے واضح ہے کہ میاں بیوی کے گہرے اور قریبی تعلقات کے باوجود بیوی کی دل آزاری سے بچنے اور اس کی دلجوئی کے لئے کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانا درست نہیں ہے، جو اللہ نے آدمی کے لئے جائز کی ہے۔

سو یہ آیت اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کے حدود وحقوق کے معاملات میں کسی کے ساتھ کوئی مداہنت ورعایت روا نہیں ہے۔

٢۔ فرمان باری تعالی ہے:''ولاتقولوا لما تصف ألسنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام، لتفتروا علی اللہ الکذب، إن الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون'' (النحل: ١١۶) (اور اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ فلاں چیز حلال ہے، اور فلاں چیز حرام، کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ، جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگائینگے، وہ ہرگز فلاح نہیں پائینگے)۔

یہ آیت اس پس منظر میں آئی ہے کہ اللہ نے جانوروں میں سے انسان کے اوپر کیا حرام قرار دیا ہے، اور اس امر کو اللہ تعالی پر جھوٹا افتراء بتایا ہے کہ کوئی الہی سند کے بغیر محض اپنے مفروضہ مزعومات وخیالات کی بنیاد پر، کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار دینا شروع کردے)۔

چنانچہ یہ آیت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ محض کسی فرقہ کی دل آزاری سے بچنے کے لئے اللہ تعالی کے حلال کردہ جانور کو حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ اللہ تعالی پر جھوٹا افتراء ہے جو سنگین ترین جرائم میں شامل ہے۔

٣۔ ابراہیم بن سری بن سہل زجاج (م: ٣١١ھ) کا قول ہے:''لیس لأحد أن یحرم ما أحل اللہ، ولم یجعل لنبیہ ﷺ أن یحرم إلا ما حرم اللہ علیہ'' (قرطبی: الجامع لاحکام القرآن١٨، ١٨٠، قاہرہ، دار الشعب) (کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کی حلال ٹھہرائی ہوئی

چیز کو حرام قرار دے، اور اللہ نے اپنے نبیﷺ کو بھی یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ کسی چیز کو حرام ٹھہرالیں، مگر اس چیز کو جسے اللہ نے ان پر حرام قرار دیا ہے)۔

سوجب نبی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ کسی چیز کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر ممنوع قرار دیں، تو پھر مسلمانوں کے لئے کیونکر اس بات کی گنجائش ہوگی کہ وہ محض کسی فرقہ کی دل داری کے لئے اپنے اوپر کسی جانور کو ممنوع ٹھہرالیں۔

۴۔ دوسرے فرقہ کو بھی چاہئے کہ اپنے عقائد وتصورات کو مسلمانوں پر نہ تھوپیں، یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ ایک طرف یہ بات کی جاتی ہے کہ یہ زمانہ مذہبی آزادی اور حریت رائے وفکر کا زمانہ ہے، تو دوسری طرف اپنے نظریہ وخیال کو دوسروں پر تھوپا جاتا ہے، او ریہ چیز عام طور سے برادران وطن کی طرف سے پیش آتی ہے کہ اپنے مذہبی رنگ میں دوسروں کو رنگنا چاہتے ہیں، اور اپنے تہوار میں زبردستی دوسروں کو شامل کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ ہولی میں زبردستی رنگ ڈالا جاتا ہے، اور ''کھچڑی '' میں جبراً دوسرے انسانوں کے پاک وصاف بدن پر گوبر، اور نالے کی نجاست ڈالی جاتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی یہ سنا ہے کہ مسلمانوں نے کسی دور میں کسی غیر مسلم کو جبراً اپنے تہوار میں شامل کیاہو؟

درحقیقت دل آزاری سے بچنا جس طرح مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اسی طرح غیر مسلم حضرات کی بھی ہے، لیکن یہ عجب معاملہ ہے کہ دل داری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی دہائی صرف مسلمانوں کو دی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ حلال کو حرام ٹھہرانے والے قانون کی پابندی مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، اور دل آزاری سے بچنا دونوں فرقوں پر لازم ہے، اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم کرنے کی ذمہ داری دونوں فرقوں پر عائد ہوتی ہے۔

احتیاطی تدابیر:

مسلمانوں کو چاہئے کہ دل آزاری سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر اختیار کریں:

۱۔ کھلے عام ایسے جانور کو ذبح نہ کریں۔

۲۔ کھلے عام گوشت کا تبادلہ نہ کریں۔

۳۔ ہڈی وغیرہ زمین میں دفن کردیں، کھلے میدان میں نہ ڈالیں۔

۱۰۔ بعض مقامات پر شکار سے روکنے والے سرکاری قوانین کی رعایت کا حکم:

''مہمان پرندہ '' اور جنگلات میں شکار کرنے کی ممانعت والے سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً واجب ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ قوانین عوام کے مصالح پر مبنی ہیں؛ کیونکہ اس ممانعت کا سبب ماحولیات کا تحفظ ہے جو انسانی وجود کے لئے ناگزیر ہے۔ اور درست معاملات میں حکومتِ وقت کی

اطاعت واجب ہے کہ اس کے بغیر امن وامان قائم ہوسکتا ہے نہ ملک میں استحکام رہ سکتا ہے، نہ لوگ سکون کی سانس لے سکتے ہیں، نہ لوگوں کے معاملات درست رہ سکتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' (نساء : ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے سربراہ کار کی)۔

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إنما الطاعۃ فی المعروف'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۱۴۵، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۸۴۰) (اطاعت تو بس بھلے کاموں میں ہے)۔

۲۔ عام طور سے فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ معروف وبھلائی کے کاموں، اور درست انسانی مصالح والے معاملات میں حکومت وقت کی اطاعت واجب ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ''بإیجاب طاعۃ ولی الأمر فیما فیہ مصلحۃ المسلمین'' (ابن عابدین، رد المحتار۵؍۳۳۰) (جن معاملات میں مسلمانوں کی مصلحت ہو ان میں حاکم کی اطاعت واجب کیے جانے کی وجہ سے)۔

۳۔ حسب مصلحت مباح کو جزئی طور پر مقید کرنے کا حق حکومتِ وقت کو ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ماحولیات کا تحفظ وقت کی ضرورت ہے، چنانچہ ہمارے گردوپیش جاندار اور بے جان عناصر جو ہمارے اطراف میں موجود ہیں، اور ہمیشہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں، جس کا ایک دوسرے پر انحصار نہایت ضروری ہے، جس کے بغیر ماحولی نظام کا تصور ہی محال اور ناممکن ہے؛ چونکہ انسان خود ایک جاندار ہے او رماحولیاتی نظام کا ایک جز ہے؛ اس لئے جب تک یہ قدرتی ماحولیاتی نظام کو سمجھ نہ پائے، اور اس کی قدر نہ کرے، اس کا وجود خود خطرے میں پڑسکتا ہے، اگر انسان کو اپنے وجود کو برقرار رکھنا ہے تو اس کو ماحولیاتی نظام کے چوکھٹے میں کام کرنا چاہئے، جس کا وہ خود ایک حصہ ہے، جبکہ دوسرے حصوں میں اس کو ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ زمین کے انتظام کے لئے ماحولیاتی نہج اختیار کرے۔

لہذا ماحولیات کے تحفظ اور ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے اور زیادہ سے زیادہ مہمان پرندوں کو اپنے ملک میں کھینچنے کے لئے سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً واجب ہے۔

۱۱۔وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں اور پرندوں کو مارنے کا حکم:

وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں اور پرندوں کو مار دینا جائز ہے، اور اس کے لئے ایسی شکل اختیار کی جائے جس سے ان کی موت آسانی سے ہوجائے، مثلاً: چارہ میں ایسی دوا ملا دی جائے کہ کھاتے ہی ان کی موت ہوجائے، یا جلائے بغیر کرنٹ لگا کر مار دیا جائے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ لوگوں کی جانوں کا تحفظ شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ہے؛ لہذا انسانی جان کا تحفظ حیوانی جان کے تحفظ پر مقدم ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘ومن أحیاہا فکأنما أحیا الناس جمیعاً’’ (مائدہ: ۳۲) (اور جس نے اس کو بچایا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا)۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘ما من إنسان یقتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حق، إلا سألہ اللہ عزوجل عنہا، قیل: یا رسول اللہ، وما حقہا؟ قال: یذبحہا فیأکلہا، ولا یقطع رأسہا، ویرمی بہا’’ (نسائی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۴۸۶۰، المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۷۵۷۴، مسند احمد، حدیث نمبر: ۶۵۵۰، او راس کی سند میں کلام ہے) (جو کوئی انسان گوریے یا اس سے بھی کسی چھوٹی چڑیا کو ناحق مارے گا، تو اللہ تعالی اس کے بارے میں اس سے پوچھے گا، دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اس کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اسے ذبح کرکے کھائے، اور اس کے سر کو کاٹ کر اسے پھینک نہ دے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز اور صحیح مقاصد کے لئے جانور کو قتل کرنا درست ہے، اور بلاشبہ جانوروں اور پرندوں کے ذریعہ پھیلنے والے وبائی امراض سے انسانوں کی حفاظت کے لئے ان کو مارنا ایک جائز مقصد ہے۔

۳۔ بعض فقہاء نے بھی جواز کی صراحت کی ہے، عالمگیری میں ہے: ‘‘وکذا الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ، فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ’’ (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی والعشرون ۳۶۱،۵) (اور اسی طرح گدھا اگر بیمار پڑجائے، اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو،تو اس کو ذبح کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس سے راحت حاصل ہو)۔

اور مالکی فقیہ ابن قاسمؒ کا قول ہے: ‘‘ولو کانت لرجل دابۃ مریضۃ زمنۃ، قد یئس من الانتفاع بہا علی کل وجہ، ولا یرید علفہا، لم أر بأسا بذبحہا، وذبح ہذا أحب إلیّ من ترکہا’’ (ابن رشد (جد): البیان والتحصیل۳۲۷،۳، بیروت، دار الغرب، ط: ۲، ۱۴۰۸ھ۱۹۸۸ء) (اگر کسی شخص کے پاس دائمی مریض جانور ہو، اور وہ ہر طرح سے اس سے فائدہ اٹھانے سے مایوس ہوچکا ہو، اور اسے چارہ دینے کا بھی ارادہ نہ ہو، تو میری رائے میں اسے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کو ذبح کرنا میرے نزدیک اس کو چھوڑنے سے زیادہ پسندیدہ ہے)۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے ذبح کرنے میں ہی اس کے لئے راحت ہے، جیسا کہ دردیر مالکیؒ تحریر فرماتےہیں: ‘‘بل یندب لإراحتہ’’ (دردیر: الشرح الکبیر، باب الذکاۃ ۱۰۸،۲، بیروت، دار الفکر) (بلکہ اس کو آرام پہنچانے کے لئے ذبح کردینا مستحب ہے)۔

تو جب جس جانور سے فائدہ اٹھانے سے مایوس ہوچکا ہو اسے ذبح کرنا درست

ہے، تو انسانوں کو وبائی امراض سے بچانے کے لئے مار دینا واجب ہوگا، بشرطیکہ ایسا کرنا ضروری ہو، اور اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو۔

مارنے کے درست طریقے:

البتہ مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے آسانی سے موت ہوجائے، مثلاً: چارہ میں ایسی دوا ملا دی جائے کہ کھاتے ہی ان کی موت ہوجائے، یا جلائے بغیر کرنٹ لگا کر مار دیا جائے۔ اور تکلیف دہ طریقہ سے بچا جائے، لہٰذا ایسا زہر دینا کہ دیر سے اس کی موت ہو، یا آگ سے جلانا عام حالتوں میں درست نہ ہوگا؛ کیونکہ حضرت حمزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فإنہ لا یعذب بالنار إلا رب النار'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶۷۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۰۳۴، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (کیونکہ آگ کے ذریعہ آگ کا رب ہی عذاب دے گا)۔

لیکن اگر جلانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو پھر اس کی بھی بدرجۂ مجبوری گنجائش ہے؛ کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ دور میں ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، تو انہوں نے چیونٹی کی پوری آبادی کو جلانے کا حکم دے دیا، اس پر اللہ تعالی نے ان پر عتاب فرماتے ہوئے وحی کی: ''فہلا نملۃ واحدۃ'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳۱۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۴۱) (کیوں نہیں ایک ہی چیونٹی کو جلایا)، البتہ ایسا کرنا بدرجۂ مجبوری ہی جائز ہے؛ کیونکہ ہماری شریعت میں قصاص کے علاوہ میں آگ کے ذریعہ جلانے کی ممانعت وارد ہے، اور فقہاء نے بھی ممانعت کی صراحت کی ہے، جیسا کہ ''عالمگیری'' میں ہے: ''ویکرہ حرقہا'' (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی والعشرون ۳۶۱٫۵، بیروت، دار الاحیاء، ط: ۳، ۱۴۰۰ھ۱۹۸۰ء) (ٹڈی کو جلا دینا مکروہ ہے)۔

اور ایسے ہی دھوپ میں ڈالنے سے اگر موت ہوجائے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ فوری موت ہو، ''ہندیہ '' میں ہے:''الفیلق یلقی فی الشمس، لیموت الدیدان، ولا یکون بہ بأسا؛ لأن فی ذلک منفعۃ الناس'' (مرجع سابق ۳۶۱٫۵) (''کویا '' (ریشم کے کیڑے کے خول) کو دھوپ میں ڈال دیا جائے تاکہ کیڑے مرجائیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ اس میں لوگوں کی منفعت ہے)۔

۱۲۔ انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارنے کا حکم:

انسانی مصالح جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال وغیرہ کے لئے جانوروں کو اعتدال کی پابندی کے ساتھ مارنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس سے ماحولیاتی توازن نہ بگڑے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اشتر

لفاطمۃ قلادۃ من عصب، وسوارین من عاج" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۲۱۳، مسند رویانی، حدیث نمبر: ۶۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰۳٫۲، حدیث نمبر: ۱۴۵۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۳۶۳، اور اس کی سند میں کلام ہے) (فاطمہ کے لئے جانور کے جوڑوں کے پٹھے کے ہار اور ہاتھی کے دانت کے دوگنگن خرید لو)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ عہد نبوت سے ہاتھی کے دانت بغیر کسی انکار کے استعمال کرتے آئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت حاصل کرنا ایک جائز اور صحیح مقصد ہے؛ لہذا اس کے لئے ہاتھی کو مارنا درست ہے۔

اور اس جگہ ''عاج '' کو ''ذبل '' یعنی کچھوے کی کھال (اوپر کا سخت خول) کے معنی میں قرار دینا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ ''عاج '' کا عمومی اور معروف مفہوم ہاتھی کے دانت ہی ہیں۔

۲۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریمﷺ کو دیکھا کہ ''یمتشط بمشط من عاج '' (بیہقی، السنن الکبری ۲۶٫۱، حدیث نمبر: ۹۷، اور اس کی سند میں کلام ہے) آپ ہاتھی کے دانت کی بنی ہوئی کنگھی سے کنگھا کرتے تھے)۔

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ ہاتھی کے دانت کا استعمال جائز ہے، اور اس مقصد کے لئے ہاتھی کو مارنا ایک درست انسانی مقصد ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إذا دبغ الإہاب فقط طہر" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۶، موطا مالک، حدیث نمبر: ۱۰۶۳، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۱۲۳) (اگر خام چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے)۔

اور ان ہی سے مروی ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أیما إہاب دبغ فقد طہر'' (نسائی: السنن الکبری، حدیث نمبر: ۴۵۶۷، نسائی: المجتبی من السنن، حدیث نمبر: ۴۲۴۱، سنن دارمی، حدیث نمبر: ۲۰۹، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۲۸، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جس خام چمڑے کو بھی دباغت دے دی جائے، تو وہ پاک ہوجائے گا)۔

ابن عبد البرؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''قولہﷺ: کل إہاب دبغ فقد طہر'' قد دخل فیہ کل جلد، إلا أن جمہور السلف أجمعوا علی أن جلد الخنزیر لا یدخل فی ذلک" (ابن عبد البر: التمہید ۱۶۴٫۱، ط: مؤسسۃ القرطبہ) (سرکار دوعالمﷺ کے فرمان ''ہر خام چمڑا جسے دباغت دے دی جائے، تو وہ پاک ہوجاتا ہے '' اس کے عموم میں ہر چمڑا داخل ہے؛ البتہ جمہور سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس میں خنزیر کی کھال داخل نہیں)۔

ہاں، یہ بات ضرور ہے کہ درندوں کی کھال کا استعمال اہل تکبر کا طریقہ ہونے کی

وجہ سے مناسب نہیں ہے، چنانچہ حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے:''أن رسول اللہ ﷺ نہی عن لبس جلود السباع والرکوب علیہا'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۲۵۵، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۱۳۱، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا)۔

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ جانوروں کی کھال کی تحصیل صحیح انسانی مصالح میں سے ہے، لہذا اس مقصد کے لئے جانوروں کو مارنے کی گنجائش ہے۔

۴۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ چھوٹے سانپ، چوہا، خنزیر، او رآدمی کے علاوہ ہر جانور کا چمڑا دو طریقے سے پاک ہوجاتا ہے: (۱) شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے (۲) دباغت یعنی ناپاک رطوبتوں کو دور کر دینے سے۔

علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:''ثم ما یطہر جلدہ بالدباغ یطہر بالذکاۃ؛ لأنہا تعمل عمل الدباغ فی إزالۃ الرطوبات النجسۃ'' (مرغینانی: ہدایہ، کتاب الطہارات ۱،۲۱، بیروت، المکتبۃ الاسلامیۃ) (پھر ہر وہ جانور جس کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے، اس لئے کہ ذبح شرعی بھی ناپاک رطوبتوں کو دور کرنے میں دباغت کا کام کرتا ہے)۔

اور علامہ سرخسیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''وما ظہر من لبس الناس کجلد الثعلب والفیل والسمور ونحوہا، فی الصلاۃ وغیر الصلاۃ من غیر نکیر منکر، یدل علی طہارتہ بالدباغ'' (سرخسی: المبسوط۱،۳۷۲، تحقیق: میس، بیروت، دار الفکر، ط: ۱، ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء) (نماز اور غیر نماز میں کسی نکیر کرنے والے کی نکیر کے بغیر لومڑی، ہاتھی اور سمّور (ایک نیولے جیسا جانور) وغیرہ کی کھال سے بنی پوستین وغیرہ پہننے کا لوگوں میں جو معمول ہے، وہ دباغت سے کھال کی پاکی پر دلالت کرتا ہے)۔

ان فقہی جزئیات سے بھی واضح ہے کہ کھال وغیرہ حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو مارنا صحیح انسانی مصالح میں سے ہے؛ البتہ اس سلسلہ میں درج ذیل ضوابط کی پابندی ضروری ہے:

۱۔ جانوروں کو سنگدلانہ طریقہ پر مارنے سے احتراز کیا جائے۔

۲۔ حقیقی انسانی ضرورت سے زیادہ جانوروں کو نہ مارا جائے۔

۳۔ اس سلسلہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے؛ تاکہ ماحولیات کا توازن برقرار رہے، اور انسانی زندگی کو خطرات لاحق نہ ہوں۔

۱۳۔موذی جانوروں کو مارنے کا حکم:

جن موذی جانوروں سے انسان کو خطرہ ہو، تو ایسی حالت میں ان کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے ماحولیات پر کوئی خاص اثر مرتب نہ ہوگا؛ کیونکہ ان کو بالکل ختم کردینے کا حکم نہیں ہے۔ ''عالمگیری '' میں ہے:''قتل الزنبور والحشرات، ہل

یباح فی الشرع ابتداء من غیر إیذاء، وہل یثاب علی قتلہم، قال: لا یثاب علی ذلک، وإن لم یوجد منہ الإیذاء، فالأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منہ" (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ ۳۶۱،۵) (بھڑ اور کیڑے مکوڑے کو اذیت نہ پہنچانے کی حالت میں پہل کرتے ہوئے مارنا، کیا شریعت میں مباح ہے، اور کیا ان کو مارنے پر ثواب ملے گا؟ مؤلف ''ظہیریہ '' کا قول ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا، اور اگر ان کی طرف سے اذیت نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ ان میں سے کسی کومارنے کے درپے نہ ہو)۔

اور علامہ قاری الہدایہ کے فتوی میں ہے: ''وقتل المؤذی منہا، ومن الدواب جائز" (چمگادڑ اور جانوروں میں سے اذیت پہنچانے والے کو مارنا جائز ہے)۔

خلاصہ یہ کہ جو جانور اپنی فطرت کے اعتبار سے انسان کو نقصان پہنچانے میں پہل کرتے ہیں، ان کو مارنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ''خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم: الحیۃ، والغراب الأبقع، والفأرۃ، والکلب العقور، والحدیا" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۸۲۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۹۸) (پانچ جانور شریر ہیں، وہ حرم اور حرم سے باہر ہر جگہ مارے جائینگے: سانپ، پشت اور پیٹ میں سفید دھبے والا کوا، چوہا، کٹ کھنا کتا اور چیل)۔

اور ایک روایت میں ''بچھو '' بھی وارد ہے (دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۹۸)۔ اور ایک روایت میں ''السبع العادی '' (حملہ آور درندہ) کا بھی اضافہ ہے (دیکھئے: سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۸۴۸، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۸۳۸، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۰۹۹۰، اور اس کی سند میں کلام ہے)۔

اور بھیڑیے کو بھی کٹ کھنے کتے کے درجہ میں رکھا گیا ہے (دیکھئے: ابن نجیم: البحر الرائق ۳۶،۳)۔

امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''واتفق جماہیر العلماء علی جواز قتلہن فی الحل والحرم والإحرام" (نووی: المنہاج شرح صحیح مسلم۱۱۳،۸، بیروت، دا رالاحیاء، ط: ۲، ۱۳۹۲ھ) (جمہور اہل علم کا نص میں وارد چھ چیزوں کے حرم، غیر حرم اور حالت احرام میں مارنے پر اتفاق ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:''أمر رسول اللہ ﷺ بقتل الأسودین فی الصلاۃ: الحیۃ والعقرب" (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۲۰۳، نسائی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۵۲۰، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۹۲۱، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۹۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (رسول کریم ﷺ نے نماز کی حالت میں بھی سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم دیا)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم سرکار دوعالم ﷺ کے ساتھ ایک

غار میں تھے کہ ایک سانپ کا ظہور ہوا، تو سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا:''اسے ماردو، تو ہم اس کی طرف لپکے، لیکن وہ ہم سے آگے بڑھ گیا، تب رسول کریمﷺ نے فرمایا:''وقیت شرکم، کما وقیتم شرہا'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۹۳۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۳۴) (وہ تمہارے شر سے اور تم اس کے شر سے محفوظ رہے)۔

علامہ ابن نجیمؒ رقمطراز ہیں: ''وأما حل القتل فما لا یؤذی لایحل قتلہ، فالکلب الأہلی إذا لم یکن مؤذیاً لا یحل قتلہ؛ لأن الأمر بقتل الکلاب نسخ، فقیّد القتل بوجوب الإیذاء'' (ابن نجیم: البحر الرائق۳٫۳۶) (اور جہاں تک مارنے کے حلال ہونے کا تعلق ہے تو جو جانور تکلیف نہ پہنچائے اس کو مارنا حلال نہیں، چنانچہ پالتو کتا اگر اذیت پہنچانے والا نہ ہو تو اس کو مارنا حلال نہیں؛ اس لئے کہ کتے کو مارنے کا حکم منسوخ ہوچکا ہے؛ لہذا اس نے مارنے کے جواز کو لازمی طور پر اذیت پہنچانے کے ساتھ مقید کردیا ہے)۔

حطاب رعینی مالکی لکھتے ہیں:''لا یجوز قتل الحیوان بغیر ضرورۃ'' (رعینی: مواہب الجلیل ۴۹۱٫۱، فصل فی التیمم) (بے ضرورت جانور کو مارنا جائز نہیں ہے)۔

مرداوی حنبلیؒ تحریر فرماتے ہیں:''یستحب قتل کل مؤذ من حیوان وطیر ..... وقال:ہو مراد من أباحہ'' (مرداوی: الانصاف، باب محظورات الاحرام ۳۴۶٫۳، بیروت، دا ر الاحیاء ، ط: ۱، ۱۴۱۹ھ) (ہر اذیت پہنچانے والے جانور اور پرندہ کو مارنا مستحب ہے ..... اور فقیہ ابن مفلح حنبلیؒ کا قول ہے کہ یہی ان کی مراد ہے جنہوں نے مارنے کو مباح قرار دیا ہے)۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ''وأما الذی لا یبتدئ بالأذی غالباً کالضبع والثعلب وغیرہما، فلہ أن یقتلہ إن عدا علیہ، ولا شئ علیہ إذا قتلہ'' (کاسانی: بدائع الصنائع۱۹۷٫۲، بیروت، دار الکتاب العربی،۱۹۸۲ء) (رہا وہ جانور جو عام طور سے اذیت پہنچانے میں پہل نہیں کرتا، جیسے بجو اور لومڑی وغیرہ، سو اگر وہ حملہ آور ہو تو اسے مارنے کا حق ہے، اور مارنے کی صورت میں اس پر کچھ واجب نہیں ہے)۔

نیز لکھتے ہیں: ''وہذا المعنی موجود فی الأسد والذئب والفہد والنمر، فکان ورود النص فی تلک الأشیاء وروداً فی ہذہ دلالۃ'' (مرجع سابق۱۹۷٫۲) (اور یہ علت یعنی عمومی طور سے اذیت پہنچانے میں پہل کرنا، شیر، بھیڑیا، تیندوا اور چیتے میں بھی موجود ہے، لہذا ان چیزوں میں نص کا وارد ہونا ان میں بھی بہ طور دلالت وارد ہونا ہے)۔

نقصان دہ جانور کو مارنے کے حالات:

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں نقصان دہ جانور کو مارنے کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ سانپ بچھو وغیرہ، گھر، مسجد اور دیگر انسانی آبادی میں نظر آئیں تو ان کو مارنا جائز ہے۔

۲۔ یہ چیزیں اگر آبادی سے باہر ہوں، اور انسان کے لئے ضرر کا اندیشہ نہ ہو، تو ان کو مارنا مناسب نہیں؛ تاکہ ماحولیات انسان موافق بنے رہیں۔

۳۔ اپنی فطرت کے اعتبار سے موذی جانور انسانی آبادی میں گھس آئے تو اسے مارنا جائز ہے، جیسے شیر وغیرہ۔

۴۔ اپنی فطرت کے اعتبار سے اذیت میں پہل کرنے والے جانور اگر انسانی آبادی سے باہر ہوں، اور ان سے انسانی مصالح وابستہ نہ ہوں، تو ان کو مارنا مناسب نہیں۔

۵۔ جو جانور اپنی عمومی فطرت کے اعتبار سے انسان کو اذیت پہنچانے والےنہ ہوں، ان کو بے ضرورت مارنا حلال نہیں ہے۔

۶۔ کیڑے مکوڑے اگر اذیت نہ پہنچائیں تو ان کو مارنا مناسب نہیں ہے۔

۷۔ باز اور شکرے وغیرہ درندے پرندے اگر اذیت نہ پہنچائیں تو ا ن کو مارنا جائزنہیں۔

۸۔ جو جانور اپنی فطرت کے اعتبار سے انسان کے لئے نقصان دہ نہ ہو، لیکن وہ انسان پر حملہ کردے، تو اس کا مارنا جائز ہے۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایتیں:

قرآن وحدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں درج ذیل ہدایتیں وارد ہیں:

۱۔ ان کے کھانے پینے اور راحت رسانی کے انتظام کے سلسلہ میں فراخ دلی کا مظاہرہ کیا جائے، اللہ تعالی نےحسن سلوک کا عمومی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ‘‘وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین’’ (بقرہ: ۱۹۵) (اور احسان کرو، یقیناً اللہ بہتر سلوک کرنے والے کو پسند کرتا ہے)۔

اور اس عمومی احسان میں جانور کے ساتھ حسن سلوک بھی شامل ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ‘‘ایک شخص راہ میں چل رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اور کچھ دور چلنے کے بعد اسے کنواں نظر آیا، تو اس نے کنویں میں اتر کر پانی پی لیا، پھر کنواں سے باہر آگیا، تبھی اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی شدت سے زبان باہر نکال کر گیلی مٹی کھا رہا ہے، تو اس آدمی نے سوچا کہ اس کتے کا پیاس سے وہی حال ہورہا ہے جو میرا ہورہا تھا، سو وہ دوبارہ کنواں میں اترا، اور اپنے موزہ میں پانی بھر کر اسے منہ سے پکڑ لیا، اور کنواں سے باہر آکر کتا کو پلا دیا تو اللہ تعالی نے اس کے اس احسان کو قبول کرتے ہوئے اسے بخش دیا، اس پر صحابہ کو تعجب ہوا، اور انہوں نے پوچھا کہ چوپایوں میں بھی ہمارے لئے ثواب ہے؟ توآپﷺ نے جواب دیا: ‘‘فی کل کبد رطبۃ أجر’’ (صحیح

البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۶۶، ۶۰۰۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۴۴) (ہر تر جگر یعنی جاندار کی خدمت میں ثواب ہے)۔

۲۔ اسے باندھ کر بھوکے رکھ کر نہ مارا جائے، چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''نہی النبیﷺ أن تصبر البہائم'' (صحیح البخاری، کتاب الذبائح، حدیث نمبر: ۵۵۱۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۶) (نبی کریمﷺ نے جانوروں کو چارہ کھلائے بغیر باندھے رکھنے سے منع فرمایا)۔

۳۔ جانوروں کو باہم لڑایا نہ جائے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:''نہی رسول اللہﷺ عن التحریش بین البہائم'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۵۶۲، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۰۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (رسول کریمﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا)۔

۴۔ جانوروں کو نشانہ نہ بنایا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:''لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۷، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۳، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۴۷۵) (کسی جاندار کو نشانہ نہ بناؤ)۔

۵۔ جانوروں کی صورت نہ بگاڑی جائے، جیسا کہ عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا: ''لا تمثلوا بالبہائم'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۰، مسند ابی یعلی، حدیث نمبر: ۶۷۹۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جانوروں کی صورت نہ بگاڑو)۔

۶۔ بچوں کو بھی جانوروں کو اذیت پہنچانے پر قدرت نہ دی جائے، جیسا کہ حطاب رعینی مالکیؒ لکھتے ہیں:''وذکر أن الشیوخ قیدوا الحدیث بعدم التعذیب'' (رعینی: مواہب الجلیل ۳۳۲،۴) (فقیہ ابو مہدی مالکی نے بتایا کہ مشائخ نے ''ابوعمیر '' والی حدیث، جس کی رو سے بچوں کو پرندہ سے کھیلنے دینے کی گنجائش نکلتی ہے، اس کو تکلیف نہ پہنچانے کے ساتھ مقید کیا ہے)۔

۷۔ بے فائدہ جانور کو ذبح نہ کیا جائے، جیسا کہ حضرت شریدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو گوریے کو بھی بے فائدہ مارے گا، تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے شکوہ کناں ہوگا کہ اے رب! ''إن فلاناً قتلنی عبثاً، ولم یقتلنی لمنفعۃ'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۶، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۴۷۰، اور اس کی سند میں کلام ہے) (اس نے مجھے بے فائدہ مارا، اور کسی منفعت کے لئے نہیں مارا)۔

۸۔ اگر پنجرے میں رکھے تو اپنے بال بچوں کی طرح ان کا خیال رکھے، کتانی لکھتے ہیں: ''تعذیب الحیوان لغیر فائدۃ لا یختلف فی تحریمہ'' (کتانی: نظام الحکومۃ النبویۃ ۱۵۱،۲، بیروت، دار الکتاب العربی) (بے فائدہ جانور کو تکلیف پہنچانے کی حرمت میں

کوئی اختلاف نہیں)۔

اور آگے لکھتے ہیں: ‘‘ویضع للطیر ما یرکب علیہ کخشبۃ، وأما أن یضعہ علی الأرض بلا شئ، فذلک یضر بہ غایۃ فی البرد’’ (کتانی: نظام الحکومۃ۲،۱۵۱) (اور پرندہ کے لئے پنجرہ میں ایسی چیز رکھے جس پر وہ سوار ہو (چڑھے) جیسے لکڑی وغیرہ، بہرحال اسے زمین پر بغیر کسی حائل کے رکھنا تو یہ اسے سردی میں سخت ضرر پہنچائے گا)۔

۹۔ پرندہ بازی نہ کی جائے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ایک شخص کو جو کبوتر کے پیچھے چل رہا تھا، اور اس سے کھیل رہا تھا، دیکھ کر فرمایا: ‘‘شیطان یتبع شیطانۃ’’ (الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر: ۱۳۰۰، ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۹۴۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۷۶۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۸۵۴۳، ابن اثیر: جامع الاصول، حدیث نمبر: ۸۴۱۳، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (نر شیطان مادہ شیطان کا پیچھا کررہا ہے)۔

چونکہ اس طرح کا کھیل عام طور سے ذکر الٰہی سے غفلت اور نماز وغیرہ میں سستی کا سبب بنتا ہے؛ اس لئے کبوتر باز کو آپﷺ نے شیطان قرار دیا، نیز اس میں پرندہ کو ایک گونہ تکلیف بھی پہنچتی ہے، چنانچہ اہل علم نے بھی اس کے ناپسندیدہ ہونے کی صراحت کی ہے، جیسا کہ امام نوویؒ لکھتے ہیں: ‘‘ویکرہ اللعب بہ’’ (نووی: المجموع۲۰،۲۲۹، ط: یعسوب) (اور کبوتر بازی مکروہ ہے)۔

۱۰۔ چیونٹی کو بھی بے وجہ نہ مارا جائے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا: ‘‘النملۃ، والنحلۃ، والہدہد، والصرد’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۶۷، سنن دارمی، حدیث نمبر: ۲۰۰۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۳۰۶۷، ۳۲۴۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) ((۱) چیونٹی، (۲) شہد کی مکھی (۳) ہدہد (ایک پرندہ) (۴) لٹورا (ایک پرندہ جو کیڑوں کو کھاتا اور چڑیوں کا شکار کرتا ہے)۔

اور ‘‘ہندیہ ’’ میں ہے: ‘‘وإن لم تبتدئ یکرہ قتلہا’’ (ہندیہ، باب الکراہیۃ ۵،۳۶۱) (اور اگر چیونٹی اذیت پہنچانے میں پہل نہ کرے، تو اس کو مارنا مکروہ ہے)۔

۱۱۔ زندہ جانور میں سے کوئی حصہ نہ کاٹے کہ اس میں جانور کے لئے سخت اذیت ہے، جیسا کہ حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ مدینہ تشریف لائے، اور زمانۂ جاہلیت سے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اونٹ کے کوہان کی چربی، اور بکریوں کی چربی اور گوشت کاٹ کر کھا لیتے تھے، تو اس حرکت سے سرکار دوعالمﷺ نے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ‘‘ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۵۸، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۴۸۰، سنن دارمی، حدیث نمبر

۲۰۲۴، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۱۹۰۳، ۲۱۹۰۴، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو جانور سے اس کے زندہ ہونے کی حالت میں کاٹ لیا جائے، وہ مردار ہے)۔

خلاصۂ بحث:

۱۔ جانوروں کو تیزی سے بڑھنے کے لئے لحمی غذائیں دینے کا عمل جائز ہے، بشرطیکہ یہ ان کے لئے کسی خاص اذیت اور بڑے ضرر کا باعث نہ ہو، اور ماہرین طب کے گمان غالب کے مطابق اس طرح تیزی سے بڑھے ہوئے جانور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں؛ البتہ محکمۂ صحت کی طرف سے لحمی چارہ دینے کی مدت کی تحدید ہو، تو اس کی پابندی لازم ہے۔

۲۔ اگر ماہرین طب کو گمان غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ یا گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانے سے جانوروں کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور اس طرح کا دودھ یا گوشت انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے، تو پھر انجکشن لگانا حرام ہے۔

۳۔ دودھ یا جسمانی حجم بڑھانے کے لئے ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا جائز ہے، خواہ ایک حلال جانور ہو اور دوسرا حرام؛ البتہ خنزیر پر چونکہ نجس العین ہے، لہذا اس سے اختلاط کرانا مناسب نہیں ہے۔

۴۔ مخالفِ جنس سے اختلاط کی صورت میں بچہ ماں کے تابع ہوگا۔

۵۔ ''جرسی '' گائے اور اس کا دودھ حلال ہے؛ البتہ باپ کا بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہوگا؛ اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے؛ تاکہ خنزیری صفات یعنی شہوات، بے غیرتی اور برائیوں کی طرف میلان کم ہو۔

۶۔ زینت کے طور پر جانوروں اور پرندوں کو پنجرے میں رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔

۷۔ خطرناک جانوروں جیسے شیر، چیتے، سانپ اور خونخوار کتے وغیرہ کو شوقیہ پالنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ اگر کوئی متبادل نہ ہو تو جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس سلسلہ میں مقرر کردہ شرعی شرائط وضوابط کی پابندی کی جائے۔

۹۔ دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینے یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ایسا کرنا ضروری ہو، اور کوئی متبادل موجود نہ ہو، اور جب اسے بے ہوش کردیا گیا تو تکلیف کا احساس نہ ہوگا۔

۱۰۔ ماحولیات کے تحفظ کے لئے کسی جانور کے شکار پر پابندی لگانے کا حق حکومت کو ہے، اور اس پر پابندی کی تعمیل واجب ہے۔

۱۱۔ حکومت اگر حرام جانور کو قومی جانور قرار دے کر اس کے شکار وذبح پر

پابندی لگاتی ہے تو اس کی تعمیل ضروری ہے۔

۱۲۔ حکومت اگر حلال جانور کو قومی جانور قرار دے کر اس کے ذبح پر پابندی لگاتی ہے، تو مسلمانوں پر اس کی تعمیل ضروری نہیں ہے۔

۱۳۔ ملے جلے معاشرہ میں بھی محض کسی فرقہ کی دلجوئی کے لئے حلال کو ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرا لینا درست نہیں ہے۔

البتہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مخصوص فرقہ کی دل آزاری سے بچنے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے احتیاطی پہلوؤں کو ملحوظ رکھیں۔

۱۴۔ مہمان پرندہ اور جنگلات میں شکار کرنے کی ممانعت والے سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً واجب ہے کہ حسب مصلحت مباح کو جزئی طور پر مقید کرنے کا حق حکومتِ وقت کو ہے۔

۱۵۔ وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں اور پرندوں کو مار دینا جائز ہے، اور اس کے لئے ایسی شکل اختیار کی جائے، جس سے ان کی موت آسانی سے ہوجائے، مثلاً: چارہ میں ایسی دوا ملا دی جائے کہ کھاتے ہی ان کی موت ہوجائے، یا جلائے بغیر کرنٹ لگا کر ان کو مارد یا جائے۔

۱۶۔ انسانی مصالح جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال وغیرہ کے لئے جانوروں کو اعتدال کے ساتھ مارنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس سے ماحولیاتی توازن نہ بگڑے، او راس سلسلہ میں مقرر کردہ شرعی ضوابط کی پابندی کی جائے۔

۱۷۔ جن موذی جانوروں سے انسان کو خطرہ ہو، تو ایسی حالت میں ان کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے ماحولیات پر کوئی خاص اثر مرتب نہ ہوگا؛ کیونکہ ان کو بالکل ختم کردینے کا حکم نہیں ہے۔

۱۸۔ قرآن کریم، حدیث پاک اور فقہاء کے اجتہادات میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں مختلف ہدایتیں دی گئی ہینجنھیں مقالہ میں ذکر کردیا گیا ہے۔

* * *

حیوانات کے حقوق واحکام

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

اللہ پاک نے انسان کو روئے زمین کی خلافت عطا فرمائی اور کائنات کی بے شمارچیزیں اس کی ضرورت وآسایش کے لئے پیدا فرمائیں ،ارشاد ربانی ہے :

''ألم تروا أن اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض وأسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ہدیً ولا کتاب منیر'' (لقمان: ۲۰)۔

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے تابع کردیا اور تم پر اپنے ظاہری وباطنی انعامات کی بارش فرمادی ،(اس کے باوجود) کچھ لوگ ہیں جو اللہ پاک کے معاملے میں بغیر کسی علم ،ہدایت اور کتاب منیر کے تنازع کھڑا کرتے ہیں)۔

''اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بأمرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون، وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون'' (الجاثیۃ: ۱۲-۱۳)۔

(اللہ پاک نے سمندر کو تمہارے زیر تسخیر کیا ،تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں دوڑیں ،اور تم فضل الٰہی کے طلبگار اور شکر گذار بنو اور (صرف سمندر ہی نہیں) آسمانوں اورزمین میں پھیلی ہوئی تمام کائنات کو اللہ پاک نے تمہارے کام میں لگایا، یقیناً اس میں ارباب فکر کے لئےنشانیاں ہیں)۔

حیوانات بھی انسانی مفادات کے لئےہیں :

البتہ اس وسیع کائنات میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اپنے اندر روح اور زندگی رکھتی ہیں ،جن کو حیوانات کہاجاتا ہے ،وہ بھی انسان کے نفع کے لئے بنائے گئے ہیں، ارشاد ربانی ہے :

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لکم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (النحل: ۵-۸)۔

(جانوروں کو اللہ پاک نے تمہارے لئے پیدا فرمایا ،ان جانوروں میں گرمی کا سامان ہے اور بہت سے منافع ہیں، تمہاری غذائی ضروریات بھی ان سے پوری ہوتی ہیں ،تمہارے

• مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور، بہار۔

لئے ان میں عزت ہے ،جب تم ان جانوروں کو شام میں چرا کر لاتے ہو اور چرانے کے لئے لے جاتے ہو ، یہ تمہارے بوجھ ایسے شہروں تک اٹھاکر لے جاتے ہیں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر پہونچ نہیں سکتے ،بے شک تمہارا رب بڑا شفیق اور مہربان ہے ، اس نے گھوڑے ،خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لئے استعمال کرو ،اللہ ایسی چیزوں کا خالق ہے جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو ۔

جانوروں کےحقوق اورانتفاع کی حدود:

لیکن ان کے بھی کچھ حقوق ہیں اور ان سے نفع اٹھانے کی بھی کچھ حدود ہیں ،حافظ ابن حجر ؒنے ابن ابی جمرہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ بھی بندوں کے ساتھ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کے لئے کچھ حدود مقرر کردئیے ہیں ،یہاں تک کے قتل اور ذبح کے لئے بھی ،تاکہ انسانوں کے آزادانہ تصرفات سے ظلم اور بے اعتدالی کو راہ نہ ملے :

‘‘قال ابن أبي جمرة:فيه رحمة الله لعباده حتى في حال القتل فأمر بالقتل وأمر بالرفق فيه ويؤخذ منه قهره لجميع عباده لأنه لم يترك لأحد التصرف في شيء إلا وقد حد له فيه كيفية ” (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۹،۶۴۵، دار المعرفہ بیروت)۔

مندرجہ ذیل متعدد روایات میں ان حقوق وحدود کی نشاندہی کی گئی ہے :

جانور کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:

* جانوروں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے ،حضرت ابو ہریرۃ ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا قصہ سنایا جس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا ،اور اس ایک عمل کی بناپر اس کی مغفرت کردی گئی ۔

‘‘قالوا:يا رسول الله وإن لنا في البهائم أجرا ؟ قال:(في كل كبد رطبة أجر)” (الجامع الصحیح المختصر ۲،۸۳۳، حدیث نمبر: ۲۲۳۴ دار ابن کثیر، الیمامہ)۔

(صحابہ نے عرض کیا :یارسول اللہ !کیا جانوروں میں بھی ہم کو ثواب ملے گا ؟ آپ نے ارشاد فرمایا :ہر تر جگر والی چیز میں ثواب ہے) ۔

*ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی برکت سے ایک زانیہ عورت کے سارے گناہ اللہ پاک نے بخش دئیے :

‘‘أن امرأة بغيا رأت كلباً فی يوم حارّ يطيف ببئر، قد أدلع لسانه من العطش، فنزعت له موقها، فغفر لها” (الجامع الصحیح المختصر ۳،۱۲۷۹،حدیث نمبر: ۳۲۸۰)۔

*حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا (وہ غالباً قصاب تھا):یا رسول اللہ ! میں بکری ذبح کرتا ہوں تو اس کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہوں ،تو اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد

فرمایا : ‘‘والشاة إن رحمتها رحمك الله ’’ (مسند احمد۳،۴۳۶، حدیث نمبر: ۱۵۶۳۰)۔
(اگر تم بکری کے ساتھ رحم کا برتاؤ کروگے تو اللہ پاک بھی تمہارے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائینگے)۔

جانوروں کو ستاناگناہ ہے :

*حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہےکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
‘‘عذّبت امرأة في هرة سجنتهاحتى ماتت فدخلت فيهاالنار لا هي أطعمتها ولا سقتها إذ حبستها ولا هي تركتها تأكل من خشاش الأرض’’ (الجامع الصحیح المختصر۳،۱۲۸۴، حدیث نمبر: ۳۲۹۵)۔
(ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی گئی کہ اس نے ایک بلی کو قید رکھا یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی ، نہ اس نے خود کھلایا پلایا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ زمین کے کیڑے مکوڑےکھا کر جی لیتی)۔
علامہ عینیؒ لکھتے ہیں :
‘‘وفيه أن تعذيب الحيوان غيرجائزوأن المظلوم من الحيوان يسلط يوم القيامة على ظالمه’’ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری۹،۸۹)۔
ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور وں کو ستانا جائز نہیں ہے، اور مظلوم جانور کل حشر میں ظالموں پر مسلط کئے جائینگے۔
ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں :
‘‘وقد قال علماؤنا وكره السلخ قبل أن تبرد وكل تعذيب بلا فائدة لهذا الحديث’’ (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح۱۲،۳۱۷)۔
(ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی بنیاد پر جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل کھال کھینچنا اور بلا فائدہ تکلیف پہونچانا مکروہ ہے)۔
* حدیث میں جانوروں سے بے ضرورت کھیلنے اوران کو تھکاتھکا کر مارنے سے بھی روکا گیا ہے ،اور اس طرح کی حرکت کرنے والے کو شیطان کہاگیا ہے ،حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے :
‘‘أن رسول اللہ ﷺ رأى رجلاً يتبع حمامة يلعب بها، فقال: شيطان يتبع شيطانة’’ (جامع الاصول فی احادیث الرسول۱۰،۷۴۸، حدیث نمبر: ۸۴۱۳)۔
(رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتر سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ شیطان ہے شیطان کے پیچھے پڑا ہے)۔
*حضور ﷺ از راہ مذاق بھی جانوروں کے ساتھ بے ضرورت چھیڑ چھاڑکو پسند نہیں فرماتے تھے :

‘‘وعن ابن مسعودؓ قال:کنا مع رسول اللہﷺ فی سفر، فانطلق لحاجتہ، فرأینا حمرۃ معہا فرخان، فأخذنا فرخیہا، فجاءت الحمرۃ فجعلت تعرش، فجاء النبیﷺ فقال: من فجع ہذہ بولدہا؟ ‘‘ردوا ولدہا إلیہا’’ (سنن ابی داؤد۵۳۹،۴، حدیث نمبر: ۵۲۷۰)۔

(حضرت عبداللہ بن مسعو دؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺکے ساتھ تھے ،آپ ضرورت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے دو بچے تھے ،ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑلئے ،چڑیا آئی تو اپنے بچوں کو نہ پاکر پر پھڑپھڑانے لگی ،حضور ﷺ تشریف لائے اور یہ منظر ملاحظہ فرمایا تو ناراضگی کے ساتھ فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے ؟اس کے بچے واپس کرو)۔

البتہ بچے اگر جانور کے ساتھ محض دل بہلانے کے لئے کھیلیں ،اور اس سے جانور کو کوئی جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچے تو بعض روایات کی روشنی میں اس حد تک گنجائش ہے،لیکن اگر تکلیف پہنچے تو بچوں کے لئے بھی اس طرح کا کھیل کھیلنے کی اجازت نہ ہوگی (فتح الباری شرح صحیح البخاری۵۸۶،۱۰)۔

بعض نفع بخش جانوروں کی نسل کشی سے روکنا:

*جن جانوروں سے انسان زیادہ استفادہ کرتا ہے ان کے تحفظ وبقا پر زور دیا گیاہے اور حتی الامکان ان کی نسل کشی جیسے اقدامات سے روکاگیا ہے ،اس ضمن میں وہ روایات قابل ذکرہیں جن میں رسول خدا ﷺ نے چار جانور :چیونٹی،شہد کی مکھی، ھدھد اور لٹورا (ایک پرندہ) کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے :

‘‘قال:إن النبیﷺ نہی عن قتل أربع من الدواب:النملۃ والنحلۃ والہدہد والصرد’’ (سنن ابی داؤد ۵۳۸،۴، حدیث نمبر: ۵۲۶۹)۔

*بعض روایات میں ہے کہ ‘‘ٹڈی ’’ خدائی لشکر اعظم ہے، اس کو قتل مت کرو۔

‘‘عن أبي زہیر النمیري أن رسول اللہ ﷺ قال:لا تقتلوا الجراد فإنہ جند اللہ الأعظم’’ (المعجم الکبیر۲۹۷،۲۲، حدیث نمبر: ۱۸۶۰۹)۔

مینڈک کی آواز کو تسبیح الٰہی کہاگیا ہے،چمگاڈر کو دشمنان مسجد اقصی کے خلاف پابند عہدجنگ بتایا گیاہے، اس لئے ان کے قتل سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے:

* ‘‘عن عبد اللہ بن عمرو رضي اللہ عنہما قال:لا تقتلواالضفادع فإن نقیقہا تسبیح ولاتقتلوا الخفاش فإنہ لماخرب بیت المقدس قال:یا رب سلطني علی البحر حتی أغرقہم، فہذان موقوفان في الخفاش وإسنادہما صحیح’’ (سنن البیہقی الکبری۳۱۸،۹، حدیث نمبر: ۱۹۱۶۶)۔

یہ روایت گوکہ موقوف ہے لیکن اپنے مضمون کی بناپر یہ مرفوع کے حکم میں ہے اور سند صحیح کے ساتھ منقول ہے ۔

*حضرت انسؓ کی ایک روایت میں اونٹ کو مرکز جمال،بکری کو باعث برکت اور

گھوڑے کی پیشانی کو منبع نور قرار دیا گیا ہے :

''الجمال في الإبل، والبركة في الغنم، والخيل في نواصيها الخير، الشيرازي في الألقاب ـ عن أنس'' (كنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ١٢،٣٣٢، حدیث نمبر: ٣٥٢٦٦)۔

*اور اسی باب میں وہ روایات بھی داخل ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اونٹ، گائے،بکرا اور گھوڑا کو خصی (بدھیا) کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کی توجیہ یہی فرمائی ہے کہ افزائش نسل تو حمل ہی سے ہوتی ہے :

''عن ابن عمر رضي الله عنهماقال:نهى رسول الله ﷺ عن إخصاء الإبل والبقر والغنم والخيل وقال:إنما النماء في الحبل'' (سنن البیہقی الکبری ١٠،٢٤، حدیث نمبر: ١٩٥٨٠)۔

گو کہ بضرورت ان جانوروں کو ذبح کرنے کی بھی اجازت ہے ،لیکن ان روایات کے پیچھے اصل مقصد یہ باور کرانا ہے کہ انسان کی طرح ان جانوروں کی بھی نسلی اہمیت ہے ،اور نظام کائنات کے تحفظ وبقا میں ان کا بھی اہم حصہ ہے ۔

ذبح میں بھی حقوق کی رعایت :

*بلاشبہ انسان کو جانوروں سے استفادہ کا حق حاصل ہے ،لیکن اس میں بھی اسلامی تعلیم یہ ہے کہ کم سے کم تکلیف پہونچا کر ان سے استفادہ کیا جائے ،حضرت شداد بن اوس ؓسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحدّ أحدكم شفرته فليرح ذبيحته'' (صحیح مسلم ٦،٧٢)۔

(اللہ پاک نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کو فرض قرار دیا ہے ،اس لئےکسی جانور کو قتل کرو تو حسن سلوک کا خیال رکھو، ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تیز دھار دار چھری سے ذبح کرو تاکہ ذبیحہ کی روح نکلنے میں آسانی ہو)۔

*ذبح کے آداب میں سے یہ ہے کہ جانور کو نہایت ملائمت کے ساتھ مقام ذبح کی طرف لے جایا جائے ،ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کو زمین پرگھسیٹتا ہوا لے جارہا ہے ،آپ نے اس پر تنبیہ فرمائی:

''اصبري لأمر الله وأنت يا جزار فسقها إلى الموت سوقا رفيقا'' (مصنف عبد الرزاق ٤،٤٩٣، حدیث نمبر: ٨٦٠٩)۔

(آپ نے بکری کو صبر کی تلقین فرمائی اور قصاب سے کہاکہ اس کو موت کی طرف نرمی کے ساتھ لے جاؤ)۔

بعینہ یہی نصیحت ایک بار حضرت عمر فاروق ؓنے بھی کسی قصاب کو کی تھی :

''سقها سوقا جميلا'' (جامع العلوم والحکم١،١٥٧)۔

* ایک شخص کو حضور ﷺنے دیکھا کہ وہ بکری کا کان کھینچتا ہوا جارہا ہے

، آپ نے اس کو ارشاد فرمایا:

'' دع أذنها وخذ بسالفتها'' (سنن ابن ماجہ۲،۱۰۵۹)۔

اس کا کان چھوڑدو ، ضرورت ہے تو اس کی گردن پکڑلو ۔

بے مقصد جانور کو قتل کرنا اس کی حق تلفی ہے:

جانور کا ایک حق یہ ہےکہ اس کو کھانے کے لئے یا اور کسی نیک مقصدسے ذبح کیا جائے، بےضرورت مار کر پھینک نہ دیا جائے ۔

*حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''من قتل عصفوراً فما فوقها بغير حقها سألہ الله عن قتلہ، قيل:يا رسول الله! وماحقها؟ قال:أن تذبحها فتأكلها ولا تقطع رأسها فترمی بها'' (السنن الكبرى وفی ذيلہ الجوہر النقی۹،۸۸)۔

جو کسی چھوٹی یا بڑی چڑیا کو اس کے حق کے بغیر قتل کردے، اللہ پاک اس کے قتل کے بارے میں باز پرس کرے گا، لوگوں نے عرض کیا : یارسو ل اللہ ! چڑیا کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا :اس کو ذبح کرکے کھایا جائے ،نہ کہ سر کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

*حضرت شرید ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ،آپ ارشاد فرماتے تھے :

''من قتل عصفوراً عبثاً عجّ إلى الله عزوجل يوم القيامة يقول:يا رب إن فلاناً قتلنی عبثاً ولم يقتلنی لمنفعة''(سنن النسائی ۲۷۵،۷)۔

جس نے بلاوجہ کسی چڑیا کو قتل کیا وہ چڑیا کل بروز قیامت پروردگار عالم کے حضوراس کے خلاف استغاثہ کرے گی کہ اے پروردگار! فلاں شخص نے مجھے کسی نفع (کھانا یا شکار) کےلئے نہیں بلکہ عبث یوں ہی مارڈالاتھا۔

اس میں کسی عالم کا اختلاف نہیں کہ بے ضرورت کسی جانور کا قتل یا ضرورت سےزیادہ کسی جانور کو اذیت دینا درست نہیں ہے :

''وهو مستثنى من تعذيب الحيوان بالنار ؛ لأجل المصلحة الرَّاجحة . وإذا كان كذلك ، فينبني أن يقتصر منه على الخفيف الذي يحصل به المقصود،ولايبالغ في التعذيب،ولا التشويه.وهذا لا يختلف فيه الفقهاء إن شاء الله تعالى'' (المفہم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم۱۷،۱۱۴)۔

*عہد جاہلیت میں کسی خوشی کے موقعہ پر یا معزز شخصیات کی آمد پر جانورقتل کئے جاتے تھے ،اسی طرح مرنے والوں کے لئے خیرسگالی کے طور پر ان کی قبروں پر جانور کاٹ کر چھوڑ دئیے جاتے تھےجن کوچرندو پرند کھاجاتے تھے ،اس کے بارے

میں ان کا تصور تھا کہ اس طرح ان کاگوشت مردہ تک پہنچ جاتا ہے ،اس طریقہ کو ''عقر '' کہا جاتا تھا، اسلام میں اس پر پابندی عائد کردی گئی (شرح السنہ للامام بغوی ٢٢٦،١١)۔

حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''لا عقر فی الإسلام، قال عبد الرزاق کانوا یعقرون عند القبر بقرة أو شاة'' (سنن ابی داؤد ٢٠٩،٣)۔

ایک روایت میں ہے کہ :

''من عقر بہیمۃ ذہب ربع أجرہ'' (السنن الکبری ٨٨،٩)۔

(جس نے کسی جانور کا کوچ کاٹا اس کا ایک چوتھائی ثواب ختم ہوگیا)۔

کسی ذی روح کو نشانہ بنانااوراس کے ہاتھ پاؤں کاٹنا درست نہیں :

*متعددروایات میں جانور کو باندھ کر مارنےیا کسی ذی روح کو زندہ نشانہ بنانے کی سخت ممانعت آئی ہے :

''فقال أنس:نہی رسول اللہﷺ أن تصبر البہائم'' (صحیح مسلم٧٢،٦، حدیث نمبر: ٥١٦٩)۔

(حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے)۔

اس مضمون کی روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی منقول ہے (حوالہ بالا، حدیث نمبر: ٥١٧٥)۔

''عن ابن عباس أن النبیﷺ قال: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً'' (حوالہ بالا، حدیث نمبر: ٥١٧٥)۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی ذی روح کو نشانہ نہ بناؤ) ۔

* حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار کچھ قریشی نوجوانوں کے پاس سے گذرے جو ایک زندہ مرغی یا پرندہ کو باندھ کر نشانہ بازی کررہے تھے،آپ کو دیکھ کر وہ منتشر ہوگئے ،آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا:

''إن رسول اللہﷺ لعن من اتخذ شیئاً فیہ الروح غرضاً'' (حوالہ بالا، حدیث نمبر: ٥١٧٤)۔

(رسول اللہ ﷺ نے کسی ذی روح کو نشانہ بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے)۔

* جانور کو سیدھے ذبح کرنے کا حکم ہے ،زندہ جانورکا ہاتھ ،پاؤں ،کان وغیرہ کاٹنا سخت گناہ ہے ،اس کو مثلہ کہتے ہیں ۔

''قال عبد اللہ بن عمرؓ:سمعت رسول اللہﷺ یقول:لعن اللہ من مثّل بالحیوان'' (المجتبی

من السنن ۲۳۸،۷، حدیث نمبر: ۴۴۴۲)۔

(حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ،آپ فرمارہے تھے کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جوحیوان کو مثلہ کرے)۔

*بعض علاقوں میں جانوروں کو آپس میں لڑانے کا کھیل بھی کھیلا جاتا ہے ،جس سے جانوروں کو کافی اذیت پہونچتی ہے، اسلام میں اس کو ممنوع قراردیا گیا، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے:

''نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم'' (سنن ابی داؤد۳۳۱،۲، حدیث نمبر: ۲۵۶۴)۔

(رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ہے)۔

علامہ شوکانی ؒ لکھتے ہیں :

''ووجہ النہی أنہ إیلام للحیوانات وإتعاب لہا بدون فائدۃ بل مجرد عبث'' (نیل الاوطار۴۰۲،۱۲)۔

(ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانوروں کے لئے اذیت اوربے فائدہ تکان کا باعث بلکہ عبث ہے)۔

جانوروں کو ذہنی اذیت پہونچانا بھی گناہ ہے :

*جسمانی تکلیف تو اپنی جگہ جانوروں کو ذہنی اور معنوی اذیت پہنچانے سےبھی روکا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کی جائے۔

''عبد اللہ بن عمر قال:أمر رسول اللہ ﷺ بحد الشفار وأن تواری عن البہائم'' (سنن ابن ماجہ ۱۰۵۹،۲)۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے ،ایک بار حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص بکر ی کو گرائے ہوئے اس کے مونڈھے پر پاؤں رکھ کرچھری تیز کررہاہے ،اور بکری اسے دیکھ رہی ہے ،آپ نے ناراضگی کے ساتھ فرمایا کہ کیاتم اسےدوہری موت دینا چاہتے ہو ؟

''عن ابن عباس قال:مر رسول اللہ ﷺ علی رجل واضع رجلہ علی صفحۃ شاۃ وھو یحد شفرتہ وھي تلحظ إلیہ ببصرھا قال: أفلا قبل ھذا ؟ أو ترید أن تمیتھا موتتان؟'' (المعجم الکبیر ۳۳۲،۱۱، حدیث نمبر: ۱۱۹۴۳)۔

جانوروں کی بے زبانی کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہےکہ وہ احساسات سے عاری ہیں اوران میں باتوں کےسمجھنے کی اہلیت نہیں ہے ،وہ اپنے مالک کو بھی پہچانتے ہیں اور موت سےبھی ڈرتے ہیں، اسی مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا گیا:

''ما أبہمت علیہ البہائم فلم تبہم أنہا تعرف ربہا وتعرف أنہا تموت'' (جامع العلوم

والحکم۱،۱۵۷)۔

* روایات میں ماں سے اس کا بچہ چھیننے سے منع کیا گیا ہے، خواہ وہ انسان کاہو یا حیوان کا ،کہ اس سے شدید ذہنی صدمہ پہنچتاہے :

''عن النبي ﷺ أنه نهى أن تولہ والدة عن ولدها وهو عام في بني آدم وغيرهم'' (حوالہ بالا)۔

جانوروں کو زندہ جلانا ممنوع ہے :

*جانوروں کو خواہ وہ کتنےہی تکلیف دہ ہوں زندہ جلانے سے منع کیا گیا، حضور ﷺنے ایک بارسفر میں جلی ہوئی چیونٹیوں کی بستیاں دیکھیں ،تو آپ نے ناگواری کےساتھ فرمایا کہ آگ کی سزا دینے کا حق صرف آگ کے مالک کو ہے :

''ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال:من حرّق ہذہ؟ قلنا: نحن، قال:إنہ لا ينبغى أن يعذب بالنار إلا رب النار'' (سنن ابی داؤد۳،۸، حدیث نمبر: ۲۶۷۷)۔

اسی لئے اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ بچھو یا کسی بھی موذی جانور کوزندہ جلانا درست نہیں ہے :

''وأكثر العلماء على كراهة التحريق بالنار حتى للهوام، وقال إبراهيم النّخعى:تحريق العقرب بالنار مثلة، ونهت أم الدرداء عن تحريق البرغوث بالنار '' (جامع العلوم والحکم ۱،۱۵۵)۔

موذی جانوروں میں آسان طریقۂ قتل اختیار کیا جائے :

*موذی جانوروں کومارنے کا حکم ہے، مگر اس میں بھی ایسے طریقۂ قتل کو ترجیح دی گئی ہے جس میں کم سے کم تکلیف میں وہ موذی جانورختم ہوجائے، مثلاًگرگٹ مارنے کا حکم دیا گیا تو کہا گیاکہ ایک ضرب میں ماردینا زیادہ باعث فضیلت ہے،اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کئی ضرب میں تکلیف زیادہ ہوگی (یہ توجیہ علامہ قرطبیؒ نے کی ہے، المفہم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم۱۸،۳۸)۔

''عن أبى ہريرة قال:قال رسول اللہ ﷺ:من قتل وزغة فى أول ضربة فلہ كذا وكذا حسنة ومن قتلها فى الضربة الثانية فلہ كذا وكذا حسنة لدون الأولى وإن قتلها فى الضربة الثالثة فلہ كذا وكذا حسنة لدون الثانية'' (صحیح مسلم ۷،۴۲، حدیث نمبر: ۵۹۸۳)۔

گھرمیں برآمد ہونے والےسانپ کو فوراًنہ مارا جائے :

گھر میں سانپ برآمد ہوتو فوراً مارنے سے منع کیا گیا بلکہ کم از کم تین بار عہد نوح اور عہد سلیمان کا حوالہ دینے کی تلقین کی گئی ہے،اس کے باوجودبھی سانپ ڈٹا رہے تواب وہ لائق قتل ہے، متعددروایات حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے:

''قال رسول اللہ ﷺ:إذا ظهرت الحية فى المسكن فقولوا لها إنا نسألک بعہد نوح وبعہد سليمان بن داؤد أن لا تؤذينا فإن عادت فاقتلوہا قال أبو عيسى ہذا حديث حسن غريب لا نعرفہ

من حدیث ثابت البنانی إلا من ہذا الوجہ من حدیث ابن أبی لیلی" (سنن الترمذی۴،۷۸، حدیث نمبر: ۱۴۸۵)۔

اس طرح سانپ جیسے خطرناک جانور کو بھی بچ کر نکلنے کا موقعہ دیا گیا، علاوہ اس میں خود انسان کے لئےبھی بڑے فائدے ہیں ،انسان بڑے خطرات سےاپنے آپ کو بچا سکتا ہے ۔

ان تفصیلات سے جانوروں کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا مزاج معلوم ہوتا ہے اور ان کے حقوق اور استفادہ اور دفاع کے حدود پربھی روشنی پڑتی ہے ،اس تناظر میں ان سوالات کے جوابات دئیے جاتےہیں جو اس ضمن میں اٹھائے گئے ہیں :

۱۔ چارہ خور جانوروں کو لحمی غذائیں دینا:

اس سوال میں دو باتیں قابل توجہ ہیں اور انہی پر حکم کی بنیاد ہے :

لحمی غذائیں اگر جانور کے لئے نقصان دہ ہوں:

* یہ لحمی غذائیں جانور کے لئے باعث ایذا ہیں یا نہیں ؟اگر خلاف فطرت ہونے کے باوجود ان کو کوئی جسمانی یا ذہنی اذیت نہیں پہونچتی ہے تو بظاہر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ،اس لئے کہ چارہ خور اور گوشت خور کی تقسیم کسی نص پر نہیں بلکہ تخمین واستقراء پر مبنی ہے ،جو ظنی ہے ، اگر کسی زمانے میں یا کسی جانورکے حق میں کسی وجہ سے یہ معیار تبدیل ہوجائے ،اوروہ جانور کے لئے باعث اذیت نہ ہو اور عام انسانوں کے لئےمفید ہو تو شرعی ضوابط کے مطابق اس میں کچھ حرج نہیں ہے ،جانور تو انسان کے فائدے کے لئے ہی بنائے گئے ہیں ،اس لئے غذائی تصرفات کے نتیجے میں اگریہ فائدے بڑھ جاتے ہیں تو یہ نہ خلاف موضوع ہے اور نہ خلاف مقصود ،قرآن کریم میں ہے:

‘‘والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون" (الحجر: ۵)۔

(جانوروں کو اللہ پاک نے تمہارے لئے پیدا فرمایا ،ان جانوروں میں گرمی کا سامان ہے اور بہت سے منافع ہیں، تمہاری غذائی ضروریات بھی ان سے پوری ہوتی ہیں)۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہےکہ جانوروں میں بہت سے منافع ہیں لیکن غذائیت بنیادی چیز ہے ۔

نیزجانوروں میں گوشت اور وزن کی زیادتی بھی مذموم نہیں مطلوب ہے،اس لئے کہ قربانی کے جانوروں کو موٹا اور باوزن بنانے پر زور دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

‘‘إن أفضل الضحایا أغلاھا و أسمنھا" (المستدرک علی الصحیحین ۴،۲۵۷، حدیث نمبر: ۷۵۶۱)۔

(سب سے بہتر قربانی وہ ہے جو گراں اور زیادہ موٹا ہو)۔

اسی طرح گوشت کی لذت و لطافت بھی امر محمودہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے

جانوروں کو خصی کرنے کی اجازت دی ہے کہ اس سے گوشت میں لطافت ولذت پیدا ہوتی ہے،جب کہ یہ عمل بظاہر خلاف فطرت اور تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے،اور یک گونہ نسل کشی بھی ہے،لیکن غذائی لطافت ولذت کے لئے اس کی اجازت دی گئی ،شیخی زادہؒ تحریر فرماتے ہیں :

'' ویجوز إخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصي أطيب'' (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ۲۲۴،۴)۔

(جانوروں کو خصی کرنا لوگوں کے نفع کے لئے جائز ہے ،اس لئے کہ خصی کا گوشت لذیذ ترہوتا ہے)۔

البتہ اگر لحمی غذائیں جانوروں کے لئے باعث اذیت ہوں ،یا ان سے جانور کے گوشت اور دودھ میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی ۔

لحمی غذاؤں میں اگر حرام اجزاء کی شمولیت ہو:

*دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان لحمی غذاؤں میں حرام اور ناپاک اجزاء کی شمولیت ہے یا نہیں ؟حکم شرعی پر اس سے بھی فرق پڑتا ہے ،اگر لحمی غذاؤں میں حرام اور ناپاک اجزاء غالب ہیں توفقہاء کی تصریحات کے مطابق بالقصد جانوروں کوناپاک غذا ئیں دینا جائز نہیں ہے، البتہ علاج اور ضرورت کی صورتیں مستثنیٰ ہیں ،علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں :

''وكره شرب دردى الخمر والامتشاط به، لأن فيه أجزاء الخمر فكان حراماً نجساً والانتفاع بمثله حرام ولهذا لا يجوز أن يداوى به جرحاً ولا أن يسقى ذمياً ولا صبياً والوبال على من سقاه وكذا لا يسقيه الدواب، كما لا يحمل الميتة إلى الكلب'' (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۲۴۹،۸، نیز دیکھئے: مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ۲۵۳،۴)۔

(شراب کے تلچھٹ کو پینا یا لگانا جائز نہیں ہے ،اس لئےکہ اس میں اجزاء خمر موجود ہیں ،پس یہ ناپاک ہیں ،اور ان سے انتفاع حرام ہے ، اس کو زخم پر بطور دوا لگانا بھی جائز نہیں ،اور نہ کسی ذمی یا بچے کو پلانا جائز ہے ،اور وبال پلانے والے کی گردن پر ہوگا، اسی طرح جانوروں کو پلانا بھی درست نہیں ،جس طرح کہ کتے کے سامنےمردار چیز نہیں ڈالی جائے گی)۔

* ''ولا تحمل الجيفة إلى الهرة وتحمل الهرة إليها'' (الاختیار لتعلیل المختار ۱۷۹،۴)۔

ہاں جانور خود جاکر کھالے تو مضائقہ نہیں :

''وقيل إن أريد سقي الدواب لا يحمل الخمر إليها أي إلى الدابة فإن قيدت أي الدابة إلى الخمر فلا بأس به أي بالقود لأنه لا يكون حاملها كما في الكلب مع الميتة فإنه إن دعاه إليها فلا بأس به وإن حملها إليه لا يجوز'' (حوالہ بالا)۔

البتہ اس سے جانور کے گوشت کی حلت پر اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ معدہ میں پہونچ کر غذاتحلیل ہوجاتی ہے، اور دوسرے اجزاء سے مل کر فنا ہوجاتی ہے، الا یہ کہ

اتنی کثرت سے ناپاک غذا ئیں دی جائیں کہ جانورکے گوشت میں اس کے اثرات نمایاں ہوجائیں، تو ایسے جانور کا گوشت کھانا درست نہ ہوگا،فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے:

*‘‘ولو سقی شاۃ خمراً لا یکرہ لحمہا ولبنہا لأن الخمر وإن کانت باقیۃ فی معدتہا فلم یختلط بلحمہا وإن استحالت الخمر لحماً فیجوز کما لو استحالت خلاً إلا إذا سقاہا کثیراً بحیث یؤثر فی رائحتہا الخمر فإنہ یکرہ لحمہا’’ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۲۴۹،۸)۔

*‘‘أما التی تخلط بأن تتناول النجاسۃ والجیف، وتتناول غیرہا علی وجہ لا یظہر أثر ذلک فی لحمہا فلا بأس بہ ولہذا یحل أکل لحم جدی غذی بلبن الخنزیر؛ لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر، وعلی ہذا قالوا لا بأس بأکل الدجاج؛ لأنہ یخلط، ولا یتغیر لحمہ، وروی أنہ علیہ الصلاۃ والسلام کان یأکل الدجاج’’ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۶،۱۰)۔

۲۔ دودھ یا گوشت میں اضافے کے لئے جانوروں کو انجکشن دینا :

زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا جائز ہے ، بشرطیکہ اس سے حاصل ہونے والا دودھ یا گوشت صالح ہو ،اورجانوروں کی جسمانی صحت پر منفی اثرات نہ پڑیں۔

* اگر دودھ او رگوشت تو صحیح ہوں لیکن جانور کی صحت اس سے متاثر ہوتی ہو تو بھی اس کی گنجائش ہے اس لئے کہ جانوروں کوبے فائدہ تکلیف دینا مکروہ ہے، مگر انسانی مفادات کے حصول کے لئےجانوروں کو تھوڑ ی بہت تکلیف دینے کی شرعاً اجازت ہے :

* ‘‘ولأن السمۃ وإن کان فیہا إیلام الحیوان ففیہا منفعۃ للمسلمین’’ (شرح السیر الکبیر۵،۲۱۷)۔

‘‘وهذه الأحاديث كلها تدلّ على جواز كيّ الحيوان لمصلحة العلامة في كل الأعضاء إلا في الوجه . وهو مستثنى من تعذيب الحيوان بالنار ؛ لأجل المصلحة الراجحة، وإذا كان كذلك، فينبني أن يقتصر منه على الخفيف الذي يحصل به المقصود ، ولا يبالغ في التعذيب ، ولا التشويه، وهذا لا يختلف فيه الفقهاء إن شاء الله تعالى’’ (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم۱۷،۱۱۴)۔

‘‘وكل زيادة تعذيب لا يحتاج إليها مكروهة كجر المذبوح برجله إلى المذبح وسلخه قبل أن يتم موته’’ (تحفۃ الملوک: محمد بن ابو بکر الرازی۱،۲۴۱)۔

* ‘‘(و) کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ’’ (الدر المختار ۶۰۷،۵)۔

*البتہ گوشت یا دودھ کے فاسد یا مضر صحت ہونے کی صورت میں اس عمل کی اجازت نہیں دی جائے گی ،اس لئے کہ یہ تعذیب بلافائدہ قرار پائےگی ۔

۳۔ حلال اور حرام جانوروں کا جنسی اختلاط:

(الف) جائز مقاصد کے لئے دومختلف الجنس جانوروں کا اختلاط جائز ہے :

*نصوص اور فقہی عبارات کو دیکھنےسے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جانوروں میں تحفظ نسب ملحوظ نہیں ہے اس لئے جائز اغراض ومقاصد کے لئے دو مختلف الجنس جانوروں کا باہم اختلاط کرانا جائز ہے ،بشرطیکہ اس سے جانوریا حاصل شدہ نتائج پر مضر اثرات مرتب نہ ہوں۔

*اس لئے کہ قرآن کریم میں خچر کا ذکر موقعۂ امتنان وتحسین پر کیا گیا ہے ،جو گدھی اور گھوڑے کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے (کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس اختلاط کا تجربہ قارون نے کیا، اسی طرح حضرت علیؓ کے حوالہ سے منقول ہے کہ ابتدا میں خچروں میں توالد وتناسل کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلکہ دوسرے جانوروں کے مقابلے میں بڑھ کر تھا، لیکن آتش نمرود کے لئے لکڑیاں ڈھونے میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بددعا فرمادی اور ان کی نسل منقطع ہوگئی(حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب۱۳،۱۶۹))، جس سے کم ازکم اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے؛ کیونکہ موقعۂ تحسین پر کسی چیز کا ذکر کر نا اس کی ترغیب کے مترادف ہے :

‘‘والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون’’ (النحل: ۷)۔

(اللہ پاک نے گھوڑے،خچر اور گدھے پیدافرمائے؛ تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لئے استعمال کرو ،اور اللہ پاک پیدا فرماتے ہیں جو تم نہیں جانتے)۔

* رسول اللہ ﷺ سے بھی بکثرت خچر کی سواری کا ثبوت ملتا ہے ،حنین کے موقعہ پر آپ نے سواری کے لئے خچر کو استعمال فرمایا (الجامع الصحیح المختصر ۳،۱۰۵۴، حدیث نمبر: ۲۷۱۹)، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بار ہدیہ میں خچر پیش کیا گیا تو آپ نے قبول فرمایا اور اس پر سوار ہوئے (سنن ابی داؤد۲،۳۳۱، حدیث نمبر: ۲۵۶۷)۔ اگر خچر کا طریقۂ پیدائش ممنوع ہوتا تو حضور ﷺ ہر گز اس پر سواری فرماکر اس کی حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔

البتہ اسی روایت کا اگلا ٹکڑا یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے اس طریقۂ اختلاط کو اختیار کرنے کی اجازت مانگی تو حضور ﷺنے ارشاد فرمایا: ‘‘یہ عمل وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہیں ’’۔

‘‘فقال علي:لو حملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ہذہ، قال رسول اللہﷺ: إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون’’ (حوالہ بالا)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل پسندیدہ نہیں ہے، اسی لئے بعض روایات میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے بنی ہاشم کو اس عمل سے منع فرمایا :

‘‘عن ابن عباس قال:کان رسول اللہﷺ عبداً مأموراً ما اختصنا دون الناس بشئ إلا بثلاث

أمرنا أن نسبغ الوضوء وأن لا نأكل الصدقة وأن لا ننزى حماراً على فرس، قال أبو عيسى وفى الباب عن علي، وہذا حدیث حسن صحیح'' (سنن الترمذی۶،۴۸۶، حدیث نمبر: ۱۸۰۲)۔

یہ روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے بھی منقول ہے (مسند احمد ۱،۱۳۲، حدیث نمبر: ۱۱۰۸)۔

انہی روایات کی بنیادپر بعض علماء نے مثلاً علامہ طیبیؒ وغیرہ نے اس عمل کوناجائز یا مکروہ کہا ہے،یہ حضرات اس طریق اختلاط کو قطع نسل کے مترادف قرار دیتے ہیں .....علاوہ یہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے تبدیل کرنا بھی ہے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۱۲،۲۹)۔

لیکن امام طحاویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممانعت صرف بنی ہاشم کے لئے تھی، دوسروں کے لئے نہیں، اور بنی ہاشم کے لئے بھی یہ ممانعت بقول حضرت عبداللہ بن حسنؒ اس علت کی بناپرتھی کہ بنی ہاشم میں گھوڑوں کی تعداد کم تھی اور اس عمل سے یہ تعداد مزید کم ہوجاتی ، جب کہ جہاد اور تیز رفتار سفر کے لئے گھوڑوں کی زیادہ ضرورت تھی ،اس طرح گویابنی ہاشم کے لئے بھی یہ ممانعت دائمی نہیں تھی ---ورنہ خچر اگر ایساہی شجر ممنوعہ ہوتا تو خودرسول اللہ ﷺ اس کی سواری قبول نہ فرماتے (دیکھئے: معانی الآثار۷،۶۳، شرح معانی الآثار ۴،۳۲۱)۔

اس لئے اس کے جواز کا انکار کرنا مشکل ہے،زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ تنزیہی کہاجاسکتا ہے ،اس لئے کہ مذکورہ بالا روایت میں حضور ﷺ نے اس عمل کو لاعلمی پر مبنی قراردیا ہے،حنفیہ کا نقطۂ نظر یہی ہے :

''ولعلّ علماءنا حملوه على كراهة التنزيه وجوّزوه ''(شرح الوقایہ۵،۲۷۰)۔

دوسری کتابوں میں جواز کی صراحت موجود ہے ،مجمع الانہر میں ہے :

''و يجوز إنزاء الحمير على الخيل إذ لو كان هذا الفعل حراما لما ركب النبي عليه الصلاة والسلام البغلة لما فيه من فتح بابه'' (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر۴،۲۲۴)۔

کراہت تنزیہی خلاف اولیٰ کے ہم معنی ہوتی ہے، اگر اس کو جائز اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ کراہت بھی باقی نہ رہے گی ،یا جن وجوہات کی بناپر اس کو ناپسند کیا گیا ہےوہ موجود نہ رہیں تو بھی کراہت صادق نہ آئے گی ۔

جانوروں کا اختلاط کبھی موجب عیب بھی ہوتا ہے :

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کے دور میں مختلف الجنس جانوروں کے اختلاط کا اہم مقصد زیادہ سے زیادہ دودھ یا گوشت والی نسل کا حصول ہے ،اور یہ کوئی غلط مقصد نہیں ہے ،اس لئے اگر یہ اطمینان ہو کہ اس سے حاصل ہونے والا دودھ یا گوشت یا نسل منفی اثرات سے پاک ہے ، تو حنفیہ کے اصول پر اس میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا ۔

دراصل مختلف الجنس جانوروں کا اختلاط ایک خلاف فطرت عمل ہے اسی لئے عہد قدیم سے ہی علماء کو اس سلسلے میں خدشات رہے ہیں کہ بالعموم دو جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والی نسل میں طبعی خباثت اور بہت سے عیوب ونقائص پیدا ہوجاتے ہیں، علامہ خطابیؒ رقمطراز ہیں :

''ولئلا يكون منه الحيوان المركب من نوعين مختلفين ، فإن أكثر المركبات المتولدة بين جنسين من الحيوان أخبث طبعا من أصولها التي تتولد منها وأشد شراسة كالسمع، والعسبار ونحوهما، وكذلك البغل لما يعتريه من الشماس والحران والعضاض ،ونحوها من العيوب والآفات'' (معالم السنن۲،۲۵۲،۲۵۱)۔

جانوروں میں بچے ماں کے تابع ہوتے ہیں :

* مسئلےکا دوسرا جز یہ ہے کہ اگر اختلاط میں ایک جانور حلال ہو اور دوسرا حرام، تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً کیا اثر مرتب ہوگا ؟

اس معاملے میں فقہاء حنفیہ اور مالکیہ کا اتفاق ہے کہ جانوروں میں اصل اعتبار ماں کا ہے ،حکم شرعی ماں کے تابع ہوگا، یعنی ماں اگر حلال جانور ہے تو پیدا ہونے والا بچہ بھی حلال ہوگا، اور ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام قرار پائے گا،اسی طرح پالتو مادہ جانور کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ پالتوہوگا، اور جنگلی جانور کے پیٹ سے جنم لینے والا بچہ جنگلی، اس لئےکہ نر جانور سے صرف نطفہ نکلتا ہے اور مادہ کے جسم میں اس نطفہ کا قلب ماہیت ہوجاتا ہے اور ایک عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر نئے وجود میں تبدیل ہوجاتا ہے، کتب فقہیہ میں اس کی صراحتیں موجود ہیں ،شامی لکھتے ہیں :

''والمولود بين الأهلى والوحشي يتبع الأم ؛ لأنها الأصل في التبعية،حتى إذا نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد..... لأنها الأصل في الولد لانفصاله منها .....، ولا ينفصل من الأب إلا ماء مهينا ،ولهذا يتبعها في الرق والحرية ، وإنما أضيف الآدمي إلى أبيه تشريفا له ، وصيانة له عن الضياع ، وإلا فالأصل إضافته إلى الأم كما في البدائع ..... -

نتيجة الأهلي والوحشي - تلحق بالأم على المرضي ومثله نتيجة المحرم - مع المباح يا أخي فاعلم۔

هذا هو المشهور بين العلماء - والحظر في هذا حكوه فاعلما (رد المحتار۱،۲۲۶)۔

قال في البدائع : فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية فولدت ولدا يضحي به دون العكس لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام ، ومن الأب ماء مهين ولذا يتبع الأم في الرق والحرية''(رد المحتار۶،۳۲۲)۔

اس لئے جرسی گائے گوکہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوئی ہو لیکن گائے کے شکم سے پیدا ہونے کی بناپراس پر گائے کا حکم عائد ہوگا،مجمع الانہر میں ہے :

''والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم لأنها هي الأصل في التبعية فيجوز بالبغل الذي

أمه بقرة وبالظبي الذي أمه شاة" (مجمع الانہر۴،۱۷۱)۔

۴۔ شوقیہ جانور کو پنجرہ میں رکھنا :

فقہی عبارات وجزئیات کی روشنی میں چند شرائط کے ساتھ اس کا جواز معلوم ہوتا ہے:

* وہ موذی جانور کے قبیل سے نہ ہوں۔
* ان کے کھانے پینے اور حقوق زندگی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتی جائے۔
* نیز ان کو اپنے حدود ملکیت میں رکھا جائے ۔

''وفی أضحیۃ النوازل رجل لہ کلاب لا یحتاج إلیہا ولجیرانہ فیہا ضرر فإن أمسکہا فی ملکہ فلیس لجیرانہ منعہ وإن أرسلہا فی السکۃ فلہم منعہ فإن امتنع وإلا رفعوہ إلی القاضی أو إلی صاحب الحسبۃ حتی یمنعہ عن ذلک وکذلک من أمسک دجاجۃ أو جحشاً أو عجولاً فی الرستاق فہو علی ہذین الوجہین کذا فی المحیط'' (الفتاوی الہندیہ۱،۱۶۶)۔

البتہ محض شوقیہ یا فخر ونمائش کے لئے جانوروں کو محبوس رکھنا خلاف اولیٰ ہے، احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے،ارشاد نبوی ہے:

''ومن ارتبطہا تغنیا وتعففا ثم لم ینس حق اللہ في رقابہا وظہورہا کانت لہ سترا من النار ومن ارتبطہا فخرا ورياء ونواء علی المسلمین کانت لہ بورا یوم القیامۃ'' (شرح معانی الآثار۳،۲۷۳، حدیث نمبر: ۴۹۷۳)۔

۵۔ موذی جانوروں کو شوقیہ قید رکھنا:

موذی جانوروں مثلاً خونخوارکتا ،شیر اور سانپ وغیرہ کوصرف جائز مقا صد (مثلاً چور وغیرہ سےتحفظ یا شکار وغیرہ) کےلئے قید رکھاجاسکتا ہے، محض شوق یا فخر ونمائش کے جذبات کی تسکین کے لئےان کو بندرکھنا درست نہیں ہے۔

*اس لئے کہ ان میں مضرت غالب ہے ،خدا نخواستہ اگر کبھی یہ بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اورحیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے۔

''وفی الأجناس لا ینبغی أن یتخذ کلباً إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرہم وکذا الأسد والفہد والضبع وجمیع السباع وہذا قیاس قول أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی کذا فی الخلاصۃ'' (الفتاوی الہندیہ۱،۱۶۶)۔

*نیزبے شمارروایات میں موذی جانوروں کورکھنے اور پالنے کے بجائے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے،بلکہ بعض روایات میں قدرت کے باوجود ان کو قتل نہ کرنے پر سخت نکیر بھی آئی ہے، اس سلسلہ میں کنز العمال میں متعدد روایتیں آئی ہیں (دیکھئے: کنز العمال ۱۵،۵۱)۔

*اسی طرح کتا وغیرہ پالنے کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہےکہ اس سے نیکیاں گھٹ جاتی ہیں ،اور ملائکۂ رحمت کی آمد رک جاتی ہے ، فرمان نبوی ہے :

''من اقتنی کلبا لایغني عنہ زرعاولاضرعانقص من عملہ کل یوم قیراط'' (الجامع

الصحیح المختصر ۱۲۰۷،۳، حدیث نمبر: ۳۱۴۷)۔

*''أبو طلحة يقول:سمعت رسول الله يقول:(لاتدخل الملائكة بيتافيه كلب ولاصورة تماثيل)''۔

۶۔جانوروں پر میڈیکل تجربات:

اللہ پاک نے جانوروں کو انسان کی ضرورت اور نفع کے لئے پیدا کیا ہے ،انسان کی غذائی اور دیگر ضروریات کے لئے جب جانوروں کی جان تک لینےکی اجازت دی گئی ہے، تو طبی ضروریات کے لئےمحض جزوی نقصان کی گنجائش کیوں نہ ہوگی، جیساکہ بعض مواقع پر مخصوص مصالح کے تحت فقہاء نے جانوروں کے جسم پر (چہرہ چھوڑکر) آگ سے داغنے کی اجازت دی ہے:

''ولأن السمة وإن كان فيها إيلام الحيوان ففيها منفعة للمسلمين'' (شرح السیر الکبیر ۲۱۷،۵)۔

'' فأما كي البهائم فقد كرهه بعض المشايخ، وبعضهم جوزوه؛ لأن فيه منفعة ظاهرة فإنها علامة، وعن رسول الله ﷺ:أنه نهى عن كي الحيوان على الوجه، فهذا يشير إلى جوازه على غير الوجه'' (المحیط البرہانی ۲۴۴،۵)۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے:

''وهذه الأحاديث كلها تدل على جوازكي الحيوان لمصلحة العلامة في كل الأعضاءإلافي الوجه. وهو مستثنى من تعذيب الحيوان بالنار؛لأجل المصلحة الرَّاجحة.وإذاكان كذلك،فينبني أن يقتصرمنه على الخفيف الذي يحصل به المقصود، ولا يبالغ في التعذيب، ولا التشويه. وهذا لا يختلف فيه الفقهاء إن شاء الله تعالى'' (المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم۱۱۴،۱۷)۔

طبی تحقیقات اور میڈیکل تجربات بھی انسانی ضروریات میں شامل ہیں ، انسان کے نظام صحت کی بنیاد ان پر ہے، اس لئے طبی مقاصد کے لئے جانوروں کا استعمال درست ہے ،یہ تعذیب بلافائدہ نہیں ہے ،بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ نقصان کی تلافی کا بھی انتظام موجود ہو ، جانوروں کو ایسی تکلیف پہونچا نا جس میں خود اس کا نفع ہو یا عام انسانوں کا ناجائز نہیں ہے .....۔

''وإيصال الألم إلى الحيوان لمصلحة تعود إليه جائز كالختان والحجامة وبط القرحة'' (الاختیار لتعلیل المختار ۱۷۹،۴)۔

خصی کرنےکےمسئلہ سےاستیناس :

*اس کی ایک نظیر جانوروں کو خصی کرنے کا مسئلہ ہے،خصی کرنے سے جانورکو ضرر پہونچتا ہے،بلکہ اس کا ایک عضو معطل ہوکر رہ جاتا ہے ،اور اس کا سلسلۂ نسل بھی منقطع ہوجا تا ہے، لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عام لوگ اس کی شہوانی شرارتوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں ،نیز خصی شدہ جانور کا گوشت لذیذ اور لطیف

ہوتا ہے ،اسی لئے فقہاء نے بوقت ضرورت (حصول منفعت یادفع ضرر کے لئے)گھوڑا کے علاوہ دیگر جانوروں کوخصی کرنے کی اجازت دی ہے :

''ویجوز إخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصي أطيب '' (مجمع الانہر ۲۲۴،۴)۔

''فأما إخصاء الفرس فقد ذكر شمس الأئمة الحلواني في ''شرحه'' أنه لا بأس به عند أصحابنا، وذكر شيخ الإسلام في ''شرحه'' أنه حرام، وقد صح عن عمر رضي الله عنه:أنه نهى عن إخصاء الفرس، وأما غيره من البهائم فلا بأس به إذا كان فيه منفعة، وإذا لم يكن فيه منفعة فهو حرام، وفي أضحية ''النوازل'' في إخصاء السنور إنه لا بأس به إذا كان فيه منفعة أو دفع ضرره، وفي ''الواقعات'' لا بأس بإخصاء البهائم إن كان يراد به إصلاح البهائم'' (حوالہ بالا)۔

۷۔ طبی اغراض کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے اس کا عضو نکالنا :

جانوروں سے انتفاع کی ایک صورت یہ ہے کہ دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لیا جائے یاآپریشن کرکے اس کی جگہ پر کوئی دوسرا مصنوعی آلہ رکھ دیا جائے ،اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ،بشرطیکہ یہ جانور کی معذوری یا ناقابل بردشت اذیت کا باعث نہ بنے .....اس وقت یہ اس معروف مثلہ سے مختلف ہوگاجس میں زندہ جانور کے اعضاء کاٹ لئے جاتے ہیں جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے،اس کا تذکرہ ماقبل میں جانور وں کے حقوق کے ضمن میں آچکا ہے، علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں :

''وهو مستثنى من تعذيب الحيوان بالنار؛لأجل المصلحة الرَّاجحة.وإذاكان كذلك،فينبني أن يقتصرمنه على الخفيف الذي يحصل به المقصود،ولايبالغ في التعذيب،ولاالتشويه.وهذالايختلف فيه الفقهاء إن شاء الله تعالى'' (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۱۱۴،۱۷)۔

بصورت دیگر ضروری ہوگا کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعدہی اس کے اجزا ء سے طبی استفادہ کیا جائے ،اور تکلیف دہ زندگی میں جانور کو مبتلا نہ کیا جائے ،فقہاء نے تعلیمی اغراض کے لئے جانور کا جسم استعمال کرنے کی اجازت دی ہے لیکن زندہ جانور کا نہیں بلکہ مذبوح جانور کا۔

''ویکره تعلیم البازی بالصید الحی یأخذه ویعذبه ولا بأس بأن یعلم بالمذبوح کذا فی محیط السرخسی'' (الفتاوی الہندیہ ۱۶۶،۱)۔

*''ویکره تعلیم البازي وغیره من الجوارح بالطیر الحي یأخذه فیعذبه،ولا بأس بتعلیمه بالمذبوح'' (الاختیار لتعلیل المختار ۱۷۹،۴)۔

۸۔ قانونی طور پر ممنوعہ جانورکا شکار کرنا :

شریعت اسلامیہ میں انسانی مفادات یا دفع ضرر کے لئے جانوروں کا قتل جرم نہیں ہے ،خاص طور پر فقہاء حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک غذائی ضروریات کے علاوہ دیگر جائز مقاصد کے لئےبھی جانوروں کے قتل اور شکار کی اجازت ہے (الدر المختار ۳۰۵،۵،

جواہر الاکلیل۱،۲۱۳، الشرح الکبیر۲،۱۰۸)، اصولی طور سے یہ جانوروں پر ظلم نہیں ہے بلکہ جائز مقامات پر ان کاصحیح استعمال ہے، اور یہ حق خود خالق کائنات نے انسانوں کو دیا ہے ،ظاہر ہے کہ اس قانون اباحت کی موجودگی میں کسی جانور کے قتل کو اس کی نسل کشی قرار دینا بہت مشکل ہے ،نسلوں کی حفاظت رب العالمین کے ذمہ ہے ،اور کس نسل کو کب تک دنیا میں رہنا ہے؟ اور کس کی افادیت کس وقت تک کےلئے ہے ؟ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کےسوا کسی کے پاس نہیں ہے ،اس لئے قانون اباحت کی موجودگی میں نسلی تحفظ کے نام پر کسی جانور کے قتل وشکارکو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا ۔

البتہ حکومت کی طرف سے مختلف مصالح کے تحت کسی مخصوص مقام پر کچھ مخصوص جانوروں کے قتل وشکار پر پابندی عائد کردی جائے یا کسی جانور کو قومی جانور کا درجہ دے کر اس کے شکار کو ممنوع قراردے دیا جائے ،تو عام حالات میں اس قانون کی رعایت لازم ہوگی ،اس لئے کہ :

*شریعت کی نگاہ میں حکومت کے جائز ضوابط کی خلاف ورزی گناہ ہے ،اس لئے کہ یہ ملک کے معاہدۂ شہریت کے خلاف ہے،مسلمان ہر حال میں اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے ،نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''المسلمون عند شروطہم فیما وافق الحق'' (السنن الکبری وفی ذیلہ الجوہر النقی۷،۲۴۹ حدیث نمبر: ۱۴۸۲۱، صحیح بخاری۲،۷۹۴)۔

(موافق حق معاملات میں مسلمان شرائط کا پابند ہوتا ہے)۔

فقہاء نے قومی اوربین الاقوامی بے شمار مسائل میں اس حدیث کو بنیاد بنایا ہے (بدائع الصنائع۴،۱۹۰)۔

*علاوہ ازیں مسلمان کی عزت وحرمت کی حفاظت مقاصد دین بلکہ ضروریات ستہ(حفاظت دین ،حفاظت جان، حفاظت مال،حفاظت عقل اور حفاظت آبرو یا نسب) میں شامل ہے۔

ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کی عزت وآبرو خطرہ میں پڑسکتی ہے، اس لئے بلا کسی عذرشرعی کے اس کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں ہے۔

اسلامی حکومتوں میں گھوڑے کو یک گونہ خصوصی جانور کادرجہ حاصل تھا:

*نیز شریعت میں ایسی نظیریں موجود ہیں جن میں بعض مخصوص جانوروں کو خصوصی درجہ دے کر ان کے قتل یا خصی کرنے پر پابندی عائد کردی گئی،اور اس کی وجہ یہی بتائی گئی کہ اس سے ان کی نسل کشی لازم آئے گی ،جب کہ بعض بنیادی مقاصد کے تحت ان کا نسلی تحفظ و تکثیر ضروری ہے ،اس کی ایک مثال گھوڑا ہے ،جو پچھلے ادوار میں جہاد اور تیزرفتار سفر کا سب سے معتبر اور طاقتور ذریعہ ماناجاتاتھا ، اسلامی حکومتوں میں گھوڑے کو خصوصی مقام حاصل تھاجس کو آج کی اصطلاح میں

کہہ سکتے ہیں کہ یہ یک گونہ قومی جانور کا درجہ تھااور فقہ اسلامی نے اس کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے اس کے نسلی تحفظ وتکثیر کے پیش نظر گھوڑے کے خصی کرنے پر پابندی عائد کردی ،تاکہ گھوڑے کی قوت تولید ختم نہ ہوجائے ،اور اس کی نسل کے منقطع ہونے کا اندیشہ پیدا نہ ہو،جب کہ خصی کرنا قتل سے بدرجہاکم ترچیز ہے :

''جاز (خصاء البهائم) حتى الهرة.وأما خصاء الآدمي فحرام، قيل والفرس وقيدوه بالمنفعة وإلا فحرام'' (الدر المختار۷۰۷،۵)۔

''(ونهى) المكلف (عن خصاء الخيل) نهى تحريم لأنها إنما تراد للركوب والجهاد عليها وذلك ينقص قوتها ويقطع نسلها'' (الفواکہ الدوانی۴۰۸،۸)۔

''وفى الحديث النهى عن خصاء الخيل فحمل على تحريمه لتنقيصه قوتها وإذهابه نسلها، وهذا خلاف قوله تعالى (ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم)'' (منح الجليل شرح مختصر خلیل ۴۸۱،۶)۔

مخصوص پس منظر میں بعض جانوروں کے قتل پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے :

*اسی طرح کتب فقہ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کبھی مخصوص پس منظر میں بعض جانوروں کے قتل پر پابندی عائد کردی جاتی ہے،جب کہ فی الواقع ان کا قتل ناجائز نہیں ہوتا ،لیکن بعض احوال وظروف میں ان کے قتل سے اجتناب ناگزیر ہوجاتا ہے ،مثلاً فقہ حنفی میں ایک جزئیہ ملتا ہے کہ دشمن کے علاقے میں سانپ اور بچھو دستیاب ہوں تو مسلمان ان سے اپنا بچاؤ تو کریں گے لیکن ان کو قتل نہیں کیا جائے گا، ،اس لئےکہ قتل سے سانپ اور بچھو کی نسل دشمن کے علاقے سے ختم ہوجائے گی، جو دشمن کو نفع پہونچانے کے مر ادف ہوگا..... حالانکہ سانپ اوربچھو وغیرہ کا قتل فی نفسہ جائز ہے (الفتاوی الہندیہ ۱۶۶،۱)۔

کسی خاص جانور کی مکمل نسل کشی کا منصوبہ درست نہیں :

*بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی مخصوص جانور کی مکمل نسل کشی کا منصوبہ بنانا درست نہیں ہے،یہ امر الٰہی سے بغاوت اور نظام کائنات میں فساد برپا کرنے کے مترادف ہے؛ البتہ ان کےبعض افراد یا اصناف کا مصلحتاً یا ضرورتاً قتل اس سے مختلف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

'' لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها كلها فاقتلوا منها كل أسود بهيم قال:وفي الباب عن ابن عمر وجابر و أبي رافع و أبي أيوب قال أبو عيسى حديث عبد الله بن مغفل حديث حسن صحيح'' (سنن الترمذی۷۸،۴، حدیث نمبر: ۱۴۸۶)۔

(اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان سب کے قتل کا حکم دیتا؛ البتہ ہر کالے بھجنگے کتے کو قتل کرڈالو) ۔

۹. کسی فرقہ کے یہاں مقدس مانے جانے والے جانور کو ذبح کرنا:

*قانونی پابندی کی صورت کا حکم اوپر گذرچکا ہےکہ اس صورت میں مجبوراً اس قانون پر عمل کرنا لازم ہوگا ،لیکن یہ حکم ظاہراً ہے ، قانونی بندش کی بناپر کوئی جائز چیز فی الواقع ناجائز نہیں ہوجاتی ،اگر کوئی شخص قانون کی نگاہ سے بچ کر ممنوعہ جانورکو ذبح کرلے، اور ہر اندیشے سے اپنے کومحفوظ رکھے تو اس کا عمل گو کہ خلاف قانون ہےمگر ذبیحہ حلال رہے گا۔

*لیکن اگر حکومت کی طرف سے کوئی قانونی پابندی نہ ہو تو محض دوسرے گروہ کی مذہبی رعایت میں دل آزاری کے خوف سے یا فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے نام پر اس جائز جانور کے ذبیحہ سے احتراز کا حکم دینا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ:

(الف) اس سے اس جانور کے مذہبی تقدس کو فروغ ملے گا بلکہ بہت ممکن ہے کہ خود مسلمانوں کی نئی نسلیں اس ممانعت کومذہبی حیثیت سے دیکھنے لگیں، اور اس جانور کےلئے ان کے اندر بھی تقدس کا تصور پیدا ہونے لگے ،اور مخلوط معاشرہ میں اس کا بہت زیادہ امکان ہے ،ظاہر ہے کہ یہ فکرو عقیدہ کا بدترین نقصان ہوگا ۔

(ب)نیز یہ اللہ پاک کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کے بھی مترادف ہوگا ،جس کی قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے :

’’یا أیہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما أحل اللہ لکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین‘‘ (المائدہ: ۸۷)۔

(اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ پاک حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے)۔

اس آیت کے پس منظر میں جو واقعہ نقل کیا جاتاہے وہ یہ ہے کہ عہد نبوت میں ایک یا چند افراد نےترک لحم، ترک نکاح ، ترک نوم وغیرہ کا ارادہ کیا تھا ، اور اس کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھاتھا ،نہ اس کی تشہیر کی تھی اور نہ دوسروں کو تشکیل کی ،لیکن قرآن نے ان کو بھی تحریم حلال کے زمرہ میں داخل کیا اور اس طرح کے اعمال پر ممانعت عائد کردی (صحیح مسلم ۱۲۹،۴، حدیث نمبر: ۴۳۶۹)۔

دراصل کسی چیز کو جب انسان اپنے لئے حرام کرلیتا ہے ،تو رفتہ رفتہ اس کی شناعت دل میں بسنے لگتی ہے،اور پھر اس سے متأثر ہوکر دوسرے لوگ یا کم از کم خود اس کی نسل اس شے کے ترک کو بہتر تصور کرنے لگتی ہے ، جبکہ اللہ نے اس کو بہتر نہیں بتایا ،اسی لئے قرآن نےمذکورہ بالا آیت کے ذریعہ اس کی جڑ کاٹ دی ۔

مذکورہ بالا چیزیں(ترک لحم وغیرہ) گو کہ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں، لیکن بعض مذاہب میں یہ رہبانیت کی تہذیبی علامت سمجھی جاتی ہیں اور کسی قوم کی

تہذیبی شناخت عملی طور پر مذہبی شعار کے درجہ میں ہوتی ہے،اسی لئے اسلام نے تشبہ سے جو ممانعت کی ہے اس میں مذہبی اور تہذیبی دونوں طرح کے امور داخل ہیں۔

*نیز اس سے تہذیبی موت کا اندیشہ ہے؛ کیونکہ جب کوئی قوم کسی دوسری قوم کے لئے یکطرفہ طور پر اپنی تہذیب چھوڑدیتی ہے، تو آہستہ آہستہ اس کی تہذیبی غیرت اور قومی حسیت کمزور ہونے لگتی ہے اور اس کا نتیجہ موت کے سو اکچھ نہیں ہے۔

*اسی لئے قرآن نے کفر سے اتفاق رائےیا ان سے بعض منافع کے حصول کے لئے یک طرفہ محبت کی پیشکش کو ممنوع قرار دیا ہے، کہ یہ کسی زندہ اور غیور قوم کے شایان شان نہیں:

‘‘یا أیہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم أولیاء تلقون إلیہم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق’’ (الممتحنہ: ۱)۔

(اے ایمان والو !میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ ،کہ ان کی طرف محبت کی پیشکش کرنے لگ جاؤ ،جبکہ وہ تمہارے پاس موجود حقائق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں)۔

*دراصل جس تھوڑے سے نفع (ہم آہنگی ،یاوقتی فتنہ وفساد سے تحفظ وغیرہ)کے لئے محبت کی قربانی دی جاتی ہے ، اس کے نتائج کس قدر سنگین ہوسکتے ہیں ،اور آئندہ قوم وملت کو اس سے کیا نقصانات پہونچ سکتے ہیں ،وہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے ،فقہی ضابطہ ہے :

‘‘دفع المفاسد مقدم علی جلب المصالح’’ (البحر المحیط۴؍۱۹۹)۔

(مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول سے مقدم ہے)۔

اس مضمون کے متعدد فقہی ضابطے کتب اصول فقہ میں موجود ہیں ۔

ذبیحۂ گاؤ کا مسئلہ:

*اس کی ایک مثال گائے کا ذبیحہ ہے ،حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں ذبیحۂ گاؤ سے دستبرداری کے مسئلے پر متعدد علماء وفقہاء عصر کے جو مباحث پیش کئے ہیں ،ان سےبھی اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے :

گائے کا ذبیحہ اسلام میں واجب نہیں ،جائز ہے ،قرآن کریم اور احادیث صحیحہ دونوں سے اس کا جواز ثابت ہے،قرآن میں حرام وحلال جانوروں کی تفصیلات کے لئے پوری سورۂ الانعام موجود ہے ،اوراس میں اونٹ اور گائے کوبھی بالتصریح حلال جانوروں میں شمار کیا گیا ہے ۔

‘‘ومن الإبل اثنین ومن البقر اثنین’’ (الانعام: ۱۴۴)۔

قرآن نے ان دونوں جانوروں کا نام خاص طور پر اس لئے لیا کہ اونٹ یہودکے یہاں حرام تھا، اسی طرح بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے گائے کا مجسمہ بناکرتعلیمات یہود سے

ہٹ کر اس کی پرستش شروع کردی تھی ،اس طرح اس کے یک گونہ تقدس کا احساس لوگوں میں پیدا ہوگیا تھا ،جس کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے (سورہ اعراف: ۱۳۸)، مفسرین نے لکھا ہے کہ سامری نے گائے کے بچہ کا بت بنایا تھا (الدر المنثور فی التاویل بالماثور۴،۳۰۲)۔

قرآن نے ان دونوں جانوروں کو حلال کرکے ان کی حرمت بھی ختم کی اور تقدس کا طلسم بھی چاک کردیا ۔

نیزاحادیث صحیحہ سے بھی ذبیحۂ گاؤ کا جواز ملتا ہے ،حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ :

''نحر رسول اللہﷺ عن نسائہ وفی حدیث ابن بکر عن عائشۃ بقرۃ فی حجتہ'' (صحیح مسلم۴،۸۸، حدیث نمبر: ۳۲۵۴)۔

(رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ازواج مطہرات کی طرف سےاور بعض روایتوں کے مطابق حضرت عائشہؓ کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی)۔

بلکہ عہد نبوت میں گائے کی قربانی کا عام رواج تھا ،اور ایک گائے سات آدمی کی طرف سے کافی سمجھی جاتی تھی،حضرت جابر بن عبداللہؓ ہی کی روایت ہے :

''فنذبح البقرۃ عن سبعۃ نشترک فیہا'' (صحیح مسلم۴،۸۸، حدیث نمبر: ۳۲۵۲)۔

(کہ ہم سات آدمی کی طرف سے ایک گائے ذبح کرتے تھے)۔

اس مضمون کی متعددروایات وآثار کتب حدیث میں موجود ہیں ،البتہ جس تناظر میں گائے کے ذبیحہ کی اجازت دی گئی جیسا کہ ابھی ذکر آیا ،اس نے اس کو شعار اسلامی میں تبدیل کردیا ،اور یہ مخصوص اسلامی تہذیب کا حصہ بن گیا ،چنانچہ حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا :

''من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله فلا تحقروا الله في ذمته'' (الجامع الصحیح المختصر۱،۱۵۳، حدیث نمبر: ۳۸۴)۔

(جو ہماری نماز پڑھے ،ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے ،اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے اور اسے اللہ اور رسول کا ذمہ حاصل ہے ،پس اس ذمہ کو نہ توڑو)۔

شارحین حدیث نے اس حدیث کی تشریح کرتےہوئے اکل ذبیحہ کو شعائر اسلام میں شمار کیا ہے کہ جس طرح عبادات میں ہر مذہب کا ایک شعار ہوتا ہے ،اسی طرح اشیاء خوردونوش میں بھی ہر مذہب کاایک خاص امتیاز ہوتا ہے ،اور انہی امتیازات سے مذہب کو پہچانا جاتا ہے ،مثلاً یہود مسلمانوں کا ذبیحہ (اونٹ)اور ہنود(گائے)نہیں کھاتے ،تو جب تک ان شعائر کو انسان دل سے قبول نہ کرلے اور ان کا عملی اظہار نہ کرے وہ مؤمن نہیں ہوسکتا اور نہ اسے اللہ اوررسول کا ذمہ حاصل ہوسکتا ہے ۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ چند اہل کتاب صحابہ نے اسلام لانے کے بعد احتیاطاً اونٹ کا گوشت نہ کھانے کا ارادہ کیا ،کہ اسلام میں واجب نہیں ،اور یہود میں حرام تھا ،لیکن قرآن کریم میں اس پر تنبیہ کی گئی اور اس طرح کے مخلوط اسلام یا مخلوط معاشرہ کو مسترد کردیاگیا۔

امدادالفتاویٰ میں یہ بحث تقریباً ۲۱ صفحات میں ہے، اور حضرت تھانویؒ اور دیگر علماء نے پوری شدت کے ساتھ ذبیحۂ گاؤ یا کسی ایسے تہذیبی عمل سے دستبردار ہونے کی مخالفت کی ہے جو گوکہ مذہب میں واجب نہیں ہے لیکن شعائر اسلامی کا حصہ ہے ۔

۱۰۔ بعض جنگلی جانوروں کے شکار پر پابندی :

حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے ،بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں ،جن کو مہمان پرندہ کہا جاتا ہے، ان سرکاری قوانین کی رعایت معاہدۂ شہریت ،دفع ضرر ،اور تحفظ جان وعزت کی بنا پر واجب ہے،تفصیلات گذشتہ صفحات میں آچکی ہیں۔

۱۱۔ وبائی امراض سے بچنے کے لئے جانوروں کو قتل کرنا :

دفع ضرر کے لئے جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت ہے، لیکن ان کو زندہ جلانا اور دفن کرنا جائز نہیں ہے ،احادیث میں سانپ ،بچھو ،چوہا ، زنبور ،خونخوار کتا ،گرگٹ ، خطرناک بلی اور ضرر رساں چیونٹی وغیرہ کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے ،بلکہ بعض کو باعث اجر بھی قرار دیا گیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے:کنز العمال۱۵،۵۱)، لیکن اسلامی شریعت میں کسی جاندار کو زندہ جلانے کا اختیار رب العالمین کے سوا کسی کو نہیں ہے،ابوداؤ د اور متعدد کتب حدیث میں یہ روایت آئی ہے :

‘‘فإنہ لا یعذب بالنار إلا رب النار’’ (سنن ابی داؤد ۳،۸، حدیث نمبر: ۲۶۷۵)۔

(آگ کی سزا آگ کے مالک کے سو ا کوئی نہیں دے سکتا)۔

اسلام سے قبل کسی شریعت میں غالباً اس کی اجازت تھی،جیسا کہ ایک نبی کی طرف سے چیونٹیوں کی بستی جلانے کے واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے؛ لیکن اسلام میں یہ قطعی ممنوع ہے ،علماء اسلام نے اس کو فساد کے ہم معنیٰ قرار دیا ہے :

*‘‘وذلك لأن تعذیب الحیوان بالإحراق إفساد لہ، وتعذیب لہ بغیرحق’’ (شرح عمدۃ الاحکام۹،۷۵)۔

*فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے،فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

‘‘ولا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحل قتلہ لأجل الأکل فلدفع الضرر أولی کذا فی فتاوی قاضی خان، ویکرہ حرقہا کذا فی السراجیۃ، وإحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ’’ (الفتاوی الہندیہ۱،۱۶۶)۔

(ٹڈی کے قتل میں مضائقہ نہیں ہے ،اس لئے کہ یہ ایک شکار ہے، کھانے کے لئے

اس کا قتل جائز ہے تو دفع ضرر کے لئے بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا،البتہ اس کا جلانا مکروہ (تحریمی)ہے،.....جوں اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ (تحریمی)ہے)۔

یہی بات ردالمحتارمیں بھی ہے :

''(یکرہ إحراق جراد) أي تحریما ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحیة'' (حاشیہ رد المحتار۶،۷۵۲)۔

*اگر موذی جانور بڑی تعدا د میں ہوں اور ان کو الگ الگ مارنا مشکل ہو تو توکوئی ایسا زہر یا کیمیکل ان کے ٹھکانے میں ڈالدیا جائے جس سے وہ مرجائیں اور پھر ان کو جلادیا جائے یا اسی حالت میں باہر پھینک دیا جائے ،-----البتہ اگر بغیر جلائے ہوئے ان پر قابو پانا اور ان کو ختم کرنا ممکن نہ ہو اور دفع ضرر کے لئے ان کا خاتمہ ضروری ہو تو بدرجۂ مجبوری ان کو زندہ آگ میں جلانےیادفن کرنے کی اجازت ہوگی،اس مسئلے میں اس جزئیہ سے روشنی ملتی ہے جو کتب فقہ میں دشمن حربیوں کے تعلق سے مذکور ہے، شامی میں ہے :

''لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما في شرح السیر بما إذا لم یتمکنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلامشقة عظیمة فإن تمکنوا بدونها فلا یجوز لأن فیه إهلاك أطفالهم ونسائهم ومن عندهم من المسلمین'' (حاشیہ رد المحتار۴،۱۲۹)۔

۱۲۔ جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتاہے؟

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ہر قسم کے جانور (خواہ وہ ماکول اللحم ہو ں یا نہ ہوں) کا شکارغذائی ضروریات اور دیگر منافع ومصالح مثلاً بال ، کھال ،دانت ، سینگ وغیرہ کےحصول ،یا زینت وآرائش کے لئے جائز ہے ،اس لئے کہ کائنات کی ہر چیز انسان کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہے،اسی لئے قرآن کریم میں جانوروں کے شکار کی عام اجازت دی گئی ہے۔

''وإذا حللتم فاصطادوا'' (المائدہ: ۲)۔

علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:

''أما الأول فیباح اصطیاد ما فی البحر والبر مما یحل أکلہ وما لا یحل أکلہ، غیر أن ما یحلّ أکلہ یکون اصطیادہ للانتفاع بلحمہ وما لا یحل أکلہ یکون اصطیادہ للانتفاع بجلدہ وشعرہ وعظمہ أو لدفع أذیتہ..... ولا بأس بذلک من شعر البہیمۃ وصوفہا لأنہ انتفاع بطریق التزین بما یحتمل ذلک ولہذا احتمل الاستعمال فی سائر وجوہ الانتفاع فکذا فی التزین'' (بدائع الصنائع۱۱،۱۷۷)۔

درمختار میں ہے :

''(وحل اصطیاد ما یؤکل لحمه وما لا یؤکل لحمہ) لمنفعة جلده أو شعره أو ریشه أو لدفع شره، وکله مشروع لاطلاق النص، وفي القنیة یجوز ذبح الهرة والکلب لنفع ما'' (الدر

المختار ۳۲،۷)۔

۱۳۔ جانوروں کو کن حالات میں مارا جاسکتا ہے؟

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں : (الف) اجتماعی پہلو (ب) اور انفرادی پہلو۔

قتل حیوانات کااجتماعی پہلو :

اجتماعی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کردہ ہر مخلوق اس وسیع کائنات کا ایک جزو(پارٹ) ہے ،اور ان تمام اجزاء سے مل کر ہی یہ کائنات بنی ہے ،اس کائنات کی بقا اور صحت میں ہر جزو کا اپنا کردار ہے ،ان میں سے کسی جزو کو نظر انداز کرکے کائناتی نظام مستحکم ہوہی نہیں سکتا ،تمام اجزاء کے توافق سے ہی ماحول بنتا ہے، ان میں سے کسی جزو کے لئے یہ خیال درست نہیں ہےکہ کائنات میں اس کی ضرورت نہیں ہے، اور اللہ پاک نے اس کو بلا ضرورت پیدا فرمایا ہے ،اللہ پاک خود فرماتے ہیں :

‘‘وما خلقنا السماء والأرض وما بینہما باطلاً ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار’’ (سورہ ص: ۲۷)۔

(ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی ،یہ کافروں کا خیال ہے ،پس کافروں کے لئے جہنم کی بربادی ہے) ۔

ایک دوسری جگہ ارباب فکر وذکر کا قول نقل کیاگیا ہے :

‘‘ربنا ما خلقت ہذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار’’ (آل عمران: ۱۹۱)۔

(اےپروردگار عالم ! آپ نے کائنات کی کسی چیز کو بیکار پیدا نہیں فرمایا)۔

جانور بھی کائنات کا اہم حصہ ہے،اور اس کی ہر صنف کی اپنی افادیت ہے ،اسی لئے کسی بھی قسم کے جانور کی ایسی نسل کشی جائز نہیں ہےکہ اس صنف کے ایک ایک فرد کا خاتمہ کردیا جائے،.....اور انسان کے لئے یہ ممکن بھی نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا علم اور اس کی طاقت محدود ہے ،خدا کی پھیلی ہوئی زمین میں کہاں کہاں کون سی مخلوق آبادہے، انسان کا اس سے باخبر ہونا ممکن نہیں ،اس لئے نہ یہ مطلوب ہے اور نہ ممکن ،اور نہ کہیں اسلامی تعلیمات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی مخصوص جانور کے ہر فرد کو قتل کردیا جائے ،بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے کتا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر کتا بھی گروہوں میں سے ایک گروہ نہ ہوتا تو میں تمام کتوں کے قتل کا حکم دیتا ،اس لئے صرف سیاہ قسم کے خطرناک کتے کو قتل کرو (حدیث پیچھے گذرچکی ہے)، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی جانور کی نسل کشی اسلام میں درست نہیں ہے ،اس لئے یہاں مسئلہ ماحولیات کے توازن کا نہیں بلکہ انسان کے دفع ضرر کا ہے ، اور ظاہر ہے کہ ضرر کا اندیشہ انہی جانوروں سے ہوگا جو انسانی معاشرے میں بستے ہیں اور نظر آتے ہیں ،پوری روئے زمین میں پھیلے ہوئے جانوروں سے اس کا تعلق نہیں ہے ،اس لئے کسی ایک یا چند جانوروں کی ہلاکت سے ماحولیاتی توازن متأثر نہیں ہوسکتا ۔

علاوہ ازیں ماحولیات کا تعلق کائنات کے امور تکوین سے ہے جو خالص قدرتی نظام ہے ،اگر اس کے بالمقابل کوئی حکم شرعی سامنے آئے جو بظاہر اس نظام سے متصادم محسوس ہو تو بھی انسان شریعت کے حکم ظاہر پر عمل کرنے کا پابند ہے ،تکوینیات کا وہ مکلف نہیں ہے ،حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت خضر ؑ کا قصہ جس کو قرآن کریم نے سورۂ کہف میں بیان کیا ہےاس کی واضح مثال ہے۔

غرض موذی اور ضرر رساں جانوروں کے قتل کے حکم کو ان کی اجتماعی نسل کشی سے جوڑنا درست نہیں ہے،اسی لئے بعض روایات کی بنیاد پر ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ کسی مقام پر اگر ایک چیونٹی نقصان پہونچائے تو اس کے ردعمل میں وہاں کی چیونٹیوں کے پورے گھر میں آگ لگا دیناصحیح نہیں ہے :

''ولا تحرق بیوت النمل لنملۃ واحدۃ کذا فی الفتاوی العتابیۃ'' (الفتاوی الہندیہ۱،۱۶۶)۔

انفرادی پہلو :

یہ خالص انفرادی مسئلہ ہے ،اور اس کا تعلق متعلقہ شخص اور جانور سے ہے، اس نوع کے جملہ جانوروں سے یہ حکم وابستہ نہیں ہے ،یہاں مسئلہ صرف یہ ہے کہ اگرکوئی موذی جانورکسی انسان کے لئے باعث اذیت ہوتو ایسے جانور کو مارنا درست ہے یا نہیں؟

احادیث وآثار اور فقہی جزئیات پر ایک نظر ڈالنے سے مسئلے کی دوشکلیں سامنے آتی ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں :

موذی جانوروں کا قتل :

(۱)ایسےموذی جانورجن میں ضرر غالب ہو یعنی انسان کے سامنے آنے پر اکثروہ نقصان پہونچاتے ہوں،مثلاً سانپ بچھو وغیرہ ،فرمان نبوی کی روشنی میں ان کو ایذا سے قبل بھی مارنا درست ہے،بلکہ بعض احادیث کے مطابق قدرت کے باوجود نہ مارنا برا ہے، اس لئے کہ جو چیز غالب الوقوع ہوتی ہے وہ واقع کے حکم میں ہوتی ہے ۔

نقصان پہنچانے والے جانوروں کا قتل :

(۲)دوسری قسم ایسے جانوروں کی ہے جن میں ضرر غالب نہیں ہے ،لیکن ضرر پہنچا سکتے ہیں ،مثلاً کتا، بلی، چوہا، بھڑ، چیونٹی اور چھپکلی وغیرہ، ایسے جانوروں کا حکم یہ ہے کہ ان کی طرف سے ضرر کا آغاز ہوجائے تو ان کو مارنا درست ہے ورنہ مکروہ ہے ،مثلاً ٹڈی کھیتوں کو نقصان پہنچانے لگے ،چیونٹیاں گھر کی اشیا ء تباہ کرنے لگیں، بلی کبوتر ،مرغی وغیرہ کو کھانے لگے، کھٹمل شب کی نیند خراب کردے، کتا انسانوں اور جانوروں پر حملہ آور ہو ،فقہاء نے لکھا ہے کہ گھریلو کتا اگر ضرر رساں نہ ہو تو اس کو مارنا درست نہیں ہے۔ فقہاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اگر کسی کے کتے گاؤں کے عام لوگوں کو نقصان پہونچاتے ہوں تو ان کو مارنے کا حکم دیا جائے گا، اگر

کتوں کا مالک راضی نہ ہو تو حکومت سے اس کے خلاف اپیل کی جائے گی ،اس قسم کی بہت سی جزئیات کتب فقہ میں موجود ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: المحیط البرہانی ۲۵۴٫۵، الدر المختار ۶۲۷٫۲، تبیین الحقائق ۲۲۷٫۶، الفتاوی الہندیہ ۱۶۶٫۱)۔

(۱۴)جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں نصوص و آثار اور اسلامی تعلیمات کا تفصیلی ذکر مقالہ کی ابتدا میں آچکا ہے۔

خلاصۂ جوابات :

۱۔ چارہ خور جانوروں کو لحمی غذائیں دینا :

اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں اور انہی پر حکم کی بنیاد ہے :

* یہ لحمی غذائیں جانور کے لئے باعث ایذا ہیں یا نہیں ؟اگر خلاف فطرت ہونے کے باوجود ان کو کوئی جسمانی یا ذہنی اذیت نہیں پہنچتی ہے تو بظاہر اس میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا ،اس لئے کہ چارہ خور اور گوشت خور کی تقسیم کسی نص پر نہیں بلکہ تخمین واستقراء پر مبنی ہے ،جو ظنی ہے۔

*دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان لحمی غذاؤں میں حرام اور ناپاک اجزاء کی شمولیت ہے یا نہیں ؟حکم شرعی پر اس سے بھی فرق پڑتا ہے ،اگر لحمی غذاؤں میں حرام اور ناپاک اجزاء غالب ہیں توفقہاء کی تصریحات کے مطابق بالقصد جانوروں کوناپاک غذا ئیں دیناجائز نہیں ہے،البتہ علاج اور ضرورت کی صورتیں مستثنیٰ ہیں ۔

البتہ اس سے جانور کے گوشت کی حلت پر اثر نہیں پڑے گا ،اس لئے کہ معدہ میں پہونچ کر غذاتحلیل ہوجاتی ہے ،اور دوسرے اجزاء سے مل کر فنا ہوجاتی ہے ، الا یہ کہ اتنی کثرت سے ناپاک غذا ئیں دی جائیں کہ جانورکے گوشت میں اس کے اثرات نمایاں ہوجائیں ،تو ایسے جانور کا گوشت کھانا درست نہ ہوگا۔

۲۔ دودھ یا گوشت میں اضافے کے لئے جانوروں کو انجکشن دینا :

زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا جائز ہے ، بشرطیکہ اس سے حاصل ہونے والا دودھ یا گوشت صالح ہو ،اورجانوروں کی جسمانی صحت پر منفی اثرات نہ پڑتے ہوں ۔

اگر دودھ او رگوشت صحیح طور پر حاصل ہوں لیکن جانور کی صحت اس سے متأثر ہوتی ہو تو بھی اس کی گنجائش ہے اس لئے کہ جانوروں کو بے فائدہ تکلیف دینا مکروہ ہے،مگر انسانی مفادات کے حصول کے لئےجانوروں کو تھوڑ ی بہت تکلیف دینے کی شرعاً اجازت ہے۔

۳۔ حلال اور حرام جانوروں کا جنسی اختلاط:

*نصوص اور فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جانوروں میں تحفظ نسب ملحوظ نہیں ہے اس لئے جائزاغراض ومقاصد کے تحت دو مختلف الجنس جانوروں کا باہم

اختلاط کرانا جائز ہے ،بشرطیکہ اس سے جانوریا حاصل شدہ نتائج پر مضر اثرات نہ پڑیں۔
اس کے جواز کا انکار کرنا مشکل ہے،زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ تنزیہی کہاجاسکتا ہے ،حنفیہ کا نقطۂ نظر یہی ہے۔
کراہت تنزیہی خلاف اولیٰ کے ہم معنیٰ ہوتی ہے ، اگر اس کو جائز اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ کراہت بھی باقی نہ رہے گی ،یا جن وجوہات کی بناپر اس کو ناپسند کیا گیا وہ موجود نہ ہوں تو بھی کراہت صادق نہ آئے گی ۔
جانوروں میں بچے ماں کے تابع ہوتے ہیں :
فقہاء حنفیہ اور مالکیہ کا اتفاق ہے کہ جانوروں میں اصل اعتبار ماں کا ہے،حکم شرعی ماں کے تابع ہوگا، یعنی ماں اگر حلال جانور ہے تو پیدا ہونے والا بچہ بھی حلال ہوگا ،اور ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام قرار پائے گا ،اسی طرح گھریلو مادہ جانور کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ گھریلو ہوگا ،اور جنگلی جانور کے پیٹ سے جنم لینے والا بچہ جنگلی،اس لئے نر جانور سے صرف نطفہ نکلتا ہے اور مادہ کے جسم میں اس نطفہ کا قلب ماہیت ہوجاتا ہے اور ایک عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر نئے وجود میں تبدیل ہوجاتا ہے۔
اس لئے جرسی گائے گوکہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوئی ہو لیکن گائے کے شکم سے پیدا ہونے کی بناپراس پر گائے کا حکم عائد ہوگا۔
۴۔ شوقیہ جانور کو پنجرہ میں رکھنا :
فقہی عبار ات وجزئیات کی روشنی میں چند شرائط کے ساتھ اس کا جواز معلوم ہوتا ہے :
* وہ موذی جانور کے قبیل سے نہ ہوں۔
* ان کے کھانے پینے اور حقوق زندگی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتی جائے۔
* نیز ان کو اپنے حدود ملکیت میں رکھا جائے ۔
البتہ محض شوقیہ یا فخر ونمائش کے لئے جانوروں کو محبوس رکھنا خلاف اولیٰ ہے، احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔
۵۔ موذی جانوروں کو شوقیہ قید رکھنا :
موذی جانوروں مثلاً خونخوارکتا ،شیر اور سانپ وغیرہ کوصرف جائز مقا صد (مثلاً چور وغیرہ سےتحفظ یا شکار وغیرہ) کےلئے قید رکھاجاسکتا ہے،محض شوق یا فخر ونمائش کے جذبات کی تسکین کے لئےان کو بندرکھنا درست نہیں ہے۔
*اس لئے کہ ان میں مضرت غالب ہے ،خدا نخواستہ اگر کبھی یہ بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اورحیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے۔
*نیزبے شمارروایات میں موذی جانوروں کورکھنے اور پالنے کے بجائے قتل کرنے

کا حکم دیا گیا ہے،بلکہ بعض روایات میں قدرت کے باوجود ان کو قتل نہ کرنے پر سخت نکیر بھی آئی ہے۔

۶۔ جانوروں پر میڈیکل تجربات :

اللہ پاک نے جانوروں کو انسان کی ضرورت اور نفع کے لئے پیدا کیا ہے ،انسان کی غذائی اور دیگر ضروریات کے لئے جب جانوروں کی جان لینے تک کی اجازت ہے ،تو طبی ضروریات کے لئےجزوی نقصان کی اجازت بدرجۂ اولیٰ ہوگی ،جیساکہ بعض مواقع پر کچھ مصالح کے تحت فقہاء نے جانورکے جسم پر (چہرہ چھوڑکر)آگ سے داغنے کی اجازت دی ہے۔

۷۔ طبی اغراض کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے اس کا عضو نکالنا :

جانوروں سے انتفاع کی ایک صورت یہ ہے کہ دواؤں کےلئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لیا جائے یاآپریشن کرکے اس کی جگہ پر کوئی دوسرا مصنوعی آلہ رکھ دیا جائے ،اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ،بشرطیکہ یہ جانور کی معذوری یا ناقابل بردشت اذیت کا باعث نہ ہو،.....یہ اس معروف مثلہ سے مختلف ہےجس میں زندہ جانور کے اعضاء کاٹ لئے جاتے ہیں اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے ۔

بصورت دیگر ضروری ہوگا کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعدہی اس کے اجزا ء سے طبی استفادہ کیا جائے، اور تکلیف دہ زندگی میں جانور کو مبتلا نہ کیا جائے ،فقہاء نے تعلیمی اغراض کے لئے جانور کا جسم استعمال کرنے کی اجازت دی ہے لیکن زندہ جانورکا نہیں بلکہ مذبوح جانورکا۔

۸۔ قانونی طور پر ممنوعہ جانورکا شکار کرنا :

شریعت اسلامیہ میں انسانی مفادات یا دفع ضرر کے لئے جانوروں کا قتل جرم نہیں ہے ،خاص طور پر فقہاء حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک غذائی ضروریات کے علاوہ دیگر جائز مقاصد کے لئےبھی جانوروں کے قتل اور شکار کی اجازت ہے۔

البتہ حکومت کی طرف سے مختلف مصالح کے تحت کسی مخصوص مقام پر کچھ مخصوص جانوروں کے قتل وشکار پر پابندی عائد کردی جائے یا کسی جانور کو قومی جانور کا درجہ دے کر اس کے شکار کو ممنوع قراردے دیا جائے ،تو عام حالات میں اس قانون کی رعایت لازم ہوگی۔

۹۔ کسی فرقہ کے یہاں مقدس مانے جانے والے جانور کو ذبح کرنا:

*قانونی پابندی کی صورت میں مجبوراً اس قانون پر عمل کرنا لازم ہوگا ،لیکن یہ حکم ظاہراً ہے ، قانونی بندش کی بناپر کوئی جائز چیز فی الواقع ناجائز نہیں ہوجاتی ،اگر کوئی شخص قانون کی نگاہ سے بچ کر ممنوعہ جانورکو ذبح کرلے، اور ہر اندیشے سے

اپنے کومحفوظ رکھے تو اس کا عمل گو کہ خلاف قانون ہےمگر ذبیحہ حلال رہے گا۔

*لیکن اگر حکومت کی طرف سے کوئی قانونی پابندی نہ ہو تو محض دوسرے گروہ کی مذہبی رعایت میں دل آزاری کے خوف سے یا فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے نام پر اس جائز جانور کے ذبیحہ سے احتراز کا حکم دینا درست نہ ہوگا۔

۱۰۔ بعض جنگلی جانوروں کے شکار پر پابندی :

حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے ،بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں ،جن کو مہمان پرندہ کہا جاتا ہے ،ان سرکاری قوانین کی رعایت معاہدۂ شہریت، دفع ضرر، اور تحفظ جان وعزت کی بنا پر واجب ہے ۔

۱۱۔ وبائی امراض سے بچنے کے لئے جانوروں کو قتل کرنا :

*دفع ضرر کے لئے جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت ہے، لیکن ان کو زندہ جلانا اور دفن کرنا جائز نہیں ہے، اگرجانور کو جلا کر ختم کرنا ہی ضروری ہے تو پہلے اس کو ماردیا جائے اور پھر جلا یا جا ئے ۔

*اگر موذی جانور بڑی تعدا د میں ہوں اور ان کو الگ الگ مارنا مشکل ہو تو توکوئی ایسا زہر یا کیمیکل ان کے ٹھکانے میں ڈالدیا جائے جس سے وہ مرجائیں اور پھر ان کو جلادیا جائے یا اسی حالت میں باہر پھینک دیا جائے۔

البتہ اگر بغیر جلائے ہوئے ان پر قابو پانا اور ان کو ختم کرنا ممکن نہ ہو اور دفع ضرر کے لئے ان کا خاتمہ ضروری ہو تو بدرجۂ مجبوری ان کو زندہ آگ میں جلانےیادفن کرنے کی اجازت ہوگی۔

۱۲۔ جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتاہے؟

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ہر قسم کے جانور (خواہ وہ ماکول اللحم ہوں یا نہ ہوں)کا شکارغذائی ضروریات یا دیگر منافع ومصالح مثلاً بال ،کھال ،دانت ، سینگ وغیرہ کےحصول،یا زینت وآرائش کے لئے جائز ہے ،اس لئے کہ کائنات کی ہر چیز انسان کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہے،اسی لئے قرآن کریم میں جانوروں کے شکار کی عام اجازت دی گئی ہے۔

۱۳۔ جانوروں کو کن حالات میں مارا جاسکتا ہے ؟

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں : (الف) اجتماعی پہلو (ب) اور انفرادی پہلو ۔

اجتماعی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کردہ ہر مخلوق اس وسیع کائنات کا ایک جزو(پارٹ) ہے ،اور ان تمام اجزاء سے مل کر ہی یہ کائنات بنی ہے ،اس کائنات کی بقا اور صحت میں ہر جزو کا اپنا کردار ہے ،ان میں سے کسی جزو کو نظر انداز کرکے کائناتی نظام مستحکم ہوہی نہیں سکتا ،تمام اجزاء کے توافق سے ہی ماحول بنتا ہے، اسی

لئے کسی بھی قسم کے جانور کی ایسی نسل کشی جائز نہیں ہےکہ اس صنف کے ایک ایک فرد کا خاتمہ کردیا جائے،اور انسان کے لئے یہ ممکن بھی نہیں ہے ۔

کسی ایک یا چند جانور کی ہلاکت سے ماحولیاتی توازن متأثر نہیں ہوسکتا.....علاوہ ازیں ماحولیات کا تعلق کائنات کے امور تکوین سے ہے جو خالص قدرتی نظام ہے ،اگر اس کے بالمقابل کوئی حکم شرعی سامنے آئے جو بظاہر اس نظام سے متصادم محسوس ہو تو بھی انسان شریعت کے حکم ظاہر پر عمل کرنے کا پابند ہے، تکوینیات کا وہ مکلف نہیں ہے۔

غرض موذی اور ضرر رساں جانوروں کے قتل کے حکم کو ان کی اجتماعی نسل کشی سے جوڑنا درست نہیں ہے۔

موذی جانوروں کا قتل :

(۱)ایسےموذی جانورجن میں ضرر غالب ہو یعنی انسان کے سامنے آنے پر اکثروہ نقصان پہونچاتے ہوں،مثلاً سانپ بچھو وغیرہ ، ان کو ایذا سے قبل بھی مارنا درست ہے،بلکہ بعض احادیث کے مطابق قدرت کے باوجود نہ مارنا برا ہے ،اس لئے کہ جو چیز غالب الوقوع ہوتی ہے وہ واقع کے حکم میں ہوتی ہے۔

نقصان پہونچانے والے جانوروں کا قتل :

(۲)دوسری قسم ایسے جانوروں کی ہے جن میں ضرر غالب نہیں ہے،لیکن ضرر پہنچا سکتے ہیں، مثلاً کتا، بلی، چوہا، بھڑ، چیونٹی اور چھپکلی وغیرہ ،ایسے جانوروں کا حکم یہ ہے کہ ان کی طرف سے ضرر کا آغاز ہوجائے تو ان کو مارنا درست ہے ورنہ مکروہ ہے ۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں نصوص و آثار اور اسلامی تعلیمات کا تفصیلی ذکر مقالہ کی ابتدا میں آچکا ہے۔

* * *

جانوروں کے حقوق اور احکام

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی•

اسلام دنیا میں لطف ومحبت کا جو عام پیغام لے کر آیا تھا اس کا سلسلہ حیوانات تک وسیع ہے، اس نے حیوانات کے ساتھ متعدد طریقوں سے سلوک کرنے کی ہدایت کی، اہل عرب وحشت اور قساوت کی وجہ سے حیوانات پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے، وہ جانوروں کو اندھا دھند مارکر گرادیتے تھے، اور لوگوں سے کہتے تھے تم ان کو کھاجائو اور اس کو فیاضی سمجھتے تھے،اس قسم کے واقعات کا ذکر اشعار عرب میں موجود ہے۔

عرب میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جانور کو کسی چیز سے باندھ کر اس پر نشانہ لگاتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے جانوروں کے گوشت کو ناجائز قرار دیا اور عام حکم دیا کہ کسی ذی روح چیز کو اس طرح نشانہ نہ بنایا جائے (ترمذی)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے،اسلام نے انسانوں کو زندگی گزار نے کا طریقہ سکھایا ، اسلام ہی نے انسان کو حقوق بتائے کہ اگر وہ مرد ہے تو اس پر بیوی کے کیا حقوق ہیں؟اور اگر عورت ہے تو اس پر شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ ایسے ہی اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ اسی طرح اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے جانوروں کے حقوق بھی متعین کئے ہیں، بلکہ قرآن میں ان کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ ان جانوروں کے نام سے سورتیں نازل فرمائیں جیسے البقرۃ، النمل، الانعام، الفیل،العنکبوت،النحل وغیرہ ۔ شریعت محمدیہ نے چوپائوں، مویشیوں، پرندوں غرض ہر قسم کے جانوروں کے حقوق بیان کئے ہیں، ذیل میں اسی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت کی سعی کی گئی ہے ۔

(جواب:۱) اللہ تعالی نے کائنات میںنوع بنوع مخلوقات کو وجود بخشاہے اور ان سب کے رزق کی ضمانت لی ہے، لیکن مختلف ذی روح کے لئے ان کی جسمانی ضرورت اور صلاحیت کے اعتبار سے الگ الگ خوراک اور غذا متعین فرمائی ہے، خنزیر غلاظتوں اور فضلات کو اپنی غذا بناتاہے، تو گائے بھینس جیسے جانور گھاس پھوس اور درخت کے پتوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں، اور درندے چوپائے اپنے سے کمزور جانوروں کو اپنی خوراک بناتے ہیں اور یہی ان جانوروں کی فطرت ہے۔

اولاً یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ غذا کی تیاری میں جو اجزاء شمال کئے جاتے ہیں وہ حرام ونجس اجزاء ہیں یا حلال ، حرام یا حلال اجزاء لحمیہ کی غذا میں شمولیت کی

• شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ۔

دو صورتیں ہوسکتی ہے :

(۱) پہلی صورت یہ ہوتی ہے کہ غذا کی تیاری میں حرام ونجس اجزاء کو اس طور پر شامل کیا جائے کہ ان اجزاء کی حقیقت وماہیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہ آئے، یہ اجزاء غذا میں خلط ملط ہوجاتے ہیں، اس قسم کی غذا کا حکم یہ ہے کہ نجس وحرام اجزاء کے ملنے کی وجہ سے یہ غذا بھی حرام ہواور ان کا بیچنا اور جانوروں کو کھلانا بھی جائز نہ ہونا چاہئے ، اللہ پاک فرماتے ہیں : إنما حرَّم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما أہل بہ لغیر اللہ (البقرۃ : ۱۷۳)۔

علامہ زیلعی فرماتے ہیں: لم یجز بیع المیتۃ والدم والخنزیر والحر وأم الولد والمدبر والمکاتب لعدم رکن البیع، وہو مبادلۃ المال بالمال، وبیع ہذہ الأشیاء باطل لما ذکرنا (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق : کتاب البیوع، باب البیع الفاسد۴؍ ۴۴، ط: مکتبۃ امدادیہ ملتان)۔

جیسے عبارت میں مذکور اشیاء کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اسی طرح وہ غذا جانوروں کو کھلانا بھی جائز نہ ہونا چاہئے ۔

(۲) دوسری صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ غذا کی تیاری میں حرام ونجس اجزاء کو اس طورپر شامل کیا جاتا ہو اور مختلف کیمیاوی مرحلوں سے اس طورپر گذارا جاتا ہو کہ ان حرام ونجس اجزاء کی اصلی حقیقت وماہیت میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہو تو اس قسم کی تبدیلی کے بعد تیار کی گئی غذا کا استعمال شرعاً مباح ہونا چاہئے ۔

جس طرح شراب کو سرکہ بنانے سے شراب کی حقیقت اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ختم ہوکر حقیقی سرکہ میں بدل جاتی ہے اور چربی اپنی تمام حقیقت وماہیت کو چھوڑ کر صابون میں بدل جاتی ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

ثم ہذہ المسئلۃ قد فرّعوہا علی قول محمد بالطہارۃ بانقلاب العین الذی علیہ الفتوی ، واختارہ أکثر المشائخ وخلافا لأبی یوسف کما فی شرح المنیۃ والفتح وغیرہما۔ وعبارۃ المجتبی:جعل الدہن النجس فی صابون یفتی بطہارتہ لأنہ تغیر، والتغیر یطہر عند محمد، ویفتی بہ للبلوی اہـــ وظاہرہ أن دہن المیتۃ کذلک لتغییرہ بالنجس دون المتنجس، إلا أن یقال:ہو خاص بالنجس لأن العادۃ فی الصابون وضع الزیت دون بقیۃ الأدہان۔ تأمل۔ ثم رأیت فی شرح المنیۃ ما یؤید الأول حیث قال:وعلیہ یتفرع ما لووقع إنسان أو کلب فی قدر الصابون فصار صابونا یکون طاہراً لتبدل الحقیقۃ اہـ

ثم اعلم أن العلۃ عند محمد ہی التغیر وانقلاب الحقیقۃ ، وأنہ یفتی بہ للبلوی کما علم ممامر، ومقتضاہ عدم اختصاص ذلک الحکم بالصابون، فیدخل فیہ کل ما کان فیہ تغیر وانقلاب حقیقۃ وکان فیہ بلوی عامۃ (رد المحتار مع الدر المختار: کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس ۱؍۵۱۹، ط: زکریا بکڈپو دیوبند)۔

شریعت مطہرہ میں تجارت اور خرید وفروخت کا اصول یہ ہے کہ جس شئ سے

انتفاع ممکن ہو اس شئ کی تجارت جائز ہے اور جس شئ سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں ہے ،لہذا صورت مسئولہ میں جانوروں کی خوراک تیار کرنے میں جو اشیاء استعمال کی جاتی ہیں وہ دوسری اشیاء کے ساتھ ملاکر جانوروں کے کھانے کے کام آتی ہیں؛ اس وجہ سے اس کی تجارت اور غذا بنانے کی گنجائش ہے۔

جیسا کہ شامی میں ہے:

لم يذكروا حكم دودة القرمز، أما إذا كانت حية فينبغي جريان الخلاف الآتي في دود القز وبزره وبيضه، وأما إذا كانت ميتة وهو الغالب فإنها على ما بلغنا تخنق في الكلس أو الخل، فمقتضى ما مر بطلان بيعها بالدراهم لأنها ميتة. وقد ذكر سيدي عبد الغني النابلسي في رسالة أن بيعها باطل، وأنه لا يضمن متلفها لأنها غير مال.

قلت:وفيه أنها من أعزّ الأموال اليوم، ويصدق عليها تعريف المال المتقوم، ويحتاج إليها الناس كثيراً في الصباغ وغيره، فينبغي جواز بيعها كبيع السرقين والعذرة المختلطة بالتراب كما يأتي ، مع أن هذه الدودة إن لم يكن لها نفس سائلة تكون ميتتها طاهرة كالذباب والبعوض وإن لم يجز أكلها ، وسيأتي أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، وأنه يجوز بيع العلق للحاجة مع أنه من الهوام ، وبيعها باطل، وكذا بيع الحيات للتداوي . وفي القنية: وبيع غير السمك من دوابّ البحر لو له ثمن كالسقنقور وجلود الخز ونحوها يجوز، وإلا فلا. وجمل الماء قيل:يجوز حياً لا ميتاً، والحسن أطلق الجواز اهـ فتأمل (رد المحتار: كتاب البيوع،باب البيع الفاسد۷؍۲۳۶، ط: زكريا بكڈپو ديوبند)۔

اگر پہلی صورت کے مطابق غذا تیار کی گئی ہے تو مالکان کے لئے اپنے جانوروں کو ایسی غذا کھلانا جائز نہیں ہے اور اگر دوسری صورت کے مطابق غذا تیار کی گئی ہے تو چاہے وہ غذا مباح ہے ،لیکن جانوروں کی فطرت سے کھلواڑ اور نیچر کی خلاف ورزی ضرور ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: عن ابن عمرؓ مرفوعا لَعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبايعها ومبتاعها وعاصِرها ومُعتصِرها والمَحمُولةَ إليه (رواه أبوداود ،مشكوة المصابيح: ص: ۲۴۲)۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی لعنت ہو شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے بنانے والے پر اور اس کے بنوانے اور اس کے اٹھاکر لے جانے والے پر اور اس پر بھی جس کے پاس لے جائی جاوے۔ (ابوداود)

ف: پلانا عام ہے جانور کو پلانے کو بھی ، اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو بھی کوئی حرام چیز کھلانا پلانا جائز نہیں ،جیسے بعض لوگ قوت کے لئے واہی تباہی چیزیں مرغی وغیرہ کو کھلاکر پھر اسے ذبح کرکے خود کھاتے ہیں، در مختار میں تصریح ہے :

وحرم الإنتفاع بہا یعنی بالخمر ولو لسقی دوابّ أو لطین أو نظرٍ للتّلہی أو فی دواء الخ۔۔

پس متن کی روایت تو مطلق ہے، صرف بعض مشائخ کا قول شامی نے نقل کیا ہے کہ لو قاد الدابۃ إلی الخمر لا بأس بہ ولو نقل إلی الدابۃ یکرہ، مگر متن کو ترجیح ہوتی ہے، ہاں اگر نجس چیز کہیں رکھی ہو اور جانور کھانے لگے تو اس کا روکنا واجب نہیں، نہ یہ کہ قصدا اس کے کھلانے کا اہتمام کرے (ارشاد الہائم فی حقوق البہائم یعنی جانوروں کے حقوق؛ حدیث نمبر: ۲۹، ص: ۲۴، ط: مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور)۔

(جواب : ۲،۳): دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط:

بعض دفعہ دو مختلف جنس کے نروماده کے اختلاط سے پیدائش عمل میں آتی ہے اور فی زمانہ اس سلسلہ میں کافی تجربات کئے جارہے ہیں، بلکہ علاوہ حیوانات کے نباتات میں بھی اس قسم کے تجربات کی کامیاب سعی کی جارہی ہے ،اس سلسلہ میں تین باتیں فقہی اعتبار سے قابل توجہ ہیں: اول یہ کہ اس طرح کا عمل جائز بھی ہوگا کہ نہیں؟ دوسرے اگر حلال وحرام جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہوتو حلال متصور ہوگا یا حرام؟ تیسرے پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہوتو اس کی قربانی درست ہوگی یانہیں؟

ان جانوروں کی حلت وحرمت اور قربانی:

جہاں تک خود اس عمل کی بات ہے تو اس کا دار ومدار منفعت پر ہے، اگر یہ عمل انسان کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لئے مفید ثابت ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قرار دیاہے اور اس بات سے استدلال کیا ہے کہ خود آپ ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے ،اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ ﷺ اس پر سواری کو گوارانہ فرماتے (ھدایہ رابع /۴۵۸)۔

حلال وحرام جانوروں میں اختلاط ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں : ولا یحل ما یولد من ماکول وغیر ماکول (شرح مہذب:کتاب الأطعمۃ۹/۲۷، ط: دار الفکر) مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم مصریؒ نے بھی اسی کو صحیح تر قول قرار دیا ہے اور کتے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کو حرام بتایا ہے کہ فقہ کے متفق علیہ قواعد میں سے ہے:''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ''(قواعد الفقہ :قاعدہ نمبر : ۱۴، ص: ۵۵، ط:کتب خانہ نعیمیہ دیوبند) جب حلت وحرمت کے پہلو جمع ہوجائیں تو حرمت کو ترجیح دی جائے گی (الأشباہ والنظائر : ۱۰۹)۔

عالمگیری کے بیان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بکری اور کتے کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ اس بات سے کیا جائے گا کہ وہ ان دونوں میں سے کس سے مشابہت رکھتا ہے (عالمگیری: ۵/۲۹۰)لیکن حموی نے ''خلاصۃ الفتاویٰ '' سے نقل کیا ہے کہ عام مشائخ کا قول اس کے خلاف ہے اور یہ مشابہت والا قول

امام خیزاخیزی کا ہے ،حموی ؒ ہی نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ بھیڑئے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کی قربانی درست ہوگی اور جانور کو ماں کے تابع سمجھا جائے گا۔

وعبارة الہدایۃ فی الأضحیۃ : والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأن الأصل فی التبعیۃ الأم حتی إن نزی الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد (انتہی)۔ ومثلہ فی الزیلعی۔ وفی خلاصۃ الفتاوی:ولو نزی کلب علی شاۃ فولدت، قال عامۃ المشائخ: لا یجوز، وقال الإمام الخیزاخیزی: إن کان یشبہ الأم یجوز، ولو نزی شاۃ علی الظبي قال الإمام الخیزاخیزی: إن کان یشبہ الأم یجوز۔ ولو نزی ظبي علی شاۃ قال عامۃ العلماء:لا یجوز، وقال الإمام الخیزاخیزی:العبرۃ للمشابہۃ (غمز عیون البصائر: الفن الأول، النوع الثانی فی قواعد ---، القاعدۃ الثانیۃ: ۱، ۳۷۷، ط: دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

لیکن صاحب خلاصہ نے جوبات کہی ہے (جس کا ذکر اوپر آیا ہے) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام مشائخ احناف کے نزدیک ایسے جانور کا کھانا حرام ہوگا اور یہی صحیح ہے ۔ ہاں اگر دونوں حلال جانور ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کا کھانا جائز ہوگا۔ (شرح مہذب:کتاب الاطعمۃ ۹، ۲۸،ط: دار الفکر)

ہاں اگر دو ایسے جانور- جو حلال ہوں اور ان میں ایک پالتو اور دوسرا وحشی جانور ہو - کے اختلاط سے بچہ پیدا ہوتو قربانی کے جائز ہونے اور نہ ہونے میں اس جانور کی ماں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے ، جیسا کہ حمویؒ نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے : والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم (غمز عیون البصائر: ۱/۳۳۷) طحطاوی نے لکھا ہے کہ اگر حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہوتو کھانا تو اس کا حلال نہ ہوگا لیکن جھوٹے کی پاکی اور ناپاکی کے معاملہ میں وہ ماں کے تابع ہوگا۔''ولا یکرہ سور ما أمہ ماکولۃ'' (طحطاوی: ۱۹، قاموس الفقہ : مادہ : حیوان۳، ۳۱۹،۳۲۰، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

رہا مسئلہ دودھ کا ؛ تو دودھ کا حکم گوشت کے تابع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، چونکہ دودھ کی پیدائش گوشت سے ہوتی ہے، اس لئے جن جانوروں کا گوشت حلال ہو ان کا دودھ بھی حلال ہونا چاہئے، اور جن کا گوشت مکروہ ہے اس کا دودھ بھی مکروہ ہونا چاہئے، اگر کوئی حلال جانور حرام جانور کے دودھ سے پرورش پائے ،جیسے بکری نے مادہ سور کا دودھ پیا تو اس کی وجہ سے وہ حلال جانور حرام نہیں ہوتا ،جیسے علامہ ابن نجیم ؒ فرماتے ہیں: ولہذا یحل أکل جذع تغذی بلبن الخنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر، وما تغذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر (البحرالرائق: کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب ۸، ۱۸۲،۱۸۳، ط: ایچ ایم سعید کمپنی)۔

نیز صاحب بزازیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حلال جانور میں حرام جانور سے سیرۃً وصورۃً مشابہت نہ پائی جائے ؛اس کے استعمال کو ممنوع نہیں کہا جاسکتا، ولو نزا کلب

على شاة فولدت ، قال عامة العلماء:لا يجوز ، وقال الامام الخير: العبرة للمشابهة (الفتاوى البزازيہ على الہنديہ:كتاب الاضحية، الفصل الرابع فيما يجوز من الأضحية۶،۲۸۹، ط:دار احياء التراث العربى)۔

اسی لئے حضرت فقیہ الامت ؒ فرماتے ہیں:

سوال: اگر بکری کا بچہ خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کا گوشت استعمال کرناکیسا ہے؟ اور اس کی کھال کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس بچے کا گوشت بھی حلال ہے ، اور اس کی کھال بھی قابل استعمال ہے ، وہ خنزیر کے حکم میں نہیں، اگر اس دودھ سے مستقل پرورش کی گئی ہو اور دودھ چھوٹنے کے بعد کچھ مدت گھاس وغیرہ سے بھی پرورش کی گئی ہو تو اس میں کوئی کراہت بھی نہیں، اگر اس کی نوبت نہ آئی ہو یعنی اس نے گھاس وغیرہ نہیں کھایا تو اس کے ذبح کرنے میں جلدی نہ کی جائے، ورنہ مکروہ ہے۔(فتاوی محمودیہ: کتاب الحظروالاباحۃ، باب الانتفاع بالحیوانات ،سوال نمبر: ۸۷۶۶، ۱۸،۲۴۳، ط: دار المعارف دیوبند)۔

رہا مسئلہ انجکشن سے دودھ میں اضافہ کرنے اور جسم بڑھانے کا تو جانوروں کے تحمل اور اپنی ضرورت کے بقدر اس طرح کا عمل کیا جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ،جبکہ جانوروں کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے : والأنعام خلقها لكم فيها دِفْءٌ ومنافع ومنها تأكلون (النحل:۵)۔

لیکن گنجائش کے باوجود جانوروں کے ساتھ انسان کی طرح احسان کا معاملہ کرنا چاہئے، اپنی طمع اور لالچ کی تکمیل کے لئے اس کی فطرت کے ساتھ کھلواڑ درست معلوم نہیں ہوتا ، ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں:

كتب الإحسان على كل شئ : اى إلى كل شئ ، أو على بمعنى ‘‘فى ” أى أمركم بالإحسان فى كل شئ ، ومنہ قولہ تعالى:ودخل المدينة على حين غفلة، وقال شارح: أى كتب عليكم أن تحسنوا فى كل شئ، والمراد منہ العموم الشامل للإحسان والحيوان حيا وميتا (مرقاۃ المفاتیح: کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول۸،۱۱۵، ط: مکتبۃ امدادیہ ملتان)۔

(جواب : ۴،۵) جانوروں کے لئے ایذا رسانی کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہے اور رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، اس لئے آپ ﷺ جہاں اور جہانوں کے لئے رحمت ثابت ہوئے وہاں عالم حیوانات کے لئے بھی شفقت ورحمت کے پیکر مجسم ثابت ہوئے اور انہیں ہرممکن ایذا سے بچانے کے لئے مختلف اوقات میں آپ نے امت کو مختلف اصول عطا فرمائے،چنانچہ آپ نے پرندے کے بچوں کو پکڑکرلے آنے پر تنبیہ فرمائی اور فرمایا: ان بچوں کو وہیں چھوڑدو جہاں سے لے آئے ہو۔

لیکن کچھ پرند وچرند کے بارے میں احادیث میں غوروفکر کرنے سے پنجرے میں رکھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ، چنانچہ حدیث میں ہے: ‘‘يا أبا عُمير ما فعل النغير؟’’

نُغَرٌکان یلعب بہ۔

اسی کے ضمن میں علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وفیہ جواز تکنیۃ من لم یولد لہ، وجواز لعب الصغیر بالطیر،.....وجواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ (فتح الباری: کتاب الادب ،باب الکنیۃ للصبی وقبل ان یولد للرجل ، رقم الحدیث : ۶۲۰۳،۱۲، ۲۲۸، ط:دار الفکر بیروت)۔

اس روایت سے بعض حضرات نے استدلال کرتے ہوئے بعض چرندوپرند کے حبس فی القفص کی اجازت دی ہے؛ البتہ کچھ حضرات اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کو پنجرے میں قید کرنا تکلیف میں مبتلا کرنا ہے ،چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: قلت: ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص ، لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ (رد المحتار: کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ص: ۵۷۵، ج : ۹، ط : زکریا بکڈپو دیوبند)۔

اس لئے مناسب یہ ہے کہ پنجرے کے بجائے گھر میں یا باہر کوئی ایسا حصہ بنادیا جائے جس میں چرندوپرند آسانی سے رہ سکیں ،یا پنجرا اتنا بڑا ہو کہ اس جانور کو تکلیف نہ ہو،علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

قال فی المجتبی رامزًا:لابأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا وہو خیر من إرسالہا فی السکک۔ وفی القنیۃ: حبس بلبلا فی القفص وعلفہا لا یجوز (۹/۵۷۵)۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں:

سئل -ابن عقیل- عن حبس الطیر لطیب نغمتہا ، فقال: سفہ وبطر یکفینا أن نقدم علی ذبحہا للأکل فحسب (بدائع الفوائد، ص: ۶۵۵،ج۳، فائدۃ ہل حجرۃ النبی أفضل أم الکعبۃ، الناشر: مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ)۔

اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تنگ پنجرے میں پرندوں کو یا جانوروں کو قید کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے ، اس لئے اگر کوئی آدمی کچھ جانوریا پرندے پالنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کچھ شرائط ہونے ضروری ہیں، چنانچہ ذیل میں کچھ شرائط کی وضاحت کی جارہی ہے :

* اس کے لئے مناسب خوراک اور پانی کا انتظام کیا جائے، جیسا کہ شیخ ابن باز فرماتے ہیں:

لا حرج فی ذلک إذا أعد لہا ما یلزم من الطعام والشراب، لأن الأصل فی مثل ہذہ الأمور الحِلّ، ولا دلیل یدل علی خلاف ذلک فیما نعلم (فتاوی علماء البلد الحرام: الباب السابع عشر الآداب ،رقم المسئلۃ: ۳۹، ص: ۱۵۴۴) اور بنی اسرائیل کی ایک عورت کا بلی کو غذانہ دے کر ظلم کرنے کے سبب عذاب میں مبتلا ہونے کا قصہ حدیثوں میں مشہور ہے۔

ان جانوروں کے ساتھ ہر چیز میں احسان کا معاملہ کیا جائے اور ظلم نہ کیا جائے ۔

* ان جانوروں اور پرندوں کو پالنے میں تفاخر نہ ہو اور ان پر خرچ کرنے میں

اسراف وتبذیر نہ ہو۔

* ان کو پالنے میں ایسی مشغولی نہ ہو کہ فرائض اور واجب حقوق فوت ہوجائے ۔

* ان پرندوں یا جانوروں کو منفردنہ رکھیں ،خصوصاً جب جوڑے ہوں، یا ان کے بچے بھی ہوں۔

* جارح اور غیرجارح کو الگ الگ رکھے جائیں یا دونوں کے درمیان میں مضبوط چیز حائل ہونی چاہئے۔

* جس طریق سے پرند ،چرند ، درند کو تکلیف وحبس محسوس ہوتا ہو اُس طریق سے پالنے کی اجازت نہ ہو۔

* جو چرند پرند پڑوسیوں کا ،اہل محلہ کا یا لوگوں کا نقصان کرسکتے ہیں، ان کو پالنے کی اجازت نہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

* خطرناک جانوروں کو پالنے کی اجازت صرف حکومتی عجائب خانوں کے علاوہ کسی کو نہ ہو؛ کیونکہ حکومت ان کے لئے مناسب جگہ ،رہنے کے لائق غار، درخت وغیرہ کا انتظام کرتی ہے، ان کے لئے مناسب غذاکا اور الگ الگ موسموں میں ان کو گرمی سردی سے بچائو کے اسباب مہیا کرتی ہے، اور یہ تمام امور انجام دینااور ان جانوروں کے لئے مناسب اور وسیع جگہ کاانتظام کرنا ایک آدمی کے لئے دشوار ہے ۔

حضرت حکیم الامت ؒ فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو بلاضرورت دکھ دینا قابل زجر ہے اور ممنوع ہے ،دوسری حدیث میں بھی امر کا صیغہ وارد ہے کہ ان کو واپس لے جاکر رکھ دے، ظاہر امر کا وجوب ہے؛ بشرطیکہ کوئی دلیل اس کے خلاف کی نہ ہو اور یہاں نہیں ہے، اور اکثر پرندے جو پنجرہ میں رکھے جاتے ہیں چونکہ وہ اصل فطرت سے بھی متوحش ہوتے ہیں اور پالنے کے بعد بھی متوحش رہتے ہیں؛ اس توحش کے سبب بند کرنے سے ضرور درد ناک ہوتے ہیں، اسی طرح جب ان کو بچپن میں نکال کر لاتے ہیں جیسے طوطے کے بچے کو بکثرت پکڑنے کی عادت ہے ،یہ بھی اور ان کے ماں باپ بھی دردمند ہوتے ہیں اس لئے یہ فعل ضرور منع ہوگا، چنانچہ در مختار کے اس قول کے تحت میں جس میں- دل بہلانے کے لئے کبوتروں کے پالنے کی اجازت اور اڑانے کی ممانعت مذکور ہے - علامہ شامی نے نقل فرمایا ہے کہ مجتبیٰ میں ہے کہ گھر میں پرندے اور مرغی رکھنے کا ڈرنہیں لیکن ان کو کھانے پینے کو دیتا رہے، اور غنیہ میں ہے کہ بلبل کو پنجرے کے اندر محبوس کرلیااور اس کو کھلاتا پلاتا بھی رہا تب بھی جائز نہیں، اور غالباً حبس فی القفص (پنجرے میں بند کرنے) کی کراہت اس لئے ہے کہ وہ قید اور تعذیب ہے اور دوسرے طریقے پالنے کے ایسے ہیں نہیں، اور اسی سے تطبیق ہوگئی حبس کے جواز اور عدم جواز میں، اور اس میں تصریح ہے کہ جس طریق میں جانور کو تنگ دلی

اور پریشانی ہو اس طریق سے پالنا درست نہیں،پس پرندوں میں بعضے تو مانوس ہوجاتے ہیں جیسے کبوتر اور تیتر اور مرغی؛ ان کے پالنے میں تو کوئی حرج نہیں، اور بعضے مانوس نہیں ہوتے، پس اگر ان کو آزادی کے ساتھ رکھا جائے جیسے سرکاری عجائب خانہ میں بڑا میدان لوہے کے جال سے گھیر دیا جاتا ہے اور کھانے پینے کا پورا انتظام ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں ،اور اگر پنجرہ وغیرہ میں ان کو مقید کیا جائے جیسے عام عادت ہے تو درست نہیں، اور لال پالنا جو اوپرمذکور ہے یا تو حضور ﷺ کو پالنے کے وقت اطلاع نہیں ہوئی یا انہوں نے پنجرہ میں بندنہ کیا ہو گا، اور جب ایسے جانور کا پنجرہ میں رکھنا درست نہیں؛ گوکھانے وپینے کا بھی انتظام رکھے، تو اگر اس کا انتظام بھی نہ رکھے تو دووبال ہوں گے، اور اگر اس کو دھوپ وبارش میں بھی نہ اٹھا ئے توتین وبال ہونگے، شیروغیرہ کو ''کٹ گھر '' میں رکھنا ایسا ہی ہے (ارشاد الہائم فی حقوق البہائم یعنی جانوروں کے حقوق، حدیث نمبر: ۱۷، ص:۱۶،۱۷، ط:مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور)۔

(جواب: ۶) زمین کی تمام مخلوقات معدنیات ، نباتات، حیوانات کو اللہ تعالی نے انسان کے فائدہ کے لیے وجود بخشاہے، بنابریں انسان کے لیے ان چیزوں کو کاٹ چھانٹ کر،کوٹ پیس کر بلکہ جلاکر اور کیمیائی تحلیل کے طریقوں سے استعمال کرنا اور فائدہ حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔ اسی طرح حیوانات پر میڈیکل تجربات بھی جائز ہے؛ کیونکہ یہ بھی فائدہ ہی کی ایک قسم ہے۔

قال اللہ تعالی: هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا (البقرة: ۲۹)۔

اللہ تعالی نے جانوروں کے فوائد کو قرآن میں مقام احسان وامتنان میں بیان فرمایا ہے:

واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم، ومن أصوافہا وأوبارہا وأشعارہا أثاثاً ومتاعًا إلی حین (النحل: ۸۰)۔

جدید فقہی مسائل میں ہے :

مختلف دوائوں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے بسااوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے، پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کیے جاتے ہیں جو اس بیماری کو پیدا کردیں ،پھر ممکنہ دوائوں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہوں، یہ صورتیں جائز ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنے لیے سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے، لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لیے خادم ہیں ، اسی لیے جانوروں کی سواری ، ان کے گوشت کو غذا ،چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لیے اس کے جسم میں پیوند کاری کی اجازت دی گئی ہے، مذکورہ صورتوں میں بھی چوں کہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لیے ان سے خدمت لینا اور

استفادہ کرنا اصل منشا ہے اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل: معاشرتی مسائل، باب : طب وعلاج ،ص: ۳۳۷ ، ج : ۱ ، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لیے پیدا فرمایا ہے، اس لیے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہوتو کچھ حرج نہیں، اسی لیے گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، حضور ﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے، خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بھی بہت زیادہ ہے(احسن الفتاویٰ:کتاب الحظر والاباحۃ، متفرقات، ص: ۲۲۳، ج : ۸ ،ط: دار الاشاعت دیوبند)۔

ہاں اگر ان کو اذیت ہو تو ان کو ایسی دوائیں دی جائیں جو تکلیف کو کم کریں اور سکون وراحت پہنچاویں۔

(جواب: ۷) اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا (البقرۃ: ۲۹)۔

اس آیت کا عموم تمام قسم کے منافع کو شامل ہے، اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے لئے پیدا فرمانے کا بیان ہوا ہے ،اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہینجس سے انسان کو کسی نہ کسی حیثیت سے بلا واسطہ یا بالواسطہ فائدہ نہ پہنچتا ہو، خواہ یہ فائدہ دنیا میں استعمال کرنے کا ہو یا آخرت کے لئے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا، بہت سی چیزوں کا فائدہ تو انسان محسوس کرتا ہے ،اس کی غذا یا دوا استعمال میں براہ راست آتی ہے، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے ، مگر اس کو خبربھی نہیں ہوتی ،یہاں تک کہ جو چیزیں انسان کے لئے مضر سمجھی جاتی ہیں جیسے زہریلی اشیاء ، زہریلے جانور وغیرہ ،غور کریں تو وہ کسی نہ کسی حیثیت سے انسان کے لئے نفع بخش بھی ہوتی ہیں،جو چیزیں انسان کے لئے ایک طرح سے حرام ہیں، دوسری کسی طرح اور حیثیت سے ان کا نفع بھی انسان کو پہنچتا ہے (معارف القرآن، البقرہ: ۲۹، ص: ۱۶۲ ، ج : ۱ ، ط:اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے دنیا میں تمام نعمتوں کو اس لئے پیدا فرمایا؛ تاکہ انسان اس سے دینی یا دنیوی فائدہ حاصل کرے، دنیوی فائدہ یہ بھی ہے کہ ان نعمتوں سے جسمانی صحت پیدا کرے اور طاعات کے لئے قوت حاصل کرے ، اور دینی فائدہ یہ ہے کہ ان چیزوں میں غور وفکر کرے اور عبرت وموعظت حاصل کرے۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جانوروں اور دیگر اشیاء کی انسانوں کے لئے تسخیر کے باوجود اللہ پاک کی طرف سے جانوروں کے ساتھ رفق ونرمی اور رحمدلی کے برتاؤ کا حکم دیا گیا ،چنانچہ ذبائح کے حق میں وہ آداب وہدایات بیان کی گئیں جو جانوروں کے ساتھ رحم ورفق پر مبنی ہے ؛ حالانکہ ان جانوروں کو ذبح کیا جانا طے ہے، اس سے

یہ تو معلوم ہوا کہ ذبح کے جانوروں کی یقینی موت کے باوجود ان کے ساتھ احسان وبھلائی کا معاملہ کیا جائے جس کا حکم ذبح میں بھی کیا گیا ہے۔

اس لئے تعلیمی میدان میں تجربہ کی خاطر جانوروں پر میڈیکل تجربات کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہر ایک میڈیکل تجربہ جانوروں پر ہی کیا جائے ؛بلکہ اس کے لئے کچھ حدود وقیود طے ہونے چاہئیں ۔چند قیودذیل میں درج ہیں:

* حقیقت میں تجربہ ہی مقصود ہو ، دوسری کوئی غرض وابستہ نہ ہو ،چنانچہ کچھ لوگ ایک مرغی پر تیر اندازی کی مشق کررہے تھے تو حضرت ابن عمرؓ نے انہیں تنبیہ فرمائی۔

مرّ ابن عمر بنفر قد نصبوا دجاجۃ یترامونہا، فلما رأوا ابن عمر تفرقوا عنہا، فقال ابن عمر:من فعل ہذا؟ إن رسول اللہ ﷺ لعن من فعل ہذا (بخاری :کتاب الذبائح والصید، باب ما یکرہ من المثلۃ، رقم الحدیث: ۵۵۱۵، ص: ۶۴۱، ط:بیت الافکار الدولیۃ۔ مسلم :کتاب الصید والذبائح ، باب الأمر باحسان الذبح والقتل ، رقم الحدیث: ۱۹۵۸، ص: ۹۴۱، ط: دار قرطبہ)۔

* محض تجربہ کا شوق پورا کرنے کے لئے یہ عمل نہ کیا جائے جس کا انسانی صحت سے بھی کوئی تعلق نہ ہو ، حضرت ابن عمرؓ ہی کی روایت میں ہے :

.....إن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح ، غَرَضًا (مسلم: کتاب الصید والذبائح ، باب النہی عن صبر البہائم، رقم الحدیث : ۱۹۵۷، ص: ۹۴۱، ط:دار قرطبہ)۔

علامہ مناوی اس روایت کے ضمن میں تحریرفرماتے ہیں:

غَرضًا بغین وضاد معجمتین بینہما راء محرکا، ما ینصب لیرمی إلیہ لما فیہ من الجرأۃ والاستہانۃ بخلق اللہ والتعذیب عبثا (فیض القدیر: باب حرف النون، رقم الحدیث: ۹۵۴۶، ص: ۳۴۷ ، ج : ۶ ، ط : دار الفکر)۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

الغرض الہدف ، والشئ الذی فیہ الروح ہو الحیوان ۔ فالمعنی:لا تتخذوا الحیوان الحیّ غرضا ترمون إلیہ، کالغرض من الجلود وغیرہا، والنہی عنہ للتحریم (تکملۃ فتح الملہم: کتاب الصید والذبائح، رقم الحدیث: ۱۰۳۲/۵۸/۱۹۵۷، ص: ۴۵۰، ج : ۹)۔

اور یہ عمل بھی ضرورت کی خاطر ہی ہونا چاہئے، اس عمل کے دوران جانوروں کو جتنی بھی کم تکلیف وایذا پہنچ سکتی ہو اس کی کوشش کرے اور اس کے وسائل عمل میں لائے؛ کیونکہ ضرورت میں اجازت ضرورت کی مقدار تک ہی ہوتی ہے۔

* اگر کسی چھوٹے یا کم اہم جانور پر یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہو تو بڑے و اہم جانور پر یہ عمل نہ کیا جائے ۔

* یہ عمل اس وقت ہو جبکہ اس کے نتیجہ میں انسان کے حق میں فائدہ کا یقین یا

ظن غالب ہو؛ کیونکہ شریعت اسلامیہ جانوروں کو ناحق ایذا پہنچانے سے روکتی ہے ۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

.....قال :سمعت الشرید؛ یقول:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:من قتل عصفورا عَبَثا عَجَّ إلی اللہ عزوجل یوم القیامۃ ؛ یقول: یا رب إن فلانا قتلنی عَبَثًا ولم یقتلنی لمنفعۃ (سنن النسائی: کتاب الضحایا، باب من قتل عصفورا بغیرحقہا، رقم الحدیث: ۴۴۵۳، ص: ۲۵۴، ج : ۷، ط: دار الفکر لبنان)۔

علامہ علی الولّوی اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں :

''ولم یقتلنی لمنفعۃ'' فیہ أنہ لا ینبغی قتل الحیوان بغیر حاجۃ (ذخیرۃ العقبی، رقم الحدیث: ۴۴۴۸، ص: ۶۳، ط : دار ابن الجوزی)۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر حاجت ومنفعت کے کسی جانور کو قتل کرنے یا اس کو تکلیف دینے کی اجازت نہیں ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اسی حدیث کو زیادتی کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

من قتل عصفورا فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ عن قتلہ، قیل:یا رسول اللہ وما حقہا؟ قال:أن یذبحہا فیأکلہا۔۔

اس کے ماتحت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فما فوقہا أی فی الحقارۃ والصغر أو فی کبر الجثۃ والعظم۔۔۔فیأکلہا ای فینتفع بہا، ولا یرمیہا فیضیعہا ، قال ابن الملک : فیہ کراہۃ ذبح الحیوان بغیر الأکل۔۔ قال الطیبی:حقہا عبارۃ عن الانتفاع بہا۔۔۔۔(مرقاۃ المفاتیح: کتاب الصید والذبائح، الفصل الثانی، ص: ۱۲۳،۱۲۴، ج : ۸ ، ط: مکتبہ امدادیہ ملتان)۔

اورضرورت کے وقت کم سے کم تکلیف ہو شریعت اس کی طرف متوجہ کرتی ہے، چنانچہ ذبائح میں جانوروں کا ذبح یقینی ہونے کے باوجود اس کے ذبح کے آداب بیان فرمائے جو رفق ونرمی پر مبنی ہیں:

* مصالح اور حقیقی منافع وفوائد کی تحقیق اور غور وفکرکئے بغیر یہ عمل نہ کیا جائے کہ اس میں تعذیب اور ایذا رسانی ہے۔

* تجربہ اس طرح کیا جائے کہ وہ فطرت پر باقی رہے ،ایسا تجربہ نہ کیا جائے کہ اس کا استحصال ہوجائے یا اس میں ضرورت سے زیادہ سختی ہو۔

* اگر کسی انسان کے جسم میں ضرورت کی بنا پر جانور کے کسی عضو کی پیوند کاری کرنے کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے عضو نکالا جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

پیوند کاری کی دوسری صورت جس میں حیوانات کے اعضاء استعمال کرنے پڑتے ہوں وہ بھی شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز نہیں کہے جاسکتے۔ تمام جانوروں کو خدانے انسان کی راحت رسانی ہی کے لئے مسخر فرمایاہے، البتہ یہ احتیاط ضروری ہوگی کہ جن جانوروں کو شریعت نے حرام کرنے کے ساتھ ان کے جسم کو نجس عین قرار دیا ہے ان کے اجزاسے اجتناب کیا جائے۔ لیکن اگر انسان موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو اور جان بچانے کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہ جائے کہ حرام وناپاک جانور کا کوئی عضو استعمال کیا جائے تو اضطرار کی حالت ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال بھی جائز ہوگا۔

قرآن حکیم نے خود ہی اس کی وضاحت کردی ہے کہ: وَقد فصّل لکم مّا حرّم علیکم إلا ما اضطُرِرتم إلیہ (الانعام: ۱۱۹)۔

جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں وہ کھول کر بیان کردی گئی ہیں مگر یہ کہ تم ان کے استعمال پر مجبور ہی ہوجائو (عصر حاضر کے فقہی مسائل: مقالہ اعضاء کی پیوندکاری، ص: ۸۹-۸۸،ط : ایفاپبلیکیشنز)۔

* اگر دوائوں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضور کو نکالے یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھے تو میڈیکل تجربہ کے لئے اوپر ذکر کردہ شرطوں کے ساتھ گنجائش معلوم ہوتی ہے ،اس صورت میں جانور کی تکلیف کم سے کم ہواور زیادہ سے زیادہ راحت پہنچے اس کے اسباب اختیار کئے جائیں۔

(جواب: ۸ ، ۱۰) کسی درند وپرند کا شکار کرنا جائز بھی ہے اور انسان کی بلندہمتی کی دلیل بھی، اسلام شکار کی چند حدود وقیود کے ساتھ اجازت دیتا ہے، اس کے احکام بھی بیان کرتاہے، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور اجماع سے شکار کرنے کی اجازت ثابت ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وإذا حللتم فاصطادوا (المائدہ: ۲)، وحرّم علیکم صید البرّ مادمتم حُرُما (المائدہ: ۹۶)، مذکورہ دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کے لئے شکار کرنا جائز ہے ۔

شکار کا حکم احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے ، چنانچہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی کی روایت ہے :

''ابو ثعلبہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مینایسی سرزمین میں ہوں جہاں شکار دستیاب ہوتے ہیں،میں اپنی کمان سے اور سدھائے ہوئے کتے سے اور بے سدھائے کتے سے شکار کیا کرتا ہوں، تو کیا یہ میرے لیے ٹھیک ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تم نے اپنے تیر سے شکار کیااور اللہ کا نام لے کر تیر چلایا تو اسے کھائو، اور جو سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے لیا تھا تو وہ بھی

کھالواور بے سدھائے کتے سے جو شکار کیا اگر اسے ذبح کرسکوتو کھائو " (بخاری: کتاب الذبائح والصید، باب صید القوس، باب ماجاء فی التصید ،رقم الحدیث: ۵۴۷۸ ، ۵۴۸۸، ص: ۶۳۷،ط: بیت الافکار الدولیہ)۔

شیخ وہبہ زحیلی صاحبؒ لکھتے ہیں: وأجمع العلماء علی إباحۃ الاصطیاد والأکل من الصید (الفقہ الاسلامی وادلتہ: الباب التاسع الذبائح والصید، الفصل الثانی ، ص: ۸۳۶ ، ج : ۳، ط: الہدی انٹرنیشنل)۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرندودرندکا شکار شرعاً جائز ہے، خصوصاً جبکہ ان سے کوئی منفعت ہویا دفع مضرت ہو، ہاں اگر حکومتی قوانین کی روسے کسی جانور کا شکار ممنوع ہوتو اس سے باز رہنے میں عافیت ہے ۔

مولانا محمدیو سف خان تحریرفرماتے ہیں: شکار کے احکام اور ان کی تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ ضرورمدنظر رہنا چاہئے کہ شکارکا مقصد لہوولعب نہ ہو اور شکار کرنے سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو، اسی طرح اگر کسی جانور کی نسل شکار کی زیادتی کی وجہ سے معدوم ہورہی ہو تو شکار سے باز رہنا چاہئے (اسلام میں حیوانات کے احکام: باب دہم: حیوان اور شکار، ص: ۱۳۶، ط: اریب پبلیکیشنز نئی دہلی)۔

کوئی چیز قانوناً منع ہو اور شرعاً اس کی گنجائش ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے ،اسی لئے حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اسمگلنگ قانوناً منع ہے ،اگر دکان دار کو معلوم ہو کہ یہ اس کپڑے کی اسمگلنگ کرے گا تو اس کو نہیں دینا چاہئے ،تاہم اگر دے دیا تو شرعاً حلال ہے ۔

ایسے ہی جب ان سے پوچھا گیا کہ اسمگلروں سے مال خریدنا کیسا ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ شرعاً جائز ہے، گورنمنٹ کے قانون کے مطابق نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل: خرید وفروخت کے متفرق مسائل، ص: ۲۴۶، ج : ۷، ط: نعیمیہ بکڈپو دیوبند)۔

(جواب: ۹) ہندوستان میں رنگارنگی ،تکثیریت اور متنوع مذہب کو ماننے والے لوگ آباد ہیں، یہی اس کی خصوصیت وامتیاز ہے ؛ لیکن اب برسر اقتدار افراد کے پارٹی ایجنڈے میں یہ شامل تھا کہ گائو اور اس کی نسل کشی پر روک لگائی جائے، اس کی دہائیوں کی یہ محنت اکثریت حاصل کرنے کے بعد خاص قسم کے جانوروں پر پابندی عائد کرنے کی صورت میں رنگ لائی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

درحقیقت ہندوستان میں اس مخصوص قسم کے جانور کی قربانی اسلامی شعار ہے، اور ''والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر'' (سورۂ حج) ارشاد ربانی ہے، اور قاموس میں ہے : والبدنۃ محرکۃ من الإبل والبقر کالأضحیۃ من الغنم، تہدی إلی مکۃ للذکر والأنثی (امداد المفتیین ۲/۷۹۹) ۔

ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے کیا یہ بات رواہوگی کہ ذبح گائوپر قانونی پابندی کو تسلیم کرلیا جائے، جیسا کہ اس ملک کی اکثریت کا مذہبی عقیدہ ہے ؟ تو شرعی احکام اور مصالح ہر دوکاتقاضا ہے کہ اس قسم کے مطالبات اصولی طورپر نہ مانے جائیں۔

اول اس لئے کہ ''ذبیحہ '' کی حیثیت شعار اسلام کی ہے ،ذبیحہ میں ذبح کا طریقہ اور ذبح کئے جانے والے جانوروں کی حلت وحرمت دونوں داخل ہے اور اس کی سب سے واضح دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من صلّی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ (بخاری:باب فضل استقبال القبلۃ ۱/۵۶)۔

جس نے ہماری طرح نماز ادا کی، ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے ، جس کو اللہ اور اس کے رسول کا عہد حاصل ہے؛ لہذا اللہ کے عہد میں عہد شکنی نہ کرو۔

یہاں مسلمانوں کی نماز میں شرکت ، کعبہ مکرمہ کا بحیثیت قبلہ استقبال اور مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال تصور کرنے اور کھانے کو اسلام کی علامت ، مسلمانوں کاامتیاز اور خدا اور رسول ﷺ کی پناہ میں آجانے کا نشان قرار دیا گیا ہے اور ''شعار '' ان ہی امور کو کہتے ہیں جو اسلام کا مظہر اور نشان ہوں۔

اور جہاں تک گائے کے اسلامی ذبیحہ ہونے کی بات ہے تو اس کی حلت پر تمام امت کا اتفاق ہے ، قرآن مجید میں اس کی حلت صراحۃً ثابت ہے، آپ ﷺ نے قربانی گائو کی اجازت بھی دی ہے ، خود آپ ﷺ نے سیدنا عائشہ ؓ اور دیگر امہات المؤمنین کی جانب سے گائے کی قربانی فرمائی ہے ۔ اور آپ ﷺ کے حضور میں دیگر صحابہ کرام ؓ نے بھی ، حضرت بریرہ ؓ کے پاس صدقہ کے طورپر گوشت آیا، انہوں نے بطور ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے تناول بھی فرمایا۔

اور ''شعار اسلام '' میں کوئی تساہل اور اس کے ترک پر اتفاق جائز نہیں۔

دوسرے جیسا کہ مذکورہو اذبح گائو، نص صریح کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور جن امور کا جواز بذریعہ نص ثابت ہو، ان میں نہ صرف اعتقاداً بلکہ عملاً بھی اپنے آپ کے لئے اس کے ترک کا ارادہ کرلینا درست نہیں، چنانچہ قرآن مجید میں خود رسول اللہ ﷺ کو شہد نہ کھانے کی قسم کھانے پر تنبیہ کی گئی ہے، حالانکہ یہ اعتقاداً تحریم نہ تھی، بلکہ صرف عملاً اس کے استعمال نہ کرنے کا عہد تھا۔

تیسرے ''شعار کفر '' ہے اور اکثر ادوار میں کفر وشرک کا شعار رہا ہے ،قرآن مجید خود شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کو جس چیز نے شرک کی طرف مائل کیا وہ ''سامری

کی سنہری گائے " ہی تھی، پھر یہ تقدس ان کے دل میں اس قدر بیٹھ چکا تھا کہ ایک شخص کے قاتل کا پتہ چلانے کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ذبح گائو کا حکم دیا گیا تو وہ شاید اسی وجہ سے مسلسل ٹال مٹول کی راہ اختیار کرتے رہے اور بالآخر اللہ تعالی نے بھی ان سے ٹھیک ویسی ہی سنہری گائے ذبح کرائی جو ''سامری " کی مصنوعی گائے سے صورت وشکل مینمشابہت رکھتی تھی۔

ہمارے ہم وطن بھائیوں میں بھی قدیم زمانہ سے ذبح گائو کا ترک اور اس کی مخالفت مذہبی شعار بن گئی ہے اور ہے، اور اتنے دنوں سے ہے کہ خود ابوریحان بیرونی نے اپنے سفرنامۂ ہند میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اور کسی ''شعار کفر " کو قبول کرلینا اور اس کا احترام کرنا جائز نہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسلام قبول کرنے کے بعد جب محض اس بناپر اونٹ کا گوشت کھانے سے رکے رہے کہ یہ تورات میں حرام ہے اور اسلام نے بھی صرف اجازت دی ہے، واجب قرار نہیں دیا ہے ،تو حکم الٰہی نازل ہوا :

یٰأیہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین (بقرہ: ۲۰۸)۔

اے اہل ایمان ! اسلام میں پوری طرح داخل ہوجائو اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلاہوا دشمن ہے ۔

گویا اس عمل کو شیطان کی پیروی اور اس کے نقش قدم پر چلنا قرار دیا گیا۔

چوتھے ، اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ آج اگر آپ مصلحتاً اس کی اجازت دیدیں اور محض عملاً اس کے نہ کرنے سے اتفاق کرلیں تو رفتہ رفتہ اعتقاداً بھی اسے ناجائز اور اس کے کھانے کو معیوب سمجھا جانے لگے ،یہاں تک کہ ایک بدعت جڑ پکڑ لے، اس کی متعدد مثالیں ہندوستان کے مسلم سماج مینموجود ہیں، نکاح بیوگان کو معیوب سمجھنا، تعدد ازدواج کو غلط نظرسے دیکھنا، ہندوعورتوں کی طرح سے سیندور وغیرہ کا رواج اور خود جن مقامات پر ہندوئوں کی غالب ترین آبادی ہے اور ذبح گائو پر مکمل ممانعت ہے ،مثلا راجستھان(گجرات،مہاراشٹرا اور ہندوستان کے اکثر صوبوں میں) وہاں مسلمانوں میں بھی گائے کے متعلق خاصہ جذبۂ احترام جڑ پکڑ چکا ہے، اور اگر خدا نہ خواستہ ایسا ہوگیا تو پھر اصلاح آسان نہ ہوگی۔غالبًا یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اکبر کے سامنے جو مطالبات رکھے تھے ان میں ایک ذبح گائو کی اجازت بھی تھی۔

ان شرعی احکام ومصالح کے علاوہ سیاسی مصالح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسے مطالبات کو کسی قیمت پر قبول نہ کیا جائے، اس لئے کہ آج اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو کل اذان ونماز، اسلامی جلسوں ، تہواروں اور تقریبات کی نوبت آئے گی ،پھرکچھ لوگ اٹھینگے جو مطلقاً ہر زندہ چیز کو ذبح کرنے اور قربانی کی مخالفت کریں گے اور

مصلحت اور رفع فتنہ کی دلیل ہر شعار اسلام کو مٹانے کا جواز پیش کرتی رہے گی (قاموس الفقہ، مادہ: بقر، ص: ۳۲۵-۳۲۳، ج : ۲ ، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

اس سے بھی معلوم ہواکہ جس طرح اونٹ کی قربانی شعار اسلام ہے ،اسی طرح گائے کی قربانی بھی شعار اسلام ہے؛ لیکن چونکہ ملکی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں،کسی خاص فرقہ یا قوم کو نشانہ بنایا جارہا ہے،کلیدی عہدوں پر بھی خاص نظریات کے حامل افراد کرسی نشین ہیں ،اس لئے مسلمانوں کا قربانی کرنا کسی اجتماعی مصیبت اور آفت کو مول لینا ہے۔

اس صورت حال مینمسلمانوں کی صرف عزت اور مال کو ہی خطرہ نہیں ہے ؛ بلکہ جانوں کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے ،اس اجتماعی خطرہ کے پیش نظر کسی جگہ اس خاص قسم کے جانور کی قربانی نہ کی جائے تو معاملہ الگ ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سات حصہ والے خاص خاص جانوروں کا ایک حصہ ڈھائی سے تین ہزار میں حاصل ہوجاتا ہے، جبکہ بکرا،دنبہ میں ایک حصہ کم سے کم نو-دس(۱۰-۹)ہزار میں حاصل ہوتا ہے ،اس حیثیت سے بڑے جانور میں مسلمانوں کا فائدہ ہے، لیکن دوسری طرف اپنی عزت نفس اور حفاظت جان بھی ضروری ہے ،اگر چہ حکومت کے قانون کی وجہ سے کوئی حلال چیز حرام تو نہیں ہوتی لیکن عواقب، انجام اور مشکلات کو بھی سامنے رکھ کر عمل کیا جانا چاہئے،اور یہ بھی مستحضر رہنا چاہئے کہ ہمارے معاشرے میں جاسوسوں کی بھی کمی نہینہے، اگر اس کی قربانی کی گئی تو ممکن ہے کہ ہماری قوم ہی کے کچھ نا معلوم لوگ مخبری کریں ،جس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑے ، اس لئے اگر کسی جگہ کوئی قربانی کرنا ہی چاہتا ہے تو حکومت کی بندشوں اور پابندیوں سے بچنے کا پیشگی انتظام کرنا چاہئے۔

اور پابندی کی جگہ پر مخصوص جانوروں کی قربانی سے واجب تو ادا ہوجائے گا لیکن اپنے اجتماعی جان ومال کے تحفظ کے لئے ملکی سطح اور صوبائی سطح پر غیر قانونی عمل سے احتراز بہتر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ خاص مصلحت کی وجہ سے چاہے اس کی قربانی سے احتراز کیا جائے لیکن ان جانوروں کو ہمیشہ حلال ہی سمجھنا چاہئے، اسے ناجائز یا حرام نہ سمجھنا چاہئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ----قربانیٔ گائو واجب اور شعائر اسلام ہے، اس کو اجتماعی طورپر متروک کردینا یا اس پر تاحد اختیار کوئی قانونی پابندی قبول کرنا جائز نہیں اور '' تاحد اختیار ''کے لفظ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر کسی جگہ مسلمان مقاومت کی قدرت نہ رکھیں تو ان کو چاہئے کہ حکومت سے اپنے تحفظ کا پورا انتظام اور اطمینان کئے بغیر اس پر اقدام نہ کریں اور اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں (امداد المفتیین: کتاب الاضحیۃ والعقیقہ والختان، سوال نمبر: ۸۵۷، ص: ۸۰،ج: ۲، ط:زکریا

بکڈپو دیوبند)۔

حضرت فقیہ الامت فرماتے ہیں؛ جب کہ ان سے پوچھا گیا: حکومت کی طرف سے گائے کی قربانی قانوناً ممنوع ہے، اب اگر زید پوشیدہ طورپر گائے کی قربانی کرتا ہے تو قربانی شرعاً ہوجائے گی یا نہیں؟ اور شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حضرتؒ نے تحریر فرمایا: اگر جان ، مال ،عزت کی قربانی کا داعیہ ہو اور اخلاص سے قربانی کرے تو ان شاء اللہ قبول ہوگی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یعنی یہاں بھی نتیجہ بھگتنے کے لئے پوری قوت کے ساتھ تیار رہیں اور آخرت میں ثواب کی امید رکھیں (فتاوی محمودیہ: کتاب الاضحیہ، باب فی افضل الضحایا وفیما یجوز منہا ومالا یجوز، سوال نمبر : ۸۴۱۰، ص: ۳۴۵، ج: ۱۷، ط: دار المعارف دیوبند)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ آیت کریمہ ''یٰأیہا النبی لم تحرم ما احلّ اللہ لک ....(التحریم:۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: گوکسی مباح کا ترک کردینا جائز ہے اور اس ترک کا مؤکد بالقسم کرنا بھی کسی مصلحت سے جائز ہے ، لیکن تاہم خلاف اولی ہے؛ خصوصاً جبکہ اس کا داعی بھی ضعیف ہو۔

مزید تحریرفرماتے ہیں: کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں... جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حلال قطعی کو عقیدۃً حرام قرار دے تو یہ کفر اور گناہ عظیم ہے، اور اگر عقیدۃً حرام نہ سمجھے مگر بلا کسی ضرورت ومصلحت کے قسم کھاکر اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ گناہ ہے، اس قسم کو توڑنا اور کفارہ ادا کرنا اس پر واجب ہے ،اور کوئی ضرورت ومصلحت ہوتو جائز ،مگر خلاف اولی ہے، اور تیسری صورت یہ ہے کہ نہ عقیدۃً حرام سمجھے نہ قسم کھاکر اپنے اوپر حرام کرے؛ مگر عملاً اس کو ہمیشہ ترک کرنے کا دل مینعزم کرلے کہ اس کادائمی ترک باعثِ ثواب ہے تب تو یہ بدعت اور رہبانیت ہے جو شرعاً گناہ اور مذموم ہے، اور اگر ترک دائمی کو ثواب سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے کسی جسمانی یا روحانی مرض کے علاج کے طورپر کرتا ہے تو بلاکراہت جائز ہے ،بعض صوفیا ئے کرام سے جو ترک لذائذ کی حکایتیں منقول ہیں وہ اسی صورت پر محمول ہے (معارف القرآن، ج: ۸،ص: ۱۷۱،ط: اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

اس لئے مالی ،جانی نقصان کا خطرہ ،ظن غالب اور قوی امکان ہو تو اس سے احتراز کرنا چاہئے، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے، آج اس ایک شعار پر پا بندی لگادی گئی ہے ،کل دوسرے شعار مثلاً اذان پر پابندی عائد ہوگی اور دلیل دی جائے گی کہ یہ فضائی آلودگی پھیلانے میں اہم رول ادا کرتی ہے؛ اس لئے مسلمانوں پر کوئی لائحۂ عمل طے کرنا ضروری ہوگا ،اور اس قسم کے خاص گروہ سے متعلق عقائد وعبادات پر پابندیوں کی روک تھام کیسے ہو سکتی ہے؟ اور دستوری حقوق جو اقلیت کو ملے ہیں وہ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں، اس پر بھی غورو خوض ضروری ہوگا۔

(جواب: ۱۱)وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے جانوروں کو مارنا جائز ہے؛ کیونکہ انسان کو اس کے ضررسے بچانا مقصود ہے اور یہ جائز ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وقتل الموذی منہا ومن الدواب جائز (رد المحتار: کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ص: ۵۷۵،ج: ۹، ط: زکریا بکڈپو دیوبند)، اور در مختار میں فرمایا: وأفتی الناصحی بوجوب قتل کل مؤذ (کتاب الحدود ، باب التعزیر ، ص : ۱۱۰، ج : ۶ ، ط: مکتبہ زکریا دیوبند)۔

ایسے جانوروں کو مارنے کے لئے متعدد طریقے اپنائے جاتے ہیں:

(۱) ان کی گردن پر تیز دھاردار چاقو پھیر دیا جاتا ہے ۔

(۲) مرغیاں یا ان کی جسامت کے برابر کے جانور ہوں تو پلاسٹک کی بڑی تھیلی میں ڈالکر اس کا منہ بند کردیا جاتاہے، اس طرح آکسیجن نہ ملنے کی وجہ سے مرغیوں یا جانوروں کا دم گھٹ جاتا ہے اور موت واقع ہوجاتی ہے ۔

(۳) جانور جہاں ہوتے ہیں اس جگہ پر ایسی زہرآلود گیس چھوڑی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ان جانوروں کی موت واقع ہوجاتی ہے ۔

(۴) ان پر ایسڈ یا اسی طرح کی خطرناک چیز ڈالی جاتی ہے ۔

نبوی تعلیمات کی روشنی میں ایسا کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا جس سے جانور کو ایذا زیادہ پہنچے ،شرعی مزاج کے خلاف ہے، اسی لئے نبی ﷺ نے ذبح کا بہتر طریقہ متعین فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ؛ فإذا قتلتم فأحسنوا القِتْلۃ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذِبحۃ، ولْیُحدّ أحدکم شَفْرَتَہ ، ولْیُرح ذبیحتہ (ترمذی : کتاب الدیات ، باب ماجاء فی النہی عن المثلۃ ، رقم الحدیث: ۱۴۰۹، ص: ۱۵، ج : ۴، ط : دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اللہ تعالی نے ہر چیز میں بہتر طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور ذبح میں بہتر طریقہ شریعت نے یہ متعین کیا کہ دھار دار چیز سے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے، لہذا دھار دار چیز سے دبح کرنا ہی جائز اور بہتر طریقہ ہے، اور دوسرے طریقے اختیار کرنے میں جانور کو ایذارسانی اور مزاج شریعت کی مخالفت ہے ،اسی لئے فقہاء نے تکلیف پہنچانے والی بلی کے بارے میں حکم دیا کہ اسے چھری سے ذبح کی جائے ،دوسرا کوئی طریقہ اختیار نہ کیا جائے ،چنانچہ البحر الرائق مینہے:

الہرۃ إذا کانت مؤذیۃ یذبحہا بالسکین، ویکرہ ضربہا وفرک آذانہا (کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع ، ص: ۳۷۵، ج : ۸ ، ط: زکریا بکڈپو دیوبند)۔

اس لئے بہتر طریقہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرغیاناور دوسرے جانوروں کو ذبح کرکے گڑہوں میں ڈال کر دفن کردیں۔

(جواب: ۱۲) کچھ انسانی مصالح تو سوال میں درج کئے ہیں جیسے ہاتھی دانت، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے، اس کے علاوہ شیر کے ناخن کے حصول کے لئے بھی اس کے قتل کی اجازت ہونی چاہئے، ہرن کے نافذۃ المسک کے حصول کے لئے ،گینڈا کی ناک پر لگی ہوئی سینگ ، اس کی کھال جوکہ ڈھالیں بنانے میں کام آتی ہے ،اعضائے انسانی میں پیوند کاری کے لئے اگر کوئی عضو کار آمد ہو تو اس کے حصول کے لئے بھی جانور کو مارنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

وہبہ زہیلی صاحب تحریر فرماتے ہیں: یباح عند الحنفیۃ اصطیاد ما في البحر والبر، مما یحل أکلہ ، وما لا یحل أکلہ۔ غیر أن ما یحل أکلہ یکون اصطیادہ للانتفاع بلحمہ وبقیۃ أجزائہ، وما لا یحل أکلہ، یکون اصطیادہ للانتفاع بجلدہ وشعرہ وعظمہ ، أو لدفع أذاہ وشرہ، وہذا ہو رأي المالکیۃ کما ذُکر سابقا فیما تعمل بہ الذکاۃ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: الباب التاسع: الذبائح والصید، الفصل الثانی:الصید، المبحث الثالث، ص: ۷۰۲، ج: ۳، ط: الہدی انٹرنیشل)۔

(جواب: ۱۳) مختلف ادیان وملل میں دین اسلام ہی واحد ایسا دین ہے جسے کامل اور مکمل کہنا صحیح ہے، اسی نے ہر کائناتی شعبے میں اپنے پیروکاروں کو ایسی رہنمائی عطا کی جس نے تدبر وتفکر کے نئے گوشوں کو متعارف کروایا، کائناتی شعبوں میں انسان سے متعلق ایک شعبہ حیوانات کا بھی ہے جن حیوانات کے حقوق واحکام بھی قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں، مثلاً انسان کے لئے کون سے جانور حلال ہیں اور کون سے حرام؟ اسی طرح قرآن کریم میں جانوروں کے مختلف منافع اور فوائد کا ذکر کیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں ان منافع کے حصول کے لئے مختلف آداب ذکر کئے گئے ہیں، چنانچہ اگر ان منافع وفوائد کے حصول میں حیوانات کے لئے ایذا وتکلیف کے پہلو سامنے آرہے ہوں تو نبی رحمت ﷺ نے جانوروں کے لئے بھی رحمت ہونے کی عظیم مثالیں قائم فرمائی ہیں۔

اسی کے ساتھ کچھ جانوروں کے بارے میں مارنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی، اگرچہ نقصان دہ جانوروں کا وجود فضا اور ماحولیات کی حفاظت اورفضاکو انسان کے موافق بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے ، ڈاکٹر رفیع الدین ناصر لکھتے ہیں: .....قسم ہا قسم کے چرند ودرندخوبصورت رنگوں اور دلنشین آوازوں والے پرند،سرسبز وشاداب درخت، رنگ برنگی پھول اس کے دن بھر کے جسمانی تھکن اور ذہنی کلفتوں کو دورکرنے کا بڑا ذریعہ تھے۔

لیکن وقت گذرنے کے ساتھ .....جنگلی جانوروں کے مسکن تباہ ہوئے ، اور یہ جانور فرار ہونے پر مجبور ہوئے ،اس طرح ان کی نسلیں معدوم ہونے لگیں۔

سانپوں کو بلاسوچے سمجھے مارے جانے سے چوہوں کی آبادی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، اور یہ چوہے غذائی ذخیرہ اور اس طرح انسانی معیشت کو کھوکھلا کرڈالتے

ہیں، اس لئے جانور اور پودے کی اس کے اپنے ماحول میں اہمیت ہے (فضائی آلودگی، ص: ۱۰۳،۱۰۴، ط:قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان)۔

لیکن کچھ جانور انسانوں کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، ان کی منفعت سے زیادہ ان کا نقصان بڑا ہوتا ہے،اس لئے بعض حالات میں ان کو مارنے کی بھی اجازت دی گئی ہے ، حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے :

عن النبی ﷺ قال:خمس لا جناح علی من قتلہن فی الحرم والإحرام:الفارۃ والغراب والحدأۃ والعقرب والکلب العقور۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ شرعاً کچھ جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے؛ البتہ اس کے مارنے کی علت کیا ہے ؟ اس کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بعض حیوان فطری طورپر ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے شیطانی حرکتیں اور بری ہیئتیں صادر ہوتی ہیں، اور وہ حیوان شیطان سے قریب ترین مشابہت رکھتے ہیں، اور شیطانی خیالات کی بہت زیادہ پیروی کرتے ہیں، چھپکلی بھی ایسا ہی ایک جانور ہے اور اس کی خباثت کی علامت یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں پھونک مارتی تھی، یہ فطری طورپر شیطان کے وسوسہ کی تابعداری تھی، حالانکہ اس کی پھونک سے کچھ فائدہ نہیں تھا (رحمۃاللہ الواسعہ : باب معیشت وزندگانی، ص: ۴۵۷،ج: ۵، ط: مکتبہ حجاز دیوبند)۔

اور دوسری ایک جگہ پر لکھتے ہیں : چھپکلی کو مارنے کا حکم اس جرم کی سزامیں نہیں ہے ؛ بلکہ یہ حکم اس جانور کی ایذارسانی کی وجہ سے ہے اور پھونک مارنے کو ایذارسانی کی علامت کے طورپر ذکر کیاگیاہے،یعنی جہاں اس کا کچھ نہیں اٹھتا تھا وہاں بھی وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئی، اسی طرح وہ انسان کو ہر ممکن ضرر پہنچانے کی کوشش کرتی ہے ،برتن میں تھوکتی ہے ،نمک میں رال ٹپکاتی ہے، جس کے نتیجہ میں برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور کچھ بس نہیں چلتا تو چھت میں چڑھ کر کھانے وغیرہ پر بیٹ کرتی ہے (حاشیہ الکوکب الدری ۲/۳۹۱) پس یہ حکم اس کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لئے ہے(تحفۃ الالمعی : ابواب الصید، رقم الحدیث: ۱۴۶۷،باب فی قتل الوزغ، ص: ۴۱۸،ج:۴،ط: مکتبہ حجاز دیوبند)۔

علامہ قطب الدین خان دہلوی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ ؓ ''خمس فواسق یقتلن'' کے تحت فرماتے ہیں: اس کتے کو مارنا حرام ہے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو،اسی طرح اس کتے کو بھی مارنا حرام ہے جس سے کوئی فائدہ حاصل تو نہ ہوتا ہو مگر اس سے کوئی ضرر ونقصان بھی نہ پہنچتا ہو، مذکورہ بالا دونوں حدیث میں جن جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے مارنے کی اجازت صرف انہیں پر منحصر نہیں ہے ؛ بلکہ یہی حکم ان تمام

جانورونکا بھی ہے جن سے ایذا پہنچتی ہو(مظاہر حق جدید: باب المحرم یجتنب الصید؛ الفصل الاول، ص: ۳۸۰،ج: ۳،ط: ادارہ اسلامیات دیوبند)۔

اسی طرح جو جانور حملہ آور ہو اس کو بھی مارنے کی اجازت دی گئی ،چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: یقتل المحرم السبع العادی (مشکوۃ المصابیح: کتاب المناسک ، باب المحرم یجتنب الصید ، الفصل الاول : رقم الحدیث: ۲۷۰۲،ص: ۸۲۶، ج: ۲ ، ط: المکتبۃ الاسلامی)۔

حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں:

ثم قال الحافظ : وذہب الجمہور إلی إلحاق غیر الخمس بہا فی ہذا الحکم ۔ إلا أنہم اختلفوا في المعنی، فقیل لکونہا موذیۃ فیجوز قتل کل مؤذ، وہذا قضیۃ مذہب مالک۔ وقیل لکونہا مما لا یؤکل ، فعلی ہذا کل ما یجوز قتلہ لا فدیۃ علی المحرم فیہ، وہذا قضیۃ مذہب الشافعي ، وقد قسم ہو وأصحابہ الحیوان بالنسبۃ للمحرم إلی ثلاثۃ أقسام: قسم یستحب کالخمس وما في معناہا مما یؤذي، وقسم یجوز کسائر ما لا یؤکل لحمہ، وہو قسمان ما یحصل منہ نفع وضرر، فیباح لما فیہ من منفعۃ الإصطیاد، ولا یکرہ لما فیہ من العدوان ، وقسم لیس فیہ نفع ولا ضرر فیکرہ قتلہ ولایحرم۔

وقال ابن دقیق العید : التعدیۃ بمعنی الأذی إلی کل مؤذ قوي بالإضافۃ إلی تصرف أہل القیاس فإنہ ظاہر من جہۃ الإیماء بالتعلیل بالفسق وہو الخروج عن الحد (أوجز المسالک : باب ما یقتل المحرم من الدواب، ص: ۲۹، ج: ۷، ط: دار الفکر)۔

علامہ سیوطیؒ نے اس بارے میں ایک بہترین تقسیم پیش کی ہے، وہ فرماتے ہیں :

الحیوان أربعۃ اقسام :أحدہا:ما فیہ نفع ، ولا ضرر فیہ، فلا یجوز قتلہ۔ الثانی: ما فیہ ضرر بلا نفع ، فیندب قتلہ کالحیات والفواسق ۔ الثالث: ما فیہ نفع من وجہ وضرر من وجہ کالصقر والبازی فلا یندب ولا یکرہ۔ والرابع: ما نفع فیہ ولا ضرر کالدود والخنافس فلایحرم ولا یندب (الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیۃ: باب الاطعمۃ ، ص: ۴۴۸، ط : دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن جانوروں سے محض ایذارسانی ہی ہواور کوئی فائدہ نہ ہو اس کو مارنا جائز ہے ،اسی طرح وہ جانور جو ایذا وتکلیف پہنچانے میں پہل کرے اسے بھی مارنا جائز ہے ۔

اسی طرح وہ نقصاندہ غیرماکول اللحم جانور جس کی نگرانی ودیکھ بھال مشکل ہو جائے، یا وہ لاعلاج بیماری میں مبتلا ہوجائے یا اس کے کھلانے پلانے کا کوئی نظم نہ ہو اور کسی دوسری جگہ سے بھی اس کے کھانے پینے کا انتظام دشوار ہوجائے تو ایسے جانورکو احسان کی شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہونی چاہئے، ان کو دوسرے درندوں کے سامنے نہیں ڈالاجائے گا یا جسم سوز یا مہلک کیمکل وغیرہ ڈالکر ختم کرنے کی بھی اجازت نہ ہوگی ۔

(جواب: ١٤) دین اسلام درحقیقت رحمت ، انسانیت اور نرمی کا دین ہے ،اس کا رحمت وانسانیت کا مفہوم صرف اور صرف بنی نوع انسان تک ہی محدود نہیں ہے؛ بلکہ اس مفہوم میں امتداد ووسعت بھی زیادہ ہے ، چنانچہ اسی رحمت کے مفہوم میں کائنات ومخلوقات کے جاندار چرند،پرند،درند،حشرات الارض تمام شامل ہیں، اسی لئے دین اسلام مسلمان کو تاکیدی حکم کرتا ہے کہ وہ حیوانات کے ساتھ انتہائی نرمی سے پیش آئے، بلکہ اس کے بہت سے حقوق ہم پر اسی طرح عائد فرمائے جیسے ایک انسان کے دوسرے انسان پر ہوا کرتے ہیں، احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی -بہت ممکن ہے کہ -دخول جنت اور اللہ پاک کی رضامندی کا سبب بن جائے ،اگر ہم حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ہم ان کے ساتھ برا سلوک کریں ،ان کے کھانے پینے کا ٹھیک انتظام نہ کریں یا کھانا پینا روک دیں، یا کسی بھی نوعیت سے ان کو بلاوجہ تکلیف پہنچائیں،چاہے یہ تکلیف ان کی سکت سے زیادہ بوجھ لادکر ہو یا اس کوتھکادینے والے مشقت آمیز کام لے کر ہو،یہ امور اللہ پاک کی ناراضگی ، غضب اور جہنم تک رسانید کا ذریعہ بن جائے۔

دین اسلام نے اس باب میں بھی ایسے ضوابط وقواعد بیان فرمائے اور واضح خطوط قائم فرمائے کہ ایک مسلمان اس سے تجاوز نہ کرے، یہ ضوابط وحد بندی دین اسلام کے دین رحمت وشفقت اور دین انسانیت ہونے کی دلیل ہے، اور اسی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حیوانات کی بھی مخلوقات میں اہمیت ہے اور اس کے بھی ہم پر حقوق ہیں۔

بلکہ قرآن مجید کی کئی ایک سورتوں کے نام بھی حیوانات کے نامونسے ہے ،جیسے البقرہ، الانعام، النحل، النمل، العنکبوت، الفیل، اور قرآن مجید میں کئی ایک آیتیں ایسی اتاری گئی ہیں جو جانوروں کی عزت وتکریم ، ان کے مقام ومرتبہ ،انسان کے مقابلہ میں اس کے مقام کو واضح کرتی ہیں، چنانچہ سورۂ نحل میں اللہ پاک نے آسمان وزمین اور انسان کی تخلیق میں اپنی قدرت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: والأنعام خلقہا لکم فیہا دف ء ومنافع ومنہا تأکلون (النحل: ٥)۔

قرآن کریم میناس طرح کی متعدد آیات ہیں جن میں جانوروں کے فوائد ومنافع کا ذکر ہے، اس طرح احادیث میں جانوروں کے حقوق واحکام بھی ذکر کئے ہیں، اور یہ مذہب اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس نے جانوروں کے بھی ایسے ایسے حقوق بیان کئے جس کا قیاس اور اندازہ کرنامشکل تھا۔

ان احادیث کی روشنی میں انسان کے ذمہ جانوروں کے اہم حقوق درج ذیل ہیں:

* جانوروں کے رہنے کے لئے بہتر جگہ مہیا کی جائے ، ان کے کھانے پینے کا اچھا نظم کیا جائے ،اور ان کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتائو کیا جائے۔

عن النبیﷺ قال:إن للہ مائۃ رحمۃ، أنزل منہا رحمۃ واحدۃ بین الجن والإنس والبہائم

والہوامّ؛ فیہا یتعاطفون ، وبہا یتراحمون ، وبہا تعطف الوحش علی ولدہا، وأخّر اللہ تسعا وتسعین رحمۃ یرحم بہا عبادہ یوم القیامۃ (مسلم: کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ ، رقم الحدیث: ۲۷۵۲، ص: ۱۲۶۲، ج: ۱۹، ط:دار قرطبہ)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات میں شفقت اور رحم دلی اللہ تعالی کی طرف سے تقسیم کی گئی نعمت ہے، اور اس کا صحیح استعمال اس نعمت خداوندی کی قدردانی ہے، لہذا جانوروں پر بھی شفقت ورحمدلی کا سلوک ہونا چاہئے۔

اسی لئے آپ نے فرمایا:

اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ (أبوداود: کتاب الجہاد ، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب، رقم الحدیث: ۲۵۴۸، ص: ۳۶،ج: ۳، ط: دار ابن حزم)۔

* ذبح کے وقت بھی انسان پر جانوروں کے حقوق عائد ہوتے ہیں، چنانچہ ذبح کے وقت ، آداب کے بیان میں تحریر کیا گیا ہے کہ جانور کے دیکھتے ہوئے چھری تیز نہ کی جائے، ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے ،گویا اس کے شعور واحساسات کا خیال واحترام رکھا جائے ،یہ بھی جانوروں کے حقوق میں داخل ہے ،چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا؛ جبکہ ایک شخص ذبح کرنے کے لئے چاقوتیز کررہا تھا اور جانور اسے دیکھ رہا تھا : أفلا قبل ہذا؟ أوتریدأن تمیتہا موتتین؟ (الترغیب والترہیب: کتاب العیدین والاضحیۃ، باب ماجاء فی الامر بتحسین القتلۃ والذبحۃ، رقم الحدیث: ۱۵۹۹، ص: ۲۷۸،ج: ۲، ط:السعادۃ مصر) بہتر انداز میں جانورکو کم سے کم تکلیف ہو اس طرح احسان کا معاملہ کیا جائے؛ حتی کہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اور ذبح کرنے کے فوراً بعد کھال اتارنا بھی مکروہ قرار دیا ۔

علامہ فرید الدین دہلوی فرماتے ہیں : وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ؛ مثل قطع الرأس والسلخ، قبل أن تبرد أی تسکین عن الاضطراب (الدر المختار: کتاب الذبائح، ص: ۴۲۷،ج:۹، ط : زکریا بکڈپو دیوبند)۔

اور علامہ فرید الدین دہلوی لکھتے ہیں:

ویکرہ سلخ الجلد بعد الذبح قبل أن تبرد (الفتاوی التاتارخانیہ: کتاب الذبائح، الفصل الثالث فی ما یذکی بہ....، رقم المسئلۃ: ۲۷۶۲۱، ص: ۳۹۷،ج: ۷، ط: زکریا بکڈپو دیوبند)۔

جانوروں کو ذبح سے پہلے لٹا نے میں بھی نرمی وشفقت کا برتاؤ کیا جائے، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے:

وإن یضجع بالرفق ، وعلی الیسار (مجمع الانہر: کتاب الذبائح، ص: ۱۵۹، ج : ۴، ط: مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

حتی کہ نبی اکرم ﷺ نے ذبح کے باب میں احسان کا لفظ استعمال فرماکر ان کے ساتھ نرمی وشفقت اور رحمدلی کی طرف بھی اشارہ فرمادیا ،حدیث گزرچکی اور اسی میں

آپ نے یہ بھی فرمایا: ولیحدّ أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ۔ حدیث مذکور بھی جانوروں کے انسان پر حقوق کے بارے میں بہترین دلیل ہے ۔

* دین اسلام میں جانوروں کا خون حرام قرار دیا ، غالباً اس لئے کہ محض خون کے حصول کے لئے جانوروں کو قتل نہ کیا جائے، ایسے ہی محض اذیت پہنچانے کے لئے جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا، جیسا کہ ‘‘حدیث عصفور ’’ سے واضح ہورہا ہے، بلکہ جانوروں کو کسی بھی طرح کی اذیت پہنچانے سے تاکیدی منع فرمایا، چاہے وہ تیر اندازی کی مشق وتمرین کے لئے ہو جیسا کہ حدیث ابن عمر میں گزر چکا ، یا محض لہو ولعب کے لئے ہو، جیسا کہ آج کل جانوروں کے کچھ کھیل اسی طرح کے ہیں جس میں انسان جانوروں کو لڑاکر تفریح طبع کا سامان مہیا کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے ، اور گھڑدوڑ وغیرہ کی بازی وریس یا لڑانا محض کھیل تماشہ اور روپیہ کی طمع کے لئے ہوتا ہے اوریہ کھیل مفید اور بامقصد ہونے کی بجائے بے فائدہ اور کھیل تماشہ زیادہ ہوتا ہے ۔

* اس کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اس کی خلقت میں تغیر نہ کیا جائے، اس کو مثلہ نہ کیا جائے، اس کے چہرے پر داغنے سے بھی منع فرمایا، نبی کریم ﷺ نے اس طرح کا کام کرنے والوں پر لعنت فرمائی : نہی رسول اللہ ﷺ عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ (مسلم :کتاب اللباس، باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ، رقم الحدیث: ۲۰۱۶، ص: ۱۰۱۷، ط : دار قرطبہ) لعن اللہ الذی وسمہ۔(مسلم : کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۲۱۱۷، ص: ۱۰۱۷)۔

اسی طرح اس کی صورت کو بگاڑنے والے عمل سے بھی منع کیا گیا جیسے اس کی دم کاٹنا، فرمایا: لاتمثلوا بالبہائم ۔ لعن اللہ من مثل بالحیوان (نسائی: کتاب الضحایا، باب النہی عن المجثمۃ ، رقم الحدیث: ۴۴۴۷ ، ۴۴۴۹ ، ص : ۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ج : ۷ ، ط : دار الفکر)۔

* ان سے مشقت آمیز کام نہ لیا جائے، اورنہ ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر لادا جائے، جیسا کہ ایک اونٹ نے نبی ﷺ سے اس کی شکایت کی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

من رب ہذا الجمل؟ لمن ہذا الجمل؟ فجاء فتی من الانصار، فقال : لي یا رسول اللہ، فقال:أفلا تتقی اللہ فی ہذہ البہیمۃ التی ملکک اللہ إیاہا، فإنہ شکی إلیّ أنک تجیعہ وتدئبہ- ای تتعبہ- (ابوداود : کتاب الجہاد ، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم، رقم الحدیث: ۲۵۴۸، ص: ۳۷،ج : ۳، ط: دار ابن حزم)۔

* جانور جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہو وہی کام اس سے لیا جائے، اس کے علاوہ کام لینا اس کے حق کے خلاف ہے، چنانچہ گائے پر بوجھ لداہوا تھا اور مالک اس کو کہیں لے جارہا تھا، اللہ نے اس جانور کو گویائی عطا فرمائی اور اس نے مالک سے کہا: إنی لم أخلق لہذا، ولکنی إنما خلقت للحرث، فقال الناس:سبحان اللہ تعجبا وفزعا، أبقرۃ تکلم؟ فقال

رسول اللہ ﷺ : فإنی أومن بہ وأبوبکر وعمر (مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، رقم الحدیث : ۲۳۸۸، ص: ۱۱۲۱، ط: دار قرطبہ)۔

حضور کی طرف سے بیان کردہ ان حقوق پر اس امت کا بہترین گروہ صحابہ،اور خیر القرون کے لوگ تابعین وتبع تابعین عمل کرتے رہے، اور انہوں نے ان حقوق کی مکمل رعایت کی ۔ اسی احساس اور اللہ کے سامنے جواب دہی کے خوف سے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: لو ماتت سخلۃ علی شاطئ الفرات ضیعۃ لخفت أن أُسئل عنہا (تاریخ مدینۃ دمشق: باب حرف العین، آثار عبدالرحمن ابی عمرو الاوزاعی، رقم : ۳۹۰۷، ص: ۲۱۵،ج: ۳۵، ط: دار الفکر بیروت)۔

چنانچہ آج بھی مسلمان اس تعلیم کے پابند ہیں، ضرورت ہے کہ جانوروں کے حقوق جان کر اس کی نشر واشاعت عام کی جائے جو ہم وطنوں کو بھی پہنچے۔

خلاصۂ بحث:

(۱) اولایہ دیکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ غذا کی تیاری میں جو اجزاء شامل کئے جاتے ہیں وہ حرام ونجس اجزاء ہیں یا حرام۔

اگر حلال اجزاء ملائے جائیں تو اس غذا کو بھی حلال ہونا چاہئے۔

اور اگر حرام ونجس اجزاء ملائے جائیں اور وہ اجزاء غذا میں اس طرح خلط ملط ہوجائے کہ ان اجزاء کی حقیقت وماہیت میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو یہ غذا بھی حرام یا ناپاک ہونی چاہئے۔

اور اگر ان اجزاء کو مختلف کیمیاوی مرحلوں سے گذار کر اس طرح خلط ملط کیا جائے کہ حرام ونجس اجزاء کی اصلی حقیقت وماہیت ہی بدل جائے تو ایسی غذا شرعاً مباح ہونی چاہئے۔

لیکن اس طرح کے عمل میں جانوروں کی فطرت سے کھلواڑ اور نیچر کی خلاف ورزی ہے۔

(۲)اگر جانور دودھ ہی نہ دے تو اپنا حق وصول کرنے کے لئے ایسا عمل جائز ہے، لیکن محض لالچ اور طمع کی خاطر انجکشن سے زیادہ دودھ حاصل کرنا جانور کی صلاحیت سے زیادہ حق وصول کرنا ہے ،محض اپنی لالچ وطمع کی تکمیل کے لئے اس طرح جانور کے حق کی پامالی فطرت کے خلاف ہے ۔

(۳)ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کسی خاص اور واقعی ضرورت کے لئے ہے تو یہ جائز ہونا چاہئے۔

اور اگر ان میں سے ایک حرام اور دوسرا حلال ہو تو اس صورت میں بچے کو ماں کے تابع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اور جو حکم ماں کا ہووہی حکم اس بچے میں بھی لاگو ہونا چاہئے۔

(۴)جس جانور سے کوئی ضرورت وابستہ نہیں ہے ،محض زینت کے طورپر پنجرے میں قید رکھا جاتا ہے تو کچھ شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش تو ہے لیکن مناسب اور اچھی بات نہیں ہے ، اس طرح قید کرنے میں اس جانور کے تمام حقوق کی پوری رعایت ضروری ہے۔

(۵)خطر ناک اور وحشی جانوروں کو پنجرے میں رکھنے اور پالنے کی اجازت صرف حکومت کے عجائب خانوں کے لئے ہونی چاہئے، اس کے علاوہ انفرادی وشخصی طورپر کسی کے لئے اس کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔

(۶) یہ تجربات ضروری وجائز انسانی مصالح وفوائد کے لئے ہوتے ہیں ، اس لئے درست ہونا چاہئے۔

(۷) یہ جانور کو تعذیب وتکلیف ہے ،لیکن ضروری ومفید انسانی مصالح کے لئے ہوتو کچھ شرائط وقیود کے ساتھ گنجائش ہونی چاہئے۔

(۸) شرعاً اس کی اجازت ہے؛ لیکن عزت نفس کے لئے اس سے احتراز بہتر ہے ۔

(۹) یہ اسلامی شعار ہے ، اس لئے مسلمانوں کو اس کی قربانی ضرورکرنی چاہئے، ورنہ اس کے بعد دوسرے شعائر پر بھی پابندیاں عائد ہوسکتی ہیں؛ البتہ کہیں مسلمانوں کی تعداد کم اور برادران وطن زیادہ ہے یا مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن اپنی ہی قوم کے جاسوسوں یا دیگر وجوہات کی بناپر اس جانور کو ذبح کرنے میں عزت ومال کا خطرہ ہے ،یا اجتماعی جان ومال کا خطرہ ہوتواس سے وقتی اجتناب کرلینا چاہئے۔

(۱۰) شرعاً اس کی اجازت ہے لیکن عزت نفس کا خطرہ ہوتو احتراز کرنا چاہئے ۔

(۱۱) ان کو چاقوسے ہی ذبح کیا جائے اور کوئی دوسرا طریقہ جس میں جانوروں کو اذیت وتکلیف زیادہ ہواپنانا درست نہیں۔

(۱۲) اس کے متعلق تفصیلات جواب کے تحت درج ہے۔

(۱۳) ایسے جانوروں سے جب نقصان کا قوی اندیشہ یا غالب گمان ہو ، اس وقت مارنے کی اجازت ہونی چاہئے ، اسی طرح جن جانوروں کے مارنے کی احادیث میں اجازت ہے ان کو مارنے میں بھی حرج نہینہے جو جانور حملہ آور ہو اس کو مارنے کی بھی اجازت ہونی چاہئے۔

(۱۴) قرآن وحدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں متعدد ہدایتیں موجود ہیں، جیسے ان کی خلقت میں تغیر نہ کیا جائے ، ان کا مثلہ نہ کیا جائے، ان کے چہرے پر داغنے اور مارنے سے بھی منع فرمایا، ان سے مشقت آمیز کام نہ لینے چاہئیں، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہ لاداجائے، جانور کی تخلیق جس کام کے لئے ہوئی ہو اسی کام میں استعمال کیا جائے، جانوروں پر سب وشتم اور لعن طعن نہ کیا جائے، جانوروں کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کیا جائے، جانوروں کو منحوس

سمجھنے اور شگون سے ممانعت، اپنی تحویل اور ملکیت کے جانور کے خوراک اور رہنے کے لئے مناسب جگہ کا انتظام کرنا، جانوروں پر سفر کرتے وقت ان کے حقوق کی رعایت، جانوروں کونشانہ بازی کے لئے یا قتل کے لئے باندھ کر رکھنے، جانور کے بچوں کو ان کی ماں سے جدا کرنے کی ممانعت، جانوروں کو لڑانے یا ان کے ساتھ لڑنے کی ممانعت جیسے متعدد احکامات وہدایات۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی•

جواب ۱:- اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی تخلیق کے مقاصد کوبیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَالَكُمْ فِيْهَادِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَاتَأْكُلُوْنَ (سورۃ النحل ،آیت: ۵)۔
''اورچوپایوں کو پیداکیا تمہا رے واسطے ان کے بالوں سے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور بہت سے دوسرے فوائدو منافع ہیں اور (یہ فائدہ بھی ہے کہ)تم اُنہیں کاگوشت کھاتے ہو ''۔

یعنی ان جانوروں کے اون سے انسان اپنے کپڑے، کھال سے پوستین اور ٹوپیاں وغیرہ تیار کرکے جاڑے کے موسم میں گرمائی حاصل کرتاہے۔

دوسرا فائدہ ومنہاتاکلون یعنی انسان ان جانوروں کوذبح کرکے اپنی خوراک بھی بنا سکتا ہے ،اورجب تک زندہ ہے ان کے دودھ سے بہترین غذا پیداکرتاہے۔دودھ،دہی، مکھن، گھی اور ان سے بننے والی تمام اشیاء ان میں داخل ہیں۔

اورباقی عام فوائد کے لئے فرمادیاوَمَنَافِعُ یعنی بے شمار منافع اورفوائد انسان کے لیے جانوروں کے گوشت ،چمڑے، ہڈی اوربالوں سے وابستہ ہیں۔ اس ابہام اور اجمال میں ان سب نئی نئی ایجادات کی طرف بھی اشارہ ہے جو حیوانی اجزاء سے انسان کی غذا،لباس، دواء، استعمالی اشیاء کے لئے اب تک ایجاد ہوچکی ہیں یاآئندہ قیامت تک ہونگی (مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن ۴۳٫۵ ، اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

حاصل یہ نکلا کہ جانوروں سے کثیرالجہات فوائد کے حصول کی خاطر اگراس کے فطری خوراک یعنی چارہ خوری میں کچھ لحمی اجزاء شامل کرکے اضافی خوراک دی جائے تو اس سے اس کی کلی فطری چارہ خوری متاثر نہیں ہوتی؛ بلکہ صرف جزئی خوراک کا اضافہ ہوتاہے۔ جوانسانی فوائد کے حصول میں مددگار ہے۔لہٰذا شرعی طورپر اس کے جوازکی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ ایک فقہی جزئیہ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

لابأس بکیّ الأغنام لعلامۃ، ولابأس بخصائہا لزیادۃ اللحم والشحم (فتاویٰ سراجیہ علی ہامش فتاویٰ قاضی خاں ۲۴٫۳ کتاب الکراہۃ باب القتل ونحوہٖ مطبوعہ مصطفائی ۱۳۱۰ھ)۔

• شیخ الحدیث مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ یوپی۔

''بکریوں کی پہچان کے لئے ان کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ نیزان مینگوشت اورچربی کے اضافہ کے لیے ان کو خصّی کردینے (خصیتین نکال دینے) میں کوئی حرج نہیں۔''

ظاہر سی بات ہے کہ خصیتین نکال دینا تکلیف اور اذیت کاسبب بھی ہے اوران جانوروں کی فطرت کے خلاف بھی ہے پھر بھی انسانی فوائد کے حصول کے لئے اس عمل کوگوارا کیاگیا، تواس سے جانوروں کی خوراک میں لحمی اجزاء کے شامل کرنے کے جواز کی نظیر بنتی ہے۔

جواب ۲:- اس صورتِ مسئلہ کے جواب میں حضرت مفتی رشید احمدلدھیانویؒ لکھتے ہیں:

یہ طریقہ بلاشبہ جائزہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کوانسان کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لیے ان سے انتفاع میں اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اسی لیے گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائزہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے۔ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بھی بہت زیادہ ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم(احسن الفتاویٰ ۸؍۲۲۲،۲۲۳ ، دارالاشاعت دیوبند)۔

جواب۳:- اس مسئلہ میں فقہاء نے جو جزئیات نقل کی ہیں ان سے دواصول مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)اگردونوں حلال جانورہیں مگرجنس علیحدہ علیحدہ ہے جیسے بکری اورہرن تو ان کے آپس کے اختلاط (جفتی) سے پیدا شدہ بچہ ماں کے تابع ہوگا اور اس کا اثر قربانی پرمرتب ہوگا۔ماں پالتو جانور ہے جیسے گائے اوربکری تو قربانی جائز ہے، اور اگرماں وحشی جانور ہے جیسے نیل گائے اورہرن تو قربانی جائز نہیں؛ البتہ گوشت کے معاملہ میں دونوں صورتوں میں مادہ اور نر حلال ہی رہینگے۔

ولونزاظبی علی شاۃٍ قال عامۃ المشائخ یجوز (حاشیۃ الشامی علی ''تبیین الحقائق''، کتاب التضحیہ، ۶؍۴۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

اگرہرن نے بکری سے جفتی کرلی تو عام مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کی قربانی جائز ہے۔

والمتولد بین الأھلی والوحشی یتبع الأم (الدرالمختارکتاب الاضحیہ ۶؍۲۲۲، سعیدکمپنی کراچی، کذافی العالمگیریہ ۵؍۲۹۷، رشیدیہ دہلی)۔

گھریلو،پالتواوروحشی جنگلی جانورکے باہمی اختلاط میں پیدا شدہ بچہ ماں کے تابع ہوگا۔

حضرت علامہ کاسانی نے اس پراورتفصیلی روشنی ڈالی ہے:

فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی فالعبرۃ بالأم، فإن کانت أھلیۃ یجوز وإلّا۔لا، حتی ان البقرۃالأھلیۃ إذا نزل علیھا ثور وحشی فولدت ولداً فإنہ یجوز أن یضحی بہ، وإن کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أھلیاً لم یجز،لأن الأصل فی الولدالأم، لأنہ ینفصل عن الأم (بدائع الصنائع ۵؍۶۹)۔

وحشی اوراہلی سے پیداشدہ بچہ کے معاملے میں ماں کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح محلِ

پیدائش کے بارے میں ماں کا اعتبار ہوگا۔

اس عبارت سے معلوم ہوتاہے کہ مسئلہ قربانی کے علاوہ بھی غیرجنس جانورسے اختلاط میں بچہ کے حلال وحرام ہونے کا اعتبار ماں کے ذریعہ ہوگا۔ ماں حلال ہے توبچہ بھی حلال، اور ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام۔ خواہ بچہ کی جسمانی مشابہت نر(باپ) سے ہو یا مادہ (ماں) سے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکم منحصر ہے دونوں کے غیرجنس ہونے کے باوجود ماکول اللحم حلال جانور ہونے پر۔ دونوں میں سے کسی ایک کے غیر ماکول اللحم ہونے پریہ حکم نہیں ہوگا۔ جیساکہ ''فتاویٰ قاضی خاں ''میں نقل کردہ ایک جزئیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲)اگردونوں خلافِ جنس جانوروں میں سے ایک ماکول اللحم حلال جانوراور دوسرا غیر ماکول اللحم حرام جانور ہے تو یہاں آپس کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگاوہ ماں کے تابع نہیں ہوگا؛ بلکہ اس کی حلت اورحرمت کے سلسلہ میں بچہ کی جسمانی خصوصیات اوراس کی ساخت اورظاہری شکل و صورت میں ماں (مادہ) باپ(نر) دونوں سے مشابہت کااعتبار کیاجائیگا،اس کی مشابہت جس سے ہوگی بچہ اسی کے حکم میں ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک عجیب دلچسپ جزئیہ حضرت قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے:

والکلب إذا نزا علی شاۃ فولدت ولداً رأسہٗ رأس الکلاب وماسوی الرأس من الأعضاء یشبہ الشاۃ أو المعز، قالوا:یقدم علیہ العلف واللحم، فان تناول اللحم ولم یتناول العلف لایؤکل، لأنہ کلب،وإن تناول العلف ولم یتناول اللحم۔ یُرمٰی رأسہٗ ویؤکل ما سوی الرأس إذا ذبح، وإن تناولھما جمیعًا یضرب،إن نبح لایؤکل شئ منہ لأنہ کلب وإن ثغٰی یُرمٰی رأسہٗ ویؤکل ما سوی الرأس، فإن أتٰی بصورتین جمیعًا یذبح فإن خرج منہ الکرش یؤکل ما سوی الرأس، وإن خرج منہ الأمعاء لا یؤکل منہ شئ (فتاویٰ قاضی خاں ۳۳۶،۳، مطبوعہ مصطفائی کلکتہ)۔

اگرکُتّا کسی بکری سے جفتی کرلے اور اس سے ایسابچہ پیدا ہوجس کا سر کتے کے سر جیسا ہواور سرکے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء بکری اوربھیڑ کے مشابہ ہوتو فقہاء نے فرمایا کہ اس بچے کے سامنے چارہ اورگوشت دونوں کو پیش کیاجائے۔ اگروہ بچہ گوشت کھالے اورچارہ (گھاس) نہ کھائے تواس کو نہ کھایاجائے اس لیے کہ و ہ کتا ہے، اور اگرچارہ کھالے اور گوشت نہ کھائے تو ذبح کے بعد سر کو پھینک دیاجائے اورباقی حصے کو کھایا جاسکتاہے، اوراگر وہ بچہ چارہ اورگوشت دونوں کو کھائے تو اس کے بکری یاکتا ہونے کی پہچان کے لیے اس کو ماراجائے (پٹائی کی جائے) اگروہ کتے کی طرح بھونکے تواس کے کسی بھی حصۂ جسم کو نہ کھایا جائے، اس لیے کہ وہ کتا ہے(حرام ہے)، اوراگروہ بچہ بکری کی طرح ممیانے لگے تواس کا سر پھینک دیاجائے اور باقی حصے کو کھایا جاسکتا ہے، اور اگر وہ بچہ دونوں طرح آواز لگائے ،بکری کی

طرح ممیائے اور کتے کی طرح بھونکے تو پھر اس کو ذبح کرنے کے بعد دیکھاجائے، اگراس کے پیٹ سے بکری کی طرح کا پیٹا (کرش) نکلے تو سرکے علاوہ دوسرے حصۂ جسم کو کھایا جاسکتا ہے اوراگر اس کے اندر سے انتڑیاں (امعاء) نکلے تو اس کا کوئی بھی حصہ کھایانہیں جاسکتا (کیونکہ وہ کتاہونے کی وجہ سے حرام ہے) ۔

اس دلچسپ جزئیے سے واضح ہواکہ حلال وحرام جانورکے اختلاط میں معیارِ حلت و حرمت مشابہت ہے۔ وہ حلال جانور سے مشابہ ہو تو حلال ہے اورحرام جانور سے مشابہ ہو تو حرام۔ اوردونوں سے مشابہت کی صورت میں مشابہت کی آزمائش کو معیارِ حلت و حرمت قرار دیاجائے گا۔

اورجرسی گائے میں چونکہ جرسی گائے کی پوری مشابہت گائے سے ہے اس لئے اس کا دودھ بھی حلال ہے اوراس کا گوشت بھی حلال ہے۔

لیکن اسی طرح کی جفتی کرانے کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے اس لیے اس فعل کو حرام قرار دیاجائے گا۔ بالخصوص مسلمان کے حق میں اس فعل کے ارتکاب کی حرمت متعین ہے۔ اس کے جواز کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

البتہ گدھے کو گھوڑی چڑھانا مختلف فیہ ہے۔بعض حضرات علماء کے یہاں حرام بعض کے یہاں مکروہ اور بعض کے نزدیک جائزہے۔

وقال الطیبی لعل الإنزاء غیر جائز والرکوب والتزین بہ جائزان کالصورفان عملها حرام واستعمالها فی الفرش والبسط مباح (حاشیہ سنن ابودائود،ص۳۴۷، باب فی کراہۃ الحمرتنزی علی الخیل، اشرف بکڈپو دیوبند)۔

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ شاید گدھے کاگھوڑی سے اختلاط ناجائزہے، لیکن خچر پرسواری اورزینت حاصل کرنا دونوں جائز ہیں۔ جیسے تصویر کشی کافعل حرام ہے ،لیکن مصور کپڑے کا فرش اوربچھونے میناستعمال مباح ہے۔

اس تحریر سے جرسی گائے کا مسئلہ بھی صاف ہوجاتاہے۔

جواب ۴ :- گھرکی زینت اور تفریح طبع اور دل بہلانے کے لئے بعض پرندے طوطا، میناوغیرہ یاہرن جیسے جانورپنجروں میں رکھنا اور پالنا جائز ہے بشرطیکہ ان کے کھانے پینے کی ضرورتوں کا پورا خیال رکھاجائے۔ جامع ترمذی میں ہے:

عن أنسؓ بن مالک قال:کان النبی ﷺ لیخالطناحتی یقول لأخ لی صغیر: یا أباعمیر ما فعل النغیر؟

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ ہم لوگوں سے تفریح ومزاح کے طور پر گھل مل جاتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ میرے چھوٹے بھائی سے آپﷺ نے فرمایا کہ اے ابو عمیرتیری بلبل کو کیاہوا؟

امام ترمذی فرماتے ہیں:

قال أبوعیسٰی وفقہ ھذا الحدیث ان النبی ﷺ کان یمازح۔ وفیہ انہ کنّٰی غلامًا صغیرًا فقال لہٗ یا أباعمیر ۔ وفیہ أن لابأس أن یعطی الصبی الصغیر الطیر لیلعب بہ، وإنما قال لہ النبی ﷺ یاأباعمیر ما فعل النغیر لأنہ کان لہٗ نغیر فیلعب بہٖ فمات فحزن الغلام علیہ فمازح النبی ﷺ فقال:یاأباعمیرمافعل النغیر؟ (الشمائل للترمذی، ص۱۵، باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ، ط: اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی ﷺ مزاح ودل لگی فرمالیا کرتے تھے۔ اوریہ بھی ہے کہ بچوں کی کنیت رکھنا درست ہے (جیسے چھوٹے بچے کوبابو،یاچھوٹو کہنا) اوراس حدیث کی فقہ یہ بھی ہے کہ چھوٹے بچوں کو کھیلنے کے لیے کوئی پرندہ دیناجائز ہے۔ اوررسول اللہ ﷺ نے حضرت انس کے چھوٹے بھائی کو ''یااباعمیرمافعل النغیر '' اس لیے کہا کہ ان کے پاس ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن وہ مرگئی تو منہ لٹکائے ہوئے غمگین حاضر خدمت ہوئے تورسول اللہ ﷺ نے تفریح و مذاق کے طورپر یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اس حدیث سے گھر میں پرندہ کا پالنا اورا س سے کھیلنا جائزثابت ہوتاہے۔ جہاں تک چھوٹے بچے کے لئے پرندوں سے کھیلنے کا جواز اور بڑی عمر والوں کے لیے ممانعت کاسوال ہے جیساکہ اسی حدیث کے ''اخ لی صغیر'' والے جملہ کے پیشِ نظر بعض شارحین نے لکھا ہے تواس کی وجہ یہ ہے کہ پرندوں اورجانوروں سے کھیلنا بطورِ مشغلہ بچوں کے لیے تودرست ہے مگر بالغ لوگوں کے لیے بچوں کی طرح پرندوں اور جانوروں سے کھیلنے کامشغلہ اختیار کرنادرست نہیں ہے؛ کیونکہ ان کے دوسرے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں غفلت ہوسکتی ہے جن کے وہ شرعی طورپر مکلف ہیں۔ اوربچے مکلف نہیں؛ اس لیے ان کے لئے تو جواز ہے مگر بالغ مکلف شخص کے لئے جائزنہیں۔

البتہ وقتی طورپر بالغ لوگ بھی پرندوں اورجانوروں سے دل بہلاسکتے ہیں اوراس غرض سے انھیں گھرمیں پال بھی سکتے ہیں؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خوداپنی اس کنیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

کنت أرعٰی غنم أھلی وکانت لی ھریرۃ صغیرۃ أضعُھا باللیل فی شجرۃٍ فإذاکان النھار ذہبت بھا معی فلعبت بھا فکنونی أبا ھریرہ (جامع ترمذی۲،۲۲۳، باب مناقب ابی ھریرۃ، اشرفی بکڈپودیوبند)۔

میں اپنے گھروالوں کی بکریاں چرایاکرتاتھا، اورمیں نے ایک چھوٹی بلّی پال رکھی تھی جسے میں رات کو درخت کی ٹھنڈ میں رکھ دیتاتھا اوردن میں اسے اپنے ساتھ لے کر جاتاتھا اور اس سے کھیلتاتھا۔ اسی لیے لوگوں نے میرانام ''ابوہریرہ '' (بلی والا) رکھ دیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے ‘‘الاستیعاب’’ میں لکھا ہے کہ خودآنحضرت ﷺ نے یہ کنیت رکھی تھی۔ غالباًان کی قدیم کنیت کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔ اورحضرت ابوہریرہ ۷ہجری میں اسلام لائے تھے۔یہ زمانہ ان کی جوانی کا تھا۔ اورآپ ﷺ نے ابوہریرہ سے کھیلنے پر ممانعت ونکیرنہیں فرمائی اگرچہ بعدمیں اشتغال بالحدیث کی وجہ سے ان کا یہ شغل متروک ہوگیاہوگا۔ مگر عدم نکیر سے بلی پالنے اورکبھی کبھار دل بہلانے کاجواز توثابت ہوہی جاتا ہے۔

گھرمیں بطورزینت جانوروں کو پالنے کاجواز قرآن کی آیت: والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ (النحل : ۸) سے بھی ثابت ہے۔اورتھوڑا بہت ان سے تفریحِ طبع کرنا اوردل بہلانا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ سامانِ زینت کے ساتھ دلکشی اوردلجمعی اورتفریح طبع فطری چیزہے جوشریعت مینایک حدتک مباح ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ:روّحوا القلوب ساعۃً فساعۃً (الجامع الصغیرمع فیض القدیر ۳۴۱۵،۷، رقم الحدیث: ۴۴۸۴، مکتبہ مصطفی البازریاض)

کبھی کبھی تھوڑا بہت اپنے دلوں کو راحت دیاکرو۔

علامہ مناویؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای أریحوھا بعض الأوقات من مکابدۃ العبادات بمباح لاعقاب فیہ ولاثواب قال أبوالدرداءؓ:لأجمّ فؤادی ببعض الباطل ای اللھو الجائز لأنشط للحق (حوالۂ بالا)۔

اپنے بدن کو بعض اوقات عبادات کی تھکاوٹ سے ایسی مباح چیز کے ذریعہ دلوں کو راحت پہنچالیا کرو جس پرنہ عذاب ہونہ ثواب۔حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ میں جائز کھیل کے ذریعہ اپنے دل کو راحت دیاکرتاہوں؛ تاکہ حق کے لئے چستی اورسرگرمی حاصل کرسکوں۔

حضرت علامہ شبیراحمدعثمانیؒتحریرفرماتے ہیں:

وحاصل الکلام ترویح القلب وتفریحہٗ وکذا تمرین البدن من الارتفاقات المباحۃ والمصالح البشریہ التی لاتمنعھاالشریعۃ السمحۃ برأسھا۔ نعم تمنع الغلو والانھماک فیھا بحیث یضر بالمعاش والمعاد (تکملۃ فتح الملہم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنرد شیر،حکم الالعاب فی الشریعۃ۴،۴۳۴، دارالعلوم کراچی)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دل کو راحت اورفرحت پہنچانا، اسی طرح بدن کی ورزش نفع بخش مباح طریقے سے اور ان انسانی مصلحتوں سے جن کو سہل وآسان شریعت بالکلیہ منع نہیں کرتی، درست ہے؛ البتہ ایسے ذرائع تفریح کو شریعت منع کرتی ہے جس میں غلو اورحد درجہ انہماک اور مصروفیت سے ضروریات دنیوی اورامورآخرت میں نقصان پہنچتا ہو۔

جواب ۵ :- اسلام میں خونخوار موذی جانوروں کوقتل کرنے کاحکم ہے؛یہاں تک

کہ حدودِ حرم اور حالت احرام مینبھی پانچ جانوروں کے قتل پرکوئی سزا مقررنہیں جبکہ دوسرے کسی جاندار کو ما رنے پربطور سزا مخصوص جزا (قتل کابدلہ) مقرر ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہاقال رسول اللہ ﷺ:خمس من الدّواب کلہن فاسق (وفی روایۃ ابن عمرعن حفصۃ رضی اللہ عنہا مرفوعًا لاحرج علی من قتلھن)یقتلن فی الحرام:الغراب، والحداۃ، والعقرب، والفارۃ والکلب العقور (صحیح بخاری ۱،۲۴۶، باب مایقتل المحرم من الدواب ، نعیمیہ دیوبند،صحیح مسلم۱،۳۸۱، باب مایحرم للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم)۔

عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور ہیں جو بدکار یعنی موذی ہیں (اوربروایت ابن عمرؓحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حرم میں بھی ان کے قتل کردینے پر کوئی گناہ نہیں)ان کو حرم میں بھی قتل کیا جائے گا: کوّا، چیل، بچھو، چوہا، اور کاٹ کھانے والاکتا۔

آنحضرت ﷺ نے گرگٹ کو بھی فاسق اورموذی قرار دیااور مارڈالنے کاحکم دیا ۔

عن سعد بن أبی وقاص أن رسول اللہ ﷺ أمربقتل الوزغ وسماۂ فویسقًا (صحیح مسلم۲،۲۳۶، باب استحباب قتل الوزغ، اشرفی بکڈپودیوبند)۔

سعدبن ابی وقاصؓکی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کو مار ڈالنے کاحکم دیا اوراس کو چھوٹافاسق (یعنی خونخوار جانوروں سے کم درجہ کاموذی) قرار دیا ۔

اورحضرت جریرؓ کی حدیث میں ہے کہ:

إن رسول اللہ ﷺ قال من قتل وزغًافی أول ضربۃٍ کتبت لہ مأۃ حسنۃٍ و فی الثانیۃ دون ذلک، وفی الثالثۃ دون ذلک (صحیح مسلم۲، ۲۳۶، اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے گرگٹ کو ایک ہی وار میں مار ڈالا اس کے لئے ایک سو نیکیاں لکھی جائینگی، اور دوسرے وارمیں اس سے کچھ کم اور تیسرے وار میں اس سے بھی کم ،اسی حکم میں سانپ بھی شامل ہے۔ امام طبرانیؒ نے بروایت ابن عباسؓ مرفوعاً نقل کیا ہے :

اقتلوا الحیۃ والعقرب وإن کنتم فی الصلٰوۃ (مظاہرحق جدید۵،۵۲، ادارہ اسلامیات دیوبند)۔

سانپ اوربچھو کوقتل کردو اگرچہ تم نماز میں ہو۔

آپ ﷺ نے ان کے قتل کی مزید تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ‘‘ابودائود ’’ اور ‘‘نسائی’’ نے حضرت ابن مسعودؓ سے اور ‘‘طبرانی ’’ نے حضرت جریرؓ سے اور انھوں نے حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے :

اقتلوالحیات کلہن فمن خاف ثارھن فلیس منی (مظاہرحق جدید شرح مشکوٰۃ، حوالۂ بالا)۔

ہرقسم کے سانپوں کومارڈالو،جوشخص ان سانپوں کے انتقام لینے سے ڈرا ،اورانھیں نہیں مارا وہ مجھ سے (یعنی میرے طریق اسلام سے)نہیں ہے۔

ان سب احادیث سے واضح ہوتاہے کہ محض شوق پورا کرنے کے لئے موذی جانوروں کو پنجرے میں پالنا جائز نہیں ہے۔ پھرمذکورہ موذی جانوروں کایہ حکم ہے تو اس سے خود بخود یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ شیر، چیتا، بھیڑیاتواوربھی زیادہ خونخوار جانور ہیں ان کو شوقیہ پالنا اور بھی شدید درجہ میں ناجائز ہے؛ البتہ جان،مال ،مویشی اورچوروں سے حفاظت یاشکار کرنے کے مقصد سے پالنا اس حکم سے مستثنیٰ اورجائز ہے جیساکہ حدیث ہی سے ثابت ہوتاہے کہ :

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنہ یقول:سمعت النبی ﷺ یقول:من اقتنٰی کلبًا إلا کلباضاریًا لصید أوکلب ماشیۃ، فإنہ ینقص من أجرہٖ کل یوم قیراطین (صحیح بخاری۲،۱۲۷۲، حدیث: ۶۸۵۲،المجمع الخیری ،ممبئی)۔

جوشخص کتے کوپالے جبکہ وہ شکار کرنے والا (تربیت یافتہ) یامال مویشی کی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو ہر دن اس کے عمل کاثواب دوقیراط گھٹتا رہے گا۔

اس حدیث سے جہاں بلامقصد محض شوق پوراکرنے کے ارادے سے کتے کو پالنے کا گناہ معلوم ہواکہ روزانہ اس کے عمل کاثواب دوقیراط (درہم کے چھٹے حصہ کاآدھا) گھٹ جائے گا وہیں یہ بھی ظاہرہوا کہ شکار اورحفاظت کے مقصد سے پالنے کی اجازت ہے۔یہی حکم شیر،چیتا، بھیڑیا جیسے خونخوار جانور کا بھی ہے۔

وفی''الاجناس''لا ینبغی أن یتخذ کلبًا إلّا أن یخاف من اللصوص أوغیرھم وکذا الأسد، والفہد والضبع وجمیع السباع، وھذاقیاس قول أبی یوسفؒ ،کذافی الخلاصہ۔

ویجب أن یعلم بأن اقتناء الکلب لأجل الحرس جائز شرعًا وکذلک اقتناءہٗ لاصطیاد مباح، وکذلک اقتناء ہٗ لحفظ الزرع والماشیۃ جائزۃ، کذافی الذخیرۃ (فتاویٰ عالمگیری المعروف بہ الفتاویٰ الھندیہ ۵،۳۶۱زکریا بکڈپودیوبند)۔

اور ''اجناس '' میں ہے کہ کتے کو پالنا مناسب (جائز) نہیں ہے لیکن چوروں اور ان کے علاوہ (دشمنوں کا) خوف ہوتو جائز ہے ۔اسی طرح شیر،چیتا، بجّو اورتمام خونخوار جانور وں کا بحالت خوف پالنا جائزہے۔ یہی حضرت امام ابویوسفؒ کے قول سے قیاس کہا جاتا ہے۔''خلاصہ ''میں یہی لکھا ہے۔

اوریہ بھی جاننا‌واجب ہے کہ کتے کو پالنا،چوکیداری اورنگرانی کے واسطے شرعًاجائزہے۔ اسی طرح اس کو شکار کے لیے پالنا مباح ہے۔ اسی طرح اس کو کھیتی اور مال مویشی کی حفاظت کے مقصد سے پالنا جائزہے۔ ''ذخیر ہ '' میں ایساہی ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

ولا ینبغی لرجل أن یتخذ فی دارہٖ کلھا إلا کلباً یحرس مالہٗ أو یصید بہ فإن أمسکہ فی

داره بغیرحاجۃ لم یکن للجیران حق المنع، وإن أرسلہٗ فی السکۃ کان لہم حق المنع، فإن امتنع عن ذلک فیھا وإلا رفعوا الأمر إلی القاضی (فتاویٰ قاضی خاں ۳۷۰؍۳، کتاب الخطر، مطبع مصطفائی کانپور)۔

کسی شخص کے لئے مناسب (جائز) نہیں کہ اپنے گھر میں کتا پالے،الّایہ کہ وہ اس کے مال کی حفاظت کرے،یااس سے شکار کرے توپال سکتا ہے (جائزہے) اوراگر وہ اپنے گھر میں بلاضرورت پالتا ہے تومحلہ والوں کو منع کرنے کاحق نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ کتے کو محلے میں چھوڑدیتا ہے تومحلہ والوں کو روکنے کاحق ہوگا۔ اگروہ شخص کھلاچھوڑنے سے بازنہ آئے تواس معاملہ کو محلے والے قاضی کے سامنے پیش کریں، یعنی عدالت میں یاسرکاری افسران کے سامنے یہ کیس (مقدمہ) دائر کریں، جو پالنے والے کو گھر سے باہر کتے کو کھلا نہ چھوڑ نے کا پابند کریں۔

لیکن اگرکتازہریلا اورکاٹ کھانے والا ہوتومحلے والوں یاان میں سے کسی بھی شخص کو اس کتے کو مارڈالنے کااختیار ہے۔

ولوکان لرجل کلب عقور یعض کل من یمرعلیہ فلأھل القریۃ أن تقتلوہ فإن تقدم أھل القریۃ إلی صاحب الکلب ولم یقتلہٗ ثم عض إنسانًا فھو ضامن وإن عضہٗ قبل التقدم إلیہ لم یضمن کذا فی الینابیع وھکذا فی الخلاصۃ (فتاویٰ عالمگیری المعروف بالفتاویٰ الھندیہ۲۶۰؍۵، زکریا بکڈپودیوبند)۔

اگرکسی شخص کا کٹکھنہ (زہریلا کاٹ کھانے والا) کتاہوجووہاں سے ہرگز ر نے والے کو کاٹ لیتا ہو تو گائوں والوں کو اختیار ہے کہ اسے قتل کردیں۔اوراگرگائوں والے کتے کے مالک سے جاکر اس کو قتل کرنے کے لئے کہیں لیکن وہ قتل نہ کرے پھروہ کتاکسی انسان کو کاٹ کھائے تو کتے کے مالک کواس کا جرمانہ اداکرنا پڑے گا۔ اوراگر کتے کے مالک سے ملنے سے پہلے وہ کسی کو کاٹ لے تو مالک جرمانہ کاذمہ دار نہیں ہوگا (کیونکہ گائوں والوں نے نہ تو خود کتے کوقتل کیاجس کاانھیں اختیار تھا،نہ ہی کتے کے مالک کے ذریعہ قتل کی کوشش کی ،تواس میں کمی خود گائوں والونکی ہے ،اس لیے کتے کامالک کاٹ لینے پر تاوان (جرمانہ) کی ادائیگی کاذمہ دارنہینہوگا)۔

اس سار ی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل فیشن کے طورپر ‘‘فارم ہائوس’’ کے اندر محض شوق پورا کرنے کے لئے موذی اور خونخوار جانوروں کو پنجرے میں پالنے کا جورواج ہے وہ شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر مذکورۂ بالا مقاصد کے تحت ان کو پالاجائے تواس کے جواز کی شریعت اسلامیہ میں گنجائش ہے۔

اوراگر کوئی شخص ‘‘فارم ہائوس ’’ میں محض اپنی شان اور ٹھاٹھ بگھارنے کے لئے غیر موذی جانور مثلاً ہرن، گھوڑا وغیرہ کو پالتا ہے تو یہ نہ صرف ناجائز ہے بلکہ سخت گناہ اورعذاب جہنم کا سبب ہے۔

حدیث صحیح میں ہے:

عن أبی ھریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:الخیل لثلٰثۃٍ:لرجل أجر و لرجل ستر،وعلی رجل وزرٌ۔

گھوڑا تین مقاصد سے پالاجاتاہے: ایک شخص کے لئے وہ اجر وثواب ہے۔ دوسرے شخص کے لئے جہنم سے پردہ ہے۔ اورتیسرے شخص کے لئے وبال اور گناہ کابوجھ ہے۔ پھر تیسرے کی تفصیل مینارشاد فرمایا:

ورجل ربطھافخرًاورياءً ونواءً لأھل الإسلام، فھی وزرٌعلٰی ذلک (صحیح بخاری ۱،۴۰۰، نعیمیہ دیوبند)۔

اورجس نے گھوڑا فخراور اپنی شان کی نمائش اور اہل اسلام کی دشمنی میں پالا تو یہ اس کے لئے گناہ کا بوجھ ہے۔

جواب ۶ :- اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشادفرمایا:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَالَكُمْ فِيْهَادِفْئٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَاتَاْكُلُوْنَ (النحل، آیت: ۵)۔

اورجانوروں کو پیداکیا۔ اوراس میں تمہارے لئے (اس کے بال،اون اورچمڑے کی پوستین کے ذریعہ) سردی اور گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے منافع وفوائد ہیں۔ اور تم انھیں کے (حلال جانورکا) گوشت کھاتے ہو۔

''منافع ''کی تفسیر میں حضرت مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس ابہام واجمال میں ان سب نئی سے نئی ایجادات کی طرف بھی اشارہ ہے جو حیوانی اجزاء سے انسان کی غذا، لباس،دوا، استعمالی اشیاء کے لئے اب تک ایجاد ہوچکی ہیں یاآئندہ قیامت تک ہوگی (معارف القرآن۵،۴۳، اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

اس آیتِ قرآنی کی روشنی میں سمجھاجاسکتا ہے کہ انسان کے نفع کی خاطر جانوروں پر طبی تجربات اورمیڈیکل ریسرچ جائز ہے۔

پیچھے ''فتاویٰ قاضی خاں '' (۳۳۶،۳) کے حوالے سے یہ گزرچکا ہے کہ کسی کتے نے بکری سے اختلاط کرلیا اور اس سے ایسا بچہ ہوا جس کا سرکتے جیسااور باقی جسم بکری جیساہوتو اس کی حلت و حرمت کی پہچان کے لئے کئی طرح کے تجربوں سے گزرنے کے بعد بھی پتہ نہ چل سکے وہ کتے کے حکم میں رکھاجائے یابکری کے ؟تو ایک تجربہ یہ کیاجائے کہ اسے مارا جائے اگرکتے کی طرح بھونکے تو کتا ہے اوربکری کی طرح ممیائے تو بکری ہے، لیکن اگروہ دونوں طرح کی آواز نکالے تو پھر کیا کیاجائے؟ اس کا حل یہ ہے کہ اس کا پیٹ چیرکر تجربہ کیا جائے اگراندر سے کرش(پیٹا) نکلے تو بکری قرار دی جائے اوراگر انتڑیاں (امعاء) نکلے تو کتا مانا جائے۔

جب ایک حیوانی مولود پر پیٹ چیرکر اس کاحکم دریافت کرنے کا یہ تجربہ درست ہے تو اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کی نفع رسانی کے لئے جانوروں پرطبی تجربہ اور میڈیکل ریسرچ بھی جائز ہے ،اگرچہ اس میں حیوان کے ساتھ اذیت کا معاملہ ہے مگر

نفعِ انسانی کے حصول کی خاطر اس کو گوارا کیاجائے گا۔

جواب ۷ :- انسان کے حفظان صحت کے لئے دواسازی کا یہ عمل جائزہے، جب کہ خود کسی انسان کی زندگی کی بقا اور تحفظِ حیات کے لئے علماء نے انسان مینیہ عمل جائزقرار دیا ہے توحیوان میں بدرجہ اولیٰ جائزہوگا۔ فقہی سمینار منعقدہ ۱،۲،۳، اپریل ۱۹۸۹ء دہلی کی ایک تجویز میں ہے:

''اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پرپہنچتا ہے کہ اگراس کے دوگردوں میں سے ایک گردہ نکال لیاجائے توبظاہر اس کی صحت پر کوئی اثرنہیں پڑے گا اوروہ اپنے رشتہ دار مریض کواس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کاخراب گردہ اگر بدلا نہیں گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اوراس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے توایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلاقیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچا لے۔''(مولاناخالدسیف اللہ رحمانی: جدیدفقہی مسائل ۵،۹۰، نعیمیہ دیوبند)۔

انسان کے دل کے خرا ب والوبدل کر اس کی جگہ مصنوعی والو یانسوں کی بلوکِنگ میں بلڈ سرکولیشن جاری کرنے کے لئے اسٹینٹ لگادینا، ایک عام طریقۂ علا ج ہے توحیوان کے جسم میں کوئی آلہ فٹ کردینا تاکہ اس کے ذریعہ دوا اورانسانی منفعت کاحصول ممکن ہو تو یہ کیوں جائزنہیں ہوگا؟

اس کی ایک نظیر امام ابویوسفؒکے قول سے بھی ملتی ہے۔انھوں نے ازراہ علاج اس عمل کو جائزرکھا ہے اوراسی پر فتویٰ ہے۔

وإدخال المرارة فی الإصبع للتداوی۔جوزہٗ الثانی وعلیہ الفتویٰ ومنعہٗ الامام (الفتاویٰ البزاریہ علی ھامش الفتاویٰ الھندیہ ۶،۷۶۷، نوع فی التداوی، زکریا، دیوبند)۔

اوردوا، علاج کے طورپر پتّے کوانگلی میں داخل کردینے کوامام ابویوسفؒنے جائز رکھا ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ نے منع کیا ہے۔

حیوانی جسم میں اس طرح کے عمل جرّاحی کے جوازکی دلیل درجِ ذیل فقہی جزئیہ سے ہوتی ہے:

ولابأس بقطع إلیۃ الشاۃ إذا انفلتت ویمنعھامن اللحوق بالقطیع ویخاف علیھا الذئب (الفتاویٰ العالمگیری المعروف بالفتاویٰ الھندیہ ۵،۳۶۱، زکریادیوبند)۔

اور بکری کے کمرکے اوپرگوشت کی چکری کوکاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں جب وہ اپنے گلّے سے الگ ہو جائے اورگلے میں شامل ہونے میں رکاوٹ بنے اور بھیڑیے کے اُچک لینے کاخوف پیدا ہو جا ئے۔

ظاہر ہے کہ بکری کی جان بچانے کے لئے زندہ جسم سے گوشت کاٹ کر ہٹادینا؛ تاکہ وہ چکری والے گوشت کے بوجھ سے ہلکی ہوجائے اور گلّے میں شامل ہوکر بھیڑیئے

کے حملے سے بچ جائے، ایک مناسب عمل ہے اوراس کی بقاء حیات کاذریعہ ہے۔ اگرچہ اس میناس کی تکلیف واذیت بھی یقینی ہے، مگربقاء حیات کے لئے اس کوگوارا کیاجائے گا۔ اسی طرح انسانی بقاء حیات اور دوا وعلاج کے لئے جانور کے زندہ جسم سے فائدہ اٹھانابھی جائز ہے۔خواہ اس میں اذیت وتکلیف ہی کیوں نہ ہو؛ اس لئے کہ جانوروں کامقصدِ تخلیق انسانیت کی نفع رسانی ہے۔

اسی واسطے زندہ حیوان کونفعِ انسان کے لئے ماردینے مینبھی شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں اس کی مثال موجود ہے:

الفیلق الذی یقال لہٗ بالفارسیۃ(بیلہ)یلقی فی الشمس لیموت الدیدان ولایکون بہ بأسا لأن فی ذلک منفعۃ الناس ألا یری أن السمکۃ یُلقی فی الشمس فتموت ولایکرہ کذا فی خزانۃ المفتیین (الفتاویٰ الھندیہ ۳۶۱،۵، زکریادیوبند)۔

فیلق کوجسے فارسی میں بیلہ کہتے ہیں، دھوپ میں ڈال دیاجائے تاکہ کیڑے مرجائیں تواس میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس میں انسان کانفع ہے، کیایہ قابل لحاظ نہینکہ مچھلی کودھوپ میں ڈال دیاجاتاہے وہ مرجاتی ہے (پھرآدمی کھاتاہے) تواس میں کوئی کراہت نہیں ۔خزانۃ المفتیین میں ایساہی لکھا ہے ۔

جواب ۸ :- اگرمسئلہ جانوروں کی نسل کی بقا اور ماحولیات کے تحفظ کا ہے، یاکسی جانورکو حکومت اور ریاست کی طرف سے قومی جانور قرار دیے جانے کامعاملہ ہے تو ان سب صورتوں میں جانور کے شکار اور ذبیحہ کی ممانعت بجا ہے اورحکومت کا قانون واجب التعمیل ہے۔اس کی دو نظیریں حدیث میں ملتی ہیں:

(۱)مدینہ کی ویرانی کومکروہ وناپسند قراردینے کے پیش نظر جناب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے پاس صحابہ کے آباد ہونے کو منع فرمادیا، امام بخاریؒ نے ''باب کراہۃ النبی ﷺ أن تعری المدینہ '' کے تحت حدیث نقل فرمائی ہے:

عن أنسؓ قال أراد بنوسلمۃ أن یتحولوا إلی قرب المسجد فکرہ رسول اللہ ﷺ أن تعری المدینۃ وقال یابنی سلمۃ ألاتحتسبون آثارکم فأقاموا (صحیح بخاری ۲۵۳،۱، نعیمیہ دیوبند)۔

انسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنوسلمہ والوں نے مسجدنبوی کے قریب (اپنامحلہ چھوڑکر) آبسنے کا ارادہ کیاتورسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ویرانی کوناپسند کیااوران سے فرمایا: اے بنوسلمہ! کیا دورسے چل کر مسجد تک آنے میں زیادہ قدم اٹھانے کے ثواب کو تم شمار نہیں کرتے، حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بعدوہ اپنی جگہ اقامت پذیر رہے۔

امام بخاریؒ نے ''باب من ترک الاختیارمخافۃ أن یقصرفہم بعض الناس فیقعوا فی أشدّ منہ''(اس بات کا بیان کہ کوئی شخص اپنے پسندیدہ اورجائز فعل کو اس خوف کے پیش نظر ترک کردے کہ بعض لوگوں کے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہو اوروہ اس سے زیادہ شدید

نقصان میں مبتلا ہو جائے) کے ذیل میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

عن أبی إسحاق عن الأسود قال:قال لی ابن الزبیر:کانت عائشۃ رضی اللہ عنہا تسرّ إلیک کثیرًا فماحدثتک فی کعبۃ، قلت:قالت لی:قال النبی ﷺ:یا عائشۃ لولا أن قومک حدیث عہدہم قال ابن الزبیر: بکفر، لنقضت الکعبۃ فجعلت لہاباببن:بابًا یدخل الناس منہ وبابا یخرجون منہ، ففعلہٗ ابن الزبیر (صحیح بخاری ۲۴،۱، نعیمیہ دیوبند)۔

اسودؒ (بن یزید) نے فرمایا کہ مجھ سے عبداللہ بن زبیر نے پوچھاکہ حضرت عائشہؓ تم سے بہت مرتبہ چپکے چپکے کچھ باتیں کیاکرتی تھیں، توکیا انھوں نے کبھی کعبہ کے بارے میں کوئی حدیث بیان کی ؟ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضرت عائشہ ؓنے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اگرتیری قوم کاکفر سے نکلنے کا زمانہ قریب کانہ ہوتا (یعنی نومسلم نہ ہوتے) تومیں کعبہ کو توڑدیتا (ڈھادیتا) اوراس کی نئی تعمیر میں اس کے دودروازے بناتا ایک د روازہ جس سے لوگ اندر داخل ہوتے اور دوسرا دروازہ جس سے باہر نکلتے (مگر لوگونکے اسلام سے قریب العہد ہونے کی وجہ سے کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ میں نے کعبہ ڈھانے کا کام کیا ۔آپ ﷺ اپنی تمنا پوری نہ کرسکے) بعد کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن الزبیر ؓنے آپ ﷺ کے حسب منشا کعبہ کی تعمیر کردی (مگرحجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ کو شہید کیا اور ان کے تعمیرکردہ کعبے کو توڑ کر پھرعہدِ جاہلیت کے نقشہ پربنوادیا جوآج تک قائم ہے)۔

ان دونوں احادیث سے استنباط کیاجاسکتا ہے کہ شکارسے خوراک اور بیع و تجارت وغیرہ فوائد کو قربان کرکے سربراہ مملکت کی پابندی عائدکرنے کو قبول کرنا چاہئے جیساکہ بنوسلمہ والوں نے کیا۔اسی طرح بعض بہتر عمل کو دیگرمصالح کے بالمقابل ترک کیاجاسکتا ہے۔ جیسے تعمیرکعبہ جیسابہتر عمل نومسلم تصورات کے سامنے ترک کردیاگیا۔ اس سے معلوم ہواکہ شکار کے جواز کے باوجود بقاء نسل اورتحفظ ماحولیات کی مصالح کو دیکھتے ہوئے شکارکی پابندی واجب التعمیل ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ جانور کے ذبیحہ یا شکار سے جتنے منافع وابستہ ہیں وہ بہت معمولی ہیں بہ نسبت ان منافع کے جو بقاء نسل اورتحفظ ماحولیات سے متعلق ہیں ،یہ منافع اتنے غیرمعمولی اورزیادہ نفع بخش ہیں کہ ان میں خود بقائِ نسلِ انسانی اورا س کے تحفظِ صحت وحیات کاراز پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگراللہ لوگوں کے ظلم پر ان کی پکڑ فرمالیتا تو زمین پر چلنے پھرنے والاکوئی جاندار باقی نہ چھوڑتا (سورۃ النحل، آیت: ۶۱، سورۂ فاطر، آیت: ۴۵)۔

مطلب یہ ہے کہ سارے انسان اس وقت تک ہی زمین پر آباد رہیں گے جب تک خدا جانوروں کوزندہ رکھے گا۔ پتہ چلا کہ بقاء نسل حیوانی ،بقاء نسل انسانی اوراس کے تحفظ

حیات کے لئے زیادہ ضروری ہے لہٰذا جانوروں کی نسل کے معدوم ہوجانے کے خطرے کے تحت شکارپر پابندی لگادی جائے تویہ حکم واجب التعمیل ہے الایہ کہ اگرکوئی جانور شعائراسلام مینسے ہوتو اس کا یہ حکم نہیں ہوگا۔

جواب ۹ :- جہانتک ہندوؤں کی دل آزاری سے پرہیز اوران کے جذبات کے احترام و رعایت میں یا قانونی پابندی کے پیش نظر مسلمانوں کے رویہ کاسوال ہے تو اس کاواضح جواب اکابر کی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً :

(۱) حضرت شیخ احمدفاروقیؒ کے مکتوبات اما م ربانی مجددالف ثانی مکتوب ہشتاد و یکم بعنوان ذبح بقرہ درہندوستان ازاعظم شعائر اسلام است حصہ دوم دفتراول۔ ۱۰، ص۷۵،۷۶،مطبوعہ گارڈن ویسٹ کراچی۔

(۲) حضرت مفتی کفایت اللہؒ مفتی اعظم ہندکی ''کفایت المفتی '' کتاب الاضحیہ والذبیحہ۸؍۱۸۸،مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔

(۳) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی امدادالاحکام ۴؍۱۹۱، کتاب الصید والذبائح والاضحیہ، عنوان ''گائے کا ذبیحہ ہندوستان میں اسلامی شعارہے '' ۴؍۱۹۳،۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

(۴) حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ کی ''قاموس الفقہ ''۲؍۳۲۳، ۳۲۵، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند۔ بعنوان ''ہندوستان میں ذبح گائوکی ممانعت ''۔

یہاں انھیں سب کتابوں کی تلخیص کے طورپر حضرت مفتی محمود حسنؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے ''فتاویٰ محمودیہ '' کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

(۱) لیکن ہندوستان مینذبح بقر کو عموماً اورقربانیِ بقر کو خصوصاً شعاراسلام کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے جیساکہ حضرت مجددالف ثانی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔اورحضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ''فتاویٰ ''سے بھی مستفاد ہوتا ہے، اس لئے دوسرے جانوروں کادرجہ اس خصوصیت میں گائے سے کم ہے۔

(۲) کسی کی دلجوئی کی خاطر شعائراسلام کوترک کرناہرگز جائزنہیں، لہٰذا جب تک قدرت ہو ترک کرنا ممنوع ہوگا۔

دنیوی امورمیں دلجوئی کی جاسکتی ہے، دینی امورمیں اس کی گنجائش نہیں، خاص کر جبکہ آئندہ کو بالکل بند ہونے کا قوی خطرہ ہو، اب اگریہ دلجوئی کی گئی توآئندہ اذان، جمعہ،عیدین وغیرہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا (فتاویٰ محمودیہ ۱۷؍۳۳۶،۳۳۵، مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند)۔

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کی امدادالاحکام کی یہ عبارت بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

ہندوستان میں گائے کی قربانی اسلامی شعار ہے، اگرجان، مال اور عزت کو خطرہ

نہ ہو تو کسی ہندو کی دلجوئی کے لئے قربانی نہ کرنا اور اس کو واپس کرنا ناجائز ہے (امدادالاحکام ۴،۱۹۱، مطبوعہ کراچی)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ کے فتویٰ کی یہ عبارت بھی بہت اہم اور توجہ طلب ہے:

اس میں شک نہیں کہ بالخصوص گائے کی قربانی کرناکوئی فرض واجب نہیں ہے لیکن اس موقعے پر جبکہ ہندوتعصباً گائے کی قربانی سے مانع ہوں، ان کے اس کہنے کو نہ ماننا اور گائے کی قربانی کرتے رہنا واجب ہے، نہ اس وجہ سے کہ گائے کی قربانی واجب ہے؛ بلکہ اس وجہ سے کہ ہندئووں کے کہنے سے کسی مباح شرعی کو چھوڑدینا ناجائز ہے؛ جب کہ اس کے ترک میں ہتک اسلام بھی ہوتی ہو۔ جولوگ ہندوئوں کے ساتھ اس مشورہ میں شریک ہوں وہ گنہگار ہوں گے ،ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنے خیال سے بازآنا چاہئے۔ ان لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔(کفایت المفتی ۸،۱۸۸، دارالاشاعت کراچی)۔

انتہائی قابلِ غوربات یہ ہے کہ جس دورمیں ان اصحاب عزیمت علماء اور مفتیان کرام نے یہ فتاویٰ صادرفرمائے ہینوہ آج کے حالات سے بالکل مختلف دورتھا۔ آج حالت یہ ہے کہ شدت پسند ہندوئوں کی دست درازیاں مسلمانوں کے گھروں کے اندر اوران کی جان ،مال کے اتلاف اورہتک ِعزت وآبرو تک پہنچ چکی ہیں ،اوریہ باتیں صرف خطرہ اوراندیشہ کی حد تک نہیں ہیں بلکہ واقعہ بن چکی ہیں ،توسوال یہ ہے کہ کیاان حالات میں بھی مسلمانوں کے لئے اپنی جان، مال اورعزت وآبرو کو دائو پر لگاکر پچھلے فتاویٰ پرہی عمل واجب ہوگا یا موجودہ سنگین حالات کی رعایت سے کچھ گنجائش نکل سکے گی؟

جواب یہ ہے کہ نکل سکے گی، اورخود اکابرعلماء اوراہل فتوی کی تحریروں سے نکل سکے گی۔دیکھئے:

(۱) حضرت تھانوی ؒکی ''امدادالاحکام ''میں ہے:

''اگرجان ،مال ،عزت کو خطرہ نہ ہوتو کسی ہندوکی دلجوئی کے لئے گائے کی قربانی نہ کرنا ناجائز ہے۔''

اس سے واضح ہوتاہے کہ مذکورہ خطرات کی صورت میں گائے کی قربانی نہ کرنے کی گنجائش ہے ۔

(۲) حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ''فتاویٰ محمودیہ ''میں ہے:

کسی کی دلجوئی کی خاطر شعائر اسلام کوترک کرناہرگز جائزنہیں لہٰذا جب تک قدرت ہو ترک کرنا ممنوع ہوگا۔

اس فتوی سے بھی ظاہر ہوتاہے کہ اگرنامساعد حالات میں گائے کی قربانی پرقدرت نہ ہوتو اس کو موقوف بھی کیا جاسکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ترک ِ ذبیحہ گائو کایہ حکم صرف عارضی طورپرجائز قرار

دیاجاسکتا ہے نہ کہ مستقل طورپر؛ چنانچہ حدیث وفقہ کی دونظیروں سے اس مسئلہ پرروشنی پڑتی ہے:

(۱) احصارعن الحج والعمرہ۔ جناب رسول اللہ ﷺ اورچودہ سوصحابۂ کرامؓ کو ۶ھ میں عمرہ سے روک دیا گیا تو آپؐ نے عارضی طورپر اس سال عمرہ کوترک فرمادیا اوراگلے سال اس کی قضا فرمائی۔

حضرت ابن عمررضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف کے دورفتنہ مینحج کا ارادہ کیاتو آپؓ کے دونوں بیٹوں عبیداللہ اور سالم نے آپ کو نامساعد حالات میں ارادۂ حج کوترک کرنے کامشورہ دیا۔ حضرت ابن عمررضی اللہ نے فرمایا: اگر مجھے روک دیا گیا تومیں رُک جائوں گا ۔ اوروہی کروں گا جوحالتِ احصار میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کیاتھا۔

عن نافع عن عبیداللہ بن عبداللہ وسالم بن عبداللہ أخبراہ أنھما کلما عبداللہ بن عمرؓ لیالی نزل الجیش بابن الزبیرفقالا: لایضرک أن لاتحج العام وإنا نخاف أن یحال بینک وبین البیت فقال:خرجنامع رسول اللہ ﷺ فحال کفارقریش دون البیت، فنحرالنبی ﷺ ہدیہ وحلق رأسہٗ۔ وأشھدکم أنی قد أوجبتُ عمرۃ إن شاء اللہ انطلق فإن خلّی بینی وبین البیت طفت، وإن حیل بینی وبینہٗ فعلت کما فعل النبی ﷺ وأنا معہٗ (صحیح بخاری ۱،۲۴۳، نعیمیہ دیوبند)۔

حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے دوصاحبزادے عبیداللہ بن عبداللہ وسالم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے دونوں صاحبزادگان نے ان کو (نافع کو) بتایا کہ ہم دونوں بھائیوں نے عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ سے ان راتوں میں جن میں ابن الزبیر پر (حجاج بن یوسف نے) لشکرکشی کی، گفتگو کی اورہم دونوں نے ان سے کہاکہ اگر اس سال آپ حج ترک کردیں تو اس میں آپ کا کچھ نقصان نہیں۔ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کے اور بیت اللہ (کعبہ) کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کردی جائے (اور آپ حج نہ کرسکیں)۔ حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (عمرہ کے لئے) نکلے تھے توکفارِ قریش ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے (اورہمیں روک دیا گیا) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو (مکہ سے دس میل پہلے ہی حدیبیہ میں) ذبح (نحر) کیااور سرکے بال اتروائے۔اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ (حج تمتع) کو واجب کرلیا ہے اس لئے انشاء اللہ میں تو ضرور جائونگا۔ پس اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ خالی کردیاگیا تو میں طواف (عمرہ) پورا کروں گا، اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تومیں وہی کرونگا جوجناب رسول اللہ ﷺ نے کیاتھا جبکہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔

اس سے قربانی کے مسئلہ پرواضح طورپر روشنی پڑتی ہے کہ اگرقانونی جبرواکراہ اور متغلبین ہندو برادران وطن کی طرف سے رکاوٹ ڈالنے اورجان ومال

اورعزت وآبرو کاخطرہ پیدا کردینے کے سبب گائے کی قربانی پر قدرت نہ ہوتو اس کو عارضی طور پر ترک کیاجاسکتا ہے ۔بالفاظ دیگر حالات کے درست ہونے تک ملتوی کیاجاسکتا ہے۔

(۲) اب آگے دوسری نظیر بھی دیکھئے: جبرواکراہ کی حالت میں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں جواحکام بیان کئے گئے ہیں ان کا اطلاق ذبیحۂ گائو پربھی ہوتاہے۔ امام ابویوسفؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک اکراہ کی تعریف یہ ہے:

یتحقق من کل متغلّب یقدرعلی تحقیق ماھددہٗ بہ وعلیہ الفتویٰ۔ (فتاویٰ قاضی خاں ۴۱۵،۴)۔

اس کا ثبوت ہر زور دار تسلط پسند شخص کی طرف سے ہوتاہے جو اپنی دھمکی کے مطابق کرگزرنے پرقادر ہو۔

اسی پر فتویٰ ہے۔

اکراہ کی دوقسمیں ہیں: اکراہ غیرملجی اور اکراہ ملجی۔

(الف) اکراہ غیرملجی یہ ہے کہ اس میں جان یا اعضاء کی ہلاکت کااندیشہ نہ ہو، صرف قیدوغیرہ کی دھمکی ہواور مُکرَہ (جس کو مجبور کیاجارہا ہے) دل سے توآمادہ نہ ہو مگرایسا بے اختیار و بے قابو بھی نہ ہو کہ انکار نہ کرسکے۔ اس صورتِ اکراہ میں کلمۂ کفرکہنا یاکسی فعل حرام کا ارتکاب کرناجائز نہیں ۔

(ب) اکراہ ملجی یہ ہے کہ مکرہ شخص مجبور محض مسلوب الاختیار کردیاجائے کہ اگروہ اکراہ کرنے والوں کے کہنے پر عمل نہ کرے تواسے قتل کردیاجائے گا یااس کاکوئی عضو کاٹ دیا جائے گا۔ اس صورتِ اکراہ میں کلمۂ کفر زبان سے کہہ دینا بشرطیکہ قلب مطمئن ہوجائزہے (بدائع الصنائع ۱۷۵،۷، البحرالرائق ۸۹،۸، الفتاویٰ الھندیہ۳۵،۵)۔

ہندوستان کے موجودہ حالات اس اکراہ ملجی میں داخل ہیں؛ کیونکہ متغلبین اجراء تہدید پرقادر ہیں،اورقانونی جبرواکراہ اور ارباب اقتدار کی پشت پناہی انہیں حاصل ہے، لہٰذا انھیں حالات کے مدنظر ذبیحۂ گائو کوبالکلیہ نہیں بلکہ عارضی طورپرترک کیاجاسکتا ہے۔ جس کو ہم ‘‘التواء ذبیحۂ گائو ’’ سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔ اس صورت میں زوالِ اکراہ کے بعدحکم خوداپنی اصل پرلوٹ آئے گا اورمجبورومکرہ پرکوئی گناہ لازم نہیں آئے گا؛ اس لئے کہ اس نے ‘‘ترکِ ذبیحۂ مخصوص یاترک شعار اسلام برضاورغبت نہیں بلکہ اکراہ وجبرکی وجہ سے کیا تھا جس کی اسے شرعاً اجازت تھی۔

ہمارے ایک ہم عصر کثیر المطالعہ عالم دین حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے پچھلے فتوئوں کی پرزور تائید کرتے ہوئے کئی دلیلیں اپنے موقف کی تائید میں نقل کی ہیں :

(۱) ذبیحہ شعاراسلام ہے اور ذبیحۂ گائواس مینشامل ہے،اور شعاراسلام میں کوئی

تساہل اوراس کے ترک پر اتفاق جائز نہیں۔

عرض ہے کہ احصار اور اکراہ کی صورتِ حال میں مبتلا ہونے والے پرتساہل اورترک پر اتفاق کا اطلاق سرے سے ہوتاہی نہیں، اس لئے کہ ترک بالا ختیار نہیں بلکہ بالجبر وبالاکراہ ہے۔

(۲) ذبحِ گائو نص صریح کتاب وسنت اوراجماع سے ثابت ہے اورجن امور کاجواز بذریعۂ نص ثابت ہوان میںنہ صرف اعتقاداًبلکہ عملاً بھی اپنے آپ کے لئے اس کے ترک کا ارادہ کرلینادرست نہیں۔

عرض ہے کہ مذکورہ بالاصورتِ مسئلہ میں ارادۂ ترک کی نسبت ہی سرے سے غلط ہے ،اس لئے کہ مکرہ اورمجبور شخص اعتقاداً وعملاً ارادہ فعل ذبح کا ہی کئے ہوئے تھا مگر حالات نے اسے مسلوبُ الارادہ والاختیار بنادیا ورنہ دل میں تو اس کے حالتِ احصار واکراہ مینبھی ارادۂ فعلِ ذبح برقرار ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے تحریم شربِ عسل کے واقعہ پربھی قیاس درست نہیں؛ کیونکہ وہاں عملاً وارادۃً اس کاصدور ہواتھا، اوریہاں سرے سے ایسانہیں ہے۔

(۳) تیسرے ‘‘شعارکفر ہے اوراکثر ادوارمیں کفرکا شعار رہا ہے۔ اورہمارے ہم وطن بھائیوں میں ذبح گائو کاترک اور اس کی ممانعت مذہبی شعاربن گئی ہے اور کسی شعار کفر ’’ کوقبول کرلینااوراس کا احترام کرنا جائز نہیں ۔

عرض ہے کہ اول تو ‘‘ترک ذبیحۂ گائو ’’ قدیم ہندوبھائیوں کامذہبی شعارنہیں ہے؛ کیونکہ ویدک دورمیں ذبیحۂ گائو کاعام رواج تھا۔

‘‘رگوید ’’ کے وواہ سوکت (۱۰/۸۵) میں شادی کی تقریب کاذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

دولھااوربارات کے لوگ دلہن کے گھرجاتے تھے یہاں دلہن بارات کے ساتھ مل کرکھانا کھاتی تھی۔ مہمانوں کو اس موقع پرگایوں کاگوشت پیش کیاجاتاتھا (رگوید ۱۰/۴۵،۱۳)۔

یہی بات بنارس ہندویونیورسٹی کے ذریعہ شائع کردہ کتاب ‘‘ویدک کوش ’’ کے صفحہ ۳۷۴پر بھی بیان کی گئی ہے۔اور رگوید کے دسویں منڈل کے پچاسی واں (۸۵) سوکت کے تیرہویں منترکا حوالہ دیاگیا ہے۔ ‘‘اتھروید ’’میں ہے:

یہ جو گائے کا دودھ اور گوشت ہے یہ زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اسے (مہمانوں سے) پہلے نہ کھائے (اتھروید۹،۶،۳۹)۔

‘‘یجروید ’’ میں گائے کی چربی سے پتروں کے آسودہ کرنے اور نتیجہ میں تمنائوں کے پوری ہونے کی بات کہی گئی ہے (باب ۳۵، منتر۲۰)۔

سنسکرت کے مشہور عالم جناب ڈاکٹر فاروق خاں ایم ۔اے لکھتے ہیں:

کبھی کبھی تو کسی زبان کاایک لفظ ہی کتنے ہی رازوں کی ایسی غمازی کرجاتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس کی مثال سنسکرت لفظ گوگھن (xks?ku) کی ہے اس کے معنی مہمان کے ہیں ۔یہ دراصل دو لفظوں ،گو(xks)یعنی گائے اور (?ku) یعنی مارنا سے مرکب ہے۔ پدیہ چندرکوش (i|pædks'k) میں اس کے معنی دیے گئے ہیں (ksU;rs;LeS?)یعنی جس کے لئے گائے ماری جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہواکہ قدیم ہندوستان میں مہمانوں کی تواضع کے لئے گائیں ذبح کی جاتی تھیں۔

بعدکے ادبی سرمائے مینگائے کے لئے (v?u;k)بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتاہے کہ گائے پہلے گھنیا (?ku;k)تھی۔

اس سلسلے میں بھی ڈاکٹر بھولاناتھ تیواری نے اپناخیال ظاہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

ان دونوں لفظوں کے ذریعہ سے بتائی گئی باتوں کی بنیاد پرلگتا ہے کہ پہلے لوگ گائے کھاتے تھے اور خاص طورپر مہمانوں کی آمدپر ان کااستقبال گومانس (گائے کاگوشت) سے ہوتاتھا۔اسی سبب سے مہمان کامترادف لفظ گوگھن(xks?kU;) ہوا (شبدوں کاجیون، ص۳۵،۳۳)۔

ایتریہ براہمن(,)(३/४rjs; czkge.k)میں راجہ اور دوسرے محترم اشخاص کی آمد پر خاص جانوروں کے گوشت سے ان کی ضیافت کاذکر ملتاہے۔

بھوبھوتی نے اپنے ناٹک ''اتررام چرتم '' کے چوتھے انک میں لکھا ہے کہ جب والمیکی کے آشرم میں وششٹھ پہنچے توان کی تواضع دوسال کی بچھیا کاگوشت کھلاکر کیاگیا۔

-, -स्मपादक श्री जनारघन शास्त्राी पाण्डय, श्री आनन्द स्वरूप एम

''مہابھارت '' میں ایک جگہ آیا ہے:

ایک دن راجہ رنتی دیو(Jafr nso)کے بہت سے مہمان آگئے لہٰذا اس نے ۲۰۱۰گائیں ذبح کیں (شانتی پروباب ۲۹، شلوک ۱۷۹)۔

مہابھارت میں ہے کہ:

گائے کے گوشت سے شرادھ کرنے پرپتروں (فوت شدہ آباء واجداد) کو ایک سال کے لئے آسودگی ہوتی ہے۔ (انوشاسن پرو،باب ۸۸،شلوک ۵)۔

''میگھ دوت ''میں کالی داس نے کہاہے:

اے میگھ (بادل) تم گایوں کے قتل سے دھرتی پرندی کی شکل میں بہہ نکلی، راجہ رنتی دیو کی کیرتی (عمل) پر لازماً جھکنا۔

''دی ہسٹری اینڈ کلچر آف انڈین پیوپل The History and Culture of Indian People میں ہے:

مہابھارت میں آتا ہے کہ راجہ رنتی دیو (jafrnso)لوگوں کوگوشت پیش کرنے کے

لئے روزانہ دوہزار عام جانور اوردوہزار گائیں ماراکرتاتھا۔ (ص ۵۷۹)

''گوتم دھرم سوتر '' (۲۶۔۲۵،۱۶،۷) میں گومانس سے پتر(فوت شدہ آباء و اجداد) کے سال بھر آسودہ رہنے کا ذکر ہے۔

آپستمب گرہ سوتر(vkiLrEc x`glq=k)میں بھی گائے کے ذبح کا ذکر ملتا ہے (دیکھیں کھنڈ ۱۳، ٹپل ۵، سوتر۱۵،۵تا۱۷)۔

اسی طرح '' پاسکر گرہ سوتر ''میں بھی گائے مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

آپستمب دھرم سوتر(vkiLrEc /eZ lq=k)میں ہے کہ:

''جہاں گومیدھ وغیرہ یگیہ لکھے ہیں وہاں جانوروں میں نروں کامارنا لکھا ہے؛ کیونکہ جیسے موٹے تازے بیل وغیرہ نروں میں ہیں اسی طرح کی گائیں وغیرہ نہیں ہوتیں۔ جووندھیا گائے ہوتی ہے اس کا بھی گومیدھ میں مارنا لکھا ہے (ستیارتھ پرکاش، ص۳۰۳، ۱۸۷۵ء بحوالہ دیانندبھائو چرتراولی، ص۲۸)۔

کچھ لوگ ویدسے (v?kU;k)نہ مارنے کے لائق کافقرہ نقل کرکے ثابت کرناچاہتے ہیں کہ اُس زمانہ میں گائے نہیں ماری جاتی تھی؛ حالانکہ ان فقروں سے خاص قسم کی گائے کو مارنے کی ممانعت ہے نہ کہ ہرطرح کی گائے کو۔

مثلاً رگویدمیں ہے:

یہ گائے دونوں اشونی کماروں(vf'ouh dqekj)کے لئے دودھ دیتی ہے ،یہ ہمارا سوبھاگیہ بڑھائے، یہ مارنے کے لائق نہیں ہے (رگوید ۱،۱۴۶،۲۷)۔

یہاں ''یہ ''کااشارہ بتارہا ہے کہ خاص طرح کی گائے کاذکر ہے نہ کہ ہر ایک گائے کو ذبح کرنے سے روکا گیا ہے۔ پچھلے حوالوں میں پوری تفصیل سے اس کی وضاحت ہوچکی ہے ۔اس طویل تحقیق کے بعداگریہ کہا جائے کہ ترکِ ذبیحۂ گائو شعارکفر ہے تویہ زیادہ سے زیادہ بدھسٹوں،جینیوناوراہنسا کافلسفہ گھڑنے والوں کے زیراثر بعد کے زمانے میں مذہب کی روایت اور پرتھا میں شامل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی بہت سے ہندو برادران وطن اس نظریہ کے قائل نہیں ہیں اورعملاً ملک کے کئی حصوں میں ان کا گومانس کے سیون ،یعنی گائے کاگوشت کھانے کامعمول برقرار ہے۔پھربھی اسے نظر انداز کرتے ہوئے اگرمسلمانوں کے ترک ذبیحۂ گائوکو شعار کفر کااحترام اوراسے قبول کرناکہاجائے تواس کو ایک غلط نسبت کی جرأتِ بیجا کہاجائے گا؛کیونکہ احصار واکراہ یاقانونی جبرکی حالت میں التواء ذبیحہ کوشعارکفر کااحترام یاقبول کرنانہیں کہاجاسکتا۔

(۴)''چوتھے اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ آج اگر آپ مصلحتاً اس کی اجازت دیدیں اور محض عملاً اس کے نہ کرنے سے اتفاق کرلیں تو رفتہ رفتہ اعتقاداًبھی اسے ناجائز اوراس کے کھانے کومعیوب سمجھاجائے گا۔''

عرض ہے کہ یہ ایک اندیشۂ دوردراز کی مثال ہے جس کا حقیقتِ واقعہ سے کوئی

تعلق نہیں؛ کیونکہ ‘‘ترکِ بالکلیہ ’’ سے تو شاید یہ کہنے کی گنجائش ہولیکن جس نے جان ومال وعزت وآبرو کی حفاظت میں یہ جبرو اکراہ گوارا کیا اس کے دل سے اس جذبۂ قربانی کو فنانہیں کیاجاسکتا۔ ہنگامی حالات کے جزئی ترک کونارمل حالات میں ‘‘کلی ترک’’ کے ہم معنی قرارنہیں دیاجاسکتا۔

ہماری ساری بحث ونظر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولاناااشرف علی تھانویؒ کے الفاظ میں جان ومال ، عزت وآبرو کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو اورحضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حسب فتویٰ جب تک قدرت ہوتو ترک کرناممنوع ہوگا۔ اورعزیمت پرعمل کیاجائے گا۔ اوراگر صورتِ حال اس کے برعکس ہوتو احصار واکراہ کی حالت میں عارضی طورپر شرعی رخصت پرعمل کی گنجائش ہوگی۔

جواب ۱۰:- آج کل عالمی سیاحت،انٹرنیشنل ٹورزم حکومتوں کی اقتصادیات اور معاشیات کا ذریعہ ہیں اور اس کے فروغ کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں ۔انھیں میں شکارکی ممانعت بھی ہے۔ اس کے علاوہ تحفظِ ماحولیات مینجانوروں کا اہم کردار ہوتاہے۔ لہٰذا منافع کے حصول کے لئے اگرحکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے تو یہ کوئی بیجابات نہیں ہے۔ نہروں اور جھیلوں پرغیرملکی پرندونکی آمد سیاحوں کی کشش کاباعث ہے؛ کیونکہ اُن سے سیرگاہوں کے حسن وخوبصورتی میں اضافہ ہوتاہے۔ بنابریں اگرحکومت قانون سازی کرکے جنگلات کے جانوروں اور نہروں اورجھیلوں پرپرندوں کے شکار کومنع کرتی ہے تواس کو واجب التعمیل ماننا ضروری ہے۔ ہم نے اپنے انتخاب سے حکومتِ قائمہ کے قانون کی پاسداری اوراس کی رعایت وبجاآوری کا عہد کیاہے اس لئے ہمیں عہدپرقائم رہنا چاہئے اورقانون شکنی کرکے خود کو مشکلات کے حوالے نہیں کرناچاہئے۔

البتہ اگرجنگلی جانورکھیتوں کونقصان پہنچانے لگیں یاجنگل سے باہر نکل کر انسانوں پر حملہ آور ہوں یاپرندونکی کثرت فصلوں اور غلّوں کوبربادکرنے لگے توشکار کرنا جائز ہوگا، اور حکومت اور قانون دونوں ہماری مدد کریں گے۔

شرعی طورپرشکار کاکوئی فرض وواجب حکم نہیں ہے جس کے ترک پرکوئی شرعی مواخذہ یا گناہ لازم آتاہو۔ شکار ایک امر مشروع ومباح ہے جس کے کرنے اورنہ کرنے کابرابر درجہ کا اختیار ہے۔

وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہٗ وما لا یؤکل، لقولہ تعالیٰ: وإذا حللتم فاصطادوا، مطلق من غیر قید بالمأکول، إذ الصید لایختص بالمأکول،ولأن الاصطیاد سبب الانتفاع بجلدہٖ أوریشہ، أوشعرہٖ أو لاستدفاع شرہٖ کل ذلک أمرمشروع (زیلعی۶،۶۱، البحرالرائق۸،۴۲۶، رشیدیہ)۔

جس جانور کاگوشت کھانا جائز ہے یاناجائز ہے سب کا شکار حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:‘‘وإذا حللتم فاصطادوا’’ کی دلیل کی بنیاد پر احرام سے فارغ ہوجائو تو شکار

کرسکتے ہو۔ یہ مطلق حکم ہے بغیر قید ماکول کے، اس لئے کہ شکار ماکول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

اوراس لئے بھی کہ شکار حصولِ نفع کا سبب ہے، شکار کی کھال، اس کے پراور اس کے بال کے ذریعہ۔ یاشکار کے شر کو دفع کرنے کی غرض سے۔

الصید مباح إلا للتلهی (الاشباہ والنظائر۲،۲۵، خلاصۃ الفتاوی ،کتاب الصید۴، ۳۰۰، امجداکیڈمی لاہور)۔

شکارمباح ہے،مگر محض کھلواڑ اورطاعۃاللہ سے غافل ہوکرنہیں۔

محض تفریح یاوقت ٹلانے کے لئے کسی جان کاضائع کرنایااس کو اذیت پہنچانا جائز نہیں (فتاویٰ محمودیہ ۱۷،۲۰۳، مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند)۔

جواب ۱۱ :- سوال نمبر۱۰ کے جواب میں اوپر نقل کیاجاچکا ہے کہ استدفاع شر کے لئے جانور کا شکار درست ہے ۔اسی طرح افساد زرع کھیتی کو پرندوچرند اورموذی جانوروں سے بچانے کے لئے ان کو مارناجائز ہے ۔

وأفتی الناصحی بوجوب قتل کل موذٍ، وأفتی العلامۃ ابن حجرالشافعی بأنہ إذا لم یکن دفعہٗ إلا بالحرق جاز (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۴،۳۶۱)۔

علامہ ناصحی نے فتویٰ دیا ہے کہ ہرستانے والے جانور کاقتل واجب ہے، اور علامہ ابن حجر شافعی نے فتویٰ دیاہے کہ اگرجانور کے ایذاسے بچنے کاکوئی راستہ اس کوجلادینے کے سوا باقی نہ رہے توجلا دینا بھی جائزہے۔

اسی طرح فقہی اصول ہے:

ما یؤدی إلی الشر شرٌ (روح المعانی) جوچیزشرکی طرف لے جائے وہ شر ہے،جس جانور سے وبا پیداہوتی ہو وہ شر ہے اور شرکو دفع کرناواجب ہے اوراس کا طریقہ مارنا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرکسی جانور کے ذریعہ وبائی مرض پھیلنے کاخطرہ لاحق ہوتو انسانوں کی حفاظت کے لئے ان کو مارنا جائز ہے خواہ ذبح کرکے، دفن کرکے، دواڈال کر یہاں تک کہ اگرجلائے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوتو جلاکر بھی جائز بلکہ واجب ہے۔

اس مسئلہ پرمزید روشنی مندرجہ ذیل عبارت سے پڑتی ہے:

اختلف الناس فی قتل الجرادـقال بعضہم لایجوزقتلہ وقال أهل الفقہ کلہم لابأس بقتلہٖ فأما من کرہ قتلہ قال لأنہ خلق من خلق اللہ یأکل من رزق اللہ تعالٰی ولا یجری علیہ القلم، أو أما من قال لابأس بہٖ فلانّ فی ترکہ إفساد الأموال وقد رخص النبی ﷺ قتل المسلم إذا أراد أخذ مالہٖ فالجراد إذا أراد إفساد مالہٖ فهوأولٰی أن یجوز قتلہ ألا تری أنهم اتفقوا أنہ یجوز قتل الحیۃ والعقرب لأنهما یؤذیان الإنسان وکذلک الجراد،کذافی''بستان أبی اللیث'' فصریح عبارۃ هٰذین الإمامین أنہ إذا تعین إحراقہٗ طریقاًلدفعہٖ جاز إحراقہ عند السادۃ الشافعیۃ رضی اللہ عنہم (تنقیح

الفتاویٰ الحامدیہ ۳۶۲،۴، محمود الفتاویٰ ۴۲۸،۵، مطبوعہ جمبوسرگجرات)۔

ٹڈّی کے قتل کے سلسلے میں علماء فقہاء کااختلاف ہے ۔ان میں سے بعض توکہتے ہیں کہ اس کاقتل جائز نہیں، اورتمام اہل فقہ کہتے ہیں کہ اس کے قتل میں کوئی حرج نہیں۔ جولوگ اس کے قتل کوناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ٹڈّی اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جواللہ کی روزی کھاتی ہے اور اس پر کوئی قلم نہیں چل سکتا۔ مگرجو لوگ کہتے ہیں کہ ا س کے قتل میں کوئی حرج نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کو زندہ چھوڑدینے میں انسانی مال کی بربادی(فساد) ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تویہاں تک رخصت دی ہے کہ اگرکوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے مال کو ناحق چھیننے لگے تو اس کا قتل جائزہے ،تو ٹڈّی کومارنابدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔کیاتم یہ نہیں دیکھتے کہ سب لوگ سانپ اور بچھو کے قتل پر متفق ہیں؛ کیونکہ وہ دونوں انسان کو کاٹ کھاتے ہیں ،اسی طرح ٹڈّی کابھی حکم ہے۔ ‘‘بستان فقیہ ابواللیث ’’ میں ایساہی لکھا ہے۔

پس ان دونوں بزرگ اماموں کی عبارت سے کھلے طورپر ظاہرہوا کہ جب ٹڈّی کے ضرر سے بچنے کاکوئی راستہ نہ رہے اور جلانا ہی متعین ہوتو ان اکابر شافعیہؒ کے نزدیک جلانا جائز ہوگا۔ ھکذا جواب المسئلۃ المذکورۃ السابقۃ۔ واللہ اعلم۔

جواب ۱۲:- وفیہ إباحۃ الاصطیاد للانتفاع بالصیدوالبیع (فتح الباری۶۰۲،۹، دارالمعرفۃ بیروت)۔

اس حدیث سے شکار سے انتفاع اور خریدوفروخت کامباح ہوناثابت ہوتاہے۔

لأن الاصطیاد سبب الانتفاع بجلدہ أوریشہٖ أوشعرہٖ ولاستدفاع شرہٖ (البحرالرائق ۴۲۶،۸، رشیدیہ)۔

شکارکرنا سبب ہے اس کے چمڑے ،اس کے پر،اس کے بال وغیرہ سے نفع حاصل کرنے کااور اس کے شر سے بچنے کا ۔ ان سب باتوں کے علاوہ جانوروں کو علاج ،دوا دارو ،حصول غذا ،پوستین، سینگ، ہڈی کی بیع اور دیگر بہت سے مصالح اور ضروریات کے لئے مارا جاسکتا ہے۔جیسے دفعِ اذیت کے لئے بندر ،بھیڑیے کاشکار کرنا وغیرہ۔

جواب ۱۳:- ماحولیات کے تحفظ کی خاطر جانوروں کاتحفظ کیاجاناچاہئے اورمحض تفریح طبع یاشوق پورا کرنے کے لئے ان کومارنا حرام ہے۔ جانوروں کے ایذا سے بچنے کے لئے بھی مارنا جائز ہے۔

سوال نمبر۱۳کی تمام جزئیات کاجواب پچھلے صفحات میں دیاجاچکا ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب ۱۴:- اس سوال کاجواب بہت تفصیل طلب ہے، یہاں مختصراًکچھ عرض کیا جاتاہے:

یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَقْتُلُواالصَّیْدَوَاَنْتُمْ حُرُم وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُتَعَمِّدًافَجَزَائُہٗ مِثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔

اے ایمان والو! حالت احرام میں (حدودحرم میں) کسی شکار کوقتل مت کرواور جو شخص بھی تم میں سے جان بوجھ کر قتل کرے گاتواس کواسی شکارکے مثل قیمت یادوسرے جانورکا جرمانہ دینا پڑے گا۔

قتل ناحق کی ممانعت:

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال:ما من إنسان قتل عصفورًا فما فوقها بغير حقها، إلا سألہ الله عزوجل عنها، قيل:يارسول الله وماحقها؟ قال:يذبحها فيأكلها ولايقطع رأسها يرمی بها (سنن النسائی ۱۷۸،۲، كتا ب الصيدباب اباحۃ العصافير المكتبۃ الاشرفيہ ديوبند)۔

عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوانسان کسی گوریّے جیسے چھوٹے یااس سے بھی چھوٹے جانورکوناحق قتل کردے تواللہ عزوجل اس سے سوال کرے گا یعنی بروز قیامت عنداللہ اس شخص کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ عرض کیاگیا: یارسول اللہ ﷺ! اس کاحق کیا ہے؟ فرمایا:ضرورت ہوتو ذبح کرکے کھالے ،لیکن اس کے سرکو کاٹ کر تیراندازی کانشانہ ہرگزنہ بنائے۔

عن أبی الدرداء نهی رسول الله ﷺ عن أكل المجثمۃ وهی التی تصبر بالنبل (جامع الترمذی ۲۷۲،۱، باب كراہۃ اكل المصبورہ،اشرفيہ ديوبند)

ابوالدرداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجثمہ جانورکے کھانے کوحرام قرار دیا ۔ مجثمہ وہ جانور ہے جس کو زندہ باندھ کر تیراندازی کانشانہ بنایاجائے ۔

زندہ جانور کو ستانے کی حرمت:

عن أبی واقد اللیثیؓ قال:قدم النبی ﷺ المدينۃ وہم يحبون أسنمۃ الإبل ويقطعون أليات الغنم فقال: مايقطع من البهيمۃ وهی حيّۃ فهو ميتۃ (جامع الترمذی ۲۷۳،۱، اشرفيہ ديوبند)۔

ابوواقدلیثیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ زندہ اونٹ کی کوہان کاٹ کر کھانے کوپسند کرتے ہیں۔اسی طرح زندہ بکری کے سرین کا گوشت کاٹ لیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مردار ہے (اس کاکھاناحرام ہے)۔

جانور کے ساتھ حسن سلوک پرمغفرت:

عن أبی هريرۃؓ أن رسول الله ﷺ قال:بينما رجل بطريق اشتدّ عليہ العطش فوجد بئرًا فنزل فيها فشرب ثم خرج فإذا كلب يلهث يأكل الثرٰی من العطش، فقال الرجل:لقدبلغ هذاالكلب من العطش مثل الذی كان بلغ لی،فنزل البئر فملأ خفّہٗ ثم أمسكہٗ بفيہ، فسقی الكلب فشكرالله فغفرلہٗ۔

قالوا: يارسول الله! وإن لنا فی البهائم أجرًا فقال:فی كل ذات كبد رطبۃ أجرٌ (صحيح بخاری ۱۳۷۴،۲، رقم الحديث: ۵۷۷۵، مطبوعہ ممبئی)۔

ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جناب رسو ل اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزررہا تھا کہ اسی دوران اسے شدید پیاس لگی۔پھراس نے ایک کنواں پایاتو اس میں اترگیا اورپانی پی لیا۔ پھرباہرنکلا تواس نے دیکھاکہ ایک کتا زبان نکالے ہوئے ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔تووہ شخص کہنے لگا کہ اس کتے کی پیاس کی شدت میں میری جیسی حالت ہوگئی ہے ۔پس وہ کنویں میں اتر ااور اپنے(چمڑے کے)موزے کو پانی سے بھرا پھراسے پکڑ کر کتے کے منہ میں ٹپکایا اورکتا سیراب ہوگیا۔اسی بات پراللہ نے اس کی پذیرائی کی اور اس کی مغفرت فرمادی۔

صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیاجانوروں پررحم کرنے میں ہمارے لئے اجر وثواب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:ہرتر جگروالے کو سیراب کرنے میں اجر ہے۔

جریربن عبداللہ عن النبی ﷺ قال:من لایرحم لا یُرحم (ایضاً)۔

جریربن عبداللہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کاارشاد ہے: جوشخص رحم نہیں کرتااس پر رحم نہیں کیاجاتا۔ دوسری حدیث میں ہے: الراحمون یرحمہم الرحمٰن، رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔

جانورکوبھوکا مارنے پرعذاب:

عن ابن عمر وأبی ھریرۃ قالا:قال رسول اللہ ﷺ:عذبت امرأۃ فی ہرۃ أمسکتھا حتی ماتت من الجوع فلم تکن تطعِمھاولاتُرسلھافتأکل من خشاش الأرض ،متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ، ص۱۶۸، باب فضل الصدقہ۔ اصح المطابع دہلی)۔

ابن عمرؓ اورابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :ایک عورت کو بلّی کے بارے میں عذاب دیاگیا۔ اس نے بلی کوگھرمیں باندھ رکھاتھا یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ وہ نہ تو اسے کھاناکھلاتی تھی او ر نہ ہی کھلا چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاکر پیٹ بھرلیتی۔

جانورکوپیٹ بھرچارہ نہ دینے پرتنبیہ:

عن سہل بن حنظلیۃ قال:مرّرسول اللہ ﷺ ببعیرٍ قد لحق ظہرہ ببطنہٖ، قال:اتقوا اللہ فی ھذہٖ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ وکلوھا صالحۃ (سنن ابی دائود، ص۳۴۵، باب مایومربہٖ من القیام علی الدواب والبہائم، اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

سہل بن حنظلیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے سامنے سے گزرے، دیکھا کہ اس کی کمر اس کے پیٹ سے چپک رہی ہے،تو فرمایا کہ لوگو! ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پرسواری کرو توصحیح ڈھنگ سے سواری کرو۔ اورانھیں کھانا ہوتو صحیح ڈھنگ سے کھائو۔

عن عبد الله بن جعفرؓ---------قال:فدخل النبی ﷺ حائطًا لرجل من الأنصار، فإذا جمل، فلما رأی النبی ﷺ حنّ وذرفَتْ عیناہٗ۔ فاتاہ النبی ﷺ ذفراہٗ فسکت فقال:من رب ھذالجمل۔ لمن ھذالجمل فجاء فتی من الأنصار،لی یارسول اللہ، فقال:أفلا تتقی اللہ فی ھذہٖ البھیمۃ التی ملّکک اللہ إیاھا، فإنہٗ شکا إلیّ أن تجیعہٗ وتدئبہٗ (سنن ابی دائود، ص۳۴۵، اشرفی بکڈپو دیوبند)۔

عبداللہ بن جعفرؓ کی روایت ہے--------- انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کے احاطہ میں تشریف لائے۔ تواچانک آپ ﷺ نے ایک اونٹ کو دیکھا۔ پھر جب اونٹ نے آپ ﷺ کودیکھاتو وہ رونے لگا اوراس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ تب رسول اللہ ﷺ اس اونٹ کے پاس آئے اوراس کے سرپر اپنا ہاتھ رکھ کر سہلا یا تو اونٹ چپ ہوگیا۔ پھرآپ ﷺ نے پوچھا کہ اس اونٹ کامالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس شخص کا ہے؟ توایک انصاری نوجوان سامنے آیا اورکہنے لگا: میرااونٹ ہے یا رسول اللہ ! پھرآپ ﷺ نے اس کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیاتم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ جس کااللہ نے تمہیں مالک بنا رکھا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اورتم اس پر زائد بوجھ لادکر تھکاتے ہو۔

جانورپر لعنت کرنابھی حرام ہے:

عن عمران بن حصینؓ أن النبی ﷺ کان فی سفرفسمع لعنۃً فقال:ماھذہٖ؟ قالوا:ھذہ فلانۃ لعنت راحلتھا، فقال النبی ﷺ: ضعوا عنھا فإنھاملعونۃ فوضعوا عنہ، قال عمران: کأنّی أنظر إلیھاناقۃ ورقاء (سنن ابی داؤد، ص۳۴۶، باب النھی عن لعن البھیمہ، اشرفی بکڈپودیوبند)۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، اسی دوران آپ نے لعنت (بد دعا) کی آوازسنی توفرمایا: یہ کیا ہورہا ہے؟ صحابۂ کرام نے بتایا کہ فلانہ انصاریہ عورت ہے جو اپنی سواری (اونٹنی) پرلعنت کررہی ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کو سواری سے اتاردو؛ کیونکہ اس کی لعنت (بددعا) اونٹنی کو لگ گئی ہے؛چنانچہ صحابہ نے اس کو اتار دیا۔ عمران فرماتے ہیں کہ میں آج بھی تصور کی نگاہ سے اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے بالوں کی سفیدی میں سیاہی جھلک رہی ہے۔

جانوروں کوآپس میں لڑانے کاکھیل بھی حرام ہے:

عن ابن عباس قال:نھی ﷺ عن التحریش بین البھائم (سنن ابودائود، ص۳۴۶، باب فی التحریش بین البھائم، اشرفی دیوبند)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کوآپس میں لڑانے کے کھیل سے منع فرمایا ہے (کیونکہ اس میں جانوروں کی تعذیب ہے)۔

جانوروں سے سہولت اورپیار کامعاملہ کرنا:

عن أبی وھب الجشمی وکان لہ صحبۃ قال:قال ﷺ:ارتبطوا الخیل وامسحوا بنواصیہا وأعجازھا أو قال: أکفالھا، وقلدوھا ولاتقلدوھا الأوتار (سنن ابی دائود، ص۳۴۶،باب اکرام الخیل وارتبالھا، اشرفی بکڈپودیوبند)۔

ابووہب جورسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ تھے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تم لوگ گھوڑے کو باندھ کر رکھواور اس کی پیشانی اور پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیراکرو اوراس کے گلے میں ہارڈال سکتے ہو لیکن تانت کاہارمت لٹکائو؛ مبادااس سے گلا کس جائے اور جانورگُھٹ کر مرجائے) یا درخت کے پتے کھاتے وقت شاخوں میں الجھ جائے اور گلا گھٹ جائے۔

جانوروں کی تادیب میں تعذیب ناجائز:

عن جابر أن النبی ﷺ مرّعلیہ حمار قد وسم فی وجہہٖ فقال:أما بلغکم أنی لعنت من وسم البھیمۃ فی وجھھا أو ضربہا فی وجھہا فنھی عن ذلک (سنن ابی دائود، ص۳۴۷، باب النھی عن الوسم فی الوجہ والضرب فی الوجہ۔ اشرفی دیوبند)

جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر (گرم لوہے سے) داغ لگایا ہوا تھا، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں میری یہ بات نہیں پہنچی کہ میں نے جانورکے چہرے پرداغ لگانے یااس کے چہرے پر ضرب لگانے (مارنے) والے شخص پرلعنت (بددعا) کی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کو منع فرمادیا۔

نروماده جانورپراس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ممنوع:

عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال:بینما رجل راکب علی بقرۃٍ التفتت إلیہ فقالت:لم أخلق لھذا، خلقت للحراثۃ۔ الحدیث (صحیح بخاری۱،۳۱۲، باب استعمال البقر للحراثۃ، نعیمیہ دیوبند)۔

ابوہریرہؓ جناب رسو ل اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا:جبکہ ایک آدمی گائے پرسوار چلاجارہا تھا، گائے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی کہ میں اس کام یعنی سواری کے لئے پیدا نہیں کی گئی ہوں بلکہ کھیتی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔

اس خدمت میں اگرچہ گائے پرسواری کی ممانعت واردنہیں ہے مگر گائے کی شکایت سے ممانعت کا اشارہ ملتا ہے؛ تاہم فقہاء نے صراحت کے ساتھ جانور سے متعلق غیرموضوع کام اور ناقابل تحمل باربرداری کو ناجائز لکھا ہے: ولایجوز لہ أن یحمل علیھا ما لا تطیق (ناقابل برداشت بوجھ لادنا جائز نہیں) (مہذب مع الشرح: ۳۱۸،۱۸، قاموس الفقہ۳،۳۱۷نعیمیہ دیوبند)۔

جانوروں کی ضروریاتِ خوردونوش کاانتظام واجب ہے:

جانورکوپیٹ بھرچارہ دینے کاذکر اوپر کی حدیث میں آچکا ہے مگرفقہاء نے اس سلسلے میں جودرجۂ حکم بیان کیاہے وہ وجوب کاہے۔

دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع أحدھما من الانفاق، أجبرہٗ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرہ۔ وفیھا ویومرُ إمّا بالبیع وإمّابالإنفاق علی بھائمہٖ دیانۃً لاقضاء علی ظاہر المذہب للنھی عن تعذیب الحیوان وإضاعۃ المال وعن الثانی یجبر ورجحہٗ فی الطحاوی والکمال۔ وبہ قالت الأئمۃ الثلاثۃ ولا یجبر فی غیر الحیوان (درمختار۲،۱۷۶، باب النفقہ، مطبع منشی نول کشورلاہور)۔

جانور کانفقہ (خوردونوش) امام ابوحنیفہ کے ظاہر مذہب میں حیوان کے مالک پر دیانۃً واجب ہے لیکن حکومتی سطح پر یہ کسی قاضی کے پاس جائے تووہ مالک کو نفقہ دینے پر مجبور نہیں کرسکتا؛البتہ قاضی ابویوسف اور تینوں ائمہ امام مالک،امام شافعی، امام محمد کے نزدیک قاضی دوباتونمیں سے ایک پر مجبور کرسکتا ہے یاتومناسب چارہ دے یاجانور کوفروخت کردے؛ کیونکہ جانور کو عذاب دینے سے شریعت اسلام میں منع کیاگیا ہے۔ اسی بات کوامام طحاوی اور کمال ابن الھمام نے راجح قراردیا ہے ۔

لیکن اگرجانور دوشخصوں کی ملکیتِ مشترکہ میں ہے اورایک شریک جانور کاخرچ نہیں دیتاتواسے باتفاق ائمہ اربعہ وفقہاء دوباتوں میں سے ایک پرمجبور کیاجائے گا۔ یاتو و ہ چارہ دے یااپنا حصہ فروخت کردے؛ تاکہ دوسرے شریک کو نقصان نہ ہو۔ جوہرہ میں یہی ہے۔ لیکن حیوان کے علاوہ میں مجبور نہیں کیاجائے گا۔

جانوروں کے بچوں پرشفقت:

شریعت اسلامی نے ہی دنیاکو اس کارآمد اصول کاتحفہ دیا ہے جوانسان اورحیوان سب کے لئے فلاح و صلاح کاضامن ہے۔ یعنی ''جیواورجینے دو ''کااصول ۔فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ جانور کے تھن سے پورا دودھ نہ دوہا جائے بلکہ تھن میں دودھ کی ایک خاص مقدار چھوڑدی جائے جس سے اس کے بچونکی پرورش ہوسکے اوروہ غذاسے محروم نہ ہوں۔

اسلام نے جانوروں کے حقوق سے متعلق ہرگوشے پرایسی بھرپور روشنی ڈالی ہے جس سے حیاتِ حیوانی ہی نہیں بلکہ کائنات انسانی بھی منور ہوگئی ہے۔

خلاصۂ جواب:

جواب ۱ :- وَالْاَنْعَامَ خَلَقَھَالَکُمْ فِیْھَادِفْئٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْھَاتَاْکُلُوْنَ۔ (النحل، آیت: ۵)۔

اس آیت سے پتہ چلتاہے کہ جانوروں سے کثیرالجہات فوائد کے حصول کی خاطر کچھ لحمی اجزاء خوراک میں شامل کرکے کھلانا درست ہے۔نیزایک فقہی جزئیہ سے بھی تائید ہوتی ہے۔

ولابأس بخصائہالزیادۃ اللحم والشحم (فتاویٰ سراجیہ علی ہامش فتاویٰ قاضی خاں ۳،۲۴، مطبوعہ مصطفائی ۱۳۱۰ھ)۔

بکرے کی خصی کرناگوشت اورچربی کے اضافہ کے لئے درست ہے۔

جواب ۲:- درست ہے۔گوشت کی بہتری کے لئے حیوان کاخصی کرنابالاتفاق جائز

ہے۔ جبکہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے زیادہ ہے (احسن الفتاویٰ ۸؍۲۲۳، دارالاشاعت دیوبند)۔

جواب۳ :- اختلاطِ خنزیر کی جو شکل جرسی گائے میں ہوتی ہے۔ یہ عمل حرام ہے۔ مگرجرسی گائے حلال ہے اس کادودھ بھی حلال ہے۔جیسے تصویر کشی حرام ہے لیکن مصور کپڑے کافرش اور بچھونے میں استعمال جائز ہے۔ وحشی اور اہلی جانور کے اختلاط میں حکم ماں کے تابع ہوگا۔ ماں حلال ہے توبچہ بھی حلال ہے ۔

ولونزا ظبیٌ علی شاۃ قال عامۃ المشائخ یجوز (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ۶؍۴۸۳، مطبوعہ بیروت)۔

جواب ۴ :- درست ہے۔حضرت انس بن مالکؓ کے چھوٹے بھائی نے بلبل پال رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ پتہ چلا جائزہے (شمائل ترمذی، ص۱۵، مطبوعہ اشرفی دیوبند)۔

حضرت ابوہریرہ (بلی والا) کی کنیت رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔ یاایام جاہلیت کی اس کنیت کوبرقرار رکھا تھا۔ بہرصورت ان کے بلّی پالنے اوراس سے وقت گزاری کرنے پریہ کنیت پڑگئی۔اس سے بڑی عمر والے کے لئے بھی جانور پالنے کا جواز ثابت ہوتاہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لترکبوھاوزینۃ (النحل) ''جانورپرسواری بھی کرو اورزینت بھی حاصل کرو''۔ اس سے جواز مستفاد ہوتاہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

روحوا القلوب ساعۃً فساعۃ (جامع الصغیر مع فیض القدیر، حدیث: ۴۴۸۴، مطبوعہ ریاض)۔

کبھی کبھی اپنے دلوں کوراحت دیاکرو۔ اورپرندے اورہرن جیسے جانور سے یہی مقصود ہوتا ہے۔

جواب ۵:- حملہ آوراورموذی جانوروں کواگرچہ قتل کردینے کاحکم ہے؛ مگردشمن کاخوف یاچورڈاکو سے خطرہ ہوتو حفاظت کے لئے پال سکتے ہیں(الفتاویٰ الہندیہ ۵؍۳۶۱، زکریادیوبند)۔

جواب ۶ :- جانورونکی تخلیق کامقصد انسان کی نفع رسانی ہے اس لئے اس طرح کے تجربات درست ہیں۔ دوا کے طور پر پتہ کو انگلی میں داخل کرنا امام ابویوسفؒ نے جائز رکھا ہے اوراسی پرفتویٰ ہے۔ امام اعظمؒ نے منع کیا ہے۔

جواب ۷ :- منفعتِ انسانی کے حصول کی خاطر یہ عمل درست ہے ،اگرچہ اس میں جانور کوتکلیف ہوتی ہو۔

وإدخال المرارۃ فی الاصبع للتداوی جوزہ الثانی وعلیہ الفتوٰی ومنعہٗ الامام (الفتاویٰ البزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الھندیہ۶؍۷۶۷، زکریادیوبند)۔

دوا کے طور پر پتّہ کو انگلی کے اندرداخل کرناامام ابویوسفؒ نے جائز رکھا ہے

اگرچہ امام اعظمؒ نے منع کیاہے۔ اس سے اس عمل کاجوازمعلوم ہوتاہے۔

جواب ۸ :- بقاء نسل حیوانی میں خود بقاء نسل انسانی ہے۔ ماحولیات کاتحفظ حفظان صحت کے لئے ضروری ہے۔منتخبہ حکومت سے عہد وفاداری کیاہوا ہے اس لئے یہ پابندی واجب التعمیل ہے ۔قومی،اجتماعی مصالح ،انفرادی مصلحت سے زیادہ اہم ہیں، اس کو پیش نظررکھنا چاہئے۔

جواب ۹ :- اگرجان ومال اور عزت کوخطرہ لاحق ہواورذبیحہ پرقدرت نہ ہوتو اس مخصوص جانور کے ذبیحہ کو ملتوی کرسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں جواشکالات پیش کئے جاتے ہیں شریعت اسلامیہ کے آئینہ میں اس کے شافی جواب دیکھے جاسکتے ہیں۔

جواب ۱۰ :- ٹورزم کے ذریعہ قومی اقتصادیات کی فراہمی اورسیر گاہوں کے حسن وخوبصورتی کے فروغ کی خاطر حکومتی پابندی کو ماننا واجب ہے۔ لیکن اگر جنگل کے باہرموذی جانور حملہ آور ہوں یاپرندوں کی کثرت کھیتی اورفصلوں کونقصان پہنچائیں تو شکارکرنا جائز ہے۔حکومت سے اجازت لینابہتر ہے۔

جواب ۱۱ :- استدفاعِ شر کے لئے جانور کو مارنا بالاتفاق جائزہے۔ فقہی اصول ہے کہ ما یؤدی إلی الشر شر۔ جوچیزشر کی طرف لے جائے وہ شرہے۔ یہاں بھی وہی صورت حال ہے۔ اسی طرح فساد کوخواہ کھیتی کاہو ،مال کاہو، صحت کاہو روکنے کے لئے ذریعۂ فساد کا خاتمہ جائزہے۔

جواب ۱۲ :- ہرن کو کھانے ،ہاتھی دانت کی تجارت کرنے، سینگ سے کنگھی وغیرہ بناکر نفع کمانے، چمڑے، بال، پر، ہڈی وغیرہ سے فائدہ اٹھانے اوران کے شرسے بچنے کے لئے ان کو ماراجاسکتا ہے۔

جواب ۱۳ :- ماحولیات کے تحفظ کی خاطر جانوروں کاتحفظ کیاجاناچاہئے؛ لیکن ان سے نقصان پہنچنے لگے ،حملہ آور ہوں، کھیتی برباد کرنے لگیں ،ان سے وباپھیلنے لگے،یامعاشی ضرورت لاحق ہوتو مارسکتے ہیں۔

جواب ۱۴ :- (۱) جانوروں کا ناحق شکارکرناجائزنہیں۔(۲) جانوروں کو ایذا پہنچاناحرام ہے۔(۳) جانور کے ساتھ حسن سلوک پر مغفرت ہوتی ہے۔(۴) جانوروں کو بھوکا مارنے پرعذاب ہوگا۔(۵) جانوروں کو پیٹ بھرچارہ نہ دینے پر تنبیہ۔ (۶) جانوروں پر لعنت کرنا حرام ہے۔(۷) جانوروں کو لڑانے کا کھیل بھی حرام ہے۔(۸) جانوروں سے پیار اور سہولت کامعاملہ کرنا ضروری ہے۔ (۹)جانوروں کی تادیب میں تعذیب ناجائز ہے۔(۱۰) برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا جائز نہیں۔ (۱۱) جانوروں کو پوری خوراک دیناواجب ہے۔(۱۲) جانوروں کے بچوں پر شفقت لازم ہے۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محمد عثمان بستوی•

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم، ومن تبعہ بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد!

اللہ رب العزت نے کائنات کی ساری مخلوقات کو انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بنایا، چنانچہ ارشاد ہے:''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' الآیہ، اور ان مخلوقات میں خصوصاً حیوانات کے منافع اور فوائد کا تذکرہ فرما کر انسانوں کو اپنی فرمانبرداری اور شکر گزاری کا حکم دیا، چنانچہ ایک آیت میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلدٍ لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس، إن ربکم لرؤف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (سورہ نحل)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تأکلون، وعلیہا وعلی الفلک تحملون'' (المومنون)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

''اللہ الذی جعل لکم الأنعام لترکبوا منہا ومنہا تأکلون، ولکم فیہا منافع ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم وعلیہا وعلی الفلک تحملون'' (غافر)۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

''أو لم یروا أنا خلقنا لہم مما عملت أیدینا أنعاماً فہم لہا مالکون، وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یأکلون'' (سورہ یس)۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے انسانوں پر جانوروں کے ذریعہ جو انعام اور احسان فرمایا ہے اس کو بطور احسان کے شمار فرمایا کہ جانور جن کو ہم نے تمہاری نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً اس کے ذریعہ تمہاری سردی وگرمی کے لباس تیار ہوتےہیں، نیز ان پر باربرداری بھی کی جاتی ہے اور سواری کے کام میں بھی آتے ہیں اور بہت سے جانور کھانے کے کام میں بھی آتے ہیں نیز ان سب فوائد کے ساتھ ساتھ تمہاری آنکھوں اور دلوں کی خوشی وٹھنڈک کا سامان بھی اس میں ہوتا ہے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر احسان جتلا کر یہ فرمایا کہ جس ذات نے تمہارے لئے نفع رسانی کے یہ اسباب پیدا فرمائے آخر اس ذا

• ریاض العلوم گورینی، جونپور، یوپی۔

ت کی اطاعت وفرمانبرداری کیوں نہیں کرتے ہو۔

ان آیات سے چند احکام مستفاد ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) اللہ رب العزت نے جانوروں کی تخلیق کے جو مقاصد بیان کئے ہیں ان میں جس جانور کی تخلیق کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے اس جانور کو اسی مقصد میں استعمال کرنا چاہئے، دوسرے مقاصد میں استعمال کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے منع ہے، مثلاً گائے اور بیل کی تخلیق کا مقصد کھیتی باڑی، دودھ اور نسل ہے لہذا اس کو بار برادری اور سواری کے لئے استعمال کرنا منع ہے، چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''فدل ہذا الحدیث علی أن البقر لا یحمل علیہا ولا ترکب وإنما ہی للحرث وللأکل والنسل والرسل'' (الجامع لاحکام القرآن۱۰،۷۲)۔

(۲) جو جانور سفر اور بار برادری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان پر سواری وباربرداری جائز ہے لیکن ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ لادنا شرعاً منع ہے، ''فی ہذہ الآیۃ دلیل علی جواز السفر وحمل الأثقال علیہا، ولکن علی قدر ما تحتملہ'' (الجامع لاحکام القرآن۱۰،۷۳)۔

(۳) جانوروں کا ایک مقصد تزیین بھی ہے لہذا ریا ونمود، فخر ومباہات سے قطع نظر زینت کے مقصد سے جانور پالنا جائز ہے، ''وہذا الجمال والتزیین وإن کان من متاع الدنیا فقد أذن اللہ سبحانہ لعبادہ فیہ (وزینۃ)'' (الجامع لاحکام القرآن۱۰،۷۹)۔

مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے جمال اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے اگرچہ تفاخر وتکبر حرام ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جمال اور زینت کا حاصل اپنے دل کی خوشی یا اللہ تعالی کی نعمت کا اظہار ہوتا ہے، نہ دل میں اپنے کو اس نعمت کا مستحق سمجھتا ہے اور نہ دوسروں کو حقیر جانتا ہے بلکہ حق تعالی کا عطیہ وانعام اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور تکبر وتفاخر میں اپنے آپ کو اس نعمت کا مستحق سمجھنا، دوسروں کو حقیر سمجھنا پایا جاتا ہے وہ حرام ہے (بیان القرآن، معارف القرآن۵،۳۲۱)۔

الجواب الاول:

چارہ خور جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا دینے کے سلسلہ میں روایات وآثار میں غور کرنے سے حکم کے دوپہلو نکلتے ہیں:

(۱) جانور اللہ تعالی کی بے زبان مخلوق ہے، جو اپنی ضروریات کے حصول سے عاجز ہوتی ہے، اور اپنی تکلیف کو بیان بھی نہیں کرسکتی ہے، اس لئے شریعت مقدسہ میں اس کی ضروریات کا خیال رکھنے کو کہا گیا ہے اور ضرورت سے زائد تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، اسی لئے جس جانور کو جس مقصد کے لئے پیدا کیاگیا ہے اس کو اسی کام میں لگانے کا حکم ہے، دوسرے کاموں میں استعمال کرنا اس کی فطرت کے خلاف

ہونے کی وجہ سے منع ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنی گائے پر بوجھ لادے ہوئے اس کو کھینچ رہا تھا تو گائے آپﷺ کی طرف دیکھ کر شکایت کرنے لگی کہ میں کھانے، نسل چلانے اور دودھ کے لئے پیدا کی گئی ہوں، باربرداری کے لئے میری پیدائش نہیں ہوئی ہے، اسی طرح حضرت ابودرداء کا ایک اونٹ تھا اس سے کہا کرتے تھے کہ اپنے رب کے پاس مجھ سے مخاصمت مت کرنا؛ کیونکہ جانور بے زبان ہوتے ہیں، اپنی ضروریات کو پوری کرنے اور اپنی تکالیف کو بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں، لہذا جو شخص ان کے منافع حاصل کرے اور ان کی ضروریات کو پوری نہ کرے تو وہ ناشکرا ہے اور اس نے اپنے کو اللہ رب العزت کے سامنے خصومت کے لئے پیش کردیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ بان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی وجہ سے پٹائی کی (روایات ذیل میں ملاحظہ ہوں):

''عن أبی ہریرۃ قال:قال رسول اللہﷺ: بینما رجل یسوق بقرۃ لہ قد حمل علیہا، التفتت إلیہ البقرۃ فقالت:إنی لم أخلق لہذا ولکنی إنما خلقت للحرث فقال الناس:سبحان اللہ تعجباً وفزعاً أبقرۃ تکلم؟ فقال رسول اللہﷺ: وإنی أومن بہ وأبوبکر وعمر'' (مسلم۲؍۲۷۴، حدیث: ۶۱۳۳)۔

''فدل ہذا الحدیث علی أن البقر لا یحمل علیہا ولا ترکب، وإنما ہی للحرث وللأکل والنسل والرسل'' (قرطبی۱۰؍۷۲)۔

''کان لأبی الدرداء جمل یقال لہ دمون؛ فکان یقول: یا دمون، لا تخاصمنی عند ربک فالدواب عجم لا تقدر أن تحتال لنفسہا ما تحتاج إلیہ، ولا تقدر أن تفصح بحوائجہا فمن ارتفق بمرافقہا ثم ضیّعہا من حوائجہا فقد ضیّع الشکر، وتعرّض للخصومۃ بین یدی اللہ تعالی۔ وعن المسیب ابن آدم قال: رأیت عمر بن الخطابؓ ضرب جمّالاً وقال: تحمل علی بعیرک ما لا یطیق'' (قرطبی المسمی الجامع لاحکام القرآن۱۰؍۷۳)۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جو خلاف فطرت ہو اور اس عمل سے جانور کو تکلیف بھی ہوتی ہو شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں، اگر وہ تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہوجائے تو اس طرح کا عمل شرعاً ناجائز وموجبِ تعزیر ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ کا دوسرا رخ:

(۲) تفصیل مذکور کے برعکس حضرات فقہاء وجمہور امت کے قول وعمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانور کے ساتھ ہر ایسا عمل جس میں انسانوں کا یا جانوروں کا نفع ہو جائز ہے گرچہ وہ عمل جانور کی فطرت کے خلاف ہو اور اس عمل سے وقتی طور پر جانور کو کچھ تکلیف بھی ہوتی ہو، مثلاً جانور کو خصی کرنے کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور اسی طرح جانور کو داغنے کی بھی اجازت منقول ہے، پہلے عمل

سے انسانی نفع وابستہ ہے اور دوسرے عمل سے جانور کا نفع وابستہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں عمل خلاف فطرت بھی ہیں اور ان سے وقتی طور پر جانوروں کو تکلیف بھی ہوتی ہے، لیکن انسان یا جانور کے نفع کے پیش نظر اس کی اجازت دی گئی ہے، اور روایات میں جو ممانعت آئی ہے وہ خاص ہے قطع نسل کے ساتھ، یعنی تمام نر جانور کو اگر خصی کردیا جائے گا تو جانور کی نسل ختم ہوجائے گی، اس لئے اس طرح خصی کرنا کہ جانور کی نسل ختم ہوجائے شرعاً جائز نہیں، اور اخصاء کی ممانعت کی علت خلاف فطرت ہونا یا باعث تکلیف ہونا نہیں ہے؛ کیونکہ اگر یہ علت ہوتی تو حضرات صحابہ جانوروں کو خصی ہرگز نہ کرتے۔ حضرات فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور کو بلا وجہ تکلیف دینا منع ہے لیکن اگر کوئی معقول وجہ ہو تو پھر ممانعت نہیں، حاصل یہ کہ جانور کو ضرورت معتبرہ سے زائد تکلیف پہنچانا منع ہے۔

''عن ابن عمر قال:نہی رسول اللہﷺ عن إخصاء الخیل والبہائم ثم قال ابن عمر:وفیہا نماء الخلق'' (رواہ احمد) وأولہ فی معانی الآثار بأن المنہی عنہ ہو الإخصاء القاطع للنسل بأن یخصی کل ذکر وأما إخصاء البعض فلا، ثم روی الإخصاء عن السلف ..... وأما ثانیاً فلأنا سلمنا أن فیہ إیلاماً للحیوان ولکن لیس کل أیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح، والإخصاء لیس کذلک لأن فیہ إما جلب منفعۃ التسمین وتطییب اللحم (اعلاء السنن ملخصاً ۱۷؍۴۵۳-۴۵۴)۔

چارہ خور جانور کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا دینا:

لحمی اجزاء پر مشتمل غذا کی طہارت ونجاست، حلت وحرمت سے قطع نظر اگر صرف فعل تغذیہ کے حکم پر غور کیا جائے تو ایک پہلو عدم جواز کا نکلتا ہے؛ کیونکہ چارہ خور کو لحمی اجزاء دینا خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہونا چاہئے، جیسا کہ حدیث بقرہ اور علامہ قرطبی کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے، ''فدل ہذا الحدیث علی أن البقرۃ لایحمل علیہا ولا ترکب وإنما ہی للحرث وللأکل والنسل والرسل'' (الجامع لاحکام القرآن۱۰؍۷۲)۔

لیکن اس کے برعکس دوسرا پہلو جواز کا نکلتا ہے؛ کیونکہ جانوروں میں خلاف فطرت تصرف کو نفع انسانی کے لئے جائز کہا گیا ہے، اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہو اس کو روا رکھا گیا ہے، ''لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح'' (اعلاء السنن۱۷؍۴۵۴)۔

ترجیح:

مذکورہ بالا دونوں پہلوؤں میں دوسرا پہلو راجح ہے؛ کیونکہ لحمی اجزاء پر مشتمل تغذیہ سے جب جانور کے گوشت وغیرہ میں اضافہ ہوتا ہے تو یہ فعل عبث نہیں بلکہ بامقصد ہے، اور خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے جو تکلیف ہوگی وہ وقتی ہے؛ کیونکہ

عادت پڑجانے کی صورت میں تکلیف باقی نہیں رہتی، اور تکلیف باقی نہ رہنے کی علامت اس کے گوشت میں اضافہ ہے، لہذا یہ فعل سبب اور نتیجہ تمام امور میں اخصاء کے مشابہ ہے، جس طرح اخصاء خلاف فطرت اور عارضی تکلیف کا سبب ہوتا ہے لیکن نتیجہ گوشت کی عمدگی واضافہ کی شکل میں نکلتا ہے، اسی طرح لحمی اجزاء پر مشتمل تغذیہ بھی ہے، اس لئے اخصاء کی طرح اس کا بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

نوٹ:

جانوروں کو لحمی غذا دینے کے سلسلہ میں نجاست اور طہارت کی حیثیت سے جو حکم متعلق ہوتا ہے بندہ نے بڑی تفصیل سے ایک مقالہ میں اس کو لکھا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بروقت اس کا خلاصہ بھی اس کے ساتھ منسلک کردیا جائے تاکہ مسئلہ کی تمام جہت بے غبار ہوجائے، اور کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

ماکول اللحم جانور کو نجاست آمیز غذا دینے کا حکم:

حضرات احناف کے نزدیک ماکول اللحم جانور کو نجاست آمیز غذا دینا شرعاً جائز نہیں؛ کیونکہ ماکول اللحم جانور کو نجاست آمیز غذا دینے کا وہی حکم ہے جو کسی انسان کو نجاست آمیز غذا دینے کا ہے:

''إذا تنجس الخبز والطعام لا یجوز أن یطعم الصغیر أو المعتوہ أو الحیوان المأکول اللحم'' (ہندیہ)۔

''ما تنجس باختلاط النجاسۃ بہ والنجاسۃ مغلوبۃ لا یباح أکلہ ویباح الانتفاع بہ فیما وراء الأکل'' (شامی، جلد ۱؛ التفصیل فی امداد الفتاوی۴٫۹۰)۔

البتہ مالکیہ وشوافع کے نزدیک جانوروں کو نجاست آمیز غذا دینا جائز ہے، ''أجاز الشافعیۃ والمالکیۃ إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب کما أجازوا سقی الماء المتغیر من نجس للبہائم والزرع'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۰٫۱۰۸، دسوقی۱٫۶۱)۔

حاصل یہ ہے کہ حضرات احناف کے نزدیک نجس وناپاک غذا اور چارہ ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں؛ البتہ مالکیہ وشوافع کے نزدیک نجس چارہ کھلانے کی گنجائش ہے، اسی طرح امام احمد کے نزدیک بھی بعض قیود کے ساتھ اجازت ہے، لہذا اگر مارکیٹ میں جانوروں کے پاک چارے آسانی سے دستیاب ہوں تو نجس چارہ دینے کی اجازت نہ ہوگی، لیکن اگر پاک چارہ مارکیٹ میں آسانی سے دستیاب نہ ہو یا جو چارہ دستیاب ہے اس کی نجاست وطہارت کا کوئی علم نہ ہو تو مالکیہ وشوافع کے قول کے مطابق نجس چارہ دینے کی اجازت ہوگی اور ضرورت کے موقع پر دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے، خصوصاً باب معاملات میں اور نجاست وطہارت میں؛ کیونکہ حضرات فقہاء کا ضابطہ ہے: ''المشقۃ تجلب التیسیر، والحرج مدفوع، الأمر إذا ضاق اتسع'' ۔

الجواب الثانی:

جانور کے دودھ وگوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانا جائز ہے؛ کیونکہ جانوروں کو انسانی نفع کےلئے ہی پیدا کیا گیا ہے، لہذا اس کے ساتھ ہر ایسا عمل جس میں انسان کا نفع ہو جائز ہے بشرطیکہ ان کی وجہ سے جانور کو غیرمعمولی مشقت لاحق نہ ہو لہذا اگر کسی عمل سے جانور کو تکلیف حد سے زائد پہنچتی ہو یا وہ عمل انسانی صحت کے لئے مضر ہو تو ممانعت جانور کی تکلیف یا مضرت کی وجہ سے ہوگی، فی نفسہ اس عمل میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، چنانچہ علامہ ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں کہ جانور سے انتفاع کے جتنے بھی طریقے ہیں سب مباح ہیں؛ البتہ اگر انتفاع کے کسی طریقےکی ممانعت کی کوئی دلیل موجود ہو تو وہ طریقہ ممنوع ہوگا اس کے علاوہ ہر طرح سے انتفاع شرعاً جائز ہے، ''فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بہا بسائر وجوہ الانتفاع بہا إلا ما خصہ الدلیل'' (احکام القرآن للجصاص۲،۳۹۴)۔

اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جانوروں اور چوپایوں کو ہمارے تابع کیا اور ان کی تسخیر کو اور ان کے ذریعہ ہر طرح سے انتفاع کو اپنے فضل وکرم سے ہمارے لئے مباح قرار دیا ہے، ''قال العلماء:ملّکنا اللہ تعالی الأنعام والدوابّ وذللہا لنا وأباح لنا تسخیرہا والانتفاع بہا رحمۃ منہ تعالی لنا'' (الجامع لاحکام القرآن۱۰،۷۴)۔

الجواب الثالث:

ایک جانور کو دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانے کے سلسلہ میں کتب حدیث میں جو روایات اس باب سے متعلق منقول وموجود ہیں، ذیل میں اولاً ان روایات کو نقل کیا جاتا ہے:

(۱) ''عن علی بن أبی طالب قال:أہدیت لرسول اللہﷺ بغلۃ فرکبہا فقال علیّ:لو حملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ہذہ، قال رسول اللہﷺ:إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' (سنن ابی داؤد۲،۳۴۷)۔

(۲) ''عن ابن عباسؓ قال:کان رسول اللہﷺ عبداً مأموراً ما اختصّنا دون الناس بشئ إلا بثلث:أمرنا أن نسبغ الوضوء وأن لا نأکل الصدقۃ وأن لا ننزی حماراً علی فرس'' (جامع الترمذی۱،۲۹۹)۔

علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی ان دونوں روایت پرکلام کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ انزاء الحمر علی الخیل والا عمل پسندیدہ نہیں خصوصاً اہل علم اور سادات وشرفاء کے لئے،رہا جواز توسب کے لئے ہے، یہی مذہب امام صاحب اور صاحبین کا بھی ہے، یعنی ائمہ احناف جواز پر متفق ہیں:

''وہو یدل علی أن النہی لم یکن لقلۃ الخیل بل لأن ہذ الفعل غیر لائق بہم، لأنہم من أہل

بیت النبوة والعلم، والمناسب بحالہم ہو أفعال الأنبیاء وأولی العلم دون أفعال الذین لا یعلمون وإن کان مباحاً ..... ومعنی قولہ: ''إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' أنہ یفعل ذلک من لا یعلم أنہ من الأفعال الخسیسۃ الغیر المناسبۃ بشأن الأشراف والسادۃ، وبہذا یثبت التوافق بین حدیث ابن عباس وعلی، ویثبت رخصۃ إنزاء الحمیر علی الخیل لبنی ہاشم وغیرہم کما ہو مذہب أبی حنیفۃ وأبی یوسف ومحمد، ولا یبقی فیہما الحجۃ لمن حرم ہذا الفعل وکرہہ الخ'' (اعلاء السنن ۴۵۳،۱۷)۔

اور حضرات فقہاء نے بھی جواز کی صراحت فرمائی ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے: ''لا بأس بإخصاء البہائم وإنزاء الحمیر علی الخیل'' (۴۵۸،۴)۔

محدثین وفقہاء کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے، لیکن پسندیدہ نہینتو جب ''انزاء الحمر علی الخیل ''باوجود ایک جنس کے حلال اور دوسرے کے حرام ہونے کو جائز ہے تو اسی طرح اگر جانوروں میں ایک جنس کا دوسری جنس سے اختلاط کرایا جائے تو بھی جائز ہوگا گرچہ ان میں سے کوئی جنس غیر ماکول اللحم ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ گھوڑا ماکول اللحم ہے اور گدھا غیر ماکول اللحم ہے؛ کیونکہ اس طرح کا عمل انسانی نفع ہی کے لئے کیا جاتا ہے، چنانچہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل '' میں ہے:

سوال: پرندوں میں جدت اور خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے شوقین لوگ ان کے جوڑے جنس سے ہٹ کر لگاتے ہیں، کیا یہ فعل شرعی اعتبار سے جائز ہے؟

جواب: پرندے پالنا جائز ہے اور ایک جنس سے دوسری جنس تبدیل کرنا بھی درست ہے (۵۰۹۔۵۰۸،۵)۔

''لا بأس بإخصاء البہائم وإنزاء الحمیر علی الخیل'' (ہدایہ آخرین ۴۵۸،۴)۔

مفتی صاحب کے مذکورہ بالا فتوی سے بھی ایک جنس کے جانور کو دوسری جنس کے جانور سے انسانی نفع کے لئے اختلاط کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے؛ البتہ چونکہ بچے میں نر وماده دونوں کی خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں اس لئے حتی الامکان غیر ماکول سے اختلاط کرانے سے احتراز کیا جائے خصوصاً ایسے جانور سے جس کی حرمت قطعی اور متفق علیہ ہو لیکن اگر کوئی اختلاط کراتا ہےتو ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ کراہت اور خست وغیرہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے فقط واللہ اعلم۔

دوسری جنس کے جوڑ سے پیدا ہونےو الے بچے کا حکم:

جب جانوروں میں ایک جنس کو دوسری جنس سے جوڑ کھلایا جائے تو ایسی صورت میں پیدا ہونے والے بچے مادہ جانور کے حکم میں ہونگے، اگر مادہ جانور حلال ہے تو بچے بھی حلال ہونگے اور اگر مادہ جانور حرام ہیں تو بچے بھی حرام ہونگے؛ کیونکہ جانوروں میں مادہ کا اعتبار کیا گیا ہے نر جانور کا اعتبار نہیں، اسی بنا پر حضرات

فقہاء نے کتے اور بکری کے جوڑ سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں صراحت کی ہے کہ اگر ماں بکری ہے تو اس کا کھانا، اس کی قربانی سب جائز ہے۔

''صرح فی الہدایۃ وغیرہا فی الأضحیۃ بجواز الأضحیۃ بہ حیث قال: والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأنہا الأصل فی التبعیۃ، حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد ....قولہ اعتباراً للأم لأنہا الأصل فی الولد لانفصالہ منہا وہو حیوان متقوم، ولا ینفصل من الأب إلا ماء مہیناً ولہذا یتبعہا فی الرق والحریۃ، وإنما أضیف الآدمی إلی أبیہ تشریفاً لہ، وصیانۃ لہ عن الضیاع، وإلا فالأصل إضافتہ إلی الأم کما فی البدائع'' (شامی ۳۸۶،۱ زکریا، بدائع ۵۱،۴)۔

تبدیلی جنس کی صورت میں بچہ حرام جانور کے مشابہ ہو:

دوسری جنس سے جوڑ ملانے کی صورت میں اگر نر جانور حرام اور مادہ حلال ہو اور بچہ شکل وصورت میں نر جانور کے مشابہ ہوجائے تو وہ حلال ہوگا کہ حرام ہوگا یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات فقہاء نے راجح قول کے مطابق مشابہت کا اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ جانور کو ماں کے تابع مانا ہے، ''ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریحہم بحلّ أکل ذئب ولدتہ شاۃ اعتباراً للأم .... وما نقلہ المصنف عن الأشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا إنہ غریب لمخالفتہ المشہور فی کلامہم من إطلاق أن العبرۃ للأم'' (الدر مع الرد۳۸۶،۱)۔

لیکن اس کے برعکس علامہ حصکفی نے کتاب الذبائح میں وہبانیہ کے حوالہ سے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ مثلاً کتا اور بکری سے بچہ پیدا ہو اور سر کتے کی طرح ہو تو اس کی غذا دیکھی جائے، اگر صرف گوشت کھاتا ہے تو کتا کا حکم عائد ہوگا اور اگر گھاس کھاتا ہےتوبکری کا حکم عائد ہوگا؛ البتہ سر کو پھینک دیا جائے گا، اور اگر دونوں کھاتا ہےتو آواز سے فیصلہ کیا جائے گا، بھونکے تو کتا ہے اور اگر بکری کی آواز نکالے تو بکری ہے؛ البتہ سر کو نہیں کھایا جائے گا، لیکن اگر آواز سے بھی فیصلہ نہ ہوسکے تو آنت سے فیصلہ کیا جائے گا۔

''وإن ینز کلب فوق عنــز فجاءہا نتاج لہ رأس ککلب فیــنظر
فإن أکلت لحماً فکلب جمــیعہا وإن أکلت تبنا فذا الرأس یبتر
ویؤکل باقیہا وإن أکـــلــت لذا وذا فاضربنہا والصیاح یخبر
وإن أشکلت فاذبح فإن کرشہا بدا فعنز و إلا فہو کلب فیطـــمر

(الدر المختار ۴۵۱،۹، الخانیہ مع ہندیہ۳۵۷،۳)۔

ان اشعار سے معلوم ہوا کہ کتا اور بکری کے جوڑ سے کتے کی شکل وصورت پر پیدا ہونے والا بچہ اگر تمام صفات میں بھی کتے کی طرح ہو تو وہ کتا ہے، اور اگر شکل وصورت کتے کی ہو اور صفات بکری کی ہوں تو بکری ہے، اور اگر اس کے اندر کتے اور بکری دونوں کی صفات موجود ہیں کسی ایک کو غلبہ حاصل نہیں ہے تو ایسی صورت میں ذبح کے بعد اگر اوجھڑی نکلے تو بکری ہے ورنہ کتا، تو حاصل یہ ہوا کہ صرف

شکل وصورت کا اعتبار نہیں بلکہ دیگر علامات وصفات سے فیصلہ ہوگا۔ نیز صرف مادہ کا اعتبار کرکے بھی فیصلہ نہیں ہوگا ورنہ بکری سے پیدا ہونے والے بچے پر بکری کے احکام نافذ ہوتے، شکل وصورت، عادات وصفات کو ملحوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی (التفصیل فی الخانیہ علی ہامش الہندیہ ۳۵۷،۳، ہندیہ ۲۹۰،۵)۔

رجحانِ بندہ:

کتے اور بکری کے جوڑ سے پیدا ہونے والا بچہ اگر شکلاً کتے کی طرح ہو تو پھر اس کے کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے جیسے کہ گدھے اور گھوڑی کے جوڑ سے پیدا ہونے والا خچر جب گدھے کے زیادہ مشابہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح سے دیگر جانوروں میں بھی مشابہت کا دخل ضرور ہونا چاہئے، مشابہت سے قطع نظر، صرف مادہ سے فیصلہ کرنے میں نر جانور کی حرمت وقباحت کے دلوں سے نکل جانے کا شدید خطرہ ہے اس لئے مشابہت اکثری کو مدار بنانا چاہئے، ''وما سیأتی من التعویل علی الشبہ یقتضی الحرمۃ لأن البغل أشبہ بالحمار من الفرس'' (شامی ۴۹۱،۹)، ''إذا کان أبوہ حماراً وأمہ فرساً، تغلیباً لجانب التحریم علی الإباحۃ احتیاطاً، لأن إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (شامی ۳۸۶،۱)۔

الجواب الرابع:

جانوروں کے مقصد تخلیق میں سے ایک مقصد ان کا انسانوں کے لئے زینت ہونا بھی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''والأنعام خلقہا لکم ..... ولکم فیہا جمال'' الآیۃ، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (النحل)۔ لہذا پرندوں اور ہرن وغیرہ کو زینت اور استیناس کے مقصد سے اس طرح سے پالنا کہ ان کے کھانے پینے کا اور رہنے سہنے کا اچھی طرح انتظام ہو اوران کو اس طرح مانوس کرلیا جائے کہ پنجرے وغیرہ میں بند کرنے کی ضرورت نہ رہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، یہ بلا کراہت جائز ہے، ''لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا وخیر من إرسالہا فی السکک'' (شامی۵۷۵،۹)۔

پرندوں کو پنجرے میں محبوس رکھنے کے سلسلہ میں حضرات فقہاء کی عبارات مختلف ہیں، بعض عبارتوں سے اس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے جواز، اس لئے علامہ شامی نے دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر کراہت کا فیصلہ فرمایا ہے یعنی آزاد رہنے والے پرندوں کو پنجرے میں بند رکھنا ان کی تکلیف کا سبب ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں۔ رہا نفس جواز تو یہ حدیث ابوعمیر سے ثابت ہے۔ ''وفی القنیۃ: حبس بلبلاً فی القفص وعلفہا لا یجوز، سئل العلامۃ قارئ الہدایۃ ہل یجوز حبس الطیور المفردۃ؟ فأجاب یجوز حبسہا للاستیناس بہا، قلت:ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص، لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا'' (شامی ۵۷۵،۹)۔

''عن أنسؓ قال: کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیراً:یا أبا عمیر! ما فعل

النغیر؟ کان لہ نغیر یلعب بہ فمات، قال المحشی فی الحدیث إباحۃ لعب الصبی بالطیور إذا لم یعذبہ'' (مشکوۃ۴،۴۱۶)۔

اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی کے دوفتاوے نقل کئے جاتے ہیں جو بہت ہی جامع ہیں:

(۱) ایک فتوے میں حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کو یونہی زینت کے طور پر قید رکھنا بہتر نہیں، ہاں اگر ان پرندوں کو اس طرح مانوس کرلیا جائے، کہ بلا قید کے بھی آپ کے پاس رہنے کو تیار ہوں تو حرج نہیں جیسے کبوتر وغیرہ کی پرورش کی جاتی ہے (کتاب الفتاوی ۶،۲۶۷)۔

(۲) پرندوں کو محض آرائش کے لئے روک کے رکھنا کراہت سے خالی نہیں؛ کیونکہ یہ ناحق بے فائدہ جانور کو ایذا پہنچانا ہے، حضورﷺ نے ایک صاحب کو دیکھا کہ پرندے کو روکے ہوئے ہیں اور پرندہ کی ماں بے قرار ہے تو اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا (کتاب الفتاوی ۶،۲۷۵)۔

''ارجع بہن حتی تضعہن من حیث أخذتہن، وأمہن معہن فرجع بہن'' (ابوداؤد،۴۴۰)۔

الجواب الخامس:

خونخوار جانور مثلاً شیر، چیتا، کتا، سانپ وغیرہ اگر صرف شوقیہ پالا جائے جس کا مقصد فخر ومباہات اور اپنی بڑائی جتلانا ہو تو اس کی ممانعت اور حرمت منصوص ہے، ''عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہﷺ:قال الخیل لرجل أجر ولرجل ستر وعلی رجل وزر..... رجل ربطہا فخراً ورِیاءً ونواءً لأہل الإسلام فہی علی ذلک وزر'' (البخاری۱،۳۱۹)۔

جب فخر ومباہات کے طور پر گھوڑا پالنا جائز نہیں ہے تو درندوں کو پالنا بدرجہ اولی جائز نہ ہوگا؛چنانچہ بلا ضرورت کتا پالنے کے سلسلہ میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ما من أہل بیت یرتبطون کلباً إلا نقص من عملہم کل یوم قیراط إلا کلب صید أو کلب حرث أو کلب غنم'' (مشکوۃ،۳۵۹) کہ کتا پالنے سے روزانہ ایک قیراط نیکی کم ہوتی ہے، اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ دو قیراط نیکیاں کم ہوتی ہیں، نیز آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، جس طرح سے تصویر کا لگانا شرعاً منع ہے اسی طرح سے بلا ضرورت کتا وغیرہ دیگر خونخوار وغیرہ جانوروں کو پالنا بھی ممنوع وناجائز ہوگا، ''لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر'' (مشکوۃ،۳۸۵)۔

اسی طرح سے سانپ وغیرہ جس کی فطرت میں ایذا رسانی ہے ان کو شریعت میں قتل کردینے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا پالنا جائز نہیں، ''عن ابن مسعودؓ قال:قال رسول اللہﷺ:من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ، ومن ترک حیۃ مخافۃ عاقبتہا فلیس منا'' (مجمع

الزوائد۴،۴۵)۔

البتہ درندوں کو اگر تعلیم دے دی جائے اور شکار یا دیگر کسی غرض صحیح مثلاً کھیت ومکان کی حفاظت اور دشمن سے امن کے لئے پالا جائے تو اس کی اجازت ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''وما علمتم من الجوارح مکلّبین تعلّمونہن مما علمکم اللہ فکلوا مما أمسکن علیکم ، الآیۃ'' کی تفسیر میں عموم ہے خواہ وہ چیتا ہو یا کتا یا کوئی دوسرا درندہ، ''ولیس فی قولہ ''مکلبین '' تخصیص للکلاب دون غیرہا من الجوارح إذا کانت التضریۃ عامۃ فیہن کذلک إن أراد بہ تادیب الکلب وتعلیمہ کان ذلک عموماً فی سائر الجوارح، قال طاووس عن أبیہ الجوارح، الکلاب وما تعلم من البزاۃ والفہود .....قال أصحابنا ومالک والثوری والأوزاعی واللیث والشافعی ما علّمت من کل ذی مخلب من الطیر وذی ناب من السباع فإنہ یجوز صیدہ'' (احکام القرآن للجصاص،۳۹۵)۔

حاصل یہ کہ درندوں کو کسی غرض صحیح سے اگر پالا جائے اور دوسروں کو تکلیف وایذا پہنچانے سے پوری حفاظت کی جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں، واللہ اعلم۔

''فی الأجناس لا ینبغی أن یتخذ کلباً إلا أن یخاف من اللصوص وغیرہم وکذا الأسد والفہد وجمیع السباع ہذاقیاس قول أبی یوسف، کذا فی الخلاصۃ'' (ہندیہ۵،۳۶۱)۔

الجواب السادس:

جانوروں کو اللہ تعالی نے انسانی نفع کے لئے پیدا کیا ہے یہاں تک کہ ان کو ذبح کرکے ان سے نفع اٹھانے کی اجازت دی ہے؛ البتہ بلا کسی غرض صحیح کے جانوروں کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اور جب غرض صحیح ہو تو پھر تکلیف وایذا رسانی بھی روا رکھی گئی ہے لہذا میڈیکل تجربات جو جانوروں پر کئے جاتے ہیں شرعاً اس کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ یہ تجربات انسانی نفع ہی کے لئے کئے جاتے ہیں اور جب جانور کو مار کرکے نفع اٹھانا جائز ہے تو زندہ رکھ کر نفع اٹھانا بدرجہ اولی جائز ہوگا، ''وذلک یوجب إباحۃ الانتفاع بہا بسائر وجوہ الانتفاع إلا ما خصہ الدلیل'' (احکام القرآن للجصاص ۲،۳۹۴)۔

''(أما الإیلام للحیوان) لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح، فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی'' (اعلاء السنن ملخصاً ۱۷،۴۵۴)، اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کی ایک تحریر جو اس موضوع سے متعلق ہے نقل کردی جائے چنانچہ مولانا تحریر فرماتے ہیں: مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے بسااوقات جانورونکو استعمال کرنا پڑتا ہے، پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں جو اس بیماری کو پیدا کردیں پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہیں، یہ صورتیں جائز ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنے

لئے سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لئے خادم ہیں، اسی لئے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کو غذا ، چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لئے اس کے جسم میں پیوندکاری کی اجازت دی گئی ہے۔ مذکورہ صورتوں میں بھی چونکہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لئے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشا ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل۱،۳۳۷)۔

خلاصہ:

جانوروں پر طبی ریسرچ کا مقصد ان پر آزمائی ہوئی ادویہ وغیرہ سے انسان کا علاج معالجہ ہوتا ہے اور اس میں جانور کو پہنچنے والی تکلیف بلا فائدہ نہیں اور ممانعت بلا فائدہ تکلیف پہنچانے کی ہے لہذا جانوروں کو جو تکلیف انسانی نفع کی غرض سے پہنچائی جائے تو اگر وہ بقدر ضرورت ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے؛ کیونکہ جانوروں کو انسانی نفع ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے لہذا جانوروں سے نفع اٹھانے کے جتنے بھی جائز طریقے ہیں سب مباح ہونگے، ''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون''، جب جانوروں کو ذبح کرکے ان کے گوشت، ان کی ہڈی، ان کی کھال وغیرہ سے نفع اٹھانے کی اجازت ہے تو ان کو باقی رکھ کر ان سے نفع اٹھانے کی بدرجہ اولی اجازت ہوگی گرچہ اس میں جانور کو کچھ تکلیف ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ذبح کی تکلیف بہرحال اس تکلیف سے زائد ہوتی ہے؛ البتہ اگر اس کے بغیر کوئی دوسرا طریقہ تجربہ کا موجود ہو تو جانوروں پر ریسرچ ایذاء بلا فائدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے منع ہوگا۔ ''كره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أى تسكن عن الاضطراب'' (الدر المختار مع الرد ۴۲۷،۹)۔

حضرات فقہاء کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے یہ عبارت بامقصد طبی ریسرچ کے جواز پر دال ہے، فقط واللہ اعلم۔

الجواب السابع:

جانور کو بے ہوش کرکے اس کا کوئی عضو نکال لینا شرعاً جائز نہیں؛ کیونکہ زندہ جانور سے کاٹا گیا عضو مردار کے حکم میں ہے چاہے وہ ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا، اور بغیر ضرورت شدیدہ کے ادویہ وغیرہ میں بھی ان کا استعمال جائز نہیں اور جب جانور کو ذبح کرکے اس عضو کو حاصل کرنا ممکن ہے تو زندہ سے عضو کاٹنا بلا ضرورت ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے؛ البتہ اگر کوئی ایسا عضو ہو جو جانور میں زائد رہتا ہو اور اس میں حیات کو موثر نہ مانا گیا ہو تو اس کو کاٹنے کی اجازت ہوگی، جیسے مشک کا نافہ زندہ ہرن میں کاٹ لینا، یا جانور کے بال وکھر وغیرہ کو کاٹنا شرعاً جائز ہے، اسی طرح اگر ذبح کے بعد کاٹے جانے والےاعضاء سے مطلوبہ مقصد

پورا نہ ہو تو بھی مجبوراً دواؤں کے لئے زندہ جانوروں سے اعضاء کاٹنے کی اجا زت معلوم ہوتی ہے، البتہ عضو کاٹنے کے بعد جانور اگر مستقل تکلیف میں مبتلا رہے تو اس کو ذبح کردینا لازم ہے؛ کیونکہ زندہ رکھنے میں ایذاء بلا ضرورت ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، حاصل یہ کہ درج ذیل صورتوں میں زندہ جانور سے ادویہ کے لئے اعضاء کاٹنا جائز ہے۔

(۱) زندہ جانور کے عضو کی دوا وغیرہ کے لئے ایسی ضرورت اور مجبوری ہو کہ اس کے بغیر کام نہ چلے اور یہ مقصد زندہ جانور کے عضو سے ہی حاصل ہوسکتا ہو، ذبح کے بعد ضرورت پوری نہ ہوسکے، ''قیل یرخص فیہ الشفاء ولو یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی'' (درمختار ۱،۳٦٦)۔

''(اختلف التداوی بالمحرّم) ففی النہایۃ عن الذخیرۃ إن علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء آخر، الظاہر أن التجربۃ یحصل بہا غلبۃ الظن دون الیقین، إلا أن یریدوا بالعلم غلبۃ الظن وہو شائع فی کلامہم'' (شامی ملخصاً ۱،۳٦٥)۔

(۲) جانور کا ایسا عضو جس کو شرعاً پاک وحلال مانا گیا ہو جیسے مشک اور اس کا نافہ، زندہ جانور سے حاصل کیا جائے یا مردہ سے، ذبح کے بعد حاصل کیا جائے یا ذبح سے پہلے، اس کو شریعت نے طاہر اور حلال قرار دیا ہے، لہذا اس کو زندہ جانور سے حاصل کرنا بھی جائز ہے، ''والمسک طاہر حلال فیؤکل بکل حالٍ وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقاً علی الأصح، وکذا الزباد أشباہ، لاستحالتہ إلی الطیبۃ، قولہ (مطلقاً) من غیر فرق بین رطبہا ویابسہا وبین ما انفصل من المذبوحۃ وغیرہا ..... وفی المنہاجیۃ: المسک طاہر وکذا الزباد وکذا العنبر'' (شامی ملخصا ۱،۳٦٤)۔

(۳) زندہ جانور سے ضرورت کے وقت ان اعضاء کو بھی کاٹ لینا جائز ہے جن میں حیات سرایت نہیں کرتی جیسے ناخن، ہڈی، بال وغیرہ۔ حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: مردار جانور کی ہڈی، بال جو کھانے کی چیز نہیں وہ پاک ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے، آیت کریمہ:''من أصوافہا وأوبارہا'' الآیہ میں جانوروں کے بالوں کو مطلقاً جائز الانتفاع قرار دیا، ذبیحہ کی شرط نہیں، کھال پر چونکہ خون وغیرہ کی نجاست لگی ہوتی ہے اس لئے دباغت سے پہلے حرام ہے؛ البتہ دباغت کے بعد حلال اور جائز ہے، احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے (معارف القرآن ۱،٦٦)۔

''یجوز الانتفاع بعظام المیتۃ ولا بأس بشعر المیتۃ وصوفہا ولا أری بأساً بالقرن والظلف أن ینتفع بہ ولا بأس بعظام المیتۃ ولا الشعر ولا الصوف'' (احکام القرآن للجصاص۱،۱٤۷)۔

نوٹ: زندہ جانوروں سے جن صورتوں میں ان کے اعضاء کاٹنے کی اجازت ہے اس کےلئے شرط یہ ہے کہ جانور کو کاٹنے کے بعد جو تکلیف ہو وہ وقتی ہو بعد میں دوا علاج سے وہ تکلیف زائل ہوجائے لیکن اگر عضو کٹنے کے بعد جانور کو مستقل تکلیف باقی

رہے تو ایسی صورت میں جانور کو ذبح کردینا لازم ہے، تکلیف کے ساتھ اس کو زندہ باقی رکھنے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی؛ کیونکہ یہ ضرورت سے زائد تکلیف دینا ہے جس کی ممانعت کتب حدیث میں مصرح ہے، یہاں تک کہ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنے اور اسی طرح سے جانور کے سامنے چھری تیز کرنے کی بھی ممانعت ہے۔

''کل طریق أدی الحیوان إلی تعذیب أکثر من اللازم لإزہاق روحہ فہو داخل فی النہی ومأمور باجتناب عنہ مثل أن یحدّ الشفرۃ بحضرۃ الحیوان أو یذبحہ بمرأی من حیوان آخر'' (تکملۃ فتح الملہم ۴۴۸،۳)۔

''وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ'' (الدر المختار ۴۲۷،۹)۔

البتہ اگر جانور کو زندہ باقی رکھنے کی مصلحت اور ضرورت ہو تو ایسی صورت میں عضو کاٹنے کے بعد بھی باقی رکھنے کی اجازت ہوگی لیکن دوا علاج سے اس کی تکلیف کو حتی الامکان کم کرنے کی کوشش کرنا بھی لازم ہوگا، ''فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی، لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح'' (اعلاء السنن ملخصاً ۴۵۴،۱۷)۔

درج ذیل صورت میں زندہ جانور سے عضو کاٹنا جائز نہیں:

کاٹے جانے والے عضو میں حیات موثر ہو اور اس کو پاک وطاہر نہ مانا گیا ہو اور ذبح کے بعد مطلوبہ مقصد بھی حاصل ہوسکتا ہو، زندہ جانور سے کاٹنے کی کوئی مجبوری نہ ہو تو ایسی صورت میں زندہ جانور کا عضو کاٹنا اور اس کو ادویہ وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے؛ کیونکہ زندہ جانور سے کاٹا گیا عضو میتہ اور مردار کے حکم میں ہے، ''أن النبیﷺ قال:کل شئ قطع من بہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ'' (مجمع الزوائد۳۲،۴، شامی)۔

آپریشن کرکے جانور کے اندر کوئی آلہ رکھنا:

جانور کے اندر آلہ رکھنا جو جانور کے لئے باعث تکلیف بھی ہو اگر کسی خاص مفید مقصد اور مصلحت کے تحت ہو مثلاً جانور کے اندر کے نظام کا معائنہ کرکے ان کے یا انسانوں کے دوا علاج وغیرہ میں مدد حاصل کی جاسکے تو اس مقصد سے آلہ رکھنا جائز ہے گرچہ اس کی وجہ سے جانور کو کچھ تکلیف ہی کیوں نہ ہو، جانور پر میڈیکل تجربات کے تحت یہ مسئلہ ذکر کیا جاچکا ہےبہرحال کسی خاص مفید مقصد کے لئے آلہ رکھنا جائز ہے گرچہ اس سے جانور کو تکلیف ہو، ''لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح ..... فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی'' (اعلاء السنن ۴۵۴،۱۷)۔

بغیر کسی مفید مقصد کے صرف تفریح طبع وغیرہ کے لئے جانور کے اندر ایسا کوئی آلہ رکھنا جو اس کے لئے باعث تکلیف ہو شرعاً جائز نہیں، شریعت نے جانور کو بلا

ضرورت تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ جانور کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ سے جانور بے فائدہ گھایل اور زخمی ہوکر تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی طرح جانور کے سامنے چھری تیز کرنا ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنا بھی منع ہے تو جب اتنی سی تکلیف دینا منع ہے تو ان کے اندر بلا مقصد مفید آلہ رکھ کر تکلیف پہنچانا بدرجہ اولی منع ہوگا، جیسا کہ اس کی وضاحت اس سے پہلے کی جاچکی ہے، ''نہی رسول اللہﷺ عن التحریش بین البہائم'' (ابوداؤد،٣٤٦ کتاب الجہاد)۔

الجواب الثامن:

جانوروں کی نسلوں کی حفاظت مقصود ہے، خصوصاً جب ماحولیات کے لئے ان کی بقا بھی ضروری ہو، ''(قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین'' (ہود)، ''فاسلک فیہا من کل زوجین اثنین'' (مومنون)، ''نہی رسول اللہﷺ عن إخصاء الخیل والبہائم ثم قال ابن عمر:وفیہا نماء الخلق فیہ إشارۃ إلی علۃ النہی عن الإخصاء وہو قطع النسل'' (اعلاء السنن)۔لہذا ماحولیات کے لئے مفید جانوروں کی نسلوں کی بقا کے لئے ان کے شکار وغیرہ پر پابندی لگانا عامۃ الناس کے لئے مفید ہے، اس لئے شرعاً بھی مصالح ناس کی بنا پر اس طرح کا قانون جائز اور درست ہے، اور اس طرح کے قانون کی پابندی ضروری بھی ہے۔

''المسلم یجب علیہ أن یطیع أمیرہ فی الأمور المباحۃ .....بذہ الطاعۃ کما أنہا مشروطۃ بکون أمر الحاکم غیر معصیۃ فإنہا مشروطۃ أیضاً بکون الأمر صادراً عن مصلحۃ لا عن ہویً أو ظلم لأن الحاکم لا یطاع لذاتہ وإنما یطاع من حیث أنہ متول لمصالح العامۃ'' (تکملۃ فتح الملہم٣،٢٦٨۔٢٦٩)، ''کل من یسکن دولۃ فإنہ یلتزم قولاً أو عملاً بأنہ یتبع قوانینہا وحینئذ یجب علیہ اتباع أحکامہا'' (بحوث قضایا فقہیہ معاصرہ،١٦٦)۔

عبارت مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ عامۃ الناس کے نفع کے لئے جتنے جائز قوانین بناتے جائیں ان کی پابندی امیر کی اطاعت یا ملک کے معاہدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے لازم ہے اور جائز قوانین کی خلاف ورزی منع ہے، او ریہ بات اوپر معلوم ہوچکی ہے کہ ماحولیات کی حفاظت کے لئے بعض ختم ہونےو الے جانوروں کی نسلوں کی حفاظت کی غرض سے شکار کی پابندی کا قانون شریعت کے مخالف نہیں، لہذا یہ قانون صحیح اور درست ہے، اس لئے اس کی حتی الامکان پابندی بھی لازم ہے، واللہ اعلم۔

''الذی یظہر أن ما أمر بہ مما لیس فیہ مصلحۃ عامۃ لا یجب امتثالہ إلا ظاہراً فقط بخلاف ما فیہ ذلک فإنہ یجب باطناً أیضاً'' (روح المعانی ٥،٦٦)۔

قومی جانوروں کا شکار اور ذبح:

شریعت مقدسہ نے جن جانوروں کو حلال کیا ہے ان کے شکار اور ذبح کو بھی

جائز قرار دیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ عرفجہ بن نہیک نے آپﷺ سے عرض کیا کہ میری اور میرے گھر والوں کی روزی شکار سے وابستہ ہے او راس کی وجہ سے اللہ کے ذکر، نماز باجماعت میں خلل ہوجاتا ہے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہیں یانہیں؟ تو آپﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس کی اجازت دیتا ہوں، اس لئے کہ اللہ تعالی نے اس کو حلال قرار دیا ہے، یہ بہترین عمل ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب سمجھتے ہیں، اور مجھ سے پہلے جتنے انبیاء آئے ہیں سب شکار کرتے تھے۔ ''فقال:أحلہ لأن اللہ عزوجل قد أحلہ نعم العمل واللہ أولی بالعذر قد کانت قبلی للہ رسل کلہم یصطاد'' (ملخصا مجمع الزوائد۴،۲۹)۔

اور کسی جانور کو قومی قرار دے کر اس کے شکار اور ذبح پر پابندی لگانا غیر اسلامی طریقہ ہے، شریعت میں کسی جانور کو قومی تقدس دے کر شکار اور ذبح کی ممانعت کا کوئی تصور نہیں، لہذا اس طرح کے قوانین کی برضا ورغبت تائید کرنا شرعاً جائز نہیں، ایسے وقت میں احکام شرعیہ کی (اگرچہ وہ اباحت کے درجہ میں ہوں) حفاظت واجب ہوجاتی ہے؛ کیونکہ اس طرح کے قوانین پر راضی ہونا احکام شرعیہ کی تغییر وتبدیل پر راضی ہونا ہے، اس لئے ایسے قوانین کی تائید کرنا جائز نہیں، ''یاأیہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' ہذہ الآیۃ نزلت فی نفر ممن أسلم من الیہود وغیرہم کعبد اللہ بن سلام وأسد بن عبید وثعلبۃ وطائفۃ استأذنوا رسول اللہﷺ فی أن یسبتوا وأن یقوموا بالتوراۃ لیلاً فأمرہم اللہ بإقامۃ شعائر الإسلام والاشتغال بہا عما عداہا'' (تفسیر ابن کثیر۱،۵۰۱)۔

اور تفسیر کبیر میں اس آیت کے شان نزول میں یہ لکھتے ہیں: ''وکانوا یقولون ترک ہذہ الأشیاء مباح فی الإسلام وواجب فی التوراۃ فنحن نترکہا احتیاطاً فکرہ اللہ تعالی ذلک منہ وأمرہم أن یدخلوا فی السلم کافۃ أی فی شرائع الإسلام کافۃ ولا یتمسکون بشئ من أحکام التوراۃ اعتقادا لہ وعملاً بہ لأنہا صارت منسوخۃ'' (تفسیر کبیر ۵،۲۲۴)۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح فعل سے بھی غیر قوموں کے شعار کی تائید ہو تو وہ مباح فعل شرعاً ممنوع ہوگا۔ دوسری آیت میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین''، اور ایک دوسری آیت میں ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما أحل اللہ لکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین''۔ مزید اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یا أیہا النبی لم تحرم ما أحل اللہ لک تبتغی مرضات أزواجک واللہ غفور رحیم''۔

یہ آیات کسی جائز امر کو صرف دوسری قوموں کی خوشی اور رضا کے لئے ترک کرنے کی ممانعت پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں، ان نصوص کے ہوتے ہوئے غیر وں کی

طرف سے کسی جانور کو قومی تقدس دے کر ذبح وشکار کے قوانین پر قولی وعملی رضا کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔ حضرت اقدس تھانویؒ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں، (١)موالات یعنی دوستی، یہ کسی حال میں جائز نہیں (٢) مدارات، یعنی ظاہری خوش خلقی، یہ تین حالتوں میں درست ہے: (١) دفع ضرر کے واسطے، (٢) اس کا فر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے، (٣) اکرامِ ضیف کے لئے، اور اپنی مصلحت ومنفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں، اور بالخصوص جبکہ ضرر دینی کا بھی خوف ہو۔(٣) مواسات، یعنی احسان ونفع رسانی، جن سے محاربہ ہو ان کے ساتھ ناجائز ہے ورنہ جائز ہے (بیان القرآن ملخصاً،١٠٨)۔ حضرت کی اس تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر اس طرح کے قوانین کی خلاف ورزی سے دینی یا دنیاوی ضرر ہو تو ظاہری خوش خلقی برتتے ہوئے جان ومال کی حفاظت کے لئے عملاً (دل سے ناپسند کرنے کے ساتھ ساتھ) خلاف ورزی سے اجتناب کی اجازت ہے، حاصل یہ کہ بدرجہ مجبوری ایسے قوانین کی پابندی لازم ہے رضا وخوشی سے ایسے قوانین کا قبول کرنا جائز نہیں۔

الجواب التاسع:

جن جانوروں کو دوسری قومیں معبود اور مقدس مانتی ہوں اور ان کے ذبح واکل سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو یا قانوناً اس کے ذبح کی پابندی ہو تو ایسی صورت میں اہل اسلام کا کیا طریقہ ہونا چاہئے اس کو حضرات اکابر نے بڑی تفصیل سے تحریر کردیا ہے، مثلاً امداد الفتاوی ٣،٥٧٦-٥٩٦، امداد المفتین٢،٧٩٨، کفایت المفتی ٨،١٨٨ وغیرہ میں تفصیلی بحث موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے کا اختیار کسی کو نہیں، نہ کسی نبی کو نہ کسی بادشاہ کو، اس لئے اس طرح کے قانون کو پسند کرنا اور اس میں معین ومددگار ہونا جائز نہیں، نیز اس طرح کے قوانین کی موافقت سے شعائر اسلامی کا ترک ہوتا ہے اور شعار کفر کا احیاء ہوتا ہے، اور کسی بھی شعار کفر میں قولی وعملی شرکت جرم عظیم ہے، مزید غیروں کے ساتھ امور مذہبیہ میں موافقت شرعاً ناجائز ہے، اس لئے غیر مسلموں کے تقدس کو ملحوظ رکھ کر اور ان کی دلجوئی وغیرہ کے لئے ایسے جانوروں کو ذبح کرنے سے اجتناب کی اجازت نہیں، اسی طرح جب قانونی تحفظ حاصل ہو اور ابتلاء مصیبت کا اندیشہ نہ ہو تو ان کے ذبح واکل سے پرہیز کی اجازت نہیں، نیز اس طرح کے قوانین پر رضا اور ان کی تائید کسی حال میں جائزنہیں؛ البتہ جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے بدرجہ مجبوری قانون کو غلط سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا لازم ہے، اور ''من رأی منکم منکراً'' ، الحدیث کے آخری درجہ میں عمل کی مجبوری ہےنیز ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' اور '' لا ینبغی للمؤمن أن یذلّ نفسہ'' کا بھی یہی تقاضا ہے ۔

الجواب العاشر:

حکومت کا نہروں اور جھیلوں اسی طرح جنگلات میں شکار پر پابندی والا قانون عوامی نفع اور مصالح کے تحت داخل ہے؛ کیونکہ حکومت کا مقصد یا تو جانوروں کی نسلوں کا تحفظ ہوتا ہے اور یہ مطلوب ہے، ''وإن لم یوجد منہ الإیذاء فالأولی لا یتعرض بقتل شئ منہ'' (ہندیہ۵،۳٦۱)، یا جس علاقہ میں یہ جانور اور پرندے رہتے ہیں اس علاقے میں ایک خاص رونق مقصود ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے سیاحوں کی آمد اور ملکی آمدنی میں اضافہ بھی ہوتا ہے نیز ماحولیات کے لئے بھی یہ جانور اور پرندے مفید ہوتے ہیں، بہت سے امراض کے دافع بھی بنتے ہیں، بہرحال اس طرح کا قانون مفاد عامہ کے تحت آتا ہے، لہذا یہ قانون صحیح اور درست ہے، اور شرعاً اس کی پابندی ضروری ہے۔

''الذی یظہر أن ما أمر بہ مما لیس فیہ مصلحۃ عامۃ لا یجب امتثالہ إلا ظاہراً فقط بخلاف ما فیہ ذلک فإنہ یجب باطناً أیضاً'' (روح المعانی۵،۶۶)۔

البتہ اگر کوئی شکار ان علاقوں سے ماکول چرند پرند کا کرے گا تو اس کا کھانا حلال اور جائز ہے؛ کیونکہ وہ کسی کی مملوک نہیں مباح الاصل ہے۔ ''وأجمع العلماء علی إباحۃ الاصطیاد والأکل من الصید'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۶۹۲)۔

''من رمی صیداً فأصابہ ولم یخرجہ من حیز الانتفاع فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی لأنہ الآخذ وقد قال علیہ الصلاۃ والسلام الصید لمن أخذہ'' (اللباب فی شرح الکتاب ۳،۹۰، ہدایہ آخریین،۴۹۸)۔

جو چیز کہ شرعاً حلال ہے وہ تو حلال ہی رہے گی، اگر کوئی شخص ایسا شکار کرتا ہے جو گورنمنٹ کے قانون کی رو سے ممنوع ہے تو یہ شکار شرعاً حلال ہوگا؛ البتہ حکومت کی ممانعت اگر مفاد عامہ کے لئے ہے تو قانون کی پاسداری ضروری ہوگی (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵،۴۹۵)۔

الجواب الحادی عشر:

جن جانوروں سے ضرر اور نقصان پہنچے ان کو قتل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ شریعت نے جب جلبِ منفعت (اکل) کے لئے قتل کی اجازت دی ہے تو دفع مضرت کے لئے بدرجۂ اولی اجازت ہوگی، ''لا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحل قتلہ لآجل الآکل فلدفع الضرر أولی'' (ہندیہ۵،۳٦۱)۔

''یجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل ..... لأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ وکل ذلک مشروع'' (ہدایہ اخیرین،۴۹۹)۔

لہذا جو جانور امراض متعدیہ سے متاثر ہوں اور تعدیہ سے بچاؤ کے لئے قتل کی ضرورت ہو تو قتل کرنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ جانوروں کو قتل کرنے میں ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس میں تکلیف کم از کم ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

‘‘إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته فليرح ذبيحته’’ (مسلم شريف مع تكملة فتح الملہم ۳،۴۴۸)۔

اللہ تعالی نے ہر چیز کےساتھ احسان اور بھلائی کو لازم قرار دیا ہے لہذا جب قتل کرنا ہو تو بہتر طریقہ سے قتل کرو اور ذبح کرنا ہو تو بہتر طریقہ سے ذبح کرولہذا اپنی چھری کو خوب تیز کرلو، نیز آپ ﷺ نے زائد تکلیف سے بچانے کے لئے دانت وغیرہ سے کاٹ کر ذبح کرنے کو حرام قرار دیا، اس لئے امراض متعدیہ سے متاثر جانور کو اگر مارنے کی ضرورت ہو تو اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس میں کم سے کم تکلیف ہو، زندہ دفن کرنے اور ایسڈ وغیرہ ڈال دینے کی اجازت سمجھ میں نہیں آتی ہے؛ کیونکہ ہرحال میں یہ دونوں طریقے بہت ہی تکلیف دہ ہیں، زندہ دفن کرنے میں دم گھٹ گھٹ کر نکلے گا اور ایسڈ کے ذریعہ سے قتل یہ قتل بالنار کے مشابہ ہے اور آپ ﷺ نے قتل بالنار سے سختی سے منع فرمایا ہے، لہذا یہ دونوں طریقے ضرورت سے زائد تکلیف پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، ‘‘وہذا لأن فی جمیع ذلک وفی قطع الرأس زیادة تعذیب الحیوان بلا فائدة وہو منہی عنہ والحاصل أن ما فیہ زیادة إیلام لا یحتاج إلیہ فی الذکاة مکروہ’’ (ہدایہ اخیرین،۴۲۳)۔

‘‘عن أبی الدرداء یقول:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:لا یعذب بالنار إلا رب النار’’ (درمختار۶،۲۲۰)۔

ان تفصیلات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جانوروں کے قتل کے لئے سب سے بہتر طریقہ ذبح کرنے کاہے، لہذا اگر ذبح کرنا ممکن ہو تو ان کو ذبح کردیا جائے، ‘‘الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ .....الہرة إذا کانت موذیة لا تضرب ولا تعرک أذنہا بل تذبح بسکین حادّ’’ (ہندیہ۵،۳۶۱)۔ لیکن اگر ذبح کرنا کسی وجہ سے دشوار ہو اور جانور کو مارکرکے ضائع کرنا ہو تو قتل کے لئے آسان طریقہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ زود اثر زہر کے ذریعہ قتل کرکے دفن کردیا جائے؛ چنانچہ ضرورت کے وقت زہر دینے کی اجازت حضرات مفتیان کرام نے دی ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ چوہوں وغیرہ کو زہر دے کر مارنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: زہر دینا یا ویسے ہی مار دینا بھی درست ہے (فتاوی محمودیہ ۱۸،۲۷۹)۔

الجواب الثانی عشر:

جانور خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اس کو جائز منفعت کے لئے مارنا شرعاً جائز ہے، اسی طرح سے دفع ضرر کے لئے بھی جانور کو قتل کرنے کی اجازت ہے اور جائز منافع اور مصالح میں ہاتھی کے دانت ہرن کی سینگ، کھال، بال وغیرہ غرضیکہ وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن سے نفع اٹھانا جائز ہے لیکن اگر کوئی جانور ایسا ہو جس کی

کوئی چیز نہ تو قابل استعمال ہو اور نہ وہ کسی لئے باعث ضرر ہو تو شرعاً اس کو مارنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ قتل بے مقصد ہے اور بے مقصد قتل سے شریعت نے منع فرمایا ہے، ''ویجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل، لإطلاق ما تلونا، والصید لا یختص بماکول اللحم .... لأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ وکل ذلک مشروع'' (ہدایہ اخیرین،۴۹۹)، واللہ اعلم بالصواب ۔

''عن ابن عباس قال:نہی رسول اللہ ﷺ عن قتل کل ذی روح إلا أن یؤذی'' (مجمع الزوائد۴،۴۲)۔

''عن عمر بن یزید عن أبیہ قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:ما من أحد یقتل عصفوراً إلا عجّ یوم القیامۃ یقول:یا رب ہذا قتلنی عبثاً فلا ہو انتفع بقتلی ولا ہو ترکنی فأعش فی أرضک'' (مجمع الزوائد۴،۳۰)۔

''الصید ہو مباح إلا لمحرم أو للتلہی ..... قال أبویوسف إذا طلب الصید لہواً ولعباً فلا خیر فیہ وأکرہہ وإن طلب منہ ما یحتاج إلیہ من بیع أو إدام أوحاجۃ أخری فلا بأس بہ'' (شامی ۱۰،۴۶-۴۷)۔

الجواب الثالث عشر:

اسلام تکلیف پہنچانے والے جانوروں کو بھی بلا وجہ مارنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا؛ بلکہ ایسے جانوروں کی طرف سے اگر ایذا کا اندیشہ نہ ہو تو ان سے تعرض نہ کرنے کو بہتر خیال کرتا ہے، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: ''قتل الزنبور والحشرات ہل یباح فی الشرع ابتداء من غیر إیذاء ہل یثاب علی قتلہم؟ قال:لا یثاب علی ذلک وإن لم یوجد منہ الإیذاء فالأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منہ کذا فی جواہر الفتاوی'' (ہندیہ۵،۳۶۱)۔

یعنی موذی جانوروں کی طرف سے اگر ایذا نہ پائی جائے تو ان کا قتل کرنا کوئی باعث ثواب کام نہیں؛ البتہ جن جانوروں کی فطرت میں تکلیف پہنچانا ہے یا شریعت نے ان کے قتل کو باعث ثواب قرار دیا ہے ایسے جانور اگر آبادی میں پائے جائیں تو ایذا پہنچانے سے پہلے ان کو قتل کردینے کا حکم ہے، اس لئے آبادی کے اندر پائے جانے والے خلقۃً موذی جانور کو قتل کردینا باعث ثواب ہے، لیکن اگر وہ اپنے مسکن میں ہوں تو پھر ان کے قتل کے درپے ہونا نہ ضروری ہے نہ باعث ثواب۔ یہی حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے، جس کا واقعہ کتب تاریخ میں بہت مشہور ہے کہ جب حضرات صحابہ نے قیروان کو فتح کیا تو اس کے ایک جنگل میں اپنی فوجی چھاؤنی بنانے کا ارادہ کیا، جنگل اتنا گھنا تھا جس کو سانپ بھی آسانی سے پار نہیں کرسکتے تھے، اور وہ جنگل سانپ، درندوں اور دوسرے بہت سے مہلک جانوروں سے بھرا ہوا تھا ، حضرت عقبہ یہ مستجاب الدعوات تھے، انہوں نے صحابہ کو لے کر دعا کیا اور یہ اعلان کیا: ''أیتہا

الحشرات والسباع! نحن أصحاب رسول اللہ ﷺ فارحلوا عنا فإنا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ فنظر الناس یومئذ إلی أمر ہائل کان السبع یحمل أشبالہ والذئب یحمل أجراءہ والحیۃ تحمل أولادہا وہم خارجون أسراباً أسراباً فحمل ذلک کثیراً من البربر علی الإسلام ثم اختط دارا للإمارۃ واختط الناس حولہ وأقاموا بعد ذلک أربعین عاماً لا یرون فیہا حیۃ ولا عقرباً'' (معجم البلدان۴،۴۲۱)۔

اس تاریخی واقعہ میں صحابہ کرامؓ کے عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موذی جانوروں سے اگر ایذا کا خطرہ ہو تو ان کو قتل کیا جائے، ایذا کا خطرہ نہ ہو تو قتل کرنے کی حاجت نہیں، اسی لئے صحابہ کرام نے یہ اعلان کردیا کہ جو لوگ چلے جائینگے وہ محفوظ رہینگے اور جو ہماری آبادی میں رہ جائینگے تو چونکہ ان سے ایذا کا خطرہ ہوگا اس لئے ان کو قتل کردیا جائے گا، اور یہی حکم درج ذیل حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے:

''وعن ابن مسعودؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:اقتلوا الحیات کلہا إلا الجان الأبیض الذی کأنہ قضیب فضۃ'' (رواہ ابوداؤد)۔

''قال العلامۃ العلی القاری:قال ابن الملک:لعل النہی عن قتل ہذا النوع من الحیات إنما کان لعدم ضررہ لأنہ لاسم لہ قلت والأظہر أنہ لما لا ضرر منہ ولو کان لہ سم'' (مرقاۃ المفاتیح ۸،۶۴)۔

حدیث بالا اور اس کی شرح سے یہ مسئلہ صاف ومنقح ہوگیا کہ موذی جانور خواہ وہ سانپ ہو یا دوسرے حشرات الارض اگر ان سے ضرر کاخطرہ ہو تو ان کو قتل کیا جائے اور اگر ضرر کا خطرہ نہ ہوتو قتل کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ جن سے ضرر نہ ہوں ان کا قتل کرنا باعثِ ثواب بھی نہیں؛ کیونکہ اگر یہ عمل موجب ثواب ہوتا تو ممانعت نہ ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب الرابع عشر:

اسلام دنیا میں لطف ومحبت کا جو پیغام لے کرآیا ہے اس کا سلسلہ حیوانات تک وسیع ہے، اس نے حیوانات کے ساتھ متعدد طریقوں سے سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے، اسلام سے پہلے اہل عرب کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس طرح انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ثواب کا کام ہے بعینہ اسی طرح جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا موجب ثواب ہے، اسی عدم واقفیت کی بنا پر ایک صحابی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کے لئے پانی کے جو حوض بنائے ہیں ان پر بھولے بھٹکے اونٹ بھی آجاتے ہیں، اگر میں ان کو پانی پلا دوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر پیاسے یا ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے (مسند ابن حنبل۱،۲۹۶ عن ابن مسعود)، ''قیل:إن لنا فی البہائم أجراً؟ قال:فی کل ذات کبد رطبۃ أجر'' (متفق علیہ، مشکوۃ،۱۶۸)۔

جانوروں کےساتھ حسن سلوک:

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص راستہ میں جارہا تھا اس کو سخت پیاس لگ گئی، اتفاق سے اس کو ایک کنواں مل گیا اور اس نے کنویں میں اتر کر پانی پی لیا، کنویں سے نکلا تو دیکھا ایک کتا پیاس سے زبان نکال رہا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنی پیاس کی شدت کو یاد کرکے اس پر ترس کھایا اور کنویں میں اتر کر پانی لایا اور اس کو پلایا، اللہ کے نزدیک اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اللہ نے اس کو بخش دیا (بخاری شریف، کتاب المساقات وکتاب الادب، باب فضل سقی الماء و باب رحمۃ البہائم۱/۳۱۸)۔

(۲) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، اللہ نے ان کو تمہارا فرمانبردار صرف اس لئے بنایا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات میں پہنچادیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے، تمہارے لئے اللہ نے زمین کو پیدا کیا ہے، اپنی ضرورتیں اسی پر پوری کرو۔

(۳) اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے جانور پر بیٹھ کر راستوں اور بازاروں میں بات کرنے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا کہ جب تک سواری کرنا ہو بھلائی کے ساتھ سواری کرے ورنہ بھلائی کے ساتھ اس کو چھوڑ دے؛ کیونکہ بہت سی سواریاں اپنے سوار کے مقابل میں اللہ تعالی کا ذکر کثرت سے کرنے والی ہوتی ہیں (مجمع الزوائد۸/۱۰۷)۔

(۴) اسی طرح آپ ﷺ نے جانور پر تین آدمی کے بیٹھنے سے منع فرمایا (مجمع الزوائد۸/۱۰۹)۔

(۵) ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ سر سبزی وشادابی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ، اور جب قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو ان کو تیزی کےساتھ چلاؤ؛ تاکہ ان کو راستہ میں چارہ اور گھاس کی جو تکلیف ہوتی ہے اس سے جلد نجات مل جائے (مسلم شریف۲/۱۴۴)۔

(۶) آپ ﷺ نے ایک اونٹ دیکھا جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گیا تھا فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، ان پر سوار ہو تو ان کو اچھی حالت میں رکھ کر سوار ہو اور ان کو کھاؤ تو ان کو اچھی حالت میں رکھ کر کھاؤ۔

(۷) آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں رفع حاجت کے لئے گئے، اس میں ایک اونٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور آب دیدہ ہوگیا، آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا، پھر پوچھا:یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نے عرض کیا: میرا ہے یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا: اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تم کو مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے، اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس کو

بھوکا رکھتے ہو اور اس پر جبر کرتے ہو (سیرت النبی)۔

(۸) ایک شخص ایک گائے پر بوجھ لاد ے کھینچ رہا تھا، گائے نے آپ ﷺ کی طرف مڑ کر عرض کیا کہ میں اس کام کے لئے نہیں پیدا کی گئی، میں کھیتی باڑی، دودھ نسل وغیرہ کے لئے پیدا کی گئی ہوں (بخاری۱،۳۱۲، مسلم۲،۲۷۴ باب فضل ابی بکر)۔

(۹) آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ ایک سفر جہاد میں صحابہ کرام ایک چڑیا کے دوبچے پکڑ لائے، چڑیا فرط محبت سے ان کے گرد منڈلانے لگی، رسول اللہ ﷺ قضا حاجت کے لئے گئے ہوئے تھے، واپس آکر یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اس کو بے قرار کیا ہے؟ اس کے بچوں کو چھوڑ دو (سیرت النبی)۔

(۱۰) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے، اس لئے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں ہر شخص اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے (مسلم۲،۱۵۲)۔

(۱۱) ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں بکری ذبح کرتا ہوں مجھے اس پر رحم آتا ہے یا یہ کہ مجھے اس پر رحم آتا ہے کہ بکری کو ذبح کروں، فرمایا: اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو اللہ تم پر رحم کرے گا (مجمع الزوائد۴،۳۳)۔

جانور کو ستانے (تکلیف دینے) کی ممانعت:

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ دیا، اس کو کھانا پانی کچھ نہ دیا اور آخر وہ اسی طرح بندھی بندھی مرگئی تو اس کی وجہ سے وہ جہنم کی مستحق ہوئی، اور اس کے برعکس ایک فاحشہ عورت نے ایک کتے کو پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہوگئی (مشکوۃ،۱۶۸)۔

اس حدیث سے جانور کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اور اس کے ساتھ ایذا رسانی کی قباحت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

(۲) آپ ﷺ نے بلا ضرورت جانور کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے؛ چنانچہ کسی ذی روح کو نشانہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے (مجمع الزوائد۴،۳۱، مسلم۲ھ۱۵۳)۔

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ مرغی کو باندھ کر نشانہ بنارہے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر کا گزر ہوا تو وہ لوگ بھاگ گئے، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: ایسا کس نے کیا ہے؟ جو لوگ ایسا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو ملعون قرار دیا ہے (مسلم شریف۲،۱۵۳)۔

(۴) حضرات صحابہ کرام اپنے جانوروں کے معاملہ میں اللہ تعالی سے بہت

ڈراکرتےتھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابودراء کا ایک اونٹ تھا، جس کو دمون کہا جاتا تھا تو حضرت ابودرداءؓ اس سے فرمایا کرتے تھے: اے دمون! مجھ سے اپنے رب کے پاس مت جھگڑنا؛ کیوں کہ چوپائے بے زبان ہیں جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہے اس کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اپنی تکلیفوں کو بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، لہذا جو شخص ان سے نفع اٹھائے اور ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھے تو وہ ناشکرا ہے اور اس نے اپنے کو اللہ تعالی کے سامنے خصومت کے لئے پیش کردیا (تفسیر قرطبی۱۰،۷۳)۔

''کان لأبی الدرداءؓ جمل یقال لہ دمون فکانوا إذا استعاروہ منہ قال:لا تحملوا علیہ إلا کذا وکذا فإنہ لا یطیق أکثر من ذلک فلما حضرتہ الوفاۃ قال:یا دمون! لا تخاصمنی غداً عند ربی فإنی لم أکن أحمل علیک إلا ما تطیق'' (کنز العمال۹،۱۹۳، حدیث: ۲۵۶۳)۔

(۵) آپ ﷺ نے بلا ضرورت کسی جانور کے قتل کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے اگر کنجشک (گوریا) یا اس سے بھی کسی چھوٹے جانور کو اس کے حق کے بغیر ذبح کیا تو اللہ تعالی اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرکے کھائے، یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دے (مشکوۃ،۳۵۹)۔

(۶) ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کنجشک (گوریا) کو بلا ضرورت مارے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالی کے یہاں فریاد کرے گی کہ فلاں نے مجھ کو بلا ضرورت مارا ہے (نسائی، ۱۸۵)۔اس سے اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس جانور سے انسان کو کوئی فائدہ نہ ہو اور نہ ہی وہ انسان کو کچھ نقصان پہنچاتے ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز نہیں، اسی لئے آپ ﷺ نے چیونٹی، ہدہد، وغیرہ کو مارنے سے منع کیا ہے۔

(۷) او رجس جانور سے انسانی نفع کا واسطہ ہے اور اس کے قتل سے کوئی فائدہ نہیں تو اس کو بھی مارنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسے شہد کی مکھی (مجمع الزوائد۴،۴۱)۔

(۸) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دانت سے کاٹ کر یا ناخن سے خراش دے کر جانوروں کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے (مسلم شریف۲،۱۵۶)۔

(۹) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کنکر پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت فرمائی ہے اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن شکست کھا سکتا ہے؛ البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے (مسلم۲،۱۵۲)۔

(۱۰) ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ کسی سفر کے پڑاؤ میں تھے، آپ

ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں یا درخت پر چیونٹیوں کا سراخ تھا، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ ان صاحب نے کہا: یا رسول اللہ یہ میں نے کیا ہے، آپ نے فرمایا: بجھاؤ بجھاؤ (مجمع الزوائد۴؍۴۱)۔

(۱۱) ایک حدیث میں ہے کہ ایک پیغمبر کسی درخت کے نیچے اترے تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے پہلے اپنا سامان اس جگہ سے ہٹایا پھر تمام چیونٹیوں کو آگ سے جلا دیا، اس پر اللہ تعالی نے ان کو وحی کے ذریعہ سے متنبہ کیا کہ صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا الخ(مشکوۃ؍۳۶۱)۔

(۱۲) آپ ﷺ نے جانوروں کے منھ پر مارنے یا اس پر داغ دینے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا ہے (مجمع الزوائد۴؍۱۰۶، ۱۱۰)۔

(۱۳) آپ ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا ہے (مشکوۃ؍۳۵۹)۔

(۱۴) آپ ﷺ نے بچے والے جانوروں کا پورا دودھ نکالنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ بچے کے لئے دودھ کو باقی چھوڑ دیا جائے (مجمع الزوائد۸؍۱۹۶)۔

(۱۵) حضرت عمرؓ نے ایک شخص کی پٹائی اس وجہ سے کی کہ اس نے اونٹ پر بوجھ اس کی طاقت سے زیادہ لاد دیا تھا۔ ''رأیت عمر بن الخطابؓ ضرب جمالاً وقال:تحمل علی بعیرک ما لا یطیق'' (تفسیر قرطبی۱۰؍۷۳، کنز العمال ۹؍۱۸۹، حدیث: ۲۵۶۲۹)۔

(۱۶) ایک شخص اپنی بکری کے شانہ پر قدم رکھ کر اپنی چھری تیز کررہا تھا اور بکری اس کو دیکھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا اس کو دو مرتبہ مارنا چاہتے ہو؟ (مجمع الزوائد۴؍۳۳)۔

حضرات فقہاء کی تصریحات:

حضرات فقہاء نے جانور کو بلا فائدہ تکلیف دینے کو ناجائز فرمایا ہے، اسی وجہ سے ذبح کرتے وقت سر کو الگ کردینا منع ہے، اسی طرح ضرورت سے زائد کاٹنا یا گردن کی طرف سے ذبح کرنا یہ سب منع ہے اور ذبح کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنے کا حکم ہے جس میں کم سے کم جانور کو تکلیف ہو، حضرات فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کرے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے، جانور کے حرکات کے ختم ہونے سے پہلے کھال نہ اتارے، ہاتھ پاؤں نہ کاٹے اور چھری کو ذبح سے پہلے خوب تیز کرلے غرضیکہ ذبح کرنے میں بھی ایسا طریقہ اختیار کرے جس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہو، یہ شریعت مقدسہ کی تعلیم ہے، تو جس شریعت نے ضرورت کے وقت بھی ضرورت سے زائد جانوروں کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا وہ بلا ضرورت تکلیف کی اجازت کیونکر دے سکتی ہے۔

‘‘قال ملا على القارى:ويستحب أن لا يحد بحضرة الذبيحة، ولا يذبح واحدة بحضرة الأخرى ولا يجرها إلى مذبحها .....نهى عن الذبيحة أن تفرس .....أن تذبح الشاة فتنخع وقيل معنى النخع أن يمد رأسه حتى يظهر مذبحه وقيل أن يكسر عنقه قبل أن يسكن الاضطراب وكل ذلک مكروه لما فيه من زيادة تعذيب الحيوان بلا فائدة’’ (المرقاة٨٫١٤-١٥).

‘‘وفى الدر كره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أى تسكن عن الاضطراب’’ (الدر المختار مع الرد ٤٢٧٫٩).

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم•

۱۔ اللہ سبحانہ نے حیوانات کو انسانوں کیلئے مسخرکیا ہے۔ان میں سے بعض وہ حیوانات ہیں جن کا گوشت کھانا اسلام نے حلال کیا ہے،انسان گوشت بھی کھاتے ہیں سبزی واناج بھی، نباتات میں بہت سے ایسے پتے والے اور خار دار درخت ہیں جن کو انسان اپنی غذا کا حصہ نہیں بناسکتے ، ایسی اشیاء حیوانات کی غذا بنائی گئی ہیناور نباتات کے ساتھ ایسی اشیاء سے ان کی نشوونماہوتی ہے، اللہ سبحانہ نے جن حیوانات کا گوشت حلال کیا ہے بطورغذا انسان اس کو استعمال کرتے ہیں، اسطرح وہ اشیاء جو راست طورپر انسانوں کی غذاکا حصہ نہیں بن سکتیں بالواسطہ انسانوں کی غذا بنتی ہیں، قدرت کا یہ انوکھانظام ہے جو انسانوں کی صحت اور ان کی عمدہ نشوونما میں ممد ومعاون بنتاہے اس لئے خاص کر ایسے حیوانات جن کاگوشت حلال ہے ان کو غذا کے حصول کیلئے قدرت کے بنائے ہوئے نظام فطرت سے محروم کرکے لحمی أجزاء پر مشتمل خوراک کا انتظام کرنا منشاء قدرت کے خلاف اور نظام فطرت کے مغائرمعلوم ہوتا ہے ۔ لحمی أجزاء پر مشتمل غذا کی فراہمی سے مقصود حیوانات کی تیز نشوونمااور ان کی فربہی ہے، ممکن ہے اس سے حیوانات کی تجارت کرنے والوں کوبہت زیادہ مالی فوائد حاصل ہوتے ہوں لیکن لحمی أجزاء پر مشتمل غیر فطری نظام خوراک سے پرورش پانے والے جانوروں کی انسانی غذا میں شمولیت کے رجحان سے فطری ماحول میں پرورش پانے والے حیوانات کے گوشت کو غذا میں شامل کرنے سے جو فوائد پہنچانا قدرت کو منظور ہے اس سے انسانوں کو محروم کرنا ہے ،تاہم حیوانات کے لئے جائز لحمی أجزاء پر مشتمل غذا فراہم کی جائے تو اس کو غیر فطری تو کہا جاسکتا ہے لیکن ناجائز نہیں ۔تاہم یہ ضرور کہاجا سکتا ہے کہ یہ کوشش نظام فطرت اور منشاء قدرت کے مغائر ہے، کائنات کا جو فطری نظام قدرت نے بنایا ہے اس میں عدل ہے، اس نظام فطرت میں انسانی مداخلت ظلم کے مترادف ہے، اس لئے اسکی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں ہونی چاہئے، اسلامی نقطۂ نظربھی ظاہر ہے نظام فطرت میں مداخلت کے حق میں نہیں ہوگا ۔

البتہ حرام لحمی أجزاء سے حیوانات کی غذا تیار کی جائے اوراسی غذا پر ان کو رکھا جائے یا بکثرت وہی غذا دی جائے تو اس کے ناجائز یا جائز ہونے کی بحث کا دروازہ

• سابق مفتی جامعیہ نظامیہ، حیدر آباد۔

کھلتا ہے،چنانچہ فقہاء کرام کے درمیان اس میں بحث ہے ،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایسے جانوروں کے گوشت کی حر مت کے حکم میں ان کو بکثرت دی جانے والی حرام غذا کا اعتبار کرتے ہیں نہ کہ اسکے اثرات کے پائے جانے کا،یعنی ان کے گوشت کو مطلق حرام قراردیتے ہیں:

''قال ابن قدامۃ رحمہ اللہ فإذاکان أکثر علفہا النجاسۃ حرم لحمہا ولبنہا، وإن کان أکثرعلفہا الطاہرلم یحرم أکلہا ولا لبنہا''(المغنی لابن قدامۃ۹؍۴۱۳) ۔

البتہ ائمہ احناف وشوافع حرمت کے لئے حرام غذا کی کثرت کے ساتھ اس غذا کی تاثیر کے پائے جانے کا اعتبارکرتے ہیں، یعنی انکے حرام ہونے کے بارے میں حرام غذاکی کثرت کے ساتھ اس غذا کے اثرات ظاہر ہوں تو ایسی صورت میں ان جانوروں کے گوشت اوردودھ وغیرہ کے حرام ہونے کا حکم لگاتے ہیں:

''وأما الحنفیۃ والشافعیۃ فلم یعدوہا من الجلالۃ لأن شرط الجلالۃ أن یظہر تاثیر أکلہا للنجاسات فی لحمہا ورائحتہا،قال السرخسی رحمہ اللہ و تفسیر الجلالۃ:التی تعتاد أکل الجیف ...فیتغیر لحمہا ویکون لحمہا منتنا فحرم الأکل لأنہ من الخبائث... وأما ما یخلط فیتناول الجیف وغیرالجیف علی وجہ لا یظہر أثر ذلک من لحمہ فلا بأس بأکلہ؛ انتہی'' (المبسوط ۱۱؍۲۵۵)۔

الشیخ المشیقح اس بحث سے یہ نتیجہ اخذکرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پس اس مسئلہ میں درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جانوروں کے گوشت اوردودھ میں اگراس نجاست کا اثرپایا جاتا ہو یا یہ(گوشت ودودھ) امراض کا سبب بنتے ہوں تب تو انکا کھانا، پینا حرام ہوگا؛ البتہ نجاست کے اثرات ان کے گوشت میں ظاہر نہ ہوں توان کا کھانا جائز ہوگا؛ کیونکہ نجاسات تحویل حالت کی وجہ سے پاک ہوجاتے ہیں، چونکہ یہ حرام غذا پہلے خون پھرگوشت اوردودھ وغیرہ میں تبدیل ہوجا تے ہیں:

''فالصواب فی ہذہ المسئلۃ أنہ إذاکان للنجاسۃ أثرفی طعم اللحم أو رائحتہ أو اللبن أو یسبب أمراضا ونحو ذلک فإنہ محرم ،وأما إذا لم یکن لہا أثرفانہ جائز لأن النجاسات تطہر بالاستحالۃ وہذہ الأشیاء قد استحالت إلی دم ولحم وحلیب ونحوذلک ہذا ہو الصواب الأقرب من قولی العلماء رحمہم اللہ فیما یتعلق بالجلالۃ'' (من فتاوی الشیخ المشیقح ۱؍۸۹) ۔

۲۔ جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے، اسی طرح بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کیلئے انجکشن لگائے جاتے ہوں تو یہ بھی نظام فطرت میں مداخلت مانی جائے گی؛ چونکہ انجکشن کے ذریعہ دودھ اور گوشت کی زیادتی غیر فطری ہونیکی وجہ اس کے مضرصحت ہونے میں کوئی دورائے نہیں،جانورں کیلئے فطری ماحول کی فراہمی ضروری ہے جس سے وہ آزادانہ طورپر اپنی غذائی ضرورتیں پوری کرسکیں یاپھر ان کو وہ فطری چارہ فراہم کیا جا نا چاہئے جس کے وہ فطرتاً عادی ہوتے ہیں، اس فطری نظام کے تحت ان کی پرورش اور نشوونماکی وجہ جانورں کے گوشت یا دودھ مینجو اضافہ ہوگا

اسی پر قناعت کی جانی چاہئے ،یا پھران کی غذا میں مفید اجزاء پر مشتمل ایسے چارہ وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے جس سے حسب منشا دودھ اورگوشت میں اضافہ ہوسکے، یہ امر جانوروں کے مالکین کیلئے باعث برکت اور خریداروں کیلئے باعث رحمت ہوگا،چونکہ انسانی صحت وزندگی کی بڑی اہمیت ہے، اسکی حفاظت بھی فرض ہے،ارشاد باری ہے: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ''(البقرۃ: ۱۹۵) مادی مفادات نے انسان کو حریص ولالچی بنادیا ہے وہ چاہتاہے کہ کم سے کم وقت مینزیادہ سے زیاد ہ مال حاصل کر لیا جائے۔ مادی فوائد کی حرص ولالچ نے انسان کو اندھا بنادیا ہے، اجتماعی نقصان کی اس وقت کوئی اہمیت نہیں ہے،ذاتی مفاد پر اجتماعی مفادکو قربان کیا جارہاہے، یقینا وہ کام جو اجتماعی مفاد کو قربان کرکے انفرادی مفادات کی غرض سے ہوگا اسلام کا فطری نظام اس کو کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا،اس لئے عملاً اسکی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے، اسطرح کے غیر فطری عوامل انسانی صحت پر بری طرح اثر انداز ہیں، کئی ایک نت نئے لاعلاج امراض اسی نظام فطرت میں مداخلت کی دین ہیں۔ اسلام بڑے نقصان کی قیمت پر چھوٹے فوائد کی تحصیل کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کر تا اسلئے عصر حاضر کے ماہرین اسلامی قانون کو چاہیے کہ وہ عدم جواز کی رائے پر مجتمع ہوں اور فطری معاملات میں مداخلت کی بیخ کنی کریں ۔تحقیقاتی تجربات بتاتے ہیں کہ فارم ہاؤس کے چوزے صرف ڈیڑھ یا دوماہ میں مکمل مرغی کی شکل اختیارکرلیتے ہیں، جبکہ دیسی مرغ کے چوزے کم سے کم چھ ماہ میں مرغی جیسے بنتے ہیں،مکمل استعمال کے قابل بننے کیلئے ایک سال کی مدت درکارہوتی ہے ۔اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ فارم ہاؤس کے چوزوں کو وہ غذادی جاتی ہے جس میں ایسے ہارمونز اورکیمیکل شامل ہوتے ہیں جوان کی افزائش کو غیر فطری طورپر بڑھادیتے ہیں اسکے علاوہ ان کی فیڈمیں مختلف جانوروں کا خون جو مذبح خانوں میں مل جاتاہے، جانوروں کی آلائش ،مردہ جانوروں کا گوشت شامل کیا جاتاہے۔ یہ چوزے تیزی سے نشونماضرورپاتے ہیں لیکن فطری ماحول میں پلنے والے چوزوں کی طرح پھرتیلے نہیں ہوتے؛ بلکہ فارم کے چوزے بڑے ہوجانے کے باوجوددوڑنے بھاگنے اوراڑنے سے قاصر رہتے ہیں،غیر فطری غذاؤں اورکیمیکل کے علاوہ ایسے انجکشن جو ان کو تیزی سے فربہ اورموٹاکرتے ہیں اسکی وجہ سے انکا جسم غیر صحت مندانہ موٹاپے کا شکارہوجاتاہے اوران کا جسم پھولا اورسوجا ہواہوجاتاہے جوکہ اسٹرائز) (Strizeکا کمال سمجھا جاتاہے ۔اس طرح کے اسٹرائز پہلوان اورباڈی بلڈربننے کے خواہش مند استعمال کرتے ہیں جسکی وجہ سے وہ غیر فطری طورپر پھول کر موٹے ،تازے ضرورہوجاتے ہیں اوردیکھنے میں تروتازہ اورصحت مندلگتے ہیں لیکن وہ اندرسے بالکل کھوکھلے ہوتے ہیں جسکی وجہ سے ان کی عمرکم ہوجاتی ہے یا پھر وہ آخری عمرمیں بسترسے لگ جاتے ہیں،فارمی چوزہ آسانی کے ساتھ پکڑلیا جاتاہے، اسکے اندرمزاحمت کی کوئی طاقت ہی

نہیں ہوتی جبکہ دیسی چوزے کو پکڑنا آسان نہیں ہوتا؛ کیونکہ وہ فطری ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے مزاحمت کی طاقت کا مالک ہوتاہے، اس لئے ماہراطباء کی تحقیق یہ ہے کہ فارمنگ چکن کا گوشت کھانے کی وجہ سے غیر صحت مند موٹا پے کا سبب بن سکتا ہے ،جسم میں غیر ضروری چربی کا ذخیرہ ہوجاتاہے ،خاص طورپرگردوں اورجگرپر چربی چڑھ جاتی ہے ،جوڑوں کا درداورہڈیوں کا بھربھراہونا بھی اسی کی دین ہےدماغ اورریڑھ کی ہڈی کے امراض بھی لاحق ہوسکتے ہیں، لڑکے اورلڑکیوں میں فطری نظام سے ہٹ کرقبل از وقت بلوغ کے آثارنمایاں ہو جاتے ہیں، مردوں اورعورتوں میں جسمانی کمزوری اورخاص طورپر عورتوں کی ماہواری میں بے قاعد گی کی شکایت پیداہوجاتی ہے،انتہا یہ کہ انسانوں کا مدافعتی نظام بتدریج ناکارہ ہونے لگتاہے۔

اہم اورقابل غورمسئلہ یہ ہے کہ حلال جانوروں کو ان کی فطری غذاجیسے گھاس، پھوس، نباتات، پتے پالے اور خاردار درخت وغیرہ، اسی طرح مرغیوں کی عمومی غذااورخوراک کا زیادہ حصہ حبوب یعنی دانوں اورچاول ،جوار،باجرہ،چنا،گندم اورنباتات پر مشتمل ہوتاہے اوران میں پروٹین ،وٹامن اورمعدنیات وافرمقدارمیں ہوتی ہیں جو قدرت نے انکی فطری غذا بنائی ہے اورجن کے جائز ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں، ان سے جانوروں کو محروم کرکے اگرحرام لحمی اجزاء پر مشتمل غذا فراہم کی جائے تو آیا ایسی حرام غذاکی فراہمی شرعاً درست مانی جائیگی یا نہیں؟بالقصدایسے انتظام کا کیا حکم ہوگا جبکہ ان جانوروں کی غذا میں بکثرت حرام اجزاء شامل کئے جائیں، ظاہر ہے اس پر غوروخوض ہونا چاہئے، تاہم بکثرت نجاست کھانے والے جانوروں کاحکم وہی ہوگا جس کا سطوربالا میں ذکر کیا گیا ہے؛ البتہ جانوراگرچارہ کے ساتھ نجاست کھا تے ہوں تو ان کی جسامت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے گوشت کی حلت کے لئے ان کو محبوس رکھنے کی مدت کے احکام بیان کئے گئے ہیں،جیسے اونٹ یا گائے ہوتو ان کو چالیس دن باندھ کر رکھا جائے اوران کو فطری غذا چارہ وغیرہ دیا جائے،مرغی ہوتو اس کو تین دن باندھ کر رکھنے اوراسکی فطری غذافراہم کرنے کی فقہاء کرام رحمہم اللہ نے رائے دی ہے:

''وتزول الكراہۃ بحبسہا اتفاقا واختلف فی قدرہ فروی عن أحمد أنہا تحبس ثلاثا سواء كانت طائرا أو بہيمۃ، وكان ابن عمر إذا أراد أكلہا حبسہا ثلاثا۔ و ہذا قول أبی ثور، لأن ما طہر حيوانا طہر الأٰخر، كالذی نجس ظاہرہ۔ والأخری، تحبس الدجاجۃ ثلاثا، والبعير والبقرۃ ونحوہما يحبس الأربعين ۔ و ہذا قول عطاء فی الناقۃ والبقرۃ، لحديث عبد اللہ بن عمرو، لأنہما أعظم جسما ، و بقاء علفہما أكثر من بقائہ فی الدجاجۃ و الحيوان الصغير'' (المغنی۲۱،۴۰۰)۔

مرغی ہویا کوئی حلال جانوراگر اپنی فطری غذاکے ساتھ نجاست کھا رہے ہوں تو اس میں انسان کا قصد وارادہ شامل نہیں ہے جبکہ فارمنگ ہاؤس کے حیوانات،بھیڑ، بکریوں، مرغیوں وغیرہ کو دانستہ حرام غذا فراہم کی جارہی ہے، آیا ایسی حرام غذاکی

فراہمی شرعاً جائز ہوگی یا نہیں؟ اس بحث کے قطع نظرانسانی صحت کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے جوفطری نظام سے ہٹ کر جانوروں کو غیر فطری نظام خوراک پرلگانے سے انسانوں کو درپیش ہے۔ ان غیر فطری رجحانات کے فروغ کی وجہ سے جہاں انسانوں کی صحت داؤ پر لگ گئی ہے وہیں یہ مرغی چوزے اور جانوربھی مختلف بیماریاں پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں،ابھی چنددنوں پہلے ''برڈفلو ''کی وجہ سے انسانی معاشرہ صحت کے حوالہ سے غیر معمولی مشکلات ومصائب سے دوچارہوا۔

۳۔ حلال مادہ جانوروں(جیسے گائے وغیرہ)کے رحم میں ان کے مادہ منویہ کو اگرحرام جانوروں یا نجس العین حرام جانور خنزیر کے مادہ منویہ کے ساتھ جدید طبی تحقیق کے مطابق بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب یا راست طورپر منتقل کیا جائے یا کسی نرحرام جانور (جیسے خنزیر وغیرہ) سے اختلاط کروایا جائے اوراس سے بچہ پیداہوتو مشہور ہے کہ اس سے پیداہونے والی مادہ گائے کو جرمنی یا جرسی گائے کہا جاتاہے، اب یہاں سوال یہ پیداہوتاہے کہ آیا ایسی گائے کا گوشت یا دودھ شرعاً حلال متصورہوگا یا نہیں؟اس مسئلہ کو فقہاء کرام نے بہت پہلے ہی منقح کردیا ہے، ان کی تحقیق یہ ہے کہ جانوروں کی نسل مادہ (ماں) سے ثابت ہوتی ہے نرسے نہیں، اس لئے نرکے مادہ منویہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، یہی حکم بکری وغیرہ کا بھی ہوگا اسی لئے ایسی جرسی گائے یا مادہ بکری وغیرہ جوکسی حرام جانورکے اختلاط سے پیداہوئی ہواسکا دودھ اورگوشت شرعاً جائز ہے۔ شرعی نقطۂ نظرسے جن حلال جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی مادہ کا گوشت بھی حلال ہے اگرچہ کہ اسکی پیدائش کسی حرام جانورکے اختلاط سے ہوئی ہو،علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''حتی أن البقرة الأہلیۃ إذا نزا علیہا ثور وحشی فولدت ولداً فإنہ یجوز أن یضحی بہ، وإن کانت البقرة وحشیۃ والثور أہلیا لم یجز، لأن الأصل فی الولد الأم، لأنہ ینفصل عن الأم''(بدائع الصنائع،کتاب الذبائح ۶۹٫۵)۔

''و لہذا یحل أکل جذع تغذی بلبن الخنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر وما تغذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر'' (البحرالرائق،کتاب الکراہیۃ،فصل فی الاکل والشرب۱۸۲٫۸)۔

''و المولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم ،لأنہا ہی الأصل فی التبعیۃ، حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد'' (ہدایہ ، کتاب الاضحیۃ ۴۴۹٫۴) اسکے علاوہ فتاوی ہندیہ، فتاوی قاضی خاں، تاتارخانیہ اورشامی میں بھی اسکی تفصیل ملتی ہے۔

فقہاء کرام نے بعض مفروضی بنیادوں پر پیداہونے والی نسل کی حلت وحرمت پر بحث کرتے ہوئے اسکے اجتہادی احکام قلم بندکئے ہیں،چنانچہ فتاوی قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری :۳۸۷٫۳ یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے:بکری اورکتے کے جنسی اختلاط سے ایسا بچہ پیداہوجس کا سرکتے جیسا اورباقی دھڑبکرے کی طرح ہوتو فقہاء احناف نے چندشکلیں بیان

کی ہیں:

(۱) اس کے آگے گوشت اورچارہ دونوں ڈالے جائیں اگروہ چارہ کے بجائے گوشت کھائے تو اسکا گوشت حرام ہوگا؛ کیونکہ اسکا بنیادی طورپر کتا ہونا متحقق ہے۔

(۲) اگروہ گوشت کے بجائے چارہ کھائے تو ذبح کرنے کے بعداسکے سر کا گوشت وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا اسلئے اسکوکاٹ کر پھینک دیا جائیگا اورباقی دھڑچونکہ بکرے کی شکل کا ہے اسلئے اسکا گوشت استعمال کرناشرعا جائز ہوگا کیونکہ بنیادی طورپر اسکا بکرا ہونا ثابت ہے۔

(۳) اگروہ چارہ اورگوشت دونوں کھاجائے تو پھر اس پر ضرب لگائی جائے ،اس ضرب کی وجہ اگروہ کتے کی طرح بھونکنے لگے تواسکے گوشت کا استعمال جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہ بنیادی طورپر کتا مانا جائے گا۔

(۴) اور اگراس پر ضرب لگانے یعنی اسکو مارنے پروہ کتے کی طرح بھونکے نہیں بلکہ بکریوں کی طرح ممیائے تو پھر ذبح کرکے اسکا سرپھینک دیا جائے اوراسکے دھڑکے استعمال کا جواز ثابت ہوگا؛ کیونکہ یہ علامت اسکے ازقسم بکری ہونے کو ثابت کرتی ہے۔

(۵) اگراس پر ضرب لگانے سے بھونکنے اورممیانے دونوں طرح کے عمل کا اظہار ہوتو پھر اسکا پیٹ چاک کیا جائے، اگر اسکے پیٹ سے اوجھڑی برآمد ہو تو اسکے سرکا استعمال تو درست نہیں ہوگا باقی دھڑکا استعمال شرعاً جائز قرارپائے گا۔اوراگراوجھڑی کے بجائے صرف انتڑیاں پائی جائیں تو پھر وہ کتا ہے اوراسکے سراوردھڑیعنی اسکے جسم کے ہر ہر حصے کا استعمال شرعاً ناجائز ہوگا۔

یہ تو فقہاء کرام کی تحقیق ہے،پوری ملت اسلامیہ بلکہ ساری انسانیت کو انکا شکرگزار ہونا چاہئے، جوجو صورتیں بطورمفروضہ ہی کیوں نہ ہوں ان کے سامنے آتی گئیں انہوں نے اس دورکے وسائل کو بروئے کارلاتے ہوئے مسائل مستنبط فرمائے ہیں (جزاھم اللہ عنا وعن جمیع الامۃ خیر الجزاء واحسن الجزاء) لیکن موجودہ دورتحقیقات کا ہے ،سابقہ ادوارمیں مفروضات پربحث ہواکرتی تھی ، یہ دورمفروضات سے زیادہ حقائق پرغورکرنے کاہے؛کیونکہ تحقیقات نے کئی ایک مفروضات کو چھان بین کے بعد غلط ثابت کر دیاہے ،یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ گھوڑے کی نسل سے نر اور گدھے کی نسل سے مادہ کے ساتھ جنسی اختلاط کی وجہ سے ایک تیسری نسل سامنے آئی ہے جس کو ''خچر ''کے نام سے جانا جاتاہے۔ گوکہ اسلام ایک جنس کے جانوروں کا دوسری جنس کے جانوروں سے جنسی اختلاط کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا ،چونکہ یہ نسل وجود میں آچکی ہے اور زمانہ قدیم سے یہ نسل باربرداری وسواری کیلئے استعمال ہوتی آرہی ہے، اس نسل کے بارے میں موجودہ سائنسی تحقیق یہ ہے کہ خچرحمل ونقل کے ضرورکام آتے ہیں لیکن

یہ اپنی نسل کو آگے نہیں بڑھا سکتے خواہ وہ نر ہوں یا مادہ ان کی تخلیق صرف ان کی ذات ہی تک محدودرہتی ہے ان کے نروماده جنسی اختلاط سے اپنی جیسی نسل پیداکرنے کی صلاحیت سے محروم رہتے ہیں،اس وضاحت سے یہ بات تقریبا نا ممکن معلوم ہوتی ہے کہ خنزیر اورگائے کے ملاپ سے کوئی نئی نسل پیداکی جائے جس میں گائے کی خصوصیات ہوں اوردودھ دینے میں وہ خنزیر کی خصوصیات کی حامل ہو،جدید محققین کا ماننا ہے کہ جرسی گائے ایک مستقل جنس ہے ،ان میں نروماده دونوں ہوتے ہیں جن سے ان کی نسل آگے چلتی ہے ،اس نسل میں گوشت کی بڑھوتری، دودھ کی زیادتی دیگرکئی وجوہات کی بنا ہوسکتی ہے،ان وجوہات میں ایک وجہ تو ان کی نسلی خصوصیات ہیں، دوسری وجوہات میں ان کو دی جانے والی غذائیں اورچارہ وغیرہ کا بھی نمایاں رول ہوسکتاہے ،جدید محققین نے خنزیراورگائے کے اختلاط سے جرسی گائے کی پیدائش کے مفروضہ کومسترد کردیا ہے ۔ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ گائے میں ''کروموزوم ''ساٹھ ہوتے ہیں جبکہ خنزیر میں ان کی تعدادصرف اڑتیس ہوتی ہے، ان دونوں کی تعدادمیں بائیس کروموزومس کا تخمینی فرق پایا جاتا ہے پھران کی شکل وشباہت اوران کے جنسی اعضاء اوردودھ کے تھن میں نمایاں فرق موجودہے،مادہ خنزیر کے سولہ تھن ہوتے ہیں جبکہ گائے کے صرف چارتھن ۔اس تناظر میں خنزیر الگ جنس ہے اورگائے ایک دوسری جنس ہے ،ان کا باہمی ملاپ تو ممکن ہے لیکن اس سے کسی نئی جنس کا پیداہونا تقریبا نا ممکن ہے،اگرجرسی گائے خنزیر کے جنسی ملاپ سے پیداہوئی ہوتی تو جیسے خچرکی نسل آگے نہیں چلتی اسی طرح جرسی گائے کی نسل بھی آگے چلنے نہ پاتی،جیسے خچرکے نروماده کے جنسی ملاپ اوران سے نسل کی پیدائش تحقیقاً ثابت نہیں، اسی طرح جرسی گائے کی نسل کے نروماده کے جنسی ملاپ سے ان کی نسل کا وجودنا ممکن ہوتاجبکہ ایسا متحقق نہیں ہے۔

اس تفصیلی بحث کی روشنی میں دینی مدارس وجامعات کواپنے نصاب تعلیم میں ازسرنوغوروفکرکرکے ایسا نصاب تعلیم مرتب کرنا چاہئے جو قدیم وجدید علوم کا جامع ہو،دینی جامعات کے فارغین ایک طرف کتاب وسنت میں گہری بصیرت کے حامل ہوں، دوسری طرف جدید سائنسی تحقیقات سے بھی وہ آشنا ہوں ،دونوں طرح کے علوم کے امتزاج کی وجہ سے ان کی فکر کوجلا مل گئی ہواوروہ زمانی بصیرت کے بھی حامل ہوں۔سابقہ ادوارمیں علم کلام ،منطق وفلسفہ، زمانی حالات کی وجہ درس نظامی میں شامل کئے گئے تھے، موجودہ زمانی حالات متقاضی ہیں کہ علوم اسلامیہ کے ساتھ سائنسی ودیگرضروری جدید معلومات شامل نصاب کئے جائیں، چونکہ موجودہ دینی جامعات کے فارغین کی ایک تعداد علوم اسلامیہ میں مہارت رکھتی ہے جبکہ اکثرکے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتاپھر زمانی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کرکے

مثبت تبدیلی پیدانہ کرنے کی وجہ سے جدید سائنسی علوم سے فارغین کی وہ تعداد یکسربے بہرہ ہے، اورجو سائنسی علوم کے ماہرین ہیں وہ کتاب وسنت کے علوم سے کوئی نسبت وتعلق نہیں رکھتے ،یا پھر علوم اسلامیہ کے ماہرین اورسائنسی علوم کے ماہرین کے درمیان تال میل ہونا چاہئے؛ تاکہ کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو تومفروضہ کے بجائے سائنسی علوم کے ماہرین کی رائے اور کتاب وسنت ،اجماع اورمجتہدین کے قیاسات واستنباطات کوپیش نظر رکھ کر مسئلہ کا حل نکالا جائے اورشرعی بنیادوں پر ملت اسلامیہ بلکہ ساری انسانیت کے سامنے جواز یا عدم جواز کی رائے پیش کی جائے۔

۴۔ بطورزینت بعض جانوروں کو پنجرے میں رکھنے کی شرعاً اجازت ہے،حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعمیرنے ایک چڑیا پال رکھی تھی،ابوعمیر ان کے ماں شریک بھائی تھے ،سیدنا محمد رسول اللہ ﷺجب ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھرتشریف لاتے تو دریافت فرماتے:اے ابوعمیر !نغیر ''یعنی اس پرندہ '' کا کیاہوا؟ ابوعمیر اس پرندہ سے کھیلتے تھے ''یا أبا عمیر ما فعل النغیر، نغر کان یلعب بہ'' (بخاری،رقم: ۵۸۵۰ بیروت)۔ اس روایت سے واضح ہے کہ پرندوں اورجانورو ں کو بطورزینت گھروں میں رکھا جاسکتاہے،اسکی دوصورتیں ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ ان کو پنجرے میں بند رکھا جائے یا ان کے پر کاٹ دئیے جائیں جس سے وہ اڑنے کی صلاحیت سے محروم ہوجائیں ۔

الغرض اکثرعلماء کی رائے یہ ہے کہ تفریح طبع کے لئے پرندوں کو اپنے گھروں میں مقید رکھا جائے تو اسکی مشروط اجازت ہے،یعنی ان کے کھانے ،پینے اوران کی رہائش کی جگہ کی صفائی ستھرائی ،بیمارہوں تو علاج ومعالجہ کا اہتمام اورہر طرح انکی نگہداشت رکھی جائے:

''عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال:عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستہا، حتی ماتت جوعا، فدخلت فیہا النار۔ قال:فقال:و اللہ أعلم ۔ لا أنت أطعمتہا و لا سقیتہا حین حبستہا ، و لا أنت أرسلتہا فأکلت من خشاش الأرض'' (بخاری۴۶۲،۸ ، رقم : ۲۳۶۵)۔

ایک خاتون اس لئے جہنم رسید ہوگئی کہ اس نے ایک بلی پال رکھی تھی اوراس کو باندھ رکھا تھا ، اسکے کھانے پینے کا کوئی انتظام اس نے نہیں کیا تھا اورنہ تو اسکو کھلا چھوڑدیا تھا کہ وہ اپنی خوراک کا انتظام کر لیتی ۔

''قال ابن حجر فی الفتح: إن فی الحدیث دلالۃ علی جواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ ، و یجب علی من حبس حیوانا من الحیوانات ای یحسن إلیہ و یطعمہ ما یحتاجہ لقول النبی ﷺ''(مرکز الفتوی،التابع لادارۃ الدعوۃ والارشاد الدینی بوزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ بدولۃ قطر)۔

اللہ سبحانہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ساری مخلوقات

کوانسانوں کے نفع کے لئے وجود بخشا ہے ، اس لئے انسانوں کا جانوروں سے نفع اٹھانا ہر طرح جائز ہے،حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:''وجواز إمساک الطیر فی القفص'' (فتح الباری۱۰؍۵۸۴)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی ان(غیر مانوس جانوروں وپرندوں) کو گھروں میں بطور زینت پنجروں میں قیدرکھنے کے جواز کی رائے دی ہے۔

جانوروں اورپرندوں کی خوبصورتی اوران کی ہمہ رنگی دلوں کو بھاتی ہے جیسے طوطے، ہدہد،چڑیاوغیرہ ،اوربعض پرندوں کی سریلی آواز ان کی نغمگی کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اوردلوں کو سرورحاصل ہوتاہے۔مقصد حقیقی کی تکمیل میں کماحقہ مشغولیت کے ساتھ ان جیسے امورسے حظ اندوزہونا شرعاً مباح ہے، لیکن یہ بات ضرور یاد رہنی چاہئے کہ ہمہ تن اسی میں انہماک انسان کے مقصد تخلیق کے منافی ہے،اس سے بہرحال احتراز ضروری ہے۔تاہم بعض علماء کی رائے میں تفریح طبع کے لئے ہی کیوں نہ ہوان پرندوں کوپنجروں میں بندرکھنا اورا ن کو فطری آزادی سے محروم کردینا خواہشات نفس کی قبیل سے ہے، جسکی کوئی حد وانتہا نہیں، ان میں مشغولیت گوکہ مباح درجہ میں کیوں نہ ہو، مقصد تخلیق کی تکمیل پرضروراثرانداز ہوتی ہے۔اس لئے انہوں نے پرندوں کی آواز سننے یا ان کی رنگا رنگی سے محظوظ ہونے کو انسانی ضرورتوں میں شامل نہیں رکھا؛ بلکہ اس مقصد کیلئے جانوروں اورپرندوں کے گھروں میں قید رکھنے کو اسراف ،عیش پرستی ،کبروغرورکے اظہارکے دائرہ میں رکھا ہے؛ البتہ فطری ماحول میں جبکہ وہ آزادی سے گھومتے پھرتے ہوں، ان کی خوش رنگی وخوش آوازی دیکھی اور سنی جاسکے تو ظاہر ہے یہ فطری چاہت کی تکمیل کے لئے کافی ہے۔ ان کا احساس یہ بھی ہے کہ پرندے فضائوں میں اڑنے اورکھلے صحراء مینمختلف النوع درختوں کی ٹہنیوں پرچہچہانے اور نغمہ سرائی کرنے اورقدرت کے مہیا کردہ پھل پھلارسے غذا حاصل کرنے کے فطرۃً مشتاق رہتے ہیں ،تفریح طبع ہی کی غرض سے کیوں نہ ہوان کو پنجروں میں بندرکھنا یا انکے پر کاٹ کر ان کو آزادی سے محروم کرنا قابل تحسین نہیں ۔بسااوقات آزادی سے محروم قیدوبندکی زندگی سے مجبورپرندے دردبھری آواز میں رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں لیکن انسان اس کو محسوس نہیں کرتے یا سمجھ نہیں پاتے ،جیسا کہ علامہ علاء الدین علی بن سلیمان المرداوی اور محمد بن مفلح الحنبلی المتوفی ۷۶۳ھ نے ''الفروع وتصحیح الفروع '' (۹؍۴) اور ''الانصاف '' (۲۷۵؍۴) میں ان احساسات کا اظہار کیا ہے۔ ویسے حدیث پاک میں لا یعنی ،فضول وبیکار اعمال واشغال میں انہماک سے اجتناب اچھے مسلمان ہونے کی علامت بتائی گئی ہے''من حسن إسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ''(ترمذی ،ابواب الزہد۲؍۵۵) ظاہر ہے تفریح طبع کی خاطر یا بچوں کی خوشی یا ان جانوروں کے ساتھ بچوں کے کھیلنے کی اباحت کی رائے اس وقت درست قرارپاسکتی ہے جبکہ مکلف انسانوں کی توانائیاں اس میں ضائع نہ ہوناورحقوق اللہ

وحقوق العبادکی ادائیگی میں اس طرح کا انہماک مانع نہ ہو۔

۵۔ خوشنماوبے ضررحیوانات جیسے خوشنما پرندے اورہر ن وغیرہ بطورزینت قفص میں رکھے جائیں توان کے بنیادی حوائج کی تکمیل کی شرط کے ساتھ شرعاً اباحت ثابت ہے،لیکن خطرناک درندوں جیسے شیر،چیتا ،بھیڑیا ،ریچھ وغیرہ اورحشرات الارض جیسے سانپ، بچھو وغیرہ کو پنجروں میں قیدکرکے رکھنا درست نہیں معلوم ہوتا؛کیونکہ تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے ان سے شدید ضررونقصان پہنچ سکتاہے،بسااوقات بچوں یا بڑوں کی جان بھی جاسکتی ہے،اسلام نے ہر ایسی چیز سے منع کیا ہے جو انسان کو ہلاکت سے دوچار کرسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپﷺ نے ان کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے،چونکہ اس میں ایک طرح سے دولت کا ضیاع بھی ہے اورآپ ﷺ نے دولت جو سرمایہ زندگی ہے اسکو ضائع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

''لا یجوز بیع القطط والقردۃ والکلاب وغیرہا من کل ذی نا ب من السباع لأن النبی ﷺ نہی عن ذلک، وزجرعنہ ، ولما فی ذلک من إضاعۃ المال وقد نہی النبی ﷺ عن ذلک'' (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۳،۳۷)۔

چنانچہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺنے کتے کی قیمت کو ناپاک مال قراردیا ہے:''ثمن الکلب خبیث'' (السنن الکبری للبیہقی ۶۰،۱) حدیث پاک میں کتے کی قیمت کو خبیث فرمایا گیاہے۔ ''خبیث ''کے لغوی معنی برا اورناپاک کے ہیں ۔فقہاء کرام موقع ومحل کی مناسبت سے کبھی اسکے معنی حرام ،کبھی ناپاک اورکبھی مکروہ وغیرہ مراد لیتے ہیں ۔اما م شافعی رحمہ اللہ کی تحقیق میں خبیث کے معنی حرام کے ہیں اس لئے وہ درندہ جانوروں کی خرید وفروخت کو ناجائز کہتے ہینخواہ وہ سدھائے ہوئے ہوں یا سدھائے ہوئے نہ ہوں ۔کلب معلم یعنی سدھایا ہواکتا ہوتو امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ وغیرہ سدھائے ہوئے کتوں کے ساتھ سدھائے ہوئے چیتوں اوردرندوں اورباز وغیرہ کی خرید وفروخت کو جائز قراردیتے ہیں،یعنی ان کی قیمت خبیث کے دائرہ میں نہیں آتی ۔اس لئے خونخوار درندوں کو پنجروں میں باندھ کر رکھنا شرعی نقطئہ نظر سے درست نہیں ہوگا؛الا یہ کہ سدھائے ہوئے جانورجو شکارکی ضرورت کو پوری کرتے ہیں اسکی اجازت دی جاسکتی ہے،جذبات شوق کی تسکین کے لئے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی؛ کیونکہ اس سے انسانوں کا کوئی نفع وابستہ نہیں ہے؛بلکہ مالی نقصان کے علاوہ جانی نقصانات کے امکانات زیادہ ہیں۔مختلف ممالک میں شیر ،چیتا وغیرہ جیسے درندوں کو پالتو جانوروں کی طرح گھروں میں رکھنا غیر قانونی قرار دیا گیا ہے،ان درندہ جانوروں کوپنجروں میں رکھنے سے مقصودسوائے اپنی بڑائی کے اظہار کے اورکچھ نہیں ،بعض مالداراصحاب شوقیہ ان کو اسلئے رکھتے ہیں کہ سماج میں ان کو اونچے معیارکا سمجھا جائے ،ملکی

قوانین کے تحت بھی تمام طرح کے جنگلی وخطرناک جانوروں کی خرید وفروخت اوران کی ملکیت پر پابندی عائدہے، البتہ چڑیا گھروں ،سرکس اوربریڈنگ اینڈ ریسرچ سینٹرزاس سے مستثنی ہیں۔متحدہ عرب امارات میں ایسے درندہ جانوروں کو عوامی مقامات پر لانے والے کے لئے چھ ماہ کی قیداورپانچ لاکھ درہم جرمانہ کی سزاہے،اگرکوئی دوسروں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان درندوں کا استعمال کرتے ہوئے پایا جائے توجرمانہ کی رقم سات لاکھ درہم تک اداکرنی پڑسکتی ہے،ضرورۃ کتوں کو رکھنا ہو تواسکی اجازت حاصل کرنی ضروری قراردی گئی ہے۔

اس تناظر میں خونخوار درندوں اورسانپوں کو شوقیہ پالنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی؛ کیونکہ یہ شرعاً بھی درست نہیں اورقانونا بھی اس پر امتناع عائد ہے ،ملکی قوانین کی پاسداری بھی جو مفاد عامہ کے دائرہ میں آتی ہے، اسکی پابندی لازم ہے۔

۶۔ اللہ سبحانہ نے جانوروں کو انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے پیدا فرمایا ہے، وہ ان سے ہر طرح استفادہ کرسکتے ہیں،یہ دورسائنسی تحقیقات کا ہے ،انسانی صحت اوراسکے امراض پر بھی تحقیقات جاری ہیں،اسی تحقیق کا ایک حصہ یہ ہے کہ کسی مرض کے لئے کوئی دوابنائی جاتی ہے تو انسانوں پر اسکا تجربہ کرنے سے پہلے جانوروں پر اسکا تجربہ کیا جاتاہے ۔اس جذبہ سے تحقیق کی ایک صورت یہ ہے کہ جانورونکو ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں یا دوائیں دی جاتی ہیں جن سے وہ بیمار ہوں پھران کے علاج کے لئے امکانی دوائوں کا تجربہ کیا جاتاہے ،اگراس تحقیق میں کامیابی حاصل ہو تو حتمی یقین کے بعد پھر انسانو ں کو وہ دوادی جاتی ہے ،اس سے مقصودانسانوں کو ضرر ونقصان سے بچانا ہے ۔تحقیق کرنے والوں کو انسانوں کا مفاد عزیز ہے ،یہ صحیح ہے کہ اس تحقیق کی وجہ سے جانوروں کو تختہ مشق بنا یا جاتا ہے لیکن اس سے جانوروں کو آزارپہونچانا مقصود نہیں ہوتا، چونکہ نیت درست ہے اس لئے اس کے جواز کی رائے دی جاسکتی ہے ۔

۷۔تحقیقاً یہ ثابت ہو کہ ادویہ کی تیاری میں کسی جانورکا کوئی عضومفید ہوسکتا ہے اسکے علاوہ اورکوئی شئ از قسم نباتا ت وغیرہ کارآمدثابت نہ ہوتو اسکی بھی اجازت ہونی چاہئے، ایسی ادویہ کی تیاری ظاہر ہے ایک اعلی مقصدکے لئے ہوتی ہے ،ایک عظیم مقصدکے حصول کیلئے ایسے تجربات کو گوارہ کیا جاسکتاہے ،خالق کائنات نے حلال جانوروں کو انسانوں کی غذابنایا ہے جوانسانوں کے مفاد میں ہے،اس غرض سے ذبح شرعی کے ذریعہ اللہ کے نام پر جب اس کی جان لی جا سکتی ہے تو ظاہر ہے انسانی مفاد کیلئے اس تجربہ کو جائزکہاجاسکتاہے۔اس لئے دوائوں کی تیاری کے لئے زندہ جانورکو بے ہوش کرکے اسکے کسی عضوکو نکال لینے کی شرعاً اجازت ہوگی؛البتہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جانورکا جو عضوانسانوں کی نفع رسانی کے مقصد سے نکالا گیا ہے اسکی

جگہ کوئی ایسی شئ بطورپیوندکاری لگائی جانی چاہئے جس سے جانورکو کسی امکانی خطرہ سے دوچارہونے سے محفوظ رکھا جاسکے۔اسی طرح آپریشن کرکے کوئی آلہ جانورکے جسم میں رکھا جائے اوراس سے مقصودتجربہ ہوتو اس تجربہ میں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جانورکے جسم میں آلہ رکھتے ہوئے اس کو ضرروتکلیف سے بچائے رکھنے کا ضروراہتمام کیا جائے،طبی سائنس کی ترقیات کی وجہ سے ایسا ممکن العمل ہے،چونکہ کسی انسان کے قلب کی حرکت اوراسکی فطری کارکردگی اعتدال سے کم ہوجائے تو اسکی کارکردگی کو بحال کرنے کیلئے ایک جدید آلہ ''پیس میکر '' انسانی جسم میں پیوست کرکے اسکو دل کے ساتھ مربوط کردیا جاتاہے جس کی وجہ سے قلب کی فطری کارکردگی بڑی حد تک بحال ہوجاتی ہے اوراس آلہ کی جسم میں موجودگی سے انسان کو کسی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا ۔

۸۔یہ بات طے ہے کہ رب کائنات نے کائنات اورکائنات کی ہر شئ کو با مقصد بنایا ہے ، کسی شئی کو عبث وبے کارنہیں پیدا کیا،''ربنا ماخلقت ہذا باطلا''(آل عمران: ۱۵۱) حیوانات میں ہر طرح کے جانورجن کا کھانا گوکہ ناجائز ہے ان کی خلقت بھی عبث نہیں ہے، یہاں تک کہ حشرات الارض بھی نظام کائنات میں اپنا نمایاں رول کرتے ہیں۔ موجودہ دورمیں جہاں سائنسی تحقیقات کی وجہ سے بہت سے فوائد انسانوں کو حاصل ہورہے ہیں وہیں ماحولیات کو آلودہ بنانے میں بھی ان کا بڑا رول ہے،ماحول کو خوشگواربنائے رکھنے میں جنگلات کی بڑی اہمیت ہے اوربہت سے حیوانات جنگلات میں زندگی گزارتے ہیں ،ماحولیات کو نقصان سے بچانے کے لئے جانوروں کی بڑی اہمیت ہے اورجانوروں کی فطری طورپر بقا وحفاظت کیلئے جنگلات کی ضرورت ہے، اس لئے جنگلات کا تحفظ کیا جانا چاہئے؛ تاکہ جانوروں کی نسل باقی رہے۔لیکن اس وقت چونکہ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اوریہ بات ماحولیات کیلئے نقصان کا باعث بن رہی ہے اس لئے حکومت کی طرف سے جانوروں کے شکار پر پابندی عائد کی جائے توضروراس کی تعمیل کی جانی چاہئے،شکارکرنے سے شکارکرنے والے کی ذات کو انفرادی یا کچھ افراد کو فائدہ پہنچ سکتاہے۔ شکارکی ممانعت کے قانون سے مقصود ختم ہونے والے جانوروں کی نسل کی حفاظت ہے جو مفاد عامہ سے تعلق رکھتی ہے ،اس طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی حکومت قومی جانورقراردے تو اسکی رعایت بھی مصالح سے خالی نہیں،امن وامان کے قیام میں اس طرح کی پابندی کوقبول کرنے سے اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں،اس لئے ایسے امورمیں حکومت کے قوانین کی پابندی شرعاً لازم ہوگی۔

''عن ابن عمر عن النبی ﷺ:السمع والطاعۃ حق علی المرء المسلم فیما أحب وکرہ مالم یؤمر بمعصیۃ، فإذا أمر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ''(بخاری۹،۶۳، رقم : ۷۱۴۴) ۔

''إن الذین یخالفون القانون الذی یحفظ الحقوق و یقرالعدل و یقیم میزانہ ہؤلاء یعتبرون

شرعاً مخالفین للدین نفسہ لأن الدین یأمر بطاعۃ مثل ہذہ القوانین التنظیمۃ ما دامت بالمعروف و فی غیر معصیۃ''(فتاوی معاصرۃ۱؍۵۹۷)۔

دورخلافت فاروقی میں روزانہ جانوروں کے ذبح سے انکی نسل میں قلت کا اندیشہ محسوس ہوا تو حفظ ما تقدم کے طورپر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روزانہ جانورذبح کرنے کے بجائے ایک دن کے ناغہ سے ذبح کرنے کا حکم جاری فرمایا ۔

شہریوں کا فرض ہے کہ حکومت کے ایسے قوانین جو شہریوں کے مفادمیں ہوں اسکی پابندی کریں ،بشرطیکہ وہ اسلامی احکام سے متصادم نہ ہوں۔جن احکامات کی بجاآوری میں انسانی مفادات ملحوظ ہوں اورانکا اسلامی احکام سے کوئی تصادم نہ ہو،اس میں حکومت کے احکام کی پابندی ضروری ہے، اس پرعلماء کا اتفاق ہے۔ ''أجمع العلماء علی وجوب طاعۃ أولی الأمر من الأمراء والحکام فقد نقل النووی عن القاضی عیاض و غیرہ ہذا الإجماع''(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۸؍۳۲۳)۔ ''إطاعۃ الإمام فی غیرالمعصیۃ واجبۃ، فلو أمر الإمام بصوم یوم وجب'' (شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر: ۳۳۲) ۔

۹۔مسلمان جب ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانورکو معبود اورمقدس مانتا ہو، اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہو اورفرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہونے کا خطرہ ہو، یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہو، ہر دوصورت میں مسلمانوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ذبح کرنے کی پابندی کا قانون نہ ہوتب بھی کسی گروہ کی دلآزاری سے بچنے کیلئے ضرور اسکی پابندی کرنا چاہئے،کسی جانورکا گوشت حلال ہونے کے ہرگزیہ معنی نہیں کہ اس کو ضرور استعمال کیا جائے، جبکہ غذائی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے اسکا متبادل یعنی دیگر حلال جانوروں کا گوشت اورنباتات وخضروات وغیرہ موجود ہیں۔اسلام میں دلجوئی کی بڑی اہمیت ہے،دل آزاری ایک نا پسندیدہ عمل ہے،حضرت نظام الدین اولیا رحمہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک مرتبہ ایک غیر مسلم مہمان ہوئے آپ نے اس دن خانقاہ کے ذمہ داروں کو گوشت پکانے سے منع فرما دیا،اس دلجوئی کا اتنا اثرہواکہ وہ مشرف بہ ا سلام ہوگیا(فوائد الفواد)۔ دوسروں کے جذبات واحساسات کی رعایت کی اسلام نے حوصلہ افزائی کی ہے، اس سے سماج میں راحت ورحمت کے اسباب بنتے ہیں اور بسااوقات اسکے مفید نتائج بھی برآمدہوتے ہیں، ان شاء اللہ آخرت میں اللہ سبحانہ کے ہاں بے پایاں اجروثواب محفوظ رہے گا۔کسی مخصوص جانورکے ذبح کرنے پر پابندی کا قانون ہو تو ضروراسکی پابندی کرنی چاہئے،ظاہر ہے اس کی خلاف ورزی قانو نی جرم قرارپاتی ہے جس سے مسلم طبقہ متاثرہوسکتاہے اورامن وامان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے؛البتہ ایسے ممالک یا ریاستوں میں مسلمانوں کو اسلامی احکامات کی پابندی کرتے ہوئے اسلامی تہذیب وثقافت اوراپنی خصوصی مذہبی شناخت کوعزیزرکھتے ہوئے زندگی گزارنا چاہئے؛ تاکہ اس سے ایک

اچھا پیغام انسانیت تک پہنچے، بعید نہیں کہ مسلمانوں کی تقوی شعارزندگی کے روحانی اثرات غیر وں کو متاثرکریں۔ اسلام کا عملی پیغام مسلمانوں کے اعلی اسلامی کردار، تقریر وتحریر سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوسکتاہے جس کے نتیجہ میں نفرتوں کا بازار سرد پڑسکتاہے، پیارومحبت کی فضا عام ہوسکتی ہے ،یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام کی عملی جلوہ گری غیر وں کیلئے مشعل راہ ثابت ہواوروہ اسلام کے سائبان رحمت میں جگہ حاصل کرلیں۔شرعی حدود میں رہتے ہوئے نیک مقصدسے اختیارکئے جانے والے طوروطریق حوصلہ افزا ء نتائج کے حامل ہوسکتے ہیں،حکمت و دانائی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جہاں مخصوص جانوروں کے ذبح سے کسی طبقہ کی دل آزاری ہوتی ہواورفرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثرہوتی ہو یا قانوناً ان کے ذبح پر پابندی عائد ہو ہر صورت میں اس سے احتراز کیا جانا چاہئے۔

۱۰۔ حکومت جنگلات میں شکارسے منع کرتی ہے ،بعض نہروں اورجھیلوں پرپرندوں کے شکارسے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دوردراز علاقوں کے پرندے آتے ہیں جن کو '' مہمان پرندہ ''کہا جاتاہے، چونکہ یہ امربھی عمومی مفاد اورانسانی مصالح سے تعلق رکھتا ہے،ایسے امورمیں حکومت کے قوانین کی پابندی مفید مصلحت ہوتی ہے، ظاہر ہے سرکاری قوانین کی رعایت اس لئے شرعاً واجب ہوگی۔

''إن من واجبات الحکومۃ المسلمۃ أن تنظم علاقات الناس علی أسس سلیمۃ فتضع من الأنظمۃ و القوانین ما یحقق العدل و یرفع الظلم و یشیع الطمانینۃ و الاستقرار بین الناس'' (فتاوی معاصرۃ۱؍۵۹۳)۔

۱۱۔ کتاب وسنت کی تشریحات وتوضیحات سے یہ بات مترشح ہے کہ انسانوں کو لاحق ہونے والی مضرتوں سے ان کو بچانے کے مفید ومعقول اہتمامات کئے جانے چاہئیں؛ تاکہ وہ صحت وزندگی کی نعمت سے بہرہ مندہیں اورجائز حدودمیں رہتے ہوئے زندگی کی نعمتوں سے حظ اندوز ہوسکیں۔بطورحفظ ما تقدم امکانی وبائی اورموذی امراض سے بچائو کی تدابیر اختیارکرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے؛ تاکہ صحت وتندرستی برقراررہے اور حیات وزندگی کی نعمت سے بہرہ مندرہتے ہوئے انسان مقصد زندگی کی تکمیل میں لگارہے اوراللہ سبحانہ نے صحت وعافیت کی جو نعمت بخشی ہے اسکا شکرانہ اداہو، امکانی امراض سے بچائو کی تدبیر کرتے ہوئے پیشگی علاج ومعالجہ کرانے یا دوائوں کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج نہیں، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پاک سے یہ بات ثابت ہے:''من تصبح بسبع تمرات من عجوۃ لم یضرہ سم و لا سحر'' (سنن الکبری للبیہقی۹؍۳۴۵،رقم : ۱۹۳۵۳) صبح سویرے جو کوئی سات عجوہ کھجوریں کھالے اس کو جادواورزہر وغیرہ کا نقصان نہیں پہنچے گا۔اس ارشاد پاک سے بیماری کے رونما ہونے سے پہلے تدبیر کرنے کی اجازت ثابت ہورہی ہے۔انگریزی کا یہ مقولہ :

‘‘Prevention is better than treatment ” (احتیاط علاج سے بہتر ہے) زباں زد خاص وعام ہے۔ عمومی حیثیت سے کسی شہر یا ملک کے باشندوں کوبیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو یا وبائی امراض پھیل گئے ہوں یا پھیلنے کا اندیشہ ہو کہ اسکی وجہ سے متعدی امراض سے بچائو کیلئے جانوروں کو ماردیا جانا ضروری ہویا مرغیوں کی وجہ سے وبائی امراض پھیل رہے ہوں، جیسے کچھ عرصہ قبل ‘‘ برڈ فلو ’’کا مرض تشخیص ہوا تھا اورجس کی وجہ سے سماج کے اکثرافرادوبائی امراض کا شکار ہوگئے تھے، اس صورتحال میں ایسے جانوروں یا مرغیوں کو ختم کرنے کی کوئی مؤثرتدبیر اختیار کی جاسکتی ہے ۔گڑھوں میں زندہ دفن کردیا جانا یا کبھی ان کے خاتمہ کیلئے ان پر ایسڈڈال دیا جانا تدبیر کے درجہ میں ہے ،اس سے کم ایذاء کی کوئی اورتدبیر ممکن ہو تو اس کو بھی از راہ ترحم اختیار کیا جانا چاہئے ‘‘إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح’’ (سنن ابی داؤد ۴۸۵،۷، رقم : ۲۴۳۲)، اس طرح کی کوئی اور تدبیر ممکن العمل نہ ہوتو مذکورہ تدابیر کے اختیارکرنے کی شرعاً اجازت ہوگی ‘‘الضرر يدفع بقدر الإمكان’’ (شرح مجلة الاحكام: ۳۸) الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف(القواعدالفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ۱،۲۱۹) ‘‘و يزال إن كان فيه ضرر فاحش’’(الموسوعۃ الفقہیۃ) ۔

۱۲۔ اللہ سبحانہ نے جن مانوس جانوروں کو حلال کیا ہے ان کے گوشت سے استفادہ کیلئے شرعی طورپر ان کو ذبح کیا جانا ظاہر ہے، انسان کی غذائی ضرورت کیلئے ہے اسلئے ان کو ذبح کرنے کی شرعاً اجازت ہے،ان کے گوشت کے استعمال کے ساتھ ان کی ہڈیوں اورچرم وغیرہ کی انسانی ضرورتوں میں استعمال کی اجازت ہے۔ جنگل کے جانوروں کا تحفظ ماحولیات کے تحفظ کیلئے ضروری ہو،ملکی قانون بھی اس سے منع کرتا ہوتوان کا شکارکرنا شرعاً درست نہیں ہوگا؛البتہ جنگل کے جانوربکثرت ہوں اورماحولیات کے تحفظ کو بھی کوئی خطرہ لاحق نہ ہو تو وہ جانورجن کا گوشت حلال ہے، جیسے ہرن وغیرہ کا شکارکیا جاسکتاہے اور ان کے گوشت کے ساتھ ان کے دیگر اعضاء اوراجزاء سے استفادہ بھی درست ہوگا۔ارشاد باری ہے‘‘وإذا حللتم فاصطادوا’’ (المائدۃ: ۲)جب تم حلال ہوجائو یعنی احرام کھل گیا ہوتو شکار کرلو، ‘‘وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما’’(جب تک احرام کی حالت ہو خشکی کا شکارکرنا تم پر حرام ہے) ‘‘يسئلونک ماذا أحل لہم قل أحل لكم الطيبات وما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونہن مما علمكم الله فكلوا مما أمسكن عليكم و اذكروا اسم الله عليه واتقوا الله إن الله سريع الحساب’’(المائدۃ: ۴)۔

ابوثعلبہ الخشنی کی روایت سے بھی شکارکی اجازت ثابت ہے:

‘‘أتيت النبی ﷺ فقلت:يا رسول الله! إنا بارض أہل الكتاب فنأكل فی آنيتہم و بأرض صيد وأصيد بقوسی و أصيد بكلبی المعلم، وبكلبی الذی ليس بمعلم فأخبرنی ما الذی يحل لنا

من ذلک۔۔وأما ما ذکرت بأرض صید فما صدت بقوسک فاذکر اسم اللہ ثم کل، و ما صدت بکلبک المعلم فاذکر اسم اللہ ثم کل، و ما صدت بکلبک الذی لیس معلما فأدرکت ذکاتہ فکل''(صحیح البخاری،۱۸؍۳۰۳ ، رقم : ۵۴۸۸)۔

الغرض آیات پاک ا ور اس حدیث پاک کے علاوہ کتاب الصیدکے تحت ایسی بہت سی روایات مذکور ہیں جن سے شکارکرنے کی حلت اوراسکا جواز معلوم ہوتا ہے؛ لیکن جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں جیسے ہاتھی،شیر،چیتا،ببر وغیرہ ان کے فقط چرم ،دانت وغیرہ سے نفع حاصل کرنے کیلئے شکارکرنا جبکہ ان کی نسل کم ہورہی ہو،ماحولیات کو خطرہ لاحق ہواورملکی قانون اجازت بھی نہ دیتا ہوتو ان کے شکارکرنے اورانسانی مصالح کیلئے ہی کیوں نہ ہو ان کے سینگ ،دانت اورکھال وغیرہ سے استفادہ کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی؛ کیونکہ مصالح عامہ پر مبنی ایسے ملکی قوانین جو اسلامی قانون سے متصادم نہ ہوں ان کی پابندی شرعاً لازم ہے۔ ماحولیات کو کوئی خطرہ نہ ہو،ملکی قانون بھی مانع نہ ہوتب بھی ان جانوروں کو جن کا گوشت حلال نہیں صرف ان کے اجزاء جسم سے انتفاع کیلئے شکارکرنا بہتر نہیں معلوم ہوتا؛ کیونکہ ان کے اجزاء جیسے کھال دانت وغیرہ کے بغیر بھی انسانی ضرورتیں تکمیل پاجاتی ہیں ،چنانچہ احادیث پاک میں جانوروں کوبلاضرورت قتل کرنے کیلئے باندھنے یا جانوروں پر نشانہ بازی کی مشق کرنے پر منع واردہے ، اسلام میں بے مقصدحیوانات کو قتل کرنا بالاتفاق حرام ہے،اگراسکا قتل بامقصدہوتو پھرشرعی احکام کی روسے دیکھاجائے گا کہ وہ مقصد شرعاً درست وصحیح ہے یا نہیں، اگرمقصد صحیح ہو جیسے ان کی ایذا سے بچائو کیلئے تو پھران کا قتل جائز ہوگا تاہم اگراسلامی احکام کی روسے وہ بے مقصدہے تو یہ قتل بھی ناجائز ہے:''عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال:سمعت رسول اللہ ﷺ ینہی أن تصبر بہیمۃ أو غیرہا للقتل'' (صحیح البخاری ۱۷؍۱۹۰، رقم : ۵۰۹۰) عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا (صحیح مسلم۱۰؍۱۲۷) یہاں تک کہ خراطین (کیچوے) کومچھلی کا شکار کرنے کے لئے کانٹے میں پرونا بھی شرعاً ناجائز ہے۔بے مقصد شکارکرنا یا قتل کرنا عنداللہ سخت گناہ ہے اوراس قتل سے متعلق بروز حشرباز پرس ہوگی۔

''عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال:من قتل عصفورا فما فوقہا بغیر حقہا سأل اللہ عز وجل عنہا یوم القیامۃ، قیل:یا رسول اللہ، فما حقہا ؟ قال:حقہا أن تذبحہا فتأکلہا و لا تقطع رأسہا فیرمی بہا'' (سنن النسائی ۱۳؍۴۵۴، رقم: ۴۳۶۹)۔

ہاں اگرعلاج ومعالجہ کی غرض سے اس کی ضرورت داعی ہواوراسکا کوئی متبادل موجود نہ ہوتب تو اسکے جواز کی گنجائش ہے، ''لا بأس بالتداوی بالعظم إذا کان عظم شاۃ أو بقرۃ أو بعیر أو فرس أو غیرہ من الدواب إلّا عظم الخنزیر''(فتاوی ہندیہ۵؍۳۵۴)۔

خنزیر کے علاوہ جتنے جانورہیں ان کا گوشت حلال ہو یا حرام یہاں تک کہ کوئی جانورمرجائے ،مرنے والا جانورحلال ہو کہ حرام، اس کے اجزاء سے استفادہ شرعاً درست ہے؛البتہ مردہ جانوروں کی ترہڈی سے انتفاع جائز نہیں؛ تاہم جب وہ خشک ہوجائے تو اس سے انتفاع درست ہے، ''أما إذا کان الحیوان میتا فإنما یجوز الانتفاع بعظمہ إذا کان یابسا، و لا یجوز الانتفاع إذا کان رطبا'' (فتاوی ہندیہ۵،۳۵۴)۔

۱۳۔ ایسے جانور جوانسان کے لئے نقصاندہ ہوتے ہیں ان کو مارنا شرعا جائزہے، جیسے جنگلی جانور شیر، چیتا، ببر، سانپ، بچھو وغیرہ،یہ جانوراگرصحرا وجنگل میں ہونتو عام حالا ت مینان سے انسانوں کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، ہاں اگروہ انسانی آبادی میں پہونچ جائیں اورانسانو ں کو ان سے ضررونقصان پہونچنے لگے یا اسکا امکان ہو تو ان کے قتل کی اجازت ہے۔''الثانی:ما أمر بقتلہ کالحیۃ، والعقرب،والفارۃ،وکل سبع ضار کالأسد، والذئب،وغیرہما۔(الموسوعۃ الفقہیۃ۱۸،۳۳۶)۔ مزید تفصیل ابن عابدین (۵،۱۹۳)، المغنی(۸،۵۸۶) میں دیکھی جاسکتی ہے،علاوہ ازیں وہ جانورجو آبادیوں میں رہتے ہوں جن کا حدیث پاک میں ذکرہے ظاہرہے انسانی جانوں کی حفاظت کیلئے ان کو قتل کیا جاسکتاہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے :

''خمس لا جناح علی من قتلہن فی الحرم والإحرام :الفارۃ والغراب والحدأۃ والعقرب والکلب العقور، و فی روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا: الحیۃ والغراب الأبقع'' (بخاری: ۱۸۲۸)۔

حرم میں محرم اورغیر محرم دونوں کے لئے حرم کا شکار جائز نہیں اورحالت احرام میں محرم کیلئے سوائے سمندری شکارکے خشکی کا شکار خواہ وہ حرم کا شکارہو کہ غیر حرم کا شرعاً جائز نہیں؛ البتہ حرم ہویا حالت احرام ہوہر دوصورت میں حدیث میں ذکر کردہ پانچ جانوروں کے قتل کی اجازت ہے۔ ظاہرہے ان جانوروں کے قتل کے جواز کی علت ان کا باعث ضررہونا ہے، اسلئے ایسے تمام جانور جن سے ضررکا خطرہ ہو ان کو قتل کیا جاسکتاہے۔

۱۴۔ حقیقت یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے اپنی بے پایاں رحمت ومہربانی سے زمین وآسمان اورساری کائنات کوحسین اورخوبصورت بنایا،یہاں تک کہ حیوانات یعنی چرندوپرندسب کو اللہ سبحانہ نے انسانوں کے نفع کیلئے پیدافرمایا ہے اوران کو ایسا حسن وجمال عطا فرمایا ہے جوانسانی قلب ونظر کیلئے باعث فرحت وسرورہوتا ہے، ''و لکم فیہا جمال حین تریحون و حین تسرحون۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ و یخلق مالا تعلمون'' (النحل : ۶۔۸)۔جانوروں کے بال اونی لباس وپوشاک کے کام آتے ہیں ،ان کی کھال سے جوتے ،چپل اوربہت سے چرمی ضرورت کے سازوسامان تیارہوتے ہیں، بہت سے جانورکھیتی باڑی ،سواری وباربرداری کے کام آتے ہیں،جو انسانوں کے لئے باعث عزوشان اورباعث زینت ہیں، بہت سے حلال جانوروں کا گوشت کھایا جاتاہے اوربہت سے

جانورو ہ ہیں جن سے پاکیزہ مشروب دودھ حاصل ہوتا ہے پھر دودھ سے دہی ،مکھن ،گھی وغیرہ تیار ہوتے ہیں جو انسانوں کی غذامیں کام آتے ہیں۔اسکی تفصیل سورئہ آل عمران : آیت۱۴پارہ ۳،سورۃ الانعام:آیت۱۴۲پارہ ۷،سورۃ النحل:آیات۵۔۷۔۸۰ پارہ ۱۴،سورۃ الشعراء:آیت۱۳۳پارہ ۱۹،سورہ حج:آیت۳۰ پارہ ۱۷،سورہ مومنون:آیت۲۱پارہ ۱۸،سورہ یٰسین :آیات۷۱تا۷۳ پارہ ۲۳،سورہ غافر:آیت۷۹پارہ۲۴، سورہ زخرف: آیات۱۲،۱۳ پارہ ۲۵، میں دیکھی جاسکتی ہے۔اللہ سبحانہ نے ان(جانوروں) کے حقوق اوراپنی قدرت سے ان کی اور انسانوں کی پرورش کے اسباب مہیا کرنے کی وضاحت سورہ یونس:آیت۲۴پارہ ۱۱، سورہ طٰہٰ:آیت۵۴پارہ ۱۶،سورہ عنکبوت:آیت۶۰پارہ ۲۰،سورہ سجدہ :آیت۲۷پارہ ۲۱،سورہ نازعات:آیت۳۳پارہ۳۰میں فرمائی ہے۔

قرآن پاک کی یہ تمام آیات اللہ سبحانہ وتعالی کے بے پایاں انعامات کی یاد دہانی کرواتے ہوئے اسکا شکراداکرنے اوراسکا احسان ماننے کے ساتھ ان حیوانات سے رحمت ومہربانی سے پیش آنے اوران کے حقوق اداکرنے کی تلقین کرتی ہیں۔

رحمت ومہربانی قابل تعریف اعلی انسانی صفت ہے،حدیث پاک میں وارد ہے: ''لا تنزع الرحمۃ إلا من شقی'' (الترمذی: ۴۹۴۲) رحمت ومہربانی اورترس کھانے کے جذبہ سے محرومی شقاوت کی علامت ہے،سنگدلی وشقاوت ایک روحانی مرض ہے ،رحمت ومہربانی، رافت ونرمی اللہ سبحانہ کی ذاتی صفت ہے ،اللہ سبحانہ وتعالی اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ انسان اس صفت کو اختیارکرے ،اسکی اس خاص صفت کی جلوہ نمائی انسانوں کے رکھ رکھاؤ اوربرتاؤ سے جھلکے۔ اللہ سبحانہ کی رحمتوں کو پانے کیلئے اپنے جیسے انسانوں اوردیگرمخلوقات کے ساتھ عطف ومہربانی،رأفت و رحمت کا سلوک کرے۔اللہ سبحانہ وتعالی کے انعامات کی بارش ان افراد پر زیاد ہ ہوتی ہے جو نرم مزاج ہوتے ہیں،حدیث پاک میں وارد ہے: ''إن اللہ رفیق،یحب الرفق و یعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف ومالا یعطی علی ما سواہ'' (صحیح مسلم،۲۵۹۳)من یحرم الرق، یحرم الخیر (صحیح مسلم: ۲۵۹۲) لا یکون الرفق فی شئ إلا زانہ، ولا ینزع من شئ إلا شانہ''(صحیح البخاری: ۵۶۷۸)۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مخلوقات میں سب سے زیادہ اس اعلی اورعظیم صفت کے عملی پیکر تھے، قرآن پاک اسکی گواہی دے رہا ہے: ''ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے ''(الانبیاء : ۱۰۷)آپ ﷺ نے اپنی بعثت مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا''انما انا بعثت رحمۃ''آپ ﷺ کی صفت رحمت ونرم مزاجی کو اللہ سبحانہ نے اپنے فضل و رحمت سے تعبیر فرمایا: ''یہ صرف اللہ سبحانہ کی رحمت ہے کہ آپ ان پر شفیق ومہربان ہیں ''(آل عمران: ۱۵۹)، آپ ﷺ کی رحمت انسانوں ہی تک

محدودنہیں بلکہ ساری خلقت اس سے فیضیاب ہے ،آپ ﷺ کی رحمتوں کا ابر کرم جہاں انسانوں پر برسا ہے وہیں ساری خلقت یہاں تک کے بے زبان جانور بھی آپ ﷺ کی رحمتوں کی شبنم سے ٹھنڈک پا تے رہے ، اس خصوص میں آپ ﷺ کے ارشادات اورآپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ سے قلب ونگاہ کو ٹھنڈک مل سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھی، آپ ﷺ کہیں تشریف لے گئے، دریں اثنا ایک سرخ پرندہ جس کے دوبچے تھے ،صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اسکے بچوں کو پکڑلیا، دیکھا کہ وہ پرندہ تڑپ اوربے چینی کے ساتھ ان بچوں کے اطراف گھوم رہا ہے، آپ ﷺ تشریف لائے اوریہ منظر دیکھا تو فرمایا:اس پرندہ سے اسکے بچے چھین کر کس نے اسے رنجیدہ کردیا اورمکررفرمایا: اسکے بچے اسکو لوٹا دو،اسکے بچے اسکو لوٹا دو(ابوداؤد: ۲۶۷۵)۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے ، واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ کسی نے چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں چیو نٹیوں کا مسکن تھا، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: یہاں چولہا کس نے سلگایا؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بجھاؤ، اسے بجھاؤ (حوالہ سابق)۔ خلق خدا کے ساتھ آپ ﷺ کی صفت رحمت کی جلوہ نمائیاں بے حد وبے حساب ہیں ،ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا :اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبرنہ بناؤ یعنی انکو آرام پہنچائے بغیر اورانکے کھانے پینے کا خیال کئے بغیران پر ہمیشہ سوارمت رہواورنہ ان پر ہمیشہ بوجھ لادے رکھو؛ چونکہ اللہ سبحانہ نے ان کو تمہارا مطیع وفرماں بردار اس لئے بنایا ہے کہ جہاں تک پہنچنا تمہارے لئے دشوار ہو وہاں تک وہ تم کو بآسانی پہنچادیں(حوالہ سابق: ۲۵۶۷)۔ اللہ سبحانہ نے قرآن پاک میں اسکا ذکرفرمایا ہے:''وتحمل أثقالكم إلى بلد لم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس إن ربكم لرؤف رحيم''(النحل: ۷)۔ اللہ سبحانہ رؤف ورحیم ہے، اپنے بندو پر وہ بے نہایت مہربان ہے اس لئے اپنے بندونسے یہ چاہتا ہے کہ وہ خلق خدا کے ساتھ رحمت ومہربانی کا برتاؤ کریں۔ اس لئے جانوراگربیمارہو ں تواسلام انکے علاج ومعالجہ کی تاکیدکرتاہے،ان کی بیماری وتکلیف کے زمانے میں ان سے کام کاج لینے یا ان پر بوجھ لادنے سے منع کرتاہے، ان کے رہن سہن کے انتظام اوراسکی صفائی وستھرائی کا خیال رکھنے اوران کے تحمل سے زیادہ ان سے کام نہ لینے کی رحمت آمیز ہدایات دیتاہے۔اسلام کی نظرمیں ظلم، ظلم ہے؛ خواہ وہ انسانوں کے ساتھ روا رکھا جائے یا کسی اورذی روح مخلوق کے ساتھ۔آپ ﷺ کا گزرایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کا پیٹ بھوک

کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا :ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، جب تک وہ صحمندہوں اوربوجھ اٹھانے کے متحمل ہوں ان پر سواری کرو اور بوجھ لادو،انکے تھک جانے سے پہلے انکے لئے راحت کا سامان کروـجانوررکھے جائیں تو ان کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اسلام ہدایت دیتا ہے،آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:''ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالی گئی، اس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ اس کے کھانے پینے کا بندوبست کیا اورنہ اس کو آزاد چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑوں سے اپنی غذاکا انتظام کرلیتی " (بخاری: ۳۰۷۱)۔ شارحین لکھتے ہیں: اس عورت کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، آپ ﷺ نے یا تو مکاشفہ میں اسکا مشاہدہ فرمایا ،یا بحالت بیداری یا معراج کے موقع پر اللہ سبحانہ نے یہ منظر آپﷺ پر منکشف فرمایاـآپ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا جو آپ ﷺ کو دیکھا تو بلبلا اٹھا اور بڑی کربنا ک آوازنکالا؛ اس حال میں کہ اس کی آنکھو ں سے آنسو روا ں تھے ،آپ ﷺ اسکے قریب ہوگئے اوراسکی کن پٹیوں پر رحمت ومحبت سے اپنا دست مبارک پھیرا جس سے وہ خاموش ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے اسکے مالک کے بارے میں دریافت فرمایاتو ایک انصاری نوجوان سامنے آگئے اورکہنے لگے یا رسول اللہ ! یہ اونٹ میرا ہے ، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانورکے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تم کو اسکا مالک بنایا ہے؟وہ مجھ سے شکایت کررہاہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اورزیادہ کام لیکر اسکو دکھ دیتے ہو (ابوداؤد: ۲۵۴۹)۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام معجزانہ طورپرپرندوں کی بولی سمجھ لیا کرتے تھے، اسکو اللہ سبحانہ نے اپنے بے پایاں فضل سے تعبیر فرمایا ہے،ارشاد باری ہے:''علمنا منطق الطیر وأوتینا من کل شیء إن ہذا لہو الفضل المبین''(النمل : ۱۶) سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں،آپ ﷺ کو بھی اللہ سبحانہ نے جانوروں کی بولی سمجھنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا ،احادیث پاک میں چڑیا کے دردکو جاننے اوراونٹ کی شکایت کو سمجھنے کاجو ذکر ملتا ہے وہ دراصل آپ ﷺ کی معجزانہ شان کا مظہر ہے ۔ حدیث پاک میں ایک شخص کے کتے پر ترس کھاکے اسکی پیاس بجھانے پر اللہ سبحانہ نے اسکے اس عمل کی قدرفرمائی اوراسکی بخشش کا فیصلہ فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس موقع پر عرض کیا :یا رسول اللہ !کیا جانوروں پر رحم کھانے اورانکے دکھ دردکا مداواکرنے پر بھی اجر وثواب ہے؟ اس پرآپ ﷺ کا پیاراارشاد پاک اسلام کی مشفقانہ ورحمدلانہ تعلیمات سے محروم انسانوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے:''نعم، فی کل ذات کبد رطبۃ أجر" (بخاری۹،۱۴۱،رقم : ۲۴۶۶)یعنی ہر ذی روح اورترجگررکھنے

والے حیوانات کی تکلیف کو دورکرنے اورانکے ساتھ رحمت ومہربانی سے پیش آنے پر اللہ کے ہاں اجرہے۔

عربوں کے ہانجانوروں کے چہرہ پر مارنے اورداغ دینے کا رواج تھا، آپ ﷺ نے اس کو سختی سے منع فرمایا(مسلم:۵۵۵۱) ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گزرایسے گدھے کے قریب سے ہوا جس کے چہر ہ کو داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغا ہے ''(مسلم: ۵۵۵۲) سارے اعضاء میں چہرہ اشرف الاعضاء ہے جونازک عضو ہے ، اسلئے انسان تو انسان جانوروں کے چہرہ پر مارنا یا داغنا غیر انسانی فعل ہے۔

حلال جانوروں کا گوشت کھانا جبکہ ذبح شرعی کا اہتمام ہوشرعاً جائز ہے اوراس سے انسان کی غذائی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اعتدال واحتیا ط کے ساتھ اسکا استعمال ہو تو انسان کی صحت پر اسکے خوشگواراثرات مرتب ہوتے ہیں،اسلام نے حلال جانوروں کے ذبح کرنے میں جن اہتمامات کی تاکید کی ہے اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ جانورکو کم سے کم تکلیف ہوحلقوم کو پوری طرح کاٹنے، تیزی سے ذبح کرنے ، اورجانورکے سامنے چاقو تیز نہ کرنے ،ایک جانورکے آگے دوسرے جانورکو ذبح نہ کرنے وغیرہ (کنزالعمال ۲۶۹،۶)کے جواحکام ہیں وہ اسلام کے نظریہ رحمت کے آئینہ دارہیں۔ ایک شخص جانورکو ذبح کے لئے لٹاکر چاقو تیز کررہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا تم اس جانورکو متعددمرتبہ موت کے مرحلے سے گزارنا چاہتے ہو، اس کو لٹانے سے قبل ہی تم نے چاقوتیز کیوں نہیں کرلیا '' (مستدرک حاکم: ۷۵۶۳)۔ اللہ سبحانہ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو لازم کیا ہے جب جانورکو ذبح کرنا ہو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو اوراپنے چاقو کو تیز کرلیا کرو، ذبح ہونے والے جانورکو ہر طرح راحت پہونچاؤ '' إن اللہ تبارک وتعالی کتب الإحسان علی کل شیء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح و لیحدّ أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ'' (السنن الکبری للبیہقی۸،۶۰، رقم : ۱۶۵۰۲)۔

جانوروں کو بھی حق سبحانہ وتعالی نے حسی قوتیں عطا فرمائی ہیں ،وہ دیکھتے ہیں اورمحسوس کرتے ہیں خاص طورپر ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جارہاہے اسکا احساس کرلیتے ہیں اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رحمت ومہربانی سے پیش آنے کی خاص تاکید کی ہے۔

مدینہ منورہ کے بعض قبائل زندہ اونٹوں کی کوہانوں اورچکتیوں کو کاٹ لیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا اوراسکے کھانے کو حرام قرار دیا (مشکوۃ: ۳۵۹)، احادیث پاک میں جانوروں اورپرندوں کو نشانہ بازی کی مشق کیلئے استعمال کرنے کو قابل لعنت عمل فرمایا گیا ہے اورآپ ﷺ نے ایسے جانوروں کے گوشت کو حرام

فرمایا ہے اورکسی ذی روح کو نشانہ بنانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے(ترمذی:ابواب الصید،باب ما جاء کراہیۃ اکل المصبورۃ:۲۷۲،۱)حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں ایک لڑکا زندہ مرغی باندھ کر تیر کا نشانہ لگارہا تھا ،وہ تو وہاں سے بھاگ نکلا ،آپؓ نے فرمایا: ایسا کس نے کیا؟پھر فرمایا جوبھی ایسا کرتے ہیں وہ ملعون ہیں(بخاری ،کتاب الذبائح والصید،باب مایکرہ من المثلۃ والمصبورۃ والمجثمۃ۲،۲۸۹) بے مقصد حیوانات کا شکارکرنے یا قتل کرنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ عمل آخرت میں قابل باز پرس ہے (مشکوۃ: ۳۵۸)حیوانات اورکیڑے مکوڑوں کو جلاکر مارنے سے بھی ایک موقع پر آپ ﷺ نے منع فرمایا، اورفرمایا کہ آگ سے عذاب دینا '' رب النار ''یعنی اللہ سبحانہ کو روا ہے، ''قال:إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار'' (مشکوۃ: ۳۰۷)۔ جانوروں کو آپس میں لڑانے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا: ''نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم'' (الترمذی: ۱۷۰۸)۔

''تحریش ''کے معنی درندوں یا جانوروں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا نے اوربرانگیختہ کرنے کے ہیں،آپ ﷺ کے منع کرنے کا مقصود یہ ہے کہ محض تفریح طبع کیلئے ایسے کام نہ کئے جائیں جن سے جانوروں کو ایذا پہنچتی ہو،دوسرا مقصود یہ ہے کہ ایمان والوں کا وقت جو قیمتی ہے لایعنی اورفضول کاموں میں ضائع نہ ہو،حدیث پاک میں وارد ہے:کسی انسان کا اچھا مسلمان ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ لایعنی اوربیکاراعمال واشغال سے اپنا دامن بچائے ''من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ'' (الترمذی: ۲۳۱۷)۔

کتاب وسنت کی روشنی میں فقہاء امت نے حیوانات کے حقوق کی تفصیل بیان فرمائی ہے ۔

''الإنفاق علی الحیوان والرفق بہ''کے تحت لکھتے ہیں :

''لاخلاف بین الفقہاء فی أنہ یجب علی المالک إطعام بہائمہ، وسقیہا، وریہا و لو کانت مریضۃ لا ینتفع بہا، لحدیث ابن عمر مرفوعا قال:''عذبت امرأۃ فی ہرۃ سجنتہا حتی ماتت فدخلت النار، لا ہی أطعمتہا وسقتہا إذ ہی حبستہا، و لا ہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض'' (اخرجہ البخاری، الفتح ۳۵۶،۶، ومسلم ۲۰۲۲،۴) ۔

''کما یحرم أن یحملہ مالا یطیق، لأن فیہ تعذیبا لہ''۔

''وإن امتنع المالک من الإنفاق علی بہیمتہ أجبر علیہ عند الجمہور دیانۃ وقضاء، وقال الحنفیۃ: لا یجبر علی نفقۃ البہائم قضاء فی ظاہر الروایۃ، ویجبر دیانۃ وعلیہ الفتوی'' (الاختیار ۱۴،۴، والقوانین الفقہیۃ: ۲۲۳، الموسوعۃ الفقہیۃ۳۳۷،۱۸)۔

مختصر یہ کہ حیوانات کے مالکین پران کے کھلانے پلانے اوران کے علاج

ومعالجہ ودیگرضروری اخرجات کی پابجائی کو لازم وضروری قرار دیا گیا ہے، اوراگر وہ ان کی دیکھ ریکھ کرنے میں ناکام ثابت ہوں تو عند الجمہوردیانۃً وقضاءً حاکم وقت ان جانوروں کے حقوق اداکرنے پر ان کو مجبورکرنے کاشرعا مجاز رہے گا۔ائمہ احناف ،شوافع،حنابلہ ومالکیہ رحمہم اللہ تمام کے تمام اس پر متفق ہیں۔جانوروں کے دودھ سے استفادہ کرنا ہوتوتمام دودھ نکال لینے کو ناجائز کہا ہے جبکہ اسکا چھوٹا بچہ بھی ہو؛ اسلئے جتنے دودھ سے بچے کا پیٹ بھر سکتاہو اتنا دودھ چھوڑکر باقی دودھ نکالنے کی اجازت دی ہے،جولوگ تجارت کی غرض سے شہدکی مکھیاں پالتے ہیں ان کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ ان کے چھتے سے پوراشہد نہ نکالیں بلکہ جتنا شہدمکھیوں کی خوراک کیلئے کافی ہوتا ہواتنا شہدچھتے میں باقی رہنے دیں۔ریشم کا کپڑا بنا نے والوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ریشم کے کیڑوں کوہلاکت سے بچانے کیلئے شہتوت کے پتوں کا انتظام کریں؛ تاکہ ان کی غذائی ضرورت پوری ہو،یا پھر ان کو شہتوت کے درخت پر چھوڑدیں؛ تاکہ وہ درخت کے پتوں سے اپنی غذاحاصل کرلیں۔ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اپنے دورخلافت میں اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں مجھ سے کسی کا حق تلف نہ ہوجائے جس کی مجھے اللہ کے ہاں جوابدہی کرنی پڑے اورفرماتے کہ میری سلطنت میں کوئی خارش زدہ بکری مرجائے تو اللہ کے ہاں مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ حضرت عمربن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے اونٹوں کے چارے اورپانی کا بذات خود انتظام فرماتے اورفرماتے کہ اللہ نے ان کو میرا مالک بنایا ہے، میں ان کا حق ادانہ کرونگا تو اللہ سبحانہ مجھ سے بازپرس فرمائے گا۔ آپ کا یہ بھی ارشاد مشہورہے کہ دریائے فرات کے ساحل پر کوئی بکری بھوک سے مرجائے تو میں ڈرتا ہوں کہ بروز حشراس بارے میں مجھ سے کہیں باز پرس نہ ہوجائے ۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا خورشید انور اعظمی•

اسلام میں دیگر مخلوقات کی طرح حیوانات کے حقوق واحکام کو بھی پوری اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ حیوانات انسانی ضروریات و مصالح کے پیش نظر پیدا کئے گئے ہیں ، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے :

والأ نعام خلقہالکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون (النحل: ۵)۔

[اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ،ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو]۔

اس لئے انسان کو اجازت دی گئی ہے کہ غذا، دوا، حمل ونقل اور دیگر ضروریات کے لئے ان سے ا ستفادہ کرے ،لیکن اسی کے ساتھ اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ حیوانات کو بلاضرورت نہ مارا جائے، نہ قتل کیا جائے اور نہ کسی طرح کی اذیت دی جائے، بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے ، اچھا برتاؤ کیا جائے ، اور اگرپالنے کا شوق ہے تو ان کے کھانے، پینے اور رہنے سہنے کا مناسب بند وبست کیا جائے ،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

‘‘اتقوا اللہ فی البہائم المعجمۃ فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ’’(ابوداؤد ۱/۳۴۵)۔

[بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو،ان پربہتر طریقے سے سواری کرواورانہینبہترطریقے سے کھاؤ]۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے بصراحت واضح فرمایا ہے کہ جانوروں کے مالک کے لئے لازم وضروری ہے کہ ان کے کھلانے ،پلانے کااہتمام کرے اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے ،فتح الباری میں ہے :

ذہب الفقہاء إلی أنہ یجب علی من یملک عجماء إطعامہاوسقیہا والرفق بہا ، لحدیث: عذبت امرأۃ فی ہرۃ سجنتہا حتی ماتت فدخلت فیہا النار،لا ہی أطعمتہاوسقتہا إذ ہی حبستہا، ولا ہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض (فتح الباری۶/۵۱۵)۔

[فقہائے کرام کا خیال ہے کہ چوپایوں کے مالک پر ان کا کھلانا ، پلانااور ان کے ساتھ نرمی کرنا واجب ہے ،اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کے سلسلے میناس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے اسے قید کررکھاتھا اور وہ مرگئی، جس کی

• صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس۔

وجہ سے وہ عورت جہنم میں چلی گئی ،اس نے اس کو نہ کھلایا نہ پلایا؛ کیوں کہ اس کو قید کررکھا تھا، اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاسکے]۔

آج کے بدلتے ہوئے حالات میں جانوروں سے فائدہ اٹھانے اور ان کو غذائی اشیاء فراہم کرنے کے انداز میں کافی تبدیلی آچکی ہے ، اورایسی غذائیں تیار ہورہی ہیں جن سے جانوروں کی نشوو نما میں نمایاں تیزی آتی ہے اور ایسے طریقے ایجاد ہورہے ہیں جن کے ذریعے جانوروں سے بیش از بیش استفادہ کرنے میں کافی مدد ملتی ہے ،اس صورت حال مینجانوروں کے حقوق واحکام کے تمام پہلوؤں کی وضاحت اور شرعی نقطۂ نظر سے ان سے استفادے کی نوعیت کی صراحت ازحد ضروری ہے ،اس تعلق سے زیر بحث مسئلے کی چندصورتیں اوران کے احکام ہدیہ قارئین ہیں :

(۱)لحمی اجزاء سے مرکب غذا کے تیار کرنے اوراس کو چارہ خورجانوروں کے کھلانے کاحکم:

اگر چار ہ خور جانوروں کیلئے ایسی غذا تیا ر کی جائے جو لحمی اجزاء سے مرکب ہواور اس کے کھانے سے جانور جسمانی طور پر تیزی سے بڑہتا ہواورکم مدت میں کافی فربہ ہوجاتا ہو تو ایسی غذا تیار کرنے اور اسے جانور کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے ،اس لئے کہ شریعت میں ایسے امور کی اجازت دی گئی ہے جن سے جانورفربہ ہوتا ہے اور اس کا گوشت عمدہ اور چربی دار ہو کر انسان کے لئے اچھی غذابنتاہے ،چنانچہ کتب فقہ مینجانوروں کو خصی کرنے کی اجازت محض اسی وجہ سے دی گئی ہے کہ اس سے جانورمیں فربہی اور اس کے گوشت میں عمدگی پیداہوتی ہے جو انسان کے لئے مفید ونافع ہے ، ،مجمع الانہر میں ہے :

یجوز إخصاء البہائم منفعۃ للناس لأن لحم الخصی أطیب(مجمع الانہر ۲/۵۵۵)۔

[انسانی منفعت کے لئے جانوروں کا خصی کرنا جا ئز ہے ،اس لئے کہ خصی کاگوشت عمدہ ہوتا ہے]۔

الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ میں ہے :

لابأس بخصائہالزیادۃ اللحم و الشحم (الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ : ۲۵۸)۔

[گوشت اور چربی کی زیادتی کے لئے جانوروں کا خصی کرنا درست ہے]۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

(قیدوہ)أی جواز خصاء البہائم بالمنفعۃ وہی إرادۃ سمنہا أو منعہا عن العض (ردالمحتار ۶/۳۸۸)۔

[فقہاء نے جانوروں کے خصی کرنے کے جواز کو منفعت کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ ہے اس کا فربہ ہونا اور اس کا کاٹنے سے روکنا] ۔

یہ بات پورے طور پر واضح ہے کہ جانوروں کے خصی کرنے مینانسانی منفعت کو

بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے لہذا زیر بحث غذا کے تیار کرنے مینبھی منفعت انسانی کو پیش نظر رکھنا بہرحال لازم ہوگا ،اسی طرح اس سلسلے میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوگا کہ وہ اجزاء لحمیہ نجس نہ ہوں،اس لئے کہ جانوروں کو نجس چارہ کھلانا فقہاء احناف کے یہاں درست نہیں ہے ،الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے :

''یقول الحنفیۃ بحرمۃ الانتفاع بالخمر فی التداوی بالاحتقان وسقی الدواب والإقطار فی الاحلیل لأن الانتفاع بالنجس حرام، فإذاحرم سقی الدواب بالنجس حرم إطعامہا بہ'' (الموسوعۃ الفقہیۃ ۴۰/۱۰۹) ۔

[فقہائے حنفیہ نے پیشاب کی نالی میں ٹپکانے،جانور کو پلانے اور حقنہ کے ذریعہ علاج کے سلسلے میں شراب سے نفع اٹھانے کوحرام قرار دیا ہے ،اس لئے کہ نجس شئ سے نفع اٹھانا حرام ہے ، جب جانور کو نجس شئ کا پلانا حرام ہے تو اس کا کھلانا بھی حرام ہوگا]۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جانور کی فربہی اوران کے لحم وشحم میں زیادتی کے لئے جانور کا خصی کرنا جائز ہے تو لحمی اجزاء سے مرکب ہو کر تیار شدہ غذا کے ذریعہ جانور کوفربہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا ، بشرطیکہ وہ نجس اور مضر نہ ہو، اور انسانی منفعت ومصلحت سے پورے طور پر ہم آہنگ ہو ۔

(۲)دودھ یا گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے انجکشن لگانے کا حکم :

اگردودھ یا گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے جانوروں کو انجکشن لگایا جائے تو شرعاً درست ہے، اس لئے کہ جانور انسان کی منفعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں،لہذاان سے ممکنہ فوائد کا حصول جائز اور درست ہوگا ، اللہ تعالی نے فرمایا:

والأ نعام خلقہالکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون (النحل: ۵)۔

[اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ،ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو]۔

یہی وجہ ہے کہ گوشت اور چربی کی زیادتی کے لئے جانوروں کو خصی کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ انسان کو اس سے منفعت حاصل ہوسکے، لہذا انجکشن کے ذریعہ دودھ یا گوشت کی مقدار کا بڑھانا درست ہوگا۔

رہا انجکشن سے جانور کی تکلیف کامسئلہ تویہ ایک انسانی منفعت کے پیش نظر ہے، جس کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے :

''إیلام الحیوان لنفع الآدمی بہ غیر قبیح''(طریق الہجرتین ۱/۱۴۹)۔

[آدمی کی نفع رسانی کے لئے جانور کو اذیت دینا قبیح نہیں ہے]۔

مرقاۃ میں ہے :

کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ (مرقاۃ۶/۲۶۴۹)۔

[بلا فائدہ کسی طرح کی اذیت دینامکروہ ہے] ۔

البتہ جانوروں کے سلسلے میں فقہاء نے اس بات کا خاص لحاظ فرمایا ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاجائے جن سے ان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو،چنانچہ اگر چارے کی قلت کے سبب پورا دودھ نکالناجانور کے لئے مضر ہو توپورا دودھ نکالنا درست نہیں ہے ، اسی طرح دودھ کا تھن میں چھوڑ دینا اور اس کا نہ نکالنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس سے جانور کو نقصان پہونچتا ہے ،الجوہرۃ النیرۃ میں ہے :

یکرہ الاستقصاء فی الحلب إذاکان یضر بہا لقلۃ العلف ویکرہ ترک الحلب أیضا لأنہ یضر بالبہیمۃ (الجوہرۃ النیرۃ ۲/۹۵) ۔

[اگر چارے کی قلت کے سبب پورا دودھ نکالنا جانور کے لئے مضر ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے ،اسی طرح بالکل دودھ نہ نکالنا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ جانور کے لئے نقصان دہ ہے] ۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور ان کے گوشت میں اضافے کے لئے انجکشن لگانا درست ہے، البتہ یہ خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ یہ عمل ان کے لئے ضرر رساں نہ ہو ۔

(۳)دوسری جنس کے اختلاط اور ان سے پیداشدہ جانور کا حکم:

اگر کوئی شخص حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اختلاط کراتا ہے تو ایسا کرنا درست ہے، در مختار میں ہے:

جاز إنزاء الحمیرعلی الخیل کعکسہ (در مختار۶/۲۸۸)۔

[گدہے کاگھوڑے سے یا اس کے برعکس جفتی کرانا جائز ہے]۔

تبیین الحقائق میں ہے :

(إنزاء الحمیر علی الخیل) لأنہ علیہ الصلوۃ والسلام رکب البغلۃ واقتناہ ولو لم یجز لما فعلہ لأن فیہ فتح بابہ وما ورد فیہ من النہی کان لأجل تکثیر الخیل (تبیین الحقائق۶/۳۱،ہدایہ۴/۲۸۰، مجمع الانہر۲/۵۵۵)۔

[گدھے کاگھوڑے سے جفتی کراناجائز ہے،اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے خچر کی سواری کی اور اسے پالا، اگر یہ جائز نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے ، اس لئے کہ اس میں اس کا دروازہ کھولنا ہے ،اور اس سلسلے میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ گھوڑوں کی کثرت کے لئے ہے]۔

اگر ان جانوروں میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے جانور کے حلال وحرام ہونے کا مدار ماں پر ہے،اگر ماں حلال ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ماں حرام ہے تو وہ حرام ہے ۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے :

إن أكل النتاج معتبر بأمہ ألا ترى أن الحمار الوحشى لونزا على الأتان الأہلية لايؤكل" (الاختيار لتعليل المختار ۵/۱۴)۔

[بچہ کے کھا ئے جانے کے سلسلے میناعتبارماں کا ہوتا ہے ،کیا تم نہیں دیکھتے کہ حمار وحشی نے اگر اہلی گدہی سے جفتی کی تو اسے نہیں کھایا جائے گا]۔

تبیین الحقائق میں ہے :

إن العِبرة للأم ألا ترى أن الذئب لونزا على شاة فولدت ذئبا حل أكلہ ويجزى فى الأضحية"(تبيين الحقائق۱/۳۴) ۔

[اعتبار ماں کا ہوتا ہے ،کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر بھیڑیا ، بکری سے جفتی کرے اور اس سے بھیڑیا پیدا ہو تو اس کا کھانا حلال ہوگا اور اس کی قربا نی درست ہو گی] ۔

ابو بکر علاء الدین سمرقندی لکھتے ہیں:

ولا يجوز فى ا لأضاحِى شئ من الوحش لعدم ورود الشرع وإن كان متولدا من الوحشى والإنسى فالمعتبر فِيہِ جانب الأم (تحفة الفقہاء۳/۸۵)۔

[کسی بھی وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے ، اس لئے کہ شریعت ،اس سلسلے میں وارد نہیں ہوئی ہے،اگر کوئی جانور وحشی اور اھلی سے پیدا ہوا ہو تو اس میں اعتبار ماں کا ہو گا] ۔

بدائع الصنائع میں ہے :

فإن كان متولداً مِن الوحشِيِ والاِنسِيِ فالعِبرة بِالامِ فإن كانت أہلِية يجوز وإلا فلا حتى أ ن البقرة الأہلِية إ ذا نزا عليہا ثور وحشِى فولدت ولدا فإنہ يجوز أن يضحى بِہٖ، واِن كانت البقرة وحشِية والثور أہلِيا لم يجز؛ لِأن الأصل فِى الولدِ الام (بدائع الصنائع: ۵/۶۹)۔

[اگروحشی اور اہلی جانور سے پیدا ہو تو اعتبار ماں کا ہوگا، اگر ماں اہلی ہے تو جائز ورنہ نہیں، چنانچہ اگر اہلی گائے پر وحشی بیل جفتی کرلے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر گائے وحشی ہو اور بیل اہلی ہو تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بچہ میں اصل ماں ہے]۔

فتاوی ہندیہ میں ہے :

ولا يجوز فى الأضاحِى شئ مِن الوحشِيِ، فاِن كان متولدا مِن الوحشِيِ والاِنسِيِ فالعِبرة لِلامِ، فاِن كانت اہلِية تجوز وِالا فلا، حتى لو كانت البقرة وحشِية والثورا ہلِيا لم تجز (فتاوی ہندیہ ۵،۲۹۷)۔

[کسی وحشی جانور کی قربا نی جائز نہیں ہے ،اگر کوئی جانور وحشی اور اہلی جانور سے پیدا ہو تواعتبار ماں کا ہو گا ،اگر اہلی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں ،یہاں تک کہ اگر گائے وحشی ہو اور بیل اہلی ہو تو جائز نہیں ہے] ۔

تبیین الحقائق میں ہے :

إن المعتبر فی الحل والحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول وغیر مأکول(تبیین الحقائق ۵،۲۹۵)۔

[ماکول اور غیر ماکول جانور سے پیدا ہونے والے جانورکی حلت وحرمت میں اعتبار ماں کا ہوتا ہے]

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حرام وحلال کسی بھی جانور سے اختلاط درست ہے اور اس سے پیداہونے والے بچے کا حکم اس کی ماں کے اعتبار سے ہوگا، اگر وہ حلال ہے تو اس کا بچہ حلال ہوگا ورنہ حرام ۔

(۴)پرندہ وغیرہ کو پنجرے میں پالنے کا حکم:

اگر کسی نے زینت کے لئے یا اپنے ذاتی شوق کی تسکین کے لئے پنجرے میں پرندے اورہرن وغیرہ کو رکھا اور ان کے کھا نے پینے کا مناسب انتظام کیا تو ایسا کرنا درست ہو گا، واقعہ ابوعمیر سے پرندوں کے پالنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ ﷺ:یدخل علینا ولی أخ صغِیر یکنی أبا عمیر وکان لہ نغر یلعب بِہِ، فمات، فدخل علیہِ النبِی ﷺذات یوم فرآہ حزِینا، فقال:ما شانہ؟ قالوا:مات نغرہ، فقال:یا أبا عمیر! ما فعل النغیر؟ (سنن ابو داؤد ۴/۲۹۳)۔

[نبی اکرمﷺ ہمارے پاس آیا کرتے تھے ، ہمارا ایک بھائی تھا ،جس کی کنیت ابوعمیر تھی ، اس کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا ، وہ مرگئی ،ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ وہ غمگین ہے، پوچھا کیا بات ہے؟ بتایا گیا کہ اس کی چڑیا مرگئی، آپ نے فرمایا : اے ابو عمیر !چڑیا کو کیا ہوا؟]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :

فیہ جواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ(فتح الباری۱۰/۵۸۴)۔

[اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چڑیے کا پنجرے وغیرہ میں رکھنا جائز ہے]۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے :

‘‘یجوز حبس حیوان لنفع، کحراسۃ وسماع صوت وزینۃ وعلی حابسہ إطعامہ وسقیہ لحرمۃ الروح’’ (الموسوعۃالفقہیۃ۵/۱۱۹)۔

[جانور کا کسی نفع کے لئے قید کرنا جائز ہے ، جیسے نگرانی ، آواز کا سننا ، زینت،اورا س کے قید کرنے والے پر احترام جان کے پیش نظر اسکو کھلانا پلانا لازم ہے]۔

اس سلسلے مینفقہائے احناف کے یہاں دونقطہ نظرہیں،علامہ شامی نے ردالمحتار (۶/۴۰۱) میں دونونکو نقل کیا ہے، المجتبی کے حوالے سے جواز کا اورقنیہ کے حوالے سے عدم جواز کا ،پھر دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے کہ پنجرے میں پالنا درست نہیں ہے ،اس وجہ سے کہ اس میں جانورکو قید وبند کی

اذیت سے دوچار ہونا پڑتاہے ، اوراگر اس کے علاوہ کسی اور صورت سے پالا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ،علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں : :

قلت :لعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا وبہ یحصل التوفیق فتأمل(ردالمحتار۶ /۴۰۱)۔

[میں نے کہا: شایدکہ کراہت ، پنجرے میں قید کرنے کی صورت میں ہے ، اس وجہ سے کہ اس میں قید واذیت میں مبتلا کرنا ہے ،جبکہ اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں ایسا نہیں ہے ، جیسا کہ ہماری ذکر کردہ تمام باتوں سے یہی اخذ ہوتا ہے ، اور اسی سے تطبیق بھی ہو جاتی ہے ،غور کر لیا جائے]۔

علامہ شامی نے دونوں قول کے درمیا ن تطبیق دی ہے جو کافی اہم اور گراں قدر ہے، لیکن اگر ان کے درمیان تر جیح دی جائے توپرندوں کو پنجرے میں پالنے والا قول بلی پالنے والی عورت کے قصہ سے راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورت کے جہنم میں جانے کا سبب صرف بلی کو قید کرنا نہیں بتا یا ہے؛ بلکہ قید کرکے اس کے کھانے پینے کے عدم انتظام کو اس کا بنیادی سبب قرار دیا ہے، جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ اگر جانوروں یا پرندوں کے کھانے پینے کا مناسب بندو بست کیا جائے،تو انہیں پنجرے میں رکھ کر پالا جا سکتا ہے۔

(۵)خونخوار جانوروں کو شوقیہ پالنے کا مسئلہ:

اگر کوئی شخص اپنے جذبات شوق کی تسکین کے لئے کسی خطرناک وخونخوار جانور کوپنجڑے میں رکھ کر پالے تو یہ شرعاً درست نہیں ہوگا ، شریعت نے اس طرح کے جانوروں کو صرف اپنی یا اپنے سامان کی حفاظت کے لئے پالنے کی اجازت دی ہے ، فتاوی ہندیہ میں ہے :

وفِی الاجناسِ لا ینبغِی أن یتخِذ کلبا إلا أن یخاف مِن اللصوصِ و غیرِہِم وکذا الأسد والفہد والضبع وجمِیع السِباعِ وہذا قِیاس قولِ أ بِی یوسف - رحِمہ اللہ تعالی - کذا فِی الخلاصۃِ (الفتاوی الہندیہ۵/۳۶۱)۔

[اجناس میں ہے کہ کتے کا پالنا مناسب نہیں ہے ،الایہ کہ چور وغیرہ کا خوف ہو، شیر، چیتا، بجو اور تما م درندوں کا یہی حکم ہے، یہ امام ابو یوسف کے قول کا قیاس ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے]۔

شامی میں ہے :

لا ینبغِی اتِخاذکلب إلا لِخوفِ لِص أو غیرِہِ فلا بأس بِہِ ومِثلہ سائِر السِباعِ عینِی وجاز اقتِناؤہ لِصید وحِراسۃِ ماشِیۃ وزرع إ جماعا''(الد المختار۵/۲۲۷)۔

[کتے کا پالنا صرف چور وغیر ہ کے خوف کی وجہ سے درست ہے ،یہی حکم تمام درندوں کا ہے ، عینی،اور کتے کو شکار کرنے، اور جانور اور کھیتی کی نگرانی کے لئے

پالنا بالاجماع جائز ہے]۔

علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں :

وأما اقتِناؤہ لِلصیدِ وحِراسۃِ الماشِیۃِ والبیوتِ والزرعِ فیجوز بِالِاجماعِ، لکِن لا ینبغِی أن یتخِذہ فِی دارِہِ إلا أن خاف لصوصا أو أعداء لِلحدِیثِ الصحِیحِ ''من اقتنی کلبا إلا کلب صیدا وماشِیۃ نقص مِن أجرِہِ کل یوم قِیراطان'' (فتح القدیر ۱۱۸،۷)۔

[رہا کتے کا شکا رکے لئے اور جانور ،گھراور کھیتی کی نگرانی کے لئے پالنا تو بالاجماع جائز ہے ، لیکن اس کا گھر میں رکھنا مناسب نہیں ہے الا یہ کہ چور اور دشمن کا خوف ہو، حدیث صحیح کی وجہ سے کہ '' جس نے شکاراور جانور کے کتے کے علاوہ کسی کتے کو پالا، اس کے اجرسے روزانہ دوقیراط کم کردیا جا تا ہے '']۔

فتح الباری میں ہے :

قال ابن عبدِ البرِ فِی ہذا الحدِیثِ إباحۃ اتِخاذِ الِکلابِ لِلصیدِ والماشِیۃِ وکذلکِ الزرع لِأنہا زِیادۃ حافِظ وکراہۃ اتِخاذِہا لِغیرِ ذلکِ لِأنہ یدخل فِی معنی الصیدِ وغیرِہِ مِما ذِکر اتِخاذہا لِجلبِ المنافِعِ ودفعِ المضارِ قِیاسا فتمحض کراہۃ اتِخاذِہا لِغیرِحاجۃ (فتح الباری۵/۶)۔

[ابن عبد البر نے کہا:اس حدیث میں شکار،جانوراور کھیتی کے لئے کتوں کے پالنے کا جواز ہے،اس وجہ سے کہ یہ زیادہ حفاظت کرنے والے ہیں ،اور اس کے علاوہ کے کے لئے پالنا مکروہ ہے، اس لئے کہ بطور قیاس کے شکاروغیرہ کے حکم میں کتے کاجلب منفعت اوردفع مضرت کے لئے پالنا بھی داخل ہے،لہذا بغیر ضرورت کے کتے کاپالنامکروہ ہے]۔

النہر الفائق میں ہے :

لاینبغی لأحدأن یتخذ کلبا فی دارہ إلا أن یخاف من لصوص أو غیرہ فلا بأس أن یتخذہ، کذلک الأسد والفہد والضبع وجمیع السباع بمنزلۃ الکلب فی جمیع ذلک أما اقتنائہ للصید وحراسۃ الماشیۃ والزرع فیجوز بالإجماع (النہر الفائق۳/۵۱۲)۔

[کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے گھر میں کتا رکھے؛ البتہ اگر چور وغیرہ کا خوف ہو توررکھ سکتا ہے، ان تمام امور میں شیر،چیتا،بجواور تمام درندے،کتے کے حکم میں ہیں،رہا کتے کا شکار اور جانوراور کھیتی کی نگرانی کے لئے پالنا تو بالاجماع جائز ہے]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ شوقیہ طورپر بلاضرورت خطرناک جانوروں کاپالنا شرعاً درست نہیں ہے۔

(۶)دواؤں کے لئے جانوروں پر طبی تجربات کرنے کا حکم:

دواؤں کے لئے جانوروں پر طبی تجربات کرنااور اس تعلق سے انہیں انجکشن لگانا اور دوا کے ذریعہ بیمار کرنا شرعاً درست ہے، اس لئے کہ اللہ تعا لی نے دنیا کی ساری چیزیں انسانوں کے لئے مسخر کی ہیں لہذااگر انسانی مصلحت کے تحت جانور ونپر طبی

تجربات کئے جاتے ہیں تو درست ہے ، ارشادباری ہے :

وسخرلکم مافی السموات وما فی الأرض جمیعا(الجاثیہ: ۱۳)۔

اسی وجہ سے علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ انسانی مصلحت ومنفعت کے لئے جانوروں کو اذیت دینا درست ہے ،علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

إذا کان لہ مصلحۃ فی تعذیب بعض الحیوان وأن یفعل بہ ما فیہ تعذیب لہ حسن ذلک منہ(مجموع الفتاوی۶/۱۲۷)۔

[جب انسان کی کسی جانورکی اذیت دہی میں کوئی مصلحت ہو اور وہ اس کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے جس میں اس کو تکلیف واذیت ہوتی ہوتوایسا کرنادرست ہے]۔

علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں :

إیلام الحیوان لنفع الآدمی غیر قبیح (طریق الہجرتین۱،۱۴۹)۔

[آدمی کے نفع کے لئے جانورکو تکلیف دینا قبیح نہیں ہے]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی مصلحت کے پیش نظر جانوروں پر طبی تجربہ کرناازروئے شرع درست ہے اور اس سلسلے میں ان کو اذیت دینا جائز ہے۔

(۷)جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کے نکالنے یا اس میں کسی آلہ کے رکھنے کا حکم:

اگردواؤں کے لئے زندہ جانورکوبے ہوش کرکے اس کے کسی عضوکو نکال لیاجائے یا آپریشن کرکے اس مینکوئی آلہ رکھدیاجائے اور وہ اس کے لئے باعث تکلیف واذیت ہوتب بھی ایسا کرنا شرعاً درست ہے ،اس لئے کہ دنیا کی ساری چیزوں کی طرح یہ حیوانات بھی انسان کی منفعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون (النحل: ۵)۔

[اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ،ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو]۔

نیز ارشاد فرمایا:

وسخرلکم مافی السموات ومافی الأرض جمیعا(الجاثیہ: ۱۳)۔

[اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو تمہارے لئے مسخر کیا]۔

علامہ ابن تیمیہ نے بصراحت تحریر کیا ہے کہ انسان کی کسی خاص مصلحت کے سبب جانوروں کوتکلیف دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مجموع الفتاوی میں ہے :

‘‘الإنسان یحسن منہ إیلام الحیوان لمصلحۃ راجحۃ فی ذلک فلیس جنس ہذا مذموما ولا قبیحا ولا ظلما وإن کان من ذلک ماہو ظلم’’ (مجموع الفتاوی۶/۱۲۷)۔

[انسان کی طرف سے جانور کو کسی راجح مصلحت کے سبب تکلیف دینا درست ہے،اس

طرح کی تکلیف نہ مذموم ہے نہ قبیح ہے اور نہ ظلم،اگرچہ یہ تکلیف فی نفسہ ظلم ہو]۔

علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں :

إیلام الحیوان لنفع الآدمی غیر قبیح (طریق الہجرتین۱/۱۴۹)۔

[آدمی کے نفع کے لئے جانورکو تکلیف دینا قبیح نہیں ہے]۔

شرح السیر الکبیر میں ہے :

ولا بأس بإیلام الحیوان لمنفعۃ المسلمین خصوصا إذا کان أمرا من أمور الدین (شرح السیر الکبیر ۱/۲۰۸۵)۔

[جانور کومسلمانوں کی منفعت کے لئے تکلیف دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، خصوصاً جب کہ وہ کوئی دینی امر ہو]۔

جانوروں کو تکلیف دینے کے تعلق سے شریعت میناصل یہ ہے کہ جانوروں کی مصلحت کے سبب ان کو تکلیف دینا درست ہے ،تبیین الحقائق میں ہے :

وفی المحیط الأصل أن إیصال الألم إلی الحیوان لایجوز شرعا إلا لمصالح تعود علیہ (تبیین الحقائق ۶/۲۲۷)۔

[محیط میں ہے ،اصل یہ ہے کہ جانور کو تکلیف پہنچانا شرعاجائز نہیں ہے الا یہ کہ اس میں اس کی مصلحت ہو]۔

لیکن مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی مصلحت وضرورت کے پیش نظر جانورکو اذیت دینا شرعاً درست ہے ،لہذا اگر دواؤں کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لیا جائے یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھدیا جائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو گی؛ بلکہ بر بنائے منفعت انسانی درست ہوگا۔

(۸)جانور کی نسل کے ختم ہونے یا اس کے قومی ہونے کے سبب اس کے مارنے کا حکم:

اللہ تعالی نے اس دنیا میں انسانوں کی منفعت ومصلحت کے لئے مختلف حیوانات پیدا کئے اور ان سے نفع اٹھا نے کی عام اجازت فرمائی ،اس لئے کسی جانور کی نسل کے ختم ہونے کے اندیشے سے یا اس کے قومی جانور قراردئے جانے سے اس کی حلت، حرمت میںنہیں بدل جائے گی اورنہ اس کا شکار کرنااورمارناشرعی اعتبار سے ممنوع ہوگا لیکن اگرحکومت کی طرف سے بعض مصالح یا اس کے قومی جانور قرار دیئے جا نے کی بناپر اس کے شکار کرنے اور ذبح کرنے پر پابندی ہو تو اس کا شکار کرنااور مارنا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں نظام حکومت کی خلاف ورزی کے ساتھ اپنی عزت وآبرو کو داؤ پرلگا نا ہے جو شریعت میں کسی بھی طرح محمود نہیں ہے، نبی اکرمﷺ نے ایسے امور کے اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جو ذلت ورسوائی کا سبب بنتے ہوں ،حضرت حذیفہ نے کہا کہ آپ نے فرمایا :

لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ قالوا:وکیف یذل نفسہ؟ قال:یتعرض من البلاء لما لایطیق

(السنن للترمذی۴/۵۲۳)۔

[مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے کو ذلیل کرے، صحا بہ نے دریافت کیا کہ وہ اپنے کو کیسے ذلیل کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی ناقابل برداشت مصیبت کے درپے ہوجائے گا]۔

عصر حاضر کے معروف عالم دین مفتی محمد تقی عثمانی نے غیر ملکی کرنسیوں کے دوسری جنس مان لئے جانے کے سبب ،حکومت کی مقررہ قیمت سے کم وبیش پر مبادلہ کرنے کوشرعاً جائزبتایا ہے اور اسی کے ساتھ اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ نظام حکومت کی خلاف ورزی کی وجہ سے ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا ،لکھتے ہیں:

''لکن یمنع من ذلک لکونہ مخالفۃ لأولی الأمر إذا کانت الحکومۃ إسلامیۃ ولکونہ عرضا للنفس لعقوبات قانونیۃ إذا کانت الحکومۃغیر إسلامیۃ''(تکملہ فتح الملہم۱/۵۹۰)۔

[لیکن اس سے منع کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر اسلامی حکومت ہے تواس میں اسلامی حکمراں کی مخالفت ہے، اور اگر حکومت غیر اسلامی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو قانونی سزاکے حوالے کررہاہے]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کے جانور وں کا شکار کرتا ہے یا انہیں مارتا ہے تو از روئے شرع ایسا کرنا درست ہوگا، لیکن اگر حکومت نے ایسے جانوروں کے مارنے اور شکار کرنے پر پابندی لگارکھی ہے تو قانون وضابطہ کی پاسداری اوراپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے پیش نظر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہوگا۔

(۹)کسی فرقہ کے مقدس جانور کو ذبح کرنے کا مسئلہ:

شریعت کی نگاہ میں کسی بھی جانور کا حسب ضرورت ذبح کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی جانور کسی فرقہ کے نزدیک مقدس ومعبود ہے تو اس کے لحاظ میں اس کاذبح کرنا مناسب نہیں ہوگا ،بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی مجبوری نہ ہو، اس لئے کہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے دوسروں کی دل جوئی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

والمداراۃ مشروعۃ، وذلک لأن وِداد الناسِ لا یستجلب اِلا بِمساعدتِہم علی ما ہم علیہِ. والبشر قد رکب فِیہِم أہواء متباینۃ، وطِباع مختلِفۃ، ویشق علی النفوسِ ترک ما جبِلت علیہِ، فلیس اِلی صفوِ وِدادِہِم سبِیل اِلا بِمعاشرتِہِم علی ما ہم علیہِ مِن المخالفۃِ لِرأیکِ وہواک (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۳/۱۸۶)۔

[مدارات مشروع ہے، اس وجہ سے کہ لوگوں کی محبت ان کے ذہن ومزاج کی رعایت کرتے ہوئے ہی حاصل کی جاسکتی ہے ،انسان کی خواہشات و طبائع مختلف ہوتی ہیں اورنفس پر سابقہ عادات کا ترک کرنا شاق ہوتا ہے ،اس لئے ان کی بے آمیزمحبت تک رسائی کا صرف ایک راستہ ہے کہ ان کے ساتھ اپنی رائے اور خواہش کے بر خلاف ان

کے ذہن ومزاج کے مطابق گذر اوقات کیا جائے]۔

اوراگرکسی کے مقدس جانور کو ذبح کرنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو یا اس کے ذبح کرنے میں قانونی پابندی ہو تو اس سے بچنا اور بھی ضروری ہوجا تا ہے ، ملا علی قاری نے حدیث نبوی ''إن شرالناس منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء الشر''کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''وفیہ رخصۃ المداراۃ لدفع الضرر''(مرقاۃ۷/۲۰۳۳)۔

[اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دفع ضرر کے لئے مدارات کی اجازت ہے]۔

شریعت میں کسی دوسرے فرقہ اور گروہ کی دل جوئی کی اجازت ہے، مگراس میناس بات کا لحاظ کر نا ازبس ضروری ہے کہ اس میں کوئی شرعی قباحت نہ پا ئی جارہی ہو، اور اگر اس میں شرعی قباحت ہو تو وہ مداہنت ہے جومذموم ہے اور اس کی اجازت نہیں ہے ،علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''ضابطۃ المداراۃان لا یکون فیہا قدح فی الدین والمداہنۃ المذمومۃ ان یکون فیہا تزئین القبیح وتصویب الباطل'' (فتح الباری۱۳/۵۳)۔

[مدارات کا ضابطہ یہ ہے کہ اس میں دینی قباحت نہ ہواور مذموم مداہنت یہ ہے کہ اس میں قبیح کو بہتر اور باطل کو درست قرار دیا جائے]۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے کسی بھی فرقے کے ذہن ومزاج کی رعایت اور ان کی دل جوئی کرنے کی اجازت ہے ، اس لئے اگر کسی کے مقدس جانورکے ذبح کرنے سے اس کی دل آزاری ہوتی ہے اور اس کا ذبح کرنا بھی ہمارے لئے شرعاً لازم وضروری نہیں ہے تو اس جانور کو ذبح کرنے سے بچنا چاہئے۔

(۱۰)مہمان پرندوں کے شکارکرنے کا حکم :

شریعت مینجائز ضرورت کے تحت کسی بھی پرندے کا شکارکرنااور اس کامارنا شرعاً درست ہے؛ البتہ اگر کوئی حکومت آبی پرندونیامہمان پرندوں کے مارنے پر پا بندی عائد کرتی ہے تو اس کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے مارنے سے مکمل احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ حکومتی قانون کی خلاف ورزی کے نتیجے مینایسا شخص جب گرفت میں آتا ہے تو دقت وپریشانی کے ساتھ ساتھ ذلت ورسوائی سے بھی دوچار ہوتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ایسے کام سے منع فرمایا ہے ،جس سے آدمی کوذلت اٹھانی پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ قالوا:وکیف یذلّ نفسہ قال:یتعرض من البلاء لما لایطیق'' (السنن للترمذی۴/۵۲۳)۔

[مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے کو ذلیل کرے ،صحا بہ نے دریافت کیا کہ

وہ اپنے کو کیسے ذلیل کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی ناقابل برداشت مصیبت کے درپے ہوجائے گا]۔

مفتی تقی عثمانی نے تکملہ صحیح مسلم میں لکھا ہے :

''لکن یمنع من ذلک لکونہ مخالفۃ لأولی الأمر إذا کانت الحکومۃ إسلامیۃ ولکونہ عرضا للنفس لعقوبات قانونیۃ إذا کانت الحکومۃغیر إسلامیۃ''(تکملہ فتح الملہم۱/۵۹۰)۔

[لیکن اس سے منع کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر اسلامی حکومت ہے تواس میں اسلامی حکمراں کی مخالفت ہے اور اگر حکومت غیر اسلامی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو قانونی سزاکے حوالے کررہاہے]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اس طرح کے پرندوں کے شکار کرنے کی ازروئے شرع ممانعت نہیں ہے ،تاہم ملکی قانون کے لحاظ میں ان کے شکار کرنے اور مارنے سے بچنا چاہئے۔

(۱۱)وبائی امراض کے سبب جانور کومارڈالنے کامسئلہ:

جب جانوروں میں امراض عام ہوجائیں اور وبا ئی شکل اختیار کرلیں تو ان کو ذبح کرڈالنا درست ہے،فتاوی ہندیہ میں ہے :

''الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ''(الفتاوی الہندیۃ۵/۳۶۱)۔

[اگر گدھا مریض ہوجائے اور لائق انتفاع نہ رہے تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ تاکہ اس سے اسے راحت مل سکے]۔

الفروق للقرافی میں ہے :

''قال صاحب البیان قال ابن القاسم الدابۃ التی لا یؤکل لحمہا إذا طال مرضہا أو تعبت من السیر فی أرض لا علف فیہا ذبحہا أولی من بقائہا لتحصل راحتہا من العذاب'' (الفروق۳/۱۰۰)۔

[صاحب البیان نے ابن القاسم کا قول نقل کیا ہے کہ غیر ماکول اللحم جانور جب زیادہ دنوں سے بیمار ہو اوراس کے لئے چلنا پھرنادشوارہو اور ایسی جگہ ہو کہ وہاں چارہ بھی نہ ہو تو اس کے باقی رہنے سے بہتر یہ کہ اسے ذبح کردیا جائے؛ تاکہ اذیت سے بچ جائے]۔

اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ وبائی امراض کی وجہ سے جانوروں کو ذبح کردیا جائے اور ذبح کرکے دفن کیاجائے، زندہ دفن کرنا درست نہیں ہے، نہ جلاناہی درست ہے؛ البتہ اس سلسلے میں کوئی ایسی مناسب تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے جس میں انہیں کم سے کم تکلیف ہو۔

(۱۲)جن مصالح کے تحت جانوروں کومارا جاسکتا ہے :

شریعت اسلامی میں جانوروں کو بیجااذیت دینا یا کسی تکلیف میں مسلسل مبتلا رکھنا درست نہیں ہے لیکن انسانی مصلحت ومنفعت کے تحت انہیں قتل کرنے کی اجازت ہے،

جیسا کہ علامہ اسمعیل حقی استنبولی نے اپنی کتاب ‘‘روح البیان ’’ میں لکھا ہے :

وفی حواشی الخبازی علی الہدایۃ قتل الحیوان إما لدفع المضرۃ أو لجلب المنفعۃ (روح البیان ۱/۱۱۲)۔

[خبازی کے حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ حیوان کا مارنا یاتو دفع مضرت کے لئے درست ہے یا جلب منفعت کے لئے]۔

اس سے معلوم ہو ا کہ اگر کسی آدمی کی ہاتھی کے دانت ، ہرن کی سینگ اور اس کی کھال سے کوئی منفعت وابستہ ہے تواس کے حاصل کرنے کے لئے ان جانور ونکو مارنا درست ہے، اور اس کے بعد ان کے اعضاء سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔

علامہ شاطبی نے موافقات میں لکھا ہے :

‘‘وأبیح لنا إتلاف مالا ینتفع بہ إذا کان موذیا أو لم یکن موذیا وکان إتلافہ تکملۃ لما لیس بضروری ولا حاجی من المنافع’’(الموافقات ۳/۴۴۱)۔

[ہمارے لئے ناقابل انتفاع جانور کا مارنا جائز ہے جب کہ وہ موذی ہو یا موذی نہ ہو لیکن اس کے مارنے سے ایسے منافع کی تکمیل ہوتی ہو جو نہ ضرورت کے دائرے میں آتے ہیں اور نہ حاجت کے]۔

در مختار میں ہے : (حل اصطیاد ما یؤکل لحمہ ومالا یوکل)لحمہ لمنفعۃ جلدہ أوشعرہ أوریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لإطلاق النص (درمختار ۶/۴۷۴)۔

[ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانور کا شکا ر کرنا جائز ہے،اس کی کھال یابال یا پرکی منفعت کے لئے یااس کے شر کو دفع کرنے کے لئے، یہ تمام چیزیں نص کے مطلق ہونے کے سبب مشروع ہیں]۔

علامہ شامی نے قنیہ کے حوالے سے بصراحت لکھا ہے کہ تھوڑے سے نفع کے لئے بھی جانور کومارا جاسکتا ہے ،لکھتے ہیں :

وفی القنیۃ : یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما أی ولوقلیلا (ردالمحتار ۶/۴۷۴)۔

[قنیہ میں ہے ،بلی اور کتے کاکسی بھی نفع کے لئے اگر چہ قلیل ہوذبح کرنا جائز ہے]۔

(ویجوز اصطِیاد ما یؤکل لحمہ مِن الحیوانِ وما لا یؤکل)لأن لہ غرضا فِی غیر المأکولِ بِأن ینتفِع بِجلدِہِ أو بِشعرِہِ أو رِیشِہِ أو قرنِہِ أو لِاستِدفاع شرہ(الجوہرۃ ۲،۱۸۰)۔

[ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانورکا شکا ر کرنا جائز ہے اس وجہ سے کہ غیر ماکول اللحم میں بھی شکار کرنے والے کی ایک غرض ہوتی ہے، وہ یہ کہ اس کی کھال یا بال یا پر یا سینگ سے نفع اٹھا تا ہے یا اس کے شر کو زائل کرتاہے] ۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے دانت ، سینگ،کھال اور بال حاصل کرنے کے لئے ان کو مارا جا سکتا ہے ،اس لئے کہ ان اشیاء سے بھی بہت سی انسانی مصلحتیں وابستہ ہیں۔

(۱۳)نقصان دہ جانوروں کے مارنے کا حکم :

ایسے جانور جو انسان کے لئے نقصان دہ ہوں ان کا مارنا شرعا درست ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں :

''قتل المؤذی منہاومن الدواب جائز ''(ردالمحتار ۶/۴۰۱)۔

[موذی پرندوں اور جانور وں کا قتل کرنا جائز ہے]۔

فتاوی ہندیہ میں ہے :

''جاز قتل ما یضر مِن البہائِمِ کالکلبِ العقورِ والہِرۃ إذا کانت تأکل الحمام والدجاج ویذبحہا ذبحا ولا یضر بِہا''(فتاوی ہندیہ۶/۴۴۵)۔

[نقصان دہ جانوروں کا قتل کرناجائز ہے ،جیسے کاٹ کھانے والا کتا ، اور بلی اگر کبوتر اور مرغی کو کھا جاتی ہو تو اس کو مارنے کے بجائے ذبح کردے]

البحرالرائق میں ہے :

''جاز قتل ما یضر من البہائم کالکلب العقوروالہرۃ إذاکانت تأکل الحمام والدجاجۃ لإزالۃ الضرر ویذبحہا ولایضربہا لأنہ لایفید فیکون معذبا بہا بلا فائدۃ''(البحر الرائق۸/۲۳۲)۔

[نقصان دہ جانوروں کا ازالہ ضرر کے لئے مارڈالنا جائز ہے ، جیسے کاٹ کھانے والا کتا اور بلی اگر کبوتر اور مرغی کو کھا جاتی ہو ،تو اس کو ذبح کردے مارے نہیناس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہینبلکہ بلا فائدہ اس کو اذیت دینا ہو گا] ۔

''ولو کان لِرجل کلب عقور یعض کل من یمر علیہِ فلأہلِ القریۃ ان یقتلوہ فإن تقدم أہل القریۃ إلی صاحِبِ الکلبِ ولم یقتلہ ثم عض إنسانا فہو ضامِن وإن عضہ قبل التقدمِ إلیہِ لم یضمن کذا فِی الینابِیعِ'' (الہندیۃ۵/۳۶۰)۔

[اگر کسی آدمی کا کاٹ کھانے والا کتا ہو ،جو ہر گذرنے والے کو کاٹتا ہو،توبستی والوں کو اس کے قتل کردینے کا حق ہے،اگربستی کے لوگ کتے کے کے مالک کے پاس گئے اوراس نے اسے قتل نہیں کیا پھر اس کتے نے کسی آدمی کو کاٹ لیا تو وہ ضامن ہوگا، اور اگر مالک کے پاس جانے سے پہلے کاٹا تو ضامن نہیں ہو گا،ینابیع میں اسی طرح ہے]۔

علامہ قرافی لکھتے ہیں :

''الإتلاف إما للإصلاح فی الأجساد والأرواح کالأطعمۃ والأدویۃ والذبائح وقطع الأعضاء المتأکلۃ أو للدفع کقتل الصوال والمؤذی من الحیوان''(شرح تنقیح الفصول ۱/۴۵۸)۔

[جانور کو یا تو جسم وروح کی اصلاح ودرستگی کے لئے ہلاک کیا جاتا ہے جیسے کھانا، دوا، قربانی اور کرم خوردہ اعضاء کا کا ٹنا، یا ازالہ ضرر کے لئے ،جیسے حملہ آوراور موذی جانور کا قتل کرنا]۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

''إن ماکان من الحیوان أصلہ الإذایۃ فإنہ یقتل ابتداء لأجل إذایتہ من غیر خلاف کالحیۃ

والعقرب والفار والوزغ وشبہہ وقد قال رسول اللہ ﷺ :خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم" (تفسیر القرطبی١/٣١٨) ۔

[جس جانورکی اصل اذیت دینا ہو اسے اس کی اذیت دہی کے سبب پہلے ہی بلاکسی اختلاف کے قتل کیا جائے گا جیسے سانپ،بچھو،چوہا،چھپکلی اور ان کے ہم مثل، اور نبی اکرمﷺ نے فرمایا:پانچ موذی جانوروں کو حل وحرم دونوں جگہ قتل کیا جائے گا]۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اذیت دینے والے جانوروں کو قتل کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔

(١٤)جانوروں کے ساتھ حسن سلوک، قرآن،سنت اور اجتہادات فقہاء کی روشنی میں:

اللہ تعالی نے قرآن کریم مینجانوروں کا ذکر بہت ہی اہتمام کے ساتھ فرمایا ہے اوربتایا ہے کہ یہ انسان کے مصالح ومنافع کے پیش نظر پیدا کئے گئے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بلغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لاتعلمون" (النحل: ٨.٥)۔

[اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ،ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے،جب کہ شام کے وقت لاتے ہو اور جب کہ صبح کے وقت چھوڑدیتے ہو ،اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے تھے،واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے ،اور گھوڑے اور خچراورگدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی، اور وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کوخبر بھی نہیں]۔

جانوروں کے مقاصد خلقت سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ جانوروں کی اہمیت کو پہچانے ،ان کی قدر کرے، انہیں بوقت ضرورت اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرے ،اور جائز اور صالح مقصد کے بغیر ان کے استعمال سے گریز کرے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بے زبان جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور اچھا برتاؤکرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے ، آپ نے فرمایا:

''اتقوا اللہ فی البہائم المعجمۃ فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ''(ابوداؤد ١/٣٤٥)۔

[بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو،ان پربہتر طریقے سے سواری کرواورانہینبہترطریقے سے کھاؤ]۔

نیز آپ ﷺ نے بتایا کہ جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے ، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کوپیاسے کتے کو پانی پلانے پرمغفرت کا ایک

سبق آموزقصہ سنایا ،صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ !

''ہل لنا فی البہائم أجرا؟قال: فی کل کبدرطبۃ أجر''(صحیح البخاری ۳/۱۱۱) ۔

[کیا جانوروں کے ساتھ اچھے برتاؤ پر بھی اجر ملتا ہے ،آپ نے فرمایاہرجاندار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر اجرملتا ہے] ۔

یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنے عمل سے بھی جانوروں کے ساتھ اچھے سلوک کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، حضرت عائشہ ؓ آپ کا معمول بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بلی کے لئے برتن جھکادیتے تھے اور اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے (شرح معانی الآثار۱/۱۹) ۔

نبی اکرم ﷺنے ایک طرف جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کو کار ثواب بتا یا تو دوسری طرف ان کو ایذا دینے والی ہر شی سے سختی سے منع فرمایا ہے ، چنانچہ ایک عورت کے بارے میں فرما یا کہ اس پرمحض اس وجہ سے عذاب ہوا کہ اس نے بلی کو باندھ کر کھانا پانی نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ مرگئی (صحیح البخاری ۳/۱۱۲) ۔

اسی طرح آپ نے ایک جانور پر تین آدمی کی سواری سے منع فرمایا :

نہی أن یرکب ثلاثۃ علی دابۃ (المعجم الاوسط۷/۸۷)۔

[آپ نے ایک جانور پر تین آدمی کی سواری سے منع فرمایا ہے]۔

نیز جانوروں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے اور انہیں لڑانے سے منع کیا کہ اس میں جانور زخمی ہوتا ہے اور اسے اذیت پہونچتی ہے،آپ نے فرمایا :

''نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم'' (سنن ترمذی۴/۲۱۰)۔

[رسول اللہ ﷺنے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے]۔

اسی طرح آپ نے جانوروں کوان کے مقاصد خلقت کی حد تک استعمال کرنے کی تاکید فرمائی اورانہیں بیجا مشقت میں ڈالنے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ ان کی پشت کو منبر نہ بنایا جائے ،ارشاد فرمایا:

إیاکم أن تتخذوا ظہور دوابکم منابر، فإن اللہ تعالی إنما سخرہا لکم لتبلغکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس، وجعل لکم الأرض فعلیہا فاقضوا حاجتکم (ابوداؤد۳/۲۷) ۔

[جانوروں کی پشت کو منبر بنانے سے بچو ،اس لئے کہ اللہ تعالی نے ان کو تمہارے لئے اس لئے مسخر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ ایسے شہر تک پہنچ سکو جہاں بغیر مشقت برداشت کئے نہیں پہنچ سکتے ،اللہ نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے ، اس پر اپنی ضرورت پوری کرو] ۔

اسی طرح آپ نے جانوروں کومثلہ کرنے سے بھی منع کیا، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کا چند لوگوں پر گذر ہوا، وہ لوگ ایک مینڈھے پر نشانہ لگا رہے تھے،آپ ﷺ نے اسے

ناپسند کیا اور فرمایا :لا تمثلوا بالبہائم (سنن نسائی۷/۲۳۸)۔
[جانوروں کو مثلہ نہ کرو]۔
آپ ﷺ نے جانوروں کے چہرے پر داغنے سے منع کیا اور فرمایا:
نہی رسول اللہ ﷺ عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ (صحیح مسلم ۳/۱۶۷۳)۔
[رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے کوداغنے سے منع فرمایا ہے]۔
کسی جاندار کو بلا وجہ نشانہ بنانے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:
لاتتخذوا شیئا فیہ الروح غرضا(صحیح مسلم۳/۱۵۴۹)۔
[کسی ذی روح کو نشانہ نہ بناؤ]۔
نیز نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو جلانے سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک سفر میں ہم نے چیونٹیوں کی ایک بستی کو جلا دیا، آپ ﷺ نے آنے کے بعد پوچھا: اسے کس نے جلایا ہے ؟ہم نے کہا ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا :
لاینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار (سنن ابو داؤد ۳/۵۵) ۔
[آگ کے مالک کے لئے ہی مناسب ہے کہ وہ آگ سے عذاب دے]۔
نبی رحمت ﷺ کے ارشادات گرامی کے بغور مطالعہ سے پورے طور پر عیاں ہوتا ہے کہ آپ نے جانوروں کے حقوق کا پورا لحاظ کیا ہے ،اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی قولی وعملی تعلیم دی ہے ۔
فقہاء کرام نے کتاب وسنت کی روشنی مینجانوروں سے متعلق احکام وحقوق طے کئے ہیں ،اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤکرنے ، ان کے کھلانے پلانے اور ان کے ساتھ نرمی کرنے کو لازم وضروری قرار دیا ہے ،فتح الباری میں ہے :
ذہب الفقہاء إلی أنہ یجب علی من یملک عجماء إطعامہاوسقیہا والرفق بہا۔ لحدیث:عذبت امرأۃ فی ہرۃ سجنتہا حتی ماتت فدخلت فیہا النار، لا ہی أطعمتہا وسقتہا إذ ہی حبستہا، ولاہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض''(فتح الباری۶/۵۱۵)۔
[فقہائے کرام کا خیال ہے کہ چوپایوں کے مالک پر ان کا کھلانا ، پلنااور ان کے ساتھ نرمی کرنا واجب ہے ،اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کے سلسلے میناس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے اسے قید کررکھاتھا اور وہ مرگئی، جس کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں چلی گئی ،اس نے اس کو نہ کھلایا نہ پلایا؛ کیوں کہ اس کو قید کررکھا تھا، اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاسکے]۔
مو سوعۃ فقہیہ میں ہے
لاخلاف بین الفقہاء فی أنہ یجب علی المالک إطعام بہائمہ وسقیہاوریہا وإن کانت

مریضۃ لا ینتفع بہا لحدیث ابن عمرمرفوعا(الموسوعۃ۱۸/۳۳۷)۔

[فقہاء کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جانوروں کے مالک پر ان کا کھلانا پلانا اور سیراب کرنا واجب ہے،اگرچہ وہ ایسے مریض ہوں کہ ان سے نفع نہ اٹھایا جا سکتا ہو،حضرت ابن عمر کی حدیث مرفوع کے سبب]۔

مرقاۃ میں ہے:

''قال المظہر:فی إطعام کل حیوان وسقیہ أجر إلا أن یکون مأمورا بقتلہ کالحیۃ والعقرب'' (مرقاۃ المفاتیح، باب فضل الصدقۃ: ۱۹۰۲)۔

[مظہر نے کہا:ہرحیوان کے کھلانے اور پلانے میں ثواب ہے ،الا یہ کہ اس کے قتل کا حکم ہو ، جیسے سانپ اور بچھو]۔

اسی طرح کتب فقہ میں اس بات کی بھی صراحت موجود ہے کہ جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا درست نہیں ہے۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے :

یکرہ تکلیف الدابۃ مالاتطیقہ من تثقیل الحمل وإدامۃ السیر وغیرہ (الجوہرۃ النیرۃ ۲/۹۵)۔

[جانورسے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینا مکروہ ہے ،بھاری بوجھ لادنا،مسلسل چلاتے رہنا وغیرہ]۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے :

''ویحرم علیہ أن یحملہا مالا تطیق، لأن الشارع منع تکلیف العبد مالا یطیق،فوجب أن تکون البہیمۃ مثلہ، لأن فیہ تعذیبا للحیوان الذی لہ حرمۃفی نفسہ وإضرارا بہ''(الفقہ الاسلامی وادلتہ۱۰/۸۱)۔

[جانور کے مالک پر حرام ہے کہ اس کی طاقت سے زیادہ کام لے،جیسے بھاری بوجھ لادنا،مسلسل چلاتے رہناوغیرہ، اس لئے کہ شریعت نے غلام سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینے سے منع فرمایا ہے ،لہذا جانور بھی اسی کے حکم میں ہوگا ،اس لئے کہ جانور کے لئے جو فی نفسہ محترم ہے اس مینتکلیف واذیت ہے]۔

اسی طرح فقہاء نے بچھواور چچڑی کے جلانے کو مکروہ قرار دیا ہے ، فتاوی ہندیہ میں ہے :

''إحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ''(فتاوی ہندیہ ۵/۳۶۱)۔

[چچڑی اور بچھو کا جلانا مکروہ ہے]۔

چیونٹی کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ اگروہ کاٹے تو اس کو مارا جا سکتا ہے ورنہ نہیں ،اور اس کا پانی میں ڈالنا بالاتفاق مکروہ ہے ، فتاوی ہندیہ میں ہے :

''والمختار أنہ إذا ابتدأت بالأذی لابأس بقتلہا وإن لم یبتد یکرہ قتلہا، واتفقوا علی أنہ یکرہ إلقائہا فی الماء'' (فتاوی ہندیہ۵/۳۶۱)۔

[مختار قول یہ ہے کہ چیونٹی اگر پہلے اذیت دے تو اس کے مارڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ اس کا مارنا مکروہ ہوگا، اور اس کا پانی میں ڈالنا بالاتفاق مکروہ ہے]۔

اسی طرح کتب فقہ میں ایک چیو نٹی کی وجہ سے چیونٹیوں کی بستی کے جلانے کی بھی اجازت نہیں دی گئی ہے ،فتاوی ہندیہ میں ہے :

''ولاتحرق بیوت النمل لنملۃ واحدۃ، کذا فی الفتاوی العتابیۃ''(فتاوی ہندیہ ۵/۳۶۱)۔

[ایک چیونٹی کیوجہ سے چیونٹیوں کی بستی کو نہیں جلایا جائے گا]۔

کتب فقہ وفتاوی میں یہ اور اس طرح کی بہت ساری جزئیات موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ میں جانوروں کے تعلق سے مستقل حقوق واحکام ہیں جن کی رعایت کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب

* * *

حیوانات کے حقوق

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی•

روئے زمین پر جانوروں، پرندوں، یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں کا وجود اللہ کی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت ہے، جنھیں انسان کے فائدے اور منفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

''أو لم یروا أنا خلقنالہم مما عملت أیدینا أنعاماً فہم لہا مالکون وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یأکلون ، ولہم فیہا منافع ومشارب أفلا یشکرون'' (سورہ یس: ۷۱۔۷۳)۔

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سےبنائی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کردیئے، چنانچہ وہ ان کے مالک ہیں، اور ہم نے ان کوان کے قابو میں کردیا توان میں سے بعض تو ان کی سواری ہیں اور بعض ان کی غذا ہیں نیز ان کے لئے اس میں بہت سے فائدے ہیں، اور (بعض جانور میں) پینے کی چیزیں بھی ہیں تو کیا پھر بھی یہ شکر ادا نہیں کرتے) (آیتوں کے ترجمے ''آسان تفسیر '' از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی سےماخوذ ہیں)۔

اور ایک دوسری آیت میں کہا گیا ہے:

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس، إن ربکم لرؤف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (سورہ نحل: ۵، ۸)۔

(اور اللہ نے تمہارے لئے چوپائے بھی پیدا کئے، جن میں تمہارے لئے جاڑے کا لباس اور متعدد فائدے ہیں، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو، اور جس وقت تم شام میں ان کو چرا کر واپس آتے ہو اورجب چرانے لے جاتے ہو تو تمہارے لئے ان میں رونق کا سامان بھی ہے، اور یہ چوپائے تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھاکر لے جاتے ہیں جہاں تم جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے، بے شک آپ کے پروردگار نہایت شفیق اور بے حد مہربان ہیں، نیز گھوڑے، خچر، اور گدھے پیدا فرمائے؛ تاکہ تمہاری سواری اور زینت کے کام آئیں اور ایسی چیزیں بھی پیدا کیں جن سے تم ابھی واقف نہیں ہو)۔

یہ جانور بھی انسانوں کی طرح سے ایک قوم ہیں اور ایک خاص مصلحت اور مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

• جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڈھ

‘‘وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئ ثم إلی ربہم یحشرون’’ (سورہ انعام: ۳۸)۔

(زمین پر چلنے والے تمام چوپائے اور اپنے بازوؤں کی مدد سے اڑنے والے تمام پرندے تمہاری ہی طرح کے گروہ ہیں اور ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز چھوڑی نہیں ہے، پھر یہ سب اپنے رب ہی کی طرف جمع کئے جائینگے)۔

علامہ ابن قیمؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تخلیق، رزق اور تقدیر میں ہماری طرح ہیں، اور یہ کہ انھیں بیکار نہیں پیدا کیاگیا ہے بلکہ وہ بھی اللہ کے حکموں کےپابند ہیں اور ان کی روزی، زندگی اور انجام کے بارے میں پہلے سے فیصلہ ہوچکا ہے (شفاء العلیل،۴۱)۔

اور وہ بھی انسانوں کی طرح جذبات واحساسات کے مالک ہیں، چنانچہ قرآن حکیم کی ایک آیت میں ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

‘‘حتی إذاأتوا علی واد النمل قالت نملۃ یا أیہا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وہم لا یشعرون’’ (سورہ نمل: ۱۸)۔

(یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیوں! اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تم کو پیس نہ ڈالے)۔

قرآن حکیم کے اس ایک جملے سے چیونٹیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ان میں باہم محبت اور ہمدردی کے جذبات پائے جاتے ہیں، اور کسی مصیبت وآفت کے وقت اپنی قوم کو بچانے کی شدید خواہش پائی جاتی ہے، اور وہ کسی پر بے جا الزام عائد نہیں کرتی ہیں، چنانچہ ان کے سردار نے کہا کہ حضرت سلیمان کے لشکری کہیں بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالیں، یعنی وہ جان بوجھ کر تمہیں مارنے کی کوشش نہیں کرینگے۔

قرآن حکیم میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ تمام ذی روح کا مادہ تخلیق ایک ہے۔

‘‘وجعلنا من الماء کل شئ حی’’ (سورہ انبیاء:۳۰) (اور ہم نے پانی سے ہر جاندار کو بنایا)۔

انسانوں کی طرح سے ایک گروہ ہونے کی حیثیت اور مادہ تخلیق میں شرکت اس بات کوواجب کرتی ہے کہ ان کے ساتھ بھی ہمدردی، محبت اور خیرخواہی کا معاملہ روا رکھا جائے اور انہیں ستانے، پریشان کرنے اور مارنے سے پرہیز کیا جائے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

‘‘إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ’’ (صحیح مسلم: ۱۹۵۵، ابوداؤد: ۲۸۱۵، ترمذی: ۱۴۰۹ وغیرہ)۔

(اللہ تعالی نے ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کو فرض کیا ہے اس لئے جب تم کسی

کو قتل بھی کرو تو اس میں بھی اچھائی کا خیال رکھو اور کسی جانور کو ذبح کرو تو اس میں بھی اچھائی کا لحاظ رکھو، اور اسے راحت دینے کے لئے چھری کو اچھی طرح سے تیز کرلو)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا :

''بینما رجل یمشی فاشتد علیہ العطش فنزل بئراً فشرب منہا فإذا ہو بکلب یلہث یأکل الثری من العطش فقال:لقد بلغ ہذا مثلی فملأ خفہ ثم أمسکہ بفیہ ثم رقی فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ قالوا:یا رسول اللہ! وإن لنا فی البہائم أجراً قال:فی کل ذات کبد رطبۃ أجر'' (صحیح بخاری: ۲۲۳۴، مسلم: ۲۲۴۴)۔

(ایک آدمی کہیں جارہا تھا، اسے شدید پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پیاس بجھائی، باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے ہوئے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے نم زمین کو چاٹ رہا ہے، اس آدمی نے سوچا جیسے مجھے پیاس لگی تھی اسی طرح سے اسے بھی لگی ہے، پھر اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا، اور اس کا منھ پکڑ کے کنویں کے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالی نے اس کے اس جذبے کی قدر فرمائی اور اس کی مغفرت کردی ، صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا جانوروں کے معاملے میں بھی ثواب ملے گا؟ آپﷺ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے)۔

اسلام نے تمام مخلوقات کے تعلق سے لطف ومہربانی اور محبت ورحمت کے جذبے کی جس طرح سے آبیاری فرمائی ہے اس کا کچھ اندازہ فقہی کتابوں میں لکھے ہوئے اس مسئلے سے ہوسکتا ہے:

''طرح القمل فی السمجد إن کان میتاً حرم لنجاستہ، وإن کان حیاً ففی کتب المالکیۃ کذلک؛ لأن فیہ تعذیباً لہ بالجوع'' (رد المحتار ۱،۶۵۳)۔

(مسجد میں مردہ جویں کو ڈالنا حرام ہے؛ کیونکہ وہ ناپاک ہے، اور اگر زندہ ہوتو فقہ مالکی میں یہی حکم لگایا گیا ہے؛ اس لئے کہ اسے بھوکا رکھ کر عذاب میں مبتلا کرنا ہے)۔

جانورکی حفاظت ورعایت:

جانور بھی انسان کی طرح سے ایک جاندار مخلوق ہے، اس لئے اس کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آنا اور اس کی راحت اور آسانی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، مشہور حدیث ہے کہ روئے زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبیﷺ نے ایک کمزور اور دبلے پتلے اونٹ کو دیکھا تو فرمایا:

''اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ ..... فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ'' (ابوداؤد: ۲۵۴۸، احمد: ۱۷۶۶۲)۔

ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اسی وقت سواری کرو جب وہ سواری کے لائق ہوں، اور اگر ذبح کرکے کھانا چاہتےہو تو انہیں کھلا پلا کے موٹا تازہ رکھو۔

اور حضرت عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے، وہاں ایک اونٹ تھا جس نے آنحضرت ﷺکو دیکھتے ہی رونا اور بلبلانا شروع کردیا، آپ اس کے پاس گئے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ چھپ ہوگیا، آپ نے پوچھا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک نوجوان انصاری آئے اور عرض کیا: یہ میرا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا:

''أفلا تتقی اللہ فی ہذہ البہیمۃ التی ملکک اللہ إیاہا؟ فإنہ شکی إلیّ أنک تجیعہ وتدئبہ'' (ابوداؤد: ۲۵۴۹، احمد: ۱۷۵۴)۔

(کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے ڈرتے نہیں ہو جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور بہت زیادہ کام لیتے ہو)۔

یعنی یہ جانور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک امانت کے طور پر ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی نگہداشت ضروری ہے۔

ان احادیث کے پیش نظر فقہاء کااس پر اتفاق ہے کہ جانور کو کھلانا پلانا واجب ہے، اور امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کہتےہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے جانور کو چارہ پانی نہ دے تو قاضی اسے اس پر مجبور کرے گا، اور حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ اخلاقی طور پر واجب ہے اور قضاءً واجب نہیں (فتح القدیر۴؍۴۲۷)۔

اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا مالک اس کے نفقہ پر قادر نہیں ہے تو اسے کرایہ پر لگادیا جائے گا اور اس کی آمدنی کو اس پر خرچ کیا جائے گا، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو بیت المال سے خرچ کیا جائے گا، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر تمام مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کے چارے کا نظم کریں (مغنی المحتاج۳؍۴۶۳)۔

اور حنابلہ کہتےہیں کہ حکومت کی طرف سے اس پر خرچ کیا جائے گا اور وہ اس کے مالک پر قرضہ رہے گا، اور جب وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہوگا تو اس سے وصول کرلیا جائے گا (کشاف القناع۵؍۴۹۴)۔

ان عبارتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک جانور کی زندگی کو فقہاء اسلام نے کس قدر اہمیت دی ہے، اور اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن طریقے کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے، یہانتک کہ ان جانوروں کے بارے میں بھی جس کا کوئی مالک نہ ہو اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ وابستہ ہو، چناچہ علامہ دسوقی نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی اندھی بلی داخل ہوجائے اور اندھے پن کی وجہ سے وہاں نہ جاسکے تو اس گھر

والے کے لئے اسے کھلانا پلانا ضروری ہے (حاشیۃ الدسوقی۲؍۵۲۲)۔

بوقت ضرورت جانور پر سوار ہونا درست ہے لیکن اس حالت میں بھی اس کی حفاظت اور اس کے آرام اور راحت کا خیال رکھنا ضروری ہے، حضرت انس جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ارکبوا ہذہ الدابۃ سالمۃ وابتدعوہا سالمۃ ولا تتخدوہا کراسی'' (احمد: ۱۵۶۷۷، ابن حبان: ۵۶۱۹، دارمی: ۲۶۶۸)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول حدیث میں ہے:

''إیاکم أن تتخذوا ظہور دوابکم منابر فإن اللہ سخرہا لکم لتبلغکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس، وجعل لکم الأرض فعلیہا فاقضوا حاجاتکم'' (ابوداؤد: ۲۵۶۷، بیہقی: ۱۰۱۱۵)۔

(جانوروں کو منبر بنانےسے بچو اس لئے کہ اسے اللہ نے تمہارے قابو میں اس لئے دیاہے تاکہ تم ان پر سوار ہوکر ان جگہوں تک پہنچ سکو جہاں جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں جاسکتےتھے، اور اللہ تعالی نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے، اس لئے اسی پر اپنی دوسری ضرورت پوری کرو)۔

اور علامہ نووی لکھتےہیں کہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا درست نہیں ہے، اور اگر کسی نے اس کو کرایہ پر دے دیا اور لینے والے نے اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاددیا تو مالک کے لئے اس پر راضی ہونا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ نبیﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کو فرض کیا ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ '' لا ضرر ولا ضرار '' کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے یا بے فائدہ کسی کو نقصان پہنچانا نہیں ہے، اور مستحب ہے کہ صبح وشام میں اور کسی گھاٹی پر چڑھتے ہوئے جانور پر سے اتر جائے، اور جانور کی پشت پر سونے سے اجتناب کرے، اور اپنے ساتھ کسی اورکو سوار کرلینا جائز ہے، بشرطیکہ جانور دونوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو، اور اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو تو جائز نہیں ہے، اور اس کے جائز نہ ہونے کی دلیل مذکورہ احادیث ہیں، اور اس پر تقریباً اجماع ہے (المجموع۴؍۳۹۰)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا :

''إذا سافرتم فی الخصب فاعطوا الإبل حقہا من الأرض وإذا سافرتم فی السنۃ فاسرعوا علیہا السیر وإذا عرستم باللیل فاجتنبوا الطریق فإنہا ماوی الہوام باللیل'' (مسلم: ۱۹۲۶، ابوداؤد: ۲۵۶۹ وغیرہ)۔

(جب تم ہریالی کے کے موسم میں سفر کرو تو زمین سے اونٹ کا حصہ دیتے چلو (یعنی آہستہ چلو تاکہ وہ چرسکے)، اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو تیزی سے چلو، اور جب رات میں پڑاؤ ڈالو تو راستے سے ہٹ کے چلو کیونکہ وہ کیڑے مکوڑوں کا

ٹھکانہ ہے)۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ‘‘ولا تعدوا المنازل’’ (ابوداؤد: ۲۵۷۰) (اور منزل سے آگے نہ بڑھیں)۔

علامہ عظیم آبادی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا کرنے میں خود کو اور جانور کو تھکانا ہے (عون المعبود۷٫۱۷۱)۔ اور حدیث کے آخری ٹکڑے کی شرح میں کہا گیا ہے کہ راستے میں پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے خطرہ ہے کہ کوئی زہریلا کیڑا یا درندہ انسان یا سواری کو نقصان نہ پہنچا دے لیکن اسی کےساتھ ان کیڑے مکوڑوں کے ساتھ رحم کا جذبہ بھی کارفرما ہے؛ کیونکہ وہ راستے میں اس لئے آتے ہیں؛تاکہ مسافروں کے ذریعہ گرے ہوئے کھانے کے ٹکڑوں کو اپنی خوراک بناسکیں (التیسیر للمناوی۱٫۲۰۵)۔

اسی طرح سے جانور کا ایک مقصد دودھ کا حصول بھی ہے لیکن اس میں بھی اس کی صحت کا خیال اور اس کے بچوں کی رعایت ضروری ہے ، حضرت سوادہ بن ربیع کہتےہیں کہ وہ رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ضرورت بیان کی آپ نے انھیں اونٹنی دینے کا حکم دیا اور فرمایا:

‘‘إذا رجعت إلی بیتک فمرہم فلیحسنوا غذاء رباعہم ومُرْہم فلیقلموا أظفارہم ولا یعبطوا بہا ضروع مواشیہم إذا حلبوا’’ (احمد: ۱۶۰۰۳، بیہقی: ۱۵۵۹۸ وغیرہ)۔

(جب تم اپنے گھر واپس جاؤ تو گھر والو نسے کہو کہ اپنے جانوروں کا خاص خیال رکھیں اور اچھی طرح سے انھیں چارہ دیتے رہیں، اور اپنے ناخن کو تراش لیں اور اس کے ذریعہ دودھ نکالتے ہوئے ان کے تھنوں کو زخمی نہ کریں)۔

حدیث کے شارحین نے لکھا ہے کہ آخری ٹکڑے سے مراد یہ ہے کہ دودھ نکالتے ہوئے اتنی شدت اختیار نہ کریں کہ اس کے تھن زخمی ہوجائیں اور خون نکلنے لگے یا اسے اس حد تک نہ نچوڑا جائے کہ دودھ ختم ہونے کے بعد خون نکلنے لگے۔

علامہ خطیب شربینی نے اس مسئلے پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جانور کے دودھ کو اس قدر نہیں نکالنا چاہئے کہ اس کے بچوں کے لئے نقصان دہ ہو بلکہ بچو نکے پیٹ بھرنے کے بقدر دودھ چھوڑ دینا چاہئے؛ کیونکہ انسان کی طرح سے جانور کے بچوں کی غذا بھی ابتدائی مرحلے میں ان کی ماں کا دودھ ہی ہوتا ہے، اس لئے بچوں کا پیٹ بھرجانے کے بعد بقیہ دودھ نکالنا چاہئے؛ کیونکہ جانور کا بچہ اپنی ماں کے دودھ کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ہے، البتہ اگر وہ ماں کے دودھ کو نہیں پیتا ہے یا اس کے لئے سازگار نہیں ہے تو مالک کو اجازت ہے کہ بچے کو کسی دوسرے جانور کا دودھ دے، مگر بے ضرورت ایسا نہیں کیا جائے گا، اسی طرح سے اگر دودھ نکالنے کی وجہ سے کسی جانور کی صحت خراب ہوتی ہو تو دودھ نکالنا جائز نہیں، اسی حالت میں جانور کی غذا کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ دودھ میں اضافہ ہو (الاقناع۲٫۴۸۳)۔

جانور کی فطرت کی حفاظت:

اللہ نے اس کائنات میں موزونیت بھی رکھی ہے اور حسن بھی، اس نے ہر چیز کو وہی شکل وصورت، پیرہن اور فطرت عطا فرمائی جو اس کے لئے مناسب ترین ہے۔

''الذی أحسن کل شئ خلقہ وبدأ خلق الإنسان من طین'' (سورہ سجدہ: ۷)۔

(اس نے جو چیز بنائی بہتر بنائی، اور مٹی سے انسان کے پیدا کرنے کا آغاز کیا)۔

اور اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت میں تبدیلی ایک شیطانی روش اور کائنات میں فساد اور بگاڑ کا باعث ہے، شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کے جو طریقے اپنائے ہیں وہ خود اسی کی زبانی قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

''وقال لأتخذن من عبادک نصیباً مفروضاً، ولأضلنّہم ولأمنّینہم ولآمرنّہم فلیبتّکن آذان الأنعام ولآمرنہم فلیغیّرن خلق اللہ'' (سورہ نساء: ۱۱۶)۔

(اور کہا کہ میں تمہارے بندوں سےایک مقرر حصہ لے کے رہونگا، میں ضرور انھیں گمراہ کرونگا، انھیں آرزوئیں دلاؤنگا، ان کو سکھا دونگا کہ جانوروں کے کان کاٹیں اور ان کو حکم دونگا کہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کریں)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:

''بینما رجل راکب علی بقرۃ التفتت إلیہ فقالت لم أخلق لہذا، خلقت للحراثۃ'' (بخاری: ۲۳۲۴، مسلم: ۲۳۸۸ وغیرہ)۔

(ایک شخص گائے پر سوار تھا، وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: میں اس کے لئے پیدا نہیں کی گئی، میں تو کھیتی کے لئے پیدا کی گئی)۔

غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالی نے صرف انھیں جانوروں کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے جو گوشت خور نہیں ہیں، بلکہ سبزی، دانہ یا بھوسہ کھاتے ہیں، اور گوشت خور جانوروں اور پرندوں کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے، ایسے ہی حلال جانور کی غذا میں لحمی اجزاء کو شامل کرنا ان کی فطرت سے بغاوت اور اللہ کی منصوبہ بندی میں مداخلت ہے اور سخت نقصان کا باعث ہے، اس لئے جانور کی غذا میں لحمی اجزاء شامل کرنا درست نہیں، خواہ اس کا مقصد جانوروں کی افزائش ہو یا کچھ اور،چنانچہ جدید طبی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ غیر فطری غذا جانور کے لئے اور اس کے گوشت یا انڈے کو استعمال کرنے والوں کے لئے نہایت خطرناک ہے، ایک مطالعہ کاحوالہ دیتے ہوئے لاء کمیشن نے اپنی سفارش میں کہا ہے کہ:

''کوسی ڈیوریسٹیڈ'' سمیت متعدد اینٹی بایوٹک دوائیں جو لحمی اجزاء پر مشتمل غذاؤں اور انجکشنوں کی وساطت سے مرغ کو دی جارہی ہیں یہ بہت نقصان دہ ہے'' (روزنامہ انقلاب۱۱ ،جولائی ۲۰۱۷ء)

نسل کی حفاظت:

روئے زمین پر زندگی برقرار رکھنے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہے جو درختوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اور درختوں کی زندگی کے لئے کاربن ڈائی اکسائیڈ کی ضرورت ہےجو جاندار کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اس طرح سے دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، اس لئے اگر حیوانات نہ ہوں تو جنگلات کے لئے خطرہ ہے اور جنگلات کی کمی انسان کے وجود کے لئے خطرناک ہے، اس لئے اسلام میں خصوصی طور پر حیوانات کی زندگی پر توجہ دی گئی ہے، اور بلا وجہ کسی جانور کو مارنے سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس کائنات میں کسی بھی چیز کو بلاوجہ اور بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے، اور اسی لئے طوفان نوح کےموقع پر اہل اسلام کے ساتھ ہر جانور کے ایک جوڑے کو کشتی میں سوار کرنے کا حکم دیاگیا؛ تاکہ حیوانات میں سے کسی خاص نوع کا بالکل خاتمہ نہ ہوجائے، ارشاد ربانی ہے:

''حتی إذا جاء أمرنا وفار التنور قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین وأہلک إلا من سبق علیہ القول ومن آمن'' (سورہ ہود: ۴۰)۔

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگیا تو ہم نے کہا ہر قسم میں سے ایک نر اور مادہ یعنی دوعدد کشتی میں چڑھا لیجئے اور جن کے بارے میں پہلے (ہی عذاب کا) فیصلہ ہوچکا ہے ان کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو نیز دوسرے ایمان والوں کو بھی سوار کرلیجئے۔

کائنات میں نہ تو کوئی چیز زائد ہے اور نہ بے مقصد، بلکہ تمام چیزیں جچے تلے انداز میں اور ایک خاص مقصد سے پیدا کی گئی ہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو ختم کرنے کی کوشش سے ماحولیاتی توازن میں بگاڑ پیدا ہوگا، حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''لو لا الکلاب أمۃ من الأمم لأمرت بقتلہا فاقتلوا منہا الأسود البہیم'' (ابوداؤد: ۲۸۴۵، ترمذی: ۱۴۸۶)۔

(اگر کتے بھی اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں انھیں قتل کرنے کا حکم دیتا تو اب تم صرف کالے بھجنگے کتے کو قتل کرو)۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی پوری نسل کے خاتمے کو اور ایک گروہ کے مکمل طور پر نسلی صفایا کو ناپسند فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس میں ایک خاص حکمت ومصلحت ہے، اس لئے تمام کتوں کے مارنے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ صرف ان کتوں کو قتل کرو جو شری ہیں (معالم

السنن۴،۲۸۹)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی جانور کی نسل ختم ہوتی جارہی ہو اور اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے ان کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہو تو اس پر عمل کرنا لازمی ہے، نیز اگر کسی ملک میں کسی جانور کو قومی جانور قرار دے کر اسے مارنے کی ممانعت کردی گئی ہو تو اس کی پابندی واجب ہے؛ کیونکہ اس طرح کی چیزوں میں اگر مسلم حکمراں کی طرف سے کوئی حکم نافذ کیا جاتا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہے، اور اگر کسی غیر مسلم حکمراں کی طرف سے اس طرح کا کوئی حکم دیاجاتا ہے تو قانون کی پابندی اور عہد کی پاسداری کے اصول کے مطابق اس پر عمل کرنا لازم ہے، شکار سے متعلق حکومت کی طرف سے مقرر کردہ دوسرے قوانین کا بھی یہی حکم ہے۔

اسی طرح سے اگر مسلمان کسی ملے جلے معاشرے میں رہتے ہوں جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو اور اسے ذبح کرنے کی وجہ سے وہ رد عمل کی نفسیات میں مبتلا ہوتے ہوں اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہو تو مسلمانوں کو اسے ذبح کرنے سے احتراز کرنا چاہئے؛ کیونکہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کسی ایسے عمل سے بچیں جس کی وجہ سے غیر مسلم رد عمل کا شکار ہو اور دعوتی مواقع ختم ہوجائیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم کذلک زینا لکل أمۃ عملہم ثم إلی ربہم مرجعہم فینبئہم بما کانوا یعملون’’ (سورہ انعام: ۱۰۸)۔

(اور اللہ کے سوا وہ جن کی عبادت کرتے ہیں ان کو برا بھلا نہ کہو؛ کیونکہ وہ بھی حد سے تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا بھلا کہنے لگینگے، اسی طرح سے ہم نے ہر گروہ کے لئے ان کے عمل کو خوشنما بنادیا ہے، پھر ان کے رب کی طرف ہی ان کی واپسی ہے، پس اللہ ان کو ان کے اعمال کے بارے میں بتادینگے)۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں ان تمام چیزوں کو برا بھلا کہنے اور گالی دینے سے منع کیا گیا ہے جسے دوسرے مذہب کے لوگ مقد س اور قابل احترام سمجھتے ہوں، اور امت مسلمہ کے لئے یہ حکم ہر حال میں باقی ہے، اور ایسا کرنا بطور تعظیم نہیں بلکہ حکمت عملی کا ایک حصہ اور غیر مسلموں کی دل جوئی اور ان کو قریب کرنے کا ایک ذریعہ ہے، لہذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عیسائیوں کے صلیب، ان کے مذہب اور ان کے عبادت خانوں کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کرے، بلکہ ان تک پہنچانے والا بھی کوئی کام نہ کرے، اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق پر قائم رہنے والوں کے لئے بھی کبھی حق کہنے سے بچنا چاہئے جب کہ اس کی وجہ سے کوئی دینی ضرر لاحق ہو (الجامع لاحکام القرآن۷،۶۱)۔

غیر جنس کے ساتھ اختلاط کرنا:

گدھے اور گھوڑی کے اختلاط سے ایک نئی نسل وجود میں آتی ہے جسے خچر کہا جاتا ہے اور اللہ تعالی نے اس کے وجود کو اپنی قدرت کا ایک نمونہ اور اپنے انعامات میں شمار کیا ہے، ارشاد باری ہے:

''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (نحل: ۸)۔

(اور گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے تاکہ تمہاری سواری اور زینت کے کام آئیں)۔

اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے خچر پر سوار ہونا ثابت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر جنس کے ساتھ اختلاط کرانا جائز ہے؛ کیونکہ اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو قرآن حکیم میں اسے بطور احسان ذکر نہ کیا جاتا اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ اس پر سوار ہوتے، اس لئے کہ آنحضرت کا اس پر سوار ہونے سے اس عمل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور عام طور پر فقہاء بھی اس کے جواز کے قائل ہیں، بعض فقہاء سے اس عمل کی کراہیت یا حرمت منقول ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ ''عن علی بن أبی طالبؓ قال:أہدیت لرسول اللہ ﷺ بغلۃ فرکبہا فقال علي: لوحملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ہذہ، قال رسول اللہ ﷺ:إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' (ابوداؤد: ۲۵۶۵، نسائی: ۳۵۸۰)۔

(حضرت علیؓ کہتےہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تحفہ میں ایک خچر آیا، آپ اس پر سوار ہوئے، انہوں نے کہا: اگر ہم بھی گدھے اور گھوڑی کا اختلاط کراتے تو ہمارے پاس بھی اس طرح کے جانور ہوتے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جاہلوں کا کام ہے)۔

۲۔ ''عن ابن عباسؓ قال: کان رسول اللہ ﷺ عبداً مأموراً ما اختصنا دون الناس بشئ إلا بثلاث أمرنا أن نسبغ الوضوء وأن لا نأکل الصدقۃ وأن لا ننزی حماراً علی فرس'' (ابوداؤد: ۸۰۸، ترمذی: ۱۷۰۱، نسائی: ۱۴۱، احمد: ۱۹۷۷)۔

(حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے پابند تھے، آپ کو جو حکم دیا جاتا اسے دوسروں تک پہنچا دیتے، اور آپ نے اہل بیت کے لئے تین چیزوں کے علاوہ کوئی خصوصی حکم نہیں دیا، آپ نے ہمیں خاص طور سے حکم دیا کہ مکمل طریقے پر وضو کریں، اور صدقہ نہ کھائیں اور گدھے اور گھوڑی سے اختلاط نہ کرائیں)۔

ان احادیث کے بارے میں علامہ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ان کے ذریعہ اس عمل کا عدم جواز معلوم نہیں ہوتا ہے، بس یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنا پسندیدہ اور بہتر نہیں ہے، خاص کر اہل بیت، اور شرفاء وعلماء کے لئے(اعلاء السنن۱۷،۴۵۳)۔

اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ مذکورہ احادیث میں ممانعت اس وقت ہے جب کہ اس عمل کی وجہ سے گھوڑوں کی قلت یا ان کی نسل ختم ہونے کا اندیشہ ہو، اور اگر ایسا ہے تو تمام فقہاء عدم جواز پر متفق ہیں۔

اور بعض فقہاء نے اس میں دقت رسی کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر اس کی وجہ سے جانور کو کوئی نقصان پہنچے یا اسے شدید تکلیف ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں، چنانچہ شمس الدین رملی کہتے ہیں کہ گھوڑے کو بھینس سے جفتی کرانا حرام ہے؛ کیونکہ اس کا آلہ تناسل کافی بڑا ہوتا ہے، اور یہی حکم ہر اس اختلاط کا ہے جو ضرر رساں ہو اور مادہ جانور اس کا متحمل نہ ہو (نہایۃ المحتاج۶؍۱۷۰)۔

حاصل یہ ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط جائز ہے،جیسے کہ گدھا بہ اتفاق حرام ہے اور عام طور پر فقہاء کے نزدیک گھوڑا حلال ہے، اور امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اور حلال وحرام کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اگر ماں حلال ہے تو حلال اور ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام شمار ہوگا، جیسا کہ فقہی کتابوں میں اس کی صراحت ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وہ بچہ جو گھریلو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے پیدا ہو وہ ماں کے تابع ہوگا؛ کیونکہ بچہ کے تابع ہونے کے سلسلہ میں ماں ہی اصل ہے، یہاں تک کہ اگر بھیڑیا بکری سے جفتی کرے تو اس سے پیدا ہونے والے بچہ کی قربانی درست ہوگی (رد المحتار ۱؍۳۸۶)۔

صحت کی حفاظت:

انسان جس طرح سے اپنی صحت کا خیال رکھتا ہے، اسی طرح سے جانور کی صحت کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے، او رجس طرح سے اس کے لئے حکم ہے کہ وہ ایسی تمام چیزوں سے بچے جو اس کی صحت کے لئے نقصان دہ اور اس کو بیماری میں مبتلا کرسکتی ہیں، اور کسی مرض کا شکار ہونے پر دوا اور علاج سے غفلت نہ برتے، اسی طرح سے یہ تمام احکام جانوروں کے لئے بھی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ'' (ابوداؤد: ۲۵۴۸)۔

(ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے خوف کرو اور ٹھیک ہونے کی حالت میں ان پر سواری کرو، اور ٹھیک ہونے کی حالت میں ان کو کھاؤ)۔

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو چارہ پانی دیتے رہو؛ تاکہ وہ تمہارے مقصد کے لئے کار آمد رہے، اگر تم نے اسے سواری کے لئے رکھا ہے تو اسے اس کو سواری کے لائق باقی رکھو، وہ تندرست وتوانا اور چلنے پر قادر ہو تو اس پر سواری کرو، ورنہ اس پر ایسا بوجھ نہ لادو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے، اور اگر تم اسے ذبح کرکے کھانا چاہتے ہو تو بھی اسے موٹا تازہ رکھو، تاکہ وہ کھانے کے لائق رہے

(فیض القدیر ۱۶۴،۱)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''لا یوردن ممرض علی مصح'' (متعدی مرض میں مبتلا اونٹ کو ایسی جگہ سے پانی نہ پلاؤ جہاں سے تندرست اونٹ پانی پیتے ہیں)۔

لہٰذا زیادہ دودھ حاصل کرنے یا گوشت میں اضافہ کے مقصد سے جانور کو انجکشن لگانے سے اس کی صحت کے لئے خطرہ ہے تو ایسا کرنا درست نہیں، اور اگر اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے اور اس سے انسان کا کوئی فائدہ وابستہ ہے تو یہ عمل جائز ہے، حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے دودھ نکالنے والوں کو حکم دیا کہ وہ ناخن کو کاٹ لیا کریں تاکہ اس کی وجہ سے جانور کا تھن زخمی نہ ہو یا اتنا دودھ نہ نچوڑا جائے کہ دودھ کے بعد خون آنے لگے، اور علامہ شربینی کے حوالے سے یہ بات آچکی ہے کہ اگر دودھ نکالنے کی وجہ سے جانور کی صحت خراب ہوتی ہو تو دودھ نکالنا جائز نہیں ہے (الاقناع۴۸۳،۲)۔

یہ صحیح ہے کہ جانور کو انسان کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور اسے ہر طرح سے انتفاع کا حق حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ ممکن حد تک جانور کے دردوالم کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، چنانچہ غصب کے سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ سامان غصب کو بعینہ واپس کرناضروری ہے مگر یہ کہ بعینہ واپسی کی وجہ سے کوئی ضرر لاحق ہو، اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دھاگا غصب کرکے کسی جانور کے زخم کی سلائی کردے تو امام قرافی کہتے ہیں کہ اس دھاگے کو واپس نہیں کیا جائے گا ''فإنہ لا یحتمل النقص؛ لأن لہ حرمۃ'' (الذخیرہ للقرافی۳۲۷،۸)۔

جانور کو قتل کرنا:

روئے زمین پر فساد پھیلانے کی ایک شکل جانوروں کو ناحق قتل کرنا بھی ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

''وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد'' (سورہ بقرہ: ۲۰۵)۔

اور اللہ کے رسولﷺ کا ارشاد ہے:

''ما من إنسان قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا إلا سألہ اللہ عنہا، قیل:یا رسول اللہ وما حقہا؟ قال:یذبحہا فیأکلہا ولا یقطع رأسہا یرمی بہا'' (نسائی: ۴۳۴۹، احمد: ۶۵۵۰)۔

(جو شخص بھی کسی گوریا یا اس سے چھوٹے پرندے کو ناحق ماردے تو اللہ تعالی اس سے باز پرس کرینگے، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! حق کے ساتھ مارنے کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ اسے ذبح کرکے کھا جائے، یہ نہ ہو کہ سرکاٹے اور پھینک دے)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

''إن النبیﷺ نہی عن قتل أربع من الدواب:النملۃ والنحلۃ والہدہد والصرد'' (ابوداؤد: ۲۵۶۷، ابن ماجہ: ۳۲۲۴وغیرہ)۔

(نبیﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد پرندہ)۔

علامہ طحاوی کہتےہیں کہ ہد ہد یا صرد کو مارنا ایک فعل عبث ہے؛ کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس طرح کے چھوٹے پرندوں کا اتنی مقدار میں شکار کرلیا جائے کہ اس سے غذائی ضروریات پوری ہوجائے اس لئے یہ بے مقصد اور ناحق قتل کرنا ہوگا، اور انھیں مارنے والا بھی مذکورہ وعید میں شامل ہوگا، اور شہد کی مکھی کو مارنے سے بھی کوئی فائدہ وابستہ نہیں ہے، نیز ان کے ذریعہ انسانوں کو فائدہ ملتا ہے اس لئے اسے مارنےمیں دو نقصان ہے: ایک تو اس کے فائدے کو ختم کرنا، دوسرے اسے مار کر کوئی فائدہ حاصل نہ کرنا، اس لئے اس کے مارنے والے کا جرم ہدہد اور صرد کے مارنے والوں سے زیادہ ہے، اسی طرح سے چیونٹی کے مارنے میں بھی کوئی فائدہ نہیں، اور اس کے زندہ رہنے سے کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدے ہی ہیں (شرح مشکل الآثار۲؍۳۳۰)۔

اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر ضرر رساں کیڑے مکوڑے کو مارنا مکروہ ہے، البتہ چیونٹی اگر کاٹ لے تو اسے مارنا درست ہے، چنانچہ فتاوی ہندیہ وغیرہ میں ہے کہ چیونٹی کو کاٹنے سے پہلے مارنا مکروہ ہے اور جب کاٹ لے تو مارنے کی گنجائش ہے (الہندیہ۵؍۳۶۱)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ چیونٹی کو مارنا اسی وقت درست ہے جب کہ وہ کاٹ لے اور اس کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے مارنے کی وجہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو یعنی اگر اسے بھگانے کا کوئی طریقہ موجود ہو تو پھر مارنا مکروہ ہے (الفواکہ الدوانی۱؍۱۰۲، الذخیرہ۳؍۲۸۷)، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی بھی ایذا پہنچانے والے کیڑے کو ایذا رسانی سے پہلے یا بے وجہ مارنا جائز نہیں ہے (حاشیۃ الدسوقی ۷؍۱۰۸)۔

اور شافعیہ کہتےہیں کہ کیڑے مکوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کی فطرت میں ایذا رسانی شامل ہے، انھیں مارنا مستحب ہے، دوسرے وہ جو فائدہ مند ہوں اور نقصان دہ بھی ہوں، انھیں مارنا نہ مکروہ ہے اور نہ مستحب، تیسرے وہ جن کا نفع نقصان معلوم نہ ہو، انھیں قتل کرنا مکروہ ہے۔

شافعیہ کے نزدیک سلیمانی چیونٹی، شہد مکھی اور مینڈک کو مارنا حرام ہے اور چھوٹی چیونٹی کو جلائے بغیر مارنا جائز ہے، اور اگر جلانے کے علاوہ کوئی اور تدبیر کارگر نہ ہو تو اسے بھی اختیار کیا جاسکتا ہے (دیکھئے: المجموع۷؍۳۱۶)۔

اور حنابلہ کہتےہیں کہ ہر وہ جانور جس کی فطرت میں ایذا رسانی ہو اسے مارنا مستحب ہے، اور چیونٹی کو مارنا مکروہ ہے، مگر یہ کہ وہ شدید تکلیف کا باعث ہو (المغنی۲؍۳۴۲)۔

ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی بھی جانور کو بے مقصد اور بلا وجہ مارنا درست نہیں ہے؛ البتہ کسی ضرورت اور حاجت کےتحت مارنا جائز ہے مگر زینت کے لئے نہیں، لہذا ہاتھی کو محض اس کے دانت کو حاصل کرنے کےلئے اور ہرن کو محض سینگ اور کھال حاصل کرنے کےلئے مارنا درست نہیں؛ کیونکہ محض زینت کے لئے کسی قید میں رکھنا ممنوع ہے تو قتل کرنا اس سے زیادہ ممنوع ہونا چاہئے۔

وہ جانور جسے مارنا جائز ہے:

حدیث میں بعض جانوروں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اس جانور کی نسل کو ختم کرنے کے درپے ہوجائے، حدیث گذر چکی ہے کہ اگر کتا مخلوقات کے زمرے میں شامل نہ ہوتا تو میں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:

"خمس فواسق یقتلن فی الحرم:الفأرۃ والعقرب والحدیا والغراب والکلب العقور" (بخاری: ۳۱۳۶، مسلم: ۱۱۹۸)۔

(پانچ طرح کے جانور شر پسند ہیں، انھیں حرم میں بھی مار دیا جائے گا: چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا)۔

حدیث میں ان جانوروں کو شرپسند کہا گیا ہے، گویا کہ ایذا رسانی ان کی فطرت میں شامل ہے، اس لئے ہر موذی جانور کا یہی حکم ہوگا (دیکھئے: احکام الاحکام لابن دقیق العید۱؍۳۱۱)، اور کاٹنے والے کتے کی طرح ہر وہ جانور ہے جو انسانوں پر حملہ آور ہو اور انھیں خوف زدہ کرے جیسے کہ شیر، چیتا وغیرہ، لیکن واضح رہے کہ اس اجازت کا مقصد ضرر رسانی ہے، اس لئے اگر ان جانوروں سے کوئی خطرہ نہ ہو تو بلا وجہ انھیں مارنے کی اجازت نہ ہوگی، چنانچہ علامہ نووی کہتےہیں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ پاگل اور کاٹنے والے کتے کو مارنا جائز ہے، اور بے ضرر کتے کے مارنے میں اختلاف ہے، امام الحرمین جوینی کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے پہلے تمام کتوں کو مارنے کا حکم دیا، پھر اس حکم کو ختم کرکے اسے مارنے سے منع کردیا سوائے کالے بھجنگے کتے کے، پھر شریعت کا آخری اور مستقل حکم یہ ہوا کہ ان تمام کتوں کو نہ مارا جائے جن سے کوئی نقصان نہ ہو، خواہ کالا کتا ہو یا دوسرا، اور اس کی دلیل ابن مغفل کی وہ حدیث ہے جس میں کتے کو ایک مخلوق اور گروہ کہا گیا ہے (المنہاج۱؍۲۳۵)۔

غرضیکہ مذکورہ جانوروں کو مارنے کی اجازت کی علت نقصان دہی اور ضرر

رسانی ہے، لہذا اگر ان سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو پھر مارنے کی اجازت نہ ہوگی۔

اور ان کے ضرر سے بچنے کے لئے ایسے طریقے سے مارنے کی اجازت ہوگی جس سے ان کو کم سے کم تکلیف پہنچے، حضرت عبد اللہ بن جابرؓ سے روایت ہے:

''نہی رسول اللہ ﷺ أن یقتل شئ من الدواب صبراً'' (مسلم: ۱۹۵۹، ابن ماجہ: ۳۱۸۸، احمد: ۱۴۴۶۳)۔

(رسول اللہ ﷺ نے کسی جانور کو باندھ کر اور نشانہ بناکر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

اور یہ حدیث آچکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو بھلے طریقے سے ذبح کرو، بعض لوگوں نے اس حدیث کی روشنی میں ایک دوسری حدیث کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جس میں کہا گیا ہے:

''من قتل وزغۃ فی أول ضربۃ فلہ کذا وکذا حسنۃ ومن قتلہا فی الضربۃ الثانیۃ فلہ کذا وکذا حسنۃ لدون الأولی وإن قتلہا فی الضربۃ الثالثۃ فلہ کذا وکذا حسنۃ لدون الثانیۃ'' (مسلم: ۲۲۴۰، ابوداؤد: ۵۲۶۳، ترمذی: ۱۴۸۲)۔

(جو شخص گرگٹ کو ایک مرتبہ میں جان سے مار دے تو اسے اتنا اتنا ثواب ملے گا، اور جو کوئی دوسری مرتبہ میں مارے تو اسے اتنا اتنا اجر ملے گا جو پہلی مرتبہ میں مارنے سے کم ہوگا، اور جو کوئی تیسری مرتبہ میں مارے تو اسے اتنا اتنا اجر ملے گا جو دوسری مرتبہ میں مارنے سے کم ہوگا)۔

ضابطہ یہ ہے کہ جس نیکی کو کرنے میں زیادہ پریشانی ہوتی ہے اس میں اتنا ہی زیادہ اجر ملتا ہے، لیکن یہاں محنت میں اضافہ ہورہا ہے، لیکن اجر میں کمی واقع ہورہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ میں مار دینے میں اسے کم سے کم تکلیف ہوگی اس لئے یہ زیادہ بھلا طریقہ ہے اور اس کا اجر زیادہ ہے (دیکھئے: عون المعبود۱۴؍۱۱۶)۔

اور مذکورہ حدیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بلی کی ایذا رسانی سے پریشان ہوجائے اور اس کو جان سے مارنا چاہے تو اسے سزا نہ دے اور نہ گلا گھونٹے بلکہ تیز چھری سے ذبح کردے،علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں کہ ضرر رساں جانور جسے کہ کاٹنے والا کتا اور بلی کو مارنا جائز ہے جبکہ وہ کبوتر اور مرغی کو کھاجاتی ہو، لیکن اس کی پٹائی نہ کرے بلکہ ذبح کردے کیونکہ پٹائی کرنے کا کوئی حاصل نہیں، اس لئے ایسا کرنے میں بلا وجہ سزا دینا اور عذاب میں مبتلا کرنا ہوگا (البحر الرائق۸؍۴۵۵)۔

ضرر رساں جانور کی جان لینے کی لئے آگ سے جلانا جائز نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چیونٹیوں کے گھروں کو جلا ہوا دیکھا تو پوچھا،

انھیں کس نے جلایا ہے، میں نے اور ہمارے ساتھیوں نے کہا ہمیں لوگوں نے، فرمایا: ''إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار'' (ابوداؤد: ۲۶۷۵ وغیرہ) (اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے آگ کا عذاب دینا مناسب نہیں)۔

اس لئے وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے مرغیوں وغیرہ کو زندہ دفن کرنا یا ایسڈ ڈالنا درست نہیں؛ کیونکہ ایسڈ ڈالنا بھی جلانے کے حکم میں ہے؛ بلکہ اس کے لئے کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے جس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

ستانا:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستہا حتی ماتت جوعاً فدخلت فیہا النار'' (بخاری: ۲۲۳۶، مسلم: ۲۲۴۲)۔

(ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا اور کچھ کھلایا پلایا نہیں، یہاں تک کہ وہ بھوک سے تڑپ کر مرگئی تو وہ عورت اس کی وجہ سے جہنم میں ڈال دی گئی)۔

ایک بلی کو ستاکر مارنے کی وجہ سے اس قدر سخت عذاب کو دیکھ کر حدیث کے بعض شارحین کو یہ خیال ہوا کہ وہ ایک کافرہ عورت تھی اور بلی کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ کردیا، لیکن علامہ نووی نے اس رائے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اسے بلی کو ستانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا گیا جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے (المنہاج۶؍۲۷)۔ نیز وہ کہتےہیں کہ حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت مسلمان تھی (حوالہ مذکور۴؍۲۴۰)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ بلی کے علاوہ اس جیسے دوسرے جانوروں کا بھی یہی حکم ہے (فتح الباری۶؍۳۵۸)۔ اور علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ جب بلی کے بارے میں یہ وعید ہے تو وہ جانور جو کسی کی ملکیت میں ہوتے ہیں ان کو ستا کر مارنے والے بدرجہ اولی اس حکم میں شامل ہیں؛ کیونکہ انھیں مالک کے فائدے اور مصلحت کے لئے روکا گیا ہے (نیل الاوطار۷؍۹۱)۔

عرب کے معاشرے میں اور آج کے مہذب کہلانے والے سماج میں بھی جانوروں کے تعلق سے بڑی بے حسی پائی جاتی ہے، جانوروں کو باہم لڑاکر تماشا دیکھنے کا رواج آج بھی ہے، اسی طرح سے نشانہ ٹھیک کرنے کے لئے کسی جانور کو باندھ دیا جاتا اور پھر اس پر تیر چلانے کی مشق کی جاتی، اللہ کے رسولﷺ نے شدت سے اس کی ممانعت فرمائی، حضرت عبد اللہ بن عمر ایک جگہ سے گذرے، دیکھا کہ قریش کے چند نوجوانوں نے ایک پرندے کو باندھ رکھا ہے اور اس پر نشانہ سادھ رہے تھے، اور شرط یہ

تھی کہ ہر وہ تیر جو پرندے کو نہ لگے وہ پرندے کے مالک کا ہوجائے گا، جب انہوں نے حضرت عبد اللہ کو آتے ہوئے دیکھا تو تتر بتر ہوگئے، انہوں نے کہا: یہ کس نے کیا ہے؟ جس نے ایسا کیا اس پر اللہ لعنت بھیجے۔

''إن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئاً فیہ الروح غرضاً'' (بخاری: ۵۱۹۶، مسلم: ۱۹۵۸)۔

(بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جاندار پر نشانہ سادھے)۔

اورا ن کی سنگ دلی کی انتہا یہ تھی کہ وہ زندہ جانور کے جسم کے بعض حصوں کو کھاجاتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا او رکہا کہ:

''ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہی میتۃ'' (ترمذی: ۱۳۸۰، ابوداؤد: ۲۸۵۸)۔

(زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے)۔

بلکہ آپ ﷺ نے اس بات کو بھی گوارا نہیں کیا کہ جانوروں کے چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ کرکےانھیں پریشان کیا جائے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں :

''کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حمرۃ معہا فرخان فأخذنا فرخیہا فجاءت الحمرۃ تعرش فجاء النبی ﷺ فقال: من فجع ہذہ بولدہا، ردوا ولدہا إلیہا'' (ابوداؤد: ۲۶۷۵)۔

(رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے، آنحضور اپنی ضرورت کے لئے ہم سے الگ ہوگئے، ہم نے سرخ پروں والی چڑیا کے ساتھ اس کے دو بچوں کو دیکھا، ہم نے ان بچوں کو اٹھالیا، وہ آئی اور بچوں کے لئے ہمارے اوپر منڈ لانے لگی، آپ ﷺ آئے اور فرمایا: اس پرندے کو اس کے بچے کی وجہ سے کس نے پریشان کررکھا ہے؟ انھیں واپس کردو)۔

آپ کی ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ وہ سنگ دل جنھیں اپنی بچیوں کو زندہ دفن کرتے ہوئے رحم نہیں آتا تھا وہ لطف ومہربانی اور رحم وکرم کا پیکر بن گئے، اور اب انھیں بکری ذبح کرتے ہوئے بھی رحم آنے لگا، حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

''إن رجلاً قال:یا رسول اللہ! إنی لأذبح الشاۃ وأنا أرحمہا أو قال:إنی لأرحم الشاۃ أن أذبحہا فقال:والشاۃ إن رحمتہا رحمک اللہ''(مسند احمد: ۱۶۵۳۰)۔

(ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کےر سول! بکری ذبح کرتے ہوئے مجھے اس پررحم آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بکری پر رحم کرتے ہوتو اللہ بھی تم پر رحم کرے گا)۔

پنجرے میں رکھنا:

جانوروں کی تخلیق کا ایک مقصد زینت بھی ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (نحل)۔

اس لئے خوش رنگ اور خوش الحان پرندوں کو پالنا درست ہے، اسی طرح سے شکار کے مقصد سے کتا یا چیتا وغیرہ رکھنا درست ہے، بشرطیکہ فخر اور بڑائی جتانا مقصود نہ ہو، نیز انھیں اس طرح سے مانوس کرلیا جائے کہ وہ پنجرے کے بغیر رہ سکیں، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''الخیل لرجل أجر ولرجل ستر وعلی رجل وزر..... رجل ربطہا فخراً ورياء ونواء لأہل الإسلام فہی علی ذلک وزر'' (بخاری: ۲۳۷۱)۔

اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ:

''إن کان النبی ﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر:یا أبا عمیر ما فعل النغیر'' (بخاری: ۶۱۲۹)۔

اور انھیں پنجرے میں بند رکھنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ محض زینت کے لئے کسی جانور کی آزادی کو چھین لینا اور اسے ستانا اور پریشان کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ بلبل کو پنجرے میں بند کرکے کھانا پانی دینا جائز نہیں، علامہ شامی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پنجرے میں بند رکھنے کی کراہت کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے میں جانور کو قید میں رکھنا اور ستانا ہے، اور یہ کہ جانور پر ظلم کرنا غیر مسلم پر ظلم کرنے سے زیادہ شدید ہے؛ کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا ان بے زبان جانوروں کی مدد کرنے والا نہیں ہے، اور غیر مسلم پر ظلم کرنا مسلمان پر ظلم کرنے سے زیادہ شدید ہے؛ کیونکہ قیامت کے دن اس کا مطالبہ ہوگا کہ اس کے گناہ اس مسلمان پر ڈال دیئے جائیں تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ عذاب میں شریک رہے (رد المحتار ۵۷۵٫۹، ۵۷۶)۔

اور علامہ ابن مفلح مقدسی حنبلی نے لکھا ہے کہ گانے اور چہچہانے والے پرندوں کو ان کی خوش الحانی کی وجہ سے پنجرے میں رکھنے کو ہمارے اصحاب نے مکروہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں ہے بلکہ یہ فخر، اتراہٹ اور عیاشی کی دلیل ہے، اور جانور کو پنجرے میں رکھنا اسے ستانا اور پریشان کرنا ہے (الآداب الشرعیہ۵۲۵٫۳)۔

خصی کرنا:

جانور کو خصی کرنے کے مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مقصد گوشت کی عمدگی یا دانت کا ٹنے یا سینگ مارنے سے روکنا ہو (تبیین الحقائق۳۱٫۶، البیان والتحصیل لابن رشد۴۳۶٫۱۸)۔

اور شافعیہ کہتے ہیں کہ جو حلال ہیں انھیں بچپنے میں خصی کرنا درست ہے، بڑے ہونے کے بعد نہیں، اور جو حرام ہیں انہیں کسی بھی صورت میں خصی کرنا جائز نہیں (المجموع۶؍۱۷۷)، اس لئے کہ ان دونو نکے خصی کرنے سے نسل کے خاتمے کا اندیشہ ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک کسی تفصیل کے بغیر خصی بنانا مکروہ ہے (شرح منتہی الارادات للبہوتی۳؍۲۴۸)، اس لئے کہ حدیث میں ہے:

''إن النبیﷺ نہی عن صبر الروح وعن إخصاء البہائم نہیاً شدیداً'' (اخرجہ البزار باسناد صحیح نیل الاوطار ۸؍۱۶۷)۔

(نبیﷺ نے کسی جانور کو باندھ کرنشانہ لگانے اور چوپائے کو خصی کرنے سے سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے)۔

اور جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ:

''إن رسول اللہﷺ کان إذا أراد أن یضحی اشتری کبشین عظیمین سمینین أقرنین أملحین موجوءئین'' (ابن ماجہ: ۳۱۲۲، بیہقی: ۱۸۸۶۸)۔

اگر خصی بنانا حرام ہوتا تو آنحضرتﷺ ایسے جانور کی قربانی نہ کرتے نیز جانور کا مقصد وجود اس کے گوشت سے استفادہ بھی ہے، اور خصی کرنے کی وجہ سے جانور موٹا تازہ ہوتا ہے نیز اس کا گوشت عمدہ اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے، اور جس حدیث میں خصی بنانے کی ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کو اس طرح سے خصی نہ بنایا جائے کہ ان کی نسل ختم ہوجائے، چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حدیث میں اس طرح سے خصی بنانے کی ممانعت ہے جس سے اس جانور کی نسل ختم ہوجائے جیسے کہ ہر نر جانور کو خصی کردیا جائے، اور اگر صرف بعض کو خصی کیا جائے تواس میں کوئی حرج نہیں ہے (اعلاء السنن۱۷؍۴۵۳)۔

داغنا:

جانور کی پہچان اور علامت کے لئے اہل عرب میں انھیں آگ سے داغ لگانے کا رواج تھا، چونکہ یہ ایک جائز مقصد ہے اس لئے رسول اللہﷺ نے اس کی اجازت دی، البتہ چہرے پر داغنے سے منع فرمایا؛ کیونکہ وہ تمام قوتوں کا مرکز اور ایک نازک جگہ ہے، وہاں داغنے کی وجہ سے دوسرے اعضاء متاثر اور بے کار ہوسکتےہیں، حضرت جابرؓ سے روایت ہے :

''نہی رسول اللہﷺ عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ'' (مسلم: ۲۱۱۶، ترمذی: ۱۷۱۰)۔

(رسول اللہﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا ہے)۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبیﷺ کے پاس سے ایک گدھا گذرا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا:

''أما بلغکم إنی قد لعنت من وسم البہیمۃ فی وجہہا أو ضربہا فی وجہہا'' (ابوداؤد: ۲۵۶۴)۔

(کیا تم تک یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ میں نے اس پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرے کو داغے یا اس کے چہرے پر مارے)۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ چہرے کے علاوہ جانور کے جسم کے دوسرے حصہ پر داغ لگانا بہ اتفاق جائز ہے، اور صدقہ وجزیہ کے جانور کو داغنا مستحب ہے (المنہاج ۹۷،۱۴)۔ اور علامہ عینی کہتےہیں کہ داغ لگانے کا مقصد پہچان اور علامت ہے؛ تاکہ اگر وہ بہک جائے تواس کے مالک تک اسے پہنچایا جاسکے، اور اگر کوئی صدقہ کردے تو پھر دوبارہ اسے خرید نہ سکے (عمدۃ القاری۱۳۷،۱۴)۔

اور فقہاء نے اس بابت بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ کسی جانور کے جسم کے کسی حصے پر داغ لگایا جاسکتا ہے؛ تاکہ اسے کم سے کم تکلیف ہو۔

میڈیکل تجربات:

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی ضرورت اور مصلحت کے بغیر کسی جانور کو تکلیف دینا، پریشان کرنا ظلم ہے اور ناجائز ہے (دیکھئے: تبیین الحقائق ۲۲۷،۶، البحر الرائق۵۵۴،۸، المہذب۲۲۶،۱، المغنی۵۹۱،۳)، اور انسانی منفعت اور مصلحت کے لئے ان کے جسم کے کسی حصے کو نکالنا، یا زخمی کرنا درست ہے، لیکن اس میں بھی کم سے کم تکلیف پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

دوا اور علاج بھی ایک انسانی ضرورت ہے، اس لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کئے جاسکتے ہیں اس طور پر کہ پہلے انجکشن یا دوا کے ذریعہ انھیں بیمار بنایا جائے اور پھر اس بیماری کے علاج کے لئے ان پر امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جائے، اور اسی طرح سے دوا اور علاج کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے جسم کے کسی حصہ کو نکال لینا یا اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو اس کے لئے باعث تکلیف ہو درست ہے، علامہ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی'' (اعلاء السنن۴۵۴،۱۷)۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور احکام

مفتی محمد ارشد فاروقی•

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلٰی آلہ وصحبہٖ اجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

اسلام نے تو تحفظات حیوانات کو دئیے اور جن حقوق کی پاسداری کی وہ اسی کا حق ہے، حیوانات کو قدرتی ماحول اور نسل کی بقا کا تصور مکہ مکرمہ کو ''مقامِ محروس'' بنا کر سب سے پہلے اسلام نے دیا۔

حقوق حیوانات پر ضخیم کتابیں ہیں، فقہی کتب کے ابواب میں درج ہیں، ایفا نے چودہ سوالات اٹھائے ہیں جن کے جوابات دئیے گئے اور سوال نمبر ۱۴کا جواب تفصیل سے لکھا گیا، جس میں قرآن و حدیث اور فقہاء کی ہدایات جمع کی گئیں اور ضمن میں بہت سارے حقوق و جزئیات بھی آگئے اور دیگر سوالات کے جوابات بھی اصولی طور پر ذکر ہوگئے۔

جواب (۱): علی بن سلیمان المرداوی نے لکھا ہے: وکذلک کرہ الفقھاء إجبار الحیوان علی الأکل والشرب فوق طاقتہ لأجل تسمینہ لأن فی ذلک تعذیبا لہ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۹؍۴۱۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

جانور کو حد سے زیادہ کھانے پینے پر مجبور کرنا؛ تاکہ فربہی میں اضافہ ہو فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے؛ کیونکہ یہ حیوان کے حق میں ایذاء رسانی ہے۔

اس بارے میں ڈاکٹر احمد یاسین القرالہ ''حقوق الحیون و ضماناتھا فی الفقہ الاسلامی'' ص؍۴۴ میں رقم طراز ہیں: و ھذا من الأدلۃ علی الجوانب الأخلاقیۃ فی الاقتصاد الإسلامی إذ لا یجوز أن یکون تسمین الحیوان بتعذیبہ وسیلۃ للربح الوفیر کما تقوم بہ بعض الدول فی الوقت المعاصر۔

یہ تبصرہ مرداوی کی عبارت پر کیا گیا ہے کہ اسلامی اکنامک کے ضابطہ اخلاق میں یہ رہنمائی ہو کہ کسی حیوان کو اذیت میں مبتلا کرکے اس کے وزن کو نہ بڑھایا جائے اور مقصد زیادہ نفع کمانا ہو جیسا کہ دور حاضر میں بہت سے ممالک ایسا کر رہے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جو جانور چارہ کھاتے ہیں ان کو لحمی اجزاء سے مرکب غذا دینا ان کی فطرت کے خلاف ہے جس سے ان کا تکلیف میں مبتلا ہونا واضح ہے۔ اس لئے یہ طریقہ مستحسن نہیں ہے۔

• چیرمین فتویٰ آن موبائل سروس، دیوبند۔

جواب (۲): ان دونوں مقاصد کے لئے انجکشن لگانا خلافِ فطرت عمل ہے اور تعذیب حیوان کی ایک شکل ہے۔ مرداوی کی عبارت کا یہ جملہ ''لأجل تسمینہ'' بخوبی وضاحت کرتا ہے، اس لئے گریز کا مشورہ دیا جائے۔

جواب (۳):(الف) الشربینی نے لکھا ہے : و کذلک نص الفقہاء علی حرمۃ إنزاء الخیل علی البقر، و عللوا ذلک بالإیذاء الذی یلحق بالبقر من جراء الفعل و قال الاذرعی:والظاھر تحریم إنزاء الخیل علی البقر لضعفھا وتضررھا بکبر آلۃ الخیل (مغنی المحتاج ۱۹۴،۴)۔

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ گائے اور گھوڑے کی جفتی کرانا حرام ہے اور وجہ یہی بتائی کہ گائے کو اذیت پہنچے گی۔ اذرعی نے یہی بات کہی، تعبیر کا فرق ہے اس لئے خلاف فطرت حرام نرینہ و حلال مادہ کا اختلاط کرانا ناجائز ہے۔

(ب)جرسی گائے کے سلسلے میں علماء ہند کے فتاوے دودھ کے حلال ہونے کے ہیں۔

(ج) حیوانات میں ضابطہ یہی طے ہے کہ بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ بعض مفتیان نے جرسی گائے کی قربانی کو مشتبہ لکھا ہے۔

جواب (۴): واضح رہے کہ یہ ذوق انفرادی طور پر بھی پایا جاتا ہے اور اجتماعی طور پر بھی جس کے مظاہر چڑیا گھر ہیں، ہندوستان کے اور دیگر ممالک کے بڑے شہروں میں بڑے چڑیا گھر ہوتے ہیں جن میں حیوانات کی مختلف نادر و عجیب قسمیں ہوتی ہیں اور دور دراز سے لوگ دیکھنے آتے ہیں اور داخلے بذریعہ ٹکٹ ہوتے ہیں۔ اس طرح حیوانات کی حفاظت پر ہونے والے اخراجات نکل آتے ہیں اور عام طور پر اس طرح کے چڑیا گھر حکومت کے زیر انتظام ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ ذوق افراد میں بھی پایا جاتا ہے اور افراد کے حساب سے معمولی و معیاری تسکین ذوق ہوتی ہے۔ بعض افراد کے ''فش ٹینک '' میں لاکھوں ڈالر کی ایک مچھلی دیکھی گئی ہے۔

انسان کے اس ذوق کی تسکین شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، اس میں دو رائے پائی جاتی ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آیا حیوان کی خوبصورتی و اچھی آواز کی سماعت کو منفعت مانیں یا نہ مانیں؟

جن علماء نے اس منفعت کا اعتبار کیا ہے انہوں نے حیوانات کو پنجروں میں بند کرنے اور اس مقصد سے خرید و فروخت کی اجازت دی ہے اور جن علماء نے اس منفعت کو تسلیم نہیں کیا انہوں نے اس کی اجازت بھی نہیں دی۔

اس لئے اختلاف کی بنیاد منفعت کا اعتبار و عدم اعتبار ہے جن کے پیچھے درحقیقت مجتہد و فقیہ کے دور کا عرف کام کرتا ہے۔

اختلاف رائے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کیا حیوان کو بطور زینت استعمال کرنا ''لہو مباح'' میں شمار کیا جائے یا نہیں؟

اور یہ اختلاف اس حدیث نبوی کی تشریح کی وجہ سے ہوا ہے: ‘‘لیس من اللھو إلا ثلاث:تادیب الرجل فرسہ، وملاعبتہ أھلہ و رمیہ بقوسہ و نبلہ۔’’ (ترمذی کے الفاظ ملتے ہیں)

اس حدیث سے بعض فقہاء نے یہ سمجھاتین چیزوں کے علاوہ ہر لہو و لعب حرام ہے۔ انہوننے حیوانات کو بطور زینت استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی، اور جن فقہاء نے لہو و لعب کی تشریحات ان تین کو سامنے رکھ کر کی انہوں نے جائز قرار دیا۔

تیسری وجہ دو متعارض مصالح کا وجود ہے۔

(الف) حیوان سے زینت کا حصول انسانی مصلحت ہے، کیونکہ حیوان کی تخلیق ہی انسانی منفعت کے لئے ہوئی ہے۔

(ب) حیوان کی مصلحت کہ اسے آزاد رہ کر زندگی گذارنے کا حق ہے تو اسے قید و بند کا پابند کیوں کیا جائے۔

جن فقہاء نے انسانی مصلحت کا اس طور پر اعتناء کیا کہ حیوانی مصلحت پر قوت کی بنا پر ترجیح دی تو انہوننے جواز کا قول اختیار کیا اور جنہوں نے حیوانی مصلحت کو راجح قرار دیا وہ عدم جواز کے قائل ہوئے۔

اس باب میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

۱-جمہور علماء مالکیہ کا ایک قول(حاشیہ الدسوقی ۱۰۸،۲المغربی، مواہب الجلیل ۳۳۲،۴)، شافعیہ (مغنی المحتاج ۳۴۲،۲، الاقناع ۲۰۲،۲ الشربینی) اور حنابلہ (ابن قدامہ: الکافی ۴،۲ ابن مفلح: المبدع ۳۱۴،۸) نے پرندوں کی چہچہاہٹ،رنگارنگی اور ان کے دل فریب منظر سے لطف اندوز ہونے کے مقصد سے پنجروں مینرکھنے کی اجازت دی ہے۔

الاقناع میں ہے: سئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتھا أو غیر ذلک فأجاب بالجواز إذا تعھد صاحبھا بما تحتاج إلیہ کالبھیمۃ تربط (الاقناع ۲۰۲،۲ الشربینی)۔

(پرندوں کی آواز سے محظوظ ہونے کے لئے اگر ان کو پنجروں میں رکھا جائے تو جائز ہے کہ نہیں اس بارے میں قفال سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا درست ہے،البتہ ان کی نگہداشت ضروری ہے جس طرح چوپائے کو باندھنا جائز ہے)۔

ابن قدامہ نے کہا: وبیع الطیر الذی یقصد صوتہ کالھزار والبلبل والببغۃ لأنہ یشتمل علی منفغۃ مباحۃ۔ (ابن قدامہ: الکافی ۴،۲)۔

جواز کے قائلین نے چڑیوں کی چہچہاہٹ، رنگ سے دل بہلانے کو انسانی منفعت شمار کیا ہے اور مباح کے زمرے میں شامل کیا ہے اور مختلف دلائل پیش کرتے ہیں:

۱-حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، میرے بھائی کو ابوعمیر پکارا جاتا، جب آپ ﷺ تشریف لاتے، پوچھتے: یا أباعمیر ما فعل النغیر؟ میاں ابوعمیر! چڑیا کی کیا کہانی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ننھے بچے کو چڑیوں سے کھیلنے اور بہلنے کی اجازت دی کہ کھیلتے دیکھنے کے بعد بھی دیکھتے رہے جس سے مربی کے لئے جواز ہے کہ ننھے بچے کے لئے پرندے وغیرہ کا کھیلنے کے لئے انتخاب کر سکتا ہے اور پرندے کو یا تو پنجرے میں بند رکھیں گے یا اس کے چھوٹے پر کاٹ دیں گے چونکہ ابوعمیر کے لئے اس کے بغیر کھیلنا ممکن نہ تھا (بخاری، کتاب الآداب، باب التکنیۃ بالصبی، مسلم، کتاب الآداب، باب جواز تکنیۃ الصغیر)۔

۲-حیوانات انسانوں کی خدمت و منفعت ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورہ جاثیہ: ۱۲)۔

ترجمہ: اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا۔

اس لئے پرندوں کی خوش الحانی اور خوبصورتی سے محظوظ ہونا انسانی منفعت میں داخل ہے۔

مغنی المحتاج کے باب الاجارہ میں ہے: ولو استأجر شجرة للاستظلال بظلها أو الربط بها أو طائرا للانس بصوته كالعندليب أو لونه كالطاؤوس صح؛ لأن المنافع المذكورة مقصودة متقومة (الشربینی: مغنی المحتاج ۴۴۶،۳)۔

ابن قدامہ نے کہا :لأنه يشتمل على منفعة مباحة۔ ابن قدامہ نے بیع کی وجہ جواز کے طور پر بتایا کہ ان سے فائدہ اٹھانا مباح ہے۔

۳- القياس على البهيمة (الشربینی: الاقناع۲،۲۰۲)۔

انسان کے لئے چوپایوں کو باندھنا جائز ہے؛ تاکہ ان کے استعمال سے گوشت کھائے، دودھ پیئے اور سواری کے فائدے اٹھائے، اور یہ منافع انسانی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے، جس طرح چوپائے سے فائدہ اٹھانا درست ہے اسی طرح پرندوں سے بھی فائدہ اٹھانا درست ہے؛ کیونکہ اس میں بھی انسانی منفعت ہے، اچھی آواز سننے اور دل فریب رنگ دیکھنے سے جو فرحت ملتی ہے وہ انسانی منفعت ہے۔

۴-ربطتها فلم تطعمها۔ جس خاتون نے بلی کو باندھ تو لیا تھا لیکن کھانا پینا نہ دینے کی وجہ سے وہ مر گئی جس کی سزا جہنم ملی۔ جرم نہ کھلانا اور پلانا ہوا، باندھنا اور قید کرنا نہیں۔ کھلاتی، پلاتی تو مجرم نہ ہوتی، اس لئے بلی کو قید کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲-دوسرا قول احناف کا (الکاسانی: بدائع الصنائع ۱۴۳،۵) اور مالکیہ کا راجح قول عدم جواز کا ہے (الدسوقی: حاشیۃ الدسوقی ۱۰۸،۲)۔

ان کے نزدیک پرندوں کی اچھی آواز سننے یا اچھی رنگت دیکھنے کے مقصد سے شکار کرنا یا پالنا جائز نہیں ہے۔

درد یر کی شرح کبیر کی عبارت ہے: و حرم على المكلف اصطياد ماكول من طير أو غيره لا بنية الزكوة، بل بلانية شيء، أو نية حبسه أو الفرجة عليه (الدردیر: الشرح الکبیر ۱۰۷،۲)۔

مسلمان کے لئے حلال پرندے کا شکار ذبح کی نیت کے بغیر یا بغیر کسی نیت کے یا قید کرنے کی نیت سے ناجائز ہے۔

ان فقہاء کا خیال ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں رکھنا درحقیقت ان کو اذیت پہنچانا ہے اور کسی حیوان کو اذیت پہنچانا درست نہیں ہے اور صرف سماعت و بصارت کی تسکین کے لئے حیوانات کو اذیت دینا منفعت کے دائرہ میں نہیں آتا (المغربی: مواہب الجلیل ۳۳۲،۴)۔

جواز کا رجحان:

جواز و عدم جواز کے قائلین کے دلائل کا اعتبار فقہ اسلامی میں کیا گیا ہے اور اختلاف وسعت کے دروازے کو کھولتا ہے، آسانی پیدا کرتا ہے جو بڑی رحمت ہے۔

اس لئے دور حاضر کے تقاضوں اور تمدن کے پیش نظر جواز کا قول اختیار کیا جائے تو بہتر ہے اور انفرادی و تمدنی و معاشرتی ہر پیمانے پر حیوانات کا استعمال چند شرائط کے ساتھ بطور نیت و عبرت کیا جاسکتا ہے۔

بطور زینت حیوانات کے استعمال کے شرائط:

۱-کھانے پینے اور چارہ کاانتظام ہو

۲-طبی جانچ اور علاج

۳-صفائی کا اہتمام

۴-بدون وجہ اذیت رسانی سے گریز

۵-فضول خرچی و اسراف سے گریز

قفال نے ایک جملے میں بتایا: إذا تعہدھا صاحبھا بما تحتاج الیہ (الشربینی: الاقناع ۲۰۲،۲)، جب ان کی نگرانی کرے اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھے۔

جواب (۵): اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی شخص انفرادی طور پر رہائشی مکان میں یا اس سے متصل کوئی جگہ خطرناک جانوروں کو محبوس کرنے کے لئے مختص کرے اور مقصد صرف ذوق حیوانی کی حیوان سے تسکین ہو تو اس کے لئے جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی طے کردہ منفعت کے مقابلے میں مفسدہ و مضرت زیادہ ہے۔ ‘‘إثمھما أکبر من نفعھما’’ اور آئے دن اس طرح کے حادثے پیش آتے ہیں کہ شیر نے مالکہ کو دبوچ لیا، سانپ نے ڈس لیا۔

دوسری صورت چڑیا گھر اور حدیقۃ الحیوانات میں ان جانوروں کو پنجروں میں رکھنے کی ہے تو چونکہ انفرادی انتظامات کے مقابلے میں وہاں کے انتظامات زیادہ بڑے پیمانے پر ہوتے ہیں اس لئے مضرت کے امکانات کم ہوتے ہیں اور منفعت مضرت سے بڑھی ہوئی ہے، اس لئے جواز ہے۔

جواب (۶): میڈیکل سائنس کی ترقی کے دور میں جو نئے سوالات پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک انتہائی اہم سوال حیوانات پر طبی تجربات کرنے کا ہے تو اس سلسلے میں فقہی

ضوابط کے مطابق ہی جواب ہوگا۔

اصول یہی ہے کہ حیوانات پر کسی قسم کی زیادتی، ایذا رسانی حرام ہے، البتہ انسانی منفعت کے پیش نظر کم سے کم بقدر ضرورت ایذا پر اکتفا ہو تو گنجائش ہے (تحریم الاعتداء علی الحیوان)۔

والشریعۃ قائمۃ علی جلب المصالح للعباد و درء المفاسد عنھم۔شریعت کے پیش نظر انسانوں کی مصلحتوں کا لحاظ ہے اور نقصانات کو دور کرنے کا فلسفہ ہے۔

کائنات انسانوں کے فائدے کے لئے ہے: اَلَمْ تَرَوْ اَنَ اللہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض(سورہ لقمان)۔

حیوانات بھی انسانی منفعت و راحت کے لئے پیدا کئے گئے۔

پانچ مقاصد:

احکام شریعت پانچ بنیادی مقاصد کا تحفظ کرتے ہیں: دین، نفس، عقل، نسل اور مال (شاطبی :الموافقات ٢،٣٢٦)۔

انسانی نفس، عقل اور نسل کے تحفظ کے لئے حیوانات پر ادویہ کے تجربات اس لئے ہوں کہ انسان کو ضرر پہنچنے سے پہلے حیوانات پر تجربہ ہوجائے تاکہ کامیابی کی صورت میں انسان کا علاج ممکن ہوسکے؛ کیونکہ اگر حیوانات پر تجربہ کے بغیر انسان کو دوا دی گئی تو موت بھی ہوسکتی ہے، عقل بھی جاسکتی ہے اور نسل کو بھی ضرر پہنچ سکتا ہے۔

* حیوانات پر دوائوں کے تجربے کا میدان نہ ہو تو ماہرین طب کا ذوق تحقیق پروان نہ چڑھے اور وہ اس خوف سے دوائوں کا تجربہ نہ کرپائیں کہ کہیں انسان لقمہ اجل نہ بن جائے یا شدید ضرر کا شکار ہوجائے، اس طرح طبی دنیا کو نقصان پہنچے گا اور انکشافات نہیں ہو پائیں گے اور خطرناک مہلک بیماریوں کی دوائوں کی ایجاد نہ ہوپائے گی، جس کے نتیجہ میں ہلاکتیں بڑھ جائیں گی، انسانی عقل و نسل کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

* جب کوئی نئی دوا تیار ہوگی اور اس کا تجربہ حیوانات پر نہ کیا جائے تو لوگ اس دوا کے لینے میں خطرہ محسوس کریں گے، اس طرح بازار میں نئی دوائیں فروخت نہ ہوں گی اور بیماریاں پھیلیں گی۔

* فقہی قاعدہ ہے: ‘‘الضرورات تبیح المحظورات’’ (ابن نجیم: الاشباہ والنظائر، ص: ٨٥)

نفس وعقل اور نسل کا تحفظ ضرورات میں شامل ہے اور حیوانات کو اذیت دینا محظورات میں داخل ہے، اس لئے اس محظور کو قاعدہ کی تطبیق کے لئے گوارا کیا جائے گا۔

لہٰذا حیوانات پر ادویہ کے تجربات شریعت کے عمومی مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

اس مقصد کے پیش نظر طبی تجربات کے لئے حیوانات کا استعمال جائز ہے، خواہ

تجربے میں حیوان کی موت ہی کیوں نہ ہوجائے۔

اسی طرح حیوانات پر تجربات کے منافع عام ہونے سے انسانی گروہ کو فائدہ پہنچتا ہے، تجربات کے بعد تیار ہونے والی دوائیں معاشرہ سے بیماریوں کا ازالہ کرتی ہیں اور اللہ کے حکم سے شفا ہوتی ہے۔

اور تجربات روکنے میں صرف حیوانی جان سلامت رہتی ہے جو ایک طرف تجربے کی صورت والی مصلحت ہے، دوسری طرف چھوڑنے والی مصلحت ہے، جب دو مصلحتونمیں تعارض ہو تو قوی و بڑی مصلحت مقدم ہوتی ہے، تجرباتی مصلحت عام ہے اور دوسری خاص و محدود ہے۔

* جب انسان کے بارے میں قوی و ضعیف مصالح کے مقابلے میں قوی و عام کو مقدم کیا جاتا ہے تو انسانی مصلحت عامہ کا مقابلہ حیوانی مصلحت خاصہ سے ہو تو بدرجہ اولیٰ انسانی مصلحت عام ترجیح پائے گی۔

* اسی طرح ایک قاعدہ فقہیہ اور ہے: یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام (ابن نجیم: الاشباہ والنظائر، ص: ۸۷)۔

زیر بحث مسئلے میں حیوان کو لاحق ضرر مخصوص ہے اور انسان کو پیش آنے والا ضرر بہت عام ہے کہ جو حیوانات پر تجربات نہ کرنے سے لاحق ہوسکتا ہے، اس لئے عام ضرر سے بچانے کے لئے خاص ضرر کو گوارا کیا جائے گا۔

* فقہی قاعدہ ہے: ''إذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما'' (ابن نجیم: الاشباہ والنظائر، ص: ۸۹)۔

زیر بحث مسئلے میں اس قاعدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حیوان کو پہنچنے والے نقصان کو اخف ضررین کے زمرے میں شامل کریں گے۔

مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب بھی اصولی قاعدہ ہے (الغزالی:المستصفی، ص۵۷، مصطفی احمد الزرقا:المدخل الفقہی العام)۔

انسانی امراض کا علاج واجب ہے اور یہ واجب تحقیقات پر موقوف ہے، اس لئے اس واجب کی تکمیل حیوانات پر تجربے کے بغیر نہیں ہوسکتی، اس لئے تجربہ واجب ہوگا۔

حیوانات پر ادویہ کے تجربات کو انسانی نعش کی تشریح اعضاء (پوسٹ مارٹم) پر قیاس کیا گیا ہے جسے آج کے دور میں علماء نے طبی فوائد اور تعلیمی ضروریات کی وجہ سے جائز کہا ہے۔ (ہیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ، مجمع الفقہ الاسلامی بمکۃ المکرمہ، لجنۃ الافتاء بالمملکۃ الاردنیۃ الھاشمیۃ، لجنۃ الافتاء بالازھر بمصر)

اوربھی نظیریں ہیں جیسے حاملہ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو تو جنین کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نکالنے کی اجازت ہے، مرنے والا غصب کردہ مال نگل گیا تو پیٹ چاک کرنے کی اجازت ہے۔

بعض متقدمین نے حیوانی عضو کے ذریعہ علاج کی صراحت کی ہے اور اسے حدیث کے عموم میں داخل مانا ہے۔ فرمانِ رسالت ہے :تداووا عباد الله فإن الله سبحانہٗ لم یضع داء إلا وضع لہ شفاء إلا الھرم(ترمذی، ابودائود، ابن ماجہ)۔

عضو حیوان کے ذریعہ علاج کی صورت واضح ہے۔ پیوند کاری ہوگی اور اس مقصد کے حصول کے نتیجے میں حیوانی اتلاف ہوگا، جب یہ درست ہے جس کی منفعت ایک انسان کو پہنچ رہی ہے تو حیوانات پر تجربات جن کے نتائج انسانی معاشرہ تک فیض رساں ہوں گے، وہ بھی درست ہونگے۔

حاصل کلام:

انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے طب ضروری ہے اور طبی ارتقاء کے لئے حیوانات پر ادویہ کے تجربات ناگزیر ہیں اور علاج معالجہ شرعی طور پر مطلوب و قابل ستائش ہے اس لئے طبی تعلیم مستحب ہے جس کے پیش نظر تجربات بر حیوانات درست ہیں، البتہ طبی دنیا پابند تعلیمات شرع رہے گی۔

١-بغیر ضرورت و بدوں فائدہ حیوانات کو اذیت نہ دی جائے۔

٢-تحقیق بے مقصد، یا معمولی و غیرمفید نہ ہو، بلکہ تجربات و تحقیقات چشم کشا وانسانیت کے لئے فیض رساں ہوں، ضرر رساں نہ ہو۔

٣-مبنی برضرورت ہوں، کسی دوا کے اثرات کو تجربات کی روشنی میں سمجھنا ہو یا اس کے مضر اثرات کی جستجو ہو۔

٤-بہتر یہ ہے کہ جن حیوانات کا قتل جائز ہے تجربات ان پر کئے جائیں یا وہ جانور منتخب کئے جائیں جو بامقصد قابل استفادہ نہیں ہوتے، اب اگر کسی دوا کو کسی حیوان پر آزمانا ہے اور خرگوش و چوہا مہیا ہیں تو چوہے پر کارروائی کی جائے لیکن اگر تجربہ کے لئے حلال و مفید جانور ہی کا انتخاب ضروری ہو تو کارروائی کی جائے۔

جواب (٧): عمار کمال محمد مناع نے ''احکام الحیوان فی الفقہ الاسلامی '' ایم اے کے مقالہ میں لکھا ہے :لقد نص بعض العلماء المتقدمین علی جواز التداوی بأعضاء الحیوان، لدخول ذلک فی عموم الادلۃ علی مشروعیۃ التداوی کما ورد فی حدیث اسامہ بن شریک رضی الله عنہ قال رسول الله ﷺ:تداووا عباداللہ، فإن الله سبحانہ لم یضع داء إلا وضع لہ شفاء إلا الھرم (ترمذی: ٢٠٣٨، ابودائود: ٣٨٥٥، ابن ماجہ: ٣٤٣٦، ص١٣٦)

بعض فقہاء متقدمین نے حیوانی اعضاء کے ذریعہ علاج کو جائز کہا ہے اور دوا کے جواز کے دلائل کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ اسامہ بن شریک کی روایت میں ہے کہ رسول الله ﷺنے فرمایا : الله کے بندو! دوا دارو کرو؛ کیونکہ الله تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا بھی رکھی ہے (دوا الله کے حکم سے ذریعہ شفا بنتی ہے)۔

جب فقہاء نے حیوانی عضو کے ذریعہ علاج کو صحیح قرار دیا جو حیوان کے تلف کے بعد حاصل ہوتا ہے تو یہ اس سے کم تر درجہ ہے کہ زندہ حیوان کو انجکشن کے ذریعہ بے ہوش کرکے عضو نکال لیا جائے یا تجربات کے لئے کوئی آلہ حیوان کے اندر رکھ دیا جائے، کبھی اس کارروائی میں حیوان کو معمولی یا غیرمعمولی تکلیف پہنچتی ہے جسے انسانی منفعت کے لئے گوارا کیا جائے گا۔ اس کی مزید تفصیل جواب ۶ کے ذیل میں درج ہے۔

جواب (۸) : احکام الحیوان فی الفقہ الاسلامی میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے: أن لا یودی ذلک إلی فناء جنس الحیوان الذی یراد اصطیاده فان أدی إلی ذلک منع، لأن حق العامۃ فیہ موجود و فی فنائہ تعد علی هذا الحق لذلک کان لا بد من تقنین هذا الاصطیاد و ضبطہ۔

حسبِ ضرورت حیوانات کے قتل کی انتہا نہ ہوجائے کہ اس صنف ہی کے خاتمے کا اندیشہ ہوجائے جس کا شکار مقصود ہے، اگر نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو پابندی لگادی جائے؛ کیونکہ عام انسانوں کا حق ا س سے وابستہ ہے اور بالکلیہ ناپید ہوجانے میں حق تلفی ہے، اسی لئے شکار کے بارے میں قانون سازی اور ضابطے بندی ضروری ہے۔

جب حیوان کی کسی صنف کے نیست و نابود ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اسے مارنا، ذبح کرنا درست نہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے کہا: انہ نهی عن إنزاء الحمر علی الخیل، لأن ذلک ذریعۃ إلی قطع نسل الخیل أو تقلیلها (ابن القیم الجوزیہ: اعلام الموقعین عن رب العالمین ۳،۱۲۱)۔

گدھے اور گھوڑے سے جفتی کرانے سے رسول اللہ ﷺنے منع فرمایا؛ کیونکہ اس طرح گھوڑے کی نسل کا یا تو خاتمہ ہوجائے گا یا تعداد کم ہوجائے گی۔

مشہور مصنف ڈاکٹر ناصر احمد سنہ لکھتے ہیں: ‘‘جب مغربی تہذیب حیوانات کے ماحول کے تحفظ کے لئے مقامات محروسہ بنانے سے نا آشنا تھی اور اس کا وجود بھی نہ تھا اس وقت اسلامی تہذیب نے حیوانات کے قدرتی ماحول کے تحفظ کے لئے قانونی طور پر مقامات محروسہ تجویز کیا، اس طرح مکہ مکرمہ دنیا کی پہلی پناہ گاہ و مقام محروس طے کیا گیا: وَ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔ (مائدہ: ۹۶) ۔

ترجمہ :البتہ خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے۔

مکہ مکرمہ کے ایک کانٹے کو نہیں چھو سکتے، شکار نہیں چھیڑ سکتے، دنیا کے لئے یہ ایک آئیڈیل ہے۔ ۱۹۶۴ء میں اقوام عالم آشنا ہوئیں اور امریکی حکومت نے یوسمیٹی پارک کا اعلان کیا جو حیوانات کے لئے فطری ماحول فراہم کرسکے جس کا رقبہ ۳۰۲۷ کیلو میٹر ہے (بحوالہ حضارتہم و حضارتنا htt:alwaei.com)۔

خلاصہ یہ کہ جن حیوانات کی نسل روز بروز گھٹ رہی ہو یا معدوم ہونے کے امکانات ہوں تو حکومتیں ان کے شکار و ذبح پر پابندی لگانے میں حق بجانب ہیں۔

قومی جانور کا مسئلہ ملکی قوانین سے تعلق رکھتا ہے، جس کی خلاف ورزی کی کوئی وجہ نہیں ہے، شرعی نقطہ نظر واضح ومعروف ہے۔

جواب (۹): اس بارے میں مسلمانوں کا رویہ حکیمانہ، مومنانہ، دلیرانہ، داعیانہ ہو، اور حضرت مولانا سجاد علیہ الرحمہ امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ و مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی چشم کشا تحریروں کا آئینہ دار ہو، بزدلانہ حکمت عملی کا مظہر نہ ہو، ورنہ کسی ایک حرف کو عیار نظیر بنا کر پیش کرے گا۔

جواب (۱۰): یہ حکومتوں کے انتظامی معاملات ہیں جن میں حیوانات کے تحفظات کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں، اس لئے اس سلسلے کے قوانین کی پابندی ملکی شہری کی حیثیت سے کی جائے۔

جواب (۱۱) :ابن الہمام نے فتح القدیر (۴۷۶،۵)، الباجی نے المنتقی (۱۷۰،۳)، الشربینی نے مغنی المحتاج (۳۷،۶)، ابن حزم نے المحلی (۳۴۵،۵) میں نقل کیا ہے :فقد أجمع العلماء على جواز قتل الحيوان حال المقاتلة وفی أرض المعركة (میدان جنگ میں دشمن فوج کے حیوانات کا قتل کرنا جائز ہے)۔

حاصل یہ کہ انسان کے تحفظ و منفعت کی خاطر حیوانات کا قتل بقدر ضرورت جائز ہے۔ اس لئے وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے حیوانات بالخصوص مرغیوں کا مارنا انسانی منفعت کے پیش نظر جائز ہے اور اس کی تائید متعدی امراض کے باب میں وارد احتیاطی تدابیر سے بھی ہوتی ہے، البتہ مارنے کا طریقہ آسان تر ہونا چاہئے۔ اِن الله كتب الإحسان فليرح ذبيحته، أحسنتم القتلة کی روشنی میں طریقہ اپنایا جائے۔

فالصواب أن تحرق بعد العقر یہ امام باجی کی عبارت ہے، اس ذیل میں ہے کہ جہاد کے دوران دشمنوں کے جانور ہاتھ آئیں لیکن ساتھ نہیں لاسکتے تو انہیں مار دیاجائے۔اگر وہ مردار کھاتے ہوں تو آگ لگادی جائے (الباجی: المنتقی ۱۷۰،۳)۔

یہاں زندہ حیوانات کو آگ لگانے سے گریز کیا گیا۔

اس لئے اس طرح کے جانوروں کا ذبح کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ہے، ایسڈ کے مقابلے میں گیس کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ : مناسب یہ ہے کہ ماہرین کے مشورہ سے آسان طریقہ تجویز کیا جائے۔

جواب (۱۲): کسی انسانی منفعت کے حصول کے لئے حیوانات کا مارناجائز ہے، جیسے گوشت کھانے یا کھال سے فائدہ اٹھانے کے لئے؛ کیونکہ حیوانات انسانی منافع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے جواز کی حد تک انتفاع جائز ہے۔ درمختار میں ہے:و حل اصطياد ما يؤكل لحمه ومالا يؤكل لحمه لمنفعة جلده أو شعره أو ريشه (الحصكفی: الدر المختار ۴۷۴،۶)۔

جس جانور کا گوشت حلال ہے یا حرام ہے اس کا بامقصد شکار جائز ہے، جیسے

حلال کے گوشت کو زینت دسترخوان بنانا، یا کھال سے، اون سے، پر سے مختلف اشیاء تیار کرنا۔

گو حضرات شوافع نے اس سے اختلاف کیا ہے اور امام نوویؒ نے لکھا ہے:''مذهبنا أنہ لا یجوز ذبح الحیوان الذی لا یؤکل لأخذ جلده'' (النووی: المجموع ۲۴۶،۱)۔

البتہ تخلیق حیوانات کے فلسفہ سے یہ بات میل نہیں کھاتی، اس لئے انسانی منفعت کے پیش نظر درست ہے۔

جواب (۱۳): شریعت نے حیوانات کے حقوق کے تحفظ کے ضابطے وضع کئے ہیں، جس کی رو سے عام احوال میں ان کو مارنا اصول کے خلاف ناجائز ہے لیکن بعض استثنائی صورتوں میں مارنا درست ہے۔ الروض المربع میں ہے: ویسن مطلقا قتل کل موذ (البهوتی: منصور بن یونس ۴۷۸،۱)۔

اس لئے اگر کسی حیوان سے انسان کو ایذا پہنچے تو اس کا قتل جائز ہے؛ کیونکہ انسان کا تحفظ زیادہ ضروری ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایذا رسانی میں پہل کرنے والے بعض حیوانات کے مارنے کا حکم فرمایا،جیسے سانپ، بچھو، چتکبرا کوا، چیل، کٹ کھنا کتا، چوہا، انہیں شریر فرمایا۔ سانپ اور بچھو کو نماز کی حالت میں بھی مارنے کا حکم دیا، اسی طرح آپ ﷺ فداہ ابی وامی نے گرگٹ مارنے کا حکم ترغیبات کے ساتھ دیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے : عن عائشۃ رضی الله عنها عن النبی ﷺ أنہ قال:خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم: الحیۃ، والغراب الابقع، والفارۃ، والکلب العقور والحدیا (مسلم، کتاب الحج، باب ما یندب للحرم وغیرہ قتلہ، ۱۱۹۸)۔

پانچ شریر جانوروں کو حل و حرم ہر جگہ مارا جائے: سانپ، چتکبرا کوا، چوہا، کٹ کھنا کتا، چیل۔

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ''العقرب '' بچھو کا اضافہ ہے (بخاری: ۱۸۲۸)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت مینہے :أمر رسول اللّٰہ ﷺ بقتل الأسودین فی الصلاۃ: الحیۃ والعقرب (ترمذی: ۳۹۰، نسائی، ابوداؤد)۔

آپ ﷺ نے نماز میں دو سیاہ یعنی سانپ و بچھو کو مارنے کا حکم دیا۔

ام شریک سے روایت ہے : إن رسول اللّٰہ ﷺ أمر بقتل الوزغ و قال:کان ینفخ علی إبراهیم علیہ السلام (بخاری: ۳۳۵۹)۔

بے شک رسول اللہ ﷺنے گرگٹ مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھونکیں مار رہا تھا (جب وہ آگ میں ڈالے گئے تو گویا وہ زور آتش پھونک کر بڑھا رہا تھا)۔

نتیجہ: احادیث میں مذکور چیزوں پر دیگر موذی جانوروں کو قیاس کیا جائے جیسے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلب کی صفت عقور بیان فرمائی تو یہ صفت جن حیوانات میںپائی جائے ان کا قتل درست ہے۔

علامہ کاسانیؒ نے علت کے استخراج کے بعد فرمایا: مکھیوں، مچھروں، کھٹملوں کا مارنا درست ہے کہ اذیت رسانی میں ان کی طرف سے پہل ہوتی ہے، اس لئے حکم میں سانپ، بچھو کے ساتھ رکھا جائے۔

و قال الکاسانی فی تعلیلہ لاباحۃ قتل البرغوث والبعوض والذباب وغیرھا ولأن ھذہ الاشیاء من الموذیات المبتدئۃ بالاذی غالبا فالتحقت بالموذیات المنصوص علیھا من الحیۃ والعقرب وغیرھما (الکاسانی: بدائع الصنائع ۱۹۶،۲)۔

جو جانور حملہ آور ہو:

اگر کوئی جانور انسان پر حملہ آور ہو تو اسے مارنا درست ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَااعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (بقرہ: ۱۹۴)۔

ترجمہ: لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اُسی طرح اس پر دست درازی کرو۔

فرمانِ رسالت ہے: من قتل دون دمہ فھو شھید، جان بچانے میں مارا جانے والا درجہ شہادت پر فائز ہے (ترمذی: ۱۴۲۱)۔

ابن قدامہ نے کہا: إن الإنسان إذا صالت علیہ بھیمۃ فلم یمکنہ دفعھا إلا بقتلھا جاز لہ قتلھا إجماعا (ابن قدامہ: المغنی ۲۲۷،۸)۔

کسی انسان پر کوئی حیوان حملہ آور ہو اور بغیر جان سے مارے اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو ماردینے کی اجازت سارے فقہا نے دی ہے، البتہ فقہاء نے اس بارے میں ضرور اختلاف کیا ہے کہ اگر مارا جانے والا جانور کسی کی ملکیت میں ہو تو کیا مارنے والے کے ذمہ اس کی قیمت بطور رتاوان عائد ہوگی یا نہیں؟

انسان موافق ماحولیات:

جہاں تک بات ماحولیات کے توازن کو حیوانات کے ذریعہ باقی رکھنے کی ہے تو یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں ہر ذی روح کی منفعت ہے، اسی لئے اس کی تخلیق ہوتی ہے، چاہے انسان اسے ادراک کرسکا ہو یا نہ، ان حقائق سے آگاہ بارگاہِ الٰہی سے فیضیاب رسول اللہ ﷺ نے چند پرندوں گزندوں کو مارنے کا حکم دیا تو اس کا مطلب یہ بالکل نہیں کہ ان کا وجود ہی دنیا سے مٹا دیا جائے، اگر ایسا ہوتا تو وہ شریر، موذی جانور کا وجود ہی نہ ہوتا۔

سانپ ہو کہ بچھو یا دیگر زہریلے گزندے، جب انسان کو ان سے اذیت پہنچنے کے امکانات ہوں تو انہیں قتل کیا جائے، یا جیسے مکھیوں کی بہتات ہو، مچھروں نے ناک میندم کر رکھا ہو تو ان کے ازالے کی کوشش کرلی جائے، جس طرح آپ ﷺ نے مدینہ منورہ

میں کتوں کو مارنے کا عام حکم دیا پھر اس میں تخفیف ہوگئی۔

انسانی مصالح کے تقاضے کے مطابق موذی حیوانات کے مارنے کی مہم حسب ضرورت چلائی جائے۔ اس طرح ان کے ضرر سے بچا جاسکتا ہے اور ان کی نسل و وجود کا خاتمہ نہ ہو کر انسان موافق ماحولیات کی بقاء کا کردار بھی باقی رہ سکتا ہے۔

جواب (۱۴): واضح رہے یہ جواب مفصل ہے جس میں ہدایات کے ساتھ حقوق حیوانات کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

تمہید:

انسان کے علاوہ ہر جاندار کو حیوان کہتے ہیں چاہے وہ کسی کی ملکیت میں ہو یا نہ ہو۔

اسلامی شریعت نے جانوروں کے حقوق کا تحفظ موزوں و متوازن رکھا، ان کی بناوٹ، ساخت و پرداخت کا خیال رکھا، ان سے انسانی منفعت کی وابستگی کو بطور نعمت بیان کیا، ان کی زندگی، خوراک، نسل کے تحفظ، درد و الم سے بچانے کے حقوق کو واضح کیا۔

حیوانات کے حقوق کے تحفظ کا عمومی استدلال ان نصوص سے کیا جاتا ہے:

۱-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِىْ الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (نحل: ۹۰)۔

ترجمہ: اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اچھائیوں اور منفعتوں کی انجام دہی کا حکم دیا اور برائیوں ومضرتوں سے روکا، اسی لئے عز بن عبدالسلام نے کہا یہ آیت کریمہ تمام اچھائیوں اور انسانی مفادات کی جامع ہے۔ اسی طرح تمام برائیوں سے دور رہنے کی تاکید کرتی ہے (قواعد الاحکام فی مصالح الانام،بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱،۱۵۶)۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے وہی بہتر مبنی براحسان ہے، حتی کہ اگر پنجرے میں پرندہ ہو یا گھر میں بلی ہو تو دیکھ ریکھ میں کوتاہی روا نہیں ہے، اور احسان کی تعریف کسی کی حق تلفی نہ کرنے سے کی گئی ہے (محمد بن عبداللہ الاندلسی ابن العربی: احکام القرآن، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۳،۱۵۵)۔

۲-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (بقرہ: ۲۰۵)۔

ترجمہ :تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے؛ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان فسادیوں کا نقشہ کھینچا ہے جو کھیتیاں جلا تے، برباد کرتے ہیں،

حیوانات کو بغیر کسی مفید مقصد کے مارتے ہیں۔

طبری کہتے ہیں:آیت کی مراد یہ ہے کہ جس جانور کو مارنا درست نہ ہو اس کو مارنا یا جسے مارنا کسی مقصد کے لئے صحیح ہو اسے بے مقصد مارنا مفسدانہ عمل ہے اور یہی رائے مفسرین کے بڑے طبقہ کی ہے (طبری: جامع البیان ۳۱۸،۲)۔

۳- مقدام ابن شریح کہتے ہیں کہ ام المؤمنین ایک اونٹ پر چڑھیں، وہ منہ زور تھا، اس کو پھرانے لگیں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیک بالرفق، تجھ کو نرمی کرنا چاہئے (مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب فضل الرفق)۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جس اونٹ پر وہ سوار تھیں اس کے ساتھ نرمی برتنے کی تعلیم دی۔

حیوانات کے حقوق کے بارے میں:

۱- عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال:عذبت امرأة فی هرة سجنتها حتی ماتت، فدخلت فیها النار لا هی أطعمتها وسقتها، ولاهی ترکتها تأکل من خشاش الأرض (صحیح مسلم: ۱۹۸۱)۔

ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا، جس کو اس نے قید کیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئی، پھر وہ عورت جہنم رسید ہوئی، اس عورت نے اس بلی کو نہ کھانا دیا نہ پانی اورنہ چھوڑا کہ زمین کے کیڑوں ہی کو کھاتی۔

اس حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا کہ بلی یا اس جیسے کسی جانور کو قید میں رکھنا کہ کھانا پانی بھی نہ دے، یہ اللہ کی مخلوق پر زیادتی ہے، صاحب شریعت نے اس سے روکا ہے (نیل الاوطار ۷،۸)۔

۲-قال رسول اللہ ﷺ:بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش، فوجد بئرا فنزل فیها فشرب ثم خرج، فاذا کلب یلهث یأکل الثری من العطش، فقال الرجل:لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان قد بلغ منی، فنزل البئر فملأ خفہ ثم أمسکہ بفیہ حتی رقی فسقی الکلب، فشکر اللہ لہ فغفر لہ، قالوا:یارسول اللہ! إن لنا فی البهائم أجرا؟ فقال:فی کل کبد رطبۃ أجر (مسلم)۔

ایک راہ چلتے کو سخت پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا، سیراب ہوا، نکل آیا، پھر اس کی نظر ایک کتے پر پڑی کہ وہ پیاس سے بے چین زبان نکالے مٹی چاٹ رہا ہے، اس راہ گیر نے سوچا: جس طرح مجھے پیاس کی شدت کا احساس تھاویسا ہی احساس کتے کو بھی ہورہا ہوگا، اس لئے وہ کنویں میں اتر گیا اور موزے میں پانی بھر کر منہ سے پکڑ لیا، پھر چڑھ کر اوپر آگیا اور کتے کو پانی پلا دیا، اللہ نے اس کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں جانوروں کی دیکھ ریکھ پر بھی ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: جی، ہر ذی روح کا خیال رکھنے میں اجر ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حیوانات کو زندہ رہنے کا حق ہے، اسی طرح ان کو

مشقت و دشواری سے بچانا بھی ضروری ہے، اسی لئے تو اللہ نے کتے کو پانی پلانے پر مغفرت کردی اور پانی پلانا کار ثواب ہے بلکہ ہر ذی روح کے ساتھ حسنِ سلوک کو بہتر قرار دیا گیا۔

فقہاء کے اجتہادات میں ہدایات :

فلسفۂ شریعت حیوانات کے تحفظ اور ازالۂ ضرر کا تقاضہ کرتا ہے اور کسی واقعی مصلحت و دینی مقصد کے پیش نظر جانوروں سے استفادے کی اجازت دیتا ہے۔

حیوانات کے حقوق کا تحفظ شرعی نقطہ نظر سے چند امور کے ذریعہ ہوتا ہے:

۱-جانور سے مضرت کا ازالہ:

اسلامی شریعت کا اصول ہے کہ منفعت کا حصول، مضرت کا ازالہ، مصلحت کا تقاضہ ہے اور شریعت کا مقصود ہے، اس لئے حیوانات کی جان، خوراک، صحت کو پہنچنے والے نقصانات کا دفاع ضروری ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں: من ترک دابۃ بمهلکہ فأخذها إنسان فأطعمها و سقاها و خلصها ملکها۔ اگر کسی نے اپنے جانور کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا کہ اس کی زندگی خطرے میں پڑگئی، پھر کسی نے اسے پکڑ لیا، کھلایا، پلایا اور بچایا تو وہ اس کا مالک بن گیا۔ یہی رائے لیث، حسن بن صالح اور اسحاق کی ہے، ہاں اگر چرنے اور واپس لوٹنے کے لئے چھوڑا یا گم ہوگیا تو پکڑنے والا مالک نہیں ہوگا، البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ جانور اصلی مالک کے حوالے کیا جائے گا اور اس کے ذمہ صرفہ ہوگا جو پکڑنے والے نے کھلایا پلایا وہ وصول کرے گا۔ امام شافعیؒ اور ابن منذر کہتے ہیں کہ وہ جانور حقیقی مالک کا ہی رہے گا اور پکڑنے والے نے جو کھلایا پلایا یہ اس کی طرف سے حسن سلوک اور کارِثواب ہے۔

ابن قدامہ نے شعبی کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من وجد دابۃقد عجز عنها أهلها أن يعلفوها فسيبوها فأخذها فأحياها فهی لہ (ابوداؤد: ۳۵۲۴)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ مالکانہ حقوق کی وجہ سے جانور کی جان کا تحفظ ہوگا ہلاکت کے گڑھے سے نکالنا اور مال کی بربادی سے بچانا جانور کے حق کا تحفظ ہے (المغنی ۶؍۳۳ ، مسئلہ نمبر: ۴۵۵۳)۔

۲-آئندہ پہنچنے والی مضرت کا دفاع:

شریعت اسلامی فوری پہنچنے والے نقصان ہی سے نہیں بچاتی بلکہ آئندہ پیش آنے والے نقصان سے بچانے کی پیش بندی کرتی ہے جسے اصطلاح میں ‘‘سد ذرائع ’’ کہتے ہیں۔ فقہاء نے حیوانات کے بارے میں بھی اس ضابطہ کا خیال کیا ہے۔

جس کی چند مثالیں درج ہیں:

۱-فقہاء نے مرغ باز کے ہاتھوں مرغ اور مینڈھے لڑانے والے کو مینڈھے بیچنے

سے منع کیا ہے، اسی طرح جو طاقت سے زیادہ باربرداری کرتا ہو، اسے سواری کا جانور فروخت کرنے سے بھی روکا ہے (احمد سلامہ قلیوبی، احمد برسلی عمیرہ، قیلوبی و عمیرہ کے حاشیے ۲۲۹٫۲، بیروت دار احیاء التراث، تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ۳۱۷٫۴۰)۔

۲-فقہاء نے یہ بھی بتایا ہے کہ اگردودھ پیتے بچے کے لئے دودھ دوہنا مضر ہو تو اس جانور کا دودھ نہ دوہا جائے، اس لئے کہ بچے کی خوراک کی ذمہ داری مالک پر ہے (کشاف القناع عن متن الاقناع ۴۹۴٫۵)۔

یہ مسائل سد ذرائع کے قبیل سے ہیں تاکہ حیوانات کے حقوق کا تحفظ ہوسکے۔

شرعی دلیل قیاس:

فقہاء نے حیوانات کے حقوق طے کرنے کے لئے قیاس سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ضابطوں کی وضاحت کی، حدیں متعین کیں، جانوروں پر زیادتی و ظلم کا حکم بتایا، چند مثالیں یہ ہیں:

۱- جنگ میں دشمن کے حوصلے پست کرنے اور غضبناک کرنے کے لئے حیوانات کو مارنے کی ممانعت ہے جس طرح عورتوں اور بچوں کا قتل ممنوع ہے۔ مغنی میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جانور ذی روح ہے۔ دشمن کو غضبناک کرنے کے لئے عورتوں اور بچوں کی طرح قتل کرنا جائز نہیں (ابن قدامہ: المغنی ۲۳۲٫۹، مسئلہ نمبر: ۷۵۸۰)۔

۲- اگر کسی جانور کو پیاس سے بے قرار جاں بہ لب دیکھے تو جس کے پاس پانی ہو وہ اسے ضرور پلائے، مرنے کے لئے نہ چھوڑدے، جس طرح اضطراری حالت میں انسان کو پلانا ضروری ہے۔ صنعانی نے کہا: جس طرح جاں بلب انساں کی جان بچانا ضروری ہے اسی طرح ہر جاندار کی جان بچانی ضروری ہے، چاہے اس کا گوشت حلال ہو یا نہ ہو، اور اس کا مارنا درست نہیں ہے (العنسی: التاج المذہب لاحکام المذہب ۲۹۵٫۲)۔

۳- کسی قابل قدر جانور کی جان بچانے کے لئے اگر روزہ توڑنا ضروری ہو تو روزہ توڑنا چاہئے، جس کی تلافی قضا کے ذریعہ کی جائے گی، جس طرح شیر خوار بچے کی ماں کا حکم ہے، شربینی نے اس کی علت یہ بتائی کہ فقہاء نے قابل قدر جانور سے اذیت دور کرنے کو انسان کا درجہ دیا ہے: لأنهم نزلوا الحيوان المحترم فی وجوب الدفع عنہ منزلۃ الآدمی المعصوم (محمد بن احمد الشربینی: مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنهاج ۱۷۵٫۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

عرف:

شرعی دلائل میں عرف کا بھی شمار ہے، جانوروں کے حقوق کے باب میں عرف کا بڑا کردار ہے۔ فقہاء نے کئی جزئیات کا تذکرہ کیا ہے۔

۱-کسی نے کسی کے پاس کوئی جانور بطور امانت رکھا اور اس کے چارے، پانی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تو رکھنے والے کی کی ذمہ داری ہوگی کہ جانور کے چارے پانی

کا نظم کرے چونکہ عرف کا تقاضا یہی ہے۔ والواجب عرفا کالواجب نصا اگر اس صورت میں چارے پانی کا نظم نہیں کیا اور جانور بھوکا پیاسا مرگیا تو رکھنے والے کے ذمہ اس کی قیمت واجب ہوگی؛ کیونکہ اس نے نگہداشت میں کوتاہی کی اور عرف نے جو ذمہ داری اس پر عائد کی تھی اسے اس نے ادا نہیں کی (کشاف القناع عن متن الاقناع ۱۷۰،۴)۔

۲-حیوانات و مویشی کے مالکان کو ایسے تالاب و نالے جو کسی کی ملکیت میں ہوں ان میں پانی پلانا بشرطیکہ تالاب والے کا نقصان نہ ہو درست ہے، چونکہ عرف و رواج یہی ہے (عز الدین بن عبدالسلام: قواعد الاحکام ۱۳۳،۲)۔

حیوانات کے حقوق:

شریعت نے حیوانات کے حقوق بھی رکھے ہیں تاکہ ان کی تخلیق اور بقا کے مقاصد پورے ہوں اور درحقیقت اس کی منفعت انسان ہی سے متعلق ہے؛ کیونکہ حیوانات انسان کی خدمت و منفعت کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے ان کے حقوق کی رعایت درحقیقت انسانی منفعت کی تکمیل ہے۔

حیوانات کے بنیادی حقوق:

۱-حق زندگی : جانورکو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ انسانی زندگی اور غذا یا کسی منفعت کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ اصفہانی نے کہا: واعلم أن کل ما أوجد فی هذا العالم فانما أوجد لأجل الإنسان إما لانتفاعه به کالخیل والبغال والحمیر أو الأغذیة له کالبقر والغنم والحبوب والثمار، و أما الانتفاع ما ینتفع به الإنسان کالعشب والحشرات (الذریعة الی مکارم الشریعة: الراغب الاصفہانی ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل، ص۸۴ دارالصحوة قاہرہ)۔

اس عالم کی رنگ و بو انسانی منفعت کے لئے وجود پذیر ہے، کچھ سے براہِ راست فائدہ اٹھاتا ہے جیسے گھوڑے، خچر، گدھے، کچھ کو بطور غذا استعمال کرتا ہے جیسے گائے، بھینس، بکریاں، اناج اور پھل، یا کچھ دوسری فائدہ مند چیزوں سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، جیسے نباتات و حشرات الارض۔

زندگی کے حق کے مظاہر:

(الف) بغیر کسی فائدے کے کسی جانور کا قتل ممنوع ہے۔

انسانی مفادات کا تحفظ حیوانات کے حقوق کے مقابلے میں مقدم ہے؛ کیونکہ انسان ہی کی خاطر وجود عالم ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (بقرہ: ۲۹)۔

ترجمہ : وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

امام طبری کہتے ہیں: ‘‘زمین اور اس میں جو کچھ ہے اس میں انسان کے فوائد مضمر ہیں’’ (جامع البیان ۱۹۰،۱)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَکُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ۔ وَلَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ۔ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَمْ تَکُوْنُوْا بَالِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّکُمْ

لَرَءُوْفٌ رَحِيْمٌ۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (نحل: ۵۔۸)۔

ترجمہ: اُس نے جانور پیدا کئے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ اُن میں تمہارے لئے جمال ہے جب کہ صبح تم انہیں چرنے کے لئے بھیجتے ہو اور جب کہ شام انہیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لئے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ اُس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں، وہ اور بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لئے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔

فقہاء نے بتایا کہ انسان کے مفاد کا تحفظ حیوان کو پہنچنے والے نقصان کے مقابلے کیا جائے گا اور انسانی جان پر کسی حیوان کی ترجیح ناممکن ہے۔ زرکشی کہتے ہیں : ولا خلاف انہ لا یحل ایثار البھیمۃ، و کیف یظن ھذا، و یجب قتل البھیمۃ لاستبقاء المھجۃ (قواعد الاحکام فی مصالح الأنام:ابن عبدالسلام، ص۷۴)۔

اس میں دورائے نہیں کہ جانور کو انسان کے مقابلے میں ترجیح دینا درست نہیں ہے اوریہ بات حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتی؛ کیونکہ انسانی بقا کے لئے حیوانات کا ذبح و قتل ضروری ہے (المنثور فی القواعد الفقھیۃ ۲۱۲،۱، بدرالدین بن محمد بن بہادر زرکشی)۔

نووی نے کہا: و کذا لا یؤثر بھیمۃ علی نفسہ (المجموع شرح المہذب:یحیی بن شرف الدین النووی ۴۸،۹، قاہرہ) ۔

انسان کی جان کے مقابلے کسی حیوان کی رعایت نہیں کی جائے گی؛ کیونکہ ابن حجر نے کہا انسان کی عظمت حیوان کے بالمقابل کہیں زیادہ ہے۔ حرمۃ بنی آدم أعظم من حرمۃ الحیوان (فتح الباری ۳۵۹،۶)۔

جس جانور سے انسان کو مضرت پہنچ رہی ہو اسے مارنا درست ہے لیکن بے ضرر حیوان کو ہلاک کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر جانور کو قتل کئے بغیر انسان کو پہنچنے والے ضرر کا ازالہ ممکن ہو تو ہلاک کرنا درست نہیں، اسی ضرر غیرمعمولی ہو تب ہلاک کیا جائے لیکن اگر ایسا ضرر ہے جسے بالعموم لوگ گوارا کرتے ہیں تو ہلاک کرنا درست نہیں ہوگا (مواہب الجلیل: خطاب ۲۳۶،۳)۔

اور حیوانات کے مقابلے میں نباتات کمتر ہے اور ذی روح کے مقابلے میں جمادات و اموال کی حیثیت کم ہے، اس لئے مال کے مقابلے میں ذی روح کو بچایا جائے گا۔

حمل کی نگہداشت:

اسی طرح حیوانات کے حمل کی نگہداشت بھی ضروری ہے اور فقہاء نے حمل والے جانوروں کو دوڑانے اور وحشت زدہ کرنے سے روکا ہے (الفتاویٰ الفقھیۃ الکبریٰ ۲۴۰،۴، ابن حجر ہیثمی)۔

(ب) ہلاکت سے بچانا، ضرر کا ازالہ:

شریعت نے حیوانات کو نہ یہ کہ صرف تحفظ دیا بلکہ بلا مقصد انہیں ہلاکت و زیادتی سے بچایا جائے بلکہ اگر کسی جانور کو نقصان پہنچ رہا ہو تو اس کے ازالہ کی حتی المقدور کوشش بھی ضروری قرار دی۔

بلکہ فقہاء نے یہاں تک لکھا کہ اگر وضو کے لئے پانی ہو اور کوئی جانور پیاس کی وجہ سے جاں بلب ہو تو وضو کا پانی اسے پلانا اور تیمم کرنا ضروری ہے۔ اگر وضو کرلیا اور جانور مر گیا تو وضو تو صحیح لیکن گنہگار ہوگا (التاج المذہب لاحکام المذہب ۲۹۵،۲، العنسی)۔

اسی طرح کوئی جانور بھوک کی شدت سے تڑپ رہا ہو تو اس کی جان بچانی ضروری ہے (المجموع ۵۱،۹، نووی)۔

فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی جانور کی جان بچانے کے لئے روزہ توڑنا ضروری ہو تو روزہ توڑ دے اور بعد میں قضا کرے (اسنی المطالب ۴۲۹،۱، الانصاری)۔

جانور کی جان بچانے کی خاطر جمعہ اور جماعت تک چھوڑنا جائز ہے (شرح البہجۃ ۴۱۱،۱، الانصاری)۔

بلکہ اگر کسی جانور کی جان بچانے کے لئے دوسرے سے کھانے پینے کی چیز زبردستی لینی پڑے تو چھین لے (المنثور فی قواعد الفقہیۃ ۳۱۸،۲، زرکشی، الاشباہ والنظائر ص۸۴، عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی)۔

۲-حق خوراک:

حیوانات کے جن حقوق کی فقہ اسلامی میں درجہ بندی کی گئی ہے ان میں ''حق خوراک''بھی ہے، حیوانات کسی کی ملکیت میں ہوں یا نہ ہوں، اس حق کا ظہور چند امور میں ہوتا ہے۔

حیوانات کو کھانے پینے سے روکنا حرام ہے جس کا ثبوت ابن عمرؓ کی روایت سے ہے جس میں ایک خاتون پر عذاب کا ذکر ہے جس نے ایک بلی کو قید کیا اور کھانا پینا بند کردیا حتی کہ وہ بھوکی پیاسی مرگئی (مسلم)۔

جو جانور ملکیت میں ہو اسے باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حرج تو باندھ کر کھانا پینا روک دینے مینہے۔ امام نوویؒ نے کہا: اس روایت سے بلی کے قتل کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور کھانے پینے سے محروم رکھ کر باندھنا بھی حرام ہے (طرح التثریب ۲۴۳،۸ عبدالرحیم بن حسنین عراقی)۔

اگر قدرت ہو اور ضرورت سے زائد ہو تو حیوان کی غذا کا انتظام واجب ہے۔

۳-ایذا رسانی سے بچنے کا حق:

بے ضرورت حیوانات کو اذیت پہنچانا ممنوع ہے، البتہ سدھانے اور علاج ومعالجہ

کے دوران تکلیف پہنچے تو حرج نہیں۔

طاقت سے زیادہ باربرداری درست نہیں ہے (قواعد الاحکام ۱۲۲،۱)۔

وقت ضرورت ذبح بہ سہولت کرنا :

کھانے یا ضرر کے ازالے کے لئے ذبح یا قتل کی ضرورت ہو تو بہتر طور اور سہولت کا خیال رکھنا، فرمان رسالت ﷺ ہے: إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة و إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحدّ أحدكم شفرته وليرح ذبيحته (مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل)۔

اللہ نے ہر چیز کو بہترین طور پر انجام دینے کا حکم دیا، لہٰذا قتل کرو تو بھلے طور پر کرو، ذبح کرو تو سلیقے سے کرو، چھری تیز کرلو، ذبیحے کی راحت کا خیال رکھو۔

فقہاء کی تعلیمات اس باب مینبہت واضح ہیں کہ جانور کے پائوں پکڑ کر سختی سے نہ کھینچے، بے دھار چھری سے ذبح نہ کرے، جان نکلنے سے پہلے کھال اتارنا شروع نہ کرے۔ (معالم القربۃ فی معالم الحسبۃ، ص۹۸، محمد بن محمد احمد بن الاخوہ القریشی)

ذبح و قتل کی یہ تعلیمات ان جانوروں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں جن کے گوشت حلال ہیں بلکہ ان کے علاوہ جانوروں کو بھی قتل کرتے وقت ان کا لحاظ ضروری ہے، اور کسی جانور کو قید بامشقت میں رکھ کر بھوکا پیاسا مارنا حرام ہے (نہایۃ المحتاج ۲۴۲،۷، رملی)۔

اور اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے: ان كل ما فيه زيادة ألم لا يجوز ايقاعه ما دام أن المقصود يتحقق بدونه حتى و إن كان الذبح أو القتل لغاية مشروعة (الفتاوىٰ الہندیہ ۲۸۲،۵)۔

بلا ضرورت محبوس رکھنا:

انسان کی ضرورت یا حیوان کی منفعت کے لئے حیوان کو محبوس رکھنے کی اجازت فقہاء نے د ی ہے بشرطیکہ نگہداشت رکھی جائے اور چارے پانی کا خیال رکھا جائے، ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ قفال سے پوچھا گیا کہ کیا پرندوں کی چہچہاہٹ سے محظوظ ہونے کے لئے پرندوں کو پنجروں میں رکھا جاسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: درست ہے جب کہ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے: لأنها كالبهيمة تربط، ان کا حکم جانوروں کی طرح ہے جنہیں باندھ کر رکھا جاتا ہے (تحفۃ المحتاج ۲۱۰،۹، ابن حجر ہیثمی)۔

جب کہ دیگر بعض فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ حبس بے جا ہے، قید بامشقت باعث اذیت ہے: لأن فيها تعذيبا للحيوان (شرح منتہی الارادات ۵۹۳،۳، البہوتی) ۔

سفارینی کہتے ہیں کہ ابن عقیلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا پرندوں کی سریلی آواز سننے کے لئے پنجروں میں رکھ سکتے ہیں؟ تو فرمایا: ''سفہ و بطر'' حماقت و اتراہٹ ہے؛ کیونکہ جس آواز کو آپ نغمہ سمجھ رہے ہیں ممکن ہے نوحہ ہو، وہ چوزوں کی یاد میں ماتم کناں ہو، کیا نوحہ خوانی کی سماعت تقاضائے عقل و دانش ہے، اس لئے بعض علماء

نے حماقت قرار دیا اور منع کیا (غذاء الالباب فی شرح منظومۃ الآداب ۲۳۰،۱، محمد بن احمد بن سالم السفارینی)۔

جانوروں کو لڑانا:

نھی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البھائم (ابودائود، ترمذی، مسلم، المجموع ۱۵۵،۶، نووی)۔

جانوروں کو لڑانا منع ہے: إیلام للحیوانات و إتعاب لھا بدون فائدۃ بل مجرد عبث (نیل الاوطار ۹۹،۸، الشوکانی) ۔

بعض ممالک میں بیلوں کو لڑاتے ہیں یہ بھی درست نہیں ہے۔

ایک جانور کو دوسرے ایسے جانور کے ساتھ رکھنا جس سے تکلیف ہو منع ہے: ولا یجمع بینھا و بین ما یؤذیھا من جنسھا أو من غیر جنسھا بکسر أو نطح أو جرح (قواعد الاحکام ۱۶۷،۱، عبدالعزیز بن عبدالسلام)۔

مضر غذا یا ضرورت سے زیادہ غذا دینا:

کسی جانور کو مضر غذا یا فربہ کرنے کے مقصد سے ضرورت سے زیادہ غذا دینا درست نہیں ہے۔ لأن فی ذلک تعذیباً لہ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۴۱۴،۹ علی بن سلیمان المرداوی)۔

جانوروں کے بچوں کو جدا نہ کرنا :

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی جانور کا بچہ دودھ پینے اور پلنے بڑھنے مینماں کا ضرورت مند ہے تو اسے ماں سے جدا کرنا ممنوع ہے، الا یہ کہ بچے کو ذبح کرے تو جائز ہے لانتفاء التعذیب عنہ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۳۹۱،۱، احمد بن محمد بن علی بن حجر، مواہب الجلیل ۳۷۰،۴االحطاب، سبل السلام ۳۲،۲، محمد بن اسماعیل الصنعانی، البحر الزخار ۳۱۸،۴، ابن المرتضی)۔

فقہاء نے یہ بھی بتایا کہ اگر کسی جانور کا شکار کرلے تو اسے چھوڑنا درست نہیں ہے کہ مال ضائع کرنا منع ہے الا یہ کہ ایسا جانور ہو جس کے بچے اس کے محتاج ہوں تو اسے چھوڑ دے، حرم علیہ إرسالہ إلا فی صور، یکون للطائر فرخ یموت بحبسہ (المنثور فی القواعد الفقہیۃ ۱۱۳،۲، الزرکشی)۔

تکلیف کے شکار جانور کی تکلیف دور کرنا:

اگر دودھ دوہنے والے کے ناخن اتنے بڑے ہوں کہ جانور کی اذیت کا سبب بنیں تو دوہنے سے پہلے ناخن تراشنا ضروری ہے۔ یلحق الضرر بھا تؤذیھا (اسنی المطالب شرح روض الطالب ۴۵۵،۳، زکریا بن محمد الانصاری)۔

جانور کو حقیر و بے کار نہ سمجھے:

ذی روح ہونے کی وجہ سے حیوان کا بھی ایک مرتبہ ہے، اللہ نے اسے انسان کی

منفعت و ضرورت اور خدمت کے لئے وجود بخشا ہے، اسی لئے انسان کے لئے حیوانات سے منفعت کی ہر صورت و ہر نوعیت سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا درست بھی ہے اور بسا اوقات مقصود و مطلوب بھی ہے، جیسے کھانا پینا، سواری کرنا وغیرہ لیکن حیوان کے ساتھ ایسا برتائو کرنا یا اس درجہ حقیر سمجھنا جو حیوان کے حق میں مضرت رساں ہو اور انسان کی اس میں کوئی منفعت نہ ہو تو یہ عمل صرف تکلیف دہ ہوگا اور مومن کی شایانِ شان یہ ہرگز نہیں کہ وہ اپنے کردار سے دوسروں کو تکلیف پہنچائے، جیسے:

الف: جانور کو لعن طعن کرنا، گالی دینا ممنوع ہے۔ حیوانات کو سب و شتم کا نشانہ بنانا، انسان کے حق میں مفید نہیں بلکہ برا عمل ہے۔ مومن کی صفت لعن طعن کثرت سے کرنا بالکل نہیں ہے اور اس میں جانور کا بھی کوئی فائدہ نہیں؛ کیونکہ وہ گالی سمجھنے سے بالاتر ہے، ولذلک نص الفقهاء علی حرمة لعن الدابة (کشاف القناع ۴۹۴٫۵، البهوتی)۔

(ب) مارنے یا داغنے سے چہرہ بگاڑنا:

حیوانات کے باب مینمارنا اور داغنا دونوں سدھانے اور پہچاننے کے لئے بسا اوقات ضروری ہیں، اس لئے بوقت ضرورت بقدر ضرورت درست ہے، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جانور کے چہرے پر مارنا اور داغنا دونوں ممنوع ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے: نهی رسول الله ﷺ عن الضرب فی الوجه و عن الوسم فی الوجه (مسلم، کتاب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه و وسمه فیه) ۔

شوکانی نے کہا: فیه دلیل علی تحریم وسم الحیوان فی وجهه (نیل الاوطار ۹۹٫۸، الشوکانی)۔

فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی جانور کے جسم سے لگے ہوئے کسی عضو سے استنجاء کرے، یہ حرام ہے جیسے دُم، کان، اون: لأن فیه امتهانا و ابتذالا له (المجموع ۱۳۸٫۲، النووی)۔

جذبۂ رحم کے ساتھ حیوان کا قتل:

عمر کی زیادتی یا بیماری کی وجہ سے کوئی حیوان اپنی کفالت سے عاجز ہوجائے اور اس کا مالک دیکھ ریکھ نہیں کرسکتا اور حیوان کو تکلیف دہ بیماری یا زخم لاحق ہے یا اسے چارہ پانی ملنا ناممکن ہے تو بعض فقہاء نے جذبۂ رحم کے تحت اسے قتل کی اجازت دی ہے: ارتکاب ا لأخف الضررین (مواهب الجلیل ۲۳۶٫۳ ، الخطاب) ۔

گو اس بارے میں فقہاء کی دوسری رائے عدم قتل کی ہے۔ لأنه معصوم ما دام حیا (کشاف القناع ۴۹۴٫۵، البهوتی)۔

۴-نسل حیوانی کے تحفظ کا حق

فقہ اسلامی نے حیوانات کی نسل کی بقا بطور حق تسلیم کیا ہے، اس لئے جس حیوان کی نسل کے معدوم ہونے کا اندیشہ ہو اسے قتل کرنا، ذبح کرنا جائز نہیں ہے، اور اسلام

نے تو تمام حیوانات کے تحفظ کی بات مکہ مکرمہ میں ان کے قتل کو ناجائز قرار دے کر کی ہے۔ (دکتور ناصر احمد http://alwaei.com)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ وَاللّٰهُ لاَ یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (بقرہ: ۲۰۵)۔

ترجمہ :تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے؛ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی برائی کے بارے میں بتایا کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں اور حیوانات کی نسل کشی کرتے ہیں۔ (جامع البیان ۳۱۷،۲، الطبری)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لو لا أن الکلاب أمۃ من الأمم لأمرت بقتلها، فاقتلوا منها الأسود البهیم (ابودائود: کتاب الصید)۔

خطابی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے کسی حیوان کی نسل کا خاتمہ ناپسند فرمایا چونکہ ہر حیوان عالم کا حصہ ہے اور اس میں منفعت و مصلحت پنہاں ہے، بوقت ضرورت ان میں ایذا پہنچانے والے کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے (معالم السنن ۲۸۹،۴، ابوسلیمان احمد بن حمد بن محمد الخطابی)۔

نسل حیوانی کے تحفظ کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ نر وماده کے ملنے کے مواقع پیدا کرنا چاہئے: وأن یجمع بین ذکورها و إناثها فی ابان إتیانها (قواعد الاحکام ۱۶۷،۱، عبدالعزیز بن عبدالسلام)۔

فقہاء نے گدھے، گھوڑی کی جفتی سے روکا ہے؛ کیونکہ گھوڑے کی نسل اس طرح ختم نہیں تو کم ہوسکتی ہے (تفسیر القرآن العظیم ۵۶۴،۲، اسماعیل بن کثیر)۔

حیوانات کے حقوق کے تحفظات:

اسلام میں حیوانات کے حقوق کو صرف نظری و فکری یا ضابطہ محض کی حیثیت سے حاصل نہیں ہے نہ لوگوں کی خواہشات کے تابع ہے؛ بلکہ شریعت نے تحفظات رکھا ہے، جرما نے عائد کئے ہیں؛ تاکہ لوگ فروگذاشت کے شکار نہ ہوں، تحفظات کی چند صورتیں یہ ہیں:

(الف) اخلاقی ودینی پہلو:

مسلم کا دینی جذبہ اللہ کے احکامات پر ابھارتا ہے، ثواب کی امید اور سزا کا خوف دلاتا ہے، جذبہ دینی و اخلاقی پہلو حدود کی پابندی کا قوی ترین ذریعہ ہے، جیسے ایک خاتون بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی اور ایک شخص کتے کی وجہ سے جنت میں گیا اور ایک شخص مستحق لعنت ہوا کہ اس نے گدھے کے چہرے کو داغا تھا، یہ وہ تنبیہات ہیں

جن کا تذکرہ فقہاء نے بحسن و خوبی کیا ہے۔ ابن حجر ہیثمی نے حیوان کو سخت سزا دینے کا شمار گناہ کبیرہ میں کیا ہے (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۱،۳۴۹، ابن حجر الہیثمی) ۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے مقابلے ذمی پر ظلم کرنا زیادہ برا ہے اور ذمی کے مقابلے میں حیوانات پر ظلم ڈھانا اور زیادہ برا ہے (الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ۶،۴۰۱، حصکفی)۔

(ب) امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

حیوانات کے حقوق کی خلاف ورزی ظلم ہے۔ اگر معاشرے میں لوگ اس برائی میں مبتلا ہوں تو دین دار طبقے کی ذمہ داری ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران: ۱۰۴)۔

ترجمہ: تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

فرمانِ رسالت ہے : من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ فإن لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الإیمان (مسلم، کتاب الایمان)۔

جو برائی دیکھے طاقت سے کچل دے، یہ نہ ہوسکے تو زبان سے کہہ دے، یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے تو برا سمجھے، یاد رہے کہ یہ ایمان کمزور ترین ہے۔

(ج) حکومت کا کردار:

حیوانات کے حقوق کا تحفظ صرف افراد کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے اور اسلام نے اس کی متعدد صورتیں تجویز کی ہیں:

۱-نگرانی : حکومت مختلف سطح کے نگراں مقرر کرے اور شعبۂ حیوانات کی من جملہ ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہو۔

۲-فہمائش و رہنمائی : چوپائے کے مالکان کو تلقین کی جائے کہ طاقت سے زیادہ باربرداری نہ کریں، بوجھ لدی سواری کو دیر تک کھڑی نہ رہنے دیں، بار برداری کے وقت تیز نہ ہانکیں، کاری ضرب نہ لگائیں، چارے پانی کا انتظام کریں۔

۳-حق کی ادائیگی بالجبر کرائے: حکومت کی طرف سے مقررہ نگراں حیوانات کے مالکان کو حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرے۔ اگر اس کے باوجود وہ ادا نہ کریں تو ان کو مجبور کرے۔

۴-عملی تنقید: اگر مالکان حیوانات حقوق کی ادائیگی میں فہمائش کے باوجود کوتاہی برتیں تو نگراں حقوق کی ادائیگی کی عملی تنفیذ کرائے،آخری صورت یہ ہے کہ ایسے شخص کے جانور کونگراں فروخت کردے جو حقوق ادا نہ کر رہا ہو: قال ابن الزاغوانی إن

أبی باع الحاکم علیہ (الانصاف ۹،۴۱۵، المرداوی)۔

۵-معنوی سزا: اگر حیوان کے حقوق کی تکمیل کوئی انسان نہ کرے تو اسے معنوی سزا دی جائے جس میں جسمانی اذیت یا مالی مضرت نہ ہو،بس اس سے اس کی حیثیت عرفی پر فرق آئے، جیسے حضور ﷺ نے گدھے کے چہرے کو داغنے والے کی ملامت فرمائی۔

۶- ظاہری سزا : جیسے مجرم کی پٹائی، جرمانہ، اس کے تصرفات پر پابندی۔ فقہاء نے لکھاہے کہ جو شخص پرندوں کو پنجرے میں مستقل بند کئے ہو جیسے بلبل وغیرہ تاکہ چہچہانے سے مسرور ہو تو اس کی عدالت مجروح ہوجائے گی اور شہادت قبول نہ کی جائے گی کیونکہ یہ کوئی ضرورت نہیں ہے اور حیوان کو اذیت سے دوچار کرنا ہے (الفروع ۶،۵۷۶، محمد بن مفلح بن محمد المقدسی، الآداب الشرعیۃ ۳،۳۴۶)۔

۷-حکومت کی ذمہ داری : حیوانات کے حقوق کی ادائیگی کے سارے طریقے مسدود ہوجائینتو حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حقوق کی ادائیگی کرے، جس کی صورت ہر زمانے کے لحاظ سے جدا ہوتی ہے، کبھی یہ ذمہ داری مسلم معاشرہ پر عائد ہوتی ہے۔ فعلی المسلمین کفایتھا (معالم القربۃ فی معالم الحسبۃ، ص۲۷، ابن الاخوۃ القرشی)۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا شوکت ثنا قاسمی•

دین اسلام رحمت اورسراسر امن وسلامتی اور خیر خواہی کا مذہب ہے، اور یہ سب کومحبت و سلامتی کا پیغام دیتا ہے، اسلام نے تو اپنے پیروکاروں کو جانوروں سے بھی حسن سلوک کا درس دیا، اور ان پر رحم کرنے کاحکم دیا ہے، اسلام نے جس طرح انسانوں کی ایذا رسانی کو شرعی جرم قرار دیا ہے اسی طرح جانوروں کی ایذا رسانی کو بھی مذہبی گناہ کہا ہے، اور اسلام میں جس طرح انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا باعث ثواب ہے ،اسی طرح جانوروں، پرندوں اور چوپایوں کیساتھ بہتر سلوک کرنااجروثواب کاموجب ہے، ان جانوروں کا سب سے اہم حق یہ ہے کہ ہم انسان ان بے زبان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھیں اور ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کریں،حضرت محمد ﷺ نے زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کے ساتھ رحم کرنے کا بہت ہی تاکیدی و عمومی حکم مسلمانوں کو دیا ہے کہ مسلمانو! تم زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو تو آسمان والا (رب العرش) تم پر رحمت فرمائے گا۔

اسلام سے پہلےجانوروں کے تکالیف پہونچانے کےجو مختلف طریقے رائج تھے ان پر روک لگادی گئی،عرب میں ایک دستوریہ بھی تھاکہ جب کوئی مرجاتاتواس کی سواری کے جانورکواس کی قبرپرباندھ دیتے تھے اوراس کودانہ، گھاس اورپانی نہیں دیتے تھے، اوروہ اسی حالت میں سوکھ کرمرجاتاتھا، اسلام نے اس سنگ دلی کومٹادیا، عرب میں جانورکوکسی چیزسے باندھ کراس پرنشانہ لگانے کا رواج تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے جانوروں کے گوشت کوناجائزقرار دیا، اورعام حکم دیاکہ کسی ذی روح چیزکواس طرح نشانہ نہ بنایا جائے،اور آپ ﷺ نے زندہ جانوروں کے مثلہ کرنے یعنی ان کے کسی عضو کے کاٹنے کی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی،اور آپ ﷺ نے بلا ضرورت کسی جانور کے قتل کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ،اورجو جانور بوقت ضرورت مارے یا ذبح کئے جاتے ہیں، ان کے مارنے یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح کی نرمی کرنے کا حکم دیا،عرب میں جانوروں کے ساتھ جو بے رحمی کاسلسلہ جاری تھا اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اہل عرب کو یہ معلوم نہ تھا کہ جانوروں کو دکھ درد اور تکلیف

• استاذ جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد۔

پہنچانا بھی گناہ کا کام ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اہل عرب کو بتایا کہ جس طرح انسانوں کو تکلیف پہونچانا ایک شرعی جرم ہے، اسی طرح جانوروں کی ایذا رسانی بھی ایک مذہبی گناہ ہے؛چنانچہ ایک عورت کی نسبت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر صرف اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانا پانی کچھ نہ دیا، اور بالآخر وہ اسی طرح بندھی بندھی مرگئی، اسی طرح اہل عرب کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس طرح انسانوں کے ساتھ حسن سلوک ثواب کا کام ہے ،اسی طرح جانوروں اور پرندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باعث ثواب ہے، اسی عدم واقفیت کی بنا پر ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کےلیے پانی کے جو حوض بنائے ہیں، ان پردوسرے لوگوں کے بھولے بھٹکے اونٹ بھی آجاتے ہیں، اگر میں ان کو پانی پلادوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا؟ فرمایا کہ ہر پیاسے یا ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے،سرکار دوعالم ﷺ نے جانوروں کے متعدد حقوق کو بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایاہے۔اس مختصر سی تمہید کے بعدسوالنامہ میں مذکورہ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

چارہ خور جانور کے لیے لحمی اجزاء پر مشتمل غذا:

اللہ تعالیٰ جانوروں کی تخلیق کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَالأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ، وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ، وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُوفٌ رَحِيمٌ، وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لا تَعْلَمُونَ (سورة النحل: ۵تا ۸)۔

(اور چوپائے اسی نے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے، اور اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، اور انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو، اور جب تم انہیں شام کے وقت گھر واپس لاتے ہو، اور جب انہیں صبح کو چرانے لے جاتے ہو تو ان میں تمہارے لیے ایک خوشنما منظر بھی ہے،اور یہ تمہارے بوجھ لاد کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم جان جوکھوں میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار بہت شفیق، بڑا مہربان ہے۔ اور گھوڑے، خچر اور گدھے اسی نے پیدا کیے ہیں؛ تاکہ تم ان پر سواری کرو، اور وہ زینت کا سامان بنیں۔ اور وہ بہت سی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے)۔

جانوروں کی تخلیق کے ان مقاصد کے مدِّنظر اگر ان کے لیے ایسی غذائیں تیار کی جائیں جن کی وجہ سے وہ تیزی سے بڑھ سکیں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے ،تواس میں کوئی قباحت نہیں ہے،اور اس کی اجازت وگنجائش ہے،اگر چہ کہ وہ غذا لحمی اجزاء پر مشتمل ہو۔

دودھ اور گوشت میں اضافہ کےلیے انجکشن:

اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو مختلف مقا صد اورفائدے کے لیے پیدا کیا ہے،ان میں سےایک اہم مقصد دودھ ا ورگوشت کا حصول بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (سورة النحل: ٥) (اور چوپائے اسی نے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے، اور اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، اور انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو)۔

نیز ارشاد باری ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ (النحل: ٦٦) (اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں بھی سوچنے کا بڑا سامان ہے، ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے بیچ میں سے ہم تمہیں ایسا صاف ستھرا دودھ پینے کو دیتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہوتا ہے)۔

دودھ ا ورگوشت میں اضافہ کے لیے جس طرح مختلف انواع واقسام کا چارہ اور گھاس دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر انجکشن کے ذریعہ سے جانور کے دودھ اور گوشت میں اضافہ ہوسکتا ہو تو اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

حلال وحرام جانور ونکااختلاط اور اس صورت میں بچہ کا حکم :

(الف) حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لیے حرام جانوروں سے اختلا ط کی گنجائش کے باوجود یہ طریقہ غیر مناسب اور ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔

جواز وگنجائش کی وجہ یہ ہے کہ دو مختلف جنس کے نرو مادہ کے اختلاط کی صورت میں اگر انسان کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے مفید ثابت ہوتو ایسا کرنا جائز ہوگا،چنانچہ فقہائے احناف نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قراردیا ہے،اور اس بات سے استدلال کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے،اگر یہ عمل ناجائزہوتا تو ضروری تھا کہ آپ ﷺ اس پر سواری کو گوارہ نہ فرماتے۔

امام مرغینانی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا بأس بخصاء البهائم وإنزاء الحمير على الخيل؛ لأن في الأول منفعة للبهيمة والناس. وقد صح أن النبي عليه الصلاة والسلام ركب البغلة، فلو كان هذا الفعل حراما لما ركبها لما فيه من فتح بابه (الهداية ٤ ٫ ٣٨٠، البحر الرائق٨ ٫ ٢٣٤ ،مجمع الانهر٢٫ ٥٥٥)۔

اور اختلاط کے مذموم وناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا حضر ت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں ایک خچر بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر سواری فرمائی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر ہم گھوڑی کو گدھے سے اختلاط کراتےتو ہمیں بھی اس طرح کا خچر حاصل ہوسکتا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کام وہی کرے گا جو شریعت سے ناواقف ہو۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هَذِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (ابوداؤد: ۲۵۶۵)۔

اورسیدنا حضر ت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمینگدھے اور گھوڑے کے اختلاط کرانے سے منع فرمایا۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ:نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِيَ حِمَارًا عَلَى فَرَسٍ (مسند احمد: ۷۳۸، شرح مشکل الآثار: ۲۱۳)۔

انہی روایتوں کی بنیاد پر فقہائے شوافع نےگدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو مکروہ قراردیا ہے،علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یکرہ إنزاء الحمیر علی الخیل (شرح المہذب للنووی۶ ،۱۷۸)۔

(ب) دو مختلف جنس کے نر وماده کے اختلا ط کی صورت میں اگرنر وماده دونوں حلال ہو تو ماده کا اعتبار کیا جائے گا،مثلا: پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہوتوماں کا اعتبار ہوگا،اگر ماں قربانی کے جانوروں میں سے ہے تو اس کی قربانی درست ہوگی، مثلاً : نر ہرن اور بکری کے ملاپ سے بچہ ہو ، اور وہ بکری کی جنس سے ہوتو اس کی قربانی درست ہوگی۔

مشہور ومعروف فقیہ علامہ علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ اگرہرن اور بکری کے ملاپ سے بچہ ہو،اور وہ بکری کا ہی بچہ ہوتو اس کی قربانی درست ہوگی،اوراگربکری سے ہرن پیدا ہوتو اس کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

إذا نزا ظبي على شاة أهلية فإن ولدت شاة تجوز التضحية بها وإن ولدت ظبيا لا تجوز (بدائع الصنائع ۵، ۶۹، حاشیہ ابن عابدین۶،۳۲۶، ھدایہ۴، ۳۶۰)۔

اور علامہ زیلعی تحریر کرتے ہیں:

لو نزا ظبي على شاة قال عامة المشايخ يجوز (تبيين الحقائق ۶، ۷)۔

(ج) اور اگر حلال وحرام جانور کے اختلاط سے بچہ پیداہوتو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں اس میں خود فقہائے احناف میں اختلاف ہے،علامہ عینی اور علامہ زیلعی رحمہما اللہ نے خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر حلال وحرام جانور کے اختلاط سے بچہ پیداہوتواس بچہ کا گوشت کھانا عام مشائخ احناف کے نزدیک جائز نہیں

ہے؛چنانچہ علامہ عینیؒ نقل کرتے ہیں:

وفي ''خلاصة الفتاوى'':لو نزا الكلب على الشاة فولدت قال عامة الفقهاء:لا يجوز، قال الإمام الجنزاري: إن كان يشبه الأم تجوز (البنایہ: ۱۲۔ ۴۹)۔

اور علامہ زیلعی تحریر کرتے ہیں:

في خلاصة الفتاوى، ولو نزا كلب على شاة فولدت قال عامة المشايخ لا يجوز، وقال الإمام الخيزاخزي: إن كان يشبه الأم يجوز، ولو نزا شاة على ظبي قال الإمام الخيزاخزي: إن كان يشبه الأب يجوز، ولو نزا ظبي على شاة قال عامة المشايخ يجوز، وقال الإمام الخيزاخزي: العبرة للمشابهة كذا في الخلاصة (تبيين الحقائق۶٫۷)۔

علامہ ابن نجیم مصری ؒکی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔

فإذا نزا كلب على شاة فولدت لا يؤكل الولد (الاشباه والنظائر: ۹۳)۔

فقیہ عصر حضرت اقدس مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا رجحان بھی اسی طرف ہے (قاموس الفقہ۳٫ ۳۱۹)۔

اور دیگر فقہائے احناف کے نزدیک دو مختلف جنس کے نر وماده کے اختلا ط کی صورت میں نرخواہ حلال ہو یا حرام، ماں کا اعتبار ہوگا،ماں اگر حلال اور پالتو ہے اور بچہ مانکی جنس سے ہے تو اس کا گوشت اور اس کی قربانی جائزہے۔

امام مرغینانی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ پالتواور جنگلی جانور سے پیدا شدہ بچہ ماں کے تابع ہوگا،اس لیے کہ ماں ہی اصل ہے، یہاں تک کہ اگر بھیڑیا بکری سے ملاپ کیاتو اس بچہ کی قربانی درست ہوگی۔

والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم لأنها هي الأصل في التبعية، حتى إذا نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد (الهداية ۴٫ ۳۶۰)۔

مشہور ومعروف محقق وفقیہ علامہ ابن عابدین نے بھی صاحب ہدایہ کی یہ بات نقل کر کے اس پر کوئی رد نہیں کیا ہے،چنانچہ وہ لکھتے ہیں: صرح في الهداية وغيرها في الأضحية بجواز الأضحية به حيث قال:والمولود بين الأهلى والوحشي يتبع الأم؛ لأنها الأصل في التبعية، حتى إذا نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد (حاشیہ ابن عابدین۱٫ ۲۲۶)۔

اورأبو بكر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری نے بھی صاحب ہدایہ کی تائید کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

(والأضحية من الإبل، والبقر، والغنم) ولا يجوز فيها شئ من الوحش فإن كان متولداً من الأهلى، والوحشى فإن المعتبر فى ذلک الأم ؛ لأنها هى الأصل فى التبعية حتى إذا نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد وكذا إذا كانت البقرة أهلية نزا عليها ثور وحشى فإن كان على العكس لم يجز أن يضحى بالولد'' (الجوہرة النیرة شرح القدوری ۱۸۹٫۲)۔

امام کاسانی رحمہ اللہ اس پر اصولی گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر جنگلی اور

پالتو جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہو تو ماں کا اعتبار ہے،اگر ماں پالتوہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں ،یہاں تک کہ اگر پالتو گائے سے جنگلی بیل نے ملاپ کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کی قربانی درست ہوگی،اور اگر جنگلی گائے سے پالتو بیل نے ملاپ کیا تو اس کے بچہ کی قربانی جا ئز نہیں ہے، اس لیے کہ اصل میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، اور بچہ مانسے پیدا ہوتا ہے،اور وہ حیوان متقوم ہے جس سے احکام متعلق ہوتے ہیں،اور باپ سے تو صرف حقیر بے وقعت پانی نکلتا ہے جس سے کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا ہے، اسی وجہ سے بچہ آزادی وغلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فإن كان متولدا من الوحشي والإنسي فالعبرة بالأم فإن كانت أهلية يجوز وإلا فلا حتى إن البقرة الأهلية إذا نزا عليها ثور وحشي فولدت ولدا فإنه يجوز أن يضحى به، وإن كانت البقرة وحشية والثور أهليا لم يجز؛ لأن الأصل في الولد الأم؛ لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام وليس ينفصل من الأب إلا ماء مهين لا حظر له ولا يتعلق به حكم ولهذا يتبع الولد الأم في الرق والحرية (بدائع الصنائع :۵، ۶۹).

اس اصول سے بھی دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین اعظمی نور اللہ مرقدہ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اس طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں امریکن گائے جس کو عوام جرسی گائے بھی کہتے ہیں، اس کے بارے مینبتایا جاتا ہے کہ گائے کے ساتھ خنزیر کی جفتی کرائی جاتی ہے،یا خنزیرکا مادہ منویہ حاصل کرکے بذریعہ مشین گائےکی شرمگاہ میں ڈالا جاتا ہے ،اس سے جو گائے پیدا ہوتی ہے،اس کا شرعی حکم کیا ہوگا اس کا گوشت کھانا ،دودھ پینا اور اس کی قربانی درست ہے؟یہ امریکن گائے بنسبت ہندوستانی گایوں کے دس گنا زائد دودھ دیتی ہے۔

الجواب: حیوانات میں نسب ماده سے چلتا ہے،جب یہ گائے (امریکن یا جرسی) اور گایوں کی طرح کھاتی پیتی ہے اور گائے کی طرح بولتی ہے تو یہ شرعاً گائے ہی شمار ہوگی خواہ خنزیر سے جفتی کرائی گئی ہو،یا بذریعہ انجکشن یا کسی اور طرح حاملہ کرائی گئی ہو اور حاملہ کرانے کا یہ طریقہ غیر شرعی یا مذموم وغیرہ ہو، اس سے اس کے گائے ہونے میں کوئی شبہ نہ کیا جائے گا،گائے کا ہی حکم رہے گا، اور اس کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور اس کی قربانی کرنا، پالنا سب درست رہے گا (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱،۳۵۶)۔

میرے ناقص علم کے مطابق بھی دوسرا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے؛اس لیے کہ نر وماده دونوں حلال جانور ہو، اس صورت میں بھی ماں کا ہی اعتبار کیا جاتاہے،نر کا اعتبار نہیں ہوتا ہے،مثلاً: ہرن اور بکری کے اختلاط سے اگر کوئی بچہ پیداہو تو اس بچے

کی قربانی اس وقت درست ہوگی جب وہ بچہ بکری کی جنس سےہو، اگر وہ ہرن کی جنس سے ہو تو بالاتفاق کسی کے نزدیک قربانی درست نہیں ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

إذا نزا ظبي على شاة أهلية فإن ولدت شاة تجوز التضحية بها وإن ولدت ظبيا لا تجوز (بدائع الصنائع ۶۹،۵، حاشیہ ابن عابدین۳۲۶،۶، ھدایہ۴، ۳۶۰)۔

بطور زینت کسی جانور اور پرندے کو پنجرے میں رکھنا:

خوبصورت وجائز پرندوں کی خرید وفروخت اوربطور زینت ان کی آوازسننے اوردیکھنے کی غرض سے پرورش کی گنجائش ہے۔اور شرعا ان کی خرید وفروخت اور پرورش کی ممانعت نہیں ہے،بلکہ اگر ان کے کھانے پینے اوردیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے تو احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق مند تھے،میرے ایک بھائی ابو عمیرتھے،جب آپ ﷺ ہمارے پاس آتے تھے تو اس سے فرماتے: اے ابو عمیر! تمہارے گوریے کو کیا ہوا؟ گوریا ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا (جو مرگیا تھا)۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وَكَانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ - قَالَ: أَحْسِبُهُ - فَطِيمًا، وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ» نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ (بخاری: ۶۲۰۳، باب الكنية للصبي وقبل أن يولد للرجل)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث سے مستنبط ہونے والے فوائد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(الف) اس روایت سے بچوں کا پرندوں سے کھیلنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(ب) والدین اپنےچھوٹے بچوں کو مباح کھیل کھیلنے کے لیےچھوڑ سکتے ہیں۔

(ج) اور بچوں کے مباح کھلونے خریدنے کے لیے رقم خرچ کیا جاسکتا ہے۔

(د) اور پرندوں کوپنجرے وغیرہ میں قید کرکے رکھا سکتا ہے (فتح الباری۵۸۴،۱۰، باب الكنية للصبي وقبل أن يولد للرجل)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عورت ایک بلّی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کی گئی جس کو وہ قید کرکے رکھی تھی،نہ کھلاتی اور پلاتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ حشرات الارض کو کھا سکے۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار، لا هي أطعمتها ولا سقتها إذ حبستها، ولا هي تركتها تأكل من خشاش الأرض (بخاری :باب فضل سقي الماء، مسلم:باب تحريم قتل الهرة)۔

اس روایت سے گھر میں بلّی پالنے کا جواز ثابت ہوتا ہے،اور جس طرح بلّی کی

پرورش کی جاسکتی ہرن اور دیگر پرندوں کو بھی پنجرے میں رکھا جاسکتا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے بعض پرندوں کی خوبصورتی اور بعض پرندوں کی آواز سے استفادہ کی غرض سے اس کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے،اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کو پنجرے میں رکھا جائے۔

(قسم) ينتفع به فيجوز بيعه كالإبل والبقر والغنم والخيل والبغال والحمير والظباء والغزلان والصقور والبراة والفهود والحمام والعصافير والعقاب وما ينتفع بلونه كالطاؤوس أو صوته كالزرزور والببغاء والعندليب (المجموع شرح المهذب ۹ ا،۲۴۰)۔

وقال في معالم القربة:''ويجوز بيع الببغاء، والطاؤوس، والطيور المسموعة، وإن كانت لا تؤكل؛ فإن التفرج بأصواتها، والنظر إليها غرض مقصود مباح'' (معالم القربة، ص: ۵۶، بحوالہ المُعَامَلَاتُ المَالِيَّةُ أَصَالَة وَمُعَاصَرَة،المبحث التاسع في بيع الطيور لصوتها أو للونها)۔

شوقیہ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں رکھنا:

خطرناک جانور مثلا: شیر،سانپ اور خونخوار کتے وغیرہ کوشوقیہ طور پرپنجروں مینبند کرکے یا باندھ کررکھناکہ اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوجائے،ایسے شوق کی تکمیل کی شرعاً گنجائش نہیں ہوگی؛کیوں کہ اس عمل میں نہ انسانی منفعت ہے اور نہ ہی مصلحت، بلکہ پرورش کرنے والے اور دوسرے لوگوں کی جان وحیوان کےلیے نقصان کا امکان ہے،اور اس شوق میناپنے مال ودولت اور وقت کا ضیاع ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ہلاکت کے اسباب فراہم کرنے سے منع کیا ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة:۱۹۵) اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

رسول اللہ ﷺ نے غیر ضروری چیزوں میں مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے:

ونهى النبي صلى الله عليه وسلم عن إضاعة المال (بخاری:باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى)۔

اوررسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کے قدم قیامت کے دن آگے نہیں بڑھ سکیں گے جب تک کہ اس کے عمر کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے کہ وہ اس کو کہاں گذارا، اور علم کے متعلق کہ اس پر کتنا عمل کیا، اور مال کے متعلق کہ وہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور جوانی کے متعلق کہ وہ اس کو کن کاموں میں لگایا۔

لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيما أفناه، وعن علمه فيم فعل، وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وعن جسمه فيم أبلاه (ترمذی: ۲۴۱۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے شوقیہ کتّا پالنے کو ناپسند کیا ہے،اور نیک اعمال میں کمی کا ذریعہ بتایا ہے،حضرت عبد اللہ بن عمررضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ جو شخص ایسا کتا پالے کہ جانور کی حفاظت یا شکار کے لئے نہ ہو تو ہر دن اس کے عمل سے دو قیراط کم ہوجاتے ہیں۔

من اقتنى كلبا، ليس بكلب ماشية، أو ضارية، نقص كل يوم من عمله قيراطان (بخاری:۵۴۸۰)۔

امام علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ لہوولعب کے لیے بندر کو پالنا مکروہ ہے اور کہا گیا ہے کہ مطلق مکروہ ہے۔

يكره اقتناء قرد لأجل اللهو واللعب. وقيل: مطلقا (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف :۴، ۲۷۵)۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات:

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تما م مخلوقات، نباتات،معدنیات اور حیوانات کو انسان کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے،اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ: ۲۹) (وہ (ذات پاک ایسی ہے) جس نے پیدا کیا تمہارے (فائدے کے) لیے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہیں سب کا سب)۔

اس لیے انسان کو یہ اختیار ہے کہ ان چیزوں کو کاٹ چھانٹ،کوٹ ،پیس کر اور کیمیائی تحلیل کےطریقوں سے استعمال کرے،اور جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی انسانی فوائد ومصلحت کے لیے ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں؛کیوں کہ یہ بھی جانور سےفائدہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جانوروں کی تخلیق کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتےہیں:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ (النحل: ۸۰)۔

اور اللہ نے تمہارے گھروں میں تمہارے لیے سکونت کی جگہ بنائی ہے اور اس نے بنا دیے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے ایسے گھر (خیمے) جنہیں تم بہت ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ اور قیام کے دن اور (اس نے بنایا تمہارے لیے) ان (بھیڑوں) کی اون سے اور ان (اونٹوں اور بکریوں) کے بالوں سے سامان اور برتنے کی چیزیں ایک خاص وقت تک کے لیے ۔

حضرت اقدس مفتی نظام الدین اعظمی نور اللہ مرقدہ سابق مفتی دارلعلوم دیوبند ‘‘مختلف مقاصد میں جانوروں کا استعمال’’ کےمتعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) بعض چیزیں وائرس یا بیکٹریایا بعض امراض کا سبب بنتے ہیں،مثلاً ایک کیمیائی عنصر CARCINOGEN جس سے کینسر پیداہوتا ہےیا اس کے ہونے کا شبہ ہوتو کسی جانور کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے،اس کے بعد اس کا مطالعہ کیاجاتاہے۔

(۲)ایسا بیکٹریا جس سے مننجائٹس پیدا ہونے کا شبہ ہو جانور کے جسم میں داخل کیاجاتاہے دونونہی صورتوں میں جانور کو مار کر اس کے ٹکڑےکئے جاتے ہیں تاکہ نتائج کا علم ہوسکے۔

(۳) بعض اجزاء یا دواؤں کو جسم میں داخل کرنا تاکہ قلبی کیفیات پر پڑنے والے اثرات کا علم ہوسکے ان اثرات کو جاننے کے لیے مشاہدہ یا مشینی تعاون سے کام لیا جاتا ہے۔

(ب) جانوروں کو سخت سردی میں مبتلا کیاجاتاہے اور پھر دواؤں کے اثر کا مشاہدہ کیاجاتاہے،ان طریقوں کے استعمال سے ہم جان پاتے ہیں کہ ان دواؤں کا اثر انسان پر کیا پڑسکتا ہے اور اس طرح ہم جسم انسانی کے بارے میں واقفیت کے ساتھ بہتر اور ترقی یافتہ معالجہ مریض انسانوں کے لیے فراہم کرسکتے ہیں۔

سوال: کیا اس طرح تجربہ اسلام میں درست ہے :

جواب : اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس کے مرجانے کے بعد کیاجائے اور زندہ رہنےکی حالت میں اسی حد تک گنجائش جوازہوگی جس حد تک اس جانور کو غیر معمولی تکلیف نہ پہونچے (منتخبات نظام الفتاویٰ۱؍۳۹۸)۔

فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم جانورو ں پر میڈیکل تجربات کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لیے بسا اوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے،پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں،جو اس بیماری کو پیدا کردیں،پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہےجوان امراض کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہوں یہ صورتیں جائز ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنا سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے،لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لیے خادم ہیں، اسی لیے جانوروں کی سواری،ان کے گوشت کو غذا،چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لیے اس کے جسم میں پیوندکاری کی اجازت دی گئی ہے،مذکورہ صورتوں میں بھی چوں کہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے، بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لیے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشاء ہے،اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل۱؍۳۳۷)۔

زندہ جانور کے کسی عضو کا نکال لینا:

زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جائز ہوگا،اگر جانور کو اس کی وجہ سے غیر معمولی تکلیف نہ ہو۔

جن جانوروں کو شکار کرنا ممنوع ہو ان کا شکار:

اسلام میں شکار کی اجازت ہے،بشر طیکہ اس کا مقصد محض تفریح طبع نہ ہو ،

بیچنے کے لیے شکارکرنا اور اس کو کسب معاش کا ذریعہ بنانا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (سورۃ المائدۃ: ۲) (اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرسکتے ہو)۔

نیز ارشاد باری ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(سورۃ المائدۃ: ۴) (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال ہیں ؟ فرما دیجئے : تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سکھا سکھا کر (شکار کے لیے) سدھا لیا ہو، وہ جس جانور کو (شکار کر کے) تمہارے لیے روک رکھیں، اس میں سے تم کھا سکتے ہو، اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ جلد حساب لینے والا ہے)۔

مختلف روایتوں سےبھی شکارکا مباح ہونا ثابت ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ہم ایسی قوم میں رہتے ہیں جو ان کتوں سے شکار کرتی ہے، آپ نے فرمایا کہ جب تم سکھائے ہوئے کتے چھوڑو اور اللہ کا نام ان پر لے لو (بسم اللہ پڑھ لو) تو جو تمہارے لئے رکھ چھوڑیں اس میں سے کھالو، اور اگر کتا کھالے تو نہ کھاؤ؛ اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ اس نے اپنے لئے رکھ چھوڑا ہو، اور اگر اس کے ساتھ دوسرے کتے بھی شریک ہوگئے ہوں تو اس میں سے بھی نہ کھاؤ۔

عن عدي بن حاتم رضي الله عنه، قال:سألت رسول الله ﷺ فقلت:إنا قوم نتصيد بهذه الكلاب، فقال: إذا أرسلت كلابك المعلمة، وذكرت اسم الله، فكل مما أمسكن عليك، إلا أن يأكل الكلب فلا تأكل، فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه، وإن خالطها كلب من غيرها فلا تأكل (بخاری: ۵۴۸۷، باب ما جاء في التصيد)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ مرالظہران (مکہ کے قریب ایک مقام) میں ہم نے ایک خرگوش کو ابھارا، لوگ اس کے پیچھے دوڑے مگر وہ لوگ اس کو نہ پاسکے، میں اس کے پیچھے لگا اور میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا، انہوں نے اسے ذبح کیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے کو لھے یا دونوں رانیں بھیجیں تو آپ نے انہیں قبول فرما لیا۔

عن أنس رضي الله عنه، قال:أنفجنا أرنبا ونحن بمر الظهران، فسعى القوم فلغبوا، فأخذتها فجئت بها إلى أبي طلحة، فذبحها فبعث بوركيها - أو قال: بفخذيها - إلى النبي ﷺ

فقبلها (بخاری: ۵۵۳۵)۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، وہ مکہ کے راستہ میں ایک جگہ پر اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ جو احرام باندھے ہوئے تھے پیچھے رہ گئے، خود ابوقتادہ رضی اللہ عنہ احرام سے نہیں تھے، اسی عرصہ میں انہوں نے ایک گورخر دیکھا اور (اسے شکار کرنے کے ارادہ سے) اپنے گھوڑے پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے (جو محرم تھے) کوڑا مانگا ،لیکن انہوں نےکوڑا دینے سے انکار کردیا،پھر اپنا نیزہ مانگا،لیکن اسے بھی اٹھانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوئے تو انہوں نے وہ خود اٹھایا اور گورخر پر حملہ کیا اور اسے شکار کرلیا، پھر بعض نے اس کا گوشت کھایا اور بعض نے کھانے سے انکار کیا۔ اس کے بعد جب وہ نبی کریم ﷺکی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا حکم پوچھا، آپ ﷺنے فرمایا کہ یہ تو ایک کھانا تھا جو اللہ نے تمہارے لیے مہیا کیا تھا۔

كنت مع النبي ﷺ فيما بين مكة والمدينة وهم محرمون، وأنا رجل حل على فرس، وكنت رقاء على الجبال، فبينا أنا على ذلك، إذ رأيت الناس متشوفين لشيء، فذهبت أنظر، فإذا هو حمار وحش، فقلت لهم: ما هذا؟ قالوا:لا ندري، قلت:هو حمار وحشي، فقالوا:هو ما رأيت، وكنت نسيت سوطي، فقلت لهم:ناولوني سوطي، فقالوا: لا نعينك عليه، فنزلت فأخذته، ثم ضربت في أثره، فلم يكن إلا ذاك حتى عقرته، فأتيت إليهم، فقلت لهم:قوموا فاحتملوا، قالوا:لا نمسه، فحملته حتى جئتهم به، فأبى بعضهم، وأكل بعضهم، فقلت لهم:أنا أستوقف لكم النبي ﷺ، فأدركته فحدثته الحديث، فقال لي:أبقي معكم شيء منه؟ قلت: نعم، فقال:كلوا، فهو طعم أطعمكموه الله (بخاری: ۵۴۹۲)۔

حلال وحرام دونوں طرح کے جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے۔امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دریائی اور خشکی کے حلال وحرام جانوروں کا شکار کرنا مباح ہے،حلال جانوروں کا شکار اس کے گوشت سے استفادہ کے لیے ہوگا،اور حرام جانوروں کا شکار اس کی کھال ،بال اور اس کی ہڈی سے استفادہ یا اس کی ایذا سے بچنے کےلیے ہوگا۔

يباح اصطياد ما في البحر والبر مما يحل أكله وما لا يحل أكله، غير أن ما يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بلحمه وما لا يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بجلده وشعره وعظمه أو لدفع أذيته (بدائع الصنائع ۵؍۶۱)۔

اور جن چیزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جائز ومباح قرار دیا ہے، وہ چیزیں کسی ملکی قوانین کی وجہ سے حرام وناجائز نہیں ہوسکتی ہیں، لیکن اگر کسی ملک کا قانون شعائر اسلام کے منافی نہ ہو،اور اس پر عمل کرنے میں حرام اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو تو ایسی صورت میں اس ملک کےشہری ہونے کی وجہ سے

اس ملک کے قانون کا احترام کرنا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ ملک کا ہرشہری اس ملک کے قانون کا احترام اور اس پر عمل کرنے کا وعدہ اور معاہدہ عملی کرتا ہے، مثلاً: ایک شخص ایک ملک میں بطور باشندے کے رہتا ہے تو وہ شخص عملاً اس حکومت سے وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کروں گا،لہذا اس شخص پر اس وعدے کی پابندی کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون: ۸) اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے:

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا (البقرة: ۱۱۷) اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی شرطوں کی پابندی کرنے کا حکم دیا ہے:

المسلمون عند شروطهم (بخاری: باب اجرة السمسرة)۔

المسلمون عند شروطهم ما وافق الحق من ذلك (مستدرک للحاکم۲،۵۷) ۔

اس لیےجب تک کسی ملک کا قانون اپنے باشندے کو گناہ کرنے پر مجبور نہ کرے، اس ملک کے باشندے کو ملکی قوانین پرعمل کرناضروری ہوگا،اور اگر قانون اس کو گناہ کرنے پر مجبور کررہا ہے تو پھر اس قانون پر عمل کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اس بارے میں صاف ارشاد ہےکہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (طبرانی کبیر:۳۸۱ ،مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۳۷۱۷)۔

اس تفصیل کی روشنی میں سوالنامہ میں شکار کے سلسلہ میں سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر حکومت کسی خاص جانور یا پرندے کے شکار پر پابندی لگادے،خواہ وہ مہمان پرندے ہوں یامیزبان، جنگلات کےہوں یا نہرو ں یاجھیل کے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی؛ کیوں کہ اسلام میں شکار محض مباح ہے، فرض وواجب نہیں، اور شکار نہ کرنے میں شعائر اسلام کی مخالفت یا گناہ کا ارتکاب لاز م نہیں آتا،بلکہ بعض ملکوں میں بعض جانور کے شکار کرنے میں عزت وآبرو اور جان ومال کے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے،اور انسانوں کے قاتلوں کو سزا نہیں ملتی ،لیکن جانوروں کاشکاری قید وبند کا شکار ہوجاتا ہے۔ اور شریعت مینجلب منفعت سے زیادہ اہم دفع مفاسد ہے۔ درء المفاسد أولى من جلب المصالح (الاشباہ والنظائر: ۷۸)۔

کسی گروہ کےنزدیک مقدس ومعبودقراردیئے گئے جانور کا ذبح:

ہندوستان میں گائے کی قربانی اسلامی شعار مینسے ہے،اس لیے اس کی قربانی اور اس کا گو شت کھانا محض ملکی قانون اور برادران وطن کی دل آزاری کی وجہ سے ناجائز

وحرام نہیں ہوسکتا ہے ،البتہ اگرکسی جگہ گائے کی قربانی پر قانوناً پابندی ہو،اوراس جگہ گائے کی قربانی کی وجہ سےفتنہ وفساداور مسلمانوں کی عزت وآبرو کے لٹ جانے کا اندیشہ ہوتو گائے کی قربانی اور ذبح سے احتراز کرنا چاہئے ۔

أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها فإن ما يؤدي إلى الشر شر (روح المعانی:تفسیرسورۃ الانعام آیت: ۸۴تا ۱۱۰، تفسیر مظہری:سورۃ الانعام آیت : ۸۴تا ۱۱۰)۔

لیکن گائےکے ذبح پر پابندی کے باوجود اگر کسی نے گائے کی قربانی کرلی تو یہ قربانی شرعاً جائز ودرست ہوگی،اور اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ گائے کی قربانی شرعاً حلال اور قرآن وسنت سے ثابت ہے ،جو کسی ملکی قانون کی وجہ سے حرام نہیں ہوسکتی(فتاوی محمودیہ۷؍۳۴۵)۔

وبائی متعدی امراض کےروک تھام کے لیے جانوروں کو تلف کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے جانوروں اور تمام مخلوقات کے ساتھ بہتر سلوک کرنے اور ان سے بہتر طورپر پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے، چناں چہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته، فليرح ذبيحته (مسلم: ۱۹۵۵، ترمذی: ۱۴۰۹، ابوداؤد: ۲۸۱۵)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہےکہ اللہ تعالی نے ہر چیز میں احسان کا حکم دیاہے،لہذا جب قتل کروتو اچھی طرح قتل کرو،اور تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو،اور تم چھری کو تیز کرو اور جانور کو آرام پہنچاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک جانور کےسامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنے،یا جانور کے سامنے چھری تیز کرنےکو بھی ناپسندیدفرمایاہے؛کیوں کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

أمر رسول الله ﷺ بحد الشفار، وأن توارى عن البهائم (سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۲)۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹا کر چھری تیز کررہا تھا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أن رجلا أضجع شاة يريد أن يذبحها وهو يحد شفرته، فقال النبي ﷺ: أتريد أن تميتها موتات هلا حددت شفرتك قبل أن تضجعها (مستدرک حاکم: ۷۵۶۳)۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ جانوروں کو مارنےکا وہ طریقہ جس میں جانوروں کو زیادہ سے زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو شرعاً ناپسندیدہ ہے،اس لیےوبائی متعدی امراض کے روک تھام کے لیےجانوروں کو زندہ دفن کردینا یا ان پرایسڈ ڈال دینا جائز نہیں ہوگا۔

جانوروں کو کن مصالح کے لیے مارا جاسکتا ہے؟

حلال جانوروں کو گوشت خوری اور اس کے بال وکھال اور ہڈی وغیرہ سے استفادہ کے مقصد سے اور حرام جانورں کو اس کے بال ،کھال اور ہڈی وغیرہ سے استفادہ کی غرض سے یا اس کے شر اور ایذاء سے بچنے کےلیے بھی مارا جاسکتا ہے۔ مشہور فقیہ امام کاسانی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

يباح اصطياد ما في البحر والبر مما يحل أكله وما لا يحل أكله، غير أن ما يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بلحمه وما لا يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بجلده وشعره وعظمه أو لدفع أذيته (بدائع الصنائع: ۶۱،۵)۔

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ويجوز اصطياد ما يؤكل لحمه من الحيوان وما لا يؤكل، لإطلاق ما تلونا والصيد لا يختص بمأكول اللحم قال قائلهم: صيد الملوك أرانب وثعالب ... وإذا ركبت فصيدي الأبطال، ولأن صيده سبب للانتفاع بجلده أو شعره أو ريشه أو لاستدفاع شره وكل ذلك مشروع(ہدایہ ۴۱۱،۴)۔

نقصان دہ جانوروں کا قتل:

جن جانوروں سے انسان کو اپنی جان یا جانوروں کی جان یا نقصان پہونچنے کا خطرہ ہوتوایسےجانوروں اور حشرات الارض کو مارا جاسکتا ہےرسول اللہ ﷺ نے دوران نماز سانپ اور بچھو کو مارنے کی اجازت دی ہے۔

عن أبي هريرة قال:أمر رسول الله ﷺ بقتل الأسودين في الصلاة: الحية والعقرب (ترمذی :باب ما جاء في قتل الأسودين في الصلاة : ۳۹۰ ،ابو داؤد: ۹۲۱)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دم بریدہ سانپ کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ آنکھوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور حمل کو ساقط کردیتا ہے۔

عن عائشة قالت:أمر النبي ﷺ بقتل الأبتر وقال:إنه يصيب البصر، ويذهب الحبل (بخاری: ۳۳۰۹)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا دو دھاری والے سانپ کو مار ڈالو ؛کیونکہ وہ اندھا کردیتا ہے اور حمل گرا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہےکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں اگر کوئی شخص حالت احرام میں بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بچھو، چوہا، کاٹ لینے والا کتا، کوّااور چیل۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: ‘‘خمس من الدواب، من قتلهن وهو محرم فلا جناح عليه: العقرب، والفأرة، والكلب العقور، والغراب، والحدأة’’ (بخاری: ۳۳۱۵)۔

اور فقہائے کرام نےدفع شر وایذا کے مقصد کےلیے غیر ماکول اللحم جانور کو مارنے کی اجازت دی ہے،علامہ کا سانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یباح اصطیاد ما في البحر والبر مما یحل أکله وما لا یحل أکله، غیر أن ما یحل أکله یکون اصطیاده للانتفاع بلحمه وما لا یحل أکله یکون اصطیاده للانتفاع بجلده وشعره وعظمه أو لدفع أذیته (بدائع الصنائع ۶۱،۵)۔

لہذا جو جانور انسان کے لیے نقصان دہ ہوں اور ان سے نقصان کا اندیشہ ہوتو ان کو مارنے کی اجازت ہوگی، اگرچہ کہ وہ ماحولیات کو انسان موافق بنانے میں بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہوں؛کیوں کہ جلب منفعت سے دفع مضرت زیادہ اہم ہے۔ درء المفاسد أولی من جلب المصالح (الاشباہ والنظائر: ۷۸)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایتیں:

احادیث میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں متعدد ہدایتیں ملتی ہیں،جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

جانوروں کے ساتھ بہتر سلوک:

(الف) رسو ل اللہ ﷺ نے بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے،چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سےڈرو،ان سے بھلے طریقہ سے سواری کرواور بھلے طریقہ سے انھیں کھاؤ۔

اتقوا اللہ في ھذہ البھائم المعجمة، فارکبوھا صالحة، وکلوھا صالحة (سنن ابی داؤد: ۲۵۴۸، ابن خزیمة: ۲۵۴۵)۔

(ب) آپ ﷺ نے موذی اور تکلیف دہ جانور، مثلاً:سانپ، بچھو وغیرہ کو مارنے کاحکم ضرور دیا ہے، لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کاطریقہ اختیارکرنے کا حکم دیاہے،آپ کا ارشاد ہےکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے؛ اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو، اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو ۔

إن اللہ کتب الإحسان علی کل شیء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ولیحد أحدکم شفرته، فلیرح ذبیحته (مسلم: ۱۹۵۵، ترمذی: ۱۴۰۹، ابوداؤد: ۲۸۱۵)۔

(ج) رسو ل اللہﷺ نے ایک جانور کےسامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنے، یا جانور کے سامنے چھری تیز کرنےکو بھی ناپسندفرمایاہے؛کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

أمر رسول اللہ ﷺ بحد الشفار، وأن تواری عن البھائم(سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۲)۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو بکری کو ذبح کے لیے لٹا

کر چھری تیز کررہا تھا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أن رجلا أضجع شاة يريد أن يذبحها وهو يحد شفرته، فقال النبي ﷺ: أتريد أن تميتها موتات هلا حددت شفرتك قبل أن تضجعها (مستدرک حاکم: ۷۵۶۳)۔

(د)جانوروں پر سفر کرنے والوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایاکہ طویل سفر میں جانورجب سبزہ زار علاقوں سے گذرےتو انہیں آرام لینے اور چرنے چگنے کا موقع دو؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ سر سبزی اور شادابی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی سر سبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو اس کو تیزی کے ساتھ چلاؤ، تاکہ قحط کی وجہ سے اس کو گھاس یا چارے کی جو تکلیف راستہ میں ہوتی ہے اس سے وہ جلد نجات پائے۔

إذا سافرتم في الخصب، فأعطوا الإبل حظها من الأرض، وإذا سافرتم في السنة، فبادروا بها نقيها (مسلم: باب مراعاة مصلحة الدواب : ۱۹۲۶)۔

جانوروں کو غیر ضروری تکلیف دینے کی ممانعت:

(الف) رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو غیر ضروری تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے؛ چناں چہ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کے جلانے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کے گھر کو جلا ہوا دیکھاتو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کس نے جلایاہے؟ ہم نے کہا: ہم لوگوں نے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے۔ ورأى قرية نمل قد حرقناها، فقال: من حرق هذه؟ قلنا: نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار(ابوداؤد: باب فی قتل الذر: ۵۲۶۸)۔

(ب) جانور کے چہرہ پر داغنے اور مارنے کی ممانعت، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نےجانور کے چہرہ پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔ عن جابر قال:نهى رسول الله ﷺ عن الضرب في الوجه، وعن الوسم في الوجه(مسلم : باب النهی عن ضرب الحيوان فی وجهہ: ۲۱۱۶)۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گذرا ، جس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا :اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے۔ عن جابر أن النبي ﷺ مرّ عليه حمار قد وسم في وجهه فقال:لعن الله الذي وسمه (مسلم : باب النهی عن ضرب الحيوان فی وجهہ: ۲۱۱۷)۔

(ج) جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نےجانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایاہے۔ نهى رسول الله ﷺ عن التحريش بين البهائم (ابوداؤد:باب في التحريش بين البهائم: ۲۵۶۲، ترمذی : ۱۷۰۹)۔

(د) رسول اللہ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمیوں کو سوار ہونے اور جانور پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے،حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تین لوگوں کو خچر پر سوار دیکھا تو فرمایا : تم میں سے ایک شخص اتر جائے؛کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے شخص پر لعنت فرمائی ہے: رأى علي ثلاثة على بغل فقال:لينزل أحدكم فإن رسول الله ﷺ لعن الثالث (المراسيل لابی داؤد: ۲۹۹، مصنف ابن ابی شبیة: ۲۶۳۸۰)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کی پشت کو منبر بنانےسے منع فرمایا۔إياكم أن تتخذوا ظهور دوابكم منابر (ابوداؤد : باب فی الوقوف علی الدابة : ۲۵۶۷ ،شعب الایمان: ۱۰۵۷۲)۔

(ہ) رسول اللہ ﷺ نےجانور کو بھوکا رکھنے اور زیادہ کام لینے سے منع کیا ہے، حضرت عبداللہ بن جعفرفرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پرسکون ہوگیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو وہ دوڑتا ہوا آیا ،آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:"اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دےدیا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں، یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو، اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو۔ قال:فدخل حائطا لرجل الأنصار فإذا جمل، فلما رأى النبي ﷺ حن وذرفت عيناه، فأتاه النبي ﷺ فمسح ذفراه فسكت، فقال:من رب هذا الجمل، لمن هذا الجمل؟، فجاء فتى من الأنصار فقال:لي يا رسول الله. فقال:أفلا تتقي الله في هذه البهيمة التي ملكك الله إياها؟، فإنه شكا إلي أنك تجيعه وتدئبه (ابوداؤد: باب ما يؤمر بہ من القيام: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۷۴۵)۔

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گذرایک اونٹ سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ بھوک و پیاس کی شدت اور سواری وبار برداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ،اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ

وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور اور بھلے طریقہ سے انھیں کھاؤجب وہ کھانے کے قابل ہوں۔

عن سهل بن الحنظلية، قال:مر رسول الله ﷺ ببعير قد لحق ظهره ببطنه، فقال:اتقوا الله في هذه البهائم المعجمة، فاركبوها صالحة، وكلوها صالحة (ابوداؤد: باب ما يومر به من القيام: ۲۵۴۸)۔

جانور کے ساتھ حسن سلوک باعث اجر وثواب:

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک بخشش اور اجر وثواب کاباعث ہے، چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بدکار عورت کی صرف اس وجہ سے بخشش کی گئی کہ ایک مرتبہ اس کا گذر ایک ایسے کنویں سے ہوا، جس کے قریب ایک کتا کھڑا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا، اور قریب تھاکہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہوجائے ، کنویں سے پانی نکالنے کو کچھ تھا نہیں، اس عورت نے اپنا موزہ نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا، اس عورت کا یہ فعل بارگاہ الٰہی میناتنا مقبول ہواکہ اس کی بخشش کر دی گئی۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ، قال:غفر لامرأة مومسة، مرت بكلب على رأس ركي يلهث، قال:كاد يقتله العطش، فنزعت خفها، فأوثقته بخمارها، فنزعت له من الماء، فغفر لها بذلك (بخاری: ۳۳۲۱، مسلم: ۲۲۴۵)۔

سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ فرماتےہیں کہ میںنے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے اپنے حوض میں پانی بھرتا ہوں، کسی دوسرے کا اونٹ آکر اس میں سے پانی پیتا ہے توکیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نےفرمایا: ‘‘ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر وثواب ہے۔ سراقة بن جعشم قال:سألت رسول الله ﷺ عن ضالة الإبل تغشى حياضي، قد لطتها لإبلي، فهل لي من أجر إن سقيتها؟ قال:نعم، في كل ذات كبد حرى أجر(سنن ابن ماجہ: ۳۶۸۶،مسند احمد: ۱۷۵۸۱)۔

جانوروں کے ساتھ بد سلوکی:

نبی اکرم ﷺ نے جانورں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کوعذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا ہے اور انتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہماسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ وہ بلی کو باندھ کر رکھتی تھی، نہ کھلاتی نہ پلاتی اور نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ چر چگ کر کھائے۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله ﷺ قال:عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا،

فدخلت فيها النار قال:فقال:والله أعلم:لا أنت أطعمتها ولا سقيتها حين حبستيها، ولا أنت أرسلتها، فأكلت من خشاش الأرض (بخاری: ۳۲۶۵،مسلم ،باب تحریم قتل الھرۃ)۔

ایک بارچند نوجوان ایک مرغی کوباندھ کرتیرکانشانہ بنارہے تھے، حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہماکاگزرہواتووہ لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہمانے فرمایا: ایساکس نے کیا ہے؟ جولوگ ایساکرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کوملعون قراردیاہے۔ عن سعيد بن جبير، قال:كنت عند ابن عمر، فمروا بفتية، أو بنفر، نصبوا دجاجة يرمونها، فلما رأوا ابن عمر تفرقوا عنها، وقال ابن عمر:من فعل هذا؟ إن النبي ﷺ لعن من فعل هذا (بخاری : ۵۵۱۵، مسلم: باب النہی عن صبر البہائم: ۱۹۵۸)۔

جانور کے منشائے تخلیق کے خلاف کام لینا:

رسول اللہ ﷺ نے جانور سے ایساکام لینے سے منع فرمایا جو اس کی فطری قوت اور صلاحیت کے خلاف ہو،رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک آدمی بیل پر سوار ہوگیا تو بیل نے کہا: میری تخلیق اس کام کے لیے نہیں ہوئی ہے، میں کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ بينا رجل يسوق بقرة إذ ركبها فضربها، فقالت: إنا لم نخلق لهذا، إنما خلقنا للحرث (بخاری: باب حدیث الغار: ۳۴۷۱)

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق فقہاء کی ہدایتیں:

فقہاء کرام کے اجتہادات مینجانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں متعدد ہدایتیں ملتی ہیں،جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) چارہ کا انتظام :

تمام فقہاء کے نزدیک جانوروں کا نفقہ مالک جانور پر واجب ہے۔ علامہ عینی اور ابن الملقن سراج الدین شافعی رحمہما اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ،علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الرابع: يفهم منه وجوب نفقة البهائم المملوكة على مالكها بالإجماع (عمدۃ القاری۳؍ ۴۳،التوضیح لشرح الجامع الصحیح۴؍ ۲۴۹)؛البتہ احناف کے نزدیک یہ ایسا حق نہیں جس کے لیے حکومت مداخلت کرے۔ أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری لکھتے ہیں:

ومن ملك بهيمة لزمه علفها وسقيها فإن امتنع من ذلك لم يجبر عليه؛ لأنها ليست من أهل الاستحقاق ولا يجبر على بيعها إلا أنه يؤمر به ديانة فيما بينه وبين الله تعالى على طريق الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر إما بالإنفاق وإما بالبيع؛ لأن في ترك الإنفاق تعذيبا لها وقد نهى النبي عليه الصلاة والسلام عن تعذيب الحيوان (الجوہرۃ النیرۃ۲؍ ۹۵)۔

سیدنا امام شافعی،سیدنا امام احمد رحمہما اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک اگر مالک جانور کے لیے مناسب چارہ پانی کا نظم نہ کرے تو حکومت اسے مجبور کرے گی،اور اگر وہ انکار کردے تو جبراً یا تو جانور فروخت کردیاجائے گا،یا کھانا حلال ہوتو ذبح کردیا

جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ومن ملك بهيمة، لزمه القيام بها، والإنفاق عليها ما تحتاج إليه من علفها، أو إقامة من يرعاها؛ لما روى ابن عمر أن النبي ﷺ قال:عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا فلا هي أطعمتها ولا هي أرسلتها تأكل من خشاش الأرض (متفق عليه) فإن امتنع من الإنفاق عليها، أجبر على ذلك فإن أبى أو عجز، أجبر على بيعها، أو ذبحها إن كانت مما يذبح.(المغنی لابن قدامۃ: ۸، ۲۵۸)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات تحریر فرمائی ہے:

فإن لم يعلفها - فإن كانت مما يؤكل - كان له أن يذبحها وله أن يبيعها، وإن كانت مما لا يؤكل كان له بيعها - فإن امتنع من ذلك أجبره السلطان على علفها أو بيعها أو ذبحها إن كانت مما يؤكل(المجموع شرح المهذب: ۱۸، ۳۱۹-۳۲۰)۔

علاج ومعالجہ:

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ نے جانوروں کے مالک پرجانوروں کے علاج ومعالجہ کوبھی ضروری قرار دیا ہے،دوا علاج میں لاپرواہی کی صورت میں حکومت کو مداخلت کی بھی اجازت دی ہے۔

ولولی الأمر أن يخصص مراحا يعلفها فيه ويداوی مرضاها على نفقة صاحبها، وله أن يخصص من البياطرة من ينزعون الدواب من أيدي المقصرين في حقها وردها إليهم بعد شفائها عليهم أو أجبره على بيعها(المجمو ع شرح المہذب ۱۸،۳۲۰)۔

دودھ نکالنے میں احتیاط:

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگر جانور کےچھوٹے بچے ہوں توان کو اس جانور کے دودھ سے محروم کرنا جائز نہیں ہوگا،بلکہ ان بچونکے بقدر کفایت دودھ پینے کے بعدمابقیہ دودھ کو حاصل کیا جائے گا،چنانچہ اما م نووی شافعی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

وإن كانت للبهيمة ولد لم يجلب من لبنها إلا ما فضل من ولدها، لأن لبنها غذاء للولد فلا يجوز منعه منه كما قلنا في الجارية (المجموع شرح المهذب ۱۸، ۲۰۔ ۳۱۹ ،نیز دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ۸، ۲۵۸)۔

احناف کے نزدیک بھی مذکورہ بالا صورت کا یہی حکم ہے، لیکن یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے؛چنانچہ ابو بكر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ويستحب أن لا يأخذ من لبنها إلا ما فضل عن ولدها ما دام لا يأكل غيره (الجوہرۃ النیرۃ۲، ۹۵)۔

مزید لکھتے ہیں کہ چارہ کی قلت کی صورت میں جانور کے مکمل دودھ کا نکال لینا اور اسی طرح چارہ کی فروانی کی صورت میں جانور کے تھن سے دودھ نہ نکالنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ ان صورت میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے،اور دودھ نکالنے والے کے

لیے بہتر ہے کہ ناخن کاٹ لیا کرے تاکہ دودھ نکالتے وقت جانور کو تکلیف نہ ہو۔ ویکرہ الاستقصاء في حلب البهيمة إذا كان ذلك يضر بها لقلة العلف ويكره ترك الحلب أيضا؛ لأنه يضر بالبهيمة ويستحب أن يقص الحالب أظفاره لئلا يؤذيها (الجوہرۃ النیرۃ۲، ۹۵)۔

(۲) بوجھ لادنے اور کام لینے میں اعتدال:

جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیاد ہ بوجھ لادنا جائز نہینہے؛کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔اور اس بارے تقریبا ائمہ کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ جانور پراس کی قدرت سے زیادہ بوجھ لادنا جائز نہیں ہے؛اس لیے کہ وہ غلام کی طرح ہے،اور رسول اللہ ﷺ نے غلام کواس کی طاقت سے زائد تکلیف دینے سے منع کیا ہے، اور اس میں حیوان کو عذاب اور تکلیف میں ڈالنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ ولا يجوز أن يحمل البهيمة ما لا تطيق؛ لأنها في معنى العبد، وقد منع النبي ﷺ تكليف العبد ما لا يطيق. ولأن فيه تعذيبا للحيوان الذي له حرمة في نفسه، وإضرارا به، وذلك غير جائز (المغنى لابن قدامۃ ۸، ۲۵۸)۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ جانور پرقدرت سے زیادہ بوجھ رکھنا جائز نہیں۔ ولايجوز له أن يحمل عليها ما لا تطيق، لأن النبي ﷺ.....(المجموع شرح المهذب ۱۸، ۳۱۹ ۔۳۲۰)۔

علامہ ابو بکر بن علي بن محمد الحدادي شارح قدوری رحمہ اللہ لکھتے ہینکہ جانورپر زیادہ بوجھ ڈالنا اور اس پر مسلسل سواری کرناجو اس کے لیے تکلیف کا باعث ہو مکروہ ہے۔ ویکرہ تکلیف الدابة ما لا تطیقه من تثقیل الحمل وإدامة السیر وغیرہ (الجوہرۃ النیرۃ۲، ۹۵)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ جو شخص جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ رکھےگا تو اس کو قیامت کے دن حساب کتاب دینا ہوگا ، چناں چہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ وفات سے پہلےاپنے اونٹ کومخاطب کرتےہوئے فرمایا : اے اونٹ! تم اپنے رب کے یہاں میرے سلسلہ میں مخاصمہ نہ کرنا ، میں نے تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكل من آذى بهيمة وحملها ما لا تطيق طولب به يوم القيامة، قال أبو الدرداء لبعير له عند الموت يا أيها البعير لا تخاصمني إلى ربك فإني لم أكن أحملك فوق طاقتك (احیاء علوم الدین: الباب الثالث فی الآداب۱/۲۶۴)۔ ہذا ما ظهر لی واللہ أعلم بالصواب

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا رحمت اللہ ندوی•

اسلام دین رحمت ہے، اور یہ رحمت کائنات کی ہر شئی کو محیط ہے، پیغمبر اسلام کو بھی سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بناکر بھیجا گیا، اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی ہدایات وارشادات حد درجہ اعتدال وتوازن، اور عدل ومساوات پر قائم ہیں، حقوق کی رعایت اور ہر صاحب حق کو اس کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، کسی بھی ذی روح کو بلا وجہ مارنے اور اذیت پہنچانے کو منع کیا گیا ہے، ہر جاندار کو جینے کا حق دیا گیا ہے، مضرت رساں اور نقصان دہ عناصر کو ختم کرنے کی اجازت دی گئی ہے؛ تاکہ دوسری مخلوقات کو ضرر نہ پہنچے، لیکن پھر بھی حکم ہے کہ ختم کرنے کے لئے خوش اسلوبی اختیار کی جائے تاکہ اذیت کم سے کم پہنچے۔

جانوروں کو اللہ تعالی نے مختلف مقاصد کی خاطر پیدا فرمایا ہے، نہ سب کا کام یکساں ہے اور نہ مقصد متحد، اسی تنوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

‘‘والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس، إن ربکم لرؤف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ، ویخلق ما لا تعلمون’’ (النحل: ۵۔۸)۔

(اور اللہ نے تمہارے لئے چوپائے بھی پیدا کئے، جن میں تمہارے لئے جاڑے کا لباس ہے، متعدد فائدے ہیں، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتےبھی ہو، اور جس وقت تم شام میں ان کو چرا کر واپس لوٹتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو تو تمہارےلئے ان میں رونق کا سامان بھی ہے، اور یہ چوپایے تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا کر لے جاتے ہیں، جہاں تم جان کو مشقت میں ڈالے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے، بے شک آپ کا پروردگار نہایت شفیق اور بے حد مہربان ہے.....)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی مرحوم اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

‘‘ومنافع الأنعام کثیرۃ لا نکاد نجد لہا شبیہا، ففیہا منفعۃ الأجسام ذاتہا بأکل لحومہا، ومنفعۃ نتاجہا بالدر واللبن والنسل، ومنفعۃ ما تستر بہ من أوبار وأشعار وأصواف، ومنفعۃ ظہورہا للرکوب وحمل الأثقال والنقل من بلد إلی آخر، ومنفعۃ قواہا بالحرث، فالبقرۃ لا یحمل علیہا ولا ترکب، وإنما ہی للحرث وللأکل والنسل واللبن، فحق علی الإنسان شکر ہذہ النعمۃ،

• دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ومقابلتہا بالعبادۃ للہ تعالی الذی خلقہا وسخرہا للناس''۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہےکہ چوپایوں میں بہت سے فائدے ہیں، یہ فوائد اور کہیں نہیں، ایک فائدہ جسمانی ہے، جو گوشت خوری سے حاصل ہوتا ہے، دوسرا فائدہ انتاج کا ہے جو دودھ اور افزائش نسل کی صورت میں ملتا ہے، تیسرا فائدہ ستر پوشی اور لباس کا ہے جو جانور کے بال، کھال، اور اون سے حاصل ہوتا ہے، ایک فائدہ سواری اور مال برادری کا ہے، ایک فائدہ کاشتکاری ہے، گائے، سواری اور مال برداری کے لئے نہیں بلکہ کاشتکاری، کھانے، دودھ دینے اور نسل کی افزائش کے لئے ہے۔ لہذا انسان پر اس نعمت کی شکر گزاری واجب ہے، اور اس کے بالمقابل اس کی عبادت ضروری ہے جس نے ان جانوروں کو پیدا کیا اور انسان کے تابع کردیا۔

اس کے آگے لکھتے ہیں:

''ودلت ہذہ الآیۃ علی جواز السفر بالدواب وحمل الأثقال علیہا، ولکن بقدر المعتاد وقدر ما تحتملہ من غیر إسراف فی الحمل مع الرفق فی السیر، وقد أمر النبیﷺ بالرفق بہا والإراحۃ لہا ومراعاۃ التفقد لعلفہا وسقیہا، روی مسلم عن أبی ہریرۃؓ قال:قال رسول اللہﷺ: إذا سافرتم فی الخصب، فأعطوا الإبل حظہا من الأرض، وإذا سافرتم فی السنۃ فبادروا بہا نقیہا، وہذا دلیل الرفق بالحیوان'' (التفسیر المنیر۱۴،۹۳، نحل)۔

اس آیت میں جانوروں پر سواری کے ذریعہ سفر کرنے اور بوجھ لادنے کا جواز ہے، لیکن نرمی اور اعتدال، لادنے اور ہانکنے میں ضروری ہے، جتنا بوجھ اٹھانے کے عادی ہوں اتنا ہی رکھا جائے، جانوروں کے ساتھ نرمی، راحت رسانی، اورا ن کے چارہ پانی کا نظم اور تلاش کا حکم حدیث میں بھی دیا گیا ہے، جو مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

دیگر دواب، مثلاً گھوڑا، خچر، گدھا وغیرہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ اللہ نے جانوروں کا ہمیں مالک بنایا ہے اور ہمارے تابع کیا ہے، ہمارے لئے انتفاع مباح ہے، اور جس جانور کو مسخر کرنا جائز ہے اسے کرایہ پر دینا بھی باتفاق اہل علم جائز ہے۔

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے اس آیت میں ''منافع '' لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''منافع، چنانچہ کوئی چوپایہ ہل چلانے کے کام میں آتا ہے، کوئی سواری کے، کوئی باربرداری کے، اور کسی کی جلد سے جوتے اور بکس اور طرح طرح کا چرمی سامان بنتا ہے، وقس علی ہذا۔ فقہاء نے آیت سے استدلال کیا ہے کہ چوپایوں کی کھال، اون وغیرہ سے نفع حاصل کرنا، زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں جائز ہے '' (تفسیر ماجدی۲،۷۶۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ نے آیات کی تشریح میں ان مقاصد کو بیان کیا ہے، اور ''والخیل، والبغال والحمیر لترکبوہاوزینۃ'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

''یہاں اللہ تعالی نے گھوڑے، خچر اور گدھے کا صرف سواری کی حیثیت سے ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان جانوروں کا مقصد بار برداری کی ضرورت کو پورا کرنا ہے، نہ کہ غذائی ضرورت کو، اسی لئے فقہاء کا اتفاق ہے کہ خچر اور گدھے حرام ہیں (المغنی۱۳،۷۱۳)۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے زینت وآرائش کی اور چیزیں ہیں، ویسے ہی اس کا ایک ذریعہ سواری بھی ہے، آج نت نئے ڈیزائن کی کاریں، بسیں اور ٹرینیں بنائی جاری ہیں، وہ اس کی مثال ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ زینت اپنے آپ کی ہو یا مکان یا سواری کی، اگر اس میں کوئی حرام چیز استعمال نہ کی جائے اور اس کا مقصد تکبر اور دوسروں کو نیچا دکھانا نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے (آسان تفسیر قرآن مجید۱،۷۷۴،حاشیہ ۱)۔

جانوروں کی تخلیق کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اللہ نے فرمایا:

''وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ومن أصوافہا وأوبارہا وأشعارہا أثاثاً ومتاعاً إلی حین'' (نحل: ۸۰)۔

(اور چوپایوں کے چمڑوں سے تمہارے لئے ایسے ڈیرے بنادیئے، جن کو (سفر میں) چلنے کے دن اور ٹھہرنے کے دن ہلکا محسوس کرتے ہو، نیز بھیڑوں کے اون، اونٹوں کی ببریوں اور بکریوں کے بالوں سے بہت سے سامان اور ایک وقت تک نفع کی چیزیں پیدافرمادیں)۔

محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ لکھتے ہیں:

''.....اس سے معلوم ہوا کہ جانور کے اجزاء سے لباس اور دوسری ضروریات کی چیزیں تیار کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور جانور کا لفظ مطلق ہے، حلال جانور کی قید نہیں، لہذا جانور حلال ہو یا حرام، جب کسی تدبیر کے ذریعہ اس کی آلائش کو صاف کردیاجائے جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''دباغت '' کہتے ہیں تو اب پاک ہونے کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہوگا؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کچے چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے؛ البتہ انسان اور سور کے چمڑے کا کسی بھی حال میں استعمال جائز نہیں، انسان اس لئے کہ وہ قابل احترام ہے اور اس کے چمڑے کا استعمال احترام وتوقیر کے خلاف ہے اور سور اس لئے کہ اس کا پورا جسم ناپاک ہے اور کسی تدبیر سے پاک نہیں ہوسکتا '' (آسان تفسیر قرآن مجید۱،۷۹۰، حاشیہ ۱)۔

ایک طرف تو یہ افراط ہے کہ انسان کو لحمی غذاؤں سے بالکل محروم کردیا جائے اور غذائی مقصد کے لئے بھی ذبح حیوان کی اجازت نہ دی جائے، دوسری طرف یہ تفریط کہ جانوروں کو محض انسان کا سامانِ شوق بنایا جائے اور اس کے لئے درندگی گوارا کی

جائے، اس پر تیر کے نشانے کئے جائیں، ان کا مقابلہ کرایا جائے اور اس کا لطف اٹھایا جائے، اور ان کے کچھ حقوق تسلیم نہ کئے جائیں، یہ دونوں نقطہ نظر غلط ہیں، اگر دوسرا نقطہ نظر تقاضائے انسانی کے عین برعکس ہونے کی وجہ سے غلط ہے، تو پہلا طریق فکر بھی قانونِ فطرت سے ناواقفیت اور اس سے بغاوت کے مرادف ہے (ملاحظہ ہو: قاموس الفقہ۳؍۳۱۴۔۳۱۵)۔

چارہ خور جانور کو لحمی اجزاء دینا:

جانوروں کی دوقسمیں ہیں: ایک قسم چارہ خور ہے، اور دوسری گوشت خور۔ لیکن چار خور جانوروں میں حلال پالتو جانوروں کو گھاس بھونسے کے ساتھ چوکر، کھلی، دانہ، اور دیگر ایسی چیزیں بھی دی جاتی ہیں، جن سے ان کو کام کرنے یا دودھ دینے یا جسم کو تندرست اور فربہ رکھنے میں تقویت ہے، اب یہ عام بات ہوگئی ہے اور جب جانور ان کا عادی ہوجاتا ہے تو صرف گھاس تو کسی حد تک کھا لیتا ہے لیکن بھونسہ بڑی مشکل سےکھاتا ہے، جب تک کہ اس میں کچھ ملایا نہ جائے۔

چارہ خور جانور کا مکمل گوشت خور بن جانا بہت مشکل ہے اور خلافِ فطرت ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن اصل غذا کے ساتھ لحمی اجزاء کی آمیزش کو بالکل خلاف فطرت کہنا محل نظر ہے، دیگر اشیاء کی طرح پروان چڑھانے یا زیادہ فائدہ اٹھانے کی خاطر ایسا کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ وہ لحمی اجزاء حلال ہوں، ایسی صورت میں اس جانور کے دودھ یا گوشت کو حلال ہی سمجھا جائے گا، استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے جلّالہ (نجاست خور جانور) قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

البتہ اگر لحمی اجزاء حلال جانور کےنہ ہوں یا جانور تو فی نفسہ حلال رہا ہو لیکن شرعی طور پر ذبح کے ذریعہ حاصل نہ کئے گئے ہوں، تو اس کے ناپاک اور حرام ہونے کی وجہ سے ان لحمی اجزاء کو دینا جائز نہیں ہوگا، پھر بھی اگر دے کر اس کی پرورش کی گئی اور نجاست کا اثر دودھ یا گوشت میں آگیا تو اس کا حکم جلالہ (نجاست خور جانور) کا ہوگا۔

جلّالہ (نجاست خور) کا حکم:

حدیث شریف میں ہے:''نہی رسول اللہﷺ عن أکل الجلالۃ وألبانہا'' (ترمذی۲؍۱۳، رقم الحدیث: ۱۸۲۴)۔

اس حدیث کی شرح میں محشی لکھتے ہیں:

''ہو من الحیوان ما تأکل العذرۃ والجلۃ البعرۃ، ہذا إذا کان غالب علفہا منہا، حتی ظہر لحمہا ولبنہا وعرقہا، فیحرم أکلہا إلا بعد أن حبست أیاماً'' (یہ عبارت بذل المجہود ۱۲؍۵۵ پر بھی ہے)۔

(جلالہ وہ جانور ہے جو نجاست خور ہو، جِلّہ، مینگنی کو کہتے ہیں، یہ ممانعت اس

وقت ہے جب کہ نجاست چارہ پر غالب ہو، یہاں تک کہ اس کا اثر گوشت، دودھ اور پسینہ میں ظاہر ہوجائے، تو اس کا گوشت حرام ہوگا، الا یہ کہ چند ایام روک کر اس کا اثر زائل کردیا جائے)۔

صاحب ''العرف الشذی '' لکھتے ہیں:

''الجلالۃ الحیوان التی تأکل القذرات والأرواث والأزبال، وقال الحنفیۃ وقریب منہ قول الشافعیۃ:إن الجلالۃ لووجدت رائحۃ کریہۃ فیہا یحرم لبنہا ولحمہا، حتی تترک ثلاثۃ أیام لتزول الرائحۃ الکریہۃ، أقول:إن الحدیث لأبی حنیفۃ والشافعی فی نجاسۃ أزبال ما یؤکل لحمہ وغیرہ بأن الشریعۃ منعت عن لحم الجلالۃ ولبنہا''۔

(جلالہ وہ جانور ہے جو گندگی، لید، اور گھورے کی نجاست کھاتا ہے، حنفیہ اور تقریباً یہی قول شافعیہ کا ہے، کہ جلالہ میں اگر بدبو محسوس ہو تو اس کا دودھ اور گوشت حرام ہوگا، یہاں تک کہ تین یوم بند رکھا جائے؛ تاکہ بو ختم ہوجائے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کی دلیل گھورے سے نجاست کے سلسلہ میں ہے، جس جانور کا گوشت وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ شریعت نے جلالہ کے گوشت اور دودھ سے منع کیا ہے)۔

محترم مفتی احمد خانپوری سے یہ دریافت کیا گیا کہ فارم کی مرغیاں یا وہ گائیں جو خاص طور سے گوشت کے لئے تیار کی جاتی ہیں اگر ان کی غذا دم مسفوح سے تیار کی گئی ہو یا کسی مرے ہوئے گائے بکرے کے گوشت کا قیمہ اسی فارم کے جانوروں کے لئے بطور غذا کے استعمال کیا جائے تو اس کا کھانا شرعاً جائز ہے؟

جواب میں موصوف نے حضرت مفتی رشید احمدؒ کی ایک تحریر نقل کی ہے، وہ یہ ہے:

ایسی غذا کی خریدوفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں؛ البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں، گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے، جس کا مفقود ہونا یہانمشاہد ہے (آگے کئی فقہی عبارتیں استدلال کے طور پر نقل کی ہیں، ان میں سے ایک عبارت نقل کرتا ہوں)۔

.....''وقال العلامۃالحصکفیؒ :وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا، وقدر ثلاثۃ أیام لدجاجۃ، وأربعۃ لشاۃ، وعشرۃ لإبل وبقر علی الأظہر۔

ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذي بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذي بہ یصیر مستہلکاً، لا یبقی لہ الأثر'' (محمود الفتاوی۳،۱۴۲۔۱۴۳)۔

محترم خانپوری صاحب جلالہ کی تشریح کرنے کے بعد آگے خلاصۂ کلام کے طور پر لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کے یہاں جلالہ کے گوشت میں کراہت (تحریمی) کی علت صرف نجاست کھانا نہیں ہے؛ بلکہ اس کی وجہ سے اتنا تغیر پیدا ہوجائے کہ بدبو آنے

لگے، اسی لئے جو جانور نجاست کے ساتھ دوسری غذا بھی کھاتا ہے تو اس میں چونکہ بدبو پیدانہیں ہوتی، اس لئے اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے، بدائع میں ہے:

''أن الکراہۃ فی الجلالۃ لمکان التغیر والنتن لا لتناول النجاسۃ، ولہذا إذا خلطت لایکرہ، وإن وجد تناول النجاسۃ، لأنہا لا تنتن، فدل أن العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ'' (محمود الفتاوی ۱۴۴٫۳، مزید دیکھیں: عون المعبود، کتاب الجہاد، حدیث: ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، نیز فتاوی قاسمیہ ۱۰۵٫۲۴، ۱۰۶ پر تفصیل ملاحظہ ہو)۔

یاد رہے جلالہ کو بند رکھ کر پاک غذا کھلانے کا حکم استحبابی ہے اور مدت میں اختلاف ہے (تفصیل کے لئے فتاوی قاسمیہ ۱۰۷٫۲۴-۱۰۸ دیکھیں)۔

انجکشن کے ذریعہ دودھ یا گوشت میں اضافہ:

جانوروں کو انجکشن دے کر زیادہ دودھ حاصل کرنا یا چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کرنا کئی وجوہ سے ناجائز ہے۔

(۱) یہ بات محقق ہے کہ یہ انجکشن بہت زہریلا اور صحت کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے۔

(۲) انجکشن کا اثر جانور پر بہت برا پڑتا ہے، دودھ دینے والا جانور قبل از وقت بوڑھا اور ناکارہ ہوجاتا ہے، گوشت میں اگرچہ اضافہ ہوجائے، لیکن وہ بے مزہ، غیر صحت بخش بلکہ تباہ کن ہوتا ہے۔

(۳) یہ انسان کی حرص وہوس اور بے جا طمع اور لالچ اور خود غرضی ومفاد پرستی کا غماز ہے۔

(۴) اذیت پہنچانا اور زہر کھلانا حرام ہے، جانور اذیت کا اور انسان مسموم مادہ کا شکار ہوتا ہے، کسی کی زندگی سے کھلواڑ شرعاً اور عقلاً جرم ہے۔

لیکن دودھ پاک اور گوشت حلال رہے گا (محمود الفتاوی۷۶۱٫۴)۔ اگر تحقیق سے کسی انجکشن کا نقصان دہ نہ ہونا ثابت ہوجائے اور جانور کو بار بار لگانے سے اذیت نہ ہو تو لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں (فتاوی قاسمیہ ۱۴۶٫۲۴-۱۴۷ پر اسی طرح کا اشارہ ہے)۔

دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط:

دودھ میں اضافہ یا جسمانی حجم بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اختلاط کرایاجاتا ہے، خاص طور سے جرسی گائے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، اسی لئے دودھ زیادہ دیتی ہے، فی زماننا دومختلف جنس کے نر وماده کے اختلاط سے پیدائش کے سلسلہ میں کافی تجربات کئے جارہے ہیں، حیوانات کے علاوہ نباتات پر بھی یہ تجربہ کیا جارہا ہے، اس لئے اس کاشر عی حکم دریافت کرنا ضروری ہے۔

اختلاط کے عمل کا دارومدار منفعت پر ہے، اگر یہ عمل انسان کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لئے مفید ثابت ہو، تو ایسا کرنا جائز ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ نے گدھے

اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قرار دیا ہے اور دلیل حضورﷺ کے خچر کی سواری فرمانے کو بنایا ہے۔

حلال وحرام جانوروں میں تو اس کا کھانا جائز نہیں، ''ولا یحل ما یولد من مأکول وغیر مأکول''۔

مشہور حنفی عالم وفقیہ علامہ ابن نجیم مصری نے بھی اسی کو صحیح تر قرار دیا ہے اور کتے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کو حرام بتایا ہے کہ فقہ کے متفق علیہ قواعد میں سے ہے:

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (جب حلت وحرمت کے پہلو جمع ہوجائیں تو حرمت کو ترجیح دی جائے گی) ..... عام مشائخ احناف کے نزدیک ایسے جانور کا کھانا حرام ہوگا، اور یہی صحیح ہے، ہاں اگر دونوں حلال جانور ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کا کھانا جائز ہوگا (مزید تفصیل کے لئے قاموس الفقہ۳؍۳۱۹ دیکھیں)۔

طحطاوی نے لکھا ہے کہ اگر حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہو تو کھانا تو اس کا حلال نہ ہوگا، لیکن جھوٹے کی پاکی اور ناپاکی کے معاملہ میں وہ ماں کا تابع ہوگا، ''ولا یکرہ سور ما أمہ مأکولۃ'' (طحطاوی: ۱۹، ایضاً۳۲۰)۔

امریکن یا جرسی گائے کا دودھ اور گوشت کھانا درست ہے۔

''واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلہا سوی الفروج، الإباحۃ .....إنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق، أو خبر مروی، فما لم یوجد شئ من الدلائل المحرمۃ، فہی علی الإباحۃ'' (مجمع الانہر، کتاب الاشربہ۴؍۲۴۴؛ فتاوی قاسمیہ۲۴؍۱۴۸-۱۴۹)۔

بکری اور کتا اسی طرح سور اور بکری کے اختلاط سے پیدا شدہ بچے کاحکم دریافت کرنے پر مفتی شبیر احمد قاسمی نے لکھا ہے:

''جس بچہ کی ماں حلال ہے، اس کا بچہ بھی حلال ہے، لہذا کتا اور بکری سے پیدا ہونے والا اور خنزیر اور بکری سے پیدا ہونے والا بچہ حلال ہوگا، اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا درست ہے، ''لأن المعتبر فی الحل والحرمۃ، الأم، فیما تولد من مأکول وغیر مأکول'' (شامی۶؍۴۶۸؛ ایضاً: ۱۳۹-۱۴۰)۔

حدیث شریف میں انزاء الحمار علی الخیل مکروہ ہے، ''أہدیت لرسول اللہﷺ بغلۃ فرکبہا، فقال علی: لوحملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ہذہ؟ قال رسول اللہﷺ:إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' (عون المعبود ۷؍کتاب الجہاد، حدیث: ۲۵۶۲، باب فی کراہیۃ الحمر تنزی علی الخیل)۔

مظہر کہتےہیں: کراہت ہے لیکن جائز ہے، اس لئے کہ اللہ کے نبیﷺ نے خچر کی سواری کی ہے اور اللہ تعالی نے اسے اپنی نعمتوں میں شمار کیا ہے، اور بندوں پر یہ

کہہ کر احسان جتایا ہے:''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ''۔ طیبیؒ کہتےہیں: یہ عمل ناجائز ہے، سواری اور زینت جائز ہے، جیسے تصاویر کہ تصویر کا عمل حرام ہے اور ان کا استعمال بچھونے اور چادر میں جائز اور مباح ہے (بذل المجہود۱۲؍۶۲ کتاب الجہاد)۔

''عن ابن عباس قال: کان رسول اللہﷺ عبداً مأموراً ما اختصنا دون الناس شئ إلا بثلاثۃ: أمرنا أن نسبغ الوضوء، وأن لا نأکل الصدقۃ، وأن لا ننزی حماراً علی فرس''۔ اس حدیث کے آخری ٹکڑے کی شرح میں مؤلف ''تحفۃ الاحوذی '' لکھتے ہیں:

''ولعلہ کان ہذا نہی تحریم بالنسبۃ إلیہم قال القاضی .....وإنزاء الحمار علی الفرس مکروہ مطلقاً لحدیث علي، والسبب فیہ قطع النسل واستبدال الذی ہو أدنی بالذی ہو خیر، فإن البغلۃ لا تصلح للکرّ والفرّ، ولذلک لا سہم لہا فی الغنیمۃ، ولا سبق لہا فیہا علی وجہ'' (تحفۃ الاحوذی ۵؍۲۸۹۔۲۹۰،ر قم الحدیث: ۱۷۵۳)۔

(شاید یہ نہی آل عباس کے لحاظ سے نہی تحریم ہے، قاضی کہتے ہیں: گدھے سے گھوڑے کا اختلاط حضرت علیؓ کی مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے مطلق مکروہ ہے، اور وجہ نسل کشی، اور ادنی کو اعلی سے بدلنا ہے، کیونکہ خچرکروفر، اور لڑائی کے لئے لائق نہیں، اسی لئے مال غنیمت میں اس کا کوئی حصہ نہیں)۔

بطور زینت جانور یا پرندہ پالنا:

اللہ تعالی نے حیوانات کی تخلیق کا ایک مقصد زینت بھی بیان فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بطور زینت بعض جانور اور پرندہ کو پالا اور پنجڑے میں رکھا جاسکتا ہے۔ دنیا کے فطری جمالیاتی مناظر اللہ نے انسان ہی کی خاطر بنائے ہیں اور ان میں کشش رکھی ہے، انسان بھی حسن وجمال کا دلدادہ ہوتا ہے، اس کی طرف بے ساختہ اس کا دل کھنچتا اور لپکتا ہے، اگر جائز حدود میں ہو تو یہ خواہش قابل قدر اور احترام ہے، اسلام نے ہر جائز خواہش کی قدر کی ہے اور انسانی جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کی تکمیل کا جائز اور مناسب راستہ بھی بتایا ہے، ''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ''، اسی طرح ''ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون'' سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے اور تجارت کی غرض سے پالے جانے والے جانور، جمال ہیں، اور سواری کےساتھ وہ زینت کا سامان ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے بلی پال رکھی تھی، اور کھانا پانی نہ دینے کی وجہ سے عذاب دی گئی، معلوم ہوا بلی پالنا غلط کام نہیں تھا، اسے بھوکا پیاسا رکھنا غلط تھا، بلی یا خرگوش یا اس طرح کے جانور محض زینت یا خوبصورتی کے لئے پالنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

لہذا اس حقیر کی رائے میں بطور زینت جانور جیسے ہرن، خرگوش، بلی وغیرہ یا پرندے جیسے طوطا، مینا، تیتر، بٹیر، کوئل وغیرہ پالنے کی اجازت اور گنجائش ہے، بشرطیکہ فخر ومہابات، تکبر وگھمنڈ کے لئے نہ ہو، اور نہ زیادہ مال اور وقت صرف کیا

جائے کہ بنیادی کام اور دیگر حقوق وواجبات میں کمی اور کوتاہی ہو۔

جذبات شوق کی تسکین کے لئے جانور پالنا:

بلا ضرورت اور بغیر مقصد کے محض جذبات شوق کی تسکین کے لئے خطرناک اور خونخوار جانور مثلاً شیر، سانپ، اور خونخوار کتے پالنا اور ان کو پنجڑوں میں بند رکھنا، کہ اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوجائے، اس کی اجازت نہیں ہے۔

آبادی سے دور کوئی محفوظ حصار قائم کرکے یا جنگلات کے کسی حصہ کو مختص کرکے ان کو پالنا تاکہ نسل محفوظ رہے اور تفریح کے لئے لوگ دیکھ سکیں، جانور کی خوراک اور سہولت کی رعایت کے ساتھ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

انسان کی آرزو اور خواہش کی کوئی حد نہیں، اور ہر خواہش کی تکمیل اس دنیا میں ممکن بھی نہیں، اس کے لئے جنت ہے، اس لئے ان کو قابو میں رکھنا ضروری ہے، شوق کو پورا کرنے کے لئے حد سے تجاوز کرجانا درست نہیں ہے۔

کھیت، کھلیان اور گھر کی نگرانی کے لئے کتا پالنے کی اجازت تو ہے لیکن بغیر کسی مصلحت اور ضرورت کے پالنے کی ممانعت ہے، ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور پالنے والے کے ثواب میں کمی ہوتی رہتی ہے (ترمذی۱؍۱۳۶، رقم الحدیث: ۱۴۸۷۔۱۴۹۰)۔

شوقیہ کتا پالنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مفتی شبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں:

‘‘شوقیہ کتا پالنا جائز نہیں ہے، اور جس کے گھر میں شوقیہ کتا ہو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اور شوقیہ کتے کی تجارت بھی جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اس کی تجارت اور اس کا پیسہ ناپاک اور خبیث ترین پیشہ ہے۔

‘‘عن عوف بن أبی جحیفۃؓ قال:نہی النبیﷺ عن ثمن الکلب وثمن الدم’’ (بخاری ۱؍۲۸۰، رقم: ۲۰۳۹)۔

‘‘عن أبی مسعود الأنصاریؓ أن النبیﷺ نہی عن ثمن الکلب ومہر البغی وحلوان الکاہن’’ (بخاری۱؍۳۰۵، رقم: ۲۲۲۷)۔

نیز حنبلی مسلک کے علماء نے لکھا ہے: کلب معلم کی تجارت بھی ناجائز اور حرام ہے، ‘‘وبیع الکلب باطل وإن کان معلماً لا یختلف المذہب فی أن بیع الکلب باطل أی کلب کان’’ (المغنی۴؍۱۷۱، مزید تفصیل کے لئے: فتاوی قاسمیہ۲۲؍۱۱۰۔۱۱۱ دیکھیں)۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات:

انسان اشرف المخلوقات ہے، کائنات میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہے، اس کی جان بہت قیمتی ہے، سارے جہاں اور اس کی تمام چیزوں کو اس کے لئےمسخر کردیا گیا

ہے، اور اس تسخیر کائنات کا تذکرہ قرآن کریم کی مختلف آیات میں موجود ہے، انسان کو ضرر اور نقصان سے بچانا مقدم ہے، اس کی خاطر ضرر یسیر کو گوارا کرلیا جاتا ہے۔

قدیم اطباء نے حضرت انسان کو صحت مند اور تندرست رکھنے کے لئے جڑی بوٹیوں سے مختلف امراض کا علاج دریافت کیا ہے، نباتات اور حیوانات کو طبی مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے، ادویات کی خاصیات اور ان کے اثرات دریافت کرنے کے لئے اپنے اوپر تجربات کئے ہیں۔

جب طب یونانی کی جگہ جدید طب نے لی، اور نت نئی بیماریوں کے علاج کی دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے ان حیوانات پر تجربات کئے جو کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جیسے مینڈھک، یا جو جانور بہت سی جسمانی خاصیات میں انسان سے مشابہ ہے، جیسے بندر، ان پر مختلف تجربات کرکے امکانی دوائیں دریافت کیں، اور طب کی تعلیم کے لئے آپریشن یا انجکشن وغیرہ کا تجربہ کیا۔

اگر میڈیکل تجربات ان جانوروں پر کیا جائے جو زیادہ اہم نہیں، اور کثرت سے موجود ہیں، تو یہ عمل جائز ہوگا؛ کیونکہ وہ خدمت انسانی کا ذریعہ ہیں اور انسان کی طبی ضرورت کی تکمیل میں معاون ہیں؛ البتہ ایسے آلات اورطریقے اختیار کرنا ضروری ہوگا، جن سے جانور کو اذیت کم سے کم پہنچے، اور محض تفریح کے لئے نہ ہو بلکہ واقعی ضرورت ہو۔

احادیث میں ضرورت ہی کے پیش نظر داغنے اور فائدہ کی خاطر حجامت (پچھنا لگوانے) کی اجازت دی گئی ہے (ترمذی ۲،۷۱، رقم الحدیث: ۲۰۵۰۔۲۰۵۱، مزید تفصیل الطب النبوی لابن قیم۴۱۔۴۲ دیکھیں)۔

اسی طرح دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینے یا بذریعہ آپریشن اس میں کوئی آلہ رکھ دینے کی اجازت ہوگی۔

بقاء نسل کی خاطر شکار پر پابندی:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جانور ماحولیات کے تحفظ کا اہم حصہ ہے، اور اللہ تعالی نے ہر چیز بامقصد اور حکمت ومصلحت سے پیدا کی ہے، اس کی ہر مخلوق اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کررہی ہے، زہریلے سانپ اور بچھو، درند اور چرند ہر جانور ماحولیات کو تعاون فراہم کرکے انسان کی خدمت کررہا ہے، اس لئے نسل کشی حرام ہے، نسبندی ممنوع اس لئے ہے کہ وہ نسل کشی کا سبب ہے، بے نکاح رہنا ناپسندیدہ اسی لئے ہے کہ نکاح بقاء نسل انسانی اور افزائش کا ذریعہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے قبل ہر چیز کا جوڑا کشتی میں سوار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ نسل ختم نہ ہو ''واحمل فیہا من کل زوجین اثنین''۔

مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے پہلے مطلق کتوں کو مارنے کا حکم دیا، پھر

‘‘سیاہ رنگ کے کتوں ’’ کو پھر ‘‘کلب عقور ’’ (کٹ کھنے) کو مارنے کے ساتھ خاص کردیا، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ نسل نہ ختم ہوئے؛ کیونکہ وہ مویشی، کھیت، کھلیان اور گھر کی حفاظت ونگرانی کے کام آتے ہیں، اگر سب ختم کردیئے جائینگے تو یہ انسانی ضرورت پوری نہیں ہوگی (ملاحظہ ہو: مظاہر حق جدید۴۵،۵)۔

لہذا حکومت اگر مفاد عامہ کی خاطر بعض جانوروں کو ملک یا ریاست کا قومی جانور قرار دے کر ان کے شکار پر پابندی لگا دے اور ذبح کرنے سے منع کردے تو یہ ممانعت شرعاً واجب العمل ہوگی۔ قانون کی خلاف ورزی کرنا درست نہ ہوگا۔

اسی طرح جنگلات میں شکار سے منع کردے، یا بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روک دے، کیوں کہ وہاں دوردراز علاقے کے پرندے آتے ہیں، جن کو ‘‘مہمان پرندہ ’’ کہتے ہیں، تو ان سرکاری قوانین کی رعایت بھی شرعاً ضروری ہے، ہر وہ قانون جو مفاد عام اور مصلحت عوام کے لئے ہو اور وہ شریعت سے متصادم نہ ہو، اس کی پابندی لازم ہے، لہذا قانون کا پالن کرکے حکومت کا تعاون کرنا چاہئے۔

مخلوط سماج میں کسی خاص جانور پر ذبح کی پابندی:

مخلوط معاشرہ میں ہم آہنگی برقرار رکھنا اور ماحول کے امن وسکون کو قائم رکھنا، ہر شخص کی انسانی ذمہ داری ہے، لیکن کسی جانور کو معبود مان کر مقدس قرار دینا اور اپنا یہ نظریہ اور عقیدہ دوسرے مذاہب وادیان کے ماننے والوں پر تھوپنا اور مسلط کرنا، جمہوری نظام اور آئین کے خلاف ہے، کوئی ماں مانے یا معبود سمجھے، اس کی اپنی مرضی اور اختیار ہے، لیکن دوسروں پر تھوپنے کا اختیار نہیں، پھر ہر بات کو دل آزاری باور کرانا بھی ٹھیک نہیں، جب ہر شخص کو اس کے مذہب اور ملکی قانون کی طرف سے کھانے، پینے، اوڑھنے، پہننے کی آزادی حاصل ہے تو یہ حق کیسے چھینا جاسکتا ہے؟ ایک دوسرے کے گھر کی ہانڈی اور کچن کی تلاشی لینے کا اختیار کس قانون نے دیا ہے؟ شراب نوشی، بدکاری، اور سور کھانے سود اور رشوت کا معاملہ کرنے سے تو ملک کا قانون بھی روکتا ہے؟ ان سے دل آزاری ہوتی ہے، اور اخلاقی وانسانی قدروں کی پامالی بھی، اس لئے ان پر سب سے پہلے پابندی لگنی چاہئے، کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کو اگر ایک طبقہ اور مذہب کا پیروماں یا معبود مانتا ہو تو سب ہی اس کے ہم خیال ہوجائیں۔

مسلم اقلیتی علاقوں میں تو احتیاط کرنی چاہئے لیکن اکثریتی علاقوں میں ذبح کرنا اور کھانا چاہئے؛ تاکہ آئندہ نسلوں کے ذہن میں یہ رہے کہ یہ حلال جانور ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ حرام سمجھ بیٹھیں جیسے بنی اسرائیل کے کچھ متقی لوگوں نے اونٹ کی چربی وغیرہ کا استعمال تقوی کے خلاف سمجھا۔ بنی اسرائیل جن کے بارے میں فرمایا گیا: ‘‘وأشربوا فی قلوبہم العجل’’ کہ ان کو بچھڑے کی محبت گھول کر پلادی گئی تھی، اور یہ محبت ان کی گٹھی میں پڑی تھی، ایک واقعہ میں گائے ذبح کرنے کا حکم دیاگیا، جس کا

ذکر سورہ بقرہ میں ہے، لیکن وہ اس طرح کے بے جا سوالات کرکے ٹال مٹول سے کام لینا چاہتےتھے۔ بالآخر مجبور ہوکر ذبح کیا، قرآن کہتا ہے: ‘‘فذبحوہا وما کادوا یفعلون’’، کسی طرح ذبح تو کردیا لیکن وہ آسانی سےیہ کام کرنے والے نہ تھے، غالباً ذبح بقرہ کا حکم اس لئے بھی دیا گیا تھا کہ اس کا تقدس اور عظمت دل میں گھر نہ کرجائے، اس کی واضح دلیل حضرت موسی علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد بچھڑے کی پرستش میں مبتلا ہونا ہے، حضرت موسی علیہ السلام نے بچھڑے کو ان کے سامنے جلاکر اس کی راکھ اس لئے بکھیر دی تھی کہ وہ کم عقل اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے معبود باطل کا انجام دیکھ کر عبرت اور سبق لیں۔

حدیث شریف میں اسے مسلمان قرار دیا گیا ہے جو ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، شاید ذبیحہ کھانے کی بات اسی لئے کی گئی ہے کہ معبود یا حرام سمجھنے کا جاہلی تصور ختم ہو۔

الغرض حکومت کا ایسا قانون واجب العمل نہیں جو شرعی ضابطوں اور اسلامی اصولوں سے متعارض یا متصادم ہو؛ البتہ قانونی زد سے بچنے کے لئے حسن تدبیر اور احتیاط ضروری ہے، بلا وجہ کی دل آزاری کا کوئی اعتبار نہیں، اگر کوئی غیر مسلم کہے کہ آپ کی داڑھی، کرتا پائجامہ، اور نماز، روزہ سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے تو اس لغو بات پر ہم اپنا شعار، تشخص اور عبادت ترک نہیں کرینگے، غالباً بنی اسرائیل سے گائے اس لئے ذبح کرائی گئی تاکہ اس کی تقدیس ہمیشہ کےلئے دل سے نکل جائے، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جن ملکوں میں پڑوسی قوم گائے کی پوجا کرتی ہو، وہاں خاص کر مسلمان کو گائے پر پابندی قبول نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ وہاں ذبح گاؤ توحید کے شعار کی حیثیت رکھتا ہے، اسی حکم میں ہمارا ملک ہندوستان بھی ہے (آسان تفسیر قرآن مجید ۱،۱۳۳، سورہ بقرہ: ۷۱، حاشیہ ۱)۔

وبائی امراض پر قابو پانے کے لئے جانور کا قتل :

یہ تو درست ہے کہ بعض مرتبہ وبائی متعدی امراض کی روک تھام کے لئے بڑے پیمانہ پر بعض جانوروں کو ماردیا جاتا ہے، خاص طور سے مرغیوں کو، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بسااوقات ‘‘برڈ فلو ’’ (Bird Flu)کے نام پر افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی تجارت کو نقصان پہنچانے اور اقتصادی اعتبار سے کمزور بلکہ ختم کرنے کی سازش اور پلاننگ بھی ہوتی ہے۔ بالخصوص مسلم اکثریتی علاقوں میں، شدت پسند حکومت کی طرف سے، آخر کیا وجہ ہے کہ ‘‘سوائن فلو ’’ (Swine Flu) جس کا سبب خنزیر کو بتایا جاتا ہے اور عربی میں اسے ‘‘الحمی الخنزیریۃ ’’ کہا جاتا ہے، خنزیر کو مارنے کے واقعات سننے میں نہیں آئے یا کم آئے؛ کیوں کہ اس کے پالنے اور تجارت کرنے والے غیر مسلم ہیں، اور اس کے بالمقابل مرغیوں کو بے تحاشہ قتل کیاگیا؛ کیوں کہ اس کے کاروباری

زیادہ تر مسلمان ہیں، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس افواہ میں کتنی صداقت یا حقیقت ہے، اس لئے محض افواہ کی بنیاد پر مرغیوں کا قتل جائز نہیں، جب ماہرین اطباء کی طرف سے اچھی طرح تحقیق ہوجائے تب یہ اقدام جائز ہوگا۔

بعد از تحقیق مارنے کی اجازت ہے لیکن زندہ گڑھوں میں دفن کردینا یا تیزاب ڈال دینا، یا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا، جس سے جانور کو اذیت ہو اور وہ تڑپ تڑپ کر مرجائے، غیر انسانی، غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہے، یہ طریقہ سنگ دلی اور قساوت قلبی کا ہے، اس ظلم کی اجازت شریعت میں نہیں۔

میرے خیال میں اس کے لئے مناسب طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ چارہ میں کوئی چیز ملا دی جائے جس کے چگنے سے ان پر موت طاری ہوجائے، پھر گڑھا کھود کر دفن کردیا جائے، یا مشینی ذبیحہ کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، یا بے ہوش کرنے کی دوا دے کر یہ کارروائی کی جاسکتی ہے۔

ذبح کے لئے جانور کو بجلی کرنٹ کی شاٹ لگانا، جسے اسٹنگ کہتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں مفتی شبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں:

''جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا شاٹ لگا کر بے دم اور بے بس بنادینا یا کلی طور پر بے ہوش کردینا غیر شرعی عمل ہے جو کہ مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ ذبح سے پہلے زندہ جانور کو تکلیف پہنچانے کی ایک شکل ہے، جس کو شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا ہے؛ البتہ جانور کو قابو میں رکھنے کے لئے اس طرح کی کوئی معمولی شکل اختیار کی جائے تو اس کی گنجائش ہے، جیسا کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے رسی سے باندھ کر گرانے میں بھی جانور کو تکلیف ہوتی ہے، جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، مگر بے ہوش کرنے والا شاٹ لگانا مکروہ ہے، اور ذبح کرنے کا جو شرعی طریقہ ہے اس کو وحشیانہ قرار دینا غلط ہے ''(فتاوی قاسمیہ۲۲،۱۳۶-۱۳۷)۔

کن مصالح کے لئے جانور کو قتل کیا جاسکتا ہے؟

انسان کی لحمی غذائی ضرورت کے علاوہ اس کی ان بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے جانور کو مارا اور قتل کیا جاسکتا ہے، جو ضرورت یا حاجت کے درجہ میں ہوں، قانونی پابندی نہ ہو اور نہ نسل کشی ہوتی ہو، جیسے ہاتھی کے دانت، یا ہرن کی سینگ اور کھال کو حاصل کرنے کے لئے ان کو مارا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ جانور کمیاب یا نایاب ہو یا حکومت کی طرف سے مفاد عامہ اور ماحولیاتی تحفظ کی غرض سے پابندی ہو تو پھر نہیں مارا جاسکتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ مدظلہ لکھتے ہیں:

''جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایاجاتا، ان کا شکار بھی جائز ہے کہ اس طرح اس کے چمڑے، بال اور پنکھ وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاسکے گا، اور گوشت وچمڑا بھی پاک

ہوجائے گا، بلی اور کتے بھی اسی حکم میں ہیں؛ البتہ خنزیر چونکہ نجس العین ہے اس لئے وہ بہرحال ناپاک ہی رہے گا " (قاموس الفقہ۴،۳۰۶ ، صید)۔

لیکن بلا ضرورت یا محض تفریح کی خاطر قتل کرنا جائز نہیں ہے، خونخوار اور اذیت ناک جانور کو قتل کرنا بھی مصالحِ انسانی میں داخل ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

کن جانوروں کو کن حالات میں مارنے کی اجازت ہے:

وہ جانور جو انسانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور انتہائی خونخوار ہوں ان کو مارنے کا حکم ہے، اسی طرح جو اذیت اور نقصان پہنچاتے ہیں ان کو مارڈالنے کی اجازت ہے۔ مثلاً وہ کتے جو آوارہ اور کٹ کھنے ہیں ان کو مارنے کا حکم ہے۔ ابتداء میں سارے کتوں کو مارنے کا حکم تھا، پھر یہ حکم ''سیاہ رنگ کے کتوں " کے ساتھ رہا؛ کیوں کہ اس قسم کے کتے نہایت شریر اور سخت خطرناک ہوتے ہیں، ان سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف کے ساتھ کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، پھر ''کلب عقور " (کٹ کھنّے) تک محدود رہا؛ کیونکہ ان کے علاوہ دوسری قسم کے کتے کھیت کھلیان اور مویشیوں کی حفاظت میں کام آتے ہیں، اور وہ ایک طرح سے انسان کی خدمت کرتے ہیں، مفاد عامہ کے پیش نظر ان کا زندہ رکھنا ہی بہتر اور فائدہ مند ہے۔ سارے کتوں کو مارنے کا حکم نہ دینے کی علت نسل کشی سے بچانا ہےاور یہ بھی کہ وہ بھی ایک امت (گروہ، جماعت) ہیں (مظاہر حق جدید۴۵،۵)۔

حدیث میں ہے: ''الکلب الأسود شیطان'' (کالا کتا شیطان ہے) خباثت وشرارت میں سیاہ کتے کو شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعی شیطان جانوروں میں کتے اور کتوں میں سیاہ کتے کی صورت زیادہ اختیار کرتا ہو۔

گو کتوں کو مارنے کاحکم ایک عارضی اور عبوری حکم تھا اور اب صرف ان کتوں کو مارنے کا حکم باقی رہ گیا ہے جو انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں (قاموس الفقہ ۵۶۷،۴ ، کلب)۔

اسی طرح گھر کے علاوہ زہریلے سانپ کو مارنے کا حکم ہے، گھر میں رہنے والا سانپ جن بھی ہوسکتا ہے، ایک صحابی کو مارنے کی وجہ سے اذیت میں مبتلا ہونا پڑا، اس لئے حکم ہے کہ تین دن خبردار کرو پھر تین دن کے بعد نظر آئے تو مار ڈالو کہ وہ شیطان ہے (مسلم شریف؛ مظاہر حق ۵۳،۵)۔

گرگٹ کے بارے میں مار ڈالنے کا حکم ہے، ''عن أم شریک أن رسول اللہ ﷺ أمر بقتل الوزغ وقال: کان ینفخ علی إبراہیم'' (متفق علیہ)۔

(گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ آگ میں پھونک مارتا تھا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں ڈالے گئے)۔

''عن سعید بن أبی وقاصؓ أن رسول اللہ أمر بقتل الوزغ وسماہ فویسقاً'' (مسلم)۔

حدیث میں اس بات کی طرف راغب کیا گیا ہے کہ گرگٹ کو جلد سے جلد مار ڈالا

جائے (مظاہر حق ۵۵،۵)، جو چیونٹیاں موذی ہیں ان کو مارنا درست ہے، لیکن وہ قسم جو اذیت ناک نہیں یا معمولی ہے اس کو مارنے کی اجازت نہیں (ایضا)۔

واضح رہے کہ بلا وجہ کسی جانور وپرندہ کو مار دینا ناجائز ہے، حدیث شریف میں ہے:

''من قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ عن قتلہ، قیل:یا رسول اللہ! وما حقہا؟ قال:أن یذبحہا فیأکلہا، ولا یقطع رأسہا فیرمی'' (رواہ احمد والنسائی والدارمی)۔

(جو شخص گوریا یا اس سے بڑا پرندہ ناحق قتل کرے گا قیامت کے روز اللہ تعالی اس کے بارے میں قاتل سے باز پرس کرے گا، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول اس کا کیا حق ہے؟ فرمایا: ذبح کرے تو کھالے اور اس کا سرکاٹ کر نہ پھینکے)۔

یہ حکم اس لئے ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق خدا کی اس وسیع کائنات میں ہر جاندار اپنی جان کی حفاظت کا حق رکھتا ہے (ایضا: ۳۷ قاموس الفقہ۳،۳۱۵، قتل وزغ (گرگٹ)، سانپ اور کلاب کے لئے دیکھیں: ترمذی۱،۶۳۴-۶۳۵)۔

جانوروں کے نقصانات کا حکم:

جانوروں سے لاحق ہونے والے نقصانات کا حکم کیا ہے؟ اس کے لئے ہم مکہ فقہ اکیڈمی کے چودہویں سمینار کے فیصلے سے دوسرا فیصلہ نقل کردینا کافی سمجھتے ہیں:

دوسرا فیصلہ:

اول: جانوروں کے نقصانات:

جانور کی جنایت اور اس سے پہنچنے والے نقصان کے بارے میں شرعی اصول تو یہ ہے کہ وہ قابل معافی ہوتا ہے؛ کیونکہ حدیث ہے: ''العجماء جرحہا جبار '' (بے زبان جانور ناقابل مواخذہ ہیں) بشرطیکہ زیر ملکیت یا زیر قبضہ جانور کے بارے میں یہ معروف نہ ہو کہ وہ نقصان پہنچاتا اور کاٹ لیتا وغیرہ ہے، یا جانور کے مالک کے بارے میں یہ مشہور نہ ہو کہ وہ جانور کی حفاظت میں کوتاہی کرتا ہے، یا بے توجہی برتتا ہے یا زیادتی کرتا ہے، ذمہ داری کا سبب غلطی اور عملی ضرر ہوگا اور ضمان کا ذمہ دار جانور کا مالک ہوگا یا جو مالک کے حکم میں ہو جیسے غاصب، چور، کرایہ پر لینے والا، عاریت پر لینے والے، سوار، ہانکنے والا اور ڈرائیور، یہ لوگ کھیتی اور درخت وغیرہ کو پہنچنے والے نقصان کے بارے میں جواب دہ ہونگے، اگر نقصان رات کو پہنچے؛ کیونکہ رات میں جانور کی حفاظت اس کے مالک کے ذمہ ہے، اور دن میں کھیتی وغیرہ کے مالکان اپنی کھیتی وغیرہ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، جیسا کہ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں ہے کہ نبیﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ باغات کے مالکان دن میں خود اپنے باغات کی حفاظت کے ذمہ دار ہونگے، اور اگر جانور رات میں نقصان پہنچائیں تو اس کی ضمانت جانور کے مالکان پر ہوگی (فقہی فیصلے، اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ۳۵۳-۳۵۴، مزید تفصیل کے لئے قاموس الفقہ ''جنایت اور ضمان '' دیکھیں)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات:

١۔ گھوڑے کی پیشانی، دم اور گردن کے بال بلا ضرورت کاٹنے سے منع کیاگیا ہے؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے ان کی منفعت متاثر ہوگی، ''لا تقصوا نواصی الخیل ولا معارفہا ولا أذنا بہا، فإن أذنا بہا مذابہا، ومعارفہا دفاؤہا، ونواصیہا معقود فیہا الخیر'' (عون المعبود ٧؍کتاب الجہاد، رقم الحدیث: ٢٥٣٩)۔

٢۔ سواری کے جانور پر اچھی حالت میں سواری کی جائے اور کھانے والے جانور کو اچھی حالت میں کھایا جائے اور ان کی خوراک کا خاص لحاظ رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ صرف منفعت حاصل کی جائے اور اس کا حق نہ ادا کیا جائے: ''مرّ رسول اللہﷺ ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ، قال:اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ'' (ایضاً: رقم الحدیث: ٢٥٤٥)۔

٣۔ اذیت پہنچانے کا ایک طریقہ جانوروں کو باہم لڑانا ہے، اس سے منع کیا گیا ہے:

''نہی رسول اللہﷺ عن التحریش بین البہائم'' (ایضا: ٢٥٥٦)۔

اسی طرح جانور کو داغنا یا ضرورت سے زیادہ مارنا یا اس کو برا بھلا کہنا اور لعنت بھیجنا، ذبح کےلئے غلط طریقہ اختیار کرنا، کھانے پینے میں کوتاہی کرنا، یہ تمام ہی چیزیں ممنوع ہیں (تفصیل کے لئے عون المعبود ٧؍کتاب الجہاد ٨؍٩٧۔٩٨ ملاحظہ ہو)۔

٤۔ بلا وجہ کسی جانور یا پرندہ کو مار دینا ناجائز ہے۔

٤۔ جانور کو باندھ کر نشانہ لگانے کی ممانعت ہے (تفصیل کے لئے مظاہر حق جدید ٥؍٣٧، ٢٩، ٣١، ٤٣، ٤٥ وغیرہ)۔

خلاصہ بحث:

١۔ چارہ خور جانوروں کو نفع بخش بنانے، زیادہ قابل انتفاع بنانے کےلئے اگر حلال جانور کے لحمی اجزاء دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں جائز ہے؛ البتہ غیر حلال مثلاً مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے لحمی اجزاء دینے میں احتیاط برتنی چاہئے، پھر بھی اگر دے دیئے جائیں تو اس جانور کا دودھ اور گوشت استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں، یہ جلالہ (نجاست خور) جانور اس لئے نہیں ہوگا کہ چارہ غالب ہے، اور آمیزش بمقدار قلیل ہونے کی وجہ سے معدوم ہوجاتی ہے، اور تحلیل ہوکر جز بن جاتی ہے، تاہم اگر چند دن روک کر کھایا جائے تو بہتر ہے۔

٢۔ ضرورت پر جانور کو ایسا انجکشن دودھ بڑھانے یا جسم کا حجم بڑھانے کے لئے دیا جاسکتا ہے، جو جانور پر غلط اثر نہ ڈالے اور دودھ یا گوشت استعمال کرنے والا بھی کسی بیماری سے متاثر نہ ہو۔

٣۔ حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا ان کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے

حرام جانور سے اس کا اختلاط جائز نہیں ہے، جرسی یا امریکن گائے کا دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے، اس کے بارے میں یہ غلط تشہیر ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، یہ مستقل ایک جنس ہے جو عام گایوں سے مختلف ہے، ایک جنس کا دوسری جنس سے اختلاط قریب بہ حرام ہے؛ کیوں کہ تغییر فی خلق اللہ اور اعلی سے ادنی کی طرف نزول ہے، اگر حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہو تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا۔

۴۔ بطور زینت پنجرے میں بعض جانور اور پرندے مثلاً ہر ن اور طوطا وغیرہ کو رکھا جاسکتا ہے۔

۵۔ جذبات شوق کی تسکین کے لئے خطرناک اور خونخوار جانور مثلاً شیر، سانپ اور خونخوار کتے پالنا جائز نہیں کہ اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کو نقصان پہنچادیں۔

۶۔ امکانی دواؤں کی دریافت کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ تجربہ کرنے والے ماہر ہوں اور طریقہ ایسا اختیار کریں جس سے جانور کو کم سےکم اذیت لاحق ہو، اسے بالکل حلال کردینا اور تختہ مشق بنا دینا درست نہیں۔

۷۔ دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا درست ہوگا۔

۸۔ جانوروں کی نسل کشی جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ مقصد تخلیق کے خلاف اور ماحولیات کے لئے نقصان دہ ہے، اگر حکومت کسی جانور کو قومی جانور قرار دے کر اس کے شکار اور ذبح کو ممنوع کردے تو شرعاً یہ قانون واجب العمل ہوگا، لیکن حلت کا عقیدہ رکھنا لازم ہے۔

۹۔ مخلوط سماج میں اگر کسی خاص جانور کو معبود کا درجہ دے کر مقدس مان لیا جائے اور قانوناً اس کے ذبح پر پابندی لگادی جائے تو اس قانون کو قبول نہ کرنا لازم ہے؛ البتہ احتیاط ضروری ہے، مسلم اکثریتی علاقوں میں ہی ذبح کیا جائے۔

۱۰۔ جنگلات یا بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں اور جانوروں کے شکار سے اگر حکومت مفاد عامہ کی خاطر روک لگا دے تو اس قانون کی پابندی ضروری ہے۔

۱۱۔ بعض وبائی اور متعدی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں اور مرغیوں کو مارا جاسکتا ہے، جب کہ یہ متحقق ہوجائے کہ یہ امراض انہیں جانوروں یا پرندوں کے سبب پھیلے ہیں یا پھیل رہے ہیں، لیکن زندہ گڑھوں میں دفن کردینا یا ان پر ایسڈ ڈال دینا غیر انسانی اور غیر شرعی عمل ہے، بہترین طریقہ یہ ہے کہ چارے یا دانے میں کوئی مہلک چیز ملا کر دے دی جائے تاکہ ازخود کام تمام ہوجائے، یا مشین سے ذبح کرنے کے بعد دفن کیا جائے۔

۱۲۔ گوشت کے علاوہ دیگر انسانی مصالح مثلاً ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور

کھال کے حصول کے لئے شکار کرنا اور مارناجائز ہے، جب کہ نسل کشی کی حد تک نہ ہو اور قانوناً جرم نہ ہو۔

۱۳۔ صرف خطرناک اور خونخوار جانور کو مارنا جائز ہے، جس سے انسانی جان کو خطرہ ہو لیکن پوری نسل کا صفایا کردینا جائز نہیں کہ ماحولیاتی توازن بگڑ جائے۔

۱۴۔ جانور کو بے مقصد اور بلا ضرورت مارنا منع ہے، غذائی مقصد یا دوسرے فائدے کے لئے مارنا جائزہے، جانور کو سواری یا کھانے کے لئے اپنی حالت میں رکھنا ضروری ہے، ذبح کے لئے نہایت شائستہ اور ممکن حد تک کم تکلیف دہ طریقہ اختیار کیا جائے، چھری تیز کرلی جائے، جانور کو تکلیف دینا اور اذیت پہنچانا جائز نہیں مثلاً بھوکا پیاسا رکھنا، ضرورت اور تحمل سے زیادہ بوجھ ڈالنا، منبر بنانا، آگ میں جلانا یا داغنا، منہ پر مارنا، یا اس کے بال یا چونچ یا پنجے کتر کر ناکارہ بنادینا، یا مارنے میں حد سے گزر جانا، یا لعن طعن کرنا، بہت زیادہ کام لینا، یہ تمام چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ ہر ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور اس کو باعث اجر وثواب سمجھا جائے۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا عمر بن یوسف کوکنی•

اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں میں سے دنیا میں ''حیوانات ''کا وجود بھی ایک بڑی نعمت ہے، اللہ تعالی نے اپنے فضل سے خدمت انسان کے لیے مسخر کیا ہے، شریعت مطہرہ نے ان حیوانات کے جملہ حقوق پر واضح انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

یہاں مندرجہ سطور میں سوالنامہ کی ترتیب پر شرعی توضیح پیش کرنے کی ایک طالب علمانہ کوشش کی جارہی ہے، اللہ تعالی محض اپنے فضل سے اصابت تک رسائی منظور فرمائے ---وھو الموفق والمعین

تمام حیوانات اپنی صحت وبقا اور مخدوم انسان کے افادہ کے لیے ''غذا ''کے محتاج ہوتے ہیں، جو کھاناحیوان کو پیش کیا جاتا ہے وہ ''علف ''کہلاتا ہے ۔

چنانچہ دکتور فرید عبد الخالق ''اصطلاح علف ''میں تحریر فرماتے ہیں :

''ھو کل مادۃ تحتوی علی مواد عضویۃ أو معدنیۃ غذائیۃ یمکن أن یستفید منھا جسم الحیوان،وتؤدی وظیفۃ الامتلاء،ولا یکون لھا أثر سیئ علی صحۃ الحیوان عند إعطائہ لہ بکمیات مناسبۃ ''(دیکھئے :اسس التقسیم والتصنیف الغذائی لمواد العلف۔ (المأخوذ:النوازل فی الاطعمہ: ١،٣٧٧-Pdf)۔

بعض متخصصین نے حیوانات کو دی جانے والی غذ ا کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

(١) المراعی الطبعیۃ : وھی المحاصیل العلفیۃ التی یتناولھا الحیوان بالرعی المباشر۔

(٢) العلف الأخضر:

(٣) الدریس :

(٤) السیلاج:

(٥) الأعلاف المصنعۃ (المرکبۃ)

''الأعلاف المصنعۃ ''اس پانچویں قسم کو دو اجزاء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

(أ) المواد الخشنۃ أو الغلیظۃ (غیر المرکزۃ)۔

(ب) المواد المرکزۃ : اسی کو'' مواد التغذیۃ الحیوانیۃ ''کہا جاتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے : النوازل فی الاطعمۃ : ١،٧٩-٣٧٨-Pdf)۔

• جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن، رائے گڑھ، مہاراشٹر۔

{١}چارہ خور جانوروں کی غذائیں لحمی اجزاء پر مشتمل ہوں :

لحمی اجزاء پر مشتمل غذا میناجزاء ایسے جانور کے ہوں جو ماکول اللحم ہو اور شرعی طریقہ پر اسے ذبح کیا گیا ہو تواس سے انتفاع اور ایسی غذ ادینا جائز ہے اور بہ ظاہر اسمیں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا ۔

''ولا خلاف بین الفقهاء فی الاستفادة من أجزاء المذکاة المأکولة اللحم ''(النوازل فی الاطعمة : ١،٤٠٠ Pdf)۔

لحمی اجزاء ایسے جانور کے ہوں جو ماکول اللحم نہ ہو یا شرعی طریقہ پر اسے ذبح نہ کیا گیا ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں :

(١) غذا نجس (٢) غذا متنجس۔

حکم غذا نجس : جانور کو نجاست بطور غذا دینا مکروہ ہے ۔

چنانچہ علامہ نووی ؒتحریر فرماتے ہیں :

''وفی فتاوی صاحب الشامل أنہ یکرہ إطعام الحیوان الماکول نجاسة ،وهذا لایخالف نص الشافعی فی الطعام '' (المجموع : ٩،٣٢،ط: دار حیاء التراث العربی ،نیز دیکھئے : روضة الطالبین : ٢،٥٤٦، تحفة المحتاج مع الحاشیتین : ١٢،٣٢١)۔

حکم جلالہ :

جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو اکثر نجاست وگندگی کھاتا ہو اور اس کی وجہ سے گوشت وغیرہ مینبدبو جیسی کیفیت پیدا ہوتی ہو،لہذا جس جانور مینکثرت اکل نجاست کی وجہ سے بدبو یا اس کے گوشت کا مزہ بدل گیا ہو تو اسے کھانا مکروہ تنزیہی ہے ۔

منقح مذہب شافعی علامہ نووی ؒرقمطراز ہیں :

''الجلالة هی التی تأکل العذرة والنجاسات وتکون من الابل والبقر والغنم والدجاج ---------وإذا تغیر لحم الجلالة فهو مکروه بلاخلاف،وهل هی کراهة تنزیه أو تحریم ؟فیه وجهان مشهوران فی طریقة الخراسانیین، أصحهما عند الجمهور وبه قطع المصنف وجمهور العراقیین وصححه الرویانی وغیره من المعتمدین أنه کراهة تنزیه،قال الرافعی صححه الأکثرون'' (المجموع ٩،٣٠)۔

البتہ نجاست خور جانور کے گوشت مینبدبو ظاہر ہونے کے بعد اسے نجاست سے دور رکھا جائے اور پاک چیز یعنی چارہ وغیرہ کھلایا جائے جس سے بدبو وغیرہ کا اثر بالکلیہ ختم ہو تو پھر اسے کھانے میں کراہت بھی باقی نہیں رہتی ۔

''قال أصحابنا:ولو حبست بعد ظهور النتن وعلفت شیئا طاهرا فزالت الرائحة ثم ذبحت فلا کراهة فیها قطعا''(المجموع ٩،٣١)۔

حکم جلالہ پر تخریج کا تقاضہ ہے کہ اگر کسی جانور کو نجاست عین کھلائی گئی اور اس سے گوشت ،دودھ وغیرہ میں بدبو کا اثر ظاہر ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے ۔اگر

کوئی تغیر پیدا نہ ہو یا پیدا ہو کر زائل ہوجائے تو ان اشیاء کا استعمال بلاکراہت جائز ہے ۔

غذاء متنجس:

اس سے ایسی غذ امراد ہے جو محض نجاست نہ ہو؛ بلکہ نجاست کسی کھانے کی چیز کے ساتھ ملائی گئی ہو ،ایسی نجاست ملی ہوئی غذا جانوروں کو دینا جائز ہے ۔

جیسا کہ محدث کبیر اما م بیہقی ؒ نقل کرتے ہیں :

''قال الشافعی فی القدیم : فإن عجن بہ یعنی الماء عجینا لم یأکل وأطعمہ الدواب''(السنن الکبری ۳۵۸،۱ ط: د، ک، ع)۔

اسی طرح علامہ نووی ؒ کا بیان ہے کہ اگر کوئی نجس پانی سے آٹا گوندے اور اس کی روٹی بنائے تو وہ ناپاک ہے(یعنی انسان کے لئے حلال نہیں) اور وہ ناپاک روٹی بکری یا اونٹ یا گائے یعنی کسی جانور کو کھلانا جائز ہے ۔

''لو عجن دقیق بماء نجس وخبزہ فھو نجس یحرم أکلہ ویجوز أن یطعمہ لشاۃ أو بعیرا أو بقرۃ أو نحوھا''(المجموع ۳۰،۹)۔

دلیل: عن ابن عمر ؓ أن الناس نزلوا مع رسول اللہ ﷺ أرض ثمود الحجر فاستقوا من بئرھا واعتجنوا بہ فأمرھم رسول اللہ ﷺ أن یھریقوا ما استقوا من بئرھا وأن یعلفوا الإبل العجین وأمرھم أن یستقوا من البئر التی کانت تردھا الناقۃ (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی: وإلی ثمود أخاہم صالحاً، رقم: ۳۳۷۹) ۔

وجہ دلالت: امام بیہقی ؒ کا وجہ استدلال یوں ہے کہ یہ پانی گرچہ ناپاک نہیں تھا لیکن اس کے استعمال کی ان کے لئے ممانعت تھی تو اس پانی کے بہانے کا حکم دیا گیا اور اس سے گوندا ہوا آٹا اونٹ کو کھلانے کا حکم دیا گیا ،لہذ اجس کا استعمال نجاست کی وجہ سے ممنوع ہو تو وہ جانوروں کو کھلا نا جائز ہوگا(دیکھئے: السنن الکبری ۳۵۸،۱)۔

متنجس غذاجانوروں کو دینے کے بعد ان سے حاصل ہونے والے منافع گوشت ،دودھ اور انڈا وغیرہ کا استعمال جائز ہے؛ کیونکہ غذ اءِنجس کے بعد اگر تغیر نہ ہوتو استعمال بلاکراہت جائز ہے تو ''غذاء متنجس ''کے بعد ان اشیاء کا استعمال بطریق اولی جائز ہوگا.....؛کیونکہ گوشت وغیرہ کے مباح ہونے میںنجاست کاکھانا یا نہ کھانا مؤثر نہیں بلکہ پاک غذا بھی جانور کھائے تو وہ معدہ میں اترتی ہے اور وہاں دیگر نجاست کے ساتھ ملکر ناپاک ہوجاتی ہے اور یہ تحلیل ہوکر جزء بدن بنتی ہے جیسا کہ کھیتی یا درخت کو ناپاک پانی سے سینچا جائے تو اس سے غلہ یاپھل ناپاک نہیںہوتے ہیں، اسی طرح حرام چیز سے جانور کی نشوو نما ہو تو اس سے جانور کا گوشت وغیرہ حرام نہیں ہوتاہے ۔

علامہ یحیی بن ابی الخیر العمرانی ؒ کا کلام ملاحظہ ہو :

''إنما تأکلہ البھیمۃ من الطاھرات ینجس إذا حصل فی کرشھا فلا یکون غذائھا إلا

بالنجاسة ولا يؤثر ذلک إلا فی إباحة لحمها ولبنها وبيضها، ولأن النجاسة التی تأكلها تنزل فی مجاری الطعام ولا تخالط اللحم ،وانما يتغير اللحم بهاوذلک يقتضی الكراهة لا التحريم ،كما لو كان معه لحم طری فتركه حتی أنتن فإنه لا يحرم بذلک هذا هو المشهور ''(البيان فی فقه الامام الشافعی ۴۸۴،۴، ط: د، ک، ع)۔

نیز علامہ خطیب شربینیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''لو ربی سخلة بلبن كلبة أو خنزيرة كانت كالجلالة، ولو غذی شاة نحو عشر سنين بمال حرام، قال ابن عبد السلام:لم يحرم عليه أكلها ولا علی غيره لأن الأعيان لا توصف بحلة ولا حرمة ''(مغنی المحتاج ۲۰۰،۶، ط : دار احياء التراث العربی، نیز دیکھیے : تحفة المحتاج مع الحاشيتين ۳۲۲،۱۲، نهاية المحتاج ۱۹۱،۶،المجموع ۳۲،۹)۔

* غذا نجس اور متنجس کی مختصر توضیح کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوال مذکور کے مطابق چارہ خور جانوروں کی غذا میں لحمی اجزاء پاک ہوں تو یہ غذا بنانا اور کھلانا جائز ہے۔ اگر لحمی اجزاء نجس ہوں جن سے غذا متنجس ہورہی ہوتو متنجس غذا کھلانا بھی جائز ہے، اور اگر مکمل غذا ہی نجس ہوتو ایسی غذ اکھلا نا مکروہ ہے ۔

شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ کا کلام بھی ملاحظہ ہو:

''ويعلف جوازا المتنجس دابته لخبر صحيح فيه، أما نجس العين فيكره علفها به كما صرح به فی الروضة عن فتاوی صاحب الشامل فی المأكولة، ويكره لحم الجلالة ولبنها وبيضها إن ظهر نتن ما تأكله فی ريحهاوعرقها ولا يحرم فإن علفت طاهرا .....فطاب لحمها لم تكره''(اسنی المطالب شرح روض الطالب ۴۱۱.۲۱،۳، ط: ر،ک،ع)۔

تنبیہ: لحمی اجزاء پر مشتمل غذ اکھلانا بظاہر چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور خلاف فطرت طریقہ ٔ تغذی میں شرعی قباحت کا احساس ہوتا ہے،لیکن یہاں یہ امر ذہن نشین ہونا چاہیے کہ حیوانات کی غذا میں خلاف فطرت عمل اختیا ر کرنا شرعاً قبیح ومذموم اس وقت ہوگا جب کہ اس میں حیوانا ت کے لیے ضرر ہو، لہذ ا زیر بحث طریقہ تغذی میں جانوروں کے لیے کسی قسم کا ضرر نہ ہو جیسا کہ اس میں عامتاً جانوروں کے طبائع کا لحاظ رکھا جاتا ہے تو ا س طریقہ کو اختیار کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا؛ چنانچہ حیوان سے خلاف فطرت انتفاع کے جواز کی توضیح کرتے ہوئے علامہ رملیؒ رقمطراز ہیں :

''قال الأذرعی:هل يجوز الحرث علی الحمر، الظاهر أنه إن لم يضرها جاز وإلا فلا ..... وهو ظاهر وفی كتب الحنابلة وهو جار علی القواعد أنه يجوز الانتفاع بالحيوان فی غير ما خلق له كالبقر للركوب أو الحمل والإبل والحمير للحرث'' (نهاية المحتاج ۳۴۲،۵)۔

نیز انسان کے لیے خلاف فطرت غذا کے استعمال کو مطلقاً حرام نہیں قرار دیا گیا بلکہ کھانے والے کے لیے باعث مضرت نہ ہو تو حرام نہیں ہے یہ اور بات ہے ایسی

چیزوں کا استعمال عدم مضرت کی صورت میں بھی مناسب نہیں ہے ۔

علامہ نووی ؒ تحریر فرماتے ہیں :

''النهی من أكل الطين .....ينبغی أن نحكم بالتحريم إن ظهرت المضرة فيه ''(٣)

{٢} دودھ او ر گوشت کی مقدار میں اضافہ کے لیے انجکشن کا حکم:

جانوروں کو کھلانے پلانے میں ان کی فطرت کا خیال رکھنے اور مضرت وتکلیف سے ان کو بچانے کا انسان مکلف ہے جیسا کہ ان سے انتفاع مینقدرت سے زیادہ کا بوجھ ان پر ڈالا نہیں جاسکتا ۔

چنانچہ علامہ شروانی ؒ ارقام فرماتے ہیں :

''ويحرم تكليفها على ا لدوام مالاتطيق الدوام عليه ،ولا يحل به ضر بها إلابقدر الحاجة '' (حاشية الشروانی على تحفة المحتاج ٦٦٩،١٠، ط: عباس احمد الباز)۔

نیز علامہ خطیب شربینی ؒ تحریرفرماتے ہیں :

''ولايجوز الحلب إذا كان يضرها بالبهيمة لقلة علفها ولا ترک الحلب إذا كان يضرها، وإن لم يضرها كره تركه للإضاعة ''(مغنی المحتاج ٢٨٩،٥)۔

لہذ اجائز مقصد کے لیے ایسے انجکشن لگائے جائیں جو جانوروں کے لیے قابل تحمل ہوں اور مضر نہ ہوں تو ایسے انجکشن لگانے میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔

انجکشن لگائے گئے جانوروں کے گوشت اور انڈے کے استعمال کا حکم :

انجکشن وغیرہ کے جائز طریقۂ تغذی سے جن جانوروں کی افزائش ہوئی ہو ان کے گوشت، دودھ، انڈا وغیرہ کے استعمال سے انسان کے لیے بدن یا عقل میں ضرر لاحق ہونے کا یقین ہو تو ان اشیاء کا استعمال درست نہیں ہوگا، اگر ضرر کا یقین یا ظن غالب نہ ہو تو ان کا استعمال جائز ہوگا۔

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ زکریا انصاریؒ تحریر فرماتے ہیں :

''يحرم تناول مايضر البدن أو العقل كالحجر والتراب والطين والزجاج والسم''(اسنی المطالب ٤١٦،٣)۔

مزید اس کلام پر محشی کی توضیح ملاحظہ ہو:

''قطع فی المهذب بتحريمه وكذا القفال والقاضی حسين والفخر الرازی وجماعة، وقال إبراهيم المروزی:ينبغی القطع بالتحريم إن ظهرت المضرة ،وقال السبكی فی باب الربا من شرحه للمنهاج:لا يحرم ..... أكل الطين لأنه لم يصح فيه حديث إلاأن يضر البدن بكثرته فيحرم''(حاشية الرملی الكبير على اسنی المطالب : ١٧،٣۔ ٤١٦)۔

نیز جانوروں کے لحمی اجزاء پر مشتمل غذاکھانے یا انجکشن لگانے کی وجہ سے ان کے گوشت میں ،دودھ وغیرہ کے طاہر اور حلال ہونے میں کوئی تردد نہیں .....بدن انسانی کے لیے مضر یا مفید ہونے کے اعتبار سے ان کے استعمال میں

سوال پید اہوسکتا ہے ۔ لہذا پاک چیز مضر ومستقذر نہ ہو تو اس کا کھاناجائز ہے ۔

''ویحل أکل کل طاھر لا ضرر فیہ کفاکھۃ وحب وسم إن تصور أن أکلہ لا یتضرر بہ کما صرح بہ ''۔

''وفی حل أکل بیض مالا یؤکل تردد .....أی خلاف قیل مبنی علی طھارتہ، قال فی المجموع: وإذا قلنا بطھارتہ حل أکلہ بلاخلاف، لأنہ طاھر غیر مستقذر''(اسنی المطالب ۳؍۴۱۷، نیز دیکھیے : روضۃ الطالبین ۲؍۵۴۸ط : د،ک،ع)۔

{۳} کسی جانور کا خلاف جنس سے اختلاط کرانا:

ایک جانور کا اس کے خلاف جنس جانور سے اختلاط کرانا جائز ہے، جبکہ دونوں حلال ہوں۔

چنانچہ علامہ عمرانیؒ کا بیان ہے :

''وإن نزا فرس علی أتان وحشیۃ أو نزا حمار وحشی علی رمکۃ، قال الشافعی:کان المتولد بینھما حلالا لأنھما مما یحل أکلھما''(البیان فی فقہ الامام الشافعی ۴؍۴۸۲)۔

اور ان مینتحمل کی بھی طاقت ہو۔

''وبحث الأذرعی تحریم إنزاء الخیل علی البقر لکبر ألتھا ،ویؤخذ منہ إن کل إنزاء مضر ضررا لا یحتمل عادۃ کذلک''(تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین ۸؍۷۴۹ط: د،ک،ع)۔

اور اگر ایک مأکول اللحم اورحلال ہو اور دوسرا حرام ہو تو دونوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے بچے حرام یعنی غیر مأکول اللحم ہونگے ۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں :

''قال الشافعی والأصحاب یحرم السِمع (المتولد بین الذئب والضبع)والبغل وسائر ما یولد من مأکول وغیر مأکول سواء کان المأکول الذکر أو الأنثی''(المجموع : ۹؍۲۹ ۔ تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین : ۱۲؍ ۳۱۶)۔

جرسی گائے کے بارے میں:

جرسی گائے نام سے جس جانور کو پہچانا جاتاہے وہ دراصل برطانیہ کے Chanel Island of jersey نامی جزیرہ کی ایک نسل ہے ۔ ۱۷۰۰ ء مینسب سے پہلے اسے ایک مستقل نسل شمار کی جانے لگی ۔۱۷۸۹ ء سے ۲۰۰۸ ء تک تقریبا ً ۲۰۰ ؍ سال کسی بیرونی دباؤ سے اسے علیحدہ رکھا گیا ۔ ۱۷۸۹ ؁ ء مینقانون بنا کہ جرسی نامی جزیرہ مینباہر سے کسی اور نسل کی گائے بیل یا ان کے مادہ تولید کو در آمد کرنا ممنوع ہے؛ تاکہ اس کی نسل کو اختلاط سے بچایا جاسکے ۔۲۰۰۸ ؁ ء کے بعد اس پابندی کو ختم کیا گیا ۔جرسی گائے کے بارے مینتاریخی معلومات JERSEY CATTLE (Wikipediaتفصیل سے حاصل کی جاسکتی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ Jersey ایک مستقل جنس ہے، اس کی مختلف انواع ہوسکتی ہیں اور دودھ کی کثرت وفوائد کے کچھ امتیازات اسمیں ہیں وہ

دوسری گایوں میںنہیں ۔یہ خنزیر کے اختلاط سے وجود میںنہیں آئی ۔

لہذا لوگوں مینجو سمجھا جاتا ہے کہ خنزیر کے اختلاط سے ہوتی ہے اس کی بظاہر کوئی اصل معلوم نہینہوتی جب تک کہ اس گمان پر کوئی قوی ثبوت پیش نہ ہو۔

{۴} زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے مینرکھنے کا حکم :

تمام مخلوق کو اللہ تعالی نے حضرت انسان کی خدمت کے لیے مسخر کیا ہے جس کی بنیاد پر انسان اپنی مصالح ومقاصد میں ان سے استفادہ کرتا رہتاہے، ان سے جائز طریقہ پر استفادہ کرنے میں فائدہ اٹھانے والے انسان پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔

لہذا پرندے یاکسی دوسرے جانور کو کوئی شخص زینت کے لیے ،انسیت کے لیے یا کسی اور دوسرے مباح مقصد سے پنجرے میں رکھے تو جائز ہے؛ جبکہ عرف وعادت کے مطابق ان کے کھانے پانی اور ان سے متعلق دیگر ضروریا ت کا انتظام کرے ۔

چنانچہ جانوروں کے مالک پر لازم ہونے والے حقوق کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ ارقام فرماتے ہیں :

''علیہ أی مالک الدواب لم یرد بیعها ولا ذبح مایحل منها علف دوابہ المحترمۃ وإن وصلت إلی حد الزمان المانعۃ عن الانتفاع بها بوجہ وسقیها وسائر ما ینفعها ''(تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین : ۶۶۹،۱۰)۔

یعنی جانوروں کے مالک پر اپنے محترم جانوروں کاچارہ اور پانی اور ان تما م چیزوں کاانتظام لازم ہے جو ان کے لیے سود مند ہوں چاہے وہ لاغری اور کمزوری کی ایسی حالت پر پہنچے ہوں کہ ان سے انتفاع ممکن نہ رہا ہو۔

''جواز حبس حیوان ''کی وجہ استدلال پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ ہی رقمطراز ہیں :

''ویجوز حبس الهر وإطعامہ ولا نظر لما فی الحبس من العقوبۃ لأنها یسیرۃ محتملۃ، وکذا الطائر، وفی شرح التعجیز لابن یونس أن القفص للطائر کالاصطبل للدابۃ،ودلیل جواز حبسها خبر البخاری (صحیح بخاری: احادیث الانبیاء،رقم : ۳۴۸۲) وغیرہ إن امرأۃ أدخلت النار فی هرۃ حبستها فلاهی أطعمتها ولا هی ترکتها تأکل من خشاش الأرض ،فافهم أنها لوحبستها وأطعمتها جاز ولم تدخل النار بسببها''(الفتاوی الکبری الفقہیہ ۲۱۸،۴)۔

یعنی اشارہ کردہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ خاتون بلی کو روکتی اور اس کو کھلاتی پلاتی تو جائز ہوتا، پھر محض روکنے کی وجہ سے وہ جہنم کی مستحق نہ ہوتی ۔

ایک اور موقع پر ''جواز حبس''کو آپ نے یوں بیان فرمایا ہے :

''ویحرم حبس شئ من الفواسق الخمس علی الوجہ الاقتناء ویحل حبس ماینتفع بصوتہ أو لونہ ''(تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین ۲۳۴،۱۲)۔

اسی طرح علامہ خطیب شربینیؒ نے اس مسئلہ کی یہ وضاحت فرمائی :

''وسئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتها وغیر ذلک، فأجاب بالجواز

إذا تعهد ها مالکها بما تحتاج إلیہ لأنها کالبهیمۃ تربط ''(مغنی المحتاج ۴۰،۶)۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث وارد ہے ۔

''یا أبا عمیر مافعل النغیر''(صحیح بخاری، باب الکنیۃ للصبی ، رقم: ۶۲۰۳)۔

اس حدیث کے تحت شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نقل فرماتے ہیں کہ اس میں پنجرے وغیرہ میں پرندوں کے روکنے کے جواز پر دلالت ہے ۔

''وفیہ -----جواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ وقص جناح الطیر إذ لا یخلو طیر أبی عمیر من واحد منهما وأیهما کان الواقع التحق بہ الآخر فی الحکم ''(فتح الباری ۷۱۵،۱۰، ط: د، ک، ع)۔

{۵}خطرناک جانوروں کو پنجروں میں رکھنے کے شوق کا حکم :

شریعت نے انسان کو اپنی رغبات اور شوق سے نہیں روکا لیکن اس کے لیے حد بندی کی ہے کہ اس سے روح یا جسم کو جائز طریقہ پر فائدہ پہنچتا ہو۔ خطرنا ک اور خونخوار جانوروں کو پنجرے میں بند کرنے کے شوق میں بظاہر روح یا جسم کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا؛ بلکہ تکمیل شوق کے شرعی حدود سے تجاوز نیز ضرر وایذا کا پہلو غالب معلوم ہوتا ہے اس لیے ایسا شوق پورا کرنا درست نہیں۔

چنانچہ شیخ سلیمان جملؒ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت میں جن مو ذی جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے مثلا :'' خمس فواسق ''اور شیر بھیڑیا وغیرہ، ایسے جانوروں کو پالنا حرام ہے۔

''وألحق بها الإما م المؤذیات بطبعها کالأسد والذئب، وقال فی الإیعاب وظاهره حرمۃ اقتناءہ وهو متجہ '' (حاشیۃ الجمل علی شرح المنهج ۳۲۵،۴، ط: د، ک، ع)۔

نیز ایسے جانوروں کو پال کر شوق پورا کرنے میں عام طور پر تفاخر یا لوگو ں پر ہیبت ورعب ڈالنے کا عامل کارفرما ہوتا ہے اور شرعاً یہ کوئی معتبر منفعت نہیں ہے ۔

''ولا بیع سباع لا تنفع کأسد وذئب ونمر ،وما فی اقتناء الملوک لها من الهیبۃ والسیاسۃ لیس من المنافع المعتبرۃ ''(شرح المنهج مع حاشیۃ الجمل ۳۲۶،۴)۔

یعنی بادشاہوں میں اپنی ہیبت اور سیاسی اغراض کے لئے درندوں کو پالنے کی عادت ہے، یہ معتبر منفعت نہیں ہے ۔

اس پر شیخ سلیمان جمل نے وضاحت فرمائی ہے کہ بادشاہوں کے لیے یہ پالنا حرام ہے۔

''واقتناء هم لها حرام''(حاشیۃ الجمل ۳۲۶،۴)۔

{۶}{۷} جانوروں پر میڈیکل تجربات کا حکم :

جانوروں پر کئے جانے والے طبی تجربات کی دو قسمیں ہیں :

قسم اول : وہ تجربات جو مہلک ثابت ہوتے ہیں یعنی اس میں جانور کی جان چلی جاتی ہے ۔

قسم ثانی:وہ تجربات جو مہلک نہ ہو ں۔

قسم اول:مہلک تجربات :

اس میں دو انواع ہیں :

نوع اول :یہ تجربات ایسے جانور پر کئے جائیں جن کو مارنے کی شریعت نے اجازت د ی ہے، ایسے جانوروں پر یہ تجربات کرنا جائز ہے ۔

مثلا :خمس فواسق

دلیل:''عن عائشۃؓ قالت:إن النبی ﷺ قال:خمس فواسق یقتلن فی الحرم:الفأرۃ، والعقرب والحدأۃ، والغراب والکلب العقور ''(صحیح بخاری، باب خمس من الدواب فواسق، رقم: ۳۳۱۴، نیز دیکھئے: صحیح مسلم، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ، ح: ۱۱۹۸)۔

چونکہ شریعت میں چوہا ،بچھو ،چیل ،کوا او ر حملہ آور کتے کو مارنے کی اجازت ہے تو اس قسم کے جانوروں پر یہ تجربات خلاف شرع نہیں سمجھے جائیں گے جبکہ ان میں انسان کے لئے بڑا فائدہ بھی ہے ۔

نوع ثانی: ایسے جانوروں پر تجربات کئے جائیں جن کے مارنے کی صراحتاً اجازت نہیں، یہ جانور دو حال سے خالی نہیں : یا تو شریعت میں ان کے مارنے کی صریح نہی وارد ہوئی ہے مثلا : مینڈک

دلیل :''أن طبیبا سأل النبی ﷺ عن ضفدع یجعلھا فی دواء فنھاہ عن قتلھا ''(سنن ابی داؤد ، باب فی قتل الضفدع ۔رقم : ۵۲۶۹۔ نیز دیکھیے :السنن الکبری للبیھقی ، باب ماجاء فی الضفدع، رقم : ۱۹۰۰۴)۔

یا شریعت میں ان کے مارنے کے سلسلہ مینکوئی امر یا نہی وارد نہیں ہوئی ہے، بکثرت جانور اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔

چونکہ شریعت میں روح کا بڑا احترام ہے اور مہلک تجربات میں جان جانے کا یقین ہے اس لیے اس نوع کے جانوروں پر مہلک تجربات درست نہیں ہونگے، لیکن چند ضوابط وشروط جوآگے مذکور ہیں، کے ساتھ انسانی مفاد کے لیے بعض تجربات کی اجازت دی جاسکتی ہے اور جواز کے لیے اس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے :

دلیل:(۱) وسخرلکم ما فی السمٰوٰت وما فی الأرض جمیعا منہ (سورہ الجاثیہ: ۱۳)۔

وجہ الدلالۃ :تما م حیوانات کو انسانی انتفاع کیلئے مسخر کیا گیا ہے اور اس قسم کے تجربات بھی حیوانات سے انتفاع کی ایک صورت ہے ۔

(۲) ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا (سورۃ البقرہ: ۲۹)۔

وجہ الدلالۃ:آیت کریمہ دال ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے انسانی مصالح کے لیے پیدا گیا ہے، لہذا انسان کی دوا وعلاج سے متعلق حیوانات پر تجربہ بھی ایک بڑی مصلحت ہے۔

(٣)حفظ نفس (جان)شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصدہے، اس قسم کے تجربات کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسانی جان کو ضیاع وضرر سے بچایا جاسکے ،نیز ان تجربات سے جانوروں کو محض مارنا یا اذیت پہنچانا مقصود نہیں بلکہ ایک ضرورت اور مجبوری ہے ۔

(۴)ان تجربات سے جانوروں کو مارنے کا مفسدہ ضرور لاز م آتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں انسانی جان کی بقا اور نقصان سے حفاظت کی بڑی مصلحت حاصل ہوتی ہے اور شریعت میں مصالح کبیرہ کے خاطر معمولی مفسدہ کو برداشت کیا جاتا ہے۔

''فإن حفظ الكثير الخطير بتفويت القليل الحقير من أحسن التصرفات ''(قواعد الاحكام لابن عبد السلام : ۱۰۸،۲، ط: دار القلم دمشق)۔

(۵) بہت سے مواقع پر شریعت نے مصلحت راجحہ کی موجودگی میں جانوروں کے مارنے کو گوارا کیا ہے، گرچہ فی نفسہ مارنا حرام ہے۔

مثلا :

الف:'' قتل حيوانات أهل الحرب حال المعركة''یعنی جنگ کے موقع پر دشمنوں پر غلبہ اور فتح کے مقصد سے حربیوں کے جانوروں کو مارنا جائز ہوتا ہے۔

''ويحرم إتلاف الحيوان إلا مايقاتلونا عليه لدفعهم أو ظفرهم''(منہاج الطالبین مع المغنی ۲۸۴،۴، ط: دار الفکر)۔

ب:''قتل الحيوانات المؤذية :''یعنی جانوروں میں اذیت ہو تو دفع ضرر کے لیے جانوروں کو مارنا جائز ہے دفع اذیت وضرر بھی ایک راجح مصلحت ہے۔

ج: ''قتل الحيوانات المأكولة''یعنی مصلحت اکل کی وجہ سے بھی مارنا جائز ہے ۔

جب محض غذا کی مصلحت سے ذبح کی اجازت ہے جبکہ دوسرے ماکول کے ذریعہ بھی اس حاجت کی تکمیل ہوسکتی ہے تو جس دوا یا علاج کے لیے تجربہ کیا جاتا ہے اس کا جانوروں پر تجربہ کے علاوہ کوئی بدل بھی نہیں تو ایسی صورت میں یہ تجربات بطریق اولی جائز ہونا چاہیے (دیکھئے: احکام التجارب الطبیہ : ۸۰۔۸۵)۔

الغرض شریعت مصلحت راجحہ کے تحقق کی صورت میں جانوروں کے قتل کی اجازت دیتی ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ چند ضوابط وشروط کے ساتھ اس قسم کے تجربات بھی جائز ہونا چاہیے؛ کیونکہ اسمیننوع انسانی کی حفاظت وسلامتی ہے جسے اللہ تعالی نے مکرم بنایا ہے اور کائنات کی تما م مخلوق کواس کے اور اس کی مصالح کے لیے مسخر کیا ہے ۔

قسم ثانی: غیر مہلک تجربات :

جانوروں پر بعض تجربات ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے عاماتاً جانور ہلاک نہینہوتا ہے، اس کی دو انواع ہیں :

نوع اول : تجربہ باعث اذیت ہو۔

ایسا تجربہ جس مینجانور ہلاک نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اذیت وتکلیف کا سبب ہوتا ہے چاہے جس قسم کی تکلیف ہو، اس نوع کے تجربہ کا حکم جاننے سے پہلے جانور کو اذیت دینے کا شرعی حکم جاننا زیادہ مناسب ہے، اس سلسلہ مینبطور نمونہ چند احادیث یہ ہیں :

دلیل :(١) لعن النبی ﷺ من مثل بالحیوان (صحیح بخاری، باب مایکرہ من المثلۃ : ٥٥١٥)۔

جانور کے کان ،ناک وغیر ہ کاٹ کر ''مثلہ ''کرنا ایک اذیت ہے، اس پر نبی کریم ﷺ کا لعنت بھیجنا اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔

دلیل :(٢)إن النبی ﷺ نھی عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ (صحیح مسلم ، باب النھی عن ضرب الحیوان :ح: ٢١١٦)۔

وجہ دلالت: جانور کے چہرے پر مارنا اور اس کے چہرے میںداغنا باعث اذیت ہے؛ کیونکہ یہ انتہائی حساس اور نازک عضو ہے، اس سے اذیت حیوان کی ممانعت پر دلالت ہوتی ہے ۔

دلیل:(٣)عن ابن عمر ؓ أنہ مرّ بفتیان من قریش نصبوا طیرا وھم یرمونھم وقد جعلوا لصاحب الطیر کل خاطئۃ من نبلھم ۔ فلما رأوا ابن عمر تفرقوا فقا ل ابن عمرؓ:من فعل ھذا؟ لعن اللہ من فعل ھذا، إن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا (صحیح مسلم ،باب النھی عن صبر البھائم ، ح: ١٩٥٨)۔

وجہ دلالت: ذی روح کو تیر کا نشانہ بنانے میں اس کو اذیت ہے، اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا، اس سے دلالت ہے کہ جانور کے ساتھ ہر وہ صورت اختیار کرنا درست نہیں جس میں جانور کے لیے اذیت ہو ۔

ان جیسی واضح نصوص کی روشنی میں فقہاء کرام نے صراحت فرمائی کہ حیوان کو کسی قسم کی اذیت پہنچانا جائز نہیں ۔

جیسا کہ علامہ رملی کبیرؒ ایک مسئلہ میں علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''وتعذیب الحیوان لا یجوز''(حاشیۃ الرملی الکبیر علی اسنی المطالب : ٢٩،١)۔

اور رملی صغیر ؒکا بیان ہے :

''وإضرار الحیوان حرام وإن لم یتلف ''(نہایۃ المحتاج : ١٤،٨ ۔ ط: عباس احمد الباز)۔

* اس وضاحت سے '' تعذیب حیوان'' کے عدم جواز کی وجہ سے جو تجربات اذیت کو متضمن ہوں ان کا جائز نہ ہونا ہی مترشح ہوتا ہے،لیکن چند مخصوص ضوابط وشروط کے ساتھ اس ممانعت سے بعض تجربات مستثنی کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے جو انسان

کی جان ،عقل اور نسل کی حفاظت اور دیگر ضروری وبنیادی مصالح کے ضامن ہوں؛ کیونکہ اس قسم کے تجربات سے بالذات ''تعذیب حیوان ''مقصود نہیں بلکہ دوسری راجح مصالح کی رعایت کرنا ہوتی ہے،تعذیب واذیت وہاں تبعاً ثابت ہوتی ہے .....اسی بنا پر جانوروں کے حق میں شریعت نے بعض اعمال کی اجازت دی ہے گرچہ وہاں بھی اذیت کی صورت پائی جاتی ہے پھر بھی وہاں مصلحت راجحہ کوتعذیب کے مفسدہ پر ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ ''ھدی ''میں ''اشعار ''کے حکم مینایک قسم کی اذیت ہے لیکن وہ مقصود بالذات نہیں، اس کو ''غیر ھدی ''سے ممتاز کرنے کی رعایت مصلحت میں مفسدہ اذیت کو گوارا کیا گیا ہے ۔جیسا علامہ ماوردیؒ بیان کرتے ہیں کہ تعذیب حیوان کی ممانعت خاص ہے اس صورت کے ساتھ جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

''وأما نهيه عن تعذيب البهائم فمخصوص فيما لاغرض فيه ''(الحاوی الکبیر ٣٧٣،٤، ط: د، ک، ع)۔

اس نوع کی اور بھی نظائر موجود ہیں، لہذ اغیر مہلک اذیت کو متضمن تجربات کی انسانی مصالح کے خاطر گنجائش ہونی چاہیے۔

نوع ثانی : تجربہ باعث اذیت نہ ہو ۔

ایسے طبی تجربات جن سے جانور ہلاک نہ ہوتا ہو نیز زندہ رہتے ہوئے اذیت وتکلیف پر بھی مشتمل نہ ہوں تو ایسے تجربات کا جائز ہونا بالکل ظاہر ہے؛ کیونکہ شریعت نے جانوروں کو اذیت پہنچانے سے منع کیا ہے، اس قسم کی کوئی اذیت یہاں موجود نہیں؛ بلکہ اسمیں انسانی مصالح کی رعایت پائی جارہی ہے جو تقاضہٴ شریعت کے موافق ہے (دیکھئے: احکام التجارب الطبیۃ: ٩٢)۔

جواز طبی تجربات کے ضوابط وشروط:

انسانی مصالح کی رعایت میں جانوروں پر طبی تجربات کی جہاں گنجائش ہوسکتی ہے جیسا کہ بحث میں گزر ا وہاں تجربات کے جواز کے لیے ان ضوابط کا لحاظ کرنا ضروری ہے ۔

اس میں تین مطالب ہیں :

مطلب اول : وہ ضوابط جو تجربہ کرنے والے (باحث)سے متعلق ہیں ،وہ یہ ہیں:

(١) باحث جانوروں کے ساتھ نرمی واحسان سے متعلق احکام شرعیہ کا التزام کرے،چنانچہ نبی کریمﷺ کا فرمان ہے :

''إن الله كتب الاحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة '' (صحیح مسلم، باب الامر باحسان الذبح، ر: ١٩٥٥)۔

(٢) جس مقصد کے لیے تجربہ کیا جارہاہے اس کے اعتبار سے باحث اس حیوان کی کیفیت وخصوصیات کو اچھی طرح جاننے والا ہو ۔

(۳) باحث کوتجربہ کے طریقۂ عمل اور اس سے نتائج اخذکرنے کی مکمل مہارت ہو۔

(۴) باحث کوتجربہ کے وقت ''جسدی قدرت ''حاصل ہو یعنی آلات تجربہ کو حیوان پر صحیح طریقہ پر استعمال کرنے پر قادر ہو کہ جانور کو تکلیف وضرر زیادہ نہ ہو ۔اسی طرح باحث کو '' نفسانی قدرت ''بھی حاصل ہو یعنی اس کی طبیعت جانور سے خارج ہونے والی اشیاء مثلا خون وغیرہ سے ادنی تأثر نہ لے؛ تاکہ عمل تجربہ میں کسی قسم کا ضرر وخلل واقع نہ ہو ۔

(۵) باحث اس جانور کا مالک ہویا اس میں تجربہ کی اسے اجازت حاصل ہو کیونکہ دوسرے کی ملک میں یا دوسرے کے حق میں اجازت کے بغیر ادنی تصرف بھی جائز نہیں۔

''فأبان الله فی کتابہ إن ما کان ملکاً لآدمی لم یحل بحال إلا بإذنہ''(الام ۲۰۸،۳، ط: دار احیات التراث)۔

مطلب ثانی :وہ ضوابط جو بحث (تجربہ)سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) بحث (تجربہ)کی ایسی اہم غرض ہو جس پر کوئی طبی تحقیق موقوف ہو اور اس طبی تحقیق سے بڑے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہوں، چاہے یہ فوائد انسان کو حاصل ہوں یا کم ازکم حیوان محترم کو، لہذ اغیر اہم اور معمولی اہدا ف کی وجہ سے تجربات جائز نہیں ہونگے۔

(۲) طبی تجربہ کی اغراض مقاصدشریعت سے متصادم نہ ہوں یعنی انسان دین، عقل، نفس، نسل اور مال کی حفاظت کا مکلف ہے، اس تجربہ کا ان میں سے کسی سے تعارض لازم نہ آتا ہو۔

(۳) طبی تجربہ حیات انسانی کے لیے فی الحال یا مستقبل مینکسی قطعی یا احتمالی خطرہ کاباعث نہ ہو ۔

(۴) طبی تجربہ کے متوقع نتائج وفوائد جانوروں کو تجربہ کے دوران لاحق ہونے والے خطرات ومضرات سے زیادہ ہوں ۔

جیسا کہ علامہ ابن عبد السلامؒ کا بیان ہے :

''فإن حفظ الکثیرالخطیر بتفویت القلیل الحقیر من أحسن التصرفات''(قواعد الاحکام : ۱۰۸،۲۔ط: دار القلم دمشق)۔

اگر متوقع فوائد سے جانوروں کی تکالیف غالب ہوں یا دونوں برابر ہوں تو ایسی صورت میں ان تجربات کی اجازت نہیں دی جاسکتی ،جیسا کہ قاعدہ فقہیہ مشہور ہے :

''درء المفاسد أولی من جلب المصالح ''(الاشباہ والنظائرللسیوطی: ۱۸۸،۱۔ط:د،ک،ع)۔

(۵) حیوان پر تجربہ کی عملی مشق اس کے اساسی قواعد کے تحت محتاط ومقبول ہو لہذ ااس میدان کے ماہر ین کے مقرر کردہ بنیادی اصول سے تجاوز غیر مقبول زیادتی ہے اور شریعت اسلامیہ میں ممنوع ہے۔

علامہ خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں :

''لو قال طبیب ثقۃ لمن بعینہ ماء:إن صلیت مستلقیا أمکن مداوتک فلہ ترک القیام'' (الاقناع : ١، ٢٩٤ـط:د،ک،ع)۔

(۶) ان تجربات کیلئے ہی جانوروں کا استعمال کیا جائے جن کے فوائد جانوروں کے علاوہ کسی اور چیز پر تجربہ کر کے حاصل کرنا ممکن نہ ہوں۔

لہذا آج کل کے ترقی یافتہ دور میں طبی تجربات کے لئے جانوروں کے علاوہ بہت سے وسائل وبدائل وجود میںآچکے ہیں؛ اس لئے حتی الامکان جانوروں پر تجربہ سے احتراز کی صورت اختیارکی جائے ۔

(۷) تجربہ میں بقدر ضرورت کم از کم جانوروں پر اکتفاء کیا جائے بلاضرورت زیادہ جانوروں کو استعمال نہ کیا جائے؛ کیونکہ ضرورت کی وجہ سے تجربہ کی اجازت دی گئی ہے، اس لئے بقد رضرورت ہی اسے اختیار کیا جائے ۔''ماأبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا''(الاشباہ والنظائر للسیوطی : ١، ١٧٠)۔

نیز علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ '' مضطر ''کے لئے ''سد رمق ''میتہ کھانے کے بعد زیادہ کھانا جائز نہیں ۔

''لأنہ بعد سدّ الرمق غیر مضطر فلا یجوز لہ أکل المیتۃ کما لو أراد أن یبدأ بالأکل وھو غیر مضطر''(المجموع ٩، ٤٠ـط:دارالفکر)۔

مطلب ثالث : وہ ضوابط جو محل تجربہ حیوان سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں :

(١) محل تجربہ حیوان کی مقررہ خصوصیات انسان کے مطابق یا قریب قریب ہوں یعنی جانور پر تجربہ کر کے جو فوائد انسان کے لئے حاصل کرناچاہتے ہیں وہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جب مطلوبہ اغراض کے اعتبار سے حیوان کی طبیعت انسانی طبیعت کے موافق یا کم از کم قریب قریب ہو ۔

(٢) حتی الامکان تجربہ کے لیے ایسا جانور اختیار کیا جائے جس کے مارنے کی شرعاً اجازت ہے بدرجۂ مجبوری دوسرے جانور کو اختیار کیا جائے ۔

(٣)محل تجربہ حیوان میںنتائج ظاہر ہونے کے لئے کوئی مانع نہ ہو ورنہ تجربہ ضائع ہوگا (بے سود ہوگا)۔

(۴)تجربہ میں حتی الامکان ایسی صورت اختیار کی جائے جس کے تحمل کی قدرت ہو؛ تاکہ زیادہ تکلیف سے بچایاجاسکے ۔

(۵)محل تجربہ حیوان کی طبیعت اغراض تجربہ کے مناسب ہو یعنی ایسے ہی جانور کو اختیار کیا جائے جس سے نتائج تجربہ صحیح اور بہتر طریقہ پر حاصل ہوسکتے ہوں؛ تاکہ مقصد کے مطابق اس سے استفادہ ہو (ضوابط کی تفصیل کے لئے دیکھئے : احکام التجارب الطبیۃ لعبداللہ بن مزروع: ٩٣ تا ١١٢ـط : دارکنوز اشبیلیا)۔

{٨} شکار کی سرکاری ممانعت کی حیثیت:

حکومت اپنی رعایاکی جلب مصالح اور دفع مفاسد کی ذمہ دار ہوتی ہے لہذ اجو تصرفات ماحولیات کیلئے نقصان دہ ثابت ہورہے ہوں ان کو روکنا اور ماحول کو نقصان سے بچانا حکومت کی ذمہ داری میںداخل ہے اور اس سے متعلق کسی قسم کا قانون بنانا خلاف شرع نہیں سمجھا جائے گا۔

چنانچہ علامہ قرافیؒ کا کلا م ملاحظہ ہو :

''واعلم أن التوسعۃ علی الحکام فی الاحکام السیاسیۃ لیس مخالفا للشرع بل تشھد لہ الأدلۃ المتقدمۃ وتشھد لہ أیضا القواعد من وجوہ۔۔۔ ''(تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام : ۲،۱۱۴۔ط: د،ک،ع)۔

نیز علامہ ابن حجر مکیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''الطریق النافذ لا یتصرف فیہ بما یضر المارۃ ۔۔۔۔۔۔۔والمزیل لما أضر ھنا ھو الحاکم علی ما رجحہ ابن الرفعۃ ''(تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین : ۶،۵۳۹۔ط: د،ک،ع)۔

یعنی کوئی عام راستہ میں ایساتصرف نہ کرے جو راہ گیروں کو ضرر رساں ہو، اور اس تصرف مضر کے ازالہ کا حق حاکم وقت کو حاصل ہے۔اسی طرح ایک موقع پر حاکم کے فیصلہ سے روگردانی کرنے والے کی مذمت اور اس کے قابل گرفت ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ہی کا بیان ہے :

''ویجب علی حاکم الشرع وفقہ اللہ وسددہ إلزامہ بھدمہ أو نحو أخدود فی جدارہ ینزل فیہ ماء ہ إلی موضع یضر بالمارۃ الضرر السابق (من تلوثہ بمائہ وقت نزولہ)یمنع مخرجہ ومتی امتنع محدثہ من ذلک بالغ فی زجرہ ونکالہ حتی ینزجرغیرہ عن أمثال المحدثات المنکرات''(الفتاوی الکبری الفقہیہ ۳،۶۴)۔

یعنی جہاں مضر تصرف کرنے والافرمان حاکم پر عمل کرنے سے انکار کرے تو اسے باز رکھنے اور سزا دینے میں سختی کرے؛ تاکہ دوسرے لوگ اس قسم کے مضر تصرفات سے رک جائیں اور اس کی جرأت نہ کر سکیں ۔

اس جیسی تصریحات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سرکاری قوانین شریعت سے متصادم نہ ہو ں بلکہ رعایا کی مصالح اور انسانی بھلائی پر مبنی ہوں تو ان کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے، اس لئے صورت مسئولہ کے مطابق نسل ختم ہونے والے جانوروں کے شکار اور قومی جانور کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی سرکاری ممانعت لائق عمل ہے اور خلاف ورزی مناسب نہیں، اور حاکم شرعی کی طرف سے ''ممانعت '' نہ ہونے کی وجہ سے شرعا واجب العمل نہیں کہا جاسکتا ۔

{٩} ملے جلے معاشرہ مینمقدس سمجھے جانے والے جانور کے ذبح کا حکم :

جن جانورں کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے ان کے ذبح کرنے اور کھانے

مینکوئی تردد نہیں .....تاہم کوئی جائز کام ضرر یا مفسدہ کا سبب بن رہا ہو تو دفع مضرت کے باعث جائز کام سے روکا جاتا ہے اسی لئے شریعت نے ''سد ذریعہ ''کو بھی ایک ''اصل ''تسلیم کیا ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدوا بغیر علم ''(سورۃ الانعام: ١٠٨)۔

اس آیت کے ذیل مینعلامہ قرطبی ؒ ''سد ذریعہ ''پر یوں استدلال کرتے ہیں :

''فی ھذہ الآیۃ أیضا ضرب من الموادعۃ ودلیل علی وجوب الحکم بسد الذرائع''(الجامع لاحکام القرآن : ٧، ٦١ـط:داراحیاء التراث العربی)۔

نیز جب مصالح ومفاسد جمع ہونتو اگر مصالح کی تحصیل اور مفاسد سے احتراز دونوں ممکن ہوں تو دونوں کی رعایت کی جائے گی، اگر دونوں متعذر ہوں اور مصلحت کے مقابل مفسدہ زیادہ ہو تو مفسدہ دفع کرنا ضروری ہے چاہے مصلحت حاصل نہ ہو ۔

جیسا کہ علامہ ابن عبدالسلام مذکورہ قاعدہ فقہیہ پر روشنی دالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''إذا اجتمعت مصالح ومفاسد فإن أمکن تحصیل المصالح ودرء المفاسد فعلنا ذلک امتثالا لأمر اللہ فیھما لقولہ سبحانہ ''فاتقوا اللہ ما استطعتم''(سورۃ التباین: ١٦) وإن تعذر الدرء والتحصیل فإن کانت المفسدۃ أعظم من المصلحۃ درأنا المفسدۃ ولا نبالی بفوات المصلحۃ ''(قواعد الاحکام ١٣٦،١)۔

لہذا جس جانور کو معبود ومقدس ماناجاتا ہو اسے ذبح کرنے سے حکومت نے پابندی لگائی ہو، اس کی خلاف ورزی کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی متأثر ہوتی ہو اور معاشرہ مینفساد کا اندیشہ ہو جیساکہ سوال میں اس پہلو پر توجہ دلائی گئی ہے تو ایسے نازک حالات میں ایسے پابندی لگائے جانور کو ذبح کرنے میں مسلمانوں کو احتیاط کرنا چاہیے ---اور بے احتیاطی یا خلاف ورزی کر کے جان ومال کے لئے خطرے یا فتنہ وفساد کا سبب مناسب نہیں؛ کیونکہ ارواح کی حفاظت اس قدر اہم مصلحت ہے کہ بسااوقات حفظ ارواح کے لئے محرمات کا ارتکاب اور فرائض کی تاخیر بھی گوارا کی جاتی ہے .....تو یہاں جس جانور کے ذبح سے منع کیا گیا ہے وہ تو مباح ہے اور اس کا بدل بھی موجود ہے ۔

علامہ ابن عبدالسلام ؒ کی وضاحت سے اس پر روشنی حاصل کی جاسکتی ہے:

''وکذلک جواز أکل النجاسات والمیتات ----وھذا من المصالح الواجبات لأن حفظ الأرواح أکمل مصلحۃ من اجتناب أکل النجاسات ''---------- ترک الصلوات وصوم رمضان وتأخیر الزکوات وحقوق الناس الواجبات من غیر عذر شرعی مفسدۃ محرمۃ، لکنہ جائزبالإکراہ لأن حفظ النفوس أولی مما یترک بالإکراہ مع أن تدارکہ ممکن، فیکون جمعا بین ھذہ الحقوق وبین حفظ الأرواح''(قواعد الاحکام ١٤٢،١)۔

نیز دفع مضرت شریعت کی نگاہ مینزیادہ اہم ہے اس کو علامہ آمدی ؒ یونبیان

فرماتے ہیں:

''واهتمام الشارع والعقلاء بدفع المفاسد أتم من اهتمام بتحصيل المصالح ''(الاحکام فی اصول الاحکام ۳۵۲،۴)۔

اسی اہمیت پر علامہ زرکشیؒ نے اس طرح روشنی ڈالی ہے :

''لأن دفع المفاسد مقدم على جلب المصالح ''(البحر المحیط ۲۸۱،۷)۔

اسی لئے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے حکومت کے قانون ممانعت کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہیے ۔

{۱۰} جنگلات اور جھیلوں پر پرندوں کا شکار نہ کرنے کے سرکاری قانون کی رعایت کا حکم:

جنگلات میں یا نہروں اور جھیلوں پر'' مہمان پرندہ ''یا اس کے علاوہ پرندوں کے شکار سے ممانعت کا سرکار ی قانون لائق عمل ہے اور خلاف ورزی مناسب نہیں اس مسئلہ کے حل کے لئے ان ہی فقہی عبارات سے استفادہ زیادہ مناسب ہے جو جواب {۸}کے تحت مذکورہیں ۔

{۱۱} وبائی متعدی امراض کی روک تھام کے لئے مرغیوں یا دوسرے جانوروں کو مارنے کاحکم:

جن جانوروں کو مارنے سے شریعت نے منع کیا ہے اور جن مینمنفعت مباحہ پائی جاتی ہے ان کو مارنا حرام ہے اور بڑا مفسدہ ہے لیکن وبائی متعدی امراض کے پھیلاؤ کی صورت میں انسانی جان کی ہلاکت یا مضرت کا خطرہ ہے ،ایسے وقت میں بیماری کی روک تھام اور جانوں کو ہلاکت یا نقصان سے بچانابھی ضروری ہے ،تو ایسے وبائی متعدی امراض کے پھیلاؤ سے نقصان کا خطرہ ہو اور بعض مخصوص جانوروں مثلاً مرغیوں کو مارنے سے وبائی امراض کی روک تھام کا یقین ہو یا کم از کم قوی احتمال ہو تو انسانی جان کی مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے مرغیوں وغیرہ کو مارنے کی گنجائش ہوسکتی ہے ؛کیونکہ حیوان محترم کی دفع مضرت پر انسان کی دفع مضرت کو مقدم کیا جاتا ہے اور انسان کی ہلاکت حیوان کی ہلاکت کے مقابلے میں زیادہ قابل رعایت ہے۔

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ عز الدین بن عبد السلام رقمطراز ہیں :

''يقدم الدفع عن الإنسان على الدفع عن الحيوان المحترم --------ومفسدة هلاک الإنسان أعظم من مفسدة هلاک الحيوان''(قواعد الاحکام ۱۰۴،۱)۔

نیز ایک اور موقع پر ''بقاء حیوان ''پر ''مصلحت بقاء انسان ''قابل ترجیح ہونے کو اس طرح واضح فرماتے ہیں :

''ذبح الحيوان المأكول للتغذية مفسدة فی حق الحيوان لٰكنه جاز تقديما لمصلحة بقاء الإنسان على مصلحة بقاء الحيوان''(مرجع سابق)۔

لہذ امکمل تحقیق واطمینان کے بعد ہی یہ اقدام کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں؛ کیونکہ بلامصلحت راجحہ ایسے جانوروں کو مارنا حرام ہے ۔

''ویحرم قتل کل ما فیہ منفعۃ مباحۃ ککلب الصید ''(اسنی المطالب ۴۱۱٫۳)۔

جب مارنے کا جواز ثابت ہو تو مارنے کے لئے ایسی شکل اختیار کی جائے گی جس میں جانوروں کو بھی زیادہ تکلیف نہ ہو اور بعد میں لوگوں کو بھی اس کے تعفن سے اذیت لاحق نہ ہو ۔

{۱۲}ہاتھی کے دانت ،ہرن کے سینگ اور کھال وغیرہ حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو مارنے کا حکم:

حیوان محترم کی جان نہایت ہی قابل احترام ہے کسی شرعی معتبر مصلحت کے بغیر اس سے تعرض نہینکیا جاسکتا لہذ اماکول اللحم میں ''اکل ''معتبر مصلحت ہے اور غیر ماکول اللحم میں ''اکل ''کی مصلحت بھی نہیں پائی جاتی ------سوال مینجن مصالح کی طرف اشارہ کیا گیا ان جیسی مصالح میناصلاً اکتساب مال ہی مقصود ہوتا ہے، یہ ایسی مصلحت نہینہے کہ جس کی بنا پر حیوان محترم کی جان کا اتلاف مباح ہوسکے؛ کیونکہ اکتساب مال ''اتلاف حیوان ''کے بغیر دیگر ذرائع سے بھی ممکن ہے،چنانچہ صرف ''اکل ''کی مصلحت سے مارنے کے جواز پر بہ انداز حصر روشنی ڈالتے ہوئے محدث کبیر امام بیہقیؒ رقمطراز ہیں :

''فأما فی غیر القتال فلا یجوز عقرھا ،ولا یجوز قتل مالہ روح إلا بأن یذبح ما یحل أکلہ لیؤکل ''(السنن الصغیر ۳۱۹٫۲۔ ط: المکتبۃ التجاریۃ ،مصطفی احمد الباز)۔

یعنی ذی روح کو مارنا جائز نہیں مگر یہ کہ ماکول اللحم ہو اور اس کو صرف کھانے کے لئے ہی ذبح کیا جائے ۔

ایسے ہی مفہوم پر علامہ ابن حجر مکیؒ کے واضح کلام سے بھی دلالت ہوتی ہے :

''ویحرم إتلاف الحیوان المحترم بغیر ذبح بجواز أکلہ رعایۃ لحرمۃ روحہ، ومن ثم منع مالکہ من إجاعتہ وتعطیشہ''(تحفۃ المحتاج مع الحاشیتین: ۶۶٫۱۲، نیز دیکھئے: الام: ۳۷۵٫۴، ط: د،ک،ع)۔

علامہ شربینیؒ نے یوں وضاحت کی ہے :

''ویحرم إتلاف الحیوان المحترم للنھی عن ذبح الحیوان إلا لأکلہ ''(مغنی المحتاج : ۲۸۴٫۴)۔

یعنی کھانے کی مصلحت کے علاوہ کسی اور غرض سے حیوان محترم کو مارنا حرام ہے ۔

نیز کھال وغیرہ کے قصد سے جانوروں کو مارنے کی ممانعت میں علامہ نوویؒ کا چشم کشا کلام ملاحظہ ہو :

''مذھبنا أنہ لا یجوز ذبح الحیوان الذی لایؤکل لأخذجلدہ ولا لیصطاد علی لحمہ النسور والعقبان ونحو ذلک، وسواء فی ھذا الحمار الزمن والبغل المکسّر وغیرھما''(المجموع :

١٣٣،١ ۔ ط: داراحیاء التراث العربی)۔

ان واضح تصریحات سے دلالت ہوتی ہے کہ ہاتھی کے دانت ،ہرن ،کے سینگ اور کھال وغیرہ حاصل کرنے کے لئے جانور وں کو مارنا درست نہیں ۔

{١٣} نقصان دہ جانوروں کو کن حالات میں ماراجاسکتا ہے :

جو جانورانسان کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم :وہ جانور جن کے مارنے کی شریعت نے اجازت دی ہے ۔مثلاً

الف : خمس فواسق یعنی چوہا ،بچھو،کوا ،چیل،حملہ کرنے والاکتا۔

دلیل : إن النبی ﷺ قال :خمس لاجناح علی من قتلھن فی الحرم والإحرام الفأرۃ والعقرب والغراب والحدأۃ والکلب العقور ''(صحیح مسلم ، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ ر: ١١٩٩)۔

اس حدیث کے تحت شارح مسلم علامہ نووی ؒ تحریر فرماتے ہیں :

''اتفق جماھیر العلماء علی جواز قتلھن فی الحل والحرم وإلاحرام ''(شرح النووی علی صحیح مسلم : ر : ١١٩٨)۔

نیز حدیث میں وارد ''الکلب العقور ''سے محض کتا نہیں بلکہ ہر وہ جانور (درندہ) جو حملہ کرنے والاہو، مراد ہے ، مثلاً شیر، چیتا ،بھیڑیا وغیرہ

وقال جمھور العلماء لیس المراد بالکلب العقور تخصیص ھذا الکلب المعروف بل المراد ھو کل عاد مفترس غالبا کالسبع والنمر والذئب والفھد ونحوھا ''(شرح النووی علی صحیح مسلم، ر: ١١٩٨۔ ط: بیت الافکار الدولیۃ)۔

ب : الحیات : سانپ کی دو قسمیں ہیں :

ایک وہ سانپ جو گھروں کے باہر رہتے ہیں ان کو بغیر انذار واستیذان کے مارنا جائز ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر ؒ کا بیان ہے :

''أجمع العلماء علی جواز قتل حیات الصحاری صغارا کن أو کبارا أی نوع کن من الحیات'' (التمھید : ١٦، ٢٨)۔

مزید حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ کاکلام ملاحظہ ہو :

''وعلی کل قول فتقتل فی البراری والصحاری من غیر إنذار ''(فتح الباری : ٤٩،٦ ۴۔ط: مکتبۃ الرشد)۔

دلیل : عن ابن عمر أنہ سمع النبی ﷺ یخطب علی المنبر یقول:اقتلوا ذا الطفیتین والأبتر فإنھما یطمسان البصر ویستسقطان الحبل (صحیح بخاری : باب قول اللہ تعالی وبث فیھما من کل دابۃ : ٣٢٩٧)۔

* دوسرے وہ سانپ جو گھروں میںرہتے ہیں جنھیں ''عوامر البیوت ''کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ'' انذار ''کے بعد ان کو مارنا بھی جائز ہے ۔

''وفی الحدیث النھی عن قتل الحیات التی فی البیوت إلابعد الإنذار ''(فتح الباری : ۶،۴۵۱)۔

دلیل :عن أبی سعید الخدری ؓ أن النبی ﷺ قال: إن لھذ ہ البیوت عوامر فإذا رأیتم منھا شیئا فحرجوا علیھا ثلاثا ،فإن ذھب وإلا فاقتلوہ فإنہ کافر''(صحیح مسلم ، کتاب قتل الحیات وغیرھا ، ر : ۲۲۳۶)۔

ج : الوزغ : چھپکلی ۔اس کے مارنے کے جواز پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ نووی ؒ کا بیان ہے :

''واتفقوا علی أن الوزغ من الحشرات والموذیات ---وأمر النبی ﷺ بقتلہ وحثّ علیہ ورغب فیہ لکونہ من الموذیات ''(شرح النووی علی صحیح مسلم ،ر: ۲۲۳۷)۔

دلیل:عن أبی ھریرۃ ؓ قال قال رسول ﷺ: من قتل وزغا فی أول ضربۃ کتبت لہ مائۃ حسنۃ وفی الثانیۃدون ذلک وفی الثالثۃ دون ذلک (صحیح مسلم باب استحباب قتل الوزغ،ر: ۲۲۴۰)۔

(۲) دوسری قسم ان جانوروں کی ہے جن کے مارنے کی صریح اجازت تو نہیں لیکن ان کی طبیعت میں ''ایذا '' ہے اور وہ انسان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، لہذا دفع ضرر کے پیشِ نظر ایسے جانوروں کو مارنا بھی جائز ہے؛ کیوں کہ حدیث میں ''ایذاء '' کی وجہ سے جن مخصوص جانوروں کے قتل کی اجازت ہے اس عدد مینحصر نہینہے، لہذا حدیث مینمذکورہ جانوروں کے علاوہ جن مینبھی علت ''ایذا ''پائی جائے انھیں مارنے کی اجازت ہوگی ۔

چنانچہ امام الحرمین ؒ کا چشم کشا بیان ملاحظہ ہو :

''وقد انتظم لی من کلام الأصحاب أن الفواسق مقتولات لأنہ لایعصمھا الاقتناء ولا أثر للاختصاص فیھا ویلحق بھا المؤذیات بطباعھاکالأسد والنمور وما فی معانیھا''(نھایۃ المطلب فی درایۃ المذھب : ۱۷،۳۸۶۔ط: دارالمنھاج)۔

الغرض نقصان دہ جانوروں کو اذیت وضرر کے خطرہ کی صورت مینمارنا مستحب ہے؛ البتہ کسی جانور مینمنفعت کا بھی پہلو ہو جیسا کہ سوال سے مترشح ہوتا ہے تو اس منفعت کی رعایت کرتے ہوئے مارنا مستحب نہیں، اور اگر مارا جائے تو بھی بلاکراہت جائز ہے؛ کیونکہ فی نفسہ ''ایذا ''اسمینموجود ہے ۔

چنانچہ شیخ الاسلام زکریا انصاری ؒ کا کلام ملاحظہ ہو :

''یستحب قتل المؤذیا ت کالحیۃ ---لأذاھا، وروی مسلم خبر خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم ---- ویقاس بھن الباقی إلا الفھد والصقر والبازی ونحوھا مما فیہ منفعۃ ومضرۃ فلا یستحب قتلھا لنفعھا ولا یکرہ لضررھا''(اسنی المطالب: ۳،۴۱۰،نیز دیکھئے :حاشیۃ الجمل : ۴،۲۴۲)۔

{۱۴} جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اسلام کی نظرمیں:

اس کائنات میں انواع واقسام کے حیوانات کا وجود خلاق عالم کی قدرت خلق کا ایک عظیم مظہر اور انسان کے لئے ایک بڑی نعمت ہے، انسان ان کے ساتھ احسان، نرمی وشفقت کرنے اور کسی قسم کی شدت وزیادتی کا برتاؤ نہ کرنے کا مکلف ہے ۔

حیوان کے تعلق سے قرآن کریم کا اسلوب نہایت ہی بدیع اور غور وتدبر کرکے عبرت وموعظت کے لئے مہمیز کرنے والاہے ۔

چنانچہ حیوان کی انسانی زندگی میناہمیت اور اس پر خصوصی اعتناء کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم میں بعض سورتوں کو مخصوص حیوانات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ،مثلا: البقرة، الفیل ، العادیات ، النحل ، العنکبوت۔

قرآن کریم نے تیس سے زائد پالتو، وحشی ،پرند وچرند حیوانات کی طرف اشارہ کیا، اور تقریباً ڈیڑ ھ سو (۱۵۰)سے زائد مرتبہ ان کو یاد کیا جس پر کتب تفسیر ،حد یث اور لغت سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے ۔

نیز ضرب المثل اور غور وتدبر کے لئے بعض حیوانات کا مخصوص ناصحانہ انداز میں ذکر کیا ہے ۔

''أفلا ینظرون إلی الإبل کیف خلقت''(الغاشیة: ۱۷)۔

''إن الله لا یستحیی أن یضرب مثلا مابعوضةفما فوقها''(البقره: ۲۶)۔

''أولم یروا إلی الطیر فوقهم صٰٓفّٰت ویقبضن ''(الملک: ۱۹)۔

نیز اس دارالاسباب میں حیوانات سے منافع حاصل کرنے کی طرف بھی خاص توجہ دلائی۔

''والله جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ومن أصوافها وأوبارها وأشعارها أثاثا ومتاعا إلی حین ''(النحل: ۸۰)۔

اس کے نتیجہ میں آج کے ترقی یافتہ دور مینحیوانات سے بہت سے قیمتی ومفید تجربات کا فائدہ حاصل کر کے انسان کے لئے تحفظ وبقا کا سامان فراہم کیا جاتا ہے (دیکھئے: رعایة الحیوان: ۲۴۔۲۵)۔

حیوانات سے انسان کی عظیم منفعت وابستہ ہے، اسی بنا پر الله تعالی نے انسان کو ان کے ساتھ احسان کا حکم دیا: ''وأحسنوا إن الله یحب المحسنین ''(البقره: ۱۹۵)''إن الله یأمر بالعدل والإحسان ''(النحل: ۹۰)ان آیات مینحیوانات کے ساتھ احسان کے معنی بھی شامل ہے۔

قرآن کریم کے بعد نبی کریمﷺ کے ارشاد ات مینانتہائی وضاحت کے ساتھ احسان، شفقت اور ہمدردی کی تاکید وارد ہے ۔مثلاً:

(۱)''إن الله کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة ولیحد أحدکم شفرته فلیرح ذبیحته ''(صحیح مسلم ،باب الامر باحسان الذبح ،الخ.رقم: ۱۹۵۵)۔

(۲) عن أبی هریرة أن رسول الله قال : بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیه العطش فوجد

بئرا فنزل فيها فشرب ثم خرج فإذا كلب يلهث يأكل الثرى من العطش فقال الرجل :لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذى بلغ بى، فنزل البئر فملأ خفه ماء ثم أمسكه بفيه فسقى الكلب فشكر الله له فغفر له ،قالوا:يا رسول الله ﷺ وإن لنا فى البهائم أجرا فقال : نعم ،فى كل ذات كبد رطبة أجر (صحيح البخارى : باب رحمة الناس والبهائم ،رقم: ٦٠٠٩).

(٣) وعنه قال:قال رسول الله ﷺ:بينما كلب يطيف بركية قد كاد يقتله العطش إذ رأته بغى من بغايابنى إسرائيل فنزعت موقعهافاستقت له به فسقت إياه فغفر لها به (صحيح مسلم ،باب فضل سقى البهائم المحترمة ،رقم: ٢٢٤٥).

(٤) إن ابن عمر مرّ بنفر قد نصبوا دجاجة يترامونها فلما رأوا ابن عمر تفرقوا عنها فقال ابن عمر :من فعل هذا ؟ إن رسول الله ﷺ لعن من فعل هذا(صحيح مسلم ،باب النهى عن صبر البهائم ،رقم: ١٩٥٨).

(٥)عن أنس ؓ نهى رسول الله ﷺأن تصبر البهائم (صحيح مسلم ،باب النهى عن صبر البهائم، رقم: ١٩٥٦)أى تحبس حتى تموت.

(٦) وفى رواية عن النبى ﷺ قال : لاتتخذوا شيئا فيه الروح غرضا(صحيح مسلم، باب النهى عن صبر البهائم، رقم: ١٩٥٧).

(٧) عن ابن عباس ؓ أن النبى ﷺ نهى عن قتل أربع من الدواب النحلة والنملة والهد هد والصرد (سنن ابى داؤد ،باب فى قتل،رقم: ٥٢٦٧).

(٨) إن رسول اللهﷺ قال :عذبت امرأة فى هرة سجنتها حتى ماتت فدخلت فيها النار لاهى أطعمتها ولاهى سقتها إذهى حبستها ولاهى تركتها تأكل من خشاش الأرض (صحيح البخارى، باب بغير ترجمة،رقم: ٣٤٨٢).

(٩) عن أبى واقد قال:قال رسول الله ﷺ: ماقطع من البهيمة وهى حية فهى ميتة (سنن ابى داؤد، باب فى صيد قطع منه قطعة ،رقم: ٢٨٥٨).

(١٠) وعن أبى مسعود ؓ قال : كنا مع رسول الله ﷺ فى سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمّرة معها فرخان فأخذنا فرخيها فجاء ت الحمرة فجعلت تفرش فجاء النبى ﷺ فقال : من فجع هذه بولدها ردوا ولدها إليها،ورأى قرية نمل قد حرقنا ها فقال من حرق هذه قلنا نحن قال إنه لاينبغى أن يعذب إلا رب النار (سنن ابى داؤد ، باب كراهية حرق العدو بالنار، رقم: ٢٦٧٥).

(١١) عن ابن عمرو أن رسول اللهﷺ قال:ما من إنسان قتل عصفورا فما فوقها بغير حقها إلاسأله الله عزوجل عنها، قيل:يا رسول الله ﷺ وما حقها؟ قال:يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها فيرمى بها(سنن نسائى ،باب اباحة أكل العصافير ، رقم: ٤٣٤٩).

(١٢) عن ابن عباس ؓ أن النبىﷺ مرّ عليه حمار قد وسم فى وجهه فقال:لعن الله الذى

وسمہ (صحیح مسلم، باب النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ ،رقم: ٢١١٧)۔

(١٣) عن ابن عمر ؓ قال : أمر رسول اللہ ﷺبحد الشفار وأن توارى عن البھائم (سنن ابن ماجہ،با ب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، رقم: ٣١٧٢)۔

یہ اور ان جیسی نصوص صریحہ دلالت کرتی ہیں کہ حیوان کو کسی بھی نوعیت سے اذیت وتکلیف پہنچانا حرام ہے جب تک کہ اس کے مارنے پر شرعی دلیل ثابت نہ ہو، ان احادیث کے منطوق ومفہوم دال ہیں کہ اسلام نے جانوروں کے حقوق پر خاص توجہ دی اور اہتمام سے انھیں بیان کیا، چاہے ان سے جلب منفعت متعلق ہو یا دفع مضرت ۔

احسان وشفقت کی تعلیم کا اثر صحابہ کرام میناس قدر تھا کہ کسی کی زیادتی کے سلوک پر خاموش نہینرہ سکتے تھے ۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر ؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بکری کا پیر پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے تاکہ اسے ذبح کرے تو آپؓ نے اس سے فرمایا:''ویلک قد ھا إلی الموت قودا جمیلا''(مصنف عبدالرزاق ،باب سنۃ الذبح، رقم: ٨٦٣٦)۔

قرآن وحدیث کے خاص اعتناء کی وجہ سے قدیم زمانہ سے ہی اہل علم نے ''علم الحیوان'' کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا،اس لئے مطلقا حیوان پر یا بعض مخصوص حیوانات کے موضوع پر مستقل مختصرو ضخیم مفید کتابیں لکھی گئیں۔مثلاً:

الف :الکتب المتخصصۃ بالحیوان بشکل عام :

(١) کتاب الحیوان للجاحظ، عمرو بن بحر بن محبوب (١٥٠۔٢٥٥ھ)

(٢) حیاۃ الحیوان الکبری للدمیری، کمال الدین بن محمد بن موسی(٧٤٥۔ ٨٠٨ھ)

ب: کتب الخیل والابل والشاۃ :

(١) کتا ب الخیل وکتا ب الابل وخلق الفرس وکتاب الشاۃ والغنم للاصمعی ، عبد الملک بن عاصم بن علی (١٢٢۔ ٢١٦ھ)

(٢) کتاب الابل والشاۃ وکتاب نعت الغنم للخزرجی البصری ،أبو زید سعید بن عوس الانصاری (١٢٥۔ ٢١٥ھ)

(٣) کتاب الابل لأبی حاتم السجستانی، سھل بن محمد (ت: ٢٤٨ ھ)

(٤) کتاب أسماء خیل العرب وأنسابھا وذکر فرسانھا للأسود الغندجانی ، أبو محمد الحسن بن أحمد الاعرابی (ت: بعد ٤٣٠ھ)

(٥) نسب الخیل لھشام بن محمد السائب الکلبی (ت:٢٠٤ھ)

(٦) کتاب الإبل لأبی زیاد یزید بن عبداللہ بن الحرالکلابی (ت: ٢٠١ھ)

(٧) کتاب جر الذیل فی علم الخیل لجلال الدین السیوطی (ت: بعد ٩١١ھ)مخطوط

ج: الکتب التی تخصصت بالزواحف والحشرات:

(١) کتاب الحشرات لابی علی ھشام بن ابرہیم الکرمانی (ت:٢١٦ھ)

(٢) كتاب الجراد لابی نصر احمد بن حاتم الباہلی (ت:٢٣١ھ)
(٣) كتاب الحمام والعقارب والحيات للاصمعی (ت: ٢١٦ھ)
د: الكتب التی تخصصت بالطيور:
(١) كتاب الطير لأبی حاتم السجستانی (ت: ٢٤٨ھ)
(٢) كتا ب البازی ، كتاب الحمام لأبی عبيده معمر بن المثنی(دیکھئے: رعاية الحيوان: ٢١ تا ٢٣)۔

نیز تشریع اسلامی کے فقہاء کرام نے حیوانات سے متعلق واجب ،مستحب، حرام، مکروہ کے تفصیلی احکام متعدد ابواب میں ذکرکئے ،جن سے اسلامی تعلیمات کی صاف ستھری ،بے نظیر امتیازی شان ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصۂ بحث :

(١) چارہ خور جانوروں کی غذا مینلحمی اجزاء پاک ہوں تو ایسی غذ اتیار کرنا اور کھلانا جائز ہے ۔اگر لحمی اجزاء نجس ہوں جن سے غذ امتنجس ہورہی ہو تو متنجس غذ اکھلانا بھی جائز ہے، اور اگر مکمل غذ اہی نجس ہو تو ایسی غذا کھلانا مکروہ ہے ۔۔شیخ الاسلام زکریا انصاری ؒ کا بیان ہے:

''ويعلف جواز المتنجس دابته لخبر صحيح فيه، أما نجس العين فيكره علفها به ۔۔۔ويكره لحم الجلالة ولبنها وبيضها إن ظهر نتن ماتأكله فی ريحها وعرقها ولا يحرم،فإن علفت طاهرا ۔۔وطاب لحمهالم تكره ''(اسنی المطالب شرح روض الطالب : ٤١١،٣ ۔ ط: د،ک،ع)۔

ایسی غذا جانوروں کیلئے باعث مضرت ہو تو استعمال جائز نہیں، اگر باعث مضرت نہ ہو تو (محض خلاف فطرت سمجھ کر)ان کے کھلانے مینحرج معلوم نہیں ہوتا ۔

''النهی من أكل الطين ۔۔۔۔ينبغی أن نحكم بالتحريم إن ظهرت المضرة فيه ''(روضة الطالبين: ٥٧٧،٢)۔

(٢) زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے یا گوشت میناضافہ کے لئے لگائے جانے والے انجکشن جانوروں کے لئے قابل تحمل ہوں اور باعث مضرت نہ ہوں تو جائز ہے ۔

''ولا يجوز الحلب إذا كان يضر بالبهيمة لقلة علفها ولا ترک الحلب أيضا إذا كان يضرها ''(مغنی المحتاج : ٢٨٩،٥)۔

(٣) ایک جنس کے جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا جائز ہے جبکہ دونوں حلال ہوں ۔

''وإن نزا فرس علی أتان وحشية أو نزا حمار وحشی علی رمكة، قال الشافعی:كان المتولد بينهما حلالا لأنهما مما يحل أكلهما''(البيان فی فقه الامام الشافعی : ٤٨٢،٤)۔

اگر ایک جانور حلال اور دوسرا حرام ہو تو دونوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے بچے حرام یعنی غیر ماکول اللحم ہونگے ۔

‘‘قال الشافعی والأصحاب: یحرم السمع (المتولد بین الذئب والضبع)والبغل وسائر ما یولد من ماکول وغیر ماکول سواء کان الماکول الذکر أو الأنثی ’’(المجموع شرح المهذب : ٢٩٫٩)۔

جرسی گائے کے بارے میں لوگوں کا سمجھنا کہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے اس کی بہ ظاہر کوئی اصل معلوم نہینہوتی؛ بلکہ جرسی گائے کے تاریخی حقائق سے دلالت ہوتی ہے کہ وہ ایک مستقل جنس ہے لہذا اس کو حرام یا مشکوک سمجھنا درست نہیں جب تک حرمت پر کوئی قوی ثبوت پیش نہ کیا جائے ۔

(۴) پرندے یا کسی دوسرے جانور کو زینت کے طور پر یا کسی جائز مقصد سے پنجرے مینرکھنا جائز ہے جبکہ عرف وعادت کے مطابق اس کے کھانے پینے اور اس سے متعلق دیگر ضروریات کا مالک انتظام کرے ۔

‘‘سئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتها وغیر ذلک فأجاب بالجواز إذا تعهدها مالکها بما تحتاج إلیہ لأنها کالبهیمۃ تربط’’(مغنی المحتاج : ۴۰٫۶)۔

(۵) خونخوار جانوروں اور درندوں کو پنجرے میں رکھنے کے جذبۂ شوق مینجسم وروح کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، نیز تکمیل شوق کے شرعی حدود سے تجاوز اور ضرر وایذا کا پہلو غالب معلوم ہوتا ہے اس لئے ایسا شوق پورا کرنا درست نہیں ۔

‘‘وألحق بها (الفواسق)الإمام المؤذیات بطبعهاکالأسد والذئب قال فی الایعاب وظاهره حرمۃ اقتناء هاوهو متَّجَہ(حاشیۃالجمل : ۳۲۵٫۴)۔

(۶)(۷) بحث مینجو خاکہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی مینظاہر ہوتاہے کہ بیان کردہ ضوابط وشروط کی رعایت کرتے ہوئے جانوروں پر میڈیکل تجربات درست ہونگے، نیز عضو نکالنے یا آپریشن کی نوع کے تجربات کی بھی گنجائش ہے ۔

(۸) نسل ختم ہونے والے جانور وں کے شکار اور قومی جانور کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی سرکاری ممانعت لائق عمل ہے اور خلاف ورزی مناسب نہیں، چونکہ حاکم شرعی کی طرف سے ‘‘قانون ممانعت ’’نہیں ہے اس لئے واجب العمل نہینکہا جاسکتا ۔

(۹) جس جانور کو مقدس ماناجاتا ہو اسے ذبح کرنے سے حکومت نے پابندی لگائی ہو اس کی خلاف ورزی کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی متأثر ہوتی ہواور معاشرہ مینفساد کا اندیشہ ہو توایسے نازک حالات مینمنع کردہ جانوروں کو ذبح کرنے مینمسلمانوں کو احتیاط کرنا چاہیے اور سرکاری قانون کی مخالفت کر کے فتنہ وفساد کا سبب بننا مناسب نہیں۔

‘‘واهتمام الشارع والعقلاء بدفع المفاسد أتم من اهتمامهم بتحصیل المصالح ’’(الاحکام فی اصول الاحکام للاٰمدی : ۳۵۲٫۴)۔

(۱۰) جنگلات مینشکار کرنے یا نہروں اور جھیلوں پر ‘‘ مہمان پرندہ ’’یا اس کے علاوہ پرندوں کے شکار سے ممانعت کاسرکاری قانون لائق عمل ہے اور خلاف ورزی مناسب نہیں ۔

(۱۱) وبائی امراض کے پھیلاؤسے نقصان کا خطرہ ہو اور بعض مخصوص جانوروں مثلاً مرغیوں کو مارنے سے وبائی امراض کی روک تھام کا یقین ہو یا کم از کم قوی احتما ل ہو تو انسانی جان کی مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے مرغیوں وغیرہ کو مارنے کی گنجائش ہوسکتی ہے اور مکمل تحقیق واطمینان کے بعد ہی یہ اقدام کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں ۔

اور مارنے کے لئے ایسی شکل اختیار کی جائے جس مینجانور کو بھی زیادہ تکلیف نہ ہو اور بعد میں لوگوں کو اس کے تعفن سے اذیت نہ ہو ۔

''یقدم الدفع عن الإنسان على الدفع عن الحيوان المحترم -----ومفسدة هلاک الإنسان أعظم من مفسدة هلاک الحيوان ''(قواعد الاحكام فی اصلاح الأنام لابن عبد السلام :۱۰۴،۱)۔

(۱۲) ہاتھی دانت ،ہرن کے سینگ اور کھال وغیرہ حاصل کرنے کے قصد سے جانوروں کو مارنا درست نہیں ۔

''ونهى عن تعذيب البهائم وعن قتلهاإلا لمأكلة ''(الحاوی الكبير للماوردی : ۵۳۱،۱۱)۔

''ومذهبنا أنه لا يجوز ذبح الحيوان الذی لايؤكل لأخذجلده''(المجموع شرح المهذب ۱۳۳،۱)۔

(۱۳) نقصان دہ جانورو ں کو اذیت وضرر کے خطرہ کی صورت مینمارنا مستحب ہے؛ البتہ کسی جانور مینمنفعت کا بھی پہلو ہو تو منفعت کی رعایت کرتے ہوئے مارنا مستحب نہیں، اور اگر ایسے جانوروں کو مارا جائے تو بھی بلاکراہت جائز ہے؛ کیونکہ فی نفسہ ''ایذا ''اس مینموجود ہے ۔

''يستحب قتل المؤذيات ونحوها مما فيه منفعة ومضرة فلا يستحب قتلها لنفعها ولا يكره لضررها''(اسنى المطالب : ۴۱۰،۳)۔

(۱۴) مسطور جواب ملاحظہ ہو۔واللہ اعلم بالصواب

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی تنظیم عالم قاسمی•

اسلام سراپا رحمت اور شفقت ہے ،اس مذہب میں عدل واحسان کی بار ہا تاکید کی گئی ہے اور یہی اس مذہب کی روح ہے۔ ظلم وزیادتی، ناحق مارپیٹ، ستانا اور کسی کو خواہ مخواہ پریشان کرنا اس مذہب میں جائز نہیں ' یہاں تک کہ بے زبان جانوروں پر بھی شفقت اور رحمت کا حکم دیا گیا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اپنے مختلف ارشادات کے ذریعہ جانوروں پر ظلم وزیادتی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے قریب سے ایک گدھا گذرا جس کے چہرے کو داغ دیا گیا تھا ، اس کے دونوں نتھنوں سے خون کا فوارہ چھوٹ رہاتھا، آپﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا : اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے یہ حرکت کی ،پھر آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی کہ نہ تو چہرے کو داغا جائے ،نہ چہرے پر مارا جائے (ترمذی)۔

ایک دن رسول اکرم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گذرے تو دیکھا کہ بھوک و پیاس کی شدت اور سواری وباربرداری کے سبب اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی ۔آپﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا :ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس حال میں چھوڑو جب کہ وہ تھکے نہ ہوں (ابوداؤد : ٢٥٤٨)۔ یعنی جانور بے زبان ہوتا ہے اس کو انسان کی خدمت کے لئے اللہ نے پیدا کیا لیکن انسان آزاد نہیں کہ اس کو جیسا چاہے استعمال کرے؛ بلکہ انسان پر لازم ہے کہ جانور کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی کا معاملہ کرے ۔وہ اپنی بھوک وپیاس، تھکاوٹ اور اپنی تکلیف کو زبان سے نہیں بول سکتا، مالک اور اس کے نگہبان کی ذمہ داری ہے کہ جب بھی اس کے بھوک و پیاس کا احساس ہو فوراً اس کے لئے گھاس اور دانہ پانی کا انتظام کرے،چلتے چلتے اس کی تھکاوٹ کا احساس ہو تو فوراً رک جائے اور اس کو کچھ دیر آرام پہنچانے کا انتظام کرے ۔جانور کو مثلہ کرنے ،اس پر نشان نہ بازی کرنے اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے منع کیاگیا ،اس کی بھی ممانعت ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کیا جائے؛ تاکہ اسے اپنے ذبح کئے جانے کا احساس اور اس کی تکلیف نہ ہو ، اگر جانور ذبح کیا جائے تو

• استاذ حدیث دار العلوم سبیل السلام،حیدرآباد۔

پہلے چھری تیز کرنے کی ہدایت دی گئی کہ ذبح کرتے ہوئے جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہونے پائے، غور کرنے کی بات ہے کہ شریعت نے ایک جانور کے ساتھ کس قدر محبت وشفقت کا حکم دیا ہے ،یہ اس لیے کہ کوئی انسان یہ خیال نہ کرے کہ یہ بے زبان کمزور اور ناتوانمخلوق ہے، اس پر جس طرح بھی ہو سکے زیادتی درست ہو گی، بلکہ دیکھا جائے تو کتا ایک نجس جانور ہے لیکن ایک جاندار مخلوق کی حیثیت سے وہ بھی سزاوار رحم وکرم ہے، اور اگر کوئی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو وہ بھی موجب اجرہے ،مشہور حدیث ہے کہ پہلے زمانے میں ایک بدکار عور ت نے پیاس سے ہانپتے ہوئے ایک کتے کو بڑی مشقت سے پانی پلایاتھا ،اللہ نے اس کی قدردانی کی اور اسے بخش دیا، لوگوں نے پوچھا: یا رسو ل اللہ! کیا جانوروں کے پانی پلانے میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تر جگر رکھنے والے جاندار کے پانی پلانے میں ثواب ہے (صحیح بخاری: ٢٣٦٣)۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی طرح جانوروں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاسداری ایک مسلمان پر واجب ہے۔جس طرحغلام اور ماتحتوں کے حقوق کے بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا اسی طرح بے زبان جانوروں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ان کے حقوق کی عدم ادائیگی پر بھی سوال ہوگا اور اس کے اعتبار سے انجام کا فیصلہ ہوگا۔ اسی لئے فقہاء کرام نے جانوروں کے حقوق سے متعلق بھی مختلف بحثیں کی ہیں اور ان کے احکام درج کئے ہیں ۔آج کے ترقی یافتہ اور مادیت کے دور نے جہاں زندگی کے مختلف حصوں میں تبدیلیاں پیدا کی ہیں وہیں حیوانات کے سلسلہ میں بھی کچھ نئے رجحانات پیدا ہوئے ہیں جن کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر جاننے کی ضرورت ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

(١) چارہ خور جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا فراہم کرنا:

جانوروں کے حقوق سے متعلق جو نصوص وارد ہوئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے، ان کو اذیت نہ دی جائے اور نہ کوئی ایسا سلوک کیا جائے جو جذبۂ ترحم کے خلاف ہو۔ اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ ہر ایسا عمل جو ظلم کے دائرہ میں آتا ہو جانوروں کے لئے درست نہیں اور جوعمل عرف میں ظلم شمار نہ کیا جاتا ہو اس کو اختیار کرنا درست ہے ۔لحمی اجزاء پر مشتمل غذا اگرچہ چارہ خور جانوروں کی فطر ت کے خلاف ہے مگر یہ ان پر ظلم شمار نہیں کیا جاتا؛کیوں کہ اس سے ان کی بھوک مٹتی ہے اور وہ آسودہ ہوتے ہیں بلکہ جانور ان غذاؤں کو بڑی دلچسپی سے کھاتا ہے ۔شروع میں خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے شاید کچھ تکلف ہوتا ہو اور اس سے اسے انسیت نہ ہو لیکن رفتہ رفتہ جیسے ہی یہ غذا اس کی عادت بن جاتی ہے اسے اسی میں مزہ آنے لگتا ہے اور وہ خوب سیر ہوکر کھاتا ہے،اور یہ غذا اس کے لئے مضر بھی نہیں؛

کیوں کہ اس سے بیماری پیدا ہونے کے بجائے اس کی صحت میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور اس کا جسم وجثہ پہلے سے بھی زیادہ بہتر ہوجاتا ہے ۔اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لحمی اجزاء پر مشتمل غذا کی فراہمی جانور پر ظلم نہیں ۔یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی انسان کی عادت غلام بننے سے قبل کسی اور غذا کی ہو اور غلام بن جانے کے بعد اس کا مالک اسے اپنی گنجائش یا اپنے منصوبے کے مطابق کوئی دوسریغذا فراہم کرے جس سے مزید اسے طاقت ملتی ہو تو اسے ظلم نہیں کہا جاتا اور نہ ہی کسی نے اسے ناجائز قرار دیا ہے ۔ایک شخص کو اپنے ماحول اور ملک کی غذا پسند آتی ہے اور وہ اسے رغبت سے کھاتا ہے لیکن جب وہ دوسرے ملک میں جاتا ہے تو اسے شروع میں انگیز کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور اب اس کی طبیعت یہاں کے ماحول کے موافق ڈھل جاتی ہے، یہی حال جانوروں کا بھی ہوتا ہے۔

البتہ یہاں اس پہلو کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جو لحمی اجزاء غذا میں شامل کئے جارہے ہیں وہ مردار، خنزیر اور دوسرے نجس جانوروں کے نہ ہوں؛ کیوں کہ ان سے استفادہ نص قطعی سے حرام ہے اور جانوروں کو اس کے اجزاء جان بوجھ کر کھلانا اس سے استفادہ میں داخل ہے ۔الموسوعۃ الفقہیہ للکویت میں ہے ۔

اختلف الفقہاء فی جواز الانتفاع بالمیتۃ بإطعامھا للدواب والبھائم أو الکلب المعلم والطیر والبازی المعلم ونحوھم علی ثلثۃ أقوال :أحدھا للحنفیۃ و الشافعیۃ وأحمد فی روایۃ عنہ و ھو عدم جواز ذلک لأنہ إذا أطعم المیتۃ للحیوان فقد انتفع بتلک المیتۃ و قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ دال علی عدم جواز الانتفاع بھا' قال الجصاص قال أصحابنا :لا یجوز الانتفاع بالمیتۃ علی وجہ ولا یطعمھا الکلاب والجوارح لأن ذلک ضرب من الانتفاع بھا وقد حرم اللہ المیتۃ تحریما مطلقا معلقا بعینھا مؤکدا بہ حکم الحظر فلا یجوز الانتفاع بشئ منھا إلا أن یخص شئ منھا بدلیل یجب التسلیم بہ(الموسوعۃ الفقھیۃ ٣٩/٣٩٢)۔

اس عبارت سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردار کا جانوروں اور چوپایوں کو کھلانا اور اس سے استفادہ کرنا ہے جو نص قرآنی کے سبب ممنوع اور حرام ہے وہیں اس کے مفہوم مخالف سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر جانور میتہ یا اس کے حکم میں نہ ہو تو اس کے اجزاء جانوروں، چوپایوں، پرندوں وغیرہ کو کھلایا جاسکتا ہے۔

(٢) انجکشن کے ذریعہ دودھ یا گوشت میں اضافہ کرنا :

سائنسی ایجادات و انکشافات اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں، یہ اسی کی کرم فرمائی ہے کہ کل تک جو کام مہینوں میں ہوتا تھا آج وہ گھنٹوں اور منٹوں میں ہورہا ہے،جس کے لئے لوگ کافی پریشان رہا کرتے تھے اب وہ آسانیوں میں تبدیل ہو گیا ہے ۔رزق کے وسائل پہلے محدود تھے اور ایک روٹی کی تلاش میں لوگ سرگرداں رہتے تھے اور بسیار کوشش کے باوجود وہ فراوانی نہیں تھی جو آج موجود ہے، وسائل کی یہ کثرت اللہ کی طرف سے

ہے کہ رفتہ رفتہ جس طرح آبادی بڑھ رہی ہے اور کھانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اللہ تعالی رزق کے اسباب اور وسائل کو بھی دوچند کررہا ہے؛ کیوں کہ ساری کائنات کے رزق کی ذمہ داری اسی پر ہے، آبادی خواہ کتنی ہی بڑھ جائے قیامت تک وہ ساری مخلوقات کو رزق فراہم کرتا رہے گا ،مختلف طرح کے وسائل اس کی رزاقیت کی عملی تفسیر ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں۔

وسائل اختیار کرنے کی شریعت نے حوصلہ افزائی کی ہے بشرطیکہ وہ اسلامی اصول کے مغائر نہ ہوں ۔دودھ اور گوشت میں اضافہ کی تدبیر کرنا فی نفسہ درست ہے اور اس کی نظیر تابیر نخل ہے ۔اہل مدینہ ایک خاص موقع پر نر کھجور کے پھول لے کر مادہ درخت کے گابھے میں ڈالتے اور اس سے انہیں محسوس ہوتا کہ اس عمل سے کھجور کی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔جب رسول اکرم ﷺ ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لائے تو آپ ؐ نے اس سے ان کو منع فرمایا اور یہ تصور دیا کہ مقدر میں جتنی کھجور ہوگی وہ مل کر رہے گی، یہ ایک غیر ضروری عمل ہے ۔اہل مدینہ تابیر نخل سے رک گئے لیکن دوسرے سال کھجور کی پیداوار اور عمدگی میں نمایاں کمی آگئی، ان لوگوں نے جب آپ ؐ سے اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا : أنتم أعلم بأ مر دنیاکم (صحیح مسلم : ١٤١/٢٣٦٣) '' تم اپنے دنیوی امور کے بارے میں بہتر جانتے ہو''۔اس ارشاد کے ذریعے رسول اکرم ﷺ نے دنیوی وسائل اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے ان تمام تدابیر کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جن سے پھلوں، غلوں اور پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، جیسے کھیت میں کھاد اور بھوسا ڈالنا'درختوں میں دوائیاں چھڑکنا 'دودھ دینے والے جانوروں کو افزائش دودھ کی غذا فراہم کرنا وغیرہ۔ اس اصول کے پیش نظر دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن ماہرین کے مطابق اس عمل کا منفی پہلو یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعے حاصل کئے جانے والے دودھ اور گوشت میں پروٹین کم ہوتا ہے، اس میں وہ طاقت نہیں ہوتی جو عام دودھ اور گوشت میں ہوتا ہے،یہ انجکشن کا کھلا ضرر ہے، اس سے دودھ اور گوشت کے کاروبار کرنے والے کو غیر معمولی نفع ہوتا ہے اور استعمال کرنے والوں کو غیر محسوس طریقے پر ضرر پہنچتا ہے 'اس لئے تاجرین اور دنیا کے حریص اس طریقے کو اختیار کرتے ہیں جب کہ باشعور عوام ایسے دودھ اور گوشت خریدنے کو پسند نہیں کرتے ۔ معلوم ہونے پر بازار میں اس کی قیمت کم لگائی جاتی ہے جیسے دیسی اور فارم مرغی کے گوشت اور انڈے کی قیمت میں فرق پایا جاتا ہے، اور لوگ دیسی کو زیادہ پسند کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اصلی ہے اور فارم مصنوعی طریقے پر حاصل کردہ ہے، جس میں وہ طاقت نہیں جو دیسی میں موجود ہے۔

انجکشن کے ذریعے حاصل کردہ دودھ اور گوشت میں واقعتا اگر کمی پائی جاتی ہے تو یہ ایک طرح کا عیب ہے اور عیب بتائے بغیر سامان کا فروخت کرنا جائز نہیں، اس لئے تجارت کی غرض سے اگر ایسا کیا جارہا ہے تو بیچنے سے قبل اس کا بتانا ضروری ہوگا کہ یہ انجکشن کا تیار کردہ ہے، اور اگر اپنے استعمال کے لئے ایسا کررہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔انجکشن کا یہ طریقہ صرف دودھ اور گوشت تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ موجودہ دور میں پھلوں'سبزیوں اور ترکاریوں میں بھی اختیار کیا جا رہا ہے اور بڑی سطح پر سیدھے سادے عوام کا استحصال کیا جارہا ہے۔ بہت سی مہلک بیماریاں اس سے پیدا ہورہی ہیں اس لئے حکومت کو اس سلسلے میں سخت قانون سازی کرنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ صحت کی حفاظت ملک کے حکمراں کی ذمہ داری ہے اور یہ مقاصد شریعت میں سے بھی ہے۔

(۳) حلال جانوروں کا حرام جانوروں سے اختلاط:

جانوروں میں نسب مادہ سے چلتا ہے 'اس لئے اگر کسی حلال جانور کا اختلاط حرام جانور سے کرایا گیا تو اس سے پیدا ہونے والے جانور کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا ۔اس کادودھ، گوشت، قربانی وغیرہ جائز ہے ۔اس لئے اگر یہ بات صحیح بھی ہو کہ جرسی گائے خنزیر کے اختلاط یا اس کے مادۂ منویہ سے وجود میں آتی ہے تو بھی اصولی اعتبار سے اس کے جواز اور حلت میں کوئی فرق نہیں آئے گااگرچہ یہ طریقہ بہتر نہیں ہے۔محض دودھ اور حجم میں اضافہ کے لئے یہ طریقہ بہت گھٹیا اور ذہنی پستی کی علامت ہے ، اسلام نے یہ پسند نہیں کیا ہے کہ مختلف اجناس کو ایک دوسرے سے جفتی کرائی جائے۔ عہد نبوی میں لوگ گھوڑی کو گدھے سے جفتی کراتے اوراس سے خچر حاصل ہوتا تھا جس کو عربی میں ''بغل ''کہا جاتا ہے، اس کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے (النحل ۸)۔ رسول اکرم ﷺ نے اس عمل کو ناپسند کیا، اور جب ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے آپ ؐ کے پاس خچر دیکھ کر خچر پیدا کرانے کی اجازت طلب کی تو آپ ؐ نے فرمایا :انما یفعل ذلک الذین لا یعقلون (مسند بزار۶۶۹) ''یہ کام ایسے لوگ کرتے ہیں جن کو عقل نہیں ہوتی ''۔آپ ؐ نے اس کام سے صراحتاً منع تو نہیں فرمایالیکن اس جملے سے ناپسندیدگی کا اظہار واضح ہے ۔ فقہ کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں ہے:

إن البقرة الأہلیۃ إذا نزا علیہا ثور وحشِی فولدت ولدا فإنہ یجوز أن یضح بِہِ، وإن کانت البقرة وحشِیۃ والثور أہلِیا لم یجز؛ لِأن الأصل فِی الولدِ الأم؛ لِأنہ ینفصِل عن الأمِ وہو حیوان متقوِم تتعلق بِہِ الأحکام ولیس ینفصِل مِن الأبِ إلا ماء مہِین لا حظر لہ ولا یتعلق بِہِ حکم ولِہذا یتبع الولد الأم فِی الرِقِ والحرِیۃِ، لأنہ یضاف إلی الأبِ فِی بنِی آدم تشرِیفا لِلولدِ وصِیانۃ لہ عن الضیاعِ وإلا فالأصل أن یکون مضافا إلی الامِ (بدائع الصنائع ۵/۶۹)۔

ماضی قریب کے معروف فقیہ حضرت مولانا مفتی سید نظام الدین صاحب ؒ سابق

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند نے اسی جیسے ایک استفتاء کے جواب میں فرمایا تھا:

''حیوانات میننسب مادہ سے چلتا ہے جب یہ گائے(امریکن یا جرمنی) اور گایوں کی طرح کھاتی پیتی ہے اور گایوں کی طرح بولتی ہے تو یہ شرعاً گائے ہی شمار ہوگی خواہ خنزیر سے جفتی کرائی گئی ہو یا بذریعۂ انجکشن یا کسی اور طرح حا ملہ کرائی گئی ہو اور حاملہ کرانے کا یہ طریقہ غیر شرعی یا مذموم وغیرہ ہو اس سے اس کے گائے ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جائے گا،گائے کاہی حکم رہے گا اور اس کا گوشت کا کھانا، اس کا دودھ پینا، اس کی قربانی کرنا،پالنا سب درست رہے گا'' (منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۳۵۴)۔

(۴)زینت کے طور پر جانوروں کو پنجرے میں مقید کرنا:

پنجرے میں کسی پرندے وغیرہ کو رکھا جائے اور اس کے کھانے پینے کی مکمل نگہداشت کی جائے ،اس کو نہ مارا جائے اور نہ کسی طرح کی اذیت دی جائے تو پنجرے میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔تمام مخلوقات کو اللہ تعالی نے انسان کی ضرورت اور خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور زیبائش بھی ایک ضرورت ہے اس سے ذہن و دماغ کو ایک طرح کی فرحت محسوس ہوتی ہے، اس لئے فقہائے کرام نے اس کی اجازت دی ہے، اور تقریباً تمام حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جوحضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کے چھوٹے بھائی ابو عمیرؓ نے ایک چھوٹا سا پرندہ پال رکھا تھا 'جس سے وہ کھیلتے اور دل بہلاتے تھے، رسول اکرم ﷺ بسااوقات ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان سے مزاح فرماتے ۔اچانک ایک دن وہ پرندہ کسی وجہ سے مر گیا جس پر صغرسنی کی وجہ سے ابوعمیر کو کافی افسوس تھا ، جب آپ ﷺ کو اس کے بلبل اور پرندہ کے مرنے کا علم ہوا تو آپ ؐ نے ازراہ مزاح فرمایا :یا أبا عُمیر ما فعل النُغیر۔ابوعمیرا! تمہارا بلبل کیا ہوا؟(صحیح بخاری: ۶۲۰۳)۔اس روایت سے محققین نے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں،شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے ان سب کو ترتیب سے لکھا ہے ۔ان ہی میں سے ایک مسئلہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرندہ کو شوقیہ پالنا اور اسے پنجرے وغیرہ مینمقید رکھنا درست ہے 'اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ اس سے ضرور منع فرماتے ۔ وجوازا ِمسا کِ الطیرِ فِی القفصِ ونحوِہِ (فتح الباری ۱۰ /۵۸۳)۔

(۵)موذی جانوروں کو شوقیہ پالنا:

موذی جانوروں کی فطرت میں ایذا ہے وہ خواہ کتنا ہی مانوس ہوجائے، جب اس کی طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آتی ہے تو وہ حملہ کردیتا ہے اور جان کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ ان جانوروں کو پالنااپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو حرام ہے،اس لئے شیر، سانپ، خونخوار کتے اور دیگر موذی جانوروں کو شوقیہ پالنا جائز نہیں ہوگا۔رسول اکرم ﷺ نے ایسے جانوروں کو ایذا دینے سے پہلے ہی مار دینے کی ہدایت دی ہے، اسی

وجہ سے نماز کے دوران بھی کسی نے سانپ ’بچھو وغیرہ کو دیکھ لیا تو اس کو مارنے کاحکم دیا گیا ہے ۔قرآن کریم نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے اور وہ تمام کام جس کا انجام ہلاکت ہے وہ بھی اس کے دائرے میں آکر ممنوع ہوگا۔تفسیر خازن میں اس کی وضاحت موجود ہے:

لا خِلاف بين الفقہاء فِی أن تعرِيض النفسِ لِخطرِ الہلاکِ حرام؛ لأِن حِفظہا مِن أہمِ مقاصِدِ الشرِيعۃِ. قال الله تعالى:ولا تلقوا بأِيدِيكم اِلى التہلكۃ قال الخازِن: كل شى ء فِی عاقِبتِہِ ہلاک، فہو تہلكۃ(الموسوعۃ الفقہيۃ ٦،٢٧٤)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات:

جانوروں کو اللہ تعالی نے انسانی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے، اسی لئے اس پر بار برداری کرنا، اس کی سواری کرنا، اس سے کھیت کا جوتنا، رہٹ میں اس کا استعمال کرنا، اس سے دودھ کا نکالنا یہاں تک کہ کھانے کے لئے اس کا ذبح کرنا بھی درست ہے۔ جانوروں کو ستانا ، اسے تنگ کرنا، خواہ مخواہ مارنا پیٹنا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا جو ایذاکے دائرے میں آتا ہو، جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کے طور پر محض مزہ اور لطف لینے کے لئے کسی جانور کو مارنا بھی جائز نہیں، یہ ناحق مارنا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروبن العاص سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

من قتل عصفورا فما فوقہا بِغيرِ حقِہا، سأله الله عز وجل عنہا يوم القِيامۃ، قِيل:يا رسول اللہِ، فما حقہا؟ قال: حقہا أن تذ بحہا فتأكلہا، ولا تقطع رأسہا فيرمى بِہا (نسائی: ۴۴۴۵)۔

‘‘جس نے کسی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹی کسی جاندار کو ناحق مارا تو اللہ تعالی اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کرے گا ، سوال کیا گیا کہ اس کا حق کیا ہے ؟آپ ﷺ نے فرمایا :اس کا حق یہ کہ اس کو ذبح کرکے کھاؤ، ایسا نہ ہو کہ اس کے سرکو یوں ہی مروڑ کر پھینک دو’’۔

زمانۂ جاہلیت میں جانوروں کے ساتھ بڑی بے رحمی کا معاملہ کیا جاتا تھا، یوں ہی تفریحاً اسے مارا جاتا ،کبھی باندھ کر نشانہ بازی کی جاتی و غیرہ، اس سے روکنا مقصد ہے، ورنہ کسی انتفاع کی غرض سے اگر قتل کیا جائے تو ناحق قتل میں وہ داخل نہیں ہے، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن چڑیااللہ سے شکایت کرے گی کہ فلانشخص نے مجھے عبث قتل کیا ہے کسی منفعت کے حصول کے لئے قتل نہیں کیا ہے: إن فلانا قتلنِی عبثا، ولم يقتلنِی لِمنفعۃ (مسند احمد: ۱۹۷۰)۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جانور کو کسی بھی منفعت اور مقصد کے لئے قتل کیا جاسکتا ہے جیسے میڈیکل تجربات کی غرض سے مارا جائے تو اس کی بلاشبہ

اجازت ہوگی؛ اس لئے کہ یہ عظیم ترین مقصد ہے، اس کے ذریعے انسانی جان کو بچایا جاسکتا ہے۔جانور کو ذبح کرکے کھانے میں صرف ایک آدمی یا چند لوگوں کا فائدہ ہے اور وہ بھی وقتی طور پر لذت مل جاتی ہے یا بھوک کے مٹانے میں مدد ملتی ہے لیکن یہاں اس کو مار کر میڈیکل تجربات سے پوری قوم کا فائدہ ہے، ایک ڈاکٹر کے ذریعے نہ جانے کتنے لوگ مستفید ہوتے ہیں اور وہ بھی جان کی حفاظت کا مسئلہ ہے جو مقاصد شریعت میں سے ہے، اس لئے حیوانات پر میڈیکل تجربات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷) کوئی عضو نکالنے کے لئے جانوروں کو بے ہوش کرنا:

جس عضو کو نکالنا شرعاً درست ہے اس کے لئے اسے بے ہوش کرنا بھی درست ہے، جیسے جانور کو خصی کرنے کے لئے بے ہوش کیا جاتا ہے، خصیتین کا نکالنا شرعاً درست ہے اس سے گوشت میں لذت آتی ہے اور جانور کی صحت کے لئے بھی بہتر ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے خصی کردہ جانور کی قربانی ثابت ہے، لہذا اس کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا بھی درست ہوگا۔پہلے زمانہ میں اور آج بھی بہت سی جگہوں میں جانور کو ہوش میں رکھتے ہوئے خصیتین نکال دیئے جاتے ہیں جو نہایت تکلیف دہ ہے،بے ہوش کرکے اسے نکالنے میں تکلیف کم ہے اس لئے یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے جیسے آدمی کے آپریشن کے لئے اسے بے ہوش کیا جاتا ہے لیکن یہ اس کے حق میں مفید ہے، اس لئے اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہے ۔

رسول اکرم ﷺ صدقات کے اونٹوں کو علامت کے لئے داغا کرتے تھے یا حرم جانے والے جانوروں کو اشعار کرتے تھے؛ حالاں کہ ان دونوں میں جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے لیکن چوں کہ یہ ایک مقصد کے لئے تھا اس لئے اس کی اجازت ہے، اسی وجہ سے سرکش جانور کو قابو کرنے کے لئے بے ہوش کرنا، شاٹ لگانا، کسی چیز سے مار کر زخمی کرنا درست قرار دیا گیا ہے؛ چوں کہ یہ تمام عمل ایک خاص مقصد کے تحت ہوتا ہے، اس میں تعذیب یا ایذا مقصد نہیں ہے ۔اسی طرح جانور کا کوئی عضو نکالنے یا آلہ رکھنے کے لئے اسے بے ہوش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجاز خِصاء البہائِمِ ای جواز خِصائِ البہائِمِ بِالمنفعۃِ وہِی أراد سِمنِہا أو منعہا عن العضِ بِخِلافِ بنِی آدم فإنہ یراد بِہِ المعاصِی فیحرم ـــ لابأس بکیِ البہائِمِ لِلعلامۃِ وثقب أذنِ الطِفلِ مِن البناتِ لأنہم کانوا یفعلونہ فِی زمنِ رسولِ اللہِ - صلی اللہ علیہِ وسلم - مِن غیرِ إنکار(رد المحتار ۶/۳۸۸)۔

ہاں البتہ اگر ایسا کام کیا جائے جو ایذا شمار کیا جاتا ہے جیسے زمانۂ جاہلیت مینبعض لوگ جانوروں کے بعض حصوں کو جیتے جی کاٹ لیا کرتے تھے جس کو احادیث میں شریطۂ شیطان کہاگیا ہے، جو حرام اور ناجائز ہے، اس طرح کا نہ عمل درست ہے اور نہ اس کے لئے بے ہوش کرنا۔

(٨) حکومت کی پابندی کے باوجود کسی جانور کا شکار کرنا:

تمام مخلوقات کوپیدا کرنے میں اللہ کی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں،کوئی جانور خواہ زہریلا ہی کیوں نہ ہو اس میں بھی انسان کا فائدہ ہے اور دنیا کے نظام کوفساد سے بچانے کے لئے اس کا وجود بھی قیمتی ہے ۔بہت سے جانور مأکول اللحم تو نہیں ہوتے لیکن دنیا سے فاسد اور زہریلے مادہ کوختم کرنے میں وہ بڑے ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں،بعض جانور وں کا ہونا ماحولیات کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہوتا ہے اور بعض علاج و دواوں انسانی صحت کے لئے مفید ہوتے ہیں، اگر تھوڑا بھی ان کی نافعیت پر غور کیا جائے تو ماخلقت ہذا باطلا ‘‘اے اللہ ! آپ نے اس میں سے کسی کو بے کار پیدا نہیں کیا ہے” پکار اٹھے گا۔اسی لئے احادیث میں بلاوجہ جانوروں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان آنا طے ہو گیا اور اللہ تعالی نے کشتی بنانے کا حکم دیا تو اللہ نے جن چیزوں کی ہدایت دی ان میں یہ ہدایت بھی تھی کہ جانور کے ہر نسل کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی پر سوار کرلیں تاکہ بعد میں اس کی نسل چل سکے۔

حَتَّى إِذَا جَاء أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلاَّ مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلاَّقَلِيْل(ھود،۴۰)۔

‘‘یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور اُبل پڑا تو ہم نے کہا ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو ’اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان اشخاص کے جن کی نشان دہی پہلے کی جاچکی ہے، اس میں سوار کرادو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے ہیں اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوح کے ساتھ ایمان لائے تھے ’’۔

معلوم ہوا کہ جانوروں کی نسل کو باقی رکھنا اللہ کو مطلوب ہے، اس لئے جن جانوروں کے شکار سے نسل ختم ہونے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا چاہئے بالخصوص جب کہ ماحولیات متأثر ہونے کا خطرہ ہو، اس لئے کہ اس میں ضرر عام ہے، ہر ایک کی زندگی کو اس سے خطرہ لاحق ہوگا ۔شریعت نے ماحولیات کے تحفظ کی بڑی تاکید کی ہے اسی لئے نظافت اور صفائی ستھرائی کو آدھا ایمان کہا گیا ہے، اس لئے بھی ایک مسلمان کو چاہئے کہ ان جانوروں کا شکار نہ کرے، اور اگر حکومت کی جانب سے پابندی ہو تو پھر اس سے رکنا واجب ہوگا اس لئے کہ انسان جس ملک میں رہتا ہو وہاں کے تمام قوانین کی پابندی اس پر واجب ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو؛ کیوں کہ ملکی قوانین ہمیشہ مصالح عامہ کے لئے بنائے جاتے ہیں جن میں سب کا بھلا ہوتا ہے ۔

طاعتہ والانقیاد لہ فی کل ما أمر بہ و نہی عنہ مادامت ھذہ الأوامر والنواھی لم تتعارض مع الأحکام التی بینتہا شریعۃ الإسلام فما دام رئیس الدولۃ قد التزم فی أوامرہ ونواھیہ جانب الشرع فلم یحد فی ذلک عن الحدود التی رسمتھا الشریعۃ ۔۔وقد نصت الأحادیث العدیدۃ

من رسول اللہ ﷺ علی وجوب الطاعۃ للأ ئمۃ لأن بذل الطاعۃ لھم مما یعینھم علی أداء ما کلفوا بہ من التصرف فی الأمور العامۃ (ریاسۃ الدولۃ فی الفقہ الاسلامی للدکتور محمد رأفت عثمان،ص ۔ ۳۷۰)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس موضوع پر تفصیلی تحریر کے بعد لکھتے ہیں:

‘‘أن القوانین التی تسن لتحقیق مصالح الناس و لتحفظ بینھم الأ من و الاستقرار یجب طاعتھا والعمل بمقتضاھا’’ (فتاویٰ معاصرہ ۱،۵۹۴)۔

ماحولیات کے تحفظ مینپورے ملک کے باشندوں کے لئے خیر اور بھلائی ہے، اس سے سب کا نفع وابستہ ہے اوراس کے فساد میں ضرر عظیم ہے، اور جانوروں کے تحفظ سے ماحولیات کا تحفظ وابستہ ہے اس لئے اس کے متعلق قوانین کی پابندی لازم ہوگی۔

(۹)مقدس جانوروں کا ذبح کرنا:

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو رواداری کی تعلیم دی ہے،کوئی ایساکام نہ کیا جائے جس سے غیر مسلموں کی دل آزاری ہوتی ہو یہاں تک کہ اگر وہ ہمارے خدا کو برا بھلا کہیں تو بھی قرآن نے ان کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے سے منع کیا ہے۔ اگر وہ مستحق ہوں تو ان کو زکوۃ کے علاوہ تمام مال دیا جاسکتا ہے، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کی جائے گی، وہ پڑوس میں ہوں توان کے ساتھ بھی ویسے ہی حسن سلوک کیا جائے گا جس طرح مسلمانوں کے ساتھ کیا جا تا ہے ۔ سیرت نبوی ؐ اس طرح کی رواداری سے بھری پڑی ہے ؛ چنانچہ فتح مکہ کا وہ تاریخی دن بھی تاریخ میں محفوظ ہے ، جب مکہ فتح ہوچکا تھا ، دشمنانِ اسلام سہمے ہوئے تھے ، لاکھوں تلواریں اشارۂ نبوی ا کے منتظر تھیں ، سارے مشرکین صحن کعبہ میں موجود ہیں ، آپ چاہتے تو ان کے ایک ایک جرم کا بدلہ لے سکتے تھے ، مگر ان جانی دشمنوں کو معافی کا پروانہ دے دیا گیا ، ارشاد فرمایا : إذہبوا فأنتم الطلقاء ‘‘ جاؤ ! تم سب کے سب آزاد ہو ’’ ۔

اسی طرح مکہ سے مایوس ہوکر طائف کی وادی میں اسلام کی دعوت دینے پہنچے، اوباش لڑکوں نے پتھر مار مار کر لہو لہان کردیا ، بظاہر ناکام اور مایوس ہوکر لوٹ رہے تھے، راستے میں اللہ کی طرف سے دو فرشتے آئے اور کہا کہ آپ اکا حکم ہوتو اس بستی والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دیا جائے؛ لیکن آپ انے فرمایا: نہیں ، ایسا نہ کریں، کیا پتہ ان کی آئندہ نسلیں دعوت حق کے اس پیغام کو قبول کرلیں ۔

ہمیں چاہئے جس ملک میں ہم رہتے ہیں وہاں رواداری کو فروغ دیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور یہ فرقہ وارانہ فسادات کا سبب بنے، اس لئے ملے جلے معاشرے میں کوئی ایسی راہ تلاش کرلی جائے جس پرچلنے میں دونوں کا بھلا ہو اور ملک کا امن و امان باقی رہ سکے جیسے قربانی کے ایام میں گائے کی قربانی کے بجائے دوسرے بڑے جانور یا چھوٹے جانوروں

کی قربانی کریں، اس سے ہمارا واجب بھی ادا ہوجائے گا اور کسی شرپسند کو شرارت کا موقع نہیں ملے گا۔ گائے کی قربانی اسلام میں واجب نہیں مباح ہے، اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بالخصوص جب کہ ہمارے ملک کا ایک طبقہ اس کو مقدس مانتا ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ضرر عظیم کا خطرہ درپیش ہے ۔رسول اکرم ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں، اس میں ذرہ برابر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود صلح حدیبیہ کے موقع پر جب ''رسول اللہ '' لکھنے پر اعتراض ہوا اور ان لوگوں نے اس لفظ کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو آپ ؐ نے اس پر اصرار نہیں کیا بلکہ ان کی دلداری کے لئے سچے رسول ہونے کے باوجود اس لفظ کو مٹا دیا اور اس کا اثر فتح مبین کی شکل میں ظاہر ہوا، اور اگر حکومت کی جانب سے ایسے جانور کے ذبح پر پابندی لگا دی جائے تو اس سے رکنا ضروری ہوگا ۔علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں :

''تتسع دائرتها لكل التصرفات والإجراء ات التى من شأنها أن ترفع الظلم و تقيم العدل بين الناس و تزيل عنهم الضرر و الضرار و أسباب النزاع و الصراع ليحل محله التعاون والإخاء''(فتاویٰ معاصرہ١،٥٨١)۔

دفع ضرر کی مصلحت سے حکومتوں کی جانب سے حکم دئیے جانے کی واضح مثال وہ واقعہ ہے جب حضرت عمر فاروق ص نے اپنے دور خلافت میں دیکھا کہ زیادہ مقدار میں جانوروں کے ذبح کرنے کی وجہ سے جانور کم ہورہے ہیں ،اندیشہ تھا کہ بعد میں استعمال کرنے والوں کو جانور دستیاب نہ ہو ، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ حکم جاری کیا کہ روزانہ اونٹ یا اور کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے؛بلکہ ایک دن کی غیبوبت سے ذبح کیا جائے؛ تاکہ بعد میں گوشت کی قلت پیش نہ آئے :

''رأى عمر أن الذبائح أقل من حاجة المستهلكين فحرم علىٰ الجزارين أن يذبحوا فى يومين متتاليين لتتوافر الذبائح فى بقية الأيام ''(فتاویٰ معاصرہ ١،٥٩٤)۔

گوشت کی فراہمی میں یکسانیت باقی رکھنے اور لوگوں کی غذائی ضروریات کی تکمیل کے لئے جب کسی جانور کے ذبح پر پابندی لگائی جاسکتی ہے تو فتنہ و فساد کے خوف سے بدرجہ ٔ اولی اس کا حق ہوگا اور تمام مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم ہوگی ۔

(١٠) حکومت کی جانب سے پرندوں کے شکار کی ممانعت:

اس کا جواب سوال نمبر ٨ کے تحت آچکا ہے کہ رعایا پر ملکی قوانین کی پابندی لازم ہے۔ حکمراں خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں ان کی اتباع کرنا ضروری ہے جب کہ قرآن و احادیث کے خلاف کسی بات کا حکم نہ دیں۔

طاعته والانقياد له فى كل ما أمر به و نهى عنه مادامت هذه الأوامر والنواهى لم تتعارض مع الأحكام التى بينتها شريعة الإسلام فما دام رئيس الدولة قد التزم فى أوامره ونواهيه

جانب الشرع فلم یحد فی ذلک عن الحدود التی رسمتها الشریعۃ ۔۔۔ (ریاسۃ الدولۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص: ۳۷۰)۔

ملکی قوانین کے بھی درجات مختلف ہوتے ہیں، خود حکومت کی جانب سے بعض امور میں تسہیل دی جاتی ہے، کسی چیز سے ممانعت کی جاتی ہے لیکن اگر کسی کو پکڑلیا جائے تو معمولی سرزنش کے بعد چھوڑدیا جاتا ہے اور بعض جگہوں میں چشم پوشی کی جاتی ہے، اس لئے ایسے قوانین کے حکم میں بھی شدت نہیں ہوگی ۔مہمان پرندوں کو مارنے اور جنگلات کے شکار کرنے میں حکومت کی جانب سے اگر سخت قوانین ہوں جیسا کہ ہندوستان میں ہے تو اس سے رکنا لازم ہوگا اور جن ممالک میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے وہاں شکار نہ کرنا اور قانون کی پاسداری کرنا بہتر ہوگا۔

(۱۱) وبائی امراض کے وقت جانوروں کو ہلاک کرنا :

انسانی جان دوسری مخلوقات کے مقابلے میں اللہ تعالی کے نزدیک بہت محترم اور مکرم ہے، اس کا ذکر قرآن نے اس طرح کیا ہے : وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّوَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً (بنی اسرائیل ۷۰) ''یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی ''۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:فِانکم خلِقتم لِلآخِرۃ والدنیا خلِقت لکم (شعب الایمان : ۱۰۰۹۷) '' تم لوگ آخرت کی تیاری کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دنیا تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے''۔خاص طور پر جانوروں کے مقابلے میں انسان ہزار درجہ افضل ہے، اس لئے انسانی جان کے تحفظ کے لئے مرغیوں اور جانوروں کو مارا جاسکتا ہے ۔اگر جانوروں میں وبائی امراض پیدا ہوجائیں اور وہ اس طرح متعدی ہوں کہ اگر ان کو فوراً ہلاک کرکے وبا پر کنٹرول نہ کیا جائے تو انسانی آبادی متاثر ہو جائے تو جانوروں کو مارنا اور ہلاک کرنا درست ہوگا، خواہ جانورکتنی بڑی تعداد میں کیوں نہ ہوں؛ اس لئے کہ مشہور قاعدہ ہے کہ جب دو مفاسد جمع ہوجائیں تو اخف کو اختیار کیا جائے گا، اور جانوروں کو ہلاک کرنا انسانی جان کے مقابلے میں اخف ہے۔ إذا تعارض مفسدتانِ روعِی أعظمہما ضررا بِارتکِابِ أخفِہِما (الاشباہ و النظائر: ۸۷)۔ اسی طرح دو مصلحتیں جمع ہوں اورایک کے لئے دوسرے کو ترک کرنا پڑے تو چھوٹی مصلحت ترک کردی جائے گی۔

وأن یحصل أعظم المصلحتینِ بِترکِ أخفِہِما إذا تعین عدم إحداہماوقال الشیخ عِز الدِینِ إذا تعارض مصلحتانِ حصلت العلیا مِنہما بِتفوِیتِ الدنیا (المنثور فی القواعد الفقہیۃ۱٫۳۴۹)۔

البتہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ ان کو مارنے میں ایسی چیز کا استعمال کریں جو ان کی جان لینے میں کم سے کم تکلیف دہ ہو جیسے کوئی دھواں دے دیا جائے 'پاؤڈر چھڑک دیا جائے یا اور کوئی شکل اختیار کی جائے، مرنے کے بعد پھر انہیں کسی گڑھے

میں دفن کیا جائے۔زندہ دفن کرنے اور ایسیڈ ڈال کر مارنے سے احتراز کیا جائے ؛کیوں کہ یہ دونوں طریقے شدید تکلیف دہ ہیں۔ زندہ دفن کرنے سے دم گھٹتاہے اور جان نکلنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے جو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے، اور ایسیڈ سے کھال اور گوشت جلتا ہے، جو شدید تکلیف کا باعث ہے اور اسے آگ میں جلانے کے مترادف ہے، اس لئے کو ئی ایساطریقہ اختیار کیا جائے جس سے دفعتاً جان نکلتی ہو۔

(۱۲) جانوروں کو کن مصالح کی بنیاد پر مارا جاسکتا ہے:

کسی جانور کے مارنے سے اگر کوئی منفعت وابستہ ہو تو اسے مارا جا سکتا ہے خواہ اس منفعت کا تعلق غذا سے ہو، لباس اور پوشاک سے ہو یا دوا اور علاج سے --- جیسے کسی کو علاج وغیرہ کے لئے کسی جانور کی ہڈی ’اس کے گوشت یا کسی عضو کی ضرورت ہو تو اس کے مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یا جوتا، فرش اور خاص پوشاک وغیرہ کے لئے اس کی کھال کی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی اسے مارا جاسکتا ہے، جس طرح گوشت، چربی اور دیگر لحمی اجزاء کے لئے ذبح کرنے کا عام رواج ہے۔ احادیث میں بلاوجہ مارنے سے ممانعت ہے؛ لیکن اگر کوئی وجہ اور جائز مقصد ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عمرِو بنِ الشرِیدِ، قال:سمِعت الشرِید یقول:سمِعت رسول اللهِ صلی الله علیہِ وسلم یقول: ‘‘من قتل عصفورا عبثا، عجّ اِلی اللهِ عز وجل یوم القِیامۃِ مِنہ یقول: یا ربِ إن فلانا قتلنِی عبثا، ولم یقتلنِی لِمنفعۃ’’ (مسند احمد : ۱۹۴۷۰)۔

اسی طرح اگر کوئی جانور تکلیف دہ ہوجس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی اس کی ایذا سے بچنے کے لئے مارا جاسکتا ہے جیسے وحشی جانور’کلب عقور وغیرہ۔

(۱۳) نقصان دہ جانور کو مارنے کا حکم :

ایسا جانور جو نقصان دہ اور موذی ہو اور وہ آبادی میں پہنچ جائے جس سے نقصان پہنچانے کا پہلو غالب ہوجائے تو اس وقت اس کو مارنا جائز ہے؛ تاکہ انسانی جان کا تحفظ ہوسکے جیسے کلب عقور’درندے، جنگلی ہاتھی وغیرہ اگر جنگلات سے نکل کر انسانی آبادی میں آپہنچے تو اجتماعی کوشش سے یا محکمۂ جنگلات کو باخبر کرکے ان کو مارا جاسکتا ہے یا جنگلات کے ذمہ داران چاہیں تو ان کو پنجرے میں بند کرکے چڑیا گھر لے جائینلیکن اگر کوئی جانور آبادی کی طرف نہیں آیا ہے اور پہاڑوں ، جنگلونمیں وہ زندگی گذار رہا ہے تو خواہ مخواہ ایسے جانور کو مارنا بہتر نہیں ہے، اس لئے کہ ان جانوروں کے پیدا کرنے میں اللہ کی مصلحتیں ہیں اور ماحولیات کے تحفظ میں ان کا بھی حصہ ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء کرام ایسی چیونٹیاں جو نہیں کاٹتی ہیں یا کاٹتی ہیں لیکن انہوں نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے، ان کو مارنا مکروہ قرار دیا ہے۔ جیسے ایک پیغمبر نے ایک چیونٹی کے کاٹنے پر بل کو جلادیا تھا تو اللہ تعالی نے ان کے اس عمل پر ناپسندیدگی کا

اظہار فرمایا (صحیح بخاری: ۳۰۱۹)۔

وتکلم المشایخ فی النملۃ، قال الصدر الشہید:والمختار للفتوی أنہا إذا ابتدأت بالأذ ی فلا بأس بقتلہا، وإن لم تبتد ئ یکرہ قتلہا، والأصل فی ذلک:ما روی أن نملۃ قرصت نبیا من الأنبیاء، فحرق بیت النملۃ، فأوحی اللہ تعالی ہلا قتلت تلک النملۃ الواحدۃ، دلیل علی جواز قتلہا عند الأذی، وعلی عدم الجواز عند انعدام الأذی (المحیط البرہانی فی الفقہ ۵،۳۸۱)۔

اسی طرح اہلی کتے یا بلی وغیرہ جو نقصان نہیں پہنچاتے ان کو بھی مارنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، ان سے انسانی آبادی کو کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ فائدہ ہے، مری ہوی اور گندی چیزیں ان سے صاف ہوتی ہیں، چوہوں سے انسان نجات پاتا ہے اور اس طرح فضائی آلودگیوں سے پاک رہنے میں یہ جانور کافی ممد و معاون ہوتے ہیں ۔

قریۃ فِیہا کِلاب کثِیرۃ ولأہلِ القریۃِ مِنہا ضرر یؤمر أرباب الکِلابِ بأن یقتلوا کِلابہم؛ لأن دفع الضررِ واجِب وإن أبوا لزمہم القاضِی (البحرالرائق۸،۲۳۲)۔

لِکن لا یحِل قتل ما لا یؤذِی، ولِذا قالوا لم یحِل قتل الکلبِ الأہلِیِ إذا لم یؤذِ والأمر بِقتلِ الکِلابِ منسوخ کما فِی الفتحِ: أی إذا لم تضر (الدرالمحتار ۲،۵۷۰)۔

(۱۴)جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایتیں:

انسان کی طرح جانور بھی اللہ تعالی کی مخلوق ہے ، جس طرح ایک باپ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے ویسے ہی اللہ نہیں چاہتا کہ اس کی کسی مخلوق کو تکلیف پہنچے؛ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوقات پر باپ سے بھی زیادہ شفیق ہے، اس لئے ایک کتے کو پانی پلانے والی فاحشہ عورت کو جنت میں داخل کر دیا اور ایک نیک لیکن شقی القلب خاتون جس نے بلی کو گھر میں بھوکا پیاسا مار دیا تھا، اس کو جہنم میں داخل کردیا ۔اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے جہاں انسانوں کے حقوق بیان کئے ہیں وہیں جانوروں کے حقوق پر بھی مکمل روشنی ڈالی ہے اور ان کے بارے میں ہدایات جاری کی ہیں ۔ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے اور ایسے تمام کاموں سے روکا ہے ہے جس میں جانوروں کو ایذا ہوتی ہو۔

حضرات علماء نے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جانور کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے، اس پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، کام لینے کے بعد اس کو آرام کا موقع دیا جائے اور کام کے بعد اس کو یوں ہی نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے۔ اگر سفر طویل ہو تو راستے میں تھوڑی دیر کے لئے رکتا ہوا جائے؛ تاکہ اسے زیادہ تھکاوٹ کا احساس نہ ہو، چلنے سے پہلے یہ دیکھے کہ اس کا پیٹ بھرا ہے یا نہیں ۔ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئے تو چھری کو تیز کرلے، جانور کے سامنے چھری تیزنہ کرے، دوسرے جانور کے سامنے جانور ذبح نہ کرے ، ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ نکالے، بلاوجہ جانور کو مارنے سے پرہیز کرے وغیرہ۔

يستحب فى الذبح أمور منها أن يكون بِآلةِ حدِيدحادة كالسكِّينِ والسيفِ الحادينِ لا بِغيرِ الحدِيدِ ولا بِالكلِيلةِ؛ لأن ذلِک مخالِف لِلإراحِة المطلوبةِ فِى قولِهِ صلى الله عليهِ وسلم:وليرِح ذبِيحته -----

التذفِيف فِى القطعِ - وهو الِسراع - لأن فِيهِ إراحة لِلذبِيحةِ۔حداد الشفرِ قبل اِضجاعِ الشاِة ونحوِها، صرح بِذلکِ الحنفِية والمالِكية والشافِعِية۔واتفقوا على كراهةِ أن يحد الذابِح الشفرة بين يدىِ الذبِيحِ، وهِى مهيأة لِلذبحِ لِما أخرجه الحاِكم عنِ ابنِ عباس -رضِى الله عنهما- أن رجلا ضجع شاة يرِيد أن يذبحها وهو يحد شفرته، فقال له النبِى صلى الله عليهِ وسلم: ترِيد أن تمِيتها موتات؟ هلا حددت شفرتک قبل أن تضجِعها.... (الموسوعة الفقهية ١٩٧،٢١)۔

ان ہدایات کا حاصل یہ ہے کہ جانوروں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کو ملحوظ رکھا جائے ' جس طرح ایک انسان اپنے ساتھ اور اپنی اولاد کے ساتھ دوسروں کی محبت و شفقت اور ہمدردی کی خواہش رکھتا ہے ویسے ہی ان جانوروں کے ساتھ بھی محبت کا معاملہ کرنا چاہئے؛ کیونکہ ان کو بھی جان ہے، فرق یہ ہے کہ اللہ نے ان کو خادم اور انسان کو مخدوم بنایا ہے لہذا اس فوقیت کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ زندہ جانور سے استفادہ کیا جائے یا اس کو ذبح کرکے ہر صورت میں اپنے سینے کو جذبۂ شفقت سے معمور رکھنا تمام احکام کا خلاصہ ہے۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی•

تمہید:

{اللہ الذی جعل لکم الأنعام لترکبوا منھاو منھا تأکلون ٠ولکم فیھا منافع ولتبلغوا علیھا حاجۃ فی صدورکم وعلیھا وعلی الفلک تحملون} [وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپایوں کو پیدا کیا؛ تاکہ تم ان میں سے بعض کی سواری کرو اور بعض کا گوشت کھاؤ٠اور تمہارے لئے ان میں بہت سے منافع ہیں ،اور تاکہ پہونچو ان پر (سوار ہوکر اور سامان لاد کر)ایسی ضرورت تک جو تمہارے دلوں میں ہو (دور دراز کے مشقت والے سفر کر سکو)اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو](غافر : ٧٩ ،٨٠) {وان لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونھا ،ولکم فیھا منافع کثیرۃ ،ومنھا تأکلون} [اور تمہارے لئے مویشیوں میں سبق ہے ،ہم پلاتے ہیں تم کو کچھ(دودھ) اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لئے ان میں بہت سارے منافع ہیں،اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو] (المومنون : ٢١)،{و الأنعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنٰفع و منھا تأکلون ٠ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون ٠ و تحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بٰلغیہ إلا بشق الأنفس، إن ربکم لرءوف رحیم٠ والخیل و البغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ، ویخلق ما لا تعلمون ٠} [اور جانوروں کو اللہ نے تمہارے لئے پیدا کیا،تمہارے لئے ان میں گرم پوشاک، اور بہت سارے منافع ہیں ،اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو، اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انھیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرانے کے لئے لے جاتے ہو، اور وہ اٹھاتے ہیں تمہارے بھاری بوجھ کوایسے شہروں تک جہاں تم پہونچنے والے نہیں تھے مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ،بیشک تمہارا رب بہت مہربان ،رحم کرنے والا ہے،اور(پیدا کیا)گھوڑوں کو،اور خچروں کو، اور گدھونکو ،تاکہ تم ان پر سواری کرو ،اورزینت کے لئے،اور وہ پیدا کرتا ہے جن کا تمھیں علم نہیں ہے](النحل : ٥ تا ٨)۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور اس مفہوم کی دیگر آیات اس امر کا صریح بیان ہیں کہ دیگر مخلوقات کی طرح حیوانات بھی اللہ عز و جل کی عظیم نعمت ہیں جن سے انسان کے کثیر منافع وابستہ ہیں ، نیز یہ حیوانات بھی ذی روح ہیں اس لئے ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم بھی وارد ہے ،جیسا کہ حدیث میں مذکورہے:'' ---قالوا:یا رسول اللہ و

• جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو۔

إن لنا فی البهائم أجرا؟ قال:فی کل کبد رطبۃ أجر''ہر تر کلیجہ یعنی ذی روح میں اجر ہے (صحیح بخاری مع الفتح : ۵ ، ۴۱،کتاب المساقاۃ ،باب فضل سقی الماء،ح: ۲۳۶۳)، لہذا ان حیوانات سے حسن معاملہ کے ساتھ اپنے منافع کا حصول ہی اس عظیم نعمت کا اعتراف اورشکر ہے ۔

ان حیوانات سے حاصل ہونے والے منافع سے ایک نفع ان کا گوشت کھانا ہے ،اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {ومنها تأكلون} لہذا چند حیوانات چرند وپرند جن کے حرام ہونے کی قرآن و حدیث میں صراحت کردی گئی ہے ان کے ما سوا جانوروں اور چڑیوں کا گوشت کھانا جائز ہے ، اور ایسی تدابیر کا اختیار کرنا بھی درست ہوگا جن سے وہ فربہ ہوں اور ان کے گوشت میں لذت یااضافہ ہوسکے، اور انسانی زندگی کے لئے مفید ہو۔

۱ - چارہ خور جانوروں کو لحمی غذاکھلانا :

کم سے کم وقت میں چارہ خور جانورونکی نشوونَما،فربہی اور ان کے گوشت میں اضافہ کے لئے ان کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذائیں دی جاتی ہیں، اگر ان غذاؤں میں مردار اور حرام جانوروں کا گوشت شامل نہ ہوبلکہ وہ شرعی طور پر ذبح کئے ہوئے مأکول اللحم جا نور کے گوشت سے تیار کی گئی ہوں ، توان غذاؤں میں کوئی نجس اور حرام شئے شامل نہ ہونے کی وجہ سے افراط لحم یا کسی اور منفعت کی غرض سے اس غذا کا چارہ خور جانور کو بھی کھلا نا درست ہوگا ،اگرچہ وہ جانور گوشت خور نہ ہو ،اور لحمیات پرمشتمل غذا ان کی فطرت کے خلاف ہو،اس لئے کہ جانوروں کو فربہ کرنے اور افراط لحم کے لئے ان کو خصی کرنا معروف اور معمول بہا ہے، خصی مینڈھے کی قربانی کرنا رسول اللہ ﷺسے ثابت ہے : '' عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال :ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین مُوجَئَین،موجوئین''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح کے دن دو بھورے رنگ کے خصی شدہ مینڈھے ذبح فرمائے(سنن ابی داؤد : ۳ ، ۹۵ ، کتاب الضحایا ، باب ما یستحب من الضحایا، ح ۲۷۹۵)،جبکہ خصی کرنا بھی فطرت کے خلاف ہے ،مگر منفعت انسانی کی غرض سے اس کے جواز کا قول کیا گیا ہے، '' (و جاز خصاء البهائم -----و قیدوه بالمنفعۃ) أی جوازخصاء البهائم بالمنفعۃ وهی إرادة سمنها أو منعها عن العض''،(اور جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے-----اور اس کو مقید کیا ہے منفعت کے ساتھ)یعنی جانوروں کو نفع حاصل کرنے کے لئے خصی کرنا جائز ہے ،اور وہ منفعت اس کو فربہ کرنا ہے یا کاٹنے سے روکنے کا ارادہ کرنا ہے(رد المحتار علی الدر المختار: ۹ ، ۵۷۷)، '' وجاز خصاء مأکول اللحم من غیر کراهۃ لما فیه من صلاح لحمه'' اور مأکول اللحم جانوروں کا خصیہ نکالنا بلا کراہت جائز ہے ، کیونکہ اس میں اس کے گوشت کی صلاح ہے،،(شرح الزرقانی علی

مختصر الخلیل : ۳ ، ۴۲۰ ،فصل الخیار)، '' ویجوز خصاء ما یؤکل فی صغرہ لأنہ یطیب اللحم و یحرم فی الکبر و کذا خصاء ما لا یؤکل''اور مأکول اللحم جانوروں کی کم عمری میں ان کا خصیہ نکالنا جائز ہے ، اس لئے کہ یہ اس کے گوشت کو لذیذ کر دیتا ہے اور جانور بڑا ہوجانے کے بعد حرام ہے ، اور ایسے ہی غیر ماکول اللحم جانوروں کا خصیہ نکالنا (حرام ہے) (مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج: ۴ ، ۱۹۴ ، فصل فی صدقۃ التطوع)۔

کتب فقہیہ کی یہ عبارتیں خصاء کے خلاف فطرت ہونے کے باوجود کیونکہ اس سے افزائش نسل پر اثر پڑتا ہے ،انسانی منفعت کے پیش نظر اس کے جواز کی صراحت کرتی ہیں ،جب کہ بعض احادیث میں اس کی نہی وارد ہے مگر اس کی توجیہ کی گئی ہے کہ گھوڑے اور اونٹ جو جہاد میں استعمال ہوتے ہیں ،ان کے خصاء کی وجہ سے ان کی نسل کم ہونے کا اندیشہ اس لئے ان کے خصاء سے منع فرمایا ہے،مگر وہ جانور جن کا گوشت کھانا ہے ، چونکہ خصاء کی وجہ سے گوشت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے،اور اس میں بو نہیں ہوتی، اس لئے جن جانوروں کا گوشت کھانا ہے ،خلاف فطرت ہونے کے باوجود منفعت مقصودہ کے پیش نظر ان کو خصی کرنا جائز ہے۔

اور لحمیات پر مشتمل جانوروں کی غذا اگرمردار یا حرام ،غیر ماکول اللحم جانوروں کے گوشت سے تیار کی گئی ہوتو نجس اور حرام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس غذا کے جانوروں کو کھلانے کے بارے مینیہ تفصیل ہے کہ اگر جانور کو جلد ہی ذبح کرنا اور کھانا مقصود ہوتو ایسے جانور کو نجاست پر مشتمل غذا نہیں دی جائے گی ،احسن الفتاوی میں ایک استفتاء میں مذکور ہے :

''سوال :پولٹری فارم والے مختلف قسم کے مردار جانوروں کا خون اور دوسرے بعض اعضاء ملا کر مرغیوں کی غذا تیار کرکے ان کو کھلاتے ہیں ،اس قسم کی خوراک مرغیوں کو کھلانا ،اس خوراک کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟نیز اس خوراک سے پلی ہوئی مرغیوں کا گوشت حلال ہے یاحرام ؟

جواب : ایسی غذا کی خرید و فروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں؛البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں ،گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے ، جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہد ہے'' (احسن الفتاوی:۸ ، ۱۲۵)۔

ہدایہ میں خمر پر کلام کرتے ہوئے مذکور ہے:''والسابع :حرمۃ الانتفاع بھا، لأن الانتفاع بالنجس حرام'' خمر سے متعلق ساتواں موضع بیان،اس سے انتفاع کا حرام ہونا ہے ، اس لئے کہ نجس سے انتفاع حرام ہے (ہدایہ اخیرین : ۴۷۸)، اس کے تحت شرح عنایۃ میں لکھتے ہیں :''یرید التداوی بھا و سقی الدواب''(العنایۃ علی ہامش فتح القدیر :۹ ، ۲۹)یعنی خمر کے ذریعہ علاج معالجہ یا اسے جانوروں کو پلا نا بھی حرام ہے ،آدمی کا دانت اگر گیہوں کے ساتھ پس گیا تو اسے نہ کھایا جائے گا اور نہ جانوروں کو کھلایا جائے گا '' سن

آدمی طحن فی وقر حنطۃ لا یؤکل و لا یؤکلہ البھائم''(الفتاوی الہندیۃ : ۵ ، ۳۳۹)۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک نجاست پر مشتمل اغذیہ جانوروں کو کھلانا درست نہیں ہے ،خواہ وہ جانور ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم ہو۔

اور مالکیہ کا قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر ماکول اللحم جانور کو نجس طعام کھلایا جا سکتا ہے:''وجائز أن یعلف الدواب نجس الطعام إذا کانت منھا مما لا یؤکل لحمہ'' (الکافی لابن عبد البر : ۱،۴۴۰)۔

اورفقہائے حنابلہ کے نزدیک یہ تفصیل ملتی ہے کہ اگر ماکول اللحم جانور کو جلد ہی ذبح نہ کرنا ہو، تو نجاست پر مشتمل کھانا اسے کھلایا جا سکتا ہے، امام احمدؒ سے ایسی روٹی کے بارے مینجس کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کا آٹا ایسے کنویں کے پانی سے گندھا گیا تھا جس میں چوہا گرا ہوا تھا پوچھا گیا تویہ فرمایا کہ اس کا فروخت کرنا درست نہیں، '' ویطعمہ من الدواب مالا یؤکل لحمہ، ولا یطعم لما یؤکل، إلا أن یکون إذا أطعمہ لم یذبح حتی یکون لہ ثلاثۃ أیام علی معنی الجلالۃ''اور کھلا ئے گا وہ(نجس غذا) ایسے چوپایوں کو جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا، اور اسے ایسے جانوروں کو نہیں کھلائے گا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ، مگر یہ کہ جب ایسے جانور کو کھلائے تو اس کو نہ ذبح کرے یہانتک کہ گزر جائے اس پر تین دن جلالہ کے حکم میں ،اور اس کے بارے میں ایک حدیث بھی ذکر کی ہے :''عن ابن عمر:أن قوما اختبزوا من آبار الذین مسخوا، فقال النبی ﷺ :''أطعموہ النواضح'' ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو لوگ مسخ کئے گئے تھے ان کے کنویں کے پانی سے گندھے ہوئے آٹے سے کچھ لوگوں نے روٹی تیار کی تو نبی ﷺ نے فرمایا : اسے اونٹوں کو کھلادو(المغنی لابن قدامہ۳ ۱،۳۵۰) ۔

ان تصریحات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماکول اللحم چوپائے کو نجاست پر مشتمل غذا کھلانا جائز نہینہے؛ البتہ کوئی ماکول اللحم جانورخود اپنے طورپر نجاست پر مشتمل غذا کھاتا ہے،اور اس کا اثر بدبوکی شکل میں اس کے گوشت مینظاہر نہیں ہوا ہے تو اس کا گوشت کھا نا درست ہے،''ولو أکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمھا،حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر و ما غذی بہ یصیر مستھلکا لا یبقی لہ أثر''اور اس نے نجاست وغیرہ کو اس طور پر کھایا کہ اس کا گوشت بدبودار نہیں ہوا ،تو اس کا کھانا حلال ہے،جیسا کہ اس بکری کے بچہ کا کھانا حلال ہے جس کو خنزیر کے دودھ کی غذا دی گئی ہو، اس لئے کہ اس کا گوشت نہیں بدلتا ہے ، اور جو غذا دی جاتی ہے وہ ہضم ہو جاتی ہے اس کا اثر باقی نہیں رہتا،(الدر المختار : ۹ ، ۴۹۱)۔

اور اس کے گوشت میں نجاست کی بو ظاہر ہو چکی ہو ، تو جب تک اس جانور کو نجس غذا سے بچا کر پاکیزہ غذانہ دی جائے؛ تاکہ اس کی بدبو ختم ہو جائے اس جانور کا

کھانا جائز نہیں ہوگا ، یہ اس جلالہ کے حکم میں ہوجا تا ہے جو محض گندگی کھاتا ہے'' (الجلالۃ التی تأکل العذرۃ ولا تأکل غیرہا) أفاد أنھا إذا کانت تخلط تجزی''(ردالمحتار علی الدر المختار : ۹ ٫ ۴۷۰)۔

اور اگر ان جانوروں کی لحمیات پر مشتمل تیار کردہ غذا اس طور پر تیار کی گئی ہے کہ دیگر اجزاء کے ساتھ مل کر گوشت کی ماہیت بدل گئی ہو تو ایسی غذا ان جانوروں کو کھلانا بھی درست ہوگا ،اس پوری تفصیل کے باوجود اس امر کا لحاظ بھی لازم ہے کہ جو بھی مصنوعی غذا مأکول اللحم جانوروں کو کھلائی جائے، انسانی صحت پر اس کے منفی اور برے اثرات نہ پڑیں۔

۲- جانور سے دودھ زیادہ حاصل کرنا:

دودھ بھی جانوروں سے حاصل ہو نے والا ایک نفع ہے ،اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: {وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ، نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین} اور بلا شبہ چوپایوں میں تمھارے لئے سبق ہے ، ہم تم کو پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے بیچ سے خالص دودھ ، آسانی سے نگلا جانے والا پینے والوں کے لئے (النحل : ۶۶)، جانوروں کوفربہ اور موٹا تازہ تیار کرنے کے لئے اور ان سے زیادہ گوشت حاصل کرنے کے لئے جیسا کہ انھیں مفید اور عمدہ غذا دینادرست اور جائز ہے، ویسے ہی ان جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے یا چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کے لئے انہیں انجکشن لگانا بھی جائز اور درست ہے، ''لأن الأصل فی الأشیاء الإباحۃ''اشیاء میں اصل اباحت ہے (الاشباہ والنطائر)، بشرطیکہ ان کی غذا میں کمی نہ کی جائے ، اس لئے کہ بسا اوقات غذا کی طرف توجہ نہ کی گئی اور انجکشن کے ذریعہ جانور سے اس کی حیثیت سے زیادہ دودھ حاصل کرلیا گیا تو یہ اس کے جسم کے لئے مضر ہوتا ہے، ''ویکرہ الاستقصاء فی حلب البہیمۃ، إذا کان مضرا بہا لقلۃ العلف، ویکرہ ترک الحلب أیضا''، اور جانور کو دوہنے میں پورے طور پر دودھ نچوڑ لینا مکروہ ہے جبکہ قلت چارہ کی وجہ سے یہ اس کے لئے مضر ہو، اور دوہنا چھوڑدینا بھی مکروہ ہے (الفتاوی الہندیہ۱ ٫۵۷۳)۔

۳ - جانوروں کی ایک نوع کا دوسری سے اختلاط :

جانوروں کی کسی نوع کا دوسری نوع سے اختلاط جائز ہے '' ویجوز إنزاء الحمیر علی الخیل، إذ لوکان ھذا الفعل حراما لما رکب النبی ﷺ البغلۃ''،اور گدھوں کا گھوڑے کے ساتھ اختلاط جائز ہے، اس لئے کہ اگر یہ حرام ہوتا تو نبی ﷺ اس کی سواری نہ فرماتے(مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر: ۲٫۵۵۵، فصل فی المتفرقات)، آپ ﷺ کے اس پر سواری کرنے سے یہ واضح ہوجا تا ہے کہ بعض حدیث میں جو اس کی ممانعت وارد

ہے وہ علی العموم نہیں ہے ، جیسا کہ البحر الرائق میں مذکورہے: ''وما ورد فیہ من النہی کا ن لأجل تکثیر الخیل'' اور جو اس کے بارے میں نہی وارد ہے ،وہ گھوڑوں کی تعداد کثیر کرنے کے لئے تھی (البحر الرائق : ٨ ، ٣٧٧)،اور بغال (خچر)کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بطور نعمت کیا ہے جبکہ خچر کا تولد گدھے اور گھوڑی کے اختلاط سے ہی ہوتا ہے، درمختار میں مذکور ہے:'' (وإنزاء الحمیر علی الخیل)کعکسہ'' یعنی گدھے کی گھوڑے سے جفتی اس کے عکس کے مثل جائز ہے (٩ ، ٥٥٨)، ''وسئل مالک :ہل ینزی علی الفرس العربیۃ الحمار؟ قال:نعم، لا بأس بذلک''امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا عربی گھوڑے کے ساتھ گدھے کی جفتی کرائی جاسکتی ہے؟تو انھوں نے فرمایا : ہاں کوئی حرج نہیں ہے (البیان و التحصیل : ١٨ ، ٥٤)، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کی ایک نوع کا اختلاط دوسری نوع کے ساتھ جائز ہے؛ البتہ کتب شافعیہ مینیہ صراحت بھی ملتی ہے:''قال الأذرعی:والظاہر تحریم إنزاء الخیل علی البقر لضعفھا و تضررھا بکبر آلۃ الخیل''، اذرعی نے کہا ہے کہ گائے کے ساتھ گھوڑے کی جفتی بظاہر حرام ہے گائے کے کمزور ہونے کی وجہ سے اورگھوڑے کے عضو کے بڑا ہونے کے سبب اس کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے(الشرح الکبیر : ٧ ،٤١٨، مغنی المحتاج : ٦، ١٧٠)، لہذا اس عمل میں یہ امر بھی ملحوظ ہونا چاہئے کہ جانور کو اذیت یا ضرر نہ لاحق ہو۔

مذکورہ طور پر اختلاط سے پیدا ہونے والے بچہ کا حکم:

جانور کی ایک نوع کا اختلاط دوسری نوع کے ساتھ متعدد مقاصد سے کرایا جاتا ہے ، جن میں سے ایک مقصد ان کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانا بھی ہے؛ تاکہ گوشت زیادہ حاصل ہوسکے ، لہذا مذکورہ طور پر اختلاط سے پیدا ہونے والے بچہ کے دودھ یا گوشت کے حرام یا حلال ہونے سے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر مادہ ماکول اللحم اورحلال ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا دودھ اور گوشت بھی حلال ہوگا ، اور اگر مادہ حرام اور غیر مأکول اللحم ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا دودھ اور گوشت بھی بھی حرام ہوگا، ''(ولا یحل ذوناب)---(والحمر الأہلیۃ)---(والبغل) الذی أمہ حمارۃ، فلو أمہ بقرۃ أکل اتفاقاً'' (اور خچر جس کی ماں گدھی ہوتی ہے اس کا کھانا حلال نہیں ہے ، اور اس کی ماں گائے ہوتی تو بالاتفاق کھایا جاتا، اس کے تحت رد المحتار میں مذکور ہے: '' لأن المعتبر فی الحل والحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول و غیر مأکول'' اس لئے کہ وہ جانور جو مأکول اللحم اور غیر مأکول اللحم کے اختلاط سے پیدا ہوا ہو، اس کے حلال اور حرام ہونے میں ماں کا اعتبار کیا گیا ہے (رد المحتار علی الدر المختار : ٩ ، ٤٤٢)،''لما ذکرنا أن العبرۃ للأم ، ألا تری أن الذئب لو نزی علی شاۃ فولدت ذئباً حل أکلہ ویجزئ فی الأضحیۃ''اس سبب سے جو ہم نے ذکر کیا کہ اعتبار ماں کا ہے، دیکھ لو ، اگر بھیڑیئے نے بکری کے ساتھ جفتی کی ،اور بکری نے بھیڑیئے کو جنا ، تو اس کا کھانا حلال ہوگا ، اور اضحیہ میں

کافی ہوگا (البحر الرائق: ۱ ،۲۳۵)، اضحیۃ کے باب میں مذکور ہے: ‘‘فإن کان متولدا من الوحشی والإنسی فالعبرۃ بالأم ،فان کانت أہلیۃ یجوز وإلا فلا ، حتی أن البقرۃ الأہلیۃ إذا نزا علیھا ثور وحشی فولدت ولدا فإنہ یجوز أن یضحی بہ،وإن کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أہلیا لم یجز، لأن الأصل فی الولد الأم لأنہ ینفصل عن الأم’’، لہذا اگر جنگلی اور پالتو جانور کے اختلاط سے پیدا ہوا ہوتو اعتبار ماں کا ہوگا، اس لئے اگر ماں اہلی (پالتو)ہو تو جائز ہوگا ورنہ جائز نہیں ، حتی کہ اگر اہلی گائے کی جفتی جنگلی بیل کے ساتھ ہوئی،اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو قربانی میں اس بچہ کو ذبح کرنا جائز ہوگا ، اور اگر گائے جنگلی ہو اور سانڈ اہلی ہو تو جائز نہیں ہوگا ،اس لئے کہ بچہ میں اصل ماں ہے،اس لئے کہ بچہ ماں کے بطن سے ہی پیدا ہوتا ہے (بدائع الصنائع: ۴ ، ۲۰۵ ، کتاب التضحیۃ، محل اقامۃ الواجب)۔

ان عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ ماکول اللحم جانور کا ،غیر ماکول اللحم یاحرام جانور سے اختلاط کرانے کی صورت میں اگر مادہ(ماں) ماکول اللحم ہو تو بچہ کا گوشت اور دودھ بھی حلال ہوگا ،اور اگر مادہ غیر ماکول اللحم یاحرام ہو تو بچہ بھی غیر ماکول اللحم ہوگا ، اور اس کا دودھ بھی حرام ہوگا ۔

۴ - شوق اورزینت کے طور پرپرندوں یا جانوروں کو پنجرہ میں یا باندھ کر رکھنا:

چوپایوں کو اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے زینت بھی قرار دیا ہے،{ والأنعام خلقھا لکم فیھا دف ء و منافع ومنھا تأکلون ۰ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون ۰ و تحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بٰلغیہ إلا بشق الأنفس،إن ربکم لرء وف رحیم۰والخیل و البغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ،ویخلق ما لا تعلمون ۰} (النحل : ۶ تا ۸)، ان آیات سے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے چوپایوں میں سے بعض کو بوجھ ڈھونے ،بعض کی سواری کرنے ،بعض کا گوشت کھانے اور بعض کو زینت کے لئے پیدا کیا ہے ، خاص طور سے وہ جانور جن کا ان آیات میں صراحۃً ذکر موجود ہے ،اور ان کے ساتھ وہ چوپائے اور پرندے ہرن، اور خوش آواز و خوبصورت چڑیاں بھی جن کو زینت اور ان کی خوش الحانی سے سرور و سکون حاصل کرنے کے لئے پا لا جاتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے آگے ارشاد فرمایا ہے:{ویخلق ما لا تعلمون}جس کی تفسیر میں صاحب جلالین لکھتے ہیں:{من الأشیاء العجیبۃ الغریبۃ}یعنی عجیب و غریب اشیاء،لہذا زینت کی غرض سے بعض جانور یا پرندوں کو پالنا ،اور انھیں پنجرہ میں یا باندھ کر رکھنا جائز اور درست ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے :‘‘کان رسول اللہ ﷺ احسنَ الناس خلقا، وکان لی أخ یقال لہ أبو عمیر۔قال أحسبہ قال :کان فطیما۔قال فکان اذا جاء رسول اللہ ﷺ فراٰہ قال:یا أباعمیر! ما فَعل النُغیر،قال:فکان یلعب بہ’’ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر اخلاق والے تھے، اور میرا ایک کمسن بھائی تھا جس کوابو عمیر کہا جاتا تھا،آپ ﷺ جب تشریف لاتے اور

اسے دیکھتے تو فرماتے : ابو عمیر ! بلبل (یا دوسری کوئی چھوٹی چڑیا)کیا ہوئی، انس رضی اللہ عنہ نے کہا : وہ اس سے کھیلتا تھا ، اس حدیث میں مضمر فوائد کو شمار کراتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: '' وجواز لعب الصبی بالعصفور وتمکین الولی إیاہ من ذلک''بچہ کا چڑیا سے کھیلنے کا جواز، اور بچہ کے سرپرست کے لئے اس کا جواز کہ وہ اس کیلئے اسے فراہم کرے، (صحیح مسلم مع شرح النووی: ١٤ ٫ ١٢٨،١٢٩)اور صحیح بخاری میں ہے:'' نُغر کان یلعب بہ'' ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلتا تھا،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث سے مستفاد امور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:'' وجواز لعب الصغیر بالطیر،وجواز ترک الأبوین ولدھما الصغیر یلعب بما أبیح اللعب بہ، وجواز إنفاق المال فیما یتلہی بہ الصغیر من المباحات، وجواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ، و قص جناح الطیر إذ لا یخلو حال طیر أبی عمیر من واحد منھما، وأیھما کان التحق بہ الآخر فی الحکم'' یعنی حدیث سے مستفاد ہوتا ہے :چھوٹے بچہ کا چڑیا سے کھیلنے کا جواز،اور والدین کے لئے اس کا جواز کہ وہ اپنے بچہ کو مباح کھلونونسے کھیلنے کا موقع دیں ، اور مباح کھلونے جس سے بچہ کھیلے اور بہلے اس کے لئے مال خرچ کرنے کا جواز، اور چڑیا کو پنجرہ وغیرہ میں بند رکھنے کا جواز ، اور اس کے پر کترنے کا جواز، اس لئے کہ ابو عمیر کی چڑیا کا حال ان دونوں احوال میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ، اور ان میں سے جو بھی ہو دوسرا اس سے ملحق ہوگا، (صحیح بخاری مع الفتح ١٠ ٫ ٥٨٢اور٥٨٤، کتاب الادب ، ح: ٦٢٠٣)،

الدر المختار میں امساک حمامات کی بحث میں مذکور ہے:''وأما للاستئناس فمباح''اور بہر حال دل بہلانے کے لئے تو مباح ہے،اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :'' قال فی ا لمجتبی رامزا:لا بأس بحبس الطیور و الدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا ،وھو خیر من إرسالھا فی السکک، اھـوفی القنیۃ رمزا: حبس بلبلا فی القفص و علفھا لایجوز، اھ أقول :لکن فی فتاوی العلامۃ قاریء الہدایۃ: سئل ھل یجوز حبس الطیور المغردۃوھل یجوز عتقھا وھل فی ذلک ثواب ----فأجاب :یجوز حبسھا للاستئناس بھاوأما إعتاقھا فلیس فیہ ثواب وقتل الموذی منھا و من الدواب جائز اھ، قلت :ولعل الکراھۃ فی الحبس فی القفص ،لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ ،کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا، وبہ یحصل التوفیق، فتأمل''مجتبی میں مذکور ہے : چڑیوں اور مر غ کو اپنے گھر میں مقید رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،لیکن ان کو دانہ پانی دینا ہوگا ، اور یہ ان کو گلیوں میں کھلا چھوڑنے سے بہتر ہے،اور قنیہ میں مذکور ہے : بلبل کو پنجرہ میں قید کیا اور دانہ پانی دیا ،جائز نہیں ، میں(علامہ شامی)کہتا ہوں :لیکن علامہ قاریٔ الہدایہ کے فتاوی میں ہے : سوال کیا گیا :کیا چہچہانے والی چڑیوں کو قید کرنا جائز ہے ، اور کیا ان کو آزاد کرنا جائز ہے ، اور کیا اس میں ثواب ہے؟ ------تو جواب میں فرمایا:استئناس کے لئے ان کا مقید رکھنا جائز ہے ، اور ان کے آزاد کرنے میں

کوئی ثواب نہیں ہے ،اور طیور اور چوپایوں میں سے موذی کو قتل کرنا جائز ہے ، اھ،میں نے کہا :شاید کراہت پنجرہ میں مقید رکھنے میں ہے؛کیونکہ یہ قید ہے اور تکلیف دینا ہے ، اور اس کے علاوہ میں نہیں ، جو کہ جملہ مذکور کا ماحصل ہے ، اور اس کے اقوال میں موافقت ہو جائے گی (رد المحتار علی الدر : ٩ ٫ ٥٧٥)۔

راقم السطور کی رائے ہے کہ اس قسم کے جانوروں کو پالنے ، انہیں پنجرہ میں یا باندھ کر رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جبکہ انکی غذا ،پانی وغیرہ کا خیال رکھا جائے ،اگرچہ ان کا کھا نا مقصود نہ ہو اور نہ انکی تجارت مقصود ہو، ''نغیر'' والی حدیث اور اس کے تحت شارحین حدیث کی آراء گزر چکیں ، نیز ایک حدیث میں وارد ہے :''دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها،فلم تطعمها، ولم تدعها تأكل من خشاش الأرض''، ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے آگ میں داخل ہوئی ،اس کو باندھ رکھا تھا ،نہ اسے کھانا دیا،اور نہ اسے آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی ۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :''وفیہ جواز اتخاذ الهرة و رباطها اذا لم یهمل اطعامها و سقیها ،ویلتحق بذلک غیر الهرة مما فی معناها''،اور اس حدیث میں بلی کو پالنے اور اس کو باندھ کر رکھنے کا جواز ہے؛ جبکہ اس کے کھلانے پلانے میں لاپروائی نہ کرے،اور یہی حکم بلی اور اس کے علاوہ جانوروں کا بھی ہوگا (صحیح البخاری مع شرحہ فتح الباری :٦ ٫ ٣٥٦ ،٣٥٨،ح ٣٣١٨)۔

٥ - خطرناک جانوروں کو پالنا :

کسی ضرورت کے بغیر محض شوق کے طور پر خطرناک و خونخوار جا نور شیر ،سانپ ،کتا وغیرہ پالنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشادہے :''من أمسک کلبا فانہ ینقص کل یوم من عملہ قیراط إلا کلب حرث أو ماشیۃ''، جس نے کتے کو پالا، توروزانہ اس کے عمل سے ایک قیراط کم کیا جائے گا،سوائے کھیتی اور مویشیوں کے کتے کے(اس لئے کہ کھیتی یا مویشیوں کی حفاظت کے لئے اس کتے کو پالنے کی ضرورت ہے (صحیح بخاری مع الفتح : ٥٫٥،کتاب الحرث و المزارعۃ، باب اقتناء الکلب للحرث ،ح: ٢٣٢٢)،اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:''من اقتنی کلبا إلا کلب صید أو ماشیۃ نقص من أجرہ کل یوم قیراطان'' جس نے شکار یا مویشی کی حفاظت کے علاوہ (بلا ضرورت) کتے کو پالا،روزانہ اس کے اجر سے دو قیراط کم کئے جائینگے (صحیح مسلم مع تکملۃ فتح الملہم: ١ ٫ ٥٤٠)، ان احادیث سے بلا ضرورت کتوں کے پالنے کی ممانعت ظاہر ہے؛ کیونکہ یہ نقصِ اجر کاباعث ہے ،اور کتوں کے مثل ان تمام جانوروں کا پالنا ممنوع ہوگا، جو انسانی زندگی کے لئے خطرہ ہیں، '' واتفقوا علی أن المأذون فی اتخاذہ ما لم یحصل الاتفاق علی قتلہ وہو الکلب العقور''اور اس پر اتفاق ہے کہ پالنے کی اجات اسی کتے کی ہے جس کے قتل پر اتفاق نہ ہو اور وہ کلب عقور ہے(جس کا قتل کرنا متفق علیہ ہے)

(فتح الباری : ٥ ، ٧)،''وفی الأجناس:لا ینبغی أن یتخذ کلبا إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرھم ، وکذا الأسد و الفھد والضبع و جمیع السباع ، وھذا قیاس قول أبی یوسف رحمہ اللہ ،کذا فی الخلاصۃ'' اور اجناس میں ہے کہ مناسب نہیں ہے کہ کتا پالے مگر جبکہ چوروں وغیرہ کا ڈر ہو،اور ایسے ہی شیر،اور چیتا،اورلکڑبگھا،اور تمام درندے (الفتاوی الہندیۃ ٥ ، ٣٦١)، اور اسی کے مثل النہر الفائق میں بھی مذکور ہے:''کذلک الأسد و الفہد والضبع و جمیع السباع بمنزلۃ الکلب فی جمیع ذلک''(النہر الفائق فی شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ٣ ، ٥١٢)۔

البتہ وہ مقاصد و منافع جن کا ذکر احادیث میں وارد ہے یعنی کھیتی اور بکریوں کے ریوڑ کی حفاظت ،یا ان پر قیاس کرتے ہوئے گھر وغیرہ کی حفاظت اور شکارکے لئے کتوں کا پالنا مباح اور درست ہے، '' ثم اتفق العلماء علی جواز اقتناء الکلب للصید،أو لحفاظۃ الزرع، والمواشی، وھل یقاس علیہ حفاظۃ الدور والبیوت ؟فذکر الحافظ فی الفتح (٦،٥):أن الأصح عند الشافعیۃ إباحۃ اتخاذ الکلاب لحفظ الدرب، إلحاقا للمنصوص بما فی معناہ،کما أشار إلیہ ابن عبد البر، وکذلک نقل العینی فی العمدۃ (٥ ،٧١٤) جوازہ عن الشافعیۃ، ولم یتعقبہ بشئ مما یدل علی جوازہ عندہ'' پھر شکار یا کھیتی اور مویشی کی حفاظت کے لئے کتے کے پالنے کے جواز پر اتفاق ہے، اور کیا اس پر گھروغیرہ کی حفاظت کو قیاس کیا جائے گا؟ تو حافظ نے فتح الباری مینذکر کیا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک صحیح قول کتوں کے پالنے کا مباح ہونا ہے ، منصوص کے ہم معنی کو منصوص سے لاحق کرتے ہوئے ، جیسا کہ اس کی طرف ابن عبد البر نے اشارہ کیا ہے ، ایسے ہی عینی نے بھی شافعیہ کے نزدیک اس کے جائز ہونے کو نقل کیا ہے ، اور اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے جو ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے (تکملۃ فتح الملہم : ١ ، ٥٤١)۔

٦ - جانوروں پر میڈیکل تجربات :

قرآن کریم کی متعدد آیا ت میں اس کا ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے چوپایوں کو انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے ،جیسا کہ سورۃ یٰس کی آیات میں بھی ذکر ہے: {أو لم یروا أنا خلقنا لہم مما عملت أیدینا أنعاما فہم لھا مالکون٠وذللنٰھا لھم فمنھا رَکوبھم ومنھا یأکلون ٠ولھم فیھا منافع و مشارب أفلا یشکرون٠}کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان کے لئے پیدا کیا اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی ،سو وہ ان کے مالک ہیں ، اور ہم نے ان کو ان کے قابو میں کر دیا ہے ،تو ان میں سے کسی پر وہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں ، اور ان کے لئے ان میں متعدد منافع اور مشروبات ہیں ،تو کیا یہ لوگ شکر گزار نہیں ہوتے(سورہ یٰس:٧١تا ٧٣)، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان جانوروں کی سواری اور ان کا گوشت کھانے کے علاوہ ان سے دیگر منافع بھی ہیں ،ان میں سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ ان پرمیڈیکل تجربات کئے جائیں ، جن سے امراض انسانی کی دوائیں تیار کرنے میں مدد مل سکے ، ظاہر ہے کہ اس میں انھیں کچھ تکلیف بھی ہوگی لیکن اس سے

بڑے نفع کے حصول کے لئے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے ، جیسا کہ جہاد کے لئے گھوڑوں کو مضبوط ،تونا اور چست ،پھرتیلا بنانے کے لئے ان کو کھلانے کے بعد پھر ان کی خوراک کو کم کرنے اور انہیں بھوکا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے ،یا علامت اور شناخت کے لئے جانوروں کو داغنے کی اجازت ہے ؛ چنانچہ اس سے متعلق احادیث کی شرح میں اس کی صراحت موجود ہے کہ انسانی نفع کے لئے جانور کو تکلیف دینا جائز ہے :''وفیہ تجویع البھائم علی وجہ الاصلاح ولیس من باب التعذیب''اور اس (حدیث) میں اصلاح کے طور پر جانورونکو بھوکا رکھنے کاذکر ہے ،اور یہ عذاب دینے کی قبیل سے نہیں ہے،(عمدۃ القاری : ۴ ،۱۵۹)، ''فیہ جواز معاملۃ البھائم عند الحاجۃبما یکون تعذیبا لھا فی غیر الحاجۃکالاجاعۃ والاجراء'' اس میں بوقت ضرورت جانوروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کا جواز ہے جو غیر ضرورت میں تعذیب ہوسکتا ہے ، جیسے بھوکا رکھنا اور دوڑانا (فتح الباری :۶ ،۷۳،کتاب الجہاد،ح: ۲۸۷۰)۔

۷ - دواؤں کے لئے جانور کے کسی عضو کو نکالنا :

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بیہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا انسانی منفعت کی غرض سے جائز ہوگا ،اس کے بھی دلائل وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوچکے ، نیز شرح السیر الکبیر میں مذکور ہے:'' ولا بأس بإیلام الحیوان لمنفعۃ المسلمین'' اور مسلمانوں کی منفعت کے لئے جانوروں کو تکلیف دینے میں کوئی حرج نہیں ہے (ج :۱ جزو :۵،ص ۲۰۸۵،باب الحبیس فی سبیل اللہ)، ور اگر وہ عضو ایسا ہو کہ اس کے نکال لینے کے بعد وہ جانورزندہ نہ رہ سکے تو عضو نکالنے کے بعد اسے ذبح کردیا جائے؛ تاکہ وہ مزید اذیت و تکلیف میں نہ رہے؛ کیونکہ بلاضرورت جانور کو بھی تکلیف دینا جائز نہیں ، اشعار ہدی یا جانوروں کے داغنے کی اجازت ضرورت و منفعت کے تحت ہے۔

اور آپریشن کرکے جانور کے جسم میں کوئی آلہ رکھنا جو جانور کے لئے مستقل باعث تکلیف ہو اگر اس عمل سے عام انسانی مفاد وابستہ ہے جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تو بوقت ضرورت، بقدر ضرورت ہی اس کا جوازہوگا، ''الضرورات تبیح المحظورات، ۔۔وما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا''(الأشباہ و النظائر)ورنہ یہ عمل درست نہیں ہے، ''قال رسول اللہ ﷺ: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضا''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:کسی ذی روح کونشانۂ مشق نہ بناؤ (صحیح مسلم: ۱۳ ،۱۰۸) ۔

۸ -سرکاری طور پر ممنوع جانوروں کا شکار یا ذبح کرنا:

بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوجانے کے اندیشہ سے حکومتیں ان کے شکار پر پابندی عائد کردیتی ہیں ، اگر چہ نسل کی بقا اور حفاظت اللہ عزو جل کے دست قدرت میں ہے ،مگر انسان کسی مقصد کے حصول کے لئے تدابیر اور وسائل اختیار کرنے کا بھی مامور ہے ،جب نوح علیہ السلام کی قوم پر سیلابی طوفان کا عذاب نازل کرنا ہوا تو اللہ عز

و جل نے نوح علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ ہر جانور کے مذکر ومؤنث جوڑے کو کشتی میں سوار کرلیں ، نیز یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور وہ بے شمار تعداد میں روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں پھر بھی ان کی نسل میں افراط ہے ،اور وہ جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ،ان کی تعداد ماکول اللحم جانوروں کی بنسبت بہت قلیل ہے،لہذا نسل کی بقا و تحفظ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ، مگر جس حکومت کی حدود میں رہتے ہیں اس کے قوانین کی پابندی بھی لازم ہے ،اوراپنے کو ہلاکت میں ڈالنے سے بھی منع کیا گیا ہے ،لہذا نسل کی بقا کی غرض سے سرکاری طور پر ممنوع جانور،یا جن جانوروں کوسرکاری طور پر قومی جا نورقرار دیدیا جاتا ہے ،جس کی وجہ سے ان کا شکار کرنا سرکاری طور پر ممنوع ہوتا ہے ، ایسے جانوروں کے شکار سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۹ - اسی طرح ایسا معاشرہ جہاں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ رہائش پذیر ہیں ،اور وہ غیر مسلم کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتے ہیں ، اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو ان کی دل آزاری ہوتی ہے ، اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متأثر ہوتی ہے ، یا قا نوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہو، تو اس جانور کے ذبح کرنے سے بھی مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے ، اس لئے کہ کسی بھی جانور کا گوشت کھانا کسی مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ اس کے ترک سے شرعی قباحت لازم آئے اور گناہ کا ارتکاب ہو؛ بلکہ اس کے برعکس حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے اپنے آپ کو مجرم بنانا اور ''آبیل مجھے مار ''کامصداق بنانا ہے، نیز غیروں کی دل آزاری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں خلل اندازی کی وجہ سے جماعت مسلمین اور عوام الناس کو بھی ضرر و مصیبت میں مبتلا کرنے کاوبال مول لیناہے۔

۱۰ - اسی طرح ''مہمان پرندے ''جو موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقوں سے آتے ہیں، ان کو بھی اگر سرکاری طور پرشکار کرنا ممنوع ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ ان کے شکار سے احتراز کرنا چاہئے ۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں جانوروں کا شکار یا ان کا ذبح غیر قانونی ہونے کی وجہ سے اس کے ذریعہ اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا ہے ،اس لئے اس سے بچنا بھی لازم ہے، {لا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ}اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو،(سورۃ البقرۃ: ۱۹۵)، اور کسی ملک کے قانون کی خلاف ورزی اس ملک میں خود کو مجرم بنانا اور اس کی سزا کا مستحق قرار دیناہے،لہذا ایسے سرکاری احکام جس میں کسی شرعی وجوب کی خلاف ورزی نہ ہورہی ہو ،ان احکام کی رعایت کرنی چاہئے اور ان کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دو ملکوں کی کرنسی ان کے سرکاری ریٹ کے خلاف تبادلہ کے غیر قانونی ہونے کے باوجود جوازکے تحت لکھتے ہیں:'' ولکن یمنع من ذلک لکونہ مخالفۃ لأولی الأمر، إذا کانت الحکومۃ إسلامیۃ ،ولکونہ عرضاً للنفس لعقوبات قانونیۃ،إذا کانت الحکومۃ غیر إسلامیۃ''لیکن اس سے منع کیا جائے گا اسلامی حکومت میں

اولو الامر (حاکم) کی مخالفت ہونے کے سبب سے ،اور غیر اسلامی حکومت میں اپنے آپ کو قانونی سزاؤں کا مستحق بنانے کے سبب سے (تکملۃ فتح الملہم : ١ ٫ ٥٩٠،کتاب المساقاۃ والمزارعۃ،حکم الأوراق النقدیۃ)،اس لئے اپنے کو ہلاکت ،اور قانونی گرفت میں آنے سے بچانا بھی لازم ہے،یہ طریقہ مستحسن نہیں ہوگا،مگرشرعی طور پرجن جانوروں کا گوشت کھا نا جائز ہے ،یا انسانی حوائج، دوا علاج کیلئے جن جانوروں کے ذبح کی ضرورت ہے ، اور وہ سرکاری طور پر ممنوع ہیں، ان کا شکار کر لیا گیا تو ان کا استعمال شرعاً ممنوع اور حرام نہیں ہوگا ، اس لئے کہ جانوروں کی تخلیق انسانی منافع کے لئے ہے ،اورممانعت مصلحت کے تحت عارضی ہے ۔

١١ - وبائی امراض اور متعدی ضرر سے تحفظ کے لئے جانوروں کا قتل :

وبائی و متعدی امراض اورضرر عام سے تحفظ کے لئے جانوروں کامارنا جائز ہے، ''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' ضررعام کو زائل کرنے کے لئے خاص ضرر کو جھیلا جائے گا (الأشباہ والنظائر ١٫١ ١٢)،''قریۃ فیہا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منہا ضرر، یؤ مرأرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب فان أبوا رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمہم ذلک، کذا فی محیط السرخسی'' ایسی بستی جس میں بہت سارے کتے ہوں اور بستی والوں کا ان سے نقصان ہو،تو کتوں کے مالکین سے کہا جا ئے گا کہ وہ انھیں مار ڈالیں ، اور اگر وہ انکار کریں تو معاملہ قاضی تک پہنچایا جائے گا؛تاکہ وہ انھیں مجبور کرے (الفتاوی الہندیۃ: ٥ ٫ ٣٦٠)، ''وکذا الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ فلا بأس بأن یذبح فیستراح منہ،کذا فی الفتاوی العتابیۃ'' ایسے ہی گدھا جب بیمار ہو جائے اور قابل انتفاع نہ رہے تو اس کو ذبح کرنے میں تاکہ اس سے راحت مل جائے، کوئی حرج نہیں ہے (الفتاوی الہندیۃ : ٥ ٫ ٣٦١)، لہذا امراض کے پھیلاؤ کے خوف سے جانوروں کو مارنا جائز ہے؛ البتہ انھیں مارنے کی ایسی شکل اختیار کی جائے جس میں انھیں کم سے کم تکلیف ہو، زندہ دفن کردینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

١٢ - کھانے کے علاوہ دیگرمقاصد کے لئے جانوروں کا شکار:

اللہ عز و جل نے چوپائے اور جانوروں کو انسانوں کے متعدد منافع کے لئے پیدا کیا ہے ، کھانے کے لئے ، ان کی سواری کے لئے ،ان پر بوجھ لادنے کے لئے اور ان کی کھال اور دیگر اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے لئے،{واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا، وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفونہا یوم ظعنکم و یوم إقامتکم ،ومن أصوافہا وأوبارہا و أشعارہا أثاثا و متاعا إلی حین}اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا، اور جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے گھر بنائے جو سفر اور قیام کے ایام میں تمہارے لئے ہلکے ہوتے ہیں ،اور بھیڑوں کے اون ،اونٹوں کی ببریوں اور بکریوں کے بالوں سے بہت سارے اسباب اور استعمال کی چیزیں بنائیں وقت مقررہ تک (سورۃ النحل : ٨٠)،اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :''فیہ الدلالۃ علی جواز

الانتفاع بما یؤخذ منها من ذلک بعد الموت، إذ لم یفرق بین أخذها بعد الموت و قبلہ''(احکام القرآن : ۵، ۱۰)اس میں ان اشیاء سے جو جانوروں کی موت کے بعد ان سے حاصل ہوتی ہیں انتفاع کا جواز ملتاہے،اس لئے کہ اس میں فرق نہیں کیا ہے ان کی موت سے پہلے یا بعد میں لینے میں ،اور علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں : ''وتضمنت هذه الآية جواز الانتفاع بالأصواف والأوبار والأشعار على كل حال------وبہ قال أبوحنيفة ولكنہ زاد علينا فقال :القر ن والسن والعظم مثل الشعر ، لأن هذه الأشياء كلها لا روح فيها فلا تنجس بموت الحيوان''، یہ آیت بھیڑ، اونٹ اور بکریوں کے بالوں سے ہر حال میں انتفاع کے جواز پر مشتمل ہے ، -----اور یہی ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا بھی قول ہے ، اور انھوں نے ہمارے قول پر کچھ اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ سینگ ، دانت اور ہڈی بھی بال کے ہی مثل ہے ، اس لئے کہ ان تمام اشیاء میں روح نہیں ہوتی ، لہذا جانور کی موت سے یہ نجس نہیں ہوتیں (الجامع لاحکام القرآن: ۵ ، ۱۵۴)، چنانچہ درمختار میں مذکور ہے:''(حل اصطياد ما يؤكل لحمہ ومالايؤكل)لحمہ لمنفعة جلده أو شعره أو ريشہ أو لدفع شره و كلہ مشروع لاطلاق النص''، حلال ہے شکار کرنا ان جانوروں کا جن کے گوشت کھائے جاتے ہیں اور جن کے گوشت نہیں کھائے جاتے ، ان کی کھال ،ان کے بال اور پروں سے نفع حاصل کرنے کے لئے ،یا ان کے شر کو زائل کرنے کے لئے ، اور یہ سب مشروع اور جائز ہیں،نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے (الدر المختار مع رد المحتار : ۱۰ ،۶۴)،''وفی العيون :لا بأس ببيع عظام الفيل وغيره من الميتات إلا عظم الآدمی و الخنزير ، وهذا إذا لم يكن على عظم الفيل و أشباهہ دسومة فأما إذا كان فهو نجس ولا يجوز بيعہ''اور عیون میں ہے کہ ہاتھی یا اس کے علاوہ مردہ حیوان کی ہڈیانفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے انسان اور خنزیر کی ہڈی کے،اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ ہاتھی یا اس کے مثل جانوروں کی ہڈیوں پر چربی اور رطوبت نہ ہو ، اس لئے کہ اس کی موجودگی میں وہ نجس ہونگی اور ان کا بیچنا جائز نہیں ہوگا (الفتاوی الهندية : ۳ ، ۱۱۵) ، ''وأما جلود السباع والحمر و البغال فما كانت مذبوحة أو مدبوغة جاز بيعها''اور درندوں ،گدھوں اور خچروں کی کھالیں ،ذبح کئے ہوئے کی ہوں یا دباغت دی ہوئیں، سب کا بیچنا جائز ہے (الفتاوی الهندية : ۳ ،۱۱۵)، لہذا جانوروں کو کسی بھی جلب منفعت یا دفع مضرت کے مقصد سے مارا جاسکتا ہے ، بلا ضرورت جانوروں کا مارنا جائز نہیں ہوگا۔

۱۳- دفع ضرر کے لئے نقصان دہ جانوروں کو مارنا:

گزشتہ تفصیل سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جانور نقصان د ہ ہو تو اس کو مارنا جائز ہے:''قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية منها ضرر، يؤ مرأرباب الكلاب أن يقتلوا الكلاب فان أبوا رفع الأمر الى القاضی حتى يلزمهم ذلک ، كذا فی محيط السرخسی'' ایسی بستی جس میں بہت سارے کتے ہوں اور بستی والوں کا ان سے نقصان ہو،تو کتوں کے مالکین سے

کہا جائے گا کہ وہ انھیں مار ڈالیں ، اور اگر وہ انکار کریں تو معاملہ قاضی تک پہونچایا جائے گا،تاکہ وہ انھیں مجبور کرے (الفتاوی الہندیۃ : ٥ ٫ ٣٦٠)،''وقتل الموذی منھا و من الدواب جائز''،اور چڑیوں اور چوپایوں میں سے ماذی کو قتل کرنا جائز ہے (رد المحتار علی الدر المختار : ٩ ٫ ٥٧٥)، ''وجاز قتل ما یضر من البھائم کالکلب العقور والہرۃ----'' اور جانوروں میں سے جو ضرر رساں ہوں ،جیسے کٹکھنا کتا اور بلی ، ان کا ہلاک کرنا جائز ہے (البحر الرائق : ٩ ٫ ٣٥٩)۔

اور احادیث نبویہ میں بھی کچھ جانوروں کے مارنے کی صراحت وارد ہے ،ایک حدیث میں مذکور ہے:''خمس فواسق،یقتلن فی الحرم :الفأرۃ، والعقرب ،والحُدَیّا ،والغراب ،والکلب العقور ''پانچ جانور فاسق ہیں جن کا حرم میں بھی قتل کرنا جائز ہے: چوہا ،بچھو ،چیل،کوا اورکٹ کھنا کتا(صحیح بخاری مع فتح الباری، ح : ٣٣١٤)، سانپ کو مارنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں مذکور ہے :''اقتلوا الحیات وذا الطُفیَتین و الأبتر، فإنھما یستسقطان الحبل ویلتمسان البصر''سانپوں کو مارو،اور دو دھاری اور چھوٹی دم والے سانپوں کو ،اس لئے کہ یہ حمل کو ساقط کر دیتے ہیں ،اور آنکھ پر حملہ کرتے ہیں (صحیح مسلم مع شرح النووی : ١٤٫ ٢٢٩، کتاب قتل الحیات و غیرھا)،نیز ایک حدیث مینگرگٹ اور چھپکلی کو مارنے سے متعلق مذکور ہے : ''أن النبی ﷺ أمر بقتل الوَزَغ وسماہ فویسقاً''نبی ﷺ نے چھپکلی وگرگٹ کومارنے کا حکم دیا ہے اور اس کو فاسق کہا ہے(صحیح مسلم مع شرح النووی : ١٤ ٫٢٣٧)۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ عز وجل نے تمام مخلوقات کو کسی نہ کسی فائدہ کے لئے ہی پیدا کیا ہے ، اور ان کا وجود حیات انسانی کے لئے کسی نہ کسی درجہ میں مفید ہے ، لیکن جب ان کاضرر ان کے نفع پر غالب ہوجائے ، یا اس کے ضرر کا اندیشہ غالب ہو تو مفاد انسانی کے لئے ہی ان کا ہلاک کرنا لازم ہو جا تا ہے ، فقہی قاعدہ ہے:'' الضرر یزال''، ضرر کو زائل کیا جائے گا(الأشباہ و النظائر : القاعدۃ الخامسۃ)۔

١٤- جانوروں کے ساتھ حسن سلوک :

اسلام دین رحمت ہے، اس نے ہر امر میں احسان،اور کسی بھی کام کو اچھے ڈھنگ سے کرنے کا حکم دیا ہے:{إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی و ینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تذکرون} بیشک اللہ حکم کرتا ہے ، انصاف کا اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا ،اور روکتا ہے بے حیائی سے اور منکر سے اور ظلم سے ،تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو(سورۃ النحل :٩٠) چنانچہ اسلامی شریعت میں نشانہ بازی کے لئے زندہ جانوروں کو تختۂ مشق بنا نے سے منع کیاگیا ہے ، اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :''نھٰی

رسول اللہ ﷺ أن تُصبر البھائم''، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:''إن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئاً فیہ الروح غرضاً''، امام نووی ؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:''قال العلماء:صبر البھائم أن تُحبس وھی حیۃ لتقتل بالرمی،وھو معنی لا تتخذوا شیئا فیہ الروح غرضا'' صبر بہائم یہ ہے کہ ان کو زندہ باندھ دیا جائے تاکہ مار مار کر ان کو قتل کیا جائے،اور یہی مفہوم ہے اس حدیث کا بھی جس میں کہا گیاہے کہ کسی جاندار کو تختۂ مشق نہ بناؤ، آگے لکھتے ہیں : ''ولأنہ تعذیب للحیوان،وإتلاف لنفسہ، وتضییع لمالیتہ وتفویت لذکاتہ ، إن کان مذکی و لمنفعتہ إن لم یکن مذکی''اوراس لئے بھی کہ اس صورت میں ذی روح کو تکلیف دینا ہے ، اور اس کو ہلاک کرنا ہے ،اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے اور اس کی طہارت کو فوت کرنا ہے ، اگر وہ ذبح سے پاک ہونے والا ہو،ورنہ اسکی منفعت کو ضائع کرنا ہے ، (صحیح مسلم مع شرح النووی : ۳ ۱، ۱۰۸) جانوروں کو ذبح کرنے میں بھی اس کا لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو ، چنانچہ چھری تیز کر لینی چاہئے،اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہیں کرنا چاہئے،حضرت شداد بن أوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے :''ثنتان حفظتھما عن رسول اللہ ﷺ قال :إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ ، فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذَبح،وَ لیُحِدَّ أحدکم شَفرتہ فلیُرِح ذبیحتہ'' رسول اللہ ﷺ کی دو باتیں خاص طور سے میں نے یا د رکھی ہیں،آپ ﷺنے ارشاد فرمایا : اللہ تعالی نے ہر چیز میں اچھا کرنے کوفرض کیا ہے ، لہذا جب تم قتل کروتو قتل کا اچھا طریقہ اپناؤ ،اور جب تم ذبح کرو ،تو اچھی ہیئت پر ذبح کرو،اور چاہئے کہ آدمی اپنی چھری کو تیز کرلے ، اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہونچائے(صحیح مسلم مع شرح النووی : ۱۳ ، ۱۰۶ ، کتاب الصد و الذبائح)۔

جانوروں کی راحت و مصلحت کا خیال رکھنا :

وہ جانور جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے ، ان کا گوشت کھاتا ہے ،ان پر سواری کرتا ہے، ان کو پالتا ہے ،ان کی راحت و آرام اور ان کی غذا،خوراک اور دانہ پانی کا خیال رکھنا اس کا اخلاقی فریضہ ہے ،اور شریعت مطہرہ نے اس کا حکم بھی دیا ہے ،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں مذکور ہے :''قال رسول اللہ ﷺ:إذا سافرتم فی الخصب فأعطوا الابل حظھا من الأرض و إذا سافرتم فی السنۃ فأسرعوا علیھا السیر،وإذا عرستم باللیل فاجتنبوا الطریق، فإنھا مأوی الھوام باللیل'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم شادابی کے علاقے اورہریالی کے اوقات میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حق دیا کرو (یعنی ان کو چرنے دو)اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو ان کی چال کو تیز رکھو، اور جب تم رات میں قیام کرو تو راستہ سے ہٹ کر قیام کرو؛کیونکہ رات میں وہ کیڑے مکوڑوں کی جگہ ہوتی ہے ،اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمۃ

لکھتے ہیں : ‘‘ومعنی الحدیث الحث علی الرفق بالدواب ومراعاۃ مصلحتھا’’ اور حدیث کامفہوم جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی مصلحتوں کی رعایت کی ترغیب دیناہے (صحیح مسلم مع شرح النووی: ۱۳ ، ۶۹)، اور ان کی خوراک اور راحت وغیرہ کا خیال نہ رکھنے پر عذاب کی وعید بھی مذکور ہے ،عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ایک حدیث میں وارد ہے :‘‘عذبت امرأۃ فی ھرۃ ربطتھا حتی ماتت، فدخلت فیھا النار، لا ہی أطعمتھا ولا سقتھا إذ حبستھا، ولا ھی ترکتھا تأکل من خَشاش الأرض’’ (صحیح بخاری مع الفتح : ۶،۵۱۵، کتاب أحادیث الأنبیاء، ح : ۳۴۸۲)۔

اورفقہاء کرام نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ جانوروں کی راحت و آرام کا خیال رکھنا لازم ہے،ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ لادنا ،اور ان کو اذیت اور تکلیف دینا مکروہ ہے :‘‘ومن ملک بہیمۃ لزمہ علفھا ،وسقیھا ’’ جو شخص کسی جانور کا مالک ہو تو اس کے اوپر اس کو چارہ دینا اور پانی پلانا لازم ہے ، نیز ‘‘ویکرہ الاستقصاء فی حلب البھیمۃ إذا کان مضرا بھا لقلۃ العلف، ویکرہ ترک الحلب أیضاً، و یستحب أن یقص الحالب أظفارہ لئلا یؤذیھا، ویستحب أن لا یأخذ من لبنھا إلا ما فضل من ولدھا ما دام لایأکل غیرہ، ویکرہ تکلیف الدابۃ ما لم تطقہ من تثقیل الحمل و إدامۃ السیر و غیرھما ، کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ’’جانور کو دوہنے میں پورے طور پر نچوڑ لینا جبکہ قلت چارہ کی وجہ سے اس کے لئے مضر ہو مکروہ ہے ، اور اس کے دوہنے کو ترک کردینا بھی مکروہ ہے ، اور مستحب ہے کہ دوہنے والا اپنے ناخن تراش لے؛ تاکہ جانور کو اذیت نہ ہو ، اور مستحب یہ ہے کہ اس کا دودھ نہ نکا لے مگر وہی جو اس کے بچہ کے پینے سے بچ جائے ، جبتک وہ دودھ کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ کھائے،اور جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا، اور بلا توقف مسلسل چلانا وغیرہ بھی مکروہ ہے (الفتاوی الھندیۃ : ۱ ، ۵۷۳)۔

بلکہ وہ جانور جو پالتو نہیں ہیں، اور نہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہے،ان جانوروں کی ضروریات پوری کرنا اور ان کو راحت پہونچانا بھی کار ثواب اور باعث مغفرت ہے ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : ‘‘أن رسول اللہ ﷺ قال : بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلہث یأکل الثری من العطش ، فقال الرجل لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملأ خفہ ماءً ثم أمسکہ بفیہ حتی رقی فسقی الکلب ،فشکر اللہ لہ فغفر لہ ، قالوا:یا رسول اللہ وإن لنا فی ھذہ البھائم لأجراً فقال:فی کل کبد رطبۃ أجر’’، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اس دوران کہ ایک راستہ چل رہا تھا اس کی پیاس کی شدت زیادہ ہوگئی ،اس نے ایک کنواں دیکھا ،اس میں اترا ،اپنی پیاس بجھائی ،پھر جب باہر نکلا تو ایک کتا شدت پیاس سے زبان نکالے مٹی کھا رہا تھا ، اس آدمی نے کہا اس کی پیاس بھی ویسی ہے جیسی میری تھی ،چنانچہ پھر کنویں میں اترا ،اپنا موزہ پانی سے بھرا ، منھ سے پکڑ کر باہر نکلا اور کتے کو پلایا، تو

اللہ نے اس کے اس عمل کی قدر کی،اس کو اجر دیا اور اسکی مغفرت فرمادی ،صحابۂ کرام نے عرض کیا ،اللہ کے رسول ! کیا ان جانوروں میں بھی ہمارے لئے ثواب ہے ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:ہر جاندار میں ثواب ہے (صحیح مسلم مع شرح النووی : ۲ ،۳۴۲)، نیز ایک حدیث میں مذکور ہے :''قال رسول اللہﷺ بینما کلب یطیف برَکِیّۃ قد کاد یقتلہ العطش،إذ رأتہ بغِیّ من بغایا بنی إسرائیل، فنزعت موقھا فاستقت لہ بہ فسقتہ إیّاہ فغفر لھا بہ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دوران کہ شدت پیاس سے موت کے قریب ایک کتا ایک کنویں کے ارد گرد منڈلا رہاتھا، بنی اسرائیل کی زانیہ عورتوں میں سے ایک عورت نے اسے دیکھ لیا، اس نے اپنا موزہ اتارا،اس کے لئے پانی نکالا ،اور اسکو پلایا ،اس کے سبب اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی (صحیح مسلم مع شرح النووی : ۲ ،۳۴۲)، ان احادیث کے تحت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :''ففی ھذا الحدیث الحث علی الإحسان إلی الحیوان المحترم و ھو ما لایؤمر بقتلہ، فأما المأمور بقتلہ فیمتثل أمر الشرع فی قتلہ، و المأمور بقتلہ کالکافر الحربی ، والمرتد ، والکلب العقور، والفواسق الخمس المذکورات فی الحدیث ، و ما فی معناہن ، و أما المحترم فیحصل الثواب بسقیہ والإحسان إلیہ أیضا بإطعامہ وغیرہ،سواء کان مملوکا أو مباحا وسواء کان مملوکا لہ أو لغیرہ، واللہ أعلم''اس حدیث میں لائق احترام جانوروں کے ساتھ حسن معاملہ کی ترغیب ہے ، اور محترم سے مراد وہ حیوان ہیں جن کے مارنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے ،اور وہ جانور جن کے مارنے کا حکم وارد ہے ،ان کو مارنے میں شریعت کے حکم کی اتباع کی جائے گی ،اور جن کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں مثلا حربی کافر، مرتد، اور کاٹنے والا کتا، اور حدیث میں مذکور فاسق حیوانات خمسہ اور ان کے ہم معنی جانور ہیں، اور بہر حال قابل احترام جانور تو ان کو پانی پلانے، اور ان کو کھانا کھلانے وغیرہ پر ثواب ملتا ہے، خواہ وہ مملوک ہوں یامباح (غیر مملوک)، اور خواہ اپنی ملکیت ہوں یا غیر کی، واللہ اعلم (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۴ ، ۲۴۱)۔

ایک حدیث میں جانوروں کو باہم لڑانے سے منع کیا گیا ہے: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:نہی رسول اللہ ﷺ عن ا لتحریش بین البہائم''(سنن ابو داؤد : ۳ ، ۲۶ ،کتاب الجہاد،ح : ۲۵۶۲) جیسا کہ جانوروں کو گالی دینے اور ان پر لعنت کرنے سے بھی منع کیا گیاہے (ایضاً ،ح : ۲۵۶۱)۔

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں جانوروں کے ساتھ حسن معاملہ کا ذکر موجود ہے ، بلکہ اللہ عزوجل کی ساری نعمتوں کی قدر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ، اور انھیں بلا ضرورت رائیگاں اور ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے،واللہ اعلم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

کائنات کی ہر شئی انسان کی نفع رسانی کے لئے پیدا کی گئی ہے، بعض اشیاء سے دینی ضرورت بھی وابستہ ہے تو بعض دیگر اشیاء وہ ہیں جن سے دنیاوی حاجات کی تکمیل کی جاتی ہے، خورد ونوش سے لےکر لباس وپوشاک، زیبائش وآرائش، نقل وحمل اور آمد ورفت تک کی سہولیات وضروریات وابستہ رہتی ہیں، راحت رسانی وسہولت فراہم کرنے میں جسم وجان رکھنے والی مخلوق کو یک گونہ فوقیت حاصل ہے، اللہ نے جہاں اپنی قدرت کی ایک ایک نشانی کا تذکرہ کرکے تذکیر ونصیحت کیا ہے وہیں حیوانات وجانوروں کی تخلیق کے بنیادی مقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون، ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤوف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (نحل: ٥)۔

(اور چوپائے تمہارے واسطے بنائے ان میں گرمی کا سامان ہے اور کتنے فائدے ہیں: ان میں سے بعضوں کو کھاتے ہو، تمہارے لئے ان میں عزت ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو، اور جب چرانے لے جاتے ہو، اور اٹھا کر چلتے ہیں تمہارے بوجھ ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر، بے شک تمہارا رب بڑا شفقت کرنے والا اور مہربان ہے، اور گھوڑے پیدا کئے اور خچر وگدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے، نیز تمہارا رب پیدا کرتا ہے جس کو تم نہیں جانتے)۔

احادیث رسول نیز فقہاء کی عبارات میں دوسروں کے حقوق کے علاوہ ان بے زبان جانوروں کے حقوق کی نشان دہی، اور ان کو پامال کرنے پر تباہی سے آگاہ کیا گیا ہے، ہر ایسے برتاؤ کی حوصلہ افزائی کی گئی جس میں حیوانات کی بہتری تھی، اور ایسے رویہ پر زجر وتنبیہ کی گئی جس میں خواہ مخواہ تعذیب کا پہلو تھا، جس طرح ان حیوانات کی اہمیت مشینی وجدید سائنسی آلات کے دور سے پہلے تھی، مشینی ایجادات اور صنعتی ترقیات نے بہت سی نئی تحقیقات کی روشنی میں ان حیوانات کی اہمیت ووقعت کو مزید دوبالا کردیا ہے، پھر کیا ہوا روحانیت ومعنویت سے کھوکھلا سماج، اور وحی ونبوت سے بےزار حکومت وسلطنت دار جنہوں نے اسلام کے حقوق حیوانی تعلیم کو ہمیشہ نظر انداز

• استاذ حدیث جامعہ حسنیہ کایم کلم، کیرالہ۔

کررکھا تھا، گلا دبانے، شاک لگانے، پتھر مارنے جیسے دردانگیز طریقوں کو اپنا کر شان بگھارتے تھے، اب نئے نئے قوانین وضع کرنے اور سخت سے سخت ضوابط بنانے میں مستعد نظر آرہے ہیں، ضرورت ہے کہ اسلامی حقوق حیوانی قانون کی روشنی میں جانوروں کے حقوق بھی اجاگر کئے جائیں اور ان قوانین وضوابط کا جائزہ بھی لیا جائے جو آج کی سوچ کی پیداوار ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں اسی پر روشنی ڈالی جارہی ہے:

(۱) چارہ خور جانوروں کو لحمی غذائیں کھلانا:

انسان سے کچھ حقوق خاص طور پر نفقہ وخرچہ، زوجیت وقرابت کی بنا پر وابستہ ہوتے ہیں اسی طرح ملکیت کی بنا پر بھی نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ مملوک اگر بے زبان ہیں تو مطالبہ نہیں کرپاتے ہیں جس کی وجہ سے ظلم وزیادتی کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے اسی لئے اسلام نے اس ظلم کی روک تھام کے لئے ان کو کھلانے پلانے اور دیگر نگہداشت کی بڑی تاکید کی ہے، فقہاء نے بھی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔

''لا خلاف بین الفقہاء فی أنہ یجب علی المالک إطعام بہائمہ وسقیہا وریہا ولو کانت مریضۃ لاینتفع بہا لحدیث ابن عمر مرفوعاً: عذبت امرأۃ فی ہرۃ سجنتہا حتی ماتت فدخلت النار ولا ہی أطعمتہا وسقتہا إذ ہی حبستہا ولا ہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض۔

إن امتنع المالک من الإنفاق علی بہیمتہ أجبر علیہ عند الجمہور دیانۃ وقضاء وقال الحنفیۃ: لا یجبر علی نفقۃ البہائم قضاء فی ظاہر الروایۃ ویجبر دیانۃ وعلیہ الفتوی'' (الموسوعۃ الفقہیہ۱۸؍۳۳۷ مادہ: حیوان)۔

(اس بابت فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ جانوروں کو کھلانا، پلانا، سیراب رکھنا ان کے مالک پر واجب ہے، اگر جانور بیمار ہو تو ان سے انتفاع نہیں ہوگا، حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث دلیل ہے، ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی کہ اس نے قید کرکے رکھا تھا، یہانتک کہ مرگئی تو جہنم میں داخل ہوئی، نہ تو اس نے کھلایا وپلایا، اور نہ ہی اسے آزاد کیا کہ زمین کے کپڑے مکوڑوں کو کھالیتی۔

اگر مالک اپنے جانور پر انفاق سے منع کرے تو جمہور کے نزدیک دیانتاً بھی اور قضاء بھی مجبور کیا جائے گا، حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت ہے کہ قضاءً مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ دیانتاً مجبور کیا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے)۔

اس لئے مالک کے لئے غذا کی فراہمی واجبی فریضہ ہے، اس میں کوتاہی وغفلت نیز حق تلفی عذابِ الہی کا پیش خیمہ ہوگی، ہر ایک کے لئے وہ ''غذا '' ضروری ہے جو اس کے مزاج ومذاق کے موافق ہو اور طبیعت وہاضمہ قبول کرلے، اسی لئے نفقہ کی تعریف یوں آئی ہے۔

''ما بہ قوام معتاد حال الآدمی دون سرف'' (موسوعہ فقہیہ۴۱؍۳۴ مادہ: نفقہ)۔

(ایسی چیز ہے جس سے عام طور پر جسم کو استحکام ہو، نیز اسراف نہ ہو)۔

چونکہ عام طور پر نفقہ کا تصور انسان کے لئے ہوتا ہے اس لئے آدمی کی قید لگائی جاتی ہے، اگر وہی معاملہ جانوروں کے چارہ کا ہو تو اس کے مناسب جو غذا ہے وہی اس کی حالت کے مناسب ہوگا۔

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان بے زبان جانوروں کو چارہ دینے میں اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ جو غذا دی جارہی ہے وہ پاک ہو، از قبیل نجس یا حرام نہ ہو، اسی لئے فقہاء نے شراب کی بابت تصریح کی ہے:

''وکذا لا یسقیہا الدواب، قیل لا تحمل الخمر إلیہا، أما إذا قیدت إلی الخمر فلا بأس بہ کما فی الکلب والمیتۃ'' (ہدایہ۴،۴۹۴ کتاب الاشربہ)۔

(اسی طرح جانوروں کو بھی نہ پلائے، کہا گیا ہے کہ خمر ان جانوروں کے پاس لے کر نہ جائے؛ البتہ ان جانوروں کو خمر کے پاس باندھ دیا گیا تو حرج نہیں جیسا کہ کتے ومیتہ میں مسئلہ ہے)۔

بعض جزئیات ایسی بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لحمی اجزاء از قبیل طاہر ہیں تو ان کو کھلانے میں حرج نہیں ہے، عالمگیری میں ہے:

''رجل ذبح کلبہ أو حمارہ جاز أن یطعم سنورہ من ذلک ولیس لہ أن یطعمہ خنزیرہ أو شیئاً من المیتۃ کذا فی السراجیۃ'' (عالمگیری۵،۳۶۱ کتاب الکراہیہ، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم الخ)۔

(ایک شخص نے کتا یا گدھا ذبح کیا تو جائز ہے کہ اپنی بلی کو کھلائے اور جائز نہیں ہے کہ خنزیر یا میتہ کھلائے)۔

مسئلہ بلی کا ضرور ہے جو کہ گوشت خور ہے مگر اتنی بات تو اس سے معلوم ہوہی رہی ہے کہ ناپاک اشیاء نہیں کھلائی جاسکتی، ایسی بھی نظیر ملتی ہے کہ چارہ خور جانور بھی خلاف فطرت شراب کے عادی ہوجاتے ہیں یا مالک ایسے گوشت خور کو شراب پلا دے اور جلالہ والی کیفیت پیدا نہ ہو تو اس کا گوشت اور دودھ بھی حلال وپاکیزہ رہتے ہیں۔

''ولو سقی شاۃ خمراً لا یکرہ لحمہا ولبنہا، لأن الخمر وإن کانت باقیۃ فی معدتہا فلم تختلط بلحمہا وإن استحال الخمر لحماً یجوز کما استحال خلاً۔

ولو اعتادت شرب الخمر صارت بحال توجد رائحۃ الخمر منہا ففی الشاۃ تحبس عشرۃ أیام'' (عالمگیری۵،۴۱۱ کتاب الاشربہ، الباب الاول)۔

(اگر کسی بکری کو خمر پلائے تو اس کا گوشت اور دودھ مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ خمر اگر اس کے معدہ میں باقی ہے تو اس کے گوشت کے ساتھ مخلوط نہیں ہوئی، اور اگر خمر گوشت میں تبدیل ہوگئی تو جائز ہے جیسا کہ خمر سرکہ بن جائے۔

اور اگر بکری شراب کی عادی ہوجائے بایں طور کہ شراب کی بو آنے لگے تو بکری کو دس دنوں تک محبوس رکھا جائے گا)۔

اس سے اتنی بات معلوم ہوری ہے کہ ایک چارہ خور جانور غیر فطری غذا بھی تحمل کرسکتا ہے، اور اس کا عادی ہوسکتا ہے، اس لئے چارہ خور جانوروں کو ایسے لحمی اجزاء دیئے جائیں جو شرعی طور پر مذبوحہ ہوں، نیز ان جانوروں کو ایسی غذا ہضم کرنے اور تحمل کرنے کی استطاعت بھی ہو تو لحمی اجزاء کی غذا فراہم کرنے میں حرج نہیں ہے، آج کل جو جانور پالے جاتے ہیں ان کو لحمی اجزاء دینے کا مقصد گوشت کی افزائش ہے جو ہوتی بھی ہے، یہ دلیل ہے کہ اس کا ہاضمہ قبول کررہا ہے۔

البتہ اگر لحمی اجزاء سے طبیب حاذق کی رپورٹ میں سمیت پیدا ہو جس کو کھانے سے انسانی صحت متاثر ہوتی ہو، اور اس کا یہ ضرر بہت جلد سامنے آتا ہو تو اس بنیاد پر ایسی غذا کی فراہمی سے روکا جاسکتا ہے۔

(۲) زیادہ دودھ حاصل کرنے یا گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانے کا حکم:

قرآن وحدیث کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی حیوانات سمیت ہر چیز انسانوں کے فائدے کےلئے پیدا کی گئی ہے، اس کو بے جا مشقت وتکلیف دیئے بغیر نفع اٹھانے کا حق ہے، حلال جانوروں میں گوشت اور دودھ ہی مقصود ہیں، اگر ان کی افزائش کے لئے ترکیب وحیلہ کیا جائے بشرطیکہ جانوروں کو غیر معمولی تکلیف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، جب ذبح اور قتل کرنے کی اجازت بھی نفع حاصل کرنے کے لئے جائز ہے تو اس کو پُر گوشت بنانے اور فربہ کرنے، دودھ بڑھانے کے لئے انجکشن لگانے میں بظاہر کوئی قباحت نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ اگر انجکشن میں ایسی دوائیوں کا استعمال کیا جائے جو صحت انسانی کے لئے اثرات بد پیدا کریں اور وہ مضرت یقینی ہو محض وہمی نہ ہو تو اس پہلو سے مضرت کا سبب قریب بننے کا وبال اٹھانے والا ہوگا۔

(۳) جرسی گائے کا حکم:

دو الگ الگ جنس سے توالد وتناسل ہر چند کہ فطرت کے خلاف ہے مگر اس کا رواج زمانہ قدیم سے رہا ہے، خود اللہ کے رسولﷺ نے دو الگ الگ جنس سے حاصل ہونے والے جانور پر سواری کی ہے، خچر جس کو عربی میں بغلہ کہا جاتا ہے، دوسری سواریوں کی طرح اس سے بھی سواری کا کام لیا گیا ہے، ملک ایلہ نے بھی ایک خچر خدمت اقدس میں پیش کیا تھا جس کو حضورﷺ نے قبول کیا، خچر گدھے اور گھوڑی سے پیدا ہونے والا جانور ہے چوں کہ گھوڑا آلات جہاد اور اسباب جنگ میں سے ہے اس لئے رسول اللہﷺ نے اپنے افراد خاندان کے لئے اس طرح نسل حاصل کرنے کو اچھا نہیں سمجھا، اس لئے ایک حدیث میں اپنے اہل خانہ کو اس سے منع بھی کیا، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

‘‘أمرنا أن نسبغ الوضوء، وأن لا نأكل الصدقة، وأن لا ننزى حماراً على فرس’’ (ترمذی

۲۹۹٫۱ کتاب الجہاد، باب ما جاء فی کراہیۃ أن ننزی الحمیر علی الخیل، حسن صحیح)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ہم خاندان نبوت کو حکم دیا کہ اسباغ وضو کریں، صدقہ نہ کھائیں، اور گدھے سے گھوڑی کی جفتی نہ کرائیں)۔

جرسی گائے کی بابت بھی یہی مشہور ہے کہ خنزیر کے مادہ تولید سے حاصل کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس میں دودھ دینے کی صلاحیت دو چند ہوجاتی ہے، ظاہر ہے کہ خنزیر کی حرمت قطعی ہے، بلکہ وہ نجس العین ہے جس کا کوئی جز حلال وپاک نہیں ہے، مادۂ تولید تو ویسے بھی حلال جانور کا بھی ناپاک ہے، ساتھ ساتھ خلاف فطرت طریقہ کا استعمال بھی ہوتا ہے، ان سب امور کو دیکھتے ہوئے اس طریقہ حصول کو اچھا نہیں کہا جاسکتا ہے، لیکن زمانۂ نبوی سے ایسے جانوروں کا ثبوت رہا ہے اس لئے ناجائز وحرام بھی نہیں کہا جاسکتا ہے۔

البتہ حلت وحرمت کے تناظر میں ایسے جانوروں کا کیا حکم ہوگا؟ بنیادی بات یہ ہے کہ جو مادۂ تولید خنزیر یا کسی بھی حرام جانور سے حاصل کیا گیا وہ اپنی ماہیت کھو کر گوشت وپوست کی شکل اختیار کرچکا ہے، انقلاب ماہیت کے بعد حکم بدل جایا کرتا ہے، نیز جانوروں کے کھانے کے سلسلہ میں اعتبار ‘ماں ’ کا ہوتا ہے، یا ‘ شکل وصورت ’ کا ہوتا ہے، تو شکل وصورت گائے کی ہے، اور مادہ بھی گائے ہے اس لئے گائے کا حکم ہی ہوگا، اس کے کھانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہوگی، فقہاء کی نصوص بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

‘‘فی مجموع النوازل: وجد حیوان رأسہ ووجہہ یشبہ السبع وشعرہ وقوائمہ یشبہ الشاۃ ہل یؤکل؟ قال: یلقی بین یدیہ لحم وکلأ فإن تناول اللحم لا یؤکل، وإن تناول الکلأ یؤکل’’ (المحیط البرہانی ۴۴۶٫۸ کتاب الصید، الفصل الثانی عشر فی المتفرقات ، ط: المجلس العلمی)۔

(مجموع النوازل میں ہے: ایک جانور جس کا سر اور چہرہ درندہ جانور کے ہم شکل ہے، بال اور پاؤں بکری کے مشابہ ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا کہ اس کے سامنے گوشت اور چارہ رکھا جائے پس اگر گوشت کھانے لگے تو نہیں کھایا جائے گا، اور اگر چارہ کھائے تو کھایا جائے گا)۔

بدائع میں ہے:

‘‘فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی فالعبرۃ للأم، فإن کانت أہلیۃ یجوز، وإلا فلا، حتی إن البقرۃ الأہلیۃ إذا نزا علیہا ثور وحشی فولدت ولداً فإنہ یجوز أن یضحی بہ، وإن کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أہلیاً لم یجز؛ لأن الأصل فی الولد الأم؛ لأنہ ینفصل عن الأم’’ (بدائع الصنائع۶۹٫۵ کتاب الذبائح)۔

(اگر وحشی وانسی سے کوئی جانور پیدا ہوا تو اعتبار ماں کا ہے، پس اگر ماں اہلی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں، حتی کہ اہلی گائے کو جب وحشی بیل گابھن کرے او ر ا س سے

بچہ جنے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے وحشی ہو اور بیل اہلی ہو تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اولاد میں اصل ماں ہے؛ اس لئے کہ ماں سے ہی بچہ الگ ہوتا ہے)۔

''المعتبر فی الحل والحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول وغیر مأکول'' (رد المحتار۲۱۴٫۵ کتاب الذبائح، ط: رشیدیہ)۔

(حلت وحرمت میں اعتبار ماں کا ہے جب کہ ماکول وغیر ماکول جانور سے تولد ہو)۔

حتی کہ اگر سرکسی حرام جانور کی شکل کا ہو اور وہ چارہ کھاتا ہو تو بھی فقہاء نے سر کے ماسوا حصہ کو جائز لکھا ہے، اور اگر کبھی چارہ اور کبھی گوشت کھاتا ہے تو اس کی آواز سے فیصلہ کیا جائے گا، اگر اس سے بھی پتہ نہیں چل رہا ہو تو ذبح کرکے دیکھا جائے گا کہ اس کا اندرون حلال جانور کے مشابہ ہے یا حرام جانور کے۔

''وإن ینز کلب فوق عنز فجاءہا، نتاج لہ رأس ککلب فینظر، فإن أکلت لحماً فکلب جمیعہا، وإن أکلت تبناً فذا الرأس یبتر، ویؤکل باقیہا وإن أکلت لذا، وذا فاضربنہا والصیاح یخبر، وإن أشکلت فاذبح فإن کرشہا بدا، فعنز وإلا فہو کلب فیمطر'' (الدر المختار۲۱۸٫۵ کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان)۔

(اگر کتے نے بکری سے جفتی کی پس اس سے بچہ پیدا ہوا جس کا سر کتے کی طرح ہے، تو دیکھا جائے گا اگر وہ گوشت خور ہے تو مکمل کتا ہے، اور اگر گھاس کھاتا ہے تو سر کاٹ دیا جائے گا اور باقی کو کھایا جائے گا، اور اگر دونوں (گھاس وگوشت) کھائے تو اس کو مار کر بلوایا جائے، اگر کتے کی طرح بھونکے تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر ممیائے تو سر کے ماسوا کو کھایا جائے گا، اگر دونوں ہی طرح آواز ہو تو ذبح کرو، اگر معدہ نکلے تو بکری ہے ورنہ کتا ہے)۔

یہ نصوص اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جرسی جانور خواہ خنزیر کے مادے سے ہی پیدا کیوں نہ ہوئے ہوں، اس کی شکل وصورت حلال جانور جیسی ہے، نیز غذا بھی چارہ وگھاس ہے لہذا حکم میں وہ حلال جانور ہی کے ہوگا، اور بلا تکلف استعمال کیا جاسکتا ہے، شرعی طور پر قباحت نہیں ہے؛ البتہ اگر کسی کو طبعی ناگواری ہو تو اور بات ہے اس کے استعمال پر مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۴) بطور زینت جانوروں کو پنجرے میں رکھنا:

رحمت وشفقت بڑی قابل قدر اور باعث مدح صفت ہے، کائنات کی ہر چیز رحمت وشفقت کی مستحق ہے، لیکن ہر ایک کے لئے معیار الگ الگ ہے، زمین پر رحمت یہ ہے کہ اس پر اترا کر چلنے سے گریز کیا جائے، اللہ کی اس عظیم مخلوق کو گناہ کی پلیدی سے ناپاک نہ کیا جائے، لیکن اسی عظیم مخلوق کو چیر کر اور شق کرکے پیداوار حاصل کرنا کوئی بھی رحم وکرم کے خلاف نہیں کہہ سکتا، اسی طرح جاندار مخلوق کے ساتھ اللہ کے رسول نے مختلف انداز سے رحمت کا معاملہ کرنے کی تاکید کی ہے، شفقت کے

مختلف واقعات اور ان پر بشارتیں حدیث کی متداول کتابوں میں موجود ہیں، طبرانی کی ایک حدیث میں اس طرح کلی حکم بھی لگایا گیا ہے:

''عن أبی أمامۃ قال:قال رسول اللہ ﷺ:من رحم ولو ذبیحۃ رحمہ اللہ'' (الادب المفرد،۲۸۱ باب رحمۃ البہائم، حدیث حسن اخرجہ الطبرانی، تحقیق: مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی)۔

(حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رحم کیا خواہ ذبیحہ پر ہی ہو، تو اللہ اس پر رحم کرے گا)۔

لیکن اس کےباوجود جانوروں کو ذبح کرنا یا شکار کرنا رحمت کے منافی نہیں سمجھا گیا، اصل میں یہ جانور مباح ہیں، کوئی بھی اس کو پکڑ کر رکھ سکتا ہے، صرف اس کے کھانے پینے کا صحیح انتظام ہوناچاہئے کہ جس سے اس کو تکلیف نہ ہو، زمانۂ رسالت اور اس کے بعد صحابہ کے زریں دور میں بھی جانوروں کو قید کرکے رکھنے کا بلکہ پنجروں میں رکھنے کا عام رواج معلوم ہوتا ہے، الادب المفرد کی ایک منقطع اثر میں ہے:

''کان ابن الزبیر بمکۃ وأصحاب النبی ﷺ یحملون الطیر فی الأقفاص''(الادب المفرد،۲۸۲، باب الطیر فی القفص)۔

(جس وقت حضرت عبد اللہ بن الزبیر مکہ میں تھے، صحابہ پنجروں میں پرندوں کو اٹھاتے پھرتے تھے)۔

فقہاء نے بھی بعض مسائل اس قسم کے ذکر کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا عام معمول تھا کہ شکاری جانوروں اور پرندوں کو پنجروں میں قید رکھتے تھے، حج کی جنایت کے باب میں مسئلہ آتا ہے۔

''ومن أحرم وفی بیتہ أو فی قفص معہ صید فلیس علیہ أن یرسلہ ..... ولنا أن الصحابۃ کانوا یحرمون وفی بیوتہم صیود ودواجن ولم ینقل عنہم إرسالہا وبذلک جرت العادۃ الفاشیۃ وہی من إحدی الحجج'' (ہدایہ ۲۸۵،۱ کتاب الحج، باب الجنایات)۔

(جس نے احرام باندھا اور اس کے گھر میں یا اس کے ساتھ پنجرے میں کوئی شکار ہے تو اس پر اس کو آزاد کرنا ضروری نہیں ہے .....ہماری دلیل یہ ہےکہ صحابہ احرام باندھتے تھے اور ان کے گھروں میں شکاری وپالتو حیوانات ہوتے تھے، یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے ان کو آزاد کیا ہو، عام معمول یہی جاری رہا، تعامل بھی حجت ہے)۔

ایک حدیث سے تو یوں بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض شوق پورا کرنے کے لئے بھی پرندوں اور شکاری جانوروں کو قید کیا جاسکتا ہے۔

''عن أنس إنہ کان یقول لأخ لی صغیر:یا أبا عمیر ما فعل النغیر'' (ترمذی۱۹،۲، باب المزاح، وقال حسن صحیح)۔

(حضرت انس فرماتے ہیں: اللہ کے رسول میرے چھوٹے بھائی کو مزاحاً فرماتے:

اے ابو عمیر نغیر پرندہ کا کیا ہوا)۔

نغیر ایک قسم کا پرندہ ہے جو بلبل کے مشابہ ہوتا ہے، حرم مدنی میں چھوٹے بچے ابو عمیر کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا، اللہ کے رسول ﷺ دیکھتے مگر انکار نہ فرماتے، یہ واضح دلیل ہے کہ اس طرح پنجروں میں قید کرنا اور کھان وپان، سردی وگرمی سے بچنے کا بھرپور نظم کرنا جائز ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

''جائز ہے بشرطیکہ بند رکھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی خوراک کا خیال رکھے'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۵۴،۴، ط: نعیمیہ)۔

(۵) خطرناک جانوروں کو پنجروں میں شوقیہ بند کرکے رکھنا:

البتہ ایسے جانور جو خطرناک ہیں، معمولی سی غفلت اور چوک انسان کی ہلاکت کا باعث ہوسکتی ہے، مثلاً شیر، چیتا، سانپ وغیرہ جیسے خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند رکھا جائے اور محض نمائش کے لئے یا شوق پورا کرنے، یا لوگوں سے اپنے بڑکپن کی داد وصول کرنے کے لئے ہو جائز نہیں ہے۔ ہاں ضرورت وحاجت کے لئے ان خطرناک جانوروں کو قید کیا جاسکتا ہے، جیسے شکار پکڑنے کے لئے چیتے کا ذکر آتا ہے کہ اگر وہ معلم ہوسکتا ہے تو اس سے شکار بھی جائز ہے اور خرید وفروخت کی بھی گنجائش ہے۔

''وكذلک الأسد إذا كان يقبل التعليم ويصطاد به جاز بيعه وإن كان لا يقبل التعليم لا يجوز بيعه'' (المحيط البرہانی ۴۴۳،۸ ، الفصل الحادی عشر فی بيع آلة الاصطياد من كتاب الصيد)۔

(اسی طرح شیر جبکہ تعلیم وشکار کے قابل ہو تو بیع جائز ہے، اور اگر تعلیم کے قابل نہیں تو جائز نہیں)۔

''والفهد والبازی يقبلان التعليم على كل حال فجاز بيعها لذلک'' (المحيط البرہانی ۴۴۳،۸)۔

(چیتااور باز دونوں تعلیم کو ہرحال میں قبول کرتےہیں لہذا ان کی بیع اس لئے جائز ہے)۔

حدیثوں میں کتوں کی بابت زراعت، شکار، نگہبانی وغیرہ مختلف ضرورتوں کے لئے پالنے کی اجازت دی گئی ہے، بلا ضرورت پالنے کی اجازت نہیں۔

''فی الأجناس: لا ينبغی أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرہم، وكذا الأسد والفهد والضبع وجميع السباع'' (عالمگیری۳۶۱،۵ كتاب الكراہيه، الباب الحادی والعشرون فيما يسع من جراحات)۔

(اجناس میں ہے کہ کتا پالنا غیر مناسب ہے الا یہ کہ چوروں وغیرہ سے خوف ہو، اسی طرح شیر، چیتا، بجو اور تمام درندے)۔

''يحرم اقتناء كلب ضار وما لا نفع فيه مطلقاً'' (تحفة المحتاج فی الفقه الشافعی ۳۸۵،۹ كتاب الصيد، بعض شوط الآلة)۔

(پھاڑ کھانے والے کتے کا نیز ایسے جانور کا پالنا جس میں نفع نہ ہو مطلقاً حرام ہے)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل ریسرچ:

کسی بھی جاندار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا توفیق الہی کی دلیل ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ''فی کل کبد رطبۃ أجر'' کا مژدہ سنایا ہے، مختلف ارشاد میں جاندار مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی ہے، طبرانی نے سند جید کےساتھ روایت نقل کی ہے:

''عن عبد اللہ بن عمرو أن رسول اللہ ﷺ صلی الظہر فوجد ناقۃ معقولۃ، فقال: أین صاحب ہذہ الراحلۃ؟ فلم یستجب لہ أحد، فدخل المسجد فصلی حتی فرغ فوجد الراحلۃ کما ہی، فقال: أین صاحب ہذہ الراحلۃ؟ فاستجاب لہ صاحبہا، فقال: أنا یا نبی اللہ، فقال: ألا تتقی اللہ تعالی فیہا، إما أن تعلفہا وإما أن ترسلہا حتی تبتغی نفسہا'' (مجمع الزوائد ۱۹۷٫۸، باب الاحسان إلی الدواب)۔

(عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی، ایک اونٹنی کو بندھی ہوئی دیکھا تو پوچھا: اس اونٹنی کا مالک کہاں ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، بس مسجد میں داخل ہوئے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے تو اونٹنی اسی طرح بندھی تھی، فرمایا: اس کا مالک کہا نہے؟ چنانچہ مالک نے جواب دیا کہ میں ہوں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کی بابت اللہ سے ڈرتے نہیں ہو، یا تو اس کو چارہ دو یا چھوڑ دو کہ اپنے لئے خود تلاش کرے)۔

جانوروں کو پہلے انجکشن سے بیمار بنانا پھر اس کا علاج کرنا اگر جانوروں کی نفع رسانی کے لئے ہوتا تو گوارہ کیا جاسکتا تھا۔

''إن الأصل إیصال الألم إلی الحیوان لمصلحۃ تعود إلی الحیوان یجوز'' (البحر الرائق۲۰۴٫۸، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، رشیدیہ پاکستان)۔

(حیوان کو ایسی مصلحت کے لئے تکلیف پہنچانا جس کا فائدہ جانور کو ہو جائز ہے)۔

مگر ریسرچ میں فائدہ دوسروں کا ہے وہ بھی موہوم سا، اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

''یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی یأخذہ ویعذّبہ ولا بأس بأن یعلم بالمذبوح کذا فی المحیط'' (عالمگیری ۳۶۲٫۵ کتاب الکراہیہ، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم)۔

(باز کو زندہ پرندے سے تعلیم دینا مکروہ ہے کہ وہ پکڑے اور تکلیف میں مبتلا کرے، ہاں حرج نہیں ہے کہ مذبوح سے تعلیم دے)۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ طبی تحقیقات اسی پر منحصر نہیں ہیں، مریض انسانوں پر ڈاکٹر اساتذہ کی موجودگی میں تحقیق کی جاسکتی ہے، نیز جانوروں کو بیمار بنایا جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ بیمار جانور شفا بھی پائے؛ کیوں کہ علاج ومعالجہ دفع مرض کے لئے یقینی اسباب میں سے نہیں ہے۔

''فرق بین ہذا وبینما إذا جاع ولم یأکل مع القدرۃ حتی مات حیث یأثم والفرق أن الأکل

مقدار قوتہ مشبع بیقین، فکان ترکہ إہلاکاً، ولا کذلک المعالجۃ والتداوی'' (عالمگیری۵،۳۵۵ کتاب الکراہیہ، الباب الثامن عشر فی التداوی)۔

(معالجہ اور اس صورت کے درمیان فرق یہ ہے کہ زندگی بچانے کے بقدر کھانا یقینی طور پر مشبع ہے، پس ا س کا ترک کرنا اہلاک ہوگا، معالجہ وتداوی ایسا نہیں ہے)۔

اس لئے جانوروں کو مریض بناکر پھر اس پر ریسرچ کرنے کی کارروائی کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۷) جانور کے کسی عضو کو زندہ رہتے ہوئے نکال لینا:

جانور کے کسی بھی عضو کو دوا کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے، مگر اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ذبح کردیا جائے، پھر اس سے اس عضو کو نکالا جائے۔

''یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما ولو قلیلاً'' (الدر المختار۵،۳۳۷ کتاب الصید، ط: رشیدیہ پاکستان)۔

(بلی وکتے کو کسی بھی نفع کے لئے ذبح کرنا جائز ہے)۔

زندہ رہتے ہوئے بے ہوش کرکے عضو کو نکالنا جس سے جانور کو تکلیف ہو، اور اس عضو کے نہ رہنے کی وجہ سے بے ہوشی ختم ہونے کے بعد بھی جانور مفلوج ہوکر رہ جائے بہائم پر رحمت وشفقت کے معارض ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے تو جانوروں کو چہرے پر داغنے سے بھی منع فرمایا حالانکہ داغنا ملکی مفاد میں ہوتا ہے، مگر اس سےشباہت بگڑتی ہے، اس لئے سختی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''أما بلغکم أنی لعنت من وسم البہیمۃ فی وجہہا أو ضربہا فی وجہہا، فنہی عن ذلک'' (ابوداؤد۱،۳۴۷ کتاب الجہاد، باب النہی عن الوسم فی الوجہ)۔

(کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہےجس نے جانور کے چہرے پر داغ لگایا یا مارا ہے، چنانچہ اس سے منع کردیا)۔

اس لئے زندہ رہتے ہوئے جانور کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں۔

(۸) بعض جانوروں کے شکار کرنے کی بابت حکومت کی طرف سے پابندی:

حکومت کو اتنا حق تو ہوتا ہے کہ بعض امور پر پابندی عائد کردےجس سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچتا ہو نیز ایسے احکام کو قبول کرنا بھی ہر مسلمان شہری پر لازم ہوتا ہے بشرطیکہ اسلام کے کسی نظریہ سے متصادم نہ ہو، یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض حیوانات کا ماحولیات کو استوار رکھنے میں کافی اثر ہوتا ہے، ماحولیات کی پراگندگی سے پورا سماج متاثر ہوتا ہے، اس لئے حکومت اگر ایسے جانوروں کے قتل پر پابندی لگاتی ہے، تو اس پابندی کی پاس داری لازم وضروری ہوگی۔

اسی طرح بعض اوقات حکومت محض اس وجہ سے بعض جانوروں کے قتل سے روکتی ہے کہ ان کو ریاست یا حکومت کا قومی جانور سمجھا جاتا ہے، اگر اس خیال میں

اسلام کے کسی نظریہ حلا ل وحرام کی مخالفت مقصود نہ ہو تو اس حکم کو ماننا چاہئے، اس سے حکومت وریاست کا امتیاز وتشخص باقی رہتا ہے، حکومت کے ہر ایسے کام میں تعاون مسلمانوں کو کرنا چاہئے جس سے حکومت کو استحکام ہو اور اس کا وقار دوسروں کی نگاہوں میں بالا سے بالاتر ہوجائے؛ البتہ حکومت کی پابندی کا مقصد اگراسلام کے نظام حلت وحرمت کو پامال کرنا ہو تو پھر وہ حکم قابل عمل نہیں رہے گا ، ''لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق''۔

(۹) غیر اقوام کے نزدیک مقدس ومعبود جانوروں کا ذبح:

اسلام پوری زندگی کا ایک نظام پیش کرتا ہے، احکام ومسائل کے ماسوا عقائد ومعاملات نیز آداب واخلاق ہر عنوان کے لئے منظم رول دنیا کو دیا ہے، کسی بھی شعبہ میں کوتاہی ولاپرواہی اسلام کے مقدس قانون کو کھٹکتا ہے، کسی قوم کے لئے کسی جانور کا مقدس ومعبود ہونا اسلام کی روح اور اس کی پاکیزہ تعلیم کے یکسر منافی ہے، محض اس وجہ سے رکنا کہ جس معاشرہ میں ہم رہتےہیں ایسے جانور کو ذبح کرنے میں ان کی دل آزاری ہوگی ناچیز سمجھتا ہے کہ جائز نہیں ہے، یہی وہ نظریہ تھا جو نزول وحی کے زمانہ میں بعض ان صحابہ کو بھی ستا رہا تھا جو ابھی ابھی دوسرے دینِ سماوی سے اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن سلام وغیرہ جو یہودی ہی نہیں بلکہ علماء یہود میں ان کا شمار تھا، جب مسلمان ہوئے تو مفسرین کی رائے کے مطابق اونٹ کی بابت پس وپیش کے شکار ہوئے، حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

''اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا، اور اونٹ کا گوشت حرام تھا، اور شریعت محمدیہ میں اس کی تعظیم واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا، اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں، سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کردیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہوجاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو، اور اس میں خدا تعالی کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے،اللہ تعالی اس خیال کی اصلاح آیت آیندہ میں کسی قدر اہتمام سے فرماتےہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے، اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جائے '' (بیان القرآن ۱،۱۱۷)۔

وہ آیت: ''یا أیہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ'' (بقرہ: ۲۰۸) ہے۔

شریعت موسویہ تو پھر بھی آسمانی شریعت تھی جو آمد اسلام کے بعد منسوخ ہوگئی، موسوی وعیسوی شریعت کے ماسوا تو فی الوقت کوئی دین آسمانی بھی نہیں ہے، محض تخیلات واوہام کا مجموعہ ہے، ان کی اس حد تک رعایت کرنا کہ عملاً اس کو ترک کرنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا، پورے مسلم

سماج کو تباہی میں مبتلا کرنا بھی عقل مندی نہیں ہے، اس لئے اس کے ترک کا مشورہ دینے کے بجائے اس کی تدبیر پر غور کیا جائے، اور مکمل طور پر اخفاء کرکے اس قسم کے جانوروں کو ذبح کیا جائے، بالخصوص قربانی کے اوقات میں فتنہ وفساد کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے اس لئے اس وقت زیادہ احتیاطی تدبیر اختیار کی جائے۔

محض غیر اقوام کی رعایت میں قربانی جیسے بابرکت نظام میں عملاً ہی سہی تغیر وتبدل کرنا روا نہ ہوگا، مختلف اکابر کے فتاوے بھی اس کی تائید کرتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ تو اپنے زمانہ میں جب اکبر کے دین جدید نے گائے کے ذبیحہ پر مکمل پابندی عائد کررکھی تھی، فرماتے ہیں:

''ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است '' (مکتوبات ربانی ۷۵،۲ دفتر اول)۔

فتاوی دار العلوم میں ہے:

''اس بارے میں جیسا کہ مجدد الف ثانی نے لکھا ہے وہی حق ہے، ذبح بقرہ ہندوستان میں خصوصاً اس زمانۂ غلبہ کفر میں بے شک شعائر اسلام سے تھا اور ہے، لہذا مسلمانوں کو اس حکم شرعی اور شعائر مذہبی کو چھوڑنا نہ چاہئے، اس میں تساہل نہ کرنا چاہئے، اور بہ نیت اقامت شعائر اللہ واتباع سنت وپیروی حکم شریعت قربانی گاؤ وذبح بقرہ میں بے شبہ ثواب حاصل ہوگا '' (فتاوی دار العلوم دیوبند۲۳،۱۵ قربانی کا بیان)۔

گائے شعار اسلام میں سے ہے یا نہیں، یہ الگ بحث ہے، اس وقت تو دنیا کی اکثر آبادی کو گائے سے بیر نہیں ہے، چند ایک ملکوں اور قوموں کا استثناء کردیا جائے تو سب ہی اس کے گوشت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، لہذا شعاریت مسلمین کو اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم نہ بھی کیا جائے تب بھی ایک حلال جانور کے ساتھ معاملہ حرام والا کرنا ٹھیک ''اونٹ '' کے گوشت کی یہودی تصویر پیش کرتا ہے، ایسے ہی پس منظر میں آیت کریمہ ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' نازل ہوئی تھی۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

''اگر جان، مال، عزت کی قربانی کا داعیہ ہو، اور اخلاص سے قربانی کرے تو ان شاء اللہ قبول ہوگی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یعنی یہاں بھی نتیجہ بھگتنے کے لئے پوری قوت کے ساتھ تیار رہیں اور آخرت میں بھی ثواب کی امید رکھیں (فتاوی محمودیہ ۲۶۰،۲۶، سوال: ۹۶۳۵ بترتیب جدید)۔

''قربانی گائے کی غیر اقوام کی رعایت سے اور ان سے اتحاد قائم کرنے اور رکھنے کی وجہ سے ترک کرنا درست نہیں ہے، اور خلاف حکم شریعت ہے، اور پردے میں گائے کی قربانی کرنا اور مخفی طور سے کرنا کہ جس سے غیر اقوام کو اشتعال نہ ہو، اور فتنہ نہ ہو اچھا ہے، ایسا ہی کرنا چاہئے، غرض اپنا مذہبی فرض ادا کرنا ہے نہ کسی کو اشتعال دینا '' (فتاوی دار العلوم ۴۹۴،۱۵)۔

(١٠) جنگلات میں شکار اور مہمان پرندے کی بابت سرکاری قانون:

امر مباح میں حکومت کے قانون کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔

''أمر السلطان إنما یتبع ولا یجوز مخالفتہ'' (رد المحتار٥،٣٨٢ مطلب: طاعۃ الامام واجبۃ)۔

(سلطان کے حکم کو مانا جائے گا، اس کی مخالفت جائز نہیں ہے)۔

اس لئے کہ اگر سلطان مسلمان ہے تو اولو الامر کی مخالفت لازم آئے گی، اور اگر سلطان کافر ہے تو مخالفت کی صورت میں قانونی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے جس میں تذلیل نفس کے ساتھ بعض اوقات پوری قوم مسلم کی عزت ووقار کا مسئلہ بنادیا جاتا ہے۔

''ولکن یمنع من ذلک لکونہ مخالفۃ لأولی الأمر إذا کانت الحکومۃ إسلامیۃ ولکونہ عرضاً للنفس لعقوبات قانونیۃ إذا کانت الحکومۃ غیر إسلامیۃ'' (تکملۃ فتح الملہم١،٥٩٠)۔

(اس سے اس لئے روکا جائے گا کہ اگر اسلامی حکومت ہے تو اولو الامر کی مخالفت لازم آئے گی، اور اگر غیر اسلامی حکومت ہے تو قانونی سزاؤں کا سامنا ہوگا)۔

ظاہر ہے جنگلات میں شکار کرنا ایک مباح امر ہے، دین کا کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح مہمان پرندہ جو موسم کے مطابق نکلتے ہیں ان کو پکڑنا بھی کوئی دینی امر نہیں ہے، اس لئے حکومت اگر قانون بناتی ہے تو اس قانون کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(١١) امراض کو روکنے کے لئے جانوروں کو مارنا:

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وبائی امراض کا خطرہ ان جانوروں سے پیدا ہوجاتا ہے،''چکن گنیا '' تو آج مصیبت بنا ہوا ہے، ایسے موقع پر پولٹری فارم کے حیوانات کو مار دیا جاتا ہے، لیکن مارنے کا جو طریقہ رائج ہے وہ اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتا، مثلاً کبھی گڑھا کھود کر زندہ دفن کردیا جاتا ہے، اس میں دم گھٹ جاتا ہے، اور مرجاتے ہیں، نیز کبھی بے ہوش کرنے کے لئے ایسڈ ڈال دیا جاتا ہے اور بعدہ نذر آتش کردیا جاتا ہے، دونوں ہی صورتوں میں جانوروں کو بے جا تکلیف ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

''فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ'' (مسلم شریف ١٥٢،٢ کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح الخ)۔

(جب تم قتل کرو تو اچھا طریقہ اختیار کرو، اور جب ذبح کرو تو اچھا طریقہ اختیار کرو، نیز چھری کو تیز کرلو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ)۔

غیر اسلامی طریقہ اختیار کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے اس ذبیحہ کو موقوذہ قرار دیا ہے، بخاری کی روایت ہے:

''إذا أصاب بحدّہ فکل، وذا أصاب بعرضہ فقتل فلا تأکل فإنہ وقیذ'' (بخاری ٥٤،٣، رقم: ٢٠٥٤)۔

(اگر زخمی کردے تو کھاؤ اور اگر اس کے عرض سے لگے تو مت کھاؤ کہ یہ موقوذہ ہے)۔

ذبح کرنے میں حکم دیا گیا کہ حلق کی جانب سے رگوں کو کاٹا جائے؛ کیوں کہ آسانی سے خون نکل جائے گا، اگر کوئی گدی کی طرف سے کاٹتا ہے تو پھر زیادہ تکلیف ہونے کی باعث مکروہ ہوتا ہے۔

''إذا ذبح الشاة من قبل القفا فإن قطع الأكثر من هذه الأشياء قبل أن يموت حلت، وإن ماتت قبل قطع الأكثر من هذه الأشياء لا يحل، ويكره هذا الفعل؛ لأنه خلاف السنة وفيه زيادة إيلام'' (المحيط البرہانی ۴۴۹،۸ کتاب الذبائح، الفصل الثانی فی صفۃ الزکوۃ)۔

(گدی کی طرف سے بکری ذبح کرے پس اگر ان رگوں میں سے اکثر اس کے مرنے سے پہلے کٹ جائے تو حلال ہے، اور اگراکثر کے کٹنے سے پہلے مرجائے تو حلال نہیں ہے، نیز یہ فعل مکروہ ہے، اس لئے کہ خلاف سنت ہے، اور اس میں زیادہ تکلیف پہنچانا ہے)۔

یہ تو بہرحال حلال جانوروں کی بابت ہے، اگر جانور حلال بھی نہیں ہےتو بھی اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا کہ جس سے اس کو زیادہ تکلیف ہو جائز نہیں ہے، بالخصوص آگ میں جلانا، اعضاء وغیرہ کو زندہ رہتے کاٹنا ان سب کی گنجائش نہیں ہے۔

''إحراق القمل والعقرب بالنار مكروه'' (عالمگیری۳۶۱،۵ کتاب الکراہیۃ ،الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم)۔

(کھٹمل اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ ہے)۔

''الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب ولا تعرک أذنها، بل تذبح بسكين حاد كذا فی الوجيز الكردری'' (عالمگیری ۳۶۱،۵ کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی والعشرون فیمایسع من جراحات بنی آدم)۔

(بلی اگر موذی ہو تو اس کو مارا نہیں جائے گا اور نہ کان کاٹا جائے گا بلکہ تیز چھری سے ذبح کی جائے گی)۔

''وكذا الحمار إذا مرض ولا ينتفع به فلا بأس بأن يذبح فيراح ويستراح منه'' (تاتارخانیہ۲۲۴،۱۸ کتاب الکراہیۃ، الفصل الثالث والعشرون)۔

(اسی طرح گدھا جب مریض ہوجائے اور اس سے انتفاع نہ ہوسکے تو ذبح کرنے میں حرج نہیں ہے؛ تاکہ اس کو بھی راحت پہنچائی جائے اور اس سے بھی راحت حاصل کی جائے)۔

اس لئے مرغیوں یا دیگر حیوانات کو ایسڈ کے ذریعہ بے ہوش کرنا پھر ان کو جلانا، یا زندہ دفن کرنا جائز نہیں ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذبح کرکے دفن کردیا جائے یا خاکستر کردیا جائے، ظاہر ہے اگر کسی پولٹری فارم میں ہزار کی تعداد میں بھی مرغیاں

ہونگی تو دوچار مزدور دن رات کام کرکے اس کو انجام دے سکتے ہیں، دفع مضرت کے لئے انسان جہاں اس سرمایہ سے دست بردار ہورہا ہے تھوڑا اور خرچ کرکے اسلامی طریقہ کو اپناسکتا ہے۔

(۱۲) کن مقاصد کے لئے جانور کو مارا جاسکتا ہے:

انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے، بشرطیکہ جانور کی جان اس مقصد سے اعلی اور زیادہ نفع بخش نہ ہو، فقہاء لکھتے ہیں:

''نعامۃ ابتلعت لؤلؤۃ للغیر أو دخل قرن شاۃ فی قدر الباقلانی وتعذر إخراجہ ینظر إلی أیہما أکثر قیمۃ فیقدم علی غیرہ، ولذا لو دخلت دابۃ داراً لا یمکن إخراجہا إلا بہدم الدار ینظر إلی أیہما أکثر قیمۃ، فیقدم علی غیرہ، فیہدم أو یذبح'' (البحر الرائق ۲۰۵،۸ کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، ط: رشیدیہ پاکستان)۔

(ایک شتر مرغ نے دوسرے کی موتی نگل لیا، یا ایک بکری کی سینگ باقلانی کی ہانڈی میں گھس گئی حتی کہ اس کا نکالنا مشکل ہوگیا، تو دیکھا جائے گا کہ ان میں زیادہ قیمت کس کی ہے اس کو دوسرے پر مقدم کیا جائے گا، اسی وجہ سے اگر کوئی جانور کسی گھر میں داخل ہوجائے کہ اس کا نکالنا بغیر گھر منہدم کئے ممکن نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ کس کی قیمت زیادہ ہے، اس کو مقدم کیا جائے گا، پس یا تو منہدم کیا جائے گا یا ذبح کردیا جائے گا)۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ایک نفع کو حاصل کرنے کے لئے اس سے انفع کو ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے، اس لئے ہاتھی دانت حاصل کرنے کے لئے یا کوئی قیمتی کھال حاصل کرنے کے لئے مارنا اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ جانور کی قیمت ان اشیاء کے مقابلہ کم ہو، اکثر اوقات ایسا ہوتا نہیں ہے اس لئے اس کے مرنے کا انتظار کرنا چاہئے، ہاں بیمار ہوجائے تو ایسے وقت اس کو ذبح کرنا جائز ہوگا، اس لئے ذبح کرکے ان مصالح کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۱۳) موذی جانور کو مارنے کا حکم:

جانوروں کی جان کی حفاظت اسی وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جانور تکلیف پہنچانے لگیں، یا پہنچانے کا خدشہ ہو تو ان کو قتل کرنے کی اجازت ہے، یہی وجہ ہے کہ حرم پاک جو سارے جانداروں کے لئے پناہ گاہ ہے، مگر وہاں بھی ''فواسق '' کو قتل کرنے کی اجازت ہے؛ کیوں کہ ان کی طبیعت میں خبث اور ایذاء کا جذبہ ہے، اسی طرح بلی کے بارے میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر ایذا دینے لگے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

''الہرۃ إذا کانت مؤذیۃ یذبحہا بالسکین'' (البحر الرائق۲۰۴،۸ کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع)۔

(بلی جب کہ موذی ہو اس کو چاقو سے ذبح کردے)۔

اسی طرح کسی قریہ کے لوگ وہاں کے کتوں سے ایذا محسوس کرتے ہوں تو مالک سے قتل کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، اگر مالک راضی نہ ہو تو قاضی کی عدالت سے بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

''قریۃ فیہا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منہا ضرر یؤمر أرباب الکلاب بأن یقتلوا کلابہم؛ لأن دفع الضرر واجب وإن أبوا ألزمہم القاضی'' (البحر الرائق۸؍۲۰۴ کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع)۔

(کسی قریہ میں بہت سے کتے ہوں اور اہل قریہ کو ان سے تکلیف ہو تو مالکان کو حکم دیا جائے گا کہ ان کتوں کو قتل کریں، اس لئے کہ دفع ضرر واجب ہے، اور اگر انکار کریں تو قاضی ان کو مجبور کرے گا)۔

ماحولیات کا تحفظ اپنی جگہ اہم ہے۔ بعض حیوانات سے ماحولیات کا تحفظ ہوتا بھی ہے اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر دفع مضرت بھی ضروری ہے، اس لئے اگر کسی جانور کے بارے میں متحقق ہوجائے کہ موذی ہے، اور وہ کسی کی ملک ہے تو مالک کو ہی کہا جائے گا کہ قتل کردو، اور اگر اس کا کوئی مالک نہیں ہے تو کوئی بھی شخص اس کو قتل کرسکتا ہے، اور یہ بات کہ کون سا جانور موذی ہے اور کون سا نہیں تو اس کے لئے ضابطہ یہ ہوگا کہ جن جانوروں کی طبیعت میں حملہ کرنا ہے اور وہ آبادی میں آجائے تو قابل گردن زدنی ہے۔ اسی طرح جو جانور لوگوں کے مابین آبادی میں رہتے ہیں وہ اگر حملہ کرنے لگیں تو وہ بھی موذی کی فہرست میں ہوکر قتل کے مستحق ہوجائینگے۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی بابت، قرآن وحدیث اور فقہاء کی ہدایات:

قرآن وحدیث نیز فقہاء کے استنباطات سے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) اس کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے، سب سے پہلا حسن سلوک تو یہی ہے کہ اگر کوئی اس کا مالک ہے تو جس طرح ملکیت کی بنا پر غلاموں کا نفقہ واجب ہوتا ہے، ملکیت کی بنا پر جانوروں کا نفقہ بھی واجب ہوگا، جامعین موسوعہ لکھتے ہیں:

''لا خلاف بین الفقہاء فی أن نفقۃ الحیوان علی مالکہ وہو مقدر بالکفایۃ'' (موسوعہ ۹۴؍۴۱ مادہ: نفقہ)۔

(کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جانور کا نفقہ بقدر کفایت اس کے مالک پر واجب ہے)۔

اگر انفاق پر قدرت نہیں ہے تو اس کو آزاد چھوڑ دے؛ تاکہ خود وہ اپنی غذا تلاش کرسکے، یا بیع کردے؛ تاکہ دوسرا مالک اس کے لئے چارہ کا نظم کرے، حدیث میں ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ اس کو عذاب میں اس لئے مبتلا کیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا تھا، نہ تو کھلایا کرتی اور نہ ہی آزاد کرتی کہ خود اپنا چارہ تلاش کرتی۔

''عذبت امرأۃ فی ہرۃ ربطتہا حتی ماتت فدخلت فیہا النار، لا ہی أطعمتہا ولا سقتہا إذ حبستہا،

ولا ہی ترکتہا تأکل من خشاش الأرض" (بخاری ۴۹۵٫۱ کتاب الانبیاء، حدیث بنی اسرائیل)۔

(ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے اس کو باندھ کر رکھا یہاں تک کہ مرگئی چنانچہ اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگی، نہ تو کھلایا پلایا اس لئے کہ محبوس کرکے رکھا، اور نہ چھوڑا کہ زمین کے حشرات کھالیتی)۔

(۲)اگر حیوانات کسی کی ملک نہیں پھر بھی ہلاکت سے بچایا جائے، اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا: ''إن رجلاً رأی کلباً یأکل الثری من العطش فأخذ الرجل خفہ فجعل یغرف لہ بہ حتی أرواہ فشکر اللہ لہ فأدخلہ الجنۃ'' (بخاری۲۹٫۱ کتاب الوضوء، باب إذا شرب الکلب فی الاناء)۔

(ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا کہ پیاس کے مارے گیلی مٹی کھا رہا ہے، تو وہ شخص اپنے خف میں پانی بھر کر اس کو پلانے لگا یہاں تک کہ اس کو آسودہ کردیا، چنانچہ اللہ نے اس کی قدر کی اورجنت میں داخل کردیا)۔

بعض روایتوں میں اتنا اضافہ بھی ہے، صحابہ نے پوچھا کہ کیا بہائم میں بھی اجر ہوتا ہے، تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''فی کل کبد رطب أجر" (ہر زندہ حیوان میں اجر ہوتا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حیوان اگر موذی نہیں ہے تو اس کو مرنے سے بچانے کی تدبیر بھی کی جائے گی، یہ اللہ کے نزدیک قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے والی چیز ہے۔

(۳) غیر معمولی مشقت سے بچایا جائے، اس کے تحت وہ تمام صورتیں داخل ہونگی جن میں جانوروں کو تکلیف ہوتی ہو۔

(الف) جس سوراخ میں کوئی جاندار رہتا ہو اس میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا۔

''نہی أن یبال فی الجحر، قال:قالوا لقتادۃ:ما یکرہ من البول فی الجحر؟ قال: کان یقال: إنہا مساکن الجن" (ابوداؤد ۵٫۱، کتا ب الطہارۃ، باب النہی عن البول فی الجحر)۔

(اللہ کے رسولﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا، راوی کہتے ہیں: شاگردوں نے قتادہ سے پوچھا: پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے؟ تو فرمایا: یہ مستور رہنے والی مخلوق (جن وحشرات کے گھر ہیں)۔

(ب) تانت کی لگام اور گردن میں پھندا ڈالنے سے منع کیا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے اس کی گردن مجروح ہوجائے۔

''من عقد لحیتہ أو تقلد وتراً، أو استنجی برجیع دابۃ أو عظم فإن محمداً عنہ بریٔ" (ابوداؤد۹٫۱ کتاب الطہارۃ، باب ما ینہی عنہ أن یستنجی بہ)۔

(جس نے ڈاڑھی میں گرہ لگائی، یا تانت کو اونٹ کی گردن میں ڈالا، یا دابہ کی لید یا ہڈی سے استنجا کیا تو اللہ کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں)۔

(ج) ذبح وقتل ہر دو میں حسن معاملہ کی تعلیم دی گئی ہے، جیسا کہ حدیث اوپر گزری۔

اسی بنیاد پر فقہاء نے گدی کی جانب سے ذبح کرنے سے منع کیا ہے کہ اس میں خواہ مخواہ کی زیادہ تکلیف ہوگی (المحیط البرہانی ۴۴۹،۸ کتاب الذبائح، الفصل الثانی فی صفۃ الذکاۃ)۔

چھری کو تیز کئے بغیر ذبح کرنا، یا ناخن سے ذبح کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

(د) آگ میں جلانا بھی جائز نہیں ہے کہ اس میں زیادہ تکلیف پہنچانا ہے۔

(ھ) دو جانور کو آپس میں لڑانے سے منع کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ دو جانور جب لڑتے ہیں تو جب تک لہولہان نہ ہوجائیں اس وقت تک الگ ہوتے نہیں ہیں، حدیث میں آیا ہے:

''نہی عن التحریش بین البہائم'' (ابوداؤد۱،۲۴۶ کتاب الجہاد، باب فی التحریش بین البہائم)۔

(بہائم کے مابین تحریش سے منع فرمایا)۔

(۴) جو جانور جتنے بوجھ کا متحمل ہو اور جس کام کے لائق ہو وہی کام اس سے لینا حسن سلوک ہے، اس کے خلاف اس کی فطرت وطبیعت کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے، اس بابت اللہ کے رسول ﷺ نے گذشتہ اقوام کا قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک گائے پر جب اس کا مالک سوار ہوا تو اس نے متوجہ ہوکر عرض کیا:

''لم أخلق لہذا، خلقت للحراثۃ'' (بخاری۱،۳۱۲ کتاب الحرث والمزارعۃ، باب استعمال البقر للحراثۃ)۔

(میں اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوئی، میرا کام تو حراثت ہے)۔

اسی طرح سواری کے لائق سواری پر سفر کرنے کی اجازت تو ہے؛ البتہ اس کو منبر بنانے سے منع کیاگیا ہے، اس پر بلا کسی ضرورت کھڑے ہوکر انسان تقریر کرے یا بات کرے۔

''إیای أن تتخذوا ظہور دوابکم منابر'' (ابوداؤد۱،۳۴۷ کتاب الجہاد، باب فی الوقوف علی الدابۃ)۔

(اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر بنانےسے بچو)۔

یہ اور اس قسم کی متعدد احادیث واجتہادات فقہاء ہیں جو جاندار مخلوق کے ساتھ حسن سلوک پر آمادہ کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

خلاصہ جوابات:

(۱) لحمی اجزاء اگر پاک ہیں نیز جس جانور کو کھلایا جارہا ہے اس کا ہاضمہ اس کو قبول بھی کرتا ہے تو ان اجزاء کو غذا بنانے میں حرج نہیں ہے۔

(۲) جانوروں کو انجکشن اس لئے دینا کہ دودھ کی افزائش ہو، اور اس کی وجہ سے پُرگوشت ہوجائے اگر انسانی صحت کے لئے بھی ضرر رساں نہ ہوتو جائز ہے۔

(۳) حلال وحرام جانور کے اختلاط سے حصول نسل اچھا نہیں ہے، مگر ''ماں'' حلال جانور ہے تو وہ جانور بھی حلال ہوگا، لہذا جرسی گائے چونکہ گائے سے ہی

پیدا ہوتی ہے اس لئے گائے کے حکم میں ہوگی، اور بلا تکلف اس کا گوشت،دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے، شرعی قباحت نہیں ہے۔

(۴) پرندوں اور جانوروں کو پنجروں میں رکھنے میں حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ان کے کھانے پینے، نیز سردی وگرمی سے بچنے کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔

(۵) خطرناک قسم کے جانوروں کو بلا کسی حاجت محض شوق پورا کرنے کے لئے پنجروں میں بند کرکے رکھنا جائز نہیں ہے۔

(۶) جانوروں کو مریض بناکر ان پر طبی تحقیقات کرنا جانوروں کو بے جا تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔

(۷) زندہ جانور کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔

(۸) ایسے جانوروں کے شکار کی بابت جو ملکی وریاستی سمجھے جاتے ہیں، نیز کسی قوم سے تقدس ومعبودیت کا تعلق نہ ہو اور حکومت کی جانب سے پابندی ہو تو وہ پابندی واجب العمل ہوگی۔

(۹) ایسے جانوروں کو ذبح کرنا جو دوسرے اقوام کے یہاں مقدس ومعبود تصور کئے جاتے ہیں جائز ہے؛ البتہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو مکمل اخفاء وستر کا معاملہ کیا جائے۔

(۱۰) ''مہمان پرندے '' یا جنگلات کے بعض جانوروں کے شکار پر اگر حکومت کی جانب سے پابندی ہو تو وہ واجب العمل ہوگا۔

(۱۱) امراض کو روکنے کے لئے جانوروں کو مارنے کا طریقہ اسلام میں ذبح کرنا ہے۔

(۱۲) انسانی مصالح کے لئے جانور کو قتل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ نفع جس کے لئے جانور کو قتل کیا جارہا ہے اس جانور کے مقابلہ میں ادنی نہ ہو۔

(۱۳) موذی جانور کو قتل کرنا جائز ہے۔

(۱۴) احادیث وفقہاء کے ارشادات میں جانوروں کے ساتھ اچھا معاملہ اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے، مثلاً :

۱۔ ان کا نفقہ مالک پر واجب ہوگا، اگر انفاق کی صلاحیت نہیں تو آزاد کرے یا بیع کردے۔

۲۔ اگر جانور کسی کی ملک نہیں ہے تو بھی اس کو ہلاکت سے بچانے کی تدبیر کی جائے گی بشرطیکہ موذی نہ ہو۔

۳۔ غیر معمولی مشقت اور تکلیف سے حتی الامکان بچایا جائے گا۔

۴۔ جو حیوان جس کام کے لئے جسمانی وتخلیقی طور پر موزوں ہے وہی کام اس سے لیا جائے گا دوسرا کام لینا اس پر ظلم ہوگا۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان سے متعلق احکام

مفتی جمیل احمد نذیری•

ساری کائنات انسان کے لئے :

کائنات عالم کی سب سے اشرف اور معزز ومکرم مخلوق انسان ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''لقد خلقنا الإنسان فی أحسن تقویم'' (التین: ۴)۔

(ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلق تفضیلا'' (اسراء : ۷۰)۔

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا، اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں، اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی)۔

زمین وآسمان اور زمین وآسمان کی ساری چیزیں، یا بالفاظ دیگر پوری کائنات عالم، اسی اشرف ومکرم مخلوق انسان کے لئے بنائی گئی ہے، اسی کے تابع فرمان کردی گئی اور اسی کے کام میں لگا دی گئی ہے۔

''ألم تروا أن اللہ سخر لکم ما فی السموات ومافی الأرض وأسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ'' (لقمان: ۲۰)۔

(کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالی نے ان تمام چیزوں کوتمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کررکھی ہیں)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض والفلک تجری فی البحر بأمرہ ویمسک السماء أن تقع علی الأرض إلا بإذنہ'' (حج: ۶۵)۔

(اور کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالی نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو بھی کہ وہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے مگر یہ کہ خود اس کا حکم ہوجائے)۔

• مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ ، مبارکپور، اعظم گڈھ

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

''اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بأمرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون،و سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ، إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون'' (جاثیہ: ١٢-١٣)۔

(اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا؛ تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی رو زی کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اسی طرح جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں، ان سب کو اپنی طرف سے مسخر کردیا، بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں)۔

چرند وپرند سے انسانوں کے فائدے:

جب ساری کائنات انسان کے لئے ہے تو سارے حیوانات چرند وپرند بھی انسان کے لئے مسخر اور تابع فرمان ہوئے، کسی نہ کسی طور پر اس کےکام کے لئے ہوئے۔

سورہ نحل میں ہے:

''اور (نیز) تمہارے لئے مویشی میں بھی غور درکار ہے، ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے، اس کے درمیان میں سے صاف اور (گلے میں) آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں، اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں اور جو لوگ عمارتیں بناتے ہیں، ان میں پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر، پھر اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان ہیں۔ اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں '' (نحل: ۶۶ تا ۶۹ ترجمہ تھانوی)۔

اسی سورہ میں مزید اللہ تعالی یہ بھی فرماتے ہیں:

''کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے (کھلے) میدان میں مسخر ہورہے ہیں، ان کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے، اس میں ایمان والے لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں، اور اللہ تعالی نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو، اور ان کے اون اور ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں، اور اللہ تعالی نے تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائیں جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں، اللہ تعالی تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ

تم فرمانبردار رہو ’’ (آیت۷۹ تا ۸۱ ترجمہ تھانوی)۔

سورہ مومنون میں ہے:

‘‘وإن لکم فی الأنعام لعبرة، نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرة ومنہا تأکلون وعلیہا وعلی الفلک تحملون’’ (مومنون: ۲۱۔۲۲)۔

(اور تمہارے لئے مویشی میں بھی غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کےپیٹ ہی کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور نیز ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو، اوران پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے بھی ہو)۔

سورہ غافر آیات نمبر ۷۹و ۸۰ اسی مفہوم کی ہیں۔

سورہ نحل میں ہے:

‘‘اور اسی نے چوپایوں کو بنایا اور ان میں تمہارے جاڑے کا (بھی) سامان ہے اور (بھی) بہت سے فائدے ہیں، اوران میں سے کھاتے بھی ہو، اورا ن کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت لاتے ہو اور جب کہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو، اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے، اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوا ہو اور نیز زینت کے لئے بھی، اور وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں ’’ (آیت ۵ تا ۸)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ‘‘سیرت النبی جلد پنجم میں ’’ جانوروں کے حقوق کے عنوان سے اس موضوع پر بہت اچھی گفتگو کی ہے۔ اس کا چیدہ حصہ یہاں نقل کیاجاتا ہے:

‘‘اسلام دنیا میں لطف ومحبت کا جو عام پیغام لے کر آیا تھا اس کا سلسلہ حیوانات تک وسیع ہے، اس نے حیوانات کے ساتھ متعدد طریقوں سے سلوک کرنے کی ہدایت کی، اہل عرب وحشت اور قساوت کی وجہ سے حیوانات پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے، اور جانوروں کو اندھا دھند مار کر گرا دیتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ان کو کھاجاؤ، اور اسی کو فیاضی سمجھتےتھے۔

..... ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرجاتا تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باند ھتے تھے اور اس کو دانہ گھاس اور پانی نہیں دیتے تھے اور وہ اسی حالت میں سوکھ کر مرجاتا ۔ ایسے جانور کو ‘‘بلیہ ’’ کہتے تھے۔ اسلام آیا تو اس نے اس سنگدلی کو مٹادیا۔ عرب میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جانور کو کسی چیز سے باندھ کر اس پر نشانہ لگاتے تھے، آنحضرتﷺ نے اس قسم کے جانوروں کے گوشت کو

ناجائز قرار دیا، اور عام حکم دیا کہ کسی ذی روح کو اس طرح نشانہ نہ بنایا جائے (ترمذی، ابواب الصید، باب ما جاء فی کراہیۃ أکل بصورۃ، صفحہ۲۵۵) ..... اس سے بھی زیادہ بے رحمانہ طریقہ یہ تھا کہ زندہ اونٹ کے کوہان اور دنبہ کے دم کی چکتی کاٹ کر کھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں آکر یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اس طریقہ سے زندہ جانوروں کا جو گوشت کاٹ کر کھایا جاتا ہے وہ مردار ہے (ترمذی، ابواب الصید، باب ما جاء ما قطع من الحی فہو میت) ..... بلا ضرورت کسی جانور کے قتل کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے (مستدرک حاکم ۱۸۲،۲) ..... جو جانور ضرورتاً مارے یا ذبح کئے جاتے ہیں ان کو مارنے یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح کی نرمی کا حکم دیا (مشکوۃ کتاب الصید والذبائح،۳۶۳) ..... دانت سے کاٹ کر یا ناخن سے خراش دے کر جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانعت فرمائی؛ کیونکہ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے، کنکر، پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن شکست کھاسکتا ہے؛ البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے، آنکھ پھوٹ سکتی ہے، مطلب یہ کہ بلا ضرورت جانوروں اور پرندوں کو جسمانی صدمہ پہنچانا جائز نہیں (بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف والبندقۃ)..... عملی طور پر جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے کے متعدد اصول بتائے، یعنی:

(۱) جو جانور جس کام کے لئے پیدا کیاگیا ہے، اس سے وہی کام لینا چاہئے (بخاری، ابواب الحرث والمزارعۃ، باب استعمال البقر للحرثۃ)۔

(۲) جانوروں کے آرام وآسائش کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۳) جانوروں کے منھ پر مارنے یا اس پر داغ دینے کی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب وسم الدابۃ)۔

(۴) جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا کہ اس سے بے فائدہ گھائل اور زخمی ہوکر تکلیف پاتے ہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد،باب التحریش بین البہائم) (ص ۳۴۳ تا ۳۵۰)۔

جانوروں کا نفقہ (یہ مضمون آخر تک احقر کی کتاب نان ونفقہ کا مسئلہ اور شریعت وقانون صفحہ۱۲۹ سے ماخوذ ہے):

جو جانور کسی نے پال رکھے ہوں، ان کا نفقہ اس پر واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے اونٹ کو دیکھ کر جس کی پیٹھ بھوک وپیاس کی وجہ سے پیٹ سے جالگی تھی۔ ارشاد فرمایا:

''اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ'' (مشکوۃ۲۹۲،۲ بحوالہ ابوداؤد)۔

(ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو)۔

بدائع الصنائع میں ہے:

''وروی عن أبی یوسف أنہ یجبر علیہا لأن فی ترکہ جائعاً تعذیب الحیوان بلا فائدۃ وتضییع المال ونہی رسول اللہﷺ من ذلک کلہ ولأنہ سفہ لخلوہ عن العاقبۃ الحمیدۃ والسفہ حرام عقلاً'' (بدائع الصنائع۴،۴۰)۔

(امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ جانوروں کا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ انھیں بھوکا چھوڑنے پر جانور کو بلا فائدہ تکلیف دینا ہے اور مال کی اضاعت بھی ہے، رسول اللہﷺ نے ان سب باتوں سے منع فرمایا ہے، اور اس لئے بھی مجبور کیا جائے گا کہ جانور کو نفقہ نہ دینا بے وقوفی ہے؛ کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں یعنی جانور مرجائے گا، اور بے وقوفی عقلاً حرام ہے)۔

عالمگیری میں ہے:

''ومن ملک بہیمۃ لزمہ علفہا وسقیہا'' (فتاوی عالمگیری۲،۱۵۴)۔

(جو کسی جانور کا مالک ہو اس پر اسے چارہ وپانی دینا لازم ہے)۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ ساری کائنات انسان کے فائدہ اٹھانے کے لئے بنی ہے۔

''إن الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرۃ'' (بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو)۔

چرند وپرند بھی انسان کے فائدہ ہی کے لئےہیں، اگر انسان چرند وپرند میں سے کسی کو اپنے پاس رکھ کر ان سے فائدہ اٹھاتا ہے تو ان کے ساتھ حسن سلوک بھی لازم ہے، اور چرند وپرند کو انسان اس کے مطابق اپنے استعمال میں لائے جتنی اسے ضرورت ہو، جہاں اسے ضرورت ہو، نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کرے، نہ بے ضرورت استعمال کرے۔

سوالنامہ کے جوابات:

۱۔ لحمی اجزاء اگر حلال ہوں تو کوئی حرج نہیں، حرام اجزاء نہ شامل کئے جائیں۔ کسی جانور کا از خود حرام چیز کو کھالینا الگ چیز ہے، اور اسے جان بوجھ کر حرام چیز کھلانا الگ چیز ہے، پہلی صورت پر کوئی شرعی حکم نہیں لگے گا؛ کیونکہ وہ احکام شرع کا مکلف نہیں، دوسری صورت جائز نہ ہوگی؛ کیونکہ انسان، احکام شرع کا مکلف ہے، وہ نہ خود حرام کھائے، نہ کسی انسان یا جانور کو کھلائے۔

جانور کو تیزی سے بڑھانے کی کوشش کرنا اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا، انسانی ضرورت ہے تو جائز ہے، اور چارہ خور جانور کو لحمی اجزاء والی غذا دینا، اس کے خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے حرام ہوجائے، احقر کو اس کی کوئی دلیل نہیں ملی۔

۲۔ یہ بھی جائز ہے ۔

۳۔ توالد وتناسل کے لئے صرف اپنی ہی جنس وصفت سے استمتاع احکام شرع کے مکلف انسانوں کے لئے ہے۔ جانوروں کے لئے اس قسم کا کوئی شرعی حکم احقر کی نگاہ میں نہیں، پھر یہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، اس لئے بھی اس اختلاط پر حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

جو بچے پیدا ہوگے وہ ماں کی نسل وجنس سے مانے جائینگے، اگر ماں حلال جانور ہے تو اس سے پیدا شدہ بچے بھی حلال ہونگے۔

''والمتولد من الأہلی والوحشی یتبع الأم '' (الدر المختار۶،۳۲۲)۔

''وفی المتولد بین الوحشی والأہلی یعتبر الأم إن کانت وحشیۃ لا تجزئ فی الأضحیۃ وإن کانت الأم أہلیۃ تجزئ'' (تاتارخانیہ ۱۷،۴۳۳، ہندیہ ۵،۲۹۷)۔

''قال فی البدائع فلو نزا ثور وحشی علی بقرۃ أہلیۃ فولدت ولداً یضحی بہ دون العکس لأنہ ینفصل عن الأم وہو حیوان متقوم تتعلق بہ الأحکام ومن الأب ماء مہین ولذا یتبع الأم فی الرق والحریۃ'' (رد المحتار۶،۳۲۲، بدائع الصنائع ۴،۲۰۳)۔

(بدائع میں ہے کہ اگر کسی وحشی بیل (نیل گائے کا نر) نے (گھریلو) گائے سے جفتی کی اور بچہ پیدا ہوا تو اس کی قربانی کی جائے گی، اس کے برعکس میں نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ بچہ ماں سے جدا ہواہےاور وہ ایک ایسا حیوان متقوم ہے جس کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہیں، اور باپ سے ایک حقیر پانی نکلا ہے، اسی وجہ سے بچہ غلامی اور آزادی میں ماں کے تابع ہوتا ہے)۔

۴۔ چونکہ ساری کائنات مع ان جانوروں کے، انسانو نکے لئے مسخر کی گئی ہے، اس لئے بطور زینت ان جانوروں کو پالا جاسکتا ہے، اور پالنا بغیر پنجرہ مینبند کئے عملاً وعموماً ممکن نہیں، زینت اختیار کرنا انسان کی ایک جائز ضرورت ہے، لیکن اس کے کھانے پینے اور آرام وراحت کا پورا پورا خیال رکھنا ہوگا۔

''عن أنس قال:کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر:یا أبا عمیر ما فعل النغیر، کان لہ نغیر یلعب بہ فمات'' (متفق علیہ؛ مشکوۃ المصابیح۲،۴۱۶)۔

(حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ ہم میں گھل مل کر رہتےتھے، یہاں تک کہ ایک دن آپﷺ نے میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر سے کہا : اے ابوعمیر تمہاری نغیر (چڑیا) کیا ہوئی؟ ابو عمیر کی ایک نغیر (چڑیا) تھی جو مر گئی تھی)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''ویجوز أیضاً بیع ما ینتفع بلونہ کالطاؤس أو ینتفع بصوتہ کالبلبل والفراز والببغاء والزرزور والعندلیب ونحوہا'' (الموسوعہ الفقہیہ۲۹،۱۴۸)۔

(اس چیز کو بھی بیچنا جائز ہے جس کے رنگ سے نفع اٹھایاجائے جیسے مور، یا جس کی آواز سے لطف اندوز ہوا جائے جیسے بلبل، فراز، طوطا، زرزور، عندلیب وغیرہ)۔

ظاہر ہے کہ یہ خریدنا پالنے کے لئے ہی ہے؛ تاکہ اس کے رنگ وآواز سے لطف اندوز ہو۔

لیکن پنجرہ میں بند کرکے رکھنے میں جواز کے باوجود کسی درجہ میں کراہت بھی ہے؛ کیونکہ جانور اپنے ماحول وجگہ سے مانوس ہوتا ہے، اور پنجرہ اس کے لئے غیر مانوس چیز ہے، رسول اللہﷺ نے ایک صحابی کو جو گوریا کے گھونسلے سے اس کے بچے لے کر آئے تھے، اور پیچھے پیچھے گوریا بھی آگئی تھی، فرمایا تھا:

''ارجع بہن حتی تضعہن من حیث أخذتہن وأمہن معہن فرجع بہن'' (مشکوۃ۲۰۸،۱)۔

(جاؤ اسے وہیں لے جاکر رکھ دو جہاں سے تم نے اٹھایا ہے اور ان کی ماں بھی ان کے ساتھ تھی، اس شخص نے ان کو وہیں لے جا کر رکھ دیا)۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

''أی وضعہن حیث أخذہن مع أمہن لأنفسہم بمکانہن'' (مرقاۃ المفاتیح ۲۸۶،۵ باب سعۃ رحمۃ اللہ)۔

(یعنی اس شخص ان بچوں ان کی ماں کے ساتھ اسی جگہ لے جاکر رکھ دیا جہاں سے لایا تھا ان کے اس جگہ سے مانوس ہونے کی وجہ سے)۔

۵۔ اس طرح کا شوق پورا کرنے کی ہرگز شرعاً گنجائش نہیں؛ کیونکہ یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، قرآن کہتا ہے:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (بقرہ: ۱۹۵) (اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

احادیث نبویہ ان جانوروں کو مارنے کا حکم دے رہی ہیں، یہ احمق لوگ ان کی پرورش کررہے ہیں، جواب نمبر ۱۳ کے تحت احادیث ملاحظہ کریں۔

۶۔ جانوروں پر میڈیکل تجربات درست ہیں؛ کیونکہ انسانی ضرورت کے تحت ہیں، یہ بلا ضرورت انہیں مشق ستم بنانا نہیں ہے، پہلے ہی بتایا جاچکا ہے کہ ساری کائنات مع ان جانوروں کے، انسانو نکی منفعت کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔

۷۔ دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا جائز نہیں لگتا، اسی طرح آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہو، یہ بھی جائز نہیں لگتا۔ لیکن اگر اس پہلو سے غور کیا جائے کہ یہ شدید انسانی ضرورت کے تحت ہے، یہ ان جانوروں کو بلا ضرورت تکلیف پہنچانا نہیں ہے۔

جبکہ دوسری طرف دوا علاج کرانے اور دوا علاج تلاش کرنے کا احادیث نبویہ میں حکم دیاگیا ہے:

(الف) ‘‘عن جابر قال:قال رسول اللہ ﷺ:لکل داء دواء فإذا أصیب دواء الداء برأ بإذن اللہ’’ رواہ مسلم (مشکوۃ المصابیح۲،۳۸۷)۔

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے، جب دوا بیماری کے موافق ہوجائے تو اللہ کے حکم سے مریض اچھا ہوجاتا ہے)۔

(ب) ‘‘عن أسامۃ بن شریک قال:قالوا:یا رسول اللہ أفنتداوی؟ قال:نعم یا عباد اللہ! تداووا فإن اللہ لم یضع داء إلا وضع لہ شفاء’’ رواہ احمدوالترمذی وابوداؤد (کتاب مذکور، ص۳۸۸)۔

(حضرت اسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اے اللہ کے بندو! دوا کرو؛ کیونکہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کی شفا بھی مقرر کردی ہے)۔

(ج) ‘‘عن أبی الدرداء قال:قال رسول اللہ ﷺ:إن اللہ أنزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تتداووا بحرام’’ رواہ ابوداؤد (حوالہ مذکورہ)۔

(حضرت ابودرداءسے روایت ہے وہ کہتےہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے بیماری اور دوا کو اتارا ہے، اور ہر بیماری کی دوا مقرر کردی ہے، تو تم دوا کرو، مگر حرام سے دوا نہ کرو)۔

جانوروں کو زندہ رکھ کر اذیت میں مبتلا رکھنے کی احادیث کریمہ میں ممانعت آئی ہے، اور سوال والی صورت وہی صورت ہے، لیکن طب وعلاج کی شدید انسانی ضرورت کے مدنظر اس کی گنجائش لگتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دوا وغیرہ کے ذریعہ اس جانور کی تکلیف جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کا انتظام پہلے سے ہی رکھا جائے اور فی الفور تلافی کی کوشش کی جائے۔

۸۔ دنیا جوں جوں قیامت کے قریب ہوتی جائے گی، جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جائینگی، غیر دینی مزاج رکھنے والے اسے ماحولیات کے لئے نقصان دہ ہونے کے باعث تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں اور دینی مزاج والے اسے قیامت کے قریب آنے کی علامت ہونے کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں۔

‘‘عن جابر بن عبد اللہ قال:فقد الجراد فی سنۃ من سنی عمر التی توفی فیہا فاہتم بذلک ہماً شدیداً فبعث إلی الیمن راکباً وراکباً إلی العراق وراکباً إلی الشام لیسأل عن الجراد ہل أُری منہ شیئاً فأتاہ الراکب الذی من قبل الیمن بقبضۃ تنثرہا بین یدیہ فلما رأہا عمر کبّر وقال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:إن اللہ عزوجل خلق ألف أمۃ ستمائۃ منہا فی البحر وأربع مائۃ فی البر فإن أول ہلاک ہذہ الأمۃ الجراد فإذا ہلکت الجراد تتابعت الأمم کنظام السلک’’ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوۃ المصابیح۲،۴۷۱)۔

(حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ایک سال، جس سال آپ نے وفات پائی ٹڈی کم ہوگئی، آپ کو اس بات کا سخت غم ہوا، آپ نے یمن کی

طرف ایک سوار بھیجا اور ایک عراق اور ایک شام کی طرف، جو ٹڈی کے متعلق پوچھتے تھے کہ کیا اس کو دیکھا گیا ہے یا نہیں؟ وہ سوار جو یمن کی طرف گیا تھا ایک مٹھی بھر ٹڈی لایا اور حضرت عمرؓ کے سامنے پھیلا دی، جب انہوں نے دیکھا تو اللہ اکبر کہا، اور فرمایا: میں نے رسول اللہﷺ سے سنا ہے، فرماتے تھے: اللہ تعالی نے (باعتبار جنس) ایک ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں، چھ سو سمندر میں ہیں اور چار سو خشکی میں ہیں۔ پس اس امت میں سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی، جب ٹڈی ہلاک ہوجائےگی تو مخلوقات پے درپے ہلاک ہونگی جس طرح موتیوں کی لڑی کی ڈوری ٹوٹ جاتی ہے)۔

لہذا اس سے ماحولیات کا نقصان ہو، یہ زیادہ قابل توجہ نہیں، حکومت کی پابندی ہو تو اس کا خیال ولحاظ رکھنا چاہئے؛ کیونکہ جانوروں کا شکار دینی امور میں سے نہیں ہے۔

۹۔ جہاں شرعاً اس جانور کا بدل موجود ہو اور بآسانی فراہم ہو اور ممنوعہ جانور کے ذبح کرنے پر عزت وآبرو، جان ومال کو سخت خطرات لاحق ہوں وہاں بدل سے کام چلایا جائے، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ یہ پابندی شرعاً واجب العمل نہیں، صرف فتنہ وفساد سے بچنا مقصود ہو اور ہمارے مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے دوسرے ذرائع موجود ہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے سوال کیا گیا:

‘‘مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ اس قسم کا اتفاق کرنا جس کی وجہ سے وہ گائے کی قربانی کو بند کردیں، جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا کسی کو ایسا حق ہے کہ وہ ہندوؤں سے اتفاق کے لئے گائے کی قربانی کو بند کردے۔ اگر کسی کو ایسا حق نہیں ہے تو کیا ایسا شخص شرعاً کچھ مجرم ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

مفتی صاحبؒ نے جواب میں لکھا:

مسلمانوں کا کفار کے ساتھ کسی ایسی بات میں متفق الرائے ہونا جس میں شعار اسلام کی ہتک اور بے حرمتی ہوئی ہو ناجائز اور حرام ہے۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ اس قسم کا اتفاق کرے جس کی وجہ سے گائے کی قربانی کا شرعی اختیار مسلمانوں سے سلب ہوجائے؛ کیونکہ اس میں اسلام کی ہتک ہوتی ہے، کیا وہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے جو اسلام کی ہتک میں کفار کے ساتھ خود بھی شریک ہو، قربانی ایک بڑا اسلامی عمل ہے .....اس میں شک نہیں کہ بالخصوص گائے کی قربانی کرنا کوئی فرض واجب نہیں ہے، لیکن اس موقع پر جبکہ ہندو تعصباً گائے کی قربانی سے مانع ہوں، ان کے اس کہنے کو نہ ماننا اور گائے کی قربانی کرتے رہنا واجب ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ گائے کی قربانی واجب ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہندوؤں کے کہنے سے کسی مباح شرعی کو چھوڑ دینا ناجائز ہے۔ جبکہ اس کے ترک میں ہتک اسلام بھی ہوتی ہو۔ جو لوگ کہ ہندوؤں کے ساتھ ان کے اس قسم کے مشورے میں شریک ہوں وہ گنہگار ہونگے، ان لوگوں کو توبہ کرنا چاہئے اور اپنے اس خیال سے باز آنا چاہئے، ان لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی ’’ (کفایت المفتی۸،۲۰۲)۔

اس جواب میں احقر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہے کہ یہاں کسی کے کہنے سے ‘‘مباح شرعی ’’ کو نہیں چھوڑا جارہا ہے؛ بلکہ بدل موجود وفراہم ہونے کی وجہ سے اپنی عزت وآبرو کو بچانے کے لئے ‘‘مباح شرعی ’’ کو چھوڑا جارہا ہے۔

یہاں اس اصول سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے:

‘‘ولہذا قلنا إن الحانث فی الیمین إذا ذہب مالہ کفّر بالصوم لأن التخییر فی أنواع التکفیر بالمال والنقل عنہ إلی الصوم للعجز فی الحال مع توہم القدرۃ فیما یستقبل تیسیراً للأداء’’ (حسامی،۴۲)۔

(اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص قسم میں حانث ہوجائے اور اس کا مال ضائع ہوجائے تووہ روزہ کے ذریعہ کفارہ دے، اس لئے کہ کفارہ بالمال کی قسموں میں اختیار دینا اور کفارہ بالمال سے فی الحال عاجز ہونے کی صورت میں روزہ کی طرف منتقل ہونا باوجودیکہ زمانۂ مستقبل میں کفارہ بالمال پر قادر ہونے کی امید ہے، یہ ادائیگی کو آسان بنانے والا ہے۔

یہاں بھی حیوانات اضحیہ متعدد ہیں، ان کا تعدد تخییر پر دلالت کرتا ہے اور تخییر ‘‘یسر ’’ کو ثابت کرتی ہے، لہذا عزت بچانے کے لئے ‘‘یسر ’’ کو اختیار کیا جائے۔

۱۰۔ شکار کرنا کوئی دینی شعار نہیں ہے، لہذا سرکاری قوانین کی رعایت کرنی چاہئے، اور مخالفت کرکے عزت وآبرو کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

۱۱۔ یہ اُن جانوروں پر ظلم ہے، انھیں مارا نہ جائے بلکہ دوا وعلاج کے ذریعہ امراض کو پھیلنے سے روکا جائے۔ اور زندہ ہونے کی حالت میں گڑھوں میں دفن کردینا اور بھی بڑا ظلم ہے۔

انہی کے ذریعہ ہی وہ متعدی امراض پھیلینگے، امر موہوم ہے، یہاں جانور کو مار کر منفعت بالواسطہ حاصل کی جارہی ہے۔ خود جانور کی کسی چیز سے منفعت حاصل نہیں کی جارہی ہے، بلکہ ان کو مار کر، ان کے ذریعہ ایک موہوم منفعت حاصل کی جارہی ہے، اب متعدی مرض کا خاتمہ ہوجائے گا، اور مارنے کا بھی انتہائی ظالمانہ طریقہ اختیار کیا جارہا ہے۔

اور اگر یہ بات یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں لگتی ہو کہ وبائی متعدی امراض انھیں سے پھیل رہے ہیں تو ان کے مارنے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں ان کی جان کم تکلیف سے نکلے۔

۱۲۔ جو انسانی مصالح ان جانوروں سے براہ راست حاصل ہوں، انہیں حاصل کرنے کے لئے مارنا پڑے تو مارا جاسکتا ہے، ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال، انہیں جانوروں سے براہ راست حاصل ہوتی ہے، اس قسم کا جو بھی جانور ہو اسے انسانی مصالح کی منفعت کے لئے مارا جاسکتا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

‘‘ویجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل لإطلاق ما تلونا .....
ولأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ وکل ذلک

مشروع'' (ہدایہ۴،۵۱۵)۔

(ہر جانور کا شکار جائز ہے، خواہ اس کا گوشت کھایا جائے یا نہ کھایا جائے، اس آیت ''وإذا حللتم فاصطادوا'' کے مطلق ہونے کی وجہ سے ..... اور اس لئے بھی کہ ان کا شکار کسی نہ کسی طور پر نفع کا سبب ہے، خواہ ان کی کھال کے ذریعہ یا ان کے بال کے ذریعہ یا ان کے پر کے ذریعہ یا ان کے شر سے بچنے کے لئے، اور یہ سب چیزیں جائز ہیں)۔

۱۳۔ جو جانور انسانوں کے جان ومال کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، انھیں مار دیا جائے، ان کے نقصان پہنچانے کا انتظار نہ کیا جائے، اس سے پہلے ہی انھیں مار دیا جائے۔ ہدایہ کی مذکور ہ بالا عبارت میں استدفاع شرہ کے الفاظ موجود ہیں، گویا ان کے شر سے بچنے کے لئے بھی انہیں مار دیا جائے۔

(الف) ''عن ابن عمرأنہ سمع النبیﷺ یقول:اقتلوا الحیات الخ'' متفق علیہ (مشکوۃ المصابیح۲،۳۶۰)۔

(عبد اللہ بن عمرؓ نے رسول اللہﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سانپوں کو مار ڈالو)۔

(ب) ''عن أبی ہریرۃؓ قال:قال رسول اللہﷺ:اقتلوا الأسودین فی الصلوۃ:الحیۃ والعقرب'' رواہ احمد وابوداؤد والترمذی (کتاب مذکور ۱،۹۲)۔

(حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: نماز میں دو کالی چیزوں کو مارو، سانپ اور بچھو کو)۔

(ج) ''عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال:خمس لاجناح علی من قتلہن فی الحرم والإحرام: الفارۃ والغراب والحدأۃ والعقرب والکلب العقور'' متفق علیہ (کتاب مذکور ۱،۲۳۶)۔

(حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کو مارنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ حرم میں مارے یا احرام کی حالت میں، وہ ہیں: چوہا، کوا، گدھ، بچھو اور کاٹنے والا کتا)۔

حضرت عائشہؓ کی روایت میں حیہ (سانپ) کو بھی مارنے کا تذکرہ ہے، اسی طرح گرگٹ اور چھپکلی مارنے کا بھی حکم ہے (کتاب مذکور۲،۳۶۱)۔ انہی احادیث کی روشنی میں دیگر مضرت رساں جانوروں کا بھی حکم نکل آتا ہے۔

ماحولیات کو انسان کے موافق بنانا نفع قلیل ہے، جبکہ ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے کے لئے اور چیزیں بھی موجود ہیں، اس کے بالمقابل ان کی مضرت شدید ہے کہ وہ انسان کو ہی سخت ضرر پہنچا دیتے ہیں۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی وصی احمد قاسمی•

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اورساری چیزوں کو عظیم مقصد وغایت کے لیے پیدا فرمایا، انسان کو صرف اپنی عبادت وبندگی کے لیے پیدا کیا اورانسانوں کے فائدہ کے لیے دنیا اور اس کی ساری چیزوں کو پیدا فرمایاہے،یہ حیوانات انسانوں کے لیے بہت کارآمد ہیں، ان سے ہم انسانوں کی بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں،قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں یہ حقیقت نہایت مؤثر اوربلیغ انداز میں یوں بیان کی گئی ہے کہ!

(کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان (انسانوں)کے لیے چوپائے(بھی)پیدا کئے،جن کے یہ مالک ہیں اوران چوپایوں کو ہم ان کے تابع بنادیا ہے، جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہی اوربعض کے گوشت (یہ انسان) کھاتے ہیں اور پینے کی چیزیں)(سورۂ یٰسین: ۷۱ -۷۳)۔

مذہب اسلام میں جو جامعیت اورآفاقیت ہے،اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتاہے کہ اسلام نے جانوروں کے حقوق بھی متعین کئے ہیں۔بہر کیف موجودہ حالات وواقعات کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی جانب سے مرتب کردہ سوالوں کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی بے شمار قسمیں اورنسلیں انسانوں کی نفع رسانی کے لیے پیدا کیا ،جانوروں کی طبیعت اورفطرت میں بھی نمایاں اختلاف رکھا،مختلف امور کو انجام دینے کے لیے مختلف قسم کے حیوانات کو وجود بخشا،ظاہر ہے کہ جانوروں کی طبیعتوں میں اختلاف کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کی خوراک اورغذا میں بھی ان کی فطرت علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں۔

چنانچہ بعض جانور گوشت خور ہینتو دوسرے سبزی اورگھاس پر اکتفاکرتے ہیں، پھر ان جانوروں کی پسند بھی مختلف ہے،پھر بعض جانور ایسے ہیں جو انسانوں کی ملکیت اوران کے زیر انتظام ہوتے ہیں،جیسے گائے،بیل،بکری،بھینس،اونٹ وغیرہ، اوربعض وہ ہیں جو انسانوں کی ملکیت سے آزاد ہیں،جیسے جنگلی اوروحشی جانور،ان میں ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم دونوں شامل ہیں۔

جو جانور انسانوں کی ملکیت میں ہیں،خواہ وہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم

• نائب قاضی شریعت،امارت شرعیہ،بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ۔

،ان کے خوراک پانی، گرمی وسردی میں آرام وراحت اورحسن سلوک کی مکمل ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی ہے،جانور کا مالک چراگاہ سے اس کی خوراک حاصل کرکے لائے یا جانوروں کو چراگاہ تک لے جائے،یہ نظم وانتظام مالک کے ذمہ ہے۔

جانوروں کی طبیعت وفطرت کے اعتبار سے جوخوراک وغذا اس کی صحت کے لیے مفید ہو، وہ غذا اس اس کے لیے تجویز کی جائے گی،نصوص شرعیہ میں جانوروں کی غذا کے تعلق سے کوئی تخصیص وتعیین معلوم نہیں ہوتی؛بلکہ ہر وہ غذا جو جانور کی صحت اورنشو ونما کے لیے مفید اورمعاون ثابت ہو،اس میں کوئی حرج نہیں ہے،قرآن وحدیث میں جانوروں کی نوعیت کے اعتبار سے اس کے خوراک اورچارہ کے تعلق سے کوئی مخصوص ہدایت موجود نہیں ہے کہ فلاں قسم کے جانور کو فلاں خوراک دی جائے۔

قرآن کریم میں انسانوں اورجانوروں پر انعام واکرام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر مویشی اورچراگاہ کا تذکرہ فرمایاہے:

{وأنزل من السماء ماء فأخرجنا بہ أزواجا من نبات شتیoکلوا وارعوا أنعامکم إن فی ذلک لآیات لأولی النھی} (سورۃ طہ:٥٣-٥٤)۔

اس آیت میں اقسام مختلفہ کے نباتات کا ذکر کرتے ہوئے انسانوں کوہدایت دی گئی ہے کہ تم خود بھی کھاؤ اوراپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔

{والأرض بعد ذلک دحٰھا أخرج منھا ماءھا ومرعاھا والجبال أرساھا متاعا لکم ولأنعامکم} (سورۃالنازعات:٢٧-٣٣)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو شمار کرتے ہوئے کہ ہم نے عجیب طورپر پانی برسایا، پھر عجیب طورپر زمین کو پھاڑا،پھر ہم نے اس میں غلہ اورانگور اورترکاری اورزیتون،کھجور اور گنجان باغ اورمیوے اورچارہ پیدا کیاتمہارے اورتمہارے مویشی کے فائدے کے لیے۔

{فلینظر الإنسان إلی طعامہo أنا صببنا الماء صباo ثم شققنا الأرض شقاo فأنبتنا فیھا حباo وعنبا وقضباo وزیتونا ونخلاo وحدائق غلباo وفاکھۃ وأباo متاعا لکم ولأنعامکم} (سورۃ عبس:٢٤-٣٢)۔

نصوص شرعیہ سے واضح ہوتاہے کہ جانوروں کے چارہ سے متعلق کوئی تخصیص نہیں ہے؛ بلکہ چارہ اورخوراک کا تذکرہ مطلق ہے، اورفقہ کا اصول ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک کوئی دلیل قرآن وحدیث سے اس کی حرمت کے سلسلہ میں وارد نہ ہو،حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتاہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر میں ہے:

''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' (غمز عیون البصائر للحموی شرح الأشباہ والنظائر ١،٢٣٦، دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے،حرمت کسی نص وخبر سے ثابت ہوتی ہے،پس جب تک حرمت کی کوئی دلیل موجود نہ ہو اباحت کا حکم باقی رہے گا۔

سیرت وتاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتاہے کہ کئی بار ایسے مواقع پیش آئے کہ جانوروں کے فطری چارہ کے نہ پائے جانے کی صورت میں دوسری خوراک اورچارہ سے ضروریات کی تکمیل کی گئی،یہی وجہ ہے کہ جانور کے لیے چارہ جَونہ مل سکے تو ایسی صورت میں جانور کو گیہوں کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''ولا بأس بأن يعلف الدابة الحنطة إذا كان لايجد الشعير'' (الفتاوىٰ الهندية،الفصل الأول فی الغنائم ۲،۲۰۹۔دارالفکر بیروت)۔

مذکورہ عبارتوں سے واضح ہوتاہے کہ جانوروں کی غذا اوران کے چارہ کے سلسلہ میں کوئی تعیین نہیں ہے؛اس لیے جانور سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے اوراس کو فربہ وصحت مند بنانے کی غرض سے ایسی غذا اورچارہ تیارکرنا جس میں لحمی اجزاء کی شمولیت ہو،کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے؛بلکہ میری رائے میں درست ہے۔

جانور کو فربہ اورموٹا بنانا فی نفسہ مستحسن عمل ہے،قربانی کے جانور کے بارے میں واضح طور پر احادیث میں صراحت موجود ہے کہ قربانی کے جانور کو موٹا بناؤ،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قربانی کے جانور کو فربہ بناتے تھے،وہ سلسلہ آج بھی قائم ہے،خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فربہ اورموٹے جانور کی قربانی دی ہے،حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کرتے تھے اورمسلمانوں کا بھی یہی عمل تھا۔

''كنا نسمن الأضحية فی المدينة وكان المسلمون يسمنون'' (صحيح البخاری، باب فی الاضحية ۷،۱۰۰، دارطوق النجاه)۔

مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سب سے افضل قربانی وہ ہےجو زیادہ فربہ اورمہنگا ہو۔

''إن أفضل الضحايا أغلاها وأسمنها''(مسند الامام أحمد،حديث جد أبی الأشد السلمی،رقم الحديث: ۱۵۴۹۴)۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتاہے کہ جانور کو فربہ اورموٹا بنانا مستحسن عمل ہے اوراس تعلق سے کسی مخصوص چارہ کی تعیین نہیں کی گئی ہے،موجودہ زمانہ میں جانور سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے میں جس طرح کا چارہ سودمند ہو،اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

حضوراکرم ﷺ نے جانورکے خصی کرانے سے ایک تکلیف دہ عمل کی وجہ سے منع فرمایاتھا،مگر اس عمل کی وجہ سے جانور کی نافعیت اوراس کی نسل کی افزائش میں اضافہ ہوجائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے، اورحضرت عائشہ اورحضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خصی شدہ مینڈھے کی قربانی فرمائی(مستدرک حاکم،الاضاحی۴،۹۳۵۴)۔

فقہاء کرام نے جانور کی خصی کرنے کو اس لیے درست قراردیا کہ اس سے اس کی افزائش بڑھتی ہے،گوشت عمدہ اورلذیذ ہوجاتاہے،گرچہ خصی کرنے کے عمل میں تکلیف اورایذا ہے،مگر چونکہ یہ ایذا جلب منفعت کے لیے ہے؛اس لیے یہ درست ہے۔

''ولا بأس بخصاء البهائم لأنه يفعل للنفع لأن الدأبة تسمن ويطيب لحمها بذلک''(الجوهرة النيرة، الحظر والاباحة: ۲،۳۸۴)۔

پس لحمی اجزاء پر مشتمل چارہ جوکہ جانور کی صحت کے لیے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی افزائش اورافادیت کے لیے سود مند ہو،یہ عمل جائز ہونا چاہئے،ہاں!اگر خوراک سے جانور کی صحت پر مضر اثرات مرتب ہوں تو پھر اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔

البتہ ایک امر قابل غور ہے کہ چارہ میں لحمی اجزاء کے شامل ہونے میں کس طرح کے جانور کا گوشت شامل ہے،ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم،بہر صورت وہ ذبح کئے گئے یا مردار تھے،اس میں تفصیل ہے،اگر مردار لحمی اجزاء دیگر اشیاء میں تحلیل ہوکر اپنی اصلی حیثیت اورہیئت کھوچکے ہوں تو انقلاب ماہیت کی وجہ سے اس چارہ میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے،پھر یہ دیکھنا بھی اہم ہے کہ غلبہ اوراکثریت مردار لحمی اجزاء کی ہے یا دیگر آمیزش کی گئی اشیاء کی،اگر مردار لحمی اشیاء کا غلبہ نہیں ہے تو دیگر پاک اشیاء کا اعتبار کیا جائے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

''لأن اعتبار الغالب والحاق المغلوب بالعدم هو الأصل فی أحكام الشرع''(بدائع الصنائع ۴،۴۲۳)۔

صاحب بحر نے مسائل تحری کے ذیل میں فرمایاکہ مردار جانور کی چربی اگر تیل کے ساتھ مل جائے تو حرام اجزاء اگر غالب ہوں یا مساوی ہوں توکھانے یا دوسری چیزوں کے استعمال میں بالکل جائز نہیں ہوگا، اوراگر حلال غالب ہو تو حالت اضطرارمیں کھاناحلال اورحالت اختیار میں حرام ہے؛ البتہ روشنی اوردیگر انتفاع میں جائز ہوگا۔

''.... منها مسئلة الزيت إذا اختلط بودک الميتة فإن كان المحرم غالبا أو مساويا فإنه لا يجوز الانتفاع به أصلا للأكل ولا غيره وإن كان الحلال غالبا ففی حالة الإضطرار يجوز الأكل والانتفاع به وفی حالة الاختيار يحرم الأكل وتناوله ويجوز الانتفاع به من حيث الاستصباح ودبغ الجلود'' (البحرالرائق۲،۴۳۴)۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ اعتبار غلبہ اوراکثریت کا کیا جائے گا،پس لحمی اجزاء میں جو آج کل جانور کے چارہ میں ملایا جاتاہے،اس میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا جانا چاہئے،ہاں!اگر جانور کا اکثر خوراک حرام اشیاء پر مبنی ہو

تو اس کا حکم جلالہ کے تحت ہوگا۔

(۲)دودھ یا گوشت میں اضافہ کی غرض سے جانور کو انجکشن دینے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے؛کیوں کہ اس عمل کے عدم جواز کی بظاہر کوئی دلیل نہیں ہے، جہاں تک سوال جانور کو تکلیف اورایذاپہونچانے کے تعلق سے ہے تو یہ تھوڑی سی تکلیف انسانوں کو فائدہ پہنچانے اورجلب منفعت کے غرض سے ہے،جیساکہ ماسبق میں گذرا، پھر یہ کہ مقصود جانور کو ایذا پہنچانا نہیں؛بلکہ منفعت کا حصول ہے۔

صاحب بحر نے محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جانور کو تکلیف دینا کسی ایسی مصلحت کی خاطر جس کا تعلق جانور سے ہی ہو،جائز ہے اورجانور کو علامت کے لیے داغنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''وفی المحیط إن الأصل إیصال الألم إلی الحیوان لمصلحۃ تعود إلی الحیوان یجوز ولا بأس بکی البھائم للعلامۃ''(البحرالرائق،فصل فی البیع۸؍۳۷۵)۔

(۳) ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانے اوراس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے سلسلہ میں اصل تو یہ ہے کہ جانور کا اختلاط اسی کے جنس سے ہو؛کیوں کہ دوسری جنس سے اختلاط کے نتیجہ میں وہ فوائد جو اس کی فطرت سے متعلق ہیں،مفقود ہوجائیں گے،اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جانور میں اس کی جنس سے نر اورمادہ پیداکیا؛تاکہ اس کی نسل اورخصوصیات باقی رہیں۔

{ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون}(سورۃ الذاریات: ۴۹)۔

ایک جنس کے جانور کو دوسری جنس سے انزا واختلاط کے سلسلہ میں حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوتاہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کی خدمت میں ایک خچر بطور ہدیہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے،میں نے کہا کہ اگر ہم گدھے کو گھوڑی سے جفتی کرائیں تو ہمارے لیے اسی جیسا ہوگا،آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ناواقف لوگ کرتے ہیں۔

''أھدیت لرسول اللہ ﷺ بغلۃ فرکبھا فقال علی:لو حلمنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل ھذہ،قال رسول اللہ ﷺ:إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' (ابوداؤد،باب کراھۃ الحمر تنزی علی الخیل، رقم الحدیث: ۲۵۶۵)۔

علامہ خطابی نے اس حدیث کے ذیل میں بحث کرتے ہوئے فرمایاکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس عمل سے گھوڑے کے منافع ختم ہوجائیں گے،ان کی تعداد کم ہوجائے گی اوران کی افزائش بندہوجائے گی،جبکہ گھوڑے کی ضرورت سواری،جہاد اوردیگر امورمینبہت زیادہ محسوس ہوتی ہے (موسوعہ اردو،انزاء۶؍۴۶۵)۔

دوسری طرف علامہ خطابی کی یہ بھی رائے ہے کہ گھوڑے اورگدھے کے اختلاط

میں کوئی کراہت نہیں؛اس لیے کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر بطور احسان وامتنان کے آیا اوررسول اللہ ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے(ایضا)۔

احناف کے یہاں گھوڑے اورگدھے کا انزا مطلق جائز ہے اورممانعت والی روایت کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ گھوڑے کی تکثیر مقصود ہے اور گھوڑی گدھے کے ملاپ سے اس میں کمی واقع ہوگی،نیز بنوہاشم میں گھوڑے کم پائے جاتے تھے؛اس لیے آپ ﷺ نے ملاپ سے منع فرمایا۔

(إنزاء الحمير على الخيل)لأن النبی ﷺ كان يركب البغلة ويتخذها فلوكان هذا الفعل مكروها لما اتخذها ولا ركبها والذی روی أنه عليه السلام كره ذلک لبنی ہاشم فلأن الخيل كانت عندهم قليلة فأحب تكثيرها'' (الجوهرة النيرة،كتاب الحظروالاباحة٢،٣٨٤)۔

بہرکیف اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو جن صفات وخصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے، غیر جنس سے ملاپ کی صورت میں پیداہونے والے جانور کی شکل وصورت اورعادت وفطرت بھی مختلف ہوتے ہیں؛اس لیے غیر جنس سے اختلاط فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے کم از کم مکروہ قراردیا جانا چاہئے۔

رہا سوال جرسی گائے کے بارے میں تو اولاً یہ بات کہ وہ خنزیر کے اختلاط سے وجود پذیر ہوا ہو،امر یقینی نہیں ہے؛کیوں کہ واقعہ یہ ہے کہ غیر جنس سے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کی نسل کی افزائش بندہوجاتی ہے اوراس کا سلسلہ آگے نہیں بڑھتا،اس کی واضح مثال گھوڑے اورگدھے کے اختلاط سے پیدا ہونے والا جانور خچر ہے،جرثومے کے اختلاف کی وجہ سے اس کی نسل آگے نہیں چلتی،اس صورت حال کی روشنی میں جرسی گائے کی نسل اگر خنزیر کے اختلاط سے وجود پذیر ہوتی تو اس کی نسل کی افزائش بھی ختم ہوجانی چاہئے تھی،مگر ایسا نہیں ہے،اس نسل میں نر اورمادہ دونوں کا وجود ہوتاہے اورنسل بھی چلتی ہے،ایسا نہیں ہوتاکہ شکل وصورت میں گائے کے مشابہ ہو اوردودھ کے سلسلہ میں حرام جانور کی خصوصیت کے حامل ہو؛اس لیے یہ کہنا کہ جرسی گائے حرام جانور خنزیر کے اختلاط سے وجود پذیر ہوئی،بعید ازقیاس معلوم ہوتاہے؛بلکہ یہ گائے کی مستقل نسل ہے،نیز اگر اس کو گائے کی مستقل نسل قراردے دیا جائے تو اس طرح کے شبہات بھی ختم ہوجائیں گے۔

بہرکیف غیر جنس کے اختلاط سے پیداہونے والے بچہ کے تعلق سے سوال ہے تو اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ایسی صورت میں یا تو ظاہری علامات وخصوصیات کا اعتبار ہوگا یا مادہ جانور کو معیاربناکر حکم لگادیا جائے گا اوربچہ کو اس کے تابع قراردیاجائے گا۔

''فإن كان متولدا من الأهلی والوحشی فإن المعتبر فی ذلک الأم لأنها هی الأصل فی

التبعیۃ''(الجوھرۃ النیرۃ۲،۲۵۸)۔

(۴) ایسا جانور جس کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے اوروہ موذی نہ ہو تو اس کو قید کرکے رکھنے میں کوئی قباحت نہیں؛کیوں کہ محض زینت وشوق کی خاطر پرندے اورغیر موذی جانور کو قید کرکے رکھنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی،قرآن کریم میں جہاں جانوروں کے متعلق سواری کا ذکر آیا ہے،زینت کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

{والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون} (سورۃ النحل: ۸)۔

اس آیت سے معلوم ہوتاہے کہ جانور سواری کے ساتھ زینت کے کام بھی آتے ہیں، لہذا زینت کے لیے جانور کو پالاجائے اوراس کے حقوق کی رعایت کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت کو محض اس لیے عذاب ہواتھا کہ اس نے بلی کو باندھ کررکھا اوراس کو کھانا پانی نہیں دیا اورنہ اس کو آزاد کیا؛تاکہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کرے،یہاں تک کہ وہ مرگئی۔حضرت عبداللہ بن عمرؓسے روایت ہے:

''أن رسول اللہ ﷺ قال:عذبت امرأۃ فی ھرۃ سجنتھا حتی ماتت فدخلت فیھا النار لا ھی أطعمتھا ولا سقتھا إذ حبستھا ولا ھی ترکتھا تأکل من خشاش الأرض'' (صحیح مسلم،باب تحریم قتل الھرۃ، رقم الحدیث: ۲۲۴۲)۔

اس حدیث شریف میں اس عورت کو اس لیے عذاب نہیں ہواکہ اس نے بلی کو قید میں رکھا تھا؛بلکہ عذاب کی وجہ اس کو کھانا پینا نہ دینا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ عورت بلی کے چارہ کا نظم کرتی تو مستحق عذاب نہیں ہوتی،لہذا جانور کو پالنے یا زینت کے لیے قید کرکے رکھنے میں کوئی حرج نہیں؛البتہ اس کے چارہ اورحقوق کا لحاظ وخیال رکھا جائے۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرمﷺ ہمارے یہاں تشریف لاتے تھے،میرا ایک چھوٹا بھائی تھا،جس کو ابوعمیر کہہ کر پکارتے تھے،جو ہمیشہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلتا تھا،ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس بچہ کو مغموم دیکھ کر فرمایا:اے ابوعمیر!تمہاری چڑیا کیا ہوگئی،گھروالوں نے بتایا کہ وہ مرگئی۔

''عن أنس قال:کان رسول اللہ ﷺ أحسن الناس خلقا وکان لی أخ یقال لہ:أبوعمیر، قال: أحسبہ قال: کان فطینا،قال:فکان إذا جاء رسول اللہ ﷺ فرآہ،قال:یا أبا عمیر ما فعل النغیر؟ قال:فکان یلعب بہ''(صحیح مسلم،رقم الحدیث: ۲۱۵۰)۔

اس حدیث شریف سے واضح ہوتاہے کہ پرندے کو قید کرکے زینت اورانسیت کے لیے رکھنا درست ہے،اگر درست نہیںہوتاتورسول اللہﷺ اس پر ضرور نکیر فرماتے۔ فقہاء کرام

نے کبوتر،پرندے اورمرغی وغیرہ کو پنجڑہ میں رکھنے کو درست قراردیا ہے، بشرطیکہ اس کے چارہ اورخوراک کا نظم کیا جائے اوراس کو ایذا نہ پہونچائی جائے، صاحب بحر نے لکھا ہے کہ کبوتر کو اپنے گھر میں روک کر رکھنا عدالت کو ساقط نہیں کرتا۔

''فأما إمساک الحمام فی بیتہ للاستئناس لا یسقطھا لأن إمساکھا فی البیوت مباح'' (البحر الرائق،باب من تقبل شھادتہ۷/۱۴۸)۔

حاصل یہ کہ پرندے اوردیگر غیر موذی جانور کو زینت اورشوق کے لیے قید کرکے رکھنا اورپالنا درست ہے۔

(۵)شریعت نے انسان کے شوق اوراس کی خواہش کا احترام کیا ہے،مگر اس سلسلہ میں شرعی حدود وقیود کی رعایت ضروری ہے،ایسی خواہش اورایسا شوق جو باعث ضرر ہو،خواہ اس کے لیے یا دوسرے انسانوں کے لیے،شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوسکتی،قرآن کریم میں واضح طورپر ہدایت موجود ہے:{ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ} (سورۃ البقرۃ: ۱۹۵)، اس آیت میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے،اسی طرح دوسرے انسان کے لیے بھی باعث ضرر وایذا ہونا ممنوع ہے،فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:''الضرر یزال'' (الأشباہ والنظائر،القاعدۃ الخامسۃ)جو کہ درحقیقت حدیث رسول اللہ ﷺ ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجۃ،رقم الحدیث: ۲۳۴۰)سے مستنبط ہے، خونخوار اورایذا پہونچانے والے جانور اگر پنجروں میں قید کرکے رکھے جائیں تو ظاہر ہے کہ صرف قید کرکے رکھنے سے ان کی طبیعت میں تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی ہے،ایسے جانور اگر کسی وجہ سے قید سے آزاد ہوجائیں تو اس سے بڑا اورناقابل تلافی نقصان کا غالب گمان ہے،نیز ایسے جانوروں سے لوگوں میں خوف وہراس کا ماحول پیدا ہونا فطری عمل ہے۔

لہٰذا خونخوار جانور کو پنجروں مینمحض تکمیل شوق کے لیے قید کرکے رکھنا درست نہیں ہے، شریعت نے نقصان دہ چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۶)اللہ تعالیٰ کائنات اوراس کی تمام چیزوں کو انسانوں کے فائدے اورمصالح کے لیے پیدا فرمایاہے،جانوروں کو بھی انسانوں کے فائدے کے لیے مسخر کیا ہے:{ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا} اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو انسانوں کے فائدے کے لیے بنایا ہے،تفسیر مظہری میں اس آیت کے ذیل میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ھو الذی خلق لکم أی لانتفاعکم فی الدنیا فی مصالحکم بوسط أو بغیر وسط'' (التفسیر المظھری۱/۵۴)۔

دنیا کی تمام چیزیں انسانی مصالح کے لیے پیدا کی گئیں ہیں،چاہے اس کا تعلق براہ راست انسانی مصالح سے ہو، جیسے: بیل، گھوڑا، گدھا وغیرہ،یا بالواسطہ انسانی مصالح سے متعلق ہو، جیسے:چارہ وغیرہ جو جانوروں کی خوراک میں کام آتاہے۔

معلوم ہوا ہے کہ روئے زمین کی تمام چیزیں انسانی مصالح کے لیے خادم کے طورپر بنائی گئی ہیں تو ان کا استعمال انسانی مفاد ومصالح کے لیے جائز ہوگا،اگرچہ یہ استعمال خود ان اشیاء کے حق میں غیر مفید اوربظاہر باعث فساد ہو۔علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنی کتاب قواعد الاحکام فی مصالح الانام میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غذا حاصل کرنے کے لیے حیوان ماکول کو ذبح کرنا خود اس حیوان کے حق میں باعث فساد وایذا ہے، مگر انسانی مصالح اوراس کی بقا کے لیے مفید ہے؛اس لیے ماکول حیوان کا ذبح کرنا درست ہے۔

''ذبح الحیوان المأکول للتغذیۃ مفسدۃ فی حق الحیوان لکنہ جاز تقدیما لمصلحۃ بقاء الإنسان علی مصلحۃ بقاء الحیوان'' (فصل فی اجتماع المصالح مع المفاسد۱؍۱۴۱)۔

لہٰذا انسانی مصالح کے پیش نظر جانوروں پر میڈیکل تجربات کے ذریعہ نئی دواؤں کا تجویز کرنا اوران پر دواؤں کا تجربہ کرنا درست ہونا چاہئے۔

پھر یہ کہ گرچہ اس عمل میں جانور کو ایذا اورتکلیف پہونچتی ہے،مگر اس کا مقصد انسانی جانوں کو ہلاکت وتلف ہونے سے بچانا اوران کی صحت کے لیے نئی دواؤں کی تشخیص کرنا ہے اورفقہ کا مشہور اصول ہے کہ ایسی صورت میں ضرر اشد سے بچنے کے لیے ضرر اخف کو گوارا کیا جاسکتاہے۔

''لو کان أحدھما أعظم ضرراً من الآخر فإن الأشد یزال بالأخف'' (شرح الأشباہ والنظائر للحموی۱؍۱۲۳)۔

چونکہ انجکشن کے ذریعہ جانور کو تکلیف پہونچانا یا اس کو بے ہوش کرکے اس کے عضو کی پیوندکاری کرنا اوراس کے جسم میں کوئی خاص آلہ رکھ دینا بے مقصد تفریح کے لیے نہیں ہے؛بلکہ ایک واقعی اورلازمی ضرورت کے تحت ہے؛اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے فقہی مسائل(۱؍۲۲۶)میں اس جزئیہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

لہٰذا مذکورہ تفصیل کی روشنی میں جانوروں پر انسانی مصالح کی غرض سے دواؤں کا تجربہ کرنا یا اس کو بے ہوش کرکے اس کے عضو کو نکال لینا یا کوئی آلہ اس کے جسم میں رکھ دینا درست ہوناچاہئے۔

(۷) سات نمبر سوال کا جواب بھی مذکورہ جواب سے واضح ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے کسی شئی کو عبث اوربے کارپیدانہیں کیا؛بلکہ تمام چیزوں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اورخوبی مخفی ہے،جوکہ انسانی صحت ومعاشرہ کے لیے مفید ہے،خواہ اس کی حکمت ومصلحت ہمارے فہم وادراک میں آئے یا نہ آئے؛اس لیے کسی جانور کی نسل بالکلیہ ختم ہوجائے،شرعاً ناپسندیدہ ہے؛کیوں کہ اس نسل کے ختم ہونے کی

وجہ سے جو فوائد اس سے متعلق تھے،ان کا فقدان لازم آئے گا اورانسانی معاشرہ کسی نہ کسی درجہ میں ضرور متأثر ہوگا؛ اس لیے ایسے جانوروں کی حفاظت اوراس کے نسل کی بقا کے لیے حکومت کی جانب سے اگر کوئی اقدام کیا جاتاہے تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے، یہ الگ بات ہے کہ کسی ماکول حیوان کے شکار وذبح سے کسی مصلحت کی بناپر روکنا اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

گھوڑے اورگدھے کے اختلاط وانزا کی ممانعت کی وجہ فقہاء نے افزائش نسل کی قلت اورخاتمہ کوہی قراردیا ہے۔

جہاں تک کسی جانور کو قومی جانور قرار دے کر اس کے ذبیحہ پر پابندی لگانے اورخلاف ورزی کی صورت میں سخت سزا کے سلسلہ میں قانون بنانے کی بات ہے توظاہر ہے کہ حلت وحرمت کا حق واختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے،جو خالق کائنات ہے اوراس نے حلال وحرام اشیاء کی وضاحت اپنی مقدس کتاب میں فرمادیا ہے،لہٰذا کسی حکومت کی جانب سے کسی جانور کو قومی جانور قرار دینے سے وہ جانور حرام نہیں ہوگا؛بلکہ اس کی حلت علی حالہ باقی رہے گی اورشرعاً اس کا ذبح کرنا درست ہوگا،صرف کسی خاص طبقہ کی دلجوئی کے لیے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ نعمت سے اپنے آپ کو روکنا اوراس کے استعمال سے اجتناب کرنا مستقبل میں دیگر حلال چیزوں کے دروازے کو مسدودکرنے کا ذریعہ اورسبب بن سکتاہے،ملکی قانون کا احترام اوروفا یقینا لازم وضروری ہے،مگر انسانی خوراک اورنجی زندگی کے اصول طے کرنا جمہوری اقدار اورقانون کی روح کے منافی ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ خاص طبقہ کو خوش کرنے اوران کے مذہبی جذبات کی وکالت کرکے ایسے قوانین وضع کرنا جن سے عام انسانوں کی آزادی میں خلل واقع ہو،اس سے نفرت ووحشت کا ماحول پیدا ہوگا،جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

بہرکیف اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ عزیمت پر عمل کیا جائے اورجس حد تک ممکن ہو، اپنے آپ کو ہلاکت اورقانونی پیچیدگیوں سے بچاتے ہوئے قومی جانور کے ذبح کے سلسلہ میں محتاط رویہ اختیار کیا جانا چاہئے،ورنہ درحقیقت صرف حکومت کی جانب سے قومی جانور قرار دیئے جانے کی وجہ سے کوئی قباحت پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۹)اسلامی اخلاق وکردار نے مذہبی رواداری اورانسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے احترام کی تعلیم دی اوراس بات کی پوری رعایت کی گئی ہے کہ کسی گروہ کی دل آزاری نہ کی جائے؛بلکہ ان کے مذہبی روایات کی توہین وتذلیل سے بھی اجتناب کیا جائے،مذہب اسلام نے جانور تک کو ایذا پہونچانے سے منع کیا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی انسان کی دل آزاری اورمذہبی جذبات کو ٹھیس پہونچانے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔

مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہیں،مختلف فکر وخیالات اورمتعدد مذہبی

روایات سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں،ایسے ماحول ومعاشرہ میں سماجی تانے بانے کو درست رکھنے اورہر مکتب فکر کے جذبات واحساسات کی مکمل رعایت کرنے کی ذمہ داری سماج کے تمام طبقہ پر عائد ہوتی ہے،قرآن کریم میں مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا ہے؛تاکہ بلاوجہ مشرکین اپنے معبودوں کی توہین کی وجہ سے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی شان میں گستاخی نہ کریں۔

قرآن کریم میں مختلف مذاہب کے عبادت خانے کی حفاظت اوران کے ادب واحترام کے تعلق سے یوں آیاہے:

{ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد}(سورۃ الحج:۴۰)

اس آیت میں مسجد کے ساتھ یہودیوں اورعیسائیوں کے عبادت خانے کی نگہداشت وحفاظت کا تذکرہ موجود ہے،فرقہ وارانہ ہم آہنگی اورانسانی حقوق کے سلسلہ میں مذہب اسلام میں مسلمانوں اورغیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں؛بلکہ یکساں سلوک اور معاملہ کرنے کی ہدایت موجود ہے۔

قرآن وحدیث میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک جائزمعاملہ سے کسی مصلحت وحکمت کی وجہ سے رکھنے کا حکم دیاگیا اورپھر حالات کے موافق ہونے کی صورت میں سابق حکم پر عمل کیا گیا،بعض مصالح کی وجہ سے کسی جائز امر سے رک جانا اس بات کی علامت قطعاً نہیں کہ وہ چیز حرام ہوگئی،تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، کسی انسان کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا۔

اس مسئلہ پر اس حدیث شریف سے روشنی پڑتی ہے،جسے امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک موقع سے لہسن کا زیادہ استعمال کرلیا،پھر سب مسجد میں آگئے،اس کی بو آپﷺ کو لگی تو آپﷺ نے فرمایا:جو اس درخت سے کھایا ہو،وہ مسجد میں نہ آئے،صحابہ کرام میں یہ چرچا ہونے لگا کہ یہ حرام کردی گئی،جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''أیھا الناس إنہ لیس بی التحریم ما أحل اللہ لی ولکنھا شجرۃ أکرہ ریحھا''(مسلم،المساجد ومواضع الصلاۃ) (مجھے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے،بس مجھے اس کی بو ناپسند ہے۔)

اس روایت سے یہ واضح ہوتاہے کہ فی نفسہ لہسن کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مگر ایک خارجی سبب کی بنیاد پر اس کو کھاکر مسجد میں آنے سے روک دیا گیا؛تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو،لہذا فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کی غرض سے اگر کوئی خاص جانور کو معبود ومقدس مانتا ہو تو اس کے ذبح سے رک جانا منشاء

شریعت کے خلاف نہیں ہوگا؛اس لیے کہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے رکنا ایک خارجی سبب کی بناپر ہے،ورنہ جانورکی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔

(۱۰)مذکورہ تفصیل کی روسے یہ واضح ہوتاہے کہ حکومت کی جانب سے پرندوں کے شکار یا کسی جانور کے ذبح کے تعلق سے کسی قانون کے وضع کرنے سے شرعاً وہ اشیاء حرام نہیں ہوتیں، البتہ شکار کرنے یا ذبح کرنے سے رک جانا ایک خارجی سبب کی بناپر ہے،جس کی رعایت لازم وضروری ہے؛کیوں کہ حکومت کی طرف سے بنائے گئے قانون کی پاسداری اور پابندی کرنا ہرشہری کی ذمہ داری ہے اورپھر شکار کرنے کا قانون ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے اسلامی عقیدہ اورشریعت میں مداخلت ہورہی ہو،شریعت میں شکار کرنا اورکسی مخصوص جانور کو ذبح کرکے کھانا فرض وواجب کے درجہ میں نہیں ہے؛بلکہ صرف جائزہے اورجائز امر کو مصلحت کی بنیاد پر ترک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۱۱) اوپر ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اورتمام چیزوں کو انسانوں کے لیے بطور خادم کے پیدا کیا ہے،اس بنیاد پر انسانی مفاد ومصالح کی رعایت ہر حال میں کی جائے گی؛لہٰذا وبائی امراض کے متعدی ہونے کی صورت میں انسانی جان کے متأثر ہونے کی وجہ سے جانوروں کو مارنا درست ہے،مگر ان کو مارنے کی ایسی شکل اختیار کی جائے،جس میں ایذا اورتکلیف کا امکان کم ہو،شریعت کو ہر چیز میں احسان مطلوب ہے،یہی وجہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے سلسلہ میں بھی ہدایت یہی ہے کہ چھری تیز کرلی جائے اوراچھی طرح ذبح کیا جائے اورکوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے،جس سے جانور کی تکلیف میں اضافہ ہو۔

‘‘إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحدّ شفرته فليرح ذبيحته’’ (صحيح مسلم،باب الأمر بإحسان الذبح والقتل،رقم الحديث: ۱۹۵۵)۔

موجودہ زمانہ میں مرغیوں کو مارنے کے لیے ایسیڈ وغیرہ کا استعمال بہت تکلیف دہ عمل ہے،شریعت میں زندہ جلانے کی اجازت قطعاً نہیں ہے،چنانچہ وہ جانور جس کے ساتھ غیر اخلاقی عمل(بدفعلی)کیا جائے،اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ اس کو ذبح کرکے جلایا جائے؛تاکہ تکلیف کی شدت میں اضافہ نہ ہو،اس لیے ایسیڈ وغیرہ ڈال کر مرغیوں کو مارنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے؛بلکہ اس کے متبادل کے طورپر کسی دوا کا استعمال کیا جانا چاہئے،جس سے آسانی کے ساتھ ان کو ختم کیا جاسکے،پہلے ان کو ماردیا جائے،پھر جلایا جاسکتا ہے،یا ذبح کرکے جلایاجائے،مگر بغیر ذبح کئے ہوئے جلانا درست نہیں۔

‘‘أما الحيوان والسلاح إذا لم يقدروا على الإخراج إلى دار السلام أما الحيوان فيذبح ثم يحرق بالنار’’ (بدائع الصنائع۵؍۱۴۱)۔

(۱۲) جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانی مصالح کے لیے پیدا فرمایاہے،خواہ وہ جانور وحشی ہوں یا اہلی،جس طرح اس کے گوشت سے استفادہ درست ہے،اسی طرح اس کے دیگر اعضاء جو انسانوں کے لیے مفید ہوں،جیسے ہڈی،چمڑا وغیرہ،لہذا اس کے حصول کے لیے جانور کو ذبح کرکے وہ اشیاء حاصل کرنا درست ہے۔

البتہ ہر وہ حصہ جو کسی نص کی بنیاد پر حرام ہے،استفادہ درست نہیں،جیسے مردار،خون اور خنزیر،ان چیزوں کا استعمال چونکہ حرام ہے؛اس لیے ان اشیاء کو حاصل کرنے کے لیے جانور کو مارنا درست نہیں ہوگا۔

{إنماحرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر}(سورۃ البقرۃ: ۱۷۳)۔

پس جانور کے وہ اعضاء جس میں خون نہیں،جیسے سینگ،ہڈی،دانت،کُھر، پٹھے،بال، اون اورسخت نسیں،یہ اشیاء نجس نہیں ہے؛اس لیے کہ یہ چیزیں مردار نہیں ہیں،معلوم ہواکہ وہ اعضاء جن میں دم نہیں ہوتے ان پر میتہ کا اطلاق نہیں ہوتا اوروہ نجس نہیں ہیں،احناف کا مسلک یہی ہے،جانور کی کھال بھی پاک ہے،خواہ دباغت کے ذریعہ یا شرعی ذبح کے ذریعہ،اس کا استعمال جائز ودرست ہے۔

‘‘(وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ ومالا یؤکل) لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص وفی القنیۃ:یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ... وبہ یطھر لحم غیر نجس العین وجلدہ وقیل یطھر جلدہ لا لحمہ وھذا أصح’’ (ردالمحتار۵؍۳۰۵)۔

(۱۳)ماقبل میں ذکر کیا گیا کہ انسانی مصالح کے حصول کے لیے جانور کو ذبح کرنا درست ہے،گرچہ اس میں ایذا اورتکلیف کا پہلو بھی شامل ہے،اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ انسانوں کا مفاد جانور کے مفادات پر مقدم ہے،اس کی رو سے اگر کوئی جانور انسانی زندگی کے لیے ضرر رساں ہے اوراس کی طبیعت میں گزند پہونچانا ہے تو ایسے جانور کو مارنے کی اجازت ہے، جیسے: سانپ، بچھو، شیر، چیتا وغیرہ، یہاں تک کہ حالت احرام میں بھی اس کو مارنے میں کوئی جزا لازم نہیں آتا،حالانکہ محرم کے لیے خشکی کے جانوروں کا شکار کرناممنوع ہے اورارتکاب کرنے کی صورت میں جزا لازم ہے۔

موسوعہ اردو میں حیوان کے حقوق کے تحت لکھا ہے :

‘‘دوم: وہ جانورجن کے قتل کا حکم جیسے:سانپ،بچھو،چوہا، اور ہر ضرر رساں درندے جیسے:شیر اوربھیڑیا وغیرہ جو پہلے مذکور ہوئے ’’ (موسوعہ،حیوان: ۶۴۶)۔

فقہاء کرام نے جو تفصیل بیان کی ہے،اس سے معلوم ہوتاہے کہ وہ جانور جو طبعی طورپر ضرر رساں ہیں،ان کو مارنا جائز ہے اوروہ جانور جوطبعی طور پر ایذا پہونچانے والے نہیں ہیں؛ یعنی ابتدا میں تکلیف نہیں پہونچاتے،اگر یہ حملہ کردیں تو پھر ان کو مارنا جائز ہوگا؛کیوں کہ حملہ آور ہونے کی وجہ سے وہ بھی طبعی طورپر موذی جانور کی قبیل سے شمار ہوں گے۔

‘‘ولنا أنہ لما عدا علیہ وابتدأہ بالأذی التحق بالمؤذیات طبعا فسقطت عصمتہ’’(بدائع الصنائع،فصل فی بیان أنواع الصید۲،۱۹۷)۔

رہا سوال ماحولیات کا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شئی کو عبث اوربے مقصد پیدا نہیں کیا،مگر جو جانور موذی ہے اورانسانی جان کے خطرہ کا باعث ہے،اگر اس کو نہ مارا جائے تو اس کی وجہ سے بڑا ضرر لازم آئے گا اورظاہر ہے کہ ماحولیات کا خوشگوار بنانا انسانوں کے مصالح کے لیے ہی ہے کہ انسانی صحت پر مضراثرات نہ پڑیں،مگر ایسی صورت میں تو مضراثرات کا پڑنا دور کی بات ہے،خود انسانی جان کو خطرہ لاحق ہے؛اس لیے مذکورہ تفصیل کے ساتھ ایذارساں جانور کو مارنا درست ہے۔

(۱۴) قرآن وحدیث میں جانوروں کے حقوق اوران کی افادیت کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے،نیز جانوروں کی خوبیوں اورخصوصیات کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے عقل انسانی بسااوقات حیرت زدہ ہوکر رہ جاتی ہے،چنانچہ قرآن کریم کی متعدد سورتوں کے نام جانوروں کے نام کے ساتھ موسوم کیا گیا،جیسے سورہ بقرہ،سورہ انعام،سورہ عنکبوت،سورہ فیل،سورہ نحل اورسورہ نمل۔

جانوروں میں بھی مختلف نسل اورجنس پائے جاتے ہیں،وہ بھی کھاتے پیتے اور صحت ومرض سے دوچار ہوتے ہیں،وہ بھی مرتے ہیں اوران کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ انسانوں کی طرح تمثیل اوامر کے مکلف نہیں ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

{ومامن دابّۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم إلی ربہم یحشرون}(سورۃ الأنعام: ۳۸)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

{ومن الناس والدواب والأنعام مختلف ألوانہ کذلک}(سورۃ الفاطر: ۲۸)۔

حیوانات بھی انسانوں اورجنات کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضورسجدہ ریز ہوتے ہیں اوراس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے:

{وللّٰہ یسجد ما فی السموت وما فی الأرض من دابۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون} (سورۃ النحل: ۴۹)۔

جانوروں کے تعلق سے قرآن میں یہاں تک فرمایا گیا کہ کفارومشرکین کی حالت جانوروں کی طرح ہے؛بلکہ ان سے بھی بدتر ہے،گویا حیوانات کی حیثیت کفار ومشرکین سے زیادہ بہتر ہے۔

{ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجنّ والإنس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم أعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا أولئک کالأنعام بل ھم أضل أولئک ھم الغافلون} (سورۃ الاعراف: ۱۷۹)۔

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر جانوروں کے حالات واطوار سے سبق حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔اللہ کے رسول ﷺکے ارشادات سے معلوم ہوتاہے کہ جانوروں کو تکلیف پہونچانا تو درکنار اس کو برا بھلا کہنا بھی ممنوع ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں بلی کو تکلیف پہونچانے کی وجہ سے ایک عورت کو عذاب دیا گیا۔

''عذبت فی ھرۃ سجنتھا حتی ماتت فدخلت فیھا النار لا ھی أطعمتھا وسقتھا إذ ھی حبستھا ولا ھی ترکتھا تأکل من خشاش الأرض'' (صحیح مسلم،باب تحریم تعذیب الھرۃ ،رقم الحدیث: ۲۲۴۲)۔

جانور کو لعن طعن کرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں حضرت جابر بن سلیم سے ایک طویل روایت مروی ہے،جس میں حضور اکرم ﷺ نے کسی کو بھی برا کہنے سے منع فرمایا،وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی کو برا نہیں کہا،نہ آزاد کو،نہ غلام کو،نہ اونٹ کو اورنہ بکری کو۔

''عن أبی جری جابر بن سلیم قال فی حدیث طویل:قلت :یا رسول اللہ! أھدوا لی؟قال النبی ﷺ: لا تسبن أحدا، قال:فما سبت بعدہ حرا ولا عبدا ولا بعیرا ولا شاۃ'' (ابوداؤد،باب ماجاء فی اسبال الازار، رقم الحدیث: ۴۰۸۴)۔

اہل عرب جانور کو باندھ کر نشانہ لگاتے تھے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اورایسے شخص پر لعنت فرمائی۔

''عن ابن عمر:أن رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا''(مسلم،باب النھی عن صبر البھائم،رقم الحدیث: ۱۹۵۸)۔

رسول اللہ ﷺ نے بے زبان جانوروں کو آپس میں لڑوانے سے منع فرمایا؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے وہ گھائل اورزخمی ہوکر تکلیف کے شکار ہوتے ہیں۔

''عن ابن عباس قال:نھی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البھائم'' (سنن الترمذی،باب ماجاء فی کراھۃ التحریش بین البھائم،رقم الحدیث: ۱۷۰۸)۔

بہر کیف جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اوران کے حقوق کو ادا کرنے کے تعلق سے احادیث میں سخت ہدایتیں موجود ہیں، مگر یہ بات ملحوظ نظر رہنی چاہئے کہ جانوروں کے مفادات انسانی مصالح ومفادات سے مقدم نہیں ہیں؛کیوں کہ قدرت نے پوری کائنات کو انسانوں کی خدمت اوران کے مصالح کے لیے پیدا فرمایاہے۔

* * *

حیوانات کے حقوق و احکام

مفتی سید باقر ارشد بنگلوری•

ابتدائیہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنایا اور اس میں ان گنت مخلوقات کو پیدا کیا، ان مخلوقات میں انس و جن کے علاوہ درندے، پرندے، چرندے ، حشرات الارض اور بحری جانور پیدا فرمائے، ان تمام حیوانات کو انسان کے تابع فرمان کردیا اور انسان کو اپنا خلیفہ قرار دیا۔ چنانچہ ان مخلوقات سے انسان کے لئے صرف فائدہ اٹھانا ہی جائز نہیں بلکہ ان کے تحفظ کی ذمہ داری ، ان کی بقاء ، ان کے ساتھ حسنِ سلوک اوررحمدلی بھی انسان کے فرائض میںداخل ہے۔

زمین پر جانوروں کے حقوق شریعت نے متعین فرمائے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانے کی حدودبھی شریعت نے مقرر کی ہیں،نیز ان کے احکام و مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اب جیسے جیسے دنیا نے ترقی کی ویسے ویسے انسان نے اللہ کی مخلوقات کا بے جا تصرف کرنا شروع کردیا ، اس تصرف میں اس نے جانوروں کے حقوق سے کہیں زیادہ اپنا مفاد مدِّ نظر رکھا، اس باب میں اخلاقیات کی حدوں کو پار کرکے انسان نے صرف جانوروں کا استحصال کیا ہے اور کررہا ہے۔

علاوہ ازیںاحکومتیں ایک طرف تحفظِ حیوانات کے نام پر شہریوں کو تو پابند کردیتی ہیں مگر خود عہدیدار اس تحفظ کی آڑ میں بے تحاشا جانوروں کا استحصال و استعمال کررہے ہیں، تحفظِ حیوانات کے نام پر ہونے والی بے انصافی، دھاندلی، دھوکہ دہی کے سدِّ باب کی بھی ضرورت ہے، اور اس سلسلہ میں شریعتِ اسلامیہ سے بڑھ کر کون رہنمائی کرسکتی ہے۔

بہرکیف ان تمام مسائل کے مدنظر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ قابلِ قدر و بروقت اقدام ہے کہ اپنے اگلے فقہی سمینار کے لئے '' جانوروں کے حقوق '' جیسے موضوع کا انتخاب کیا۔ جزاہم اللہ أحسن الجزاء۔

(۱) چارہ خور جانوروں کے لئے لحمی اجزاء سے غذائیں تیار کرنے کا جواز وعدمِ جواز:

ایک موقع پر ارشاد ہوا: هُو الَّذِی خَلَقَ لَکُم مَّا فِی الاَرضِ جَمِیْعَاً(سورۃ البقرۃ: ۲۹) (وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں)-

• مدیر المفتی ریسرچ، اسٹڈی سرکل اینڈ پبلی کیشنز، چن پٹن، بنگلور۔

یہ بھی ارشاد ہوا:وَسَخَّرَ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الأَرْضِ جَمِیعًا مِنْہُ...(سورۃ الجاثیۃ: ۱۳) (اس نے زمین وآسمان کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے)۔

قرآن میں ارشاد ہوا: ھُوْ الَّذِی جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِیْ الاَرضَ...(سورۃ فاطر: ۳۹) وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا)جانشین بنایا)۔

ایک موقع پر ارشاد ہوا: وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِیْ الْاَرْضِ وَلَا طَائِرَ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیہِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُم...(سورۃ الانعام: ۳۸)۔

اور بھی کئی آیتیں ہیں جو حیوانات کے تعلق سے، جانوروں کے تعلق سے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں نیز ان کی اس دنیا میں اہمیت و پوزیشن کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ ان تمام آیات کا مفہوم و منشا یہی ہے کہ حیوانات بھی اللہ کی مخلوق ہیں ، انسان کی طرح وہ بھی اس کائنات میں حصہ دار ہیں؛ بلکہ ماحولیات کے تحفظ و توازن میں دوسری مخلوقات کی طرح حیوانات کا بھی اہم رول ہوتا ہے ،لیکن اس دنیا میں ان پر انسان کو حاکم بنایا گیا ہے، لہٰذا انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے جس سے کہ انہیں تکلیف ہو،دنیا میں اور دنیا کے وسائل نیز قدرتی ذرائع میں جانوروں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ انسان کا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت خاصہ ہے کہ اس نے انسان کو ان جانوروں سے بھی فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، سردی سے بچاؤ کے لئے ان کا کھال، پیٹ بھرنے کے لئے ان کا دودھ و گوشت وغیرہ انسان کے لئے جائز ہیں مگر اس کے لئے وہ اللہ کی قائم کردہ حدود کا لحاظ رکھے اور ساتھ ہی ساتھ حیوانات کا بھی خیال رکھے،ان کی نشوونمااور ان کی صحت کا خصوصی خیال رکھے نیز اس کے لئے وہ جائز تدابیر کو اختیار کرسکتا ہے۔

غذا میں لحمی اجزاء شامل کئے جانے سے اس غذا کی قوت و صلاحیت میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اب کسی جانور کے لئے ایسا تو نہیں ہے کہ وہ چارہ خور ہے تو چارہ ہی کھائے گا؛ بلکہ اگر وہ کوئی ایسی غذا کھاسکتا ہے اور اسے نقصان بھی نہیں پہونچتا نیز عند الشرع وہ غذا جائز و حلال ہو تو پھر کوئی قباحت نہیں کہ چارہ خورجانوروں کو لحمی اجزاء سے تیار شدہ غذا کھلائی جائے۔

قرآن میں ارشاد ہوا: وَاَلْاَنْعَامَ خَلَقَھَا لَکُمْ فِیْھَا دِفءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْھَا تَاکُلُونَ...(سورۃ النحل: ۵)... (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی فائدے کے لئے جانور پیدا کئے ہیں جن میں تمہارے لئے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی، اور اسی سے تم کھاتے بھی ہو)۔

چنانچہ جانوروں کی جہاں تک غذا کا تعلق ہے ہر وہ چیز ان کو کھلائی جاسکتی ہے جو حلال ہو،حرام اجزاء سے تیار شدہ نہ ہو،ان کے لئے نقصان دہ نہ ہو بلکہ ان کے فائدہ اور ان کے جسم کے لئے مفید ہو ۔

بحر الرائق میں ہے: إن ایصال الألم إلیٰ الحیوان لا یجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إلیہ...(البحرالرائق، مسائل شتیٰ، ۲۵۵) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

لہٰذا چارہ خور جانوروں کو لحمی اجزاء سے تیار غذا کھلائے جانے سے کوئی نقصان نہ پہونچتا ہو تو اس طرح کی غذائی کھلائی جاسکتی ہیں۔ وہ لحمی اجزاء حلال ہوں توایسی غذا بلا کراہت جائز ہے،اور اگر حلال نہیں ہیں تو مع الکراہت جائز ہوگی۔

الدرالمختار میں ہے: ولو أکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمھا حلت کما حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر لأنہ لحمہ لا یتغیر و ما غذّی بہ یصیر مستھلکاً لا یبقیٰ لہ أثر... (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر و الاباحۃ)۔

فقہاء کا قاعدہ ہے: الأصل فی الأشیاء الإباحۃ...(القواعد الفقہیۃ، رسالۃ الثالثۃ للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی داکا، ۵۹) (اشیاء میں اصل اباحت ہے)۔

(۲) جانوروں سے زیادہ دودھ و گوشت کے حصول کے لئے انجکشن لگانے کا حکم:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ حیوانات انسان کے فائدہ کے لئے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ فائدہ اٹھانے کے اس عمل میں ان جانوروں کو کوئی نقصان نہ پہونچتا ہو۔

چنانچہ فقہی قاعدہ:''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' (اشیاء میں اصل اباحت ہے) کے تحت کوئی ایسا عمل یا ایسی دوا ایجاد ہوئی ہو جس کے استعمال سے جانور زیادہ دودھ دے سکتا ہو اور وہ فربہ بھی ہوتو اس طریقے یا عمل کو اختیار کیا جاسکتا ہے، نیز اس طرح انجکشن لگانے سے جانور کو کوئی نقصان بھی نہ پہونچتا ہو تو یہ بلا کراہت جائز ہوگاکہ اس میں انسانوں کے لئے فائدہ ہے۔

چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْئٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ...(سورۃ النحل: ۵)...(اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی فائدے کے لئے جانور پیدا کئے ہیں جن میں تمہارے لئے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی، اور اسی سے تم کھاتے بھی ہو)

اور مجمع الانہر میں ہے: واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلھا سوی الفروج الإباحۃ... إنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق أو خبر مروی، فما لم یوجد شئ من الدلائل المحرمۃ، فھی علیٰ الإباحۃ...(مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الاشربۃ)۔

چنانچہ بحر الرائق میں ہے: إن إیصال الألم إلیٰ الحیوان لا یجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إلیہ...(البحرالرائق، مسائل شتی، ۲۵۵) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

الدرالمختار میں ہے: ولو أکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمھا حلت کما حل أکل

جذی غذّی بلبن خنزیر لأنہ لحمہ لا یتغیر و ما غذّی بہ یصیر مستھلکاً لا یبقیٰ لہ أثر... (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر و الاباحۃ)۔

(۳)حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط کرانے کا حکم:

زیادہ دودھ و گوشت کے حصول کے لئے حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط کرانے کی گنجائش ہوگی۔مگر اس میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ مادہ جانور حلال ہو۔

جیسے خصی کرانا حرام ہے، مگراس سلسلہ میں فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ وہ جانوروں میں ہو تو اس وجہ سے کہ اس میں منفعت ہے، جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: خصاء الفرس..... لا بأس بہ عند أصحابنا و ذکر شیخ الإسلام أنہ حرام و أما فی غیرہ من البھائم فلا بأس بہ إذا کان فیہ منفعۃ... (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع عشر)۔

فقہاء کے یہاں یہ بھی نظیر ملتی ہے کہ بکری کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو وہ بکری کے بچہ کا گوشت وکھال دونوں حلال ہیں، اس کی خنزیر کے دودھ سے مستقل پرورش کی گئی ہوتو پھر اس کا گوشت و دودھ و کھال کا استعمال مع الکراہت جائز ہے۔

الدرالمختار میں ہے: ولو أکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمھا حلت کما حل أکل جذی غذّی بلبن خنزیر لأنہ لحمہ لا یتغیر و ما غذی بہ یصیر مستھلکاً لا یبقیٰ لہ أثر... (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر و الاباحۃ)۔

چنانچہ انہی دونوں نظیروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بوقت حاجت حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط کرانے کی گنجائش ہے۔

اورردالمحتار میں ہے: لأن المعتبر فی الحل و الحرمۃ الأم فیما تولد من ماکول و غیر ماکول... (ردالمحتار، کتاب الذبائح)۔

حلال اور حرام جانور کے اختلاط سے پیدا شدہ بچے کاشرعاً کیااثر مرتب ہوگا؟

اگر مادہ جانور جس سے اختلاط کرایا جارہا ہو وہ حرام جانور ہے تو پھر اس اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ حرام ہوگا۔ اگر مادہ حلال جانور ہے اور نر حرام جانور تو یہ اختلاط کے نتیجہ میں پیدا شدہ بچہ حلال ہوگا، نیز اس کا دود ھ و گوشت کا استعمال بھی حلال ہوگا۔

جیسے اگر گدھی کے ساتھ گھوڑا وطی کرے اس سے خچر پیدا ہوتو وہ ماں کے تابع ہوکر حرام ہوگا، اگر گائے کے ساتھ گدھا وطی کرے تو اس سے بچھڑا پیدا ہو تو وہ ماں کے تابع ہوکر حلال ہوگا۔کما فی الدرالمختار: و البغل الذی أمہ حمارۃ فلو أمہ بقرۃ أکل اتفاقاً و لو فرساً فکأمہ لأن المعتبر فی الحل و الحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول و غیر مأکول...(ردالمحتار علی الدرالمختار،کتاب الذبائح و بدائع الصنائع ، کتاب الذبائح)۔

والمولود بین الأہلی و الوحشی یتبع الأم ، لأنھا ہی الأصل فی التبعیۃ حتیٰ إذا نزا الذئب

علی الشاۃ یضحی بالولد...(الہدایۃ۴،۴۳۳، الدرالمختار، کتاب الاضحیۃ)۔

(۴)زینت کے طور پر پرندوں یا جانوروں کو پنجرے میں بند رکھنے کا حکم:

کچھ ایسے پرندے و جانور ہیں جو انسانوں سے بہت جلد مانوس ہوجاتے ہیں جیسے پرندوں میں طوطا ، مینا وغیرہ اور جانوروں میں کئی ایسے جانور ہیں جو انسانوں سے گھل مل جاتے ہیں حتیٰ کہ ڈیل ڈول والا جانور ہاتھی بھی انسان سے بہت جلد مانوس ہوجاتا ہے۔لہٰذا ایسے پرندے یا جانور اگر پالے جائیں تو اس کی اجازت ہے، مگر اس کے لئے ان پرندوں یا جانوروں کے حقوق ضائع نہ ہوناور ان کو بھوکا پیاسا نہ رکھے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔

چنانچہ بحر الرائق میں ہے: إن إیصال الألم إلیٰ الحیوان لا یجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إلیہ...(البحرالرائق، مسائل شتی، ۲۵۵) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

عن أنس بن مالکؓ قال: کان رسول اللہ ﷺ یدخل علینا ولی أخ صغیر یکنی أبا عمیر، وکان لہ نُغَرٌ یلعب بہ، فمات، فدخل علیہ النبی ﷺ ذات یوم فرآہ حزیناً، فقال: ما شأنہ؟ فقالوا:مات نغرہ فقال [لہ:''یا] أبا عمیر! مافعل النغیر؟'' (سنن ابو داؤد،اول کتاب الادب، باب [ماجاء] فی الرجل یتکنی ولیس لہ ولد، حدیث رقم: ۴۹۶۹)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے، اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی ابو عمیر کنیت تھی ، اس کا ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، پس وہ پرندہ مرگیا، جب رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو اس وقت میرے بھائی کو اداس دیکھا تو دریافت فرمایا اس کو کیا ہوا؟ ہم سب نے کہا کہ اس کا پرندہ مرگیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: '' یا أبا عمیر! مافعل النغیر''؟ یعنی اے ابو عمیر! تمہارے پرندہ کو کیا ہوگیا؟

وفی ردالمحتار:لابأس یحبس الطیور والدجاج فی بیتہ و لکن یعلفھا وھو خیر من إرسالھا فی السکک (ردالمحتار، کتاب الحظر و الاباحۃ)۔

رد المحتار کی اس عبارت سے پرندہ کو پالنے کا جواز ملتا ہے۔

نیز جانور کو پالنے کا ایک اور واقعہ گذرا ہے:عن عبداللہ بن عمرؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستھا حتیٰ ماتت جوعاً فدخلت فیھا النار، قال: فقال:واللہ أعلم، لا أنت أطعمتھا ولا سقیتھا حین حبستھا، ولا أنت أرسلتھا فأکلت من خشاش الأرض...(صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ؛باب فضل سقی الماء، رقم: ۲۳۶۵، و أیضاً کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۸۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا کہ اس نے بلی کو پکڑ رکھاتھا حتیٰ کہ وہ بھوک

سے مرگئی ،تو اس بنا پر اس عورت کو دوزخ میں ڈالا گیا، وہ کہتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے، نہ تو نے اسے کھانے کو کچھ دیا اور نہ کچھ پلایا پکڑ رکھنے کے وقت میں، اور نہ تو نے اس کو چھوڑا کہ حشرات الارض سے اپنی غذا حاصل کرلیتی۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پرندوں اور جانوروں کا خیال رکھا جائے اور ان کے کھانے پینے کا اچھا انتظام ہو، ان پر ظلم نہ ہوتو اجازت ہوگی کہ ان کو پنجرے میں رکھ کر ان کو پالیں۔

(۵) شوقیہ خطرناک وخونخوار جانوروں کو پنجروں میں بند کرکے رکھنے کا جواز وعدمِ جواز:

درندے یا وحشی جانور کا اصل مسکن جنگل ہے ،وہ آبادی سے دور رہنے کے عادی ہوتے ہیں اور ان کے لئے غذا کا حصول جنگل ہی میں بہتر طریقے سے ہوسکتا ہے؛ کیونکہ ان کی فطرت شکار کی ہے اور اس کے لئے انہیں جنگل ہی موزوں ہے۔

لیکن اگر کوئی ایسے جانوروں کو شوقیہ پنجرہ میں بند رکھ کر پالنا چاہتے ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس کے لئے ایک بڑی جگہ مختص کریں اور وہ جگہ آبادی سے دور ہو؛ تاکہ دوسرے انسانوں کو وہ نقصان نہ پہونچاسکیں۔خصوصاً سرکس کے لئے جانوروں میں شیر، چیتے، خونخوار کتے وغیرہ رکھے ہی جاتے ہیں، ان کے پالنے میں احتیاط برتی جائے۔

جہاں تک کتے کے پالنے کا سوال ہے ، عند الشرع اس کے پالنے کو حرام قرار دیا ہے؛ کیونکہ وہ نجس ہے، اس لئے اس کے پالنے کی گنجائش نہیں ہے،عن أبی ہریرۃؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ: من اتخذ کلبا إلا کلب ماشیۃ، أو صید أو زرع انتقص من أجرہ کل یوم قیراط...(سنن الترمذی، ابواب الصید، باب من امسک کلباً ما ینقص من اجرہ) ۔

عن النبی ﷺ:من اقتنی کلباً الا کلباً ضاریاً لصید أو کلب ماشیۃ فانہ ینقص من أجرہ کل یوم قیراطان... (صحیح البخاری؛ کتاب الذبائح و الصید ،باب من اقتنی کلبا لیس بکلب صید أو ماشیۃ، رقم: ۵۴۸۱)۔

البتہ ہرن جیسے جانور کو پالنے کی شرعاً گنجائش ہے۔

علماء و فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ جانوروں کو سرکس اور چڑیا گھر میں رکھا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے سرکاری عجائب گھر (چڑیا گھر) میں جانوروں کو رکھنے کو جائز کہا ہے(تفصیل دیکھئے: ارشاد الہائم فی حقوق البہائم، ص ۱۴)

حضرت مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں: اگر سرکس وغیرہ میں جانور کے کرتب دکھائے جائیں تو دیکھنا اور دکھانا دنوں جائز ہیں بشرطیکہ بے پردگی اور گانے باجے وغیرہ نہ ہوں...(کفایت المفتی ۱۹۶،۹)۔

چنانچہ جب سرکس میں جانور کے کرتب دیکھنا دکھانا جائز ہے تو ان جانوروں کو پالنا بھی جائز ہوگا۔اور اس کے لئے ان کو پنجرہ میں بند رکھنے کا بھی جواز ہے، مگر

بہتر ہے کہ ان کو حفاظتی تدابیر کے ساتھ کھلے میدان میں بڑے جال میں رکھاجائے جہاں انہیں گھومنے پھرنے کی آزادی ہو، اور لوگ بھی محفوظ رہیں۔

مگر اس ملک میں جہاں ہم رہتے ہیں ، جانوروں کو پالنے ، ان کے شکار کرنے نیز جنگلی جانوروں سے فائدہ اٹھانے کی قانوناًممانعت ہے مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت صرف ملکی قانون کی طرف سے ہے، رہی شریعت تو اس میں اس کی اجازت ہے کہ جن جانوروں کو خدائی قانون نے حلال قرار دیا ہے وہ تاقیامت حلال ہیں ، ان سے فائدہ اٹھانا ، ان کا شکار کرناوغیرہ جائز ہے۔اور غیر ماکول اللحم جانوروں سے دوسرے فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں، شرعاً اس کی اجازت ہے۔

کماقال اللہ تعالیٰ: أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الاَنْعَامِ ...(سورۃ امائدۃ: ١) (تمہارے لئے مویشی وچوپائے جانور حلال کئے گئے ہیں)

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:هُو الَّذِی خَلَقَ لَكُم مَّا فِی الاَرضِ جَمِيْعَاً (سورۃ البقرۃ: ٢٩) (وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں)یہ بھی ارشاد ہوا: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ...(سورۃ الجاثیۃ: ١٣) (اس نے زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے)۔

ہاں اگر کسی جانور کی نسل ختم ہوتی جارہی ہے، وہ کم یاب بلکہ نایاب ہوتے جارہے ہیں تو ایسی صورت میں شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ایسے جانوروں کی نسل کے تحفظ کے لئے ان کے شکار سے احتراز کیا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے۔

چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ان إيصال الألم إلیٰ الحيوان لا يجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إليه...(البحرالرائق، مسائل شتی، ٢٥٥) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

(٦) جانوروں پر امکانی دواؤں کے تجربے کا حکم:

جانوروں پر امکانی دواؤں کے تجربے کا مقصد انسانی زندگی کی حفاظت ہے، ان امکانی دواؤں کے تجربہ کے بعد ان سے انسانی حیات کو منفعت ملتی ہے، چنانچہ اس مقصد کے تحت ایسے تجربوں کا جواز و اجازت عند الشرع ہونی چاہئے؛کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری کائنات انسانی سہولت، منفعت اور استفادہ کے لئے بنائی ہے ۔ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:هُو الَّذِی خَلَقَ لَكُم مَّا فِی الاَرضِ جَمِيْعَاً (سورۃ البقرۃ: ٢٩) (وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں)

یہ بھی ارشاد ہوا: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ...(سورۃ الجاثیۃ: ١٣) (اس نے زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے)۔

ان آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا و مافیہا انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے، لہٰذا انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہ کر احکامِ الٰہی کے مطابق ان

اشیاء سے استفادہ کرے۔ جانور بھی اللہ کی مخلوق ہیں جن کو انسان کے فائدہ کے لئے بنایا۔ چنانچہ وہ ان سے جائز حدود میں رہ کر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لہٰذا انسان اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے کسی بیماری یا کسی دوائی کے عمل کو جانچنے کے لئے اس کا تجربہ جانوروں پر کرتا ہے تو اگر وہ دوائی انسانوں کے لئے کافی کارآمد ہو، ازحد ضروری ہو، کوئی بڑی و لاعلاج بیماری کی دوائی کے طور پر دریافت کی جارہی ہو تو ان صورتوں میں اس دوائی کا جانور پر تجربہ کیا جاسکتا ہے، اس کی اجازت ہے۔

ماکول اللحم حیوانات سے انسان کااپنے جسم و صحت کی برقراری، نشوونما اور علاج کے لئے استفادہ جائز ہے، جن اعضاء کو کھانا جائز ہے اسی طرح سے ان سے دوا و علاج کے لئے استفادہ کرنا بھی جائز ہے؛ چنانچہ ماکول اللحم حیوانات کو جب غذاءً استعمال کیا جاسکتا ہے تو بطورِ علاج امکانی دواؤں کے تجربے کے لئے ان جانوروں کا استعمال کرنا بھی جائز ہوگا۔

اسی طرح غیر ماکول اللحم حیوانات سے بھی بطورِ علاج فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؛ کیونکہ غیر ماکول اللحم حیوانات کا شکار جائز ہے،ان کا گوشت جائز نہیں۔ یعنی ان سے خارجی طور پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، لہٰذا غیر ماکول اللحم جانوروں پر امکانی دواؤں کے تجربات کئے جاسکتے ہیں ،فقہی قاعدہ: الضرورات تبیح المحظورات...(الاشباہ والنظائر)، نیز آیت کریمہ : فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ...(سورۃ المائدۃ: ۳) کے تحت حرام جانوروں کے اعضاء کے بطورِ علاج داخلی استعمال کی بھی گنجائش ہے، اسی طرح اگر ایسی بیماری ہے جو لاعلاج ہے اور اس بیماری سے انسانی نسل کو ضرر و نقصان ہورہا ہوتو ایسی صورت میں اس بیماری کی امکانی دوا کا تجربہ حلال و حرام دونوں جانوروں پر کیا جاسکتا ہے بلکہ اس طرح کے کامیاب تجربے کئے بھی جاچکے ہیں، جیسے بندر پر، خرگوش پر، چوہے ، خنزیر وغیرہ پر تجربے کئے جاتے رہے ہیں۔

اس طرح کے تجربہ کے وقت یہ ملحوظ رہے کہ اس سے جانوروں کو ایذا نہ پہونچے اور ان کی نسل کو نقصان و ضرر نہ ہو نیز اس تجربے کے بعد انہیں کوئی ایسی تکلیف یا بیماری نہ لگ جائے کہ وہ تاعمر اس تکلیف میں مبتلاء ہوں۔جیسا کہ البحر الرائق میں ہے: ان إیصال الألم إلیٰ الحیوان لا یجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إلیہ...(البحرالرائق، مسائل شتی، ۲۵۵) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

ایک موقع پر قرآن میں ارشاد ہوا :وَاَوحیٰ رَبُّکَ الیٰ النَّحْلِ أن اتَّخِذِی مِنَ الجِبَالِ بُیُوتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِی مِن کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِی سُبُلَ رَبِّکَ ذُلُلا یَخْرُجُ مِنْ بُطُونِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلوَانُہٗ فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ...(سورۃ النحل: ۲۸،۲۹)اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں میں اور جو عمارتیں لوگ بناتے ہیں ان میں چھتے

بنائے پھر شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ ہر طرح کے پھل چوسے، پھر اپنے رب کے آسان راستوں پر چل پھر کرے، اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز (شہد) نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور اس میں لوگونکے لئے (مختلف امراض سے) شفا رکھی گئی ہے)۔

آیت میں فیہ شفاء للناس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ کسی بیماری سے بچاؤ یا اس سے قبل از وقت محافظت کے لئے اگر جانوروں پر تجربہ کیا جائے جب کہ اس تجربہ کا انسانیت کو فائدہ ہو اور وہ واقعی ضروری ہو تو اس کی گنجائش ہوگی۔

عام حالات میں جانوروں پر امکانی دواؤں کے تجربے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ انسانی صحت عامہ کے سلسلہ میں ایک بہت ہی ضروری تجربہ کی ضرورت ہے، تجربہ نہ کئے جانے اور اس تجربہ کو انسانوں پر کئے جانے سے کئی ایک جانیں ضائع ہوسکتی ہوں اور دوائی کی جلد تیاری اور اس کی مفید ہونے کی رپورٹ جلد نہ آنے کی صورت میں بھی انسانی جانوں کے ضیاع کا امکان ہو یا کم از کم انسانی صحت پر کافی گہرا اثر پڑسکتا ہو تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ''الضرورات تبیح المحظورات''(الاشباہ و النظائر) کے تحت تجربہ کی گنجائش ہوگی۔

(۷) برائے ادویہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کا کوئی عضو نکال لینے کا شرعی حکم:

عام حالات میں زندہ جانور کے کسی حصہ کو کاٹ لینے یا کسی عضو کو نکال لینے کی ممانعت ہے، رسول اکرم ﷺ کی اس سلسلہ میں حدیث وارد ہے:عن أبی واقد اللیثی قال:قدم النبی ﷺ المدینۃ والناس یحبون أسنمۃ الإبل و یقطعون ألیات الغنم فقال رسول اللہ ﷺ:ما قطع من بہیمۃ وھی حیۃ فھومیتۃ، إسنادہ علیٰ شرط البخاری...(سنن الدارمی، کتاب الصید، باب فی الصید یبین منہ العضو، رقم: ۲۰۶۱) (ابو واقد اللیثی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ میں ایسے زمانے میں تشریف لائے کہ اہل مدینہ اونٹوں کے کوہانوں کو اور دنبہ کی چکتیوں کو (زندہ حالت میں) کاٹ لیتے تھے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زندہ جانور سے جو عضو کاٹا جائے وہ عضو مردار ہے)۔

علاج کی غرض سے برائے ادویہ جانور کا کوئی ایسا عضو نکالنے کی گنجائش ہوگی جس کے نکالنے سے اس کی صحت پر یا زندگی پر کوئی اثر نہ ہوتا ہو۔ جیسے عند الضرورت انسان کو دوسرے انسان کے لئے اپنے کسی ایسے عضو کے عطیہ کی اجازت ہے جس کے نکال لینے سے اس کی صحت وزندگی پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو ، ٹھیک یہی حکم جانور کے عضو پر بھی ہے، اور وہ عضو جس مقصد کے تحت نکالا جارہا ہو اس کو وہ پورا کرتا ہو ، اس کا وثوق ضروری ہے۔ ویسے فقہاء نے جانوروں کے اعضاء کی انسانی جسم میں پیوندکاری کو جائز قرار دیا ہے اور مرورِ زمانہ اس کا تعامل بھی چلا

آرہا ہے،ایسے ہی انسانی صحت کے تحفظ کے لئے، انسانی منفعت کے لئے جانوروں کے اعضاء کا استعمال بھی جائز ہوگا۔اس میں حلال و حرام کی تخصیص نہیں ہوگی، بلکہ ماکول اللحم و غیر ماکول اللحم دونوں جانوروں کے اعضاء کو انسانی علاج اور خود جانوروں کے علاج کے لئے نکالنا جائز ہوگا۔

محض تجربہ کے لئے یا گمان پر مبنی مفروضے پر کسی جانور کو بے ہوش کرکے اس کا عضو نکال لینا جائز نہیں ہوگا۔

چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ان إیصال الألم إلیٰ الحیوان لا یجوز شرعاً إلا لمصالح لتعود إلیہ...(البحرالرائق، مسائل شتیٰ ۲۵۵) (حیوان کو تکلیف پہونچانا سوائے اس شکل کے جائز نہیں کہ اس کے مصالح اس جانور کو ہی لوٹ جائیں)۔

ایک موقع پر ارشاد ہوا:ھُو الَّذِی خَلَقَ لَکُم مَّا فِی الاَرضِ جَمِیْعَاً(سورۃ البقرۃ: ۲۹) (وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں)۔

یہ بھی ارشاد ہوا: وَسَخَّرَ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الأرْضِ جَمِیعًا مِنْہُ...(سورۃ الجاثیۃ: ۱۳) (اس نے زمین وآسمان کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے)۔دونوں آیتوں سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ انسان کے لئے، ان کی منفعت کے لئے پیدا کیا گیا اور آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اشیاء کو انسان کا تابع فرمان کردیا یعنی انسان تسخیر کائنات ہے، اب جو بھی اس کائنات میں ہے وہ انسان کے فائدہ کے لئے ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی سمینار منعقدہ ۸تا ۱۱؍دسمبر ۱۹۸۹ء کے موضوع ''اعضاء کی پیوندکاری'' کے فیصلے میں یہ شق موجود ہے کہ:

ب۔ ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال جن کا کھانا شرعاً جائز ہے اور جو بطریقۂ شرعی ذبح کئے گئے ہوں ۔

ج۔ جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے جن کا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریقِ شرعی ذبح نہیں کئے گئے ہیں تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال جائز ہے۔

اکیڈمی کے اس فیصلے کے تحت حلال جانوروں کے اعضاء کا ظاہری و داخلی استعمال بطور علاج جائز ہے اور حرام جانوروں کا ظاہری علاج تو جائز ہی ہے مگر ایمرجنسی میں داخلی علاج کی بھی گنجائش ہے۔ اس لحاظ سے ان جانوروں کے اعضاء کو نکالنا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے مگر اس سے جانور کو ایذا نہ پہونچتی ہو اور وہ ہلاکت میں نہ پڑے ۔

برائے تجربہ آپریشن کرکے جانور کے جسم میں کوئی آلہ رکھنے کا حکم:

میڈیکل سائنس کی ترقیات نے آج علاج ومعالجہ کے عمل کو آسان بنادیا ہے، اسی ضمن میں تجربات کی غرض سے یا بطور علاج جسم میں آلے بھی فٹ کئے جاسکتے ہیں؛ تاکہ بیماری کا پتہ لگایا جاسکے یا پھر کسی بیماری کا علاج کرسکیں۔ چنانچہ اس آلہ کے تجربے کے لئے اس آلہ کو کسی جانور کے جسم میں فٹ کردینے سے یا کچھ وقت کے لئے اس آلہ کو آپریشن کرکے جانور کے جسم میں رکھ دینے سے اگر اس جانور کی صحت یا زندگی کو کوئی نقصان نہ ہوتا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۸)ماحولیات اور جانوروں کی نسلوں کے تحفظ کے لئے ان کے شکار کی ممانعت کی تعمیل کے سلسلہ میں شرعی حکم:

اس ملک میں جہاں ہم رہتے ہیں ، جانوروں کو پالنے ، ان کے شکار کرنے نیز جنگلی جانوروں سے فائدہ اٹھانے کی قانوناً ممانعت ہے؛ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت صرف ملکی قانون کی طرف سے ہے ۔رہی شریعت تو اس میں اس کی اجازت ہے کہ جن جانوروں کو خدائی قانون نے حلال قرار دیا ہے وہ تاقیامت حلال ہیں ، ان سے فائدہ اٹھانا ، ان کا شکار کرناوغیرہ جائز ہے، چنانچہ شریعت نے مستقل شکار کے مسائل و احکام کو بیان کیا ہے،کتاب الذبائح، کتاب الصید، کتاب الاضحیہ وغیرہ یہ حدیث و شروح حدیث اور فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں مستقل عنوانات ہیں، جن میں جانوروں کے شکار سے متعلق مسائل و احکام کو بیان کیا گیا ہے، لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ کسی جانور یا کسی پرندہ یا جاندار کو بلا وجہ مارنا بھی شریعت نے گوارا نہیں کیا؛ بلکہ جانور و پرندوں کو اپنی ضرورت کے لئے بقدر ضرورت شکار کرنے کو شریعت نے جائز کہا ہے، ‘‘ما أبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا’’ کے تحت کھانے کے لئے، سردی وغیرہ سے بچنے کے لئے کھال کی ضرورت پر شکارکی اجازت ہے۔

شریعت نے جانوروں پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے، اور رحم کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس کو بلا وجہ نہ مارا جائے۔چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے: عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:بینما رجل یمشی بطریق، فاشتد علیہ العطش، فوجد بئراً، فنزل فیھا، فشرب ثم خرج، فإذا کلبٌ یلھث یأکل الثری من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ ہٰذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغنی، فنزل البئر، وملأ خفّہ فأمسکہ بفیہ حتیٰ رقا، فسقی الکلب ، فشکر اللہ لہ، فغفرلہ، قالوا : یا رسول اللہ:وإن لنا فی البہائم لأجراً؟ قال:ففی کل ذاتِ کبدٍ رطبۃ أجر...(سنن أبی داؤد، باب ما یؤمر بہ من القیام علیٰ الدواب و البہائم، رقم: ۲۵۵۰)۔

اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جانوروں پر رحم کرنے پر بھی اجر ہے، صحابہ نے پوچھا کیا ہم لوگوں کے لئے جانوروں پر احسان کرنے میں بھی اجر و ثواب ہے؟ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ہر تر کلیجے والے (حیوان) میں اجر و ثواب ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں: قال المظہر: فی إطعام کل حیوان و سقیہ أجر إلا أن یکون ماموراً بقتلہ کالحیۃ و العقرب...(المرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۴،۳۴۹)(یعنی علامہ مظہر نے فرمایا کہ ہر حیوان کو کھلانے اور سیراب کرنے میں اجرو ثواب ہے سوائے اس کے کہ اس جانور کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو جیسے کہ سانپ اور بچھو)۔

ہاں اگر کسی جانور کی نسل ختم ہوتی جارہی ہے، وہ کم یاب بلکہ نایاب ہوتے جارہے ہیں تو ایسی صورت میں شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ایسے جانوروں کی نسل کے تحفظ کے لئے ان کے شکار سے احتراز کیا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے۔

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کسی پرندہ یا جانور کو ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حدیث ہے: عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:من قتل عصفوراً فما فوقھا بغیر حقھا سألہ اللہ تعالیٰ عن قتلہ قیل:یا رسول اللہ ﷺ! وما حقھا؟ قال:أن یذبحھا فیأکلھا و لا یقطع رأسھا فیرمی بھا، رواہ أحمد والنسائی والدارمی... (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح؛ کتاب الصید و الذبائح) (رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل کے متعلق باز پرس فرمائینگے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کرے اور پھر کھالے، ایسا نہ کرے کہ سر جدا کرکے پھینک دے)۔

قومی جانور کا شرعی حکم:

آج کل ہرایک ملک کسی جانور کواپنا قومی جانور،کسی پرندہ کو قومی پرندہ قرار دیتا ہے اوراپنے شہریوں کو اس کے تحفظ کا حکم اور اس کے شکار کی ممانعت کا حکم دیتا ہے۔حکومتیں اگر کم یاب و نایاب جانور و پرندہ کی نسل کی حفاظت کے طور پر ایسا کرتی ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس حکم کی تعمیل شہریوں پر واجب ہے۔

مگر حکومتیں کسی دوسرے مقصد کے حصول کے لئے کسی جانور کو یا پرندہ کو قومی جانور یا قومی پرندہ قرار دیتی ہوں ، اس سے اس کی حفاظت یا اس کی نسل کا تحفظ مقصود نہ ہو تو ایسی صورت میں اس طرح قومی جانور یا قومی پرندہ قرار دینے کی کوئی حاجت نہیں، شرعاً اس کی تعمیل شہریوں پر واجب نہیں۔

مگر چونکہ کسی جانور یا پرندہ کی یوں بھی حفاظت ہوجاتی ہو اور ہمارا اس کو شکار نہ کرنا اس کی نسل کی حفاظت یا اس پر رحم کااظہار ہوجاتا ہو تو ایسی صورت میں اس نیت کے ساتھ حکومت کے اس حکم کی تعمیل کی جاسکتی ہے، یہ درست ہے مگر واجب نہیں۔

اور شرعی قانون میں کسی جانور یا کسی پرندہ کو بلا وجہ مارنا، شکار کرنا یا گوشت کی ضرورت کے بغیر اس کا شکار کرکے اس کے سر کو الگ کرکے ڈال دینا، یا شوقیہ پرندوں کو بندوق یا تیر کا نشانہ بنانا، نشانہ بازی سیکھنے کے لئے پرندوں اور جانوروں کو تختۂ مشق بنانا، یہ سب صورتیں ناجائز ہیں، لہٰذا بلا وجہ اور بغیر گوشت کی ضرورت کے جانور کویا پرندے کو مارنے یا شکار کرنے کی ممانعت ہے، تو حکومت کے حکم کی تعمیل کی جاسکتی ہے جس میں کسی جانور یا پرندہ کو بہ مقصدِ تحفظ نسل قومی جانور یا قومی پرندہ قرار دیا گیا ہو(تاکہ اس کی نسل کا تحفظ ہوسکے)۔

ایک حدیث ہے جس میں رسول اکرمﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا، اس حدیث میں تمثیلاً چار جانوروں کا ذکر ہے ویسے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کا مقصود یہ ہے کہ جس جانور کا کھانا مقصود نہ ہو اور نہ ہی وہ جانور ایذا پہونچارہا ہو تو اس کو قتل کرنا منع ہے، چنانچہ حدیث ہے: عن عبدالرحمن بن عبداللہ عن أبیہ قال:نھیٰ رسول اللہ ﷺ عن قتل أربع من الدواب:النملۃ و النحلۃ والہدہد و الصرصر...(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح؛ باب ما یحل اکلہ و ما یحرم اکلہ) (رسول اکرم ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد ، لٹورا)۔

(۹) کسی مقدس جانور کے ذبح پر پابندی کے حکومتی قانون کا اسلامی نقطۂ نظر:

اسلام رواداری والا مذہب ہے، رسول اکرم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مذہب کا مذاق نہ اڑائیں، سر عام برا بھلا نہ کہیں۔چنانچہ انسانی بنیادوں پر ایک مسلمان دوسرے کسی مذہب کے ماننے والے کی دل آزاری کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ مگرکسی مذہب کی مقدس کتاب، ان کے مقدس مقام نیز ان کے مقدس جانور کا مسلمان بھی تقدس کرے ،یہ ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں؛ البتہ ان کی توہین نہ کرے، ان کی تذلیل نہ کرے۔

چنانچہ حکومتی قانون کے مطابق کسی مذہب کے ماننے والوں کے مقدس جانور کے ذبح پر پابندی والے معاملہ میں اگر حکومت بھی اسی مذہب کو مانتی ہے تو پھر ایسی حکومت کے اس قانون کو ماننا شہریوں پر لازم نہیں؛ کیونکہ وہ جبراً دوسروں پر اپنے مذہبی امور کو لاگو کررہی ہے۔ دراصل یہ قانونی معاملہ نہیں؛ بلکہ رواداری کا معاملہ ہے، مسلمان رواداری میں دوسرے ہم وطن بھائیوں سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے ان کے مقدس جانور کے ذبح سے رک سکتا ہے مگر اس جانور کوجو شرعاً حلال ہو؛ نہ تو وہ حرام تصور کرسکتا ہے اور نہ ہی شرعاً اس کے ذبح کو ممنوع قرار دے سکتا ہے؛ کیونکہ حدیث میں ہے:'' الحلال بین و الحرام بین'' حلال و حرام بیان کردئے گئے، اب وہ لوگوں پر واضح ہوچکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید کے ذریعہ حلال و حرام کی وضاحت

کردی ہے اور حلال و حرام کا قانون بنادیا ہے، اب کسی کو ئی حق حاصل نہیں کہ وہ ان حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے۔

چنانچہ اس ملک میں مسلمان ان علاقوں میں جہاں برادرانِ وطن اکثریت میں ہوں رواداری میں اس جانور کے ذبح سے رکتا ہے تو اس کی اجازت ہوگی مگر یہ اعتقاد ضروری ہے کہ وہ حلال ہے۔

کماقال اللہ تعالیٰ: أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الأَنْعَامِ ...(سورۃ المائدۃ: ۱) (تمہارے لئے مویشی و چوپائے جانور حلال کئے گئے ہیں)۔

وقال: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَ حَمَلْنَاہم فِی البَرِّ و البَحْرِ و رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَات... الخ... (سورۃ الاسراء: ۷۰)۔

کسی مخصوص جانور کے ذبح کرنے پر پابندی عائد کردی گئی ہو،اور حکومت کی جانب سے یہ قانون پاس ہوگیا، اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر زور زبردستی کئے جانے کا امکان ہو اور حکومت نے خود اس کی خلاف ورزی پر سزا یا جرمانہ کو عائدکرنے کا اعلان کیا ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ جانور کم یاب یا نایاب ہے ، اس کی نسل ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو مصلحتاً مسلمان اس حکم کی پابندی کریں۔

لیکن اگر وہ جانور کم یاب یا نایاب نہیں ہے، اور اس کی نسل بھی ختم ہونے کے امکانات نہیں ہیں تو پھر مسلمان اس کے ذبح کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لیں، حکومتی سزا و جرمانہ سے بچ کر احتیاط سے چلیں؛ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ کوشش بھی کرتے رہیں کہ ایسے حالات پیدا ہوں جن میں شرعی احکامات کا نفاذ آسان ہو۔

(۱۰) جنگلات،نہروں و جھیلوں پر پرندوں کے شکار کی ممانعت کے سرکاری قوانین کا شرعی حکم:

یہ صحیح ہے کہ بلاوجہ پرندوں کو نہ مارا جائے، کھانے کے لئے بقدر ضرورت پرندوں کا شکار جائز ہے،اور شکار اتنا ہی جائز ہے جتنے کی ضرورت ہو، بلا ضرورت، بلا وجہ یا نشانہ بازی کے لئے شکار کرنا مکروہ ہے۔خاص کر ان پرندوں کا جو نایاب ہوتے ہوں یا قیمتی ہوتے ہوں ، ان کی نسل کی حفاظت ضروری ہے،چنانچہ ایسے پرندے جو دوسرے ملک سے اس ملک میں موسم کی مناسبت سے آتے ہوں تو ان مہمان پرندوں کا شکار نہ کیا جانا بہتر ہے،ایک تو وہ مہمان ہیں اور دوسرے ان کے شکار کی ویسے کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہوتی،لہٰذا اس سلسلہ میں حکومت نے اگر ان کے تحفظ کے لئے کوئی قانون بنایا ہے، یا ان کے شکار سے منع کیا ہے تو حکومتی قوانین کی پابندی کی جانی چاہئے؛ تاکہ ان مہمان پرندوں کا تحفظ ہوسکے۔

ردالمحتار میں ہے: طاعۃ الامام فی غیر المعصیۃ واجبۃ...(ردالمحتار؛ کتاب القضاء)۔

چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے:إذا كان فعل الإمام مبنياً على المصلحة فيما يتعلق

بالأمور العامۃ لم ینفذ أمرہ شرعاً اِلّا إذا وافقہ، فإن خالفہ لم ینفذ، قال المصنف فی شرح الکنز ناقلا عن أئمتنا إطاعۃ الإمام فی غیر المعصیۃواجبۃ فلو أمر الإمام بصوم یوم وجب۔ یعنی جب امام کا فعل ان امور میں جن کا تعلق عوام سے ہو مصلحت پر مبنی ہوتو اس کا حکم شرعاً نافذ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ شرع کے موافق میں ہو (یا شرع کے مخالف نہ ہو)لہٰذا اگر اس کے مخالف ہو تو نافذ نہ ہوگا، مصنف نے شرح کنز میں ائمۂ احناف سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام کی اطاعت ماسوائے معصیت واجب ہے، اگر امام ایک دن کے روزہ کا حکم دے تو روزہ رکھنا واجب ہے(الاشباہ والنظائر مع الحموی۱،۴۱۲)۔

(۱۱) وبائی امراض سے بچنے کے لئے جانوروں کو ماردینے کا شرعی حکم:

آج کل وبائی امراض کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے، ان امراض کے جراثیم پرندوں وجانوروں پر پہلے اٹیک کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ پھر انسانی آبادی پر حملہ آور ہوتے ہیں، لہٰذایہ وبائی امراض جو علاقہ کے علاقہ میں پھیل جاتے ہیں اور بہت سارا نقصان انسانی آبادی ،انسانی صحت کو پہونچاتے ہیں،ایسی صورت میں وبائی امراض سے تحفظ کے لئے متاثرہ پرندوں و جانوروں کو ختم کردینا جائز بلکہ انسانی جان کے تحفظ کی خاطر واجب ہے۔

نیز حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے محرم کے لئے حرم میں چند جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے:عن عبداللہ بن عمر ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:خمس من الدواب لیس علیٰ المحرم فی قتلھن جناح...(صحیح البخاری، باب ما یقتل المحرم من الدواب، رقم: ۱۸۲۶)۔

عن عبداللہ بن عمرؓ قالت حفصۃ رضی اللہ عنہا:قال رسول اللہ ﷺ:خمس من الدواب لا حرج علی من قتلھن:الغراب، والحدأۃ، والفارۃ، و العقرب و الکلب العقور ...(صحیح البخاری، باب ما یقتل المحرم من الدواب، رقم: ۱۸۲۸) ۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ ﷺ قال:خمس من الدواب، کلھن فاسق، یقتلھن فی الحرم: الغراب والحدأۃ، والعقرب والفارۃ و الکلب العقور...(صحیح البخاری، باب ما یقتل المحرم من الدواب، رقم: ۱۸۲۹) (یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں(جانور) ایسی ہیں جنہیںحرم میں حالتِ احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں: چوہا، کوا، چیل، بچھو، باؤلا کتا)۔

ایک اور حدیث ہے:عن أبی سعید الخدریؓ قال رسول اللہ ﷺ :یقتل المحرم السبع العادی... (الجامع الترمذی: ۸۳۸) (یعنی محرم حملہ کرنے والے درندوں کو مارسکتا ہے)۔ جب حالت احرام میں حملہ کرنے والے درندے کو مارنے کا حکم ہے تو پھر عام حالت میں بدرجۂ اولیٰ اجازت موجود ہے۔

وفی الہندیۃ:ولو کان لرجل کلب عقور یعضّ کل من یمرّ علیہ فلأھل القریۃ أن یقتلوہ

.....قریۃ فیھا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منھا ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب فان أبوا رفع الأمر إلیٰ القاضی حتیٰ یلزمھم ذلک فی محیط السرخسی...(فتاویٰ الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، باب فیما یسع من جراحات بنی آدم، ۵؍۴۴۰) (اگر کسی کے پاس پاگل کتا ہو جو اس طرف سے گذرنے والے کو کاٹ لیتا ہو تو اس گاؤں والوں کو اختیار ہے کہ وہ اس کتے کو قتل کرڈالیں..... ایک گاؤں میں بہت سے کتے ہیں اور گاؤں والوں کو ان سے ضرر پہونچتا ہے تو وہ لوگ کتے پالنے والوں سے کہیں کہ ان کو قتل کردیں، اور اگر وہ انکار کریں تو قاضی سے فریاد کریں کہ قاضی ان لوگوں پر یہ لازم کردے گا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کریں، یہ محیط السرخسی میں ہے)۔

وایضاً:ولا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحصل قتلہ لأجل الأکل فلدفع الضرر أولیٰ کذا فی فتاویٰ قاضیخان ویکرہ حرقھا کذا فی السراجیۃ،قتل النملۃ تکلموا فیہ و المختار أنہ إذا ابتدأت بالأذی لا بأس بقتلھا وإن لم تبتدئ یکرہ قتلھا واتفقوا علیٰ أنہ یکرہ إلقاؤھا فی الماء ...(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، باب فیما یسع من جراحات بنی آدم، ۵؍ ۴۴۱) (اور ٹڈی کو قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ کیونکہ وہ شکار ہے، کھانے کے واسطے اس کا مارڈالنا روا ہے تو دفع ضرر کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ روا ہوگا، یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے، مگر اس کا جلانا مکروہ ہے، یہ سراجیہ میں ہے۔ چیونٹی کے قتل میں اختلاف ہے، اور مختار یہ ہے کہ اگر اس نے ایذا رسانی شروع کی یعنی جس وقت اس نے ایذاء پہنچائی تو اس کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس نے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اس کا قتل مکروہ ہے۔

رہا سوال ان کو ختم کرنے کی بہتر صورت کا تو دفن کرنا سب سے بہتر صورت ہے؛ کیونکہ ایسڈ ڈالنے یا جلانے میں پھر بھی جراثیم کے پھیلنے کا امکان رہتا ہے، اس لئے دفن کا طریقہ اسلام نے اسی لئے رکھا ہے کہ مدفون جسم کے گلنے سڑنے سے اس کے جراثیم نہ پھیلنے پائیں۔ لیکن دفن کرنے کے لئے اتنی سہولت نہ ہو،یعنی جگہ میسر نہ ہو یا دفن کرنے کے لئے وقت و وسائل نہ ہوں تو ایسی صورت میں ایسڈ سے جلا کر انہیں ختم کیا جاسکتا ہے۔

کما فی سنن ابی داؤد:قال: انّہ لا ینبغی أن یُعَذِّبَ بِالنَّار الّا ربُّ النَّار(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۷۵)... (یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آگ کا عذاب تو صرف آگ کا مالک (اللہ) ہی دے سکتا ہے (کسی اور کو اس کا حق نہیں ہے))۔

و فی الہندیۃ: ولا تحرق بیوت النمل لنملۃ واحدۃ کذا فی الفتاویٰ العتابیۃ،الفیلق الذی یقال لہ بالفارسیۃ: بیلۃ یلقی فی الشمس لیموت الدیدان ولا یکون بہ بأسا لأن فی ذلک منفعۃ الناس ألا یریٰ أن السمکۃ تلقی فی الشمس فتموت ولایکرہ کذا فی خزانۃ المفتین(الفتاویٰ الہندیۃ؛ کتاب الکراہیۃ، باب فیما یسع من جراحات بنی آدم، ۵؍ ۴۴۱)(اور ایک چیونٹی کی وجہ سے تمام چیونٹیوں کا گھر پھونک دینا مباح نہیں ہے، یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے، پیلہ کو دھوپ میں ڈالنا

کہ کیڑے مرجائیں روا ہے، کچھ مضائقہ نہیں؛ کیونکہ اس میں آدمیوں کا نفع ہے ، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مچھلی دھوپ میں ڈال دی جاتی ہے؛ تاکہ مرجائے، اور یہ مکروہ نہیں ہے، یہ خزانۃ المفتین میں ہے)۔

نیز ہندیۃ کی عبارت ''ویکرہ حرقھا'' سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ عام حالات میں کسی جانور یا پرندے کو جلا کر مارنا جائز نہیں ہے مکروہ ہے ، مگر خصوصی حالات مینایسے حالات میں جو ہنگامی ہوں، احقر کے خیال سے جلا کر مارنے کا حکم ہے مگر جلانے میں انسانوں کی منفعت یا سہولت ہو اور جو مضر اثرات جانوروں سے ہورہے ہیں وہ زائل ہوجائیں۔

جلا کر مارنے کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض حالات میں جانوروں کی ایذاء سے بچنے کے لئے ایسڈ یا آگ جتنا کام کرسکتی ہے اتنا ان کو دفن کرنے سے کام نہیں ہوتا۔ جیسے چکن پوکس جیسی وبائی بیماری بڑی تیزی سے پھیلتی ہے ، اس کا تدارک یہ ہے کہ متاثرہ مرغیوں کو ختم کردیا جائے اور وہ بھی جتنی جلد ہوسکے اتنی جلد ختم کرنا ہوتا ہے ، اب اگر ان کو ختم کرکے دفن کرنے بیٹھیں تو بڑی دیر لگتی ہے، ایسے میں اگر ایسڈ کا استعمال کرلیا جائے تو آناً فاناً ان متاثرہ مرغیوں کو ختم بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ بیماری والے جراثیم کو بھی زائل کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا بہت ہی ایمرجنسی کی صورت میں خصوصی حالت میں موذی جانور یا پرندوں کو جلا کر ختم کیا جاسکتا ہے۔

(۱۲) انسانی مصالح و مفاد کے لئے جانوروں کو مارنے کا حکم :

جانور عام طور سے انسانی مصالح و مفادات ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر جب کہ جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہوں توایسے قیمتی جانور کو مارنا جائز نہ ہوگا۔ جانور کو اللہ نے انسانوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا، ان کی کھال سردی سے بچنے کے لئے استعمال میں لائی جاسکتی ہے اور ان کا گوشت کھانے کے لئے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا:وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ... (سورۃ النحل: ۵)...(اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی فائدے کے لئے جانور پیدا کئے ہیں جن میں تمہارے لئے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی، اور اسی سے تم کھاتے بھی ہو)

لہٰذا جانوروں کو د ووجہوں سے مارا جاسکتا ہے، ایک یہ کہ ان سے کچھ فائدہ ہو، گوشت، دودھ، کھال وغیرہ، اور دوسری وجہ ان سے کوئی بڑی ایذا پہونچ رہی ہو۔

آجکل ملکی قانون کے مطابق جنگل کے جانوروں کو مارنا ممنوع ہے، شرعاً اس قانون کا کوئی جواز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر جانوروں کی نسل ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو اور اس اندیشہ کے تحت حکومت نے یہ قانون بنایا ہو تو اس کی گنجائش ہے مگر اس قانون کی ہر سطح پر پابندی ہو، ایسا نہیں کہ عوام تو اس قانون کا پاس کریں اور اعلیٰ عہدیدار خود محافظ ان جانوروں کی نسل کو ختم کرتے چلے جائیں۔

چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے:''إذا کان فعل الإمام مبنیاً علی المصلحۃ فیما یتعلق بالأمور العامۃ لم ینفذ أمرہ شرعاً اِلّا إذا وافقہ، فإن خالفہ لم ینفذ'' قال المصنف فی شرح الکنز ناقلا عن أئمتنا إطاعۃ الامام فی غیر المعصیۃ واجبۃ فلو أمر الإمام بصوم یوم وجب۔ یعنی جب امام کا فعل ان امور میں جن کا تعلق عوام سے ہو مصلحت پر مبنی ہوتو اس کا حکم شرعاً نافذ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ شرع کے موافق میں ہو(یا شرع کے مخالف نہ ہو)لہٰذا اگر اس کے مخالف ہو تو نافذ نہ ہوگا، مصنف نے شرح کنز میں ائمۂ احناف سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام کی اطاعت ماسوائے معصیت واجب ہے، اگر امام ایک دن کے روزہ کا حکم دے تو روزہ رکھنا واجب ہے(الاشباہ والنظائر مع الحموی۱؍۴۱۲)۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ جانوروں کو مارنا تمہارا حق ہے بلکہ اسلام نے جانوروں کو انسانوں جیسے ہی حقوق دیئے ہیں، انہیں بھی ایک قوم کہا گیا، ایک موقع پر ارشاد ہوا:وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِیْ الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیہِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُم... (سورۃ الانعام: ۳۸)؛ بلکہ اسلام نے ان کے حقوق کی حفاظت کی؛ بلکہ رسول اکرم ﷺ کے کئی واقعات ہیں جن میں جانوروں نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے اوپر ہورہے ظلم کی فریاد کی ہے۔تو اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ جانوروں کی نسلیں باقی رہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت جو بھی دیانتداری سے اقدامات کرے اس کی تائید و تعمیل شہریوں پر لازم ہے،جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: طاعۃ الإمام فی غیر المعصیۃ واجبۃ... (ردالمحتار؛ کتاب القضاء)۔

اور اس لئے بھی کہ جانوروں کی نسل ختم نہ ہوجائے ،جانوروں کے شکار سے احتراز کرنا چاہئے؛ کیونکہ جانوروں کا شکار گوشت، دانت، سینگ ،کھال وغیرہ کے حصول کے لئے ہے اور خصوصی حالات یا بعض مقامات پر جانوروں کے شکار سے احتراز قیمتی جانوروں کی نسل کا تحفظ ہے ، لامحالہ یہ بات سامنے آتی ہے کہ گوشت ، سینگ، دانت و کھال کے حصول سے کہیں زیادہ اہم مقصد ''جانوروں کی نسل '' کا تحفظ ہے۔ گوشت ، سینگ، دانت و کھال کا عدم حصول تھوڑا نقصان ہے، جب کہ جانوروں کی نسل کا ختم ہوجانا بڑا نقصان ہے، اور فقہی قاعدہ بھی ہے کہ بڑے نقصان سے بچنے کے لئے تھوڑے نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔

فقہاء کا قاعدہ ہے کہ: الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف (القواعد الفقہیۃ؛ رسالۃ الثلاثۃ، للمفتی السید عمیم الاحسان المجددی،ص۸۸)۔

جانورونکے اجزاء کھال، سینگ ، دانت اور گوشت کے حصول کے سلسلہ میں شرعی حکم:

جانوروں کو کھانے کے لئے، ان کی کھال اور ان کے ان اعضاء جو قیمتی ہوں،کے حصول کے لئے شکار کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے شکار کو جائز قرار دیا ہے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو ہمت و جوانمردی کا کام بھی بتایا۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاكُلُوْنَ...(سورۃ النحل: ٥)... (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی فائدے کے لئے جانور پیدا کئے ہیں جن میں تمہارے لئے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی، اور اسی سے تم کھاتے بھی ہو)۔

ایک اور موقع پرارشاد ہوا:اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ...(سورۃ المائدۃ: ١) (تمہارے لئے مویشی و چوپائے جانور حلال کئے گئے ہیں)۔

نیز جانوروں کے شکار کے سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہورہا ہے؛وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا...(سورۃ المائدۃ؛٢)(جب تم حلال ہوجاؤ (احرام کھول دو) تو شکار کرلیا کرو)۔

عن أبی ثعلبۃ الخشنی قلت:یا رسول اللہ! إنا بأرض قوم أہل کتاب، نأکل فی آنیتہم، وأرض صید أصید بقوسی وأصید بکلبی المعلم، والذی لیس بمعلماً فاخبرنی:ما الذی یحل لنا من ذٰلک؟ فقال:أما ما ذکرت أنک بأرض قوم أہل الکتاب تأکل فی آنیتہم فإن وجدتم غیر آنیتہم فلا تأکلوا فیہا، وإن لم تجدوا فاغسلوہا ثم کلوا فیہا، وأما ذکرت أنک بأرض صید، فما صدت بقوسک فاذکر اسم اللہ ثم کل و ما صدت بکلبک المعلم فاذکر اسم اللہ ثم کل، وما صدت بکلبک الذی لیس معلماً وأدرکت ذکاۃ فکل... (صحیح البخاری، کتاب الذبائح و الصید،باب ما جاء فی التصید، رقم: ٥۴٨٨) (ابو ثعلبہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایسی سرزمین میں ہوں جہاں اہل کتاب بستے ہیں، ہم ان کے برتنوں میں کھاتے ہیں، اور وہ زمین جہانشکار دستیاب ہوتا ہے میں اپنی کمان سے اور سدھائے ہوے کتے سے اور بے سدھائے کتے سے شکار کیا کرتا ہوں تو کیا یہ میرے لئے ٹھیک ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوذکر کیا کہ تمہاری زمین میں اہل کتاب بستے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھاتے ہو تو اگر تم ان برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن پاؤ تو ان میں کھاؤ، اگر ان کے علاوہ نہ پاؤ تو ان برتنوں کو دھو کر ان میں کھاسکتے ہو۔اور وہاں تم نے شکار کی زمین کے بارے میں کہا تو تم نے اپنے تیر سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے کر تیر چلایا تو اسے کھاؤ اور جو سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے لیا تھا تو اسے بھی کھاؤ اور بے سدھائے کتے سے جو شکار کیا اگر اسے ذبح کرسکو تو کھاؤ)۔

ان آیات وحدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کا شکار کیا جاسکتا ہے اور شکار سے مقصود جانوروں کا گوشت اور ان کی کھال ہے۔ بلا وجہ جانوروں کو مار کر ڈال دینے سے منع کیا گیا ہے؛ بلکہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے جانوروں کا شکار کیا جاسکتا ہے۔ایسے ہی سینگ اور کھال کے لئے حلال جانوروں کا شکار جائز ہے جیسے ہرن وغیرہ کی سینگ اور کھال کے لئے، لیکن ہاتھی (یااس جیسے جانور) چونکہ حلال

نہیں ہے، وہ درندوں میں شمار ہوتا ہے، اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے ، اسی لئے بظاہراس کو دانت اور کھال کے لئے مارنا جائز نہیں ہونا چاہئے؛ کیونکہ حدیث رسول اکرم ﷺ ہے: حرم رسول اللہ ﷺ یعنی یوم خیبر الحمر الإنسیۃ و لحوم البغال، وکل ذی ناب من السباع وذی مخلب من الطیر... (الجامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، ۱۴۸۳) یعنی رسول اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت حرام قرار دیا، اور ہر کچلی والے درندے کو اور ہر پنجے والے پرندے کو حرام قرار دیا۔

کتاب الفقہ میں ہے: وہ تمام درندہ جانور جو کچلیوں سے دوسروں پر حملہ کرتے ہیں، حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ، ہاتھی، بندر، تیندوا اور بلی چاہے جنگلی ہو یا گھریلو...الخ...(کتاب الفقہ۲،۲)۔

ایک اور حدیث ہے: عن أبی الملیح عن أبیہ أن النبی ﷺ نھیٰ عن جلود السباع... (سنن النسائی: رقم: ۴۲۵۸)... (ابوملیح نے اپنے والد سے نقل کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع فرمایا)۔

نسائی ہی کی روایت ہے:عن خالد قال:وفد المقدام بن معدیکرب علی معاویۃ فقال لہ:أنشدک باللّٰہ ہل تعلم أن رسول اللہ ﷺ نھیٰ عن لبوس جلود السباع والرکوب علیھا؟ قال:نعم...(سنن النسائی: ۴۲۶۰)... (خالد کہتے ہیں کہ مقدام بن معدیکرب امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے سے اور ان پر سواری کرنے سے منع فرمایا؟ انہوں نے کہا: ہاں)۔

حدیث میں ممانعت جو آئی ہے وہ کھال کی ناپاکی پر محمول ہے لیکن اگر اس کھال کو پاک کرلیا جائے یعنی اس کو دباغت کے ذریعہ پاک کرکے قابلِ استعمال بنالیا جائے تو پھر اس کو استعمال کرنا جائز ہے، یعنی درندوں کی کھال سے بعد دباغت فائدہ اٹھانا جائز ہے، لہٰذا یہ بھی جائز ہوا کہ ہاتھی کے دانت سے،جو کہ ان میں ناپاکی کا سوال نہیں پیدا ہوتا، فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس لحاظ سے دانت کے لئے ہاتھی کا شکار کیا جاسکتا ہے۔

مرقات المصابیح (۷۲،۲) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کی کھال بھی ذبح کرنے یا کھال کو دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے، لیکن حدیث میں جو درندوں کی کھالوں کے پہننے کی ممانعت آئی ہے اسے محدثین نے احتیاط پر محمول کیا ہے ورنہ ایسی پاک کھالیں پہننی جائز ہیں ۔

وفی الہندیۃ: فالصید ھو الحیوان المتوحش الممتنع عن الآدمی، مأکولاً کان أو غیر مأکول کذا فی فتاویٰ قاضیخان...(الفتاویٰ الہندیۃ؛ کتاب الصید و فیہ سبعۃ أبواب، الباب الاول فی تفسیر و رکنہ وحکمہ۵، ۵۰۲)۔

بہرکیف! جنگل میں وہ جانور جو حلال ہوں ان کے گوشت و کھال کے لئے جیسا شکار بلا کراہت جائز ہے اسی طرح ان جانوروں کے سینگ اور کھال کے لئے بھی شکار جائز ہے، اور درندوں کی کھال، سینگ ، دانت وغیرہ کے لئے شکار کرنا جائز تو ہے مگر مخصوص حالات میں جب کہ واقعی ان اشیاء کی ضرورت ہو، اورعام حالات میں مع الکراہت جائز ہے؛ لیکن اگر ان جانوروں کی نسل ختم ہوجانے کا یا کم یاب ہوجانے کا اندیشۂ قوی ہو تو اس سے گریز لازمی ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آج کل مصنوعی کھالیں ایسی تیار ہورہی ہیں کہ وہ جانوروں کی کھال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہورہی ہیں، اسی وجہ سے آج کل گائے و بکرے کی کھال کی قیمتیں حد سے زیادہ گرچکی ہیں، یہی حال دوسری اشیاء کا بھی ہوسکتا ہے ، جانوروں کے سینگ، دانت ، ہڈیوں وغیرہ سے جو مصنوعات بنائی جارہی تھیں ، اب وہی مصنوعی اجزاء سے تیار کردہ اشیاء ان سے زیادہ خوبصورت لگتی ہیں۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اشیاء کی اتنی زیادہ ضرورت انسان کو نہیں رہ گئی ہے؛ بلکہ ان کا متبادل انسان نے تلاش کرلیا ہے تو اب چونکہ جانوروں کی نسل بھی ختم ہوجانے کا خدشہ ہے اور ان کے اجزاء و اعضاء کی کوئی خاص ضرورت بھی باقی نہ رہ گئی ہے تو ایسی صورت میں ان جانوروں کے شکار سے گریز ہی بہتر ہے۔

(۱۳)مضر جانور کو مارنے کا حکم:

بسا اوقات کوئی جانور انسانی آبادی کے لئے مضر و نقصان دہ ہوجاتا ہے ایسے میں اس کو مارنا جائز ہے چہ جائیکہ وہ ماحولیات کے مفید ہی کیوں نہ ہو؛ کیونکہ جلب منفعت سے پہلے دفع مضرت ہونا چاہئے۔

گھریلو مویشی جانور کبھی کبھی کسی بیماری کی وجہ سے یا دماغی بیماری کی وجہ سے پاگل ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں ان سے نفع کم نقصان زیادہ ہے، ایسے جانوروں کو مارنا جائز ہے۔

جنگلی جانور کبھی کبھی پاگل ہوکر انسانی آبادی میں گھس پڑتے ہیں، انسانوں کو، انسانی املاک کو نقصان پہونچاتے ہیناور وہ قابو میں بھی نہیں آتے تو ایسی صورت میں ان کو مارنا جائز ہے۔

فقہی قاعدہ ہے:یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام...(ضرر عام کے دفعیہ کے لئے خاص نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے) (دررالحکام؛ دفعہ ۲۶)۔

فقہاء کا یہ بھی قاعدہ ہے: الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف (قواعد الفقہیۃ؛ رسالۃ الثلاثۃ، للمفتی السید عمیم الاحسان المجددی ،ص: ۸۸)۔

حدیث ہے:عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:من قتل عصفوراً

فما فوقها بغیر حقها سألہ اللہ تعالیٰ عن قتلہ قیل:یا رسول اللہ ﷺ! وما حقها؟ قال:أن یذبحها فیأکلها و لا یقطع رأسها فیرمی بها، رواہ أحمد والنسائی و الدارمی... (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ؛ کتاب الصید و الذبائح)(رسول اکرمﷺ نے فرمایا: جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل کے متعلق باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کرے اور پھر کھالے لیکن ایسا نہ کرے کہ سر جدا کرکے پھینک دے)۔

نیز حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے محرم کے لئے حرم میں چند جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے: عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال:خمس لا جناح علیٰ من قتلهن فی الحرم والإحرام: الفارۃ، والغراب والحدأۃ و العقرب و الکلب العقور، و فی روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا: الحیۃ و الغراب الأبقع...(صحیح البخاری؛ رقم: ۱۸۲۸) (یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں(جانور) ایسی ہیں جنہیںحرم میں حالتِ احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں: چوہا، کوا، چیل، بچھو، باؤلا کتا، اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے : سانپ اور ابلق کوا)۔

اس حدیث میں جن جانوروں کو قتل کرنے کا حکم دیا وہ موذی جانور ہیں ، ان کو جب حالت احرام میں جبکہ شکار حرام ہے ، مارنے کا حکم دیا گیا تو عام حالت میں ان کو مارنا اولیٰ ہےچنانچہ جب جانور سے ایذا پہونچ رہی ہو یا وہ انسانی آبادی و انسانی املاک کو نقصان پہونچارہا ہو تو اس کا قتل کرنا جائز ہے۔

ایک اور حدیث ہے:عن أبی سعید الخدریؓ قال رسول اللہ ﷺ :یقتل المحرم السبع العادی... (الجامع الترمذی: ۸۳۸)(یعنی محرم حملہ کرنے والے درندوں کو مارسکتا ہے)۔ جب حالت احرام میں حملہ کرنے والے درندے کو مارنے کا حکم ہے تو پھر عام حالت میں بدرجۂ اولیٰ اجازت موجود ہے۔

و فی الہندیۃ :قریۃ فیها کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منها ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب فإن أبوا رفع الأمر إلیٰ القاضی حتیٰ یلزمهم ذلک فی محیط السرخسی،... (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب فیما یسع من جراحات بنی آدم ۵،۴۴۰)۔

وأیضاً:ولا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحصل قتلہ لأجل الأکل فلدفع الضرر أولیٰ کذا فی فتاویٰ قاضیخان... قتل النملۃ تکلموا فیہ والمختار أنہ إذا ابتدأت بالأذی لا بأس بقتلها وإن لم تبتدئ یکرہ قتلها ... (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب فیما یسع من جراحات بنی آدم،۵،۴۴۱)۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلہ میں ہدایات:

آج کل ایک مخصوص طبقہ کو جانوروں سے بہت زیادہ ہمدردی ہے اور وہ اپنے آپ کو جانوروں کے سب سے بڑے رکھوالے سمجھ بیٹھے ہیں اور تمام مسائل سے بڑھ کر

انہیں جانوروں خصوصاً گائے اور آوارہ کتونکے تحفظ کی فکر کھائے جارہی ہے۔ لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی جانوروں کے تحفظ کے سلسلہ میں وہ رہنما ہدایات دے دی ہیں جن کی روشنی میں نہ صرف جانوروں کا تحفظ ہوسکتا ہے؛ بلکہ جانوروں سے بہترین انصاف ہوسکتا ہے۔

لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جانور سے ہمدرد ی کا مطلب اسے ذبح نہ کیا جائے؛ حالانکہ یہ غلط ہے، اگر گائے یا حلال جانور کو ذبح نہیں کیا گیا تو پھر اس سے بڑا ظلم اس جانور پر دوسرا نہیں ہوگا۔ مسلمان جانور کو ذبح کرتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے؛ جب کہ دوسرے جانور کو ذبح بھی نہیں کرتے اور ان کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے جس سے جانور ایک بڑی مصیبت میں ہوتا ہے، ساری زندگی وہ محنت کرتا ہے، بیل ہل چلاتا ہو، کھیتوں میں محنت کرتا، حمالی کرتا ہے اور گائے دودھ دیتی اورانسانوں کی پرورش کرتی رہتی ہے،جب یہ ناتوان ہوجاتے ہیں توان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا پھر انہیں گاؤ شالاؤں میں یا پھر گلیوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں نہ کسی کو ان کے چارہ کی فکر اورنہ ہی ان کے تحفظ کی۔ کچھ ہفتوں پہلے سوشیل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی گاؤشالاؤں یا پرانی رکشک سنٹروں میں ہورہے بے زبان جانور کے ساتھ ظلم کی رپورٹوں پر انسانیت کو سوچنے پر مجبور کیا تھا۔

اسلام نے جانوروں کے سلسلہ میں جو ہدایات دی ہیں وہ اتنی مکمل، جامع اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں کہ دنیا کی کوئی مملکت اس سلسلہ میں سوچ بھی نہیں سکتی جانورں کے حقوق و قوانین بنانا اور عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔

چنانچہ جانوروں کے سلسلہ میں کئی قرآنی آیات،احادیث و اقوال فقہاء وارد ہوئے ہیں، شریعت نے جانوروں کو بھی انسانوں ہی کی طرح ایک قوم قرار دیا ہے، اور جانور بھی انسانوں کی طرح مختلف احساسات و واردات سے گذرتے ہیں، انہیں خوشی بھی ہوتی ہے غم و دکھ بھی، درد بھی ہوتا ہے اور سکون و اطمینان بھی، وہ روتے بھی ہیں اور انہیں مسرت بھی ہوتی ہے، وہ بھی تھکتے ہیں اور انہیں آرام بھی محسوس ہوتا ہے، الغرض وہ انسانوں جیسے ہر احساس سے گذرتے ہیں اسی لئے شریعت نے ان کے سلسلہ میں ، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ ظلم نہ کرنے کے سلسلہ میں احکام نازل فرمائے ہیں؛ چنانچہ جانوروں و پرندوں کو ضرورت کے بغیر اور ضرورت سے زیادہ شکار کرنے، مارنے سے شریعت نے روکا ہے، ان کو بلاوجہ مارنا عند الشرع گناہ ہے۔

جانوروں سے زیادہ محنت لینا،ان پر حد سے زیادہ ان کی طاقت سے بڑھ کربوجھ ڈالنا اور انہیں حاجت سے کم غذا دینا، ان کو غذا و پانی کے لئے ترسانا، ان پر ظلم کرنا، چہرہ و سر پر مارنا، تیز دوڑانے کے لئے مارنا، نیز ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان سے جدا کرنا وغیرہ ایسی کئی ایک باتوں سے شریعت نے انسان کو روکا ہے؛ بلکہ ان

امور میں شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر مواخذہ کئے جانے کی وعید ہے۔

جانور کا شکار اور اس کو ذبح کرنے کی اجازت ہے مگر ذبح کرتے وقت بے رحمی سے پیش نہ آنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح ذبح کرتے وقت تیزی کے ساتھ چھری پھرائی جائے؛ تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو، ذبح سے پہلے جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرنے کا حکم اور ذبح کے وقت جانور کو نہ باندھنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ سب جانور کے ساتھ حسنِ سلوک کے مظاہر ہیں جو شریعت نے انسان کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں۔

بلی کے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے اور اس کو بھوکی پیاسی باندھے رکھنے کی وجہ سے ایک عورت کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ، اسی طرح ایک پیاسے کتے کو تکلیف اٹھا کر پانی پلانے کی وجہ سے مستحق جہنم کو جنت کی بشارت دے دی گئی۔ یعنی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ویسا ہی ہے جیسے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔اور جانوروں پر حسنِ سلوک پر مژدہ اور برے سلوک و ظلم پر وعیدیں وارد ہونا گویا کہ شریعت کو جانوروں کی حفاظت، اہمیت نیز ان کا خیال رکھنا مقصود ہے۔

چنانچہ قرآن کریم و احادیث نبویہ میں اس کے حوالے موجود ہیں، کئی آیتیں ہیں جو جانوروں سے حسنِ سلوک کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، ایسے ہی بہت سی احادیث وارد ہیں جن میں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

۱۔جانوروں پر ظلم عند الشرع ممنوع ہے:

جانوروں پر ظلم کرنے کو اسلام نے نہ صرف روکا ہے بلکہ ظلم کرنے پر وعید بھی سنائی ہے،اور ان پر رحم کرنے کو کارِ ثواب قرار دیا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:عذبت امرأة فی ہرة حبستها حتیٰ ماتت جوعاً فدخلت فیها النار، قال:فقال:واللہ أعلم، لا أنت أطعمتها ولا سقیتها حین حبستها، ولا أنت أرسلتها فأکلت من خشاش الأرض... (صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ؛ فضل سقی الماء؛ رقم؛۲۳۶۵ وایضاً کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۸۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا کہ اس نے بلی کو پکڑ رکھاتھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مرگئی ،تو اس بنا پر اس عورت کو دوزخ میں ڈالا گیا، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے، نہ تو نے اسے کھانے کو کچھ دیا اور نہ کچھ پلایا پکڑ رکھنے کے وقت میں، اور نہ تو نے اس کو چھوڑا کہ حشرات الارض سے اپنی غذا حاصل کرلیتی۔

سنن ابی داؤد میں ہے: إن رسول اللہ ﷺ مرّ ببعیرٍ قد لحق ظہرہ ببطنہ فقال:اتقوا اللہ

فی ہٰذہ البہائم المعجمۃ ارکبوھا صالحۃ و کلوھا صالحۃ ...(سنن ابی داؤد؛ باب ما یؤمر بہ من القیام علیٰ الدواب و البہائم؛ رقم: ۲۵۴۸) (رسول اکرم ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جس کی پیٹھ پیٹ سے چپک گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور ان کو اچھی حالت میں کھاؤ)۔

۲۔ جانوروں کو تفریح کے لئے یا قمار و جوئے کے لئے لڑانا ممنوع ہے:

رسول اکرم ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔جانوروں کو لڑانا بھی دور جہالت کا ایک کھیل ہے اور قمار و جوے کی ایک شکل بھی۔ اس میں جانوروں کو ایک دوسرے کے لئے اکسایا جاتا اور حملہ کے لئے ابھارا جاتا ہے جس کے نتیجے میں جانور زخمی ہونے کی حد تک ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایسے کھیل سے رسول اکرم ﷺ نے روکا؛ کیونکہ اس میں جانوروں پر ظلم ہوتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے؛ عن ابن عباس ؓ قال:نھیٰ رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم...(الجامع الترمذی؛ رقم: ۱۷۰۸)(رسول اکرم ﷺ نے جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے کو منع فرمایا)۔

۳۔جانور کو ذبح کرنے میں تکلیف نہ دی جائے:

جانوروں پر رحم کرنے کی ہدایات اسلام نے دی ہیں حتیٰ کہ وہ ذبح کے وقت بھی جانوروں سے رحم کے ساتھ،نرمی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔حسنِ سلوک کی یہ اعلیٰ مثال ہے جو کسی ازم میں نہیں ملتی۔

صحیح البخاری میں ہے: عن شداد بن أوس عن النبی ﷺ قال:إن اللہ کتب الإحسان علیٰ کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ...(صحیح البخاری و صحیح المسلم)(یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے متعلق حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، تواگر تمہیں کسی کو(قصاص وغیرہ میں) قتل کرنا ہو تو بہتر طریقے سے قتل کرو (کہ آسانی سے جان نکل جائے) اور کسی جانور کو ذبح کرنا ہو تو بھی اچھے طریقے سے ذبح کرو، چنانچہ پہلے چھری کو خوب تیز کرلو، تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو)۔

عن ابن عمر قال: أمر النبی ﷺ بحدّ الشفار و أن تواری عن البہائم قال:إذا ذبح أحدکم فلیجھز...(صحیح البخاری و صحیح المسلم)...(رسول اکرم ﷺ نے چھریوں کی دھار کی جانب سے ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ چھریاں جانوروں کی آنکھ سے چھپا کر رکھی جائیں، نیز فرمایا: اگر ذبح کرو تو مکمل طور پر ذبح کرو)۔

۴۔جانور کو ناحق قتل کرنا ممنوع ہے:

ایک حدیث ہے جس میں رسول اکرمﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا، اس حدیث میں تمثیلاً چار جانوروں کا ذکر ہے، ویسے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کا مقصود یہ ہے کہ جس جانور کا کھانا مقصود نہ ہو اور نہ ہی وہ جانور ایذاء پہونچارہا ہو تو اس کو قتل کرنا منع ہے، چنانچہ حدیث ہے: عن عبدالرحمن بن عبداللہ عن أبیہ قال:نھیٰ رسول اللہ ﷺ عن قتل أربع من الدواب: النملۃ و النحلۃ والہدہد و الصرصر (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃالمصابیح ؛باب ما یحل اکلہ و ما یحرم اکلہ) (رسول اکرم ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد ، لٹورا) ۔

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کسی پرندہ یا جانور کو ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حدیث ہے: عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:من قتل عصفوراً فما فوقھا بغیر حقھا سالہ اللہ تعالیٰ عن قتلہ قیل:یا رسول اللہ ﷺ وما حقھا؟ قال:أن یذبحھا فیأکلھا ولا یقطع رأسھا فیرمی بھا، رواہ أحمد والنسائی والدارمی... (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح؛ کتاب الصید و الذبائح) (رسول اکرمﷺ نے فرمایا: جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل کے متعلق باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کرے اور پھر کھالے، لیکن ایسا نہ کرے کہ سر جدا کرکے پھینک دے)۔

لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے ناحق، بلا ضرورت جانور کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔جانوروں پرنشانہ بازی کے کھیل ممنوع ہیں:

اسلام نے جانوروں پر نشانہ کی مشق کرنے نیز ان پر نشانہ لگانے پر شرط لگانے جیسے کھیل سے بھی منع کیا ہے؛ چنانچہ ابن عمر کی روایت ہے: إن النبی ﷺ لعن من اتخذ شیئاً فیہ الروح غرضا...(صحیح البخاری ومسلم)(یعنی رسول اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو جاندار کو نشانہ بناتا ہے)۔

۶۔جانوروں کے بچوں کو ماں سے الگ کرنا بھی ممنوع ہے:

اسلام نے جانوروں اور پرندوں سے ان کے بچوں کو الگ کرنے سے منع کیا ہے؛ کیونکہ یہ ایک بے رحمانہ، سنگ دلانہ عمل ہے جس کی اسلام کے یہاں کوئی تائید نہیں ہے ، اسلام صلہ رحمی کا، حسن سلوک کا مذہب ہے وہ اپنے ماننے والوں کو انسان تو انسان جانور و پرندوں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ ابوالاسحاقی الشیبانی کی ابن سعد سے روایت ہے: کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حُمرۃً معھا

فرخان فأخذنا فرخيها۔ فجاء ت الحمرة فجعلت تَفرُشُ فجآء النبی ﷺ فقال:من فجَّع ہذہ بولدها؟ رُدُّوا ولدها إليها... (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ٢٦٧٥)...(ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، آپ اپنی حاجت کے لئے تشریف لے گئے، ہم نے ایک لال چڑیا دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑلیا، اتنے میں وہ چڑیا آئی اور اپنے پر پھیلا کر ان پر گرنے لگی، جب رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے دکھی کیا ہے؟ اسکے بچے واپس کردو.....)۔

اسی طرح ابو داؤد نے عامر الرام خضر کے بھائی سے ایک طویل روایت کی ہے، جس کا ایک حصہ یہاں ذکر کیا جارہا ہے، وہ کہتے ہیں:فبينا نحن عنده إذا أقبل رجل عليه كساء و فی يده شئ قد التفّ عليه، فقال:يا رسول الله! إنی لمّا رأيتک أقبلت إليک فمررت بغيضة شجر فسمعت فيها أصوات فراخ طائر فأخذتهن فوضعتهن فی كسائی، فجاءت أُمُّهُنَّ فاستدارت علىٰ رأسی فكشفت لها عنهن فوقعت عليهن معهن فلففتهن بكسائی فہن أولاء معی قال: ضعهن عنک، فوضعتهن و أبت أمهن إلا لزومهن، فقال رسول الله ﷺ لأصحابہ:أتعجبون لحرم أم الأفراخ بفراخها؟ قالوا:نعم يا رسول الله ﷺ قال:فو الذی بعثنی بالحق، لَاللهُ أرحم بعباده من أم الأفراخ بفراخها، ارجع بهن حتىٰ تضعهن من حيث أخذتهن وأمهن معهن فرجع بهن... (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، رقم: ٣٠٨٩)(یعنی اس دوران کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے ایک شخص آیا جس نے اپنے اوپر چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس پر اس نے چادر لپیٹ رکھی تھی،اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جب آپ کودیکھا تو آپ کی طرف رخ کیا، پھر میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گذرا تو اس میں پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ کر اپنی چادر میں رکھ لیا، اتنے میں ان کی ماں آگئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی تو میں نے اس کے سامنے ان بچوں سے کپڑا ہٹایا تو وہ ان پر گر پڑی اور ان کے ساتھ بیٹھ گئی، پھر میں نے ان کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا ۔ اب یہ رہے میرے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو اپنے سے دور کردو، تو میں نے ان کو اپنے سے دور کیا لیکن ان کی ماں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم لوگ بچوں کی ماں (چڑیا) کا اپنے بچوں پر رحم کھانے پر تعجب کررہے ہو، انہوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ بندوں پر بہ نسبت بچوں کی اس ماں سے جو وہ اپنے بچوں پر شفقت کررہی ہے زیادہ رحیم ہے۔ ان کو لے جاؤ اور وہاں ان کو چھوڑ دو جہاں سے تم نے اس کو لیا ہے اور ان کی ماں کو بھی ساتھ رکھو، چنانچہ وہ شخص ان کو لے کر لوٹا (اوروہاں چھوڑا جہاں سے ان کو لیا تھا)۔

۷۔جانوروں کو جلا کر مارنا ممنوع ہے:

جانوروں کو جلا کر مارنے سے بھی اسلام نے روکا ہے، عام حالات میں کسی جانور کو جلانا نہ صرف اسلام میں ممنوع عمل ہے؛ بلکہ یہ بھی ایک سنگ دلانہ عمل ہے۔ چنانچہ ابوالاسحاق الشیبانی کی ابن سعد سے روایت ہے : کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ ... ورأی قریۃ نملٍ قد حرقناھا فقال :من حرق ہٰذہ؟ قلنا:نحن، قال:إنّہ لا ینبغی أن یُعَذِّبَ بِالنَّار إلّا ربُّ النَّار (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۷۵)...(یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، آپ اپنی حاجت کے لئے تشریف لے گئے.....اسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ہمارا گذر چیونٹیوں کی جگہ سے ہوا،جنہیں ہم نے جلادیا، آپ ﷺنے پوچھا: اس کو کس نے جلایا؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے جلایا، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کا عذاب تو صرف آگ کا مالک (اللہ) ہی دے سکتا ہے(کسی اور کو اس کا حق نہیں ہے))۔

لہٰذا چیونٹیوں کو جلانا، شہد کی مکھی کے چھتوں میں سے شہد کو حاصل کرنے کے لئے مکھیوں کو جلانا، کھٹملوں کو جلانا یا گرم پانی میں بھگو کر مارنا جائز نہیں ہے،نیز کسی جنگل میں آگ لگادینا جس میں جانور ،درندے،پرندے اور حشرات الارض بستے ہوں جائز نہیں ہے۔ہاں اگر جانور کی ایذا رسانی زیادہ ہورہی ہو اور اس کو مارنے کے دوسرے طریقوں کو اختیار نہ کیا جاسکتا ہو یا وہ طریقے ناکام ہوگئے ہوں تو ایسی صورت میں جلانے کی اجازت ہے۔

۸۔جانور پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے بھی منع کیا گیا ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جانور وں کو ہمارے لئے مسخر کیا گیا جیسا کہ اوپر آیت قرآنی گذری ہے، وہ ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہیں ، ہم ان سے کام لے سکتے ہیں مگر یہ کہ ان کی برداشت کی حد تک۔ ایسا نہیں کہ ان پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا جائے، ان سے دن رات بغیر وقفہ کے کام لیا جائے، کم غذا اور زیادہ محنت کرائی جائے، جب تک وہ طاقتور، تنومند و جوان ہوں ان سے کام لیا جائے اور جب وہ بوڑھے ہوجائیں، ضعیف ہوجائیں اور کام کے قابل نہ ہوں تو انہیں بھوکے پیاسے مرنے کے لئے چھوڑدیا جائے۔ یہ سب امور شریعت کی نگاہ میں جائز نہیں ہیں؛ بلکہ یہ بھی ظلم کے دائرہ میں آتے ہیں۔

لہٰذا یعلی بن مرۃ الثقفی سے روایت ہے وہ کہتےہیں: ثلاثۃ أشیاء رأیتہا من رسول اللہ ﷺ بینا نحن نسیر معہ، مررنا ببعیر یُسنیٰ علیہ فلما رآہ البعیر جرجر فوضع جرانہ فوقف النبی ﷺ فقال:أین صاحب ہٰذا البعیر؟ فجاءہ، فقال:بعنیہ، قال:بل نہبہ لک یا رسول اللہ، قال:بل بعنیہ قال:بل نہبہ لک، فإنہ لأھل بیت مالھم معیشۃ غیرہ قال:أما إذا ذکرت ہٰذا من أمرہ فإنہ شکیٰ کثرۃ العمل و قلۃ العلف فأحسنوا إلیہ (شرح السنہۃ للبغوی ۱۳،۲۹۵) (یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلے جارہے تھے کہ اچانک ہمارا گذر ایک اونٹ پر ہوا جس پر

آب کشی کی جاتی تھی، جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اپنی گردن کا اگلا حصہ جھکادیا، آپ اس کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ مالک حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اسے میرے ہاتھ فروخت کردو، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اسے فروخت کردو،اس نے کہا: نہیں بلکہ ہم ہدیہ کرینگے، لیکن یہ اونٹ ایسے گھرانے کا ہے جس کے پاس اس اونٹ کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے اگر ایسا ہے تو میں اسے نہیں خریدتا، لیکن اس اونٹ نے شکایت کی ہے کہ اس کو کام زیادہ اور خوراک کم دی جارہی ہے ، لہذا اس سے اچھا سلوک کرو)۔

آجکل ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ گھوڑا پالتے ہیں ،تانگہ کے لئے یا سامان کو ادھر ادھر لے جانے کے لئے، تو گھوڑے سے کام و محنت تو خود لیتے ہیں اور اس کوپیٹ بھرنے کے لئے رات بھر گلی کوچوں میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں؛ تاکہ وہ کہیں سے بھی ڈھونڈ ڈھانڈ کر اپنا پیٹ بھرلے، پھر صبح ہوتے ہی وہ اپنے تانگہ میں لگا کر اس سے کام لینا شروع کردیتے ہیں۔

چنانچہ اوپر گذری احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جانوروں پر کام اور غذا کے سلسلہ میں ظلم کرنا مستحق عذاب ہے۔

خلاصۃ الکلام:

١۔ چارہ خور جانوروں کو زیادہ دودھ کے حصول اور فربہ کرنے کے لئے لحمی اجزاء سے تیار شدہ غذا دی جاسکتی ہے، لحمی اجزاء حلال جانوروں سے حاصل کئے گئے ہوں تو بلا کراہت جائز ہے، اور اگر وہ حرام جانوروں یعنی غیر ماکول اللحم جانوروں سے لئے گئے ہوں تو مع الکراہت جائز ہے۔ خنزیر کے اجزاء کی ماہیت اگر بدل جائے تو ان سے تیار شدہ غذائوں کے استعمال کی ان جانوروں کے لئے گنجائش ہے ، لیکن اگر استعمال سے پہلے پہلے تک ماہیت نہ بدلی تو مع الکراہت اس کی گنجائش ہے۔لحمی اجزاء سے تیار شدہ غذا جانور کو نقصان نہ پہونچائے بلکہ وہ مفید ہو۔

٢۔ جانور کو فربہ کرنے اور اس کا دودھ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے اس کے جسم میں انجکشن سے دوائی داخل کرنے کی اجازت ہے۔

٣۔ جانور کو فربہ کرنے اور اس کا دودھ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے ماکول اللحم مادہ جانور کا کسی حرام جانور سے اختلاط کرانے کی گنجائش ہے۔

حلال جانور و حرام جانور کے اختلاط سے پیدا شدہ بچہ ماں کے تابع ہوگا، ماں حلال ہے، ماکول اللحم ہے تو بچہ بھی حلال ہے، اور اگر ماں حرام ہے غیر ماکول اللحم ہے تو بچہ بھی حرام ہوگا۔

۴۔ زینت کے لئے پرندوں اور جانوروں کو پنجرہ میں رکھ کر پالنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں، ان پر ظلم نہ ہو، بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے ۔

۵۔ خطرناک و خونخوار جانوروں کو شوقیہ پنجروں میں رکھ کر پالنے کی گنجائش ہے مگر یہ ملحوظ رہے کہ اس سے ان جانوروں کے حقوق ضائع نہ ہوں، ان پر ظلم نہ ہو، ان کی غذا میں کوئی کمی نہ ہو۔ نیز لوگوں کو اس طرح پنجروں میں رکھنے سے خطرہ نہ ہو؛ بلکہ کسی کھلی جگہ میں مضبوط انتظام کے ساتھ پنجروں میں ان جانوروں کو رکھا جاسکتا ہے۔

۶۔ شدید ضرورت کے موقع پر ہی جانوروں پرامکانی دواؤں کے تجربے کی اجازت ہوگی، مگر وہ دوائیں ایسی بیماری کے لئے دریافت کی جارہی ہوں جو یا تو لاعلاج ہو یا پھر وہی ایک دوا موجود ہو۔

ایسی بیماری کے لئے دواؤں کا تجربہ جانوروں پر کیا جارہا ہو جو لاعلاج ہو اور اس دوا کی انسانی نسل کو ضرر و نقصان سے بچانے کے لئے شدید ضرورت ہو ایسے میں اس طرح کا تجربہ جانوروں پر کیا جاسکتا ہے۔

اس تجربہ سے جانوروں کو کوئی ایذا نہ پہونچے یا ایسا ضررنہ ہو جو زندگی بھر کے لئے انہینتکلیف میں مبتلا کردے۔ ایسے تجربوں سے جانوروں کی نسل کو نقصان نہ ہو۔

۷۔ اوپر کی شرائط کے ساتھ انسانی صحت کے تحفظ اور اس کی منفعت کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے اس کا کوئی عضو برائے علاج نکال لینے کی گنجائش ہے۔مگر جس مقصد سے عضو نکالا جارہا ہو ، اس کے پورا ہونے کا وثوق ہو۔

ماکول اللحم و غیر ماکول اللحم جانوروں سے عضو کو نکالا جاسکتا ہے ، لیکن خنزیر کے اعضاء کو بطور علاج نکالنا اور ان سے انتفاع کرنا جائز نہیں ہے۔ محض گمان پر مبنی مفروضے کی بنا پر کسی جانور کا عضو نکالنا جائز نہیں۔

اگر جانور کی زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو اور اس کو کوئی ضرر بھی پہونچنے کا امکان نہ ہو تو اس کے جسم میں برائے تجربہ کوئی آلہ رکھنے کی اجازت ہے۔

۸۔ کسی جانور کا شکار انسان اپنی منفعت کے لئے کرسکتا ہے۔ ماکول اللحم جانور کا شکار دودھ اور گوشت کے حصول کے لئے جائز ہے ۔ اور غیر ماکول اللحم کا شکار کھال، سینگ یا دانت کے لئے جائز ہے۔ بغیر کسی مقصد و حاجت کے جانور کا شکار کرناعند الشرع ممنوع ہے۔ عام حالات مینجانوروں کا شکار ممنوع نہیں ہے۔

ماحولیات کے تحفظ اور جانوروں کی نسل کی حفاظت کے لئے جانوروں کے شکار کی ممانعت کا جواز ہے اور اس کی تعمیل کی جاسکتی ہے۔

کسی جانور کی نسل کم یاب یا نایاب ہوتی جارہی ہو تو ایسی صورت میں اس کی نسل کے تحفظ کے لئے شکار سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

جانور یا پرندہ کی نسل کی حفاظت کے لئے اس کو قومی جانور قرار دینا حکومت کے لئے جائز ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دوسرے مقصد کے لئے کسی جانور یا پرندہ کو قومی جانور یا قومی پرندہ قرار دے کر اس کے شکار کو ممنوع قرار دینا کسی حکومت کے لئے جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اسلامی شریعت میں کسی بھی جانور یا پرندہ کا شکار جائز ہے، اور جانوروں اور پرندوں میں شریعت نے حلت و حرمت کا حکم لگادیا ہے۔ اب کسی کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ کسی جانور یا پرندہ کے شکار کو ممنوع یا غیر ممنوع کرے۔

۹۔ اسلام رواداری کا مذہب ہے ، وہ اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کی دل آزاری کرنے سے منع کرتا ہے، چنانچہ اسلام دوسرے مذاہب کی مقدس کتابوں، مقدس ہستیوں ، مقدس مقامات نیز مقدس جانوروں کی توہین نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مذاہب کے مقدس جانور کی تو ہین کرے مگر یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اس جانور کا تقدس کرنے لگے۔لہٰذا مسلمان ان علاقوں میں جہاں پر غیر مسلم کثرت کے ساتھ رہتے ہوں، ان کی دل آزاری نہ کرنے کے لئے اور ان کے ساتھ رواداری کے اظہار کے لئے ان کے مقدس جانور کو ذبح کرنے سے رک سکتا ہے۔ مگر اس اعتقاد کے ساتھ کہ اگر وہ جانور عند الشرع حلال ہے تووہ حلال ہے۔

حکومت کے لئے یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی جانور کے ذبح کو (جو عند الشرع حلال ہے) ممنوع قرار دے؛ بلکہ حکومت کو چاہئے کہ اس معاملہ کو قانونی طور سے نہیں؛ بلکہ رواداری کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کرے۔

۱۰۔ نہروں ،جنگلات، جھیلوں پر آئے ہوئے بیرون ملک یا دور دراز مقامات سے ‘‘مہمان پرندوں’’ کا تحفظ ضروری ہے، ان کے تحفظ کی خاطر ان کے شکار سے رکنا جائز ہے۔

۱۱۔ وبائی امراض سے بچنے کے لئے مضر جانوروں یا پرندوں کو مارنے کی اجازت ہے۔

بہترین صورت ان جانوروں یا پرندوں کو مار کر دفن کرنے کی ہے ، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجبوراً ان کو ایسڈ وغیرہ سے مارا جاسکتا ہے۔

۱۲۔ جانوروں و پرندوں کے شکار کی اجازت ضرورت و حاجت پر مبنی ہے۔ ضرورت یعنی جس کے بغیر جان جانے کا خوف ہو، حاجت یعنی جس کے بغیر جان تو نہیں جائے گی مگر مشقت ہوگی، حرج ہوگا تنگی ہوگی۔ ان صورتوں میں جانوروں و پرندوں کے شکار کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ کسی صورت میں شکار عند الشرع ممنوع ہے۔

انسان اپنی غذا کے لئے یا پھر اپنی کسی حاجت کے لئے جانوروں اور پرندوں کا شکار کرسکتا ہے۔

حکومت نے اگر جانوروں کی نسل کے تحفظ کے لئے ممانعت لگا رکھی ہے تو اس

کی تعمیل ضروری ہے، ورنہ اس حکم کی تعمیل ضروری نہیں۔

جانوروں سے کھال، سینگ اور دانت وغیرہ کے حصول کے لئے جانور کو شکار کیا جاسکتا ہے، اس منفعت کے حصول کے لئے وہ ماکول اللحم و غیر ماکول اللحم دونوں قسم کے جانوروں کا شکا ر کرسکتا ہے۔

۱۳۔ مضر و موذی جانوروں کو مارنے کا شریعت میں حکم موجود ہے؛ باوجود اس کے کہ وہ ماحولیات کے لئے مفید ہوں، انسانی آبادیوں، انسانی املاک کے تحفظ کی خاطر ان کو قتل کرنا جائز ہے ۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک، احسان نیز نرمی کا معاملہ کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں وارد ہے، چنانچہ جانوروں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے ،ان کے اوپر ظلم کرنے پر عذاب و سزا کی وعید ینسنائی گئی ہیں، لہٰذا حیوانات بھی انسانوں ہی جیسی قوم ہیں، وہ بھی اس کائنات میں حصہ دار ہیں، بے زبان ہیں، غیر ناطق ہیں لہٰذا ان پر رحم کرنا انسانیت کا اولین فریضہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری•

اللہ تعالی تمام مخلوقات کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہیں، جانور بھی اللہ تعالی کی عظیم مخلوق ہیں، خدائی پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں اور دوسری امتوں کی طرح ایک امت ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئ ثم إلی ربہم یحشرون'' (الانعام: ۳۸)۔

(اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں، اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازؤں سے اڑتے ہیں، ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری ہی طرح کے گروہ نہ ہوں ۔ ہم نے دفتر (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (سب کو لکھ لیا ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جاوینگے)۔

قرآن کریم میں حیوانات کا تذکرہ عمومی اور خصوصی طور پر بکثرت موجود ہے، جانوروں کی تخلیق پر غور کرنے اور اس میں اللہ تعالی کی نشانیوں اور قدرت کی کارفرمائی دیکھنے کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا ہے،مثال کے طور پر اونٹ کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''أفلا ینظرون إلی الإبل کیف خلقت'' (الغاشیہ: ۱۷) (تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے)۔

حیوانات کو اللہ تعالی نے خاص مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے جس سے ماحولیاتی نظام میں توازن اور خوبصورتی پیدا ہونے کے ساتھ انسانوں کے بہت سے کام انجام پاتے ہیں، جانوراللہ تعالی کی طرف سے بطور نعمت مسخر کیے گئے ہیں۔ ان کا احترام کرنا ، حق میں حق کے ساتھ استعمال کرنا،ظلم نہ کرنا ،ناجائز طریقے سے استعمال نہ کرنا اور بے جا نہ ستانا اللہ تعالی کی نعمتوں کی قدردانی اور اس کا شکرہے۔ اللہ تعالی کی رحمت میں حیوانات بھی داخل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:''ورحمتی وسعت کل شئ'' (الأعراف: ۱۵۶) (مگر میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)۔ حضرت محمد ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بناکر بھیجے گئے ہیں۔ جانور وں پر بھی آپ کی رحمت نمایاں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''وما أرسلناک إلا رحمۃ للعالمین'' (الانبیاء: ۱۰۷) (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کربھیجا ہے)۔

• استاذ خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

عالم حیوانات پر اللہ کی رحمت کی وسعت اور رسول اللہ کی شفقت کے مظاہر کوآٹھ حقوق کے اندر پیش کیا جاتا ہے:

پہلا حق: حسن معاملہ،حسن سلوک اور احسان:

اسلام کے اصول میں سے احسان اور حسن سلوک ہے جس میں حیوانات بھی داخل ہیں، اس کی صراحت اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان میں اس طرح وارد ہے کہ حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان اور بھلائی فرض کر دی ہے، جب بھی تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، جب بھی تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تم میں سے ہرایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرے اور اپنے جانور کو آرام دے) (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۰۷،۱۳، حدیث نمبر: ۵۰۲۸ کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل)۔

جب ذبح اور قتل کرنے میں احسان کا حکم ہے تو پھر عام حالات میں حسن سلوک کا حکم تو بدرجہ اولی ہوگا۔

دوسرا حق: جانور کے خون کی حرمت:

بہت سے لوگوں خاص طور سے غیر مسلموں کے ذہن میں یہ غلط فہمی ہے کہ اسلامی شریعت میں تو جانور کے خون کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ بالکل الزام ہے، اسلام میں حیوانات کو پورے حقوق اور احترام عطا کیا گیا ہے، غذائی چین کی حیثیت سے صرف چند جائز جانوروں کو کھانے کی اجازت دی گئی ہےاور تکلیف دہ جانوروں کو اذیت کی وجہ سےمارنے کی بقدر ضرورت اجازت ہے ۔ اس کے علاوہ جانوروں کو نا حق مارنا اور نقصان پہنچانا سخت منع ہے، یہاں تک کہ موذی جانوروں کو بھی بلوں کے اندر یا جنگلوں میں چلے جانے کے بعد نقصان نہ پہنچانے کی شکل میں مارنا یا تکلیف دینا منع ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل نصوص سے مستنبط ہوتا ہے:

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے : ''حضرت ابن عمرؓ چند قریشی نوجوانوں کے پاس سے گزرے۔ وہ ایک پرندہ کو نشانہ بنا کر اسے تیر مار رہے تھے۔ انھوں نے پرندے کے مالک سے یہ طے کر رکھا تھا کہ جو تیر نشانہ پر نہ لگے اس کو وہ لے لے ۔ جب ان نوجوانوں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ جو اس طرح کرے اس پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺنے بھی ایسے آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار کو باندھ کر نشانہ بنائے '' (صحیح مسلم بشرح النووی۱۰۹،۱۳، حدیث: ۵۰۳۵ کتاب الصید والذبائح، باب النہی عن صبر البہائم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:'' ہم رسول اللہﷺ کے ساتھ ایک غار

میں تھے۔ سورۂ مرسلات نازل ہوئی، ہم اسے آپ ﷺکی زبان مبارک سے سیکھ رہے تھے کہ ایک سانپ اپنے بل سے نکلاہم اسے مارنے کے لیے دوڑے لیکن وہ ہم سے پہلے چل دیا اوراپنے بل میں گھس گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے ضرر اورنقصان سے اسی طرح محفوظ رہا جس طرح تم اس کے ضرر سے" (صحیح البخاری(الفتح) ۴۰۹،۶، حدیث: ۳۳۱۷، کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسہ)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺنےفرمایا: ''پانچ جانور فاسق ہیں، جنھیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے: چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا'' (صحیح البخاری (الفتح) ۴۰۸،۶، حدیث: ۳۳۱۴ کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسہ)۔

تیسرا حق: جانور کوبے ضرورت قید کرنےاور تنگ کرنے کی ممانعت:

بہت سے لوگ جانوروں کو پنجروں میں بند کرنے یا پالنے کا شوق تو رکھتے ہیں مگر اس کے کھلانے پلانے اور آرام کا خیال نہیں رکھتے، اس کی سخت ممانعت ہے چونکہ قید یا روک کر رکھنے سے انسان جانور کی آزادی کو روکتا ہےاور کھانے کی تلاش سے محروم کردیتا ہے تو اس پر اس جانور کی دیکھ بھال اور صحت کے لیے سامان کی فراہمی کی ذمہ داری ہوجاتی ہے اور نہ ادا کرنے پر وہ گناہ اور عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' ایک عورت کو اس وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا، یہاں تک کہ بلی مر گئی۔ اس وجہ سے اس عورت کو دوزخ میں داخل کیا گیا۔ اس نے بلی کو قید کرکے رکھا، نہ کچھ کھلایا اور نہ پلایا ، نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین میں کیڑے مکوڑے ہی کھا تی رہتی " (صحیح مسلم بشرح النووی۳۸۸،۱۶، ۳۸۹، رقم: ۶۶۱۸، ۶۶۲۲ کتاب البر والصلۃ باب تحریم تعذیب الہرۃ ونحوہا)۔

چوتھا حق: حیوانا ت کے ساتھ عدل و انصاف کا حق اور ظلم وتکلیف کی ممانعت:

اسلام کی عظمت کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ حیوانات تک کے ساتھ انصاف کا حکم ہے، ان کے امن و سکون کی فکر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' زمانہ ماضی میں ایک نبی ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے ٹھہرے۔ ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انھوں نے اس کے چھتےکونکالنے کا حکم دیا تواسے درخت کے نیچے سے نکالا گیا، پھر اس کے گھر کی بابت حکم دیا تو اسے آگ میں جلا دیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تم نے ایک ہی چیونٹی کو سزا کیوں نہیں دی " (صحیح البخاری (الفتح) ۴۰۹،۶، حدیث: ۳۳۱۹ کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسہ)۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے: ‘‘ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے ۔ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے ۔ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا زمین پر گر کر پر بچھانے لگی ۔اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس کا بچہ پکڑ کر کس نے اس کو بے قرار کیا؟ اس کا بچہ اس کو دیدو۔

پانچواں حق: طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنااورغیر متعلق کام پر مجبور نہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ ؓسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :‘‘ایک آدمی بیل پر بوجھ رکھ کر ہانک رہا تھا۔ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا: میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا اور کہا :کیا بیل بھی بولتا ہے؟ رسول اللہﷺ نے فرمایا :میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں، حضرت ابوبکرؓ اورحضرت عمرؓ بھی یقین کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا، ایک بھیڑیا آیا،ایک بکری پکڑی اور لے گیا، اس چرواہے نے بھیڑیے کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس بھیڑیے سے بکری کو لے لیا۔ بھیڑیے نے چرواہے کی طرف دیکھ کر کہا: اس دن بکری کو کون بچائے گا جس دن میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا؟ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پر یقین رکھتا ہوں، ابوبکراور عمر بھی اس پر یقین رکھتے ہیں ’’ (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۵،۱۵۲، حدیث: ۶۱۳۳، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی بکر الصدیق)۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے:‘‘ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ سوار کیا اور چپکے سے ایک بات بتائی جو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ آپ قضائےحاجت کی غرض سے چھپنے کے لیے دو طرح کی جگہیں پسند فرماتے تھے۔ ایک اونچی جگہ دوسری گھنے درختوں کی جھنڈ۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ نکلا اور آپ ﷺ کو دیکھ کر رونے کی سی آواز نکالنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ ﷺ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ وہ پر سکون ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ یہ سن کر ایک انصاری جوان آیا اور بولا:یا رسول اللہ ﷺ !یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا تجھے اللہ نے مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اورخدمت

لینے میں تھکا دیتےہو " (سنن ابی داؤد (العون) ٥،٥٠، حدیث صحیح: ٢٥٤٦، کتاب الجہاد، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم)۔

حضرت سہل بن حنظلیہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر اچھے طریقے سے سواری کرو اور اچھے طریقے سےصحت مند کھاؤ " (سنن ابی داؤد (العون) ٥،٥٠، حدیث صحیح: ٢٥٤٥، کتاب الجہاد، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم)۔

چھٹا حق: جانوروں کو کھلانے پلانے کا حق:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک فاحشہ عورت صرف اس لیے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا، عنقریب پیاس سے مر جاتا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں باندھ کر اس کے لیے پانی کھینچااور پلا دیا۔ اسی بات پر اس کی بخشش ہوگئی" (صحیح مسلم بشرح النووی ١٤،٤٦١، رقم: ٥٨٢١، ٥٨٢٢، کتاب الحیوان باب فضل ساقی البہائم)۔

ساتواں حق: جانوروں کو آگ میں جلانے کی ممانعت:

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے:''آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک سوراخ دیکھا جس کو ہم نے جلادیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کس نے جلایا؟ ہم نے کہا: ہم نے جلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے " (سنن ابی داؤد (العون) ٥،١٢٦، حدیث صحیح: ٢٦٧٢ کتاب الجہاد باب فی کراہیۃ حرق العدو بالنار)۔

آٹھواں حق:

جانوروں سمیت اللہ کی تمام مخلوق کی خدمت اورنفع رسانی نیکی ہے۔ اخلاص نیت کے ساتھ ہر نیکی پر ثواب ہے، اور یہی چیز اللہ کی نظر میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''گھوڑا ایک شخص کے لیے ثواب کا ذریعہ ہے۔ ایک شخص کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور کسی کے لیے گناہ کا سبب ہے۔ ثواب کا ذریعہ اس شخص کے لیےہے جس نے گھوڑا اللہ کی راہ میں باندھا ، اس کی رسی باغ یاچراگاہ میں دراز کر دی، جس قدر وہ باغ یا چراگاہ میں چرے گا، اسی قدر اس کو ثواب ملے گا، اس کی رسی اگر ٹوٹ جائے، وہ ایک بلندی یا دو بلندی پھاندے تو اس کے ہر قدم اور لید پر اس کو ثواب ملے گا، اگر وہ نہر کے پاس سے گزرے اور اس سے پانی پی لے، اگرچہ اس کے پانی پلانے کا ارادہ نہ ہو، تو اس پر بھی نیکیاں

ملیں گی، اسی لیے یہ اس کے لیے اجر کا سبب ہے۔ وہ شخص جو اس کی مال داری کی وجہ سے اور سوال سے بچنے کےلیے باندھے اور اس کی گردن اوراس کی پیٹھ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے، اس کو نہ بھولے تو اس کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہے ۔ جو شخص اس کو فخر و دکھاوے کی وجہ سے یا اہل اسلام کی دشمنی کے لیے باندھے تو یہ اس کے لیے وبال ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ سےگدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺنے فرمایا: اس جامع اور بے مثل آیت کےسوا اس کے متعلق مجھ پر کوئی آیت نہیں اتری : ‘‘فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ’’ (الزلزال: ۷۔۸) (سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا)’’ (صحیح البخاری (الفتح) ۵۶،۵، حدیث: ۲۳۷۱، کتاب الشرب والمساقاۃ باب شرب الناس وسقی الدواب من الأنہار)۔

حیوانات سے متعلق سوالات کے جوابات:

قرآن و حدیث میں بیان کردہ مذکورہ حقوق، استنباط کے اصول ، مقاصد شریعت، قواعد فقہ اور فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طر ف سےستائیسواں فقہی سیمینار کے لئے حیوانات سے متعلق سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل سطور میں تحریر کیے جاتے ہیں:

جواب ۱ : جانور تین طرح کے ہوتے ہیں:

ا۔ صرف چارہ خور جانور ۲۔ صرف گوشت خور جانور ۳۔ چارہ اور گوشت خور جانور جیسے بندر، چوہا ، خنزیر وغیرہ۔

اللہ تعالی نے ہر ایک کے دانتوں اور معدہ کا نظام الگ الگ طرح سے بنایا ہے ۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ چارہ خور جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذائیں کھلانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب بفضلہ تعالی و توفیقہ یہ ہے کہ:

لحمی اجزاء والی غذائیں دو طرح کی چیزوں پر مشتمل ہوسکتی ہیں:ایک حلال لحمی اجزاء، دوسرے حرام لحمی اجزاء۔

یہ لحمی اجزاء کیمیکل یا خاص طریقہ سے چارہ والی غذا کے اندر تحلیل ہوگئے؟ ان کی ماہیت بدل گئی یا نہیں ؟اگر ماہیت بدل گئی تو یہ جانور، ماحولیات اور انسانی صحت کے لیے کس درجہ نقصان دہ ہیں؟ اگرصحت کے لیے نقصان زیادہ ہے اور غذا سے متعلق ذمے دار امانت دار سرکاری یا غیر سرکاری ادارے اسے مہلک قرار دیتے ہیں اور سرکار اس طرح کی غذائی مصنوعات پر پابندی لگا دیتی ہے تو یہ عمل ناجائز ہے۔ اور اگر متخصص اداروں کی سفارش پر کہ یہ صحت اور ماحولیات کے لیے زیادہ نقصان دہ نہیں ہیں، لہذا انہیں استعمال کیا جاسکتا ہے، تو پھر جائز ہے۔

حلال و حرام لحمی اجزاء کا اطلاق جانوروں کی غذا پر نہیں ہوگا ، وہ اس کے مکلف نہیں، قال النووی فی المجموع (٣٣٦،٤): ویجوز إطعام المیتۃ للکلاب والطیور، وإطعام الطعام المتنجس للدواب " انتہی مختصراً۔ وقال شیخ الإسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ:''یباح إطفاء الحریق بالخمر، وإطعام المیتۃ للبزاۃ والصقور، وإلباس الدابۃ للثوب النجس، وکذلک الاستصباح بالدہن النجس فی أشہر قولی العلماء، وہو أشہر الروایتین عن أحمد، وہذا لأن استعمال الخبائث فیہا یجری مجری الإتلاف لیس فیہ ضرر" انتہی من الفتاوی الکبری (٤٣٣،١)، البتہ انسان اس کا مکلف ہے کہ حرام چیزوں سے کھانا نہ بنائے اور نہ بیچے جیسا کہ خنزیر وغیرہ سے غذائیں تیار کرنا اور بیچنا وغیرہ)۔ البتہ ان کی فطرت کے خلاف نہ ہوں، ان کی صحت کے لئے نقصان دہ نہ ہوں اور انسان کی صحت اور ماحولیات کا توازن نہ بگڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس طرح کی غذائی مصنوعات سائنس کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان کے نفع و نقصان کے نتائج اس کے اہل اختصاص کی توصیات پر منحصر ہیں۔ اس لیے خاص پروڈکٹ پر حکم لگانے سے پہلے لیب میں ماہرین کے تجزیہ اور رپورٹ کے بعد حکم لگا نا زیادہ مناسب ہوگا۔ ان میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہوسکتے ہیں۔

اس کے دلائل میں سے ہیں:

* مقاصد شریعت انسانی اور حیوانی صحت کو لازم قراردیتی ہے۔ اگر اس میں خلل نہیں ہے تو انسانی و حیوانی غذا کی پیداوار بڑھانے والی چیزوں کو استعمال کرنا نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے؛ تاکہ انسان کی بڑھتی ضرورت پورے ہوسکے ورنہ شریعت کے بنیادی مقاصد کی تکمیل بھی ممکن نہ ہوسکے گی۔

* قواعد فقہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں مثلا:

* قاعدہ ''الضرر یزال'' (السیوطی: الاشباہ والنظائر،٨٣، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر ،٩٤، الزرقاء: شرح القواعد الفقہیہ،١٦٥) جو اس حدیث سے مستنبط ہے:''لا ضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ: السنن، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، رقم: ٢٣٤١، صححہ الالبانی)۔

* قاعدہ ''درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح''۔

* قاعدہ ''اختیار أخف الضررین'' ۔

* قاعدہ '' الضرر لا یزال بضرر مثلہ'' ۔

* قاعدہ '' تقدیم المصلحۃ العامۃ علی المصلحۃ الخاصۃ'' (ان مذکورہ قواعد کی تشریح کے لئے دیکھئے: السیوطی: الاشباہ والنظائر، ٨٦-٨٧، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر،٩٦-٩٩، البورنو: الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ،٢٥٩-٢٦٣)۔

* استحالہ ہوکر صفات میں دوسری چیز ہوجانا (تفصیل کے لئے دیکھئے: عبد الفتاح

محمود ادریس، الاجتہاد الفقہی فی مجال الصناعات الغذائیۃ والدوائیۃ،۱۵۳۔۱۹۰، مجلۃ المسلم المعاصر، العدد: ۱۱، الخمیس ۱۸ آذار،مارس، السنۃ ۲۰۰۴ء) اگر غذائی مصنوعات میں یہ مکمل طور پر پایا گیا تو طرفین کے نزدیک جائز ہے۔

استحالہ کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء:

اختلف الفقهاء في أثر الاستحالة في الأعيان النجسة أو المحرمة على مذهبين:

المذهب الأول:

يرى من ذهب إليه أنه لا أثر للاستحالة في انقلاب النجس طاهرا والمحرم مباحًا، بل تبقى العين المستحيلة على حكمها الذي كانت عليه قبل الاستحالة، وهو قول أبي يوسف وبعض الحنفية وبعض المالكية، وهو مذهب الشافعية، وظاهر مذهب الحنابلة، وعليه جمهور أصحاب أحمد.

المذهب الثاني:

يرى من ذهب إليه أن للاستحالة أثراً في انقلاب النجس طاهراً والمحرم مباحًا، وهو قول الطرفين من الحنفية، وأكثر الحنفية، وجمهور المالكية، وابن تيمية وابن القيم، ومذهب الظاهرية" (المصدر السابق نقلاً من المصادر الفقہیہ)۔

* فقہاء کرام کا اصول للاکثر حکم الکل اور طعم، لون، ریح میں تین اوصاف میں نجاست نہ رہے تو پانی پاک ہوجاتا ہے جیسے گندے نالے وغیرہ کا پانی (دیکھئے: مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرارداد اور فیصلہ، قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکۃ المکرمہ، الدورات من الأولی إلی السابعۃ عشرۃ، ص: ۲۵۸)۔

* حرام جانوروں سے بنی ہوئی جلاٹین کے بارے میں فقہاء کرام کے ایک طبقے کا فیصلہ ہے کہ جائز ہے (موسوعۃ الفقہ الاسلامی للتویجری۳۲۹،۴) ۔

یہ بات واضح ہے کہ اگر لحمی اجزاء والی غذائیں حقیقت میں چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہیں اور نقصان کے پہلو پر بھی مشتمل ہوتی ہیں حتی کہ بعض جنون بقر جیسی خطرناک بیماریوں کا بھی سبب ہوتی ہیں جیسا کہ ڈاکٹر محمد جمیل حباب نے اپنے مقالہ میں پیش کیا ہے اور اس کے استعمال سے منع کیا ہے (ملاحظہ ہو: مرض جنون البقر والتعالیم الاسلامیہ الطبیہ)۔

اس زمانہ میں جانوروں اور زراعت کی پیداوار کے فارموں میں پیداوار میں زیادتی کرنے والے اور حجم بڑھانے والے ہارمون سے بنی ہوئی غذاؤں ، انجکشنس ، دواؤں اور ویٹرنری ادویات کا استعمال انسانی صحت کو نقصان پہنچانے کے جائز کردہ سطحوں سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔

غیرمعمولی منشیات، ہارمونل انجکشنس اور دواؤں کے استعمال کے ذریعہ بڑھائی جانے والی زراعتی پیداوار اور جانوروں کو کھانے کے نتیجہ میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن

نے مطالعہ کے بعد اس کے استعمال کے اثرات سے خبردار کیا ہے کہ اس کے زیادتی استعمال سے کینسر، دل کی بیماریاں اور لڑکیوں میں قبل از وقت بلوغ اور بالغوں میں جنسی کمزوری وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔لہذا ماہرین کی سفارشات کی بنیاد پر اس نے زراعتی یا حیوانی پالن کرنے والوں کو اس کے استعمال کے صحیح طریقوں کو اختیار کرنے اور کثرت استعمال سے منع کیا ہے۔ اسی طرح مختلف ملکوں نے اس سلسلہ میں عالمی اور محلی تعلیمات جاری کی ہیں جن کی پابندی کرنا اس میدان میں کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہیں۔ ایسے پروڈکٹ کی اس مقدار میں اجازت دی گئی ہے جو ماحولیات اور انسانی وحیوانی صحت کو خطرہ میں نہ ڈالتی ہوں۔ نیز ایسے ہارمون اور لحمی اجزاء والی غذاؤں کے استعمال کو منع کردیا گیا ہے جو صحت کے لیے مضر ہیں (مزید تفصیلات کے لئے رجوع کریں: تجتاح مزارع الانتاج النباتی والحیوانی، محرّضات النمو الہرمونیۃ خطر یہدّد الصحۃ العامۃ: تحقیق: عدنان کدم)۔

لہذا مذکورہ بالا معلومات کی روشنی میں افضل یہ ہے کہ چارہ خور جانوروں کو چارہ والی غذائیں ہی دیں، اور اگر ضروری ہو تو متخصص اداروں اور ماہرین کی بتائی ہوئی تعلیمات اور گائڈ لائنس کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہارمون والی یا لحمی اجزاء والی غذائیں جانوروں کو کھلانا درست ہے۔ صحت کے لیے وضع کردہ اصول و ضابطوں سے آگے بڑھ کر دودھ، گوشت وغیرہ بڑھا کر پیسے کمانے کی لالچ میں ایسے انجکشن، لحمی غذائیں، ہارمون والے یا غیر ہارمون والے پروڈکٹ استعمال کرنا حرام ہے۔

جواب ۲ : شرعی مقاصد اور پہلے سوال کے جواب میں مذکورہ فقہی قواعد اور صحی معلومات کی روشنی میں اگر جانور یا انسان کی صحت کے لیے یہ انجکشن مضر نہ ہوں اور اس کے ماہرین یا امانت دار ادارے اس میں انسانی صحت کے لیے نقصان دہ نہ ہونے کی تصدیق کردیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اس سلسلہ کی ادویہ اور انجکشن الگ الگ معیار کے ہوتے ہیں، کچھ جائز اور کچھ نا جائز ہوں گے۔ اس میں اصل حیوانی و انسانی صحت کا لحاظ ہے۔ چند تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

حامد رجب حامد (ابوظہبی) کی ریسرچ کے مطابق Synthetic Growth Hormone دودھ بڑھانے والے ہارمون میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا انجکشن Bovine Somatotropin (BST) ہے جو عام حالات میں گائے اور اس کے دودھ یا دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کواستعمال کرنے والے انسان کی صحت کے لیے نقصان دہ نہیں ہے جس کی توثیق امریکہ کی غذائی اتھارٹی FDA کرچکا ہے اور دودھ کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں پر لازم قرار دیا گیاہے کہ وہ دودھ کے پیکٹ پر لکھدیں کہ یہ ہارمون والی گایوں کا ہے، نیز ہارمون والے انجکشن دی گئی گایوں اور اس کے بغیر والی گایوں کے دودھ میں کوئی فرق نہیں۔

لہذا مذکورہ تحقیق اگر صحیح ہے تو یہ ہارمون نامی انجکشن دودھ بڑھانے اور گوشت بڑھانے کے لیے لگانا درست ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس قبیل کے دیگر انجکشنس کے بارے میں عالمی صحت و غذا کے ماہرین اشخاص واداروں کی سفارشات و تعلیمات کی روشنی میں متعین مقدار اور متعین طریقوں سے استعمال میں صحت انسانی و حیوانی اور ماحولیات کے لیے نقصان نہ ہو اور عالمی اداروں کے معیار سے نیچے نہ ہوتا ہو تو درست ہیں ورنہ جائز نہیں اور اجازت سے زیادہ استعمال کرنے والے یا غلط طریقے سےا ستعمال کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔

جواب۳ : سب سے پہلے جرسی گائے کا مسئلہ لیتے ہیں، مختلف تحقیقی ذرائع کے مطابق یہ محقق ہوچکا ہے کہ جرسی گائے ایک گائے ہے، وہ مخلوط نہیں جسے انگلش میں ہائیبرڈ کہتے ہیں، اس لیے وہ بلاشبہ جائز ہے۔

جرسی گائے کے سلسلہ میں پروفیسر رضوان صاحب شعبہ بایوٹکنالوجی اور پروفیسر خالد سیف اللہ صاحب شعبہ زولوجی سے تحقیق کی گئی ہے۔ جب انٹرنیٹ کے ذریعہ سرچ کیا گیا کہ کیا جرسی گائے مخلوط نسل ہے یا خنزیر اور گائے سے مخلوط ہے؟

" Is the Jersey cow a mixed breed/ a hybrid/cross breed cow and pig??

تو جواب نفی میں ملا، اور بتایا گیا کہ یہ ایک قدیم خاص نسل ہے جس کی نسبت انگلستان میں جرسی نامی جزیرہ کی طرف ہے اور زیادہ دودھ دینے میں مشہور ہے، گائے اور خنزیر الگ الگ نوعیت کے ہیں دونوں میں اختلاط کرکے نئی نوع بنانا شبہ مستحیل ہے۔

جرسی گائے کے سلسلہ میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خنزیر سے مخلوط ہے۔ اس کی کوئی علمی حقیقت نہیں۔ خود ہندؤوں کی ایک ویب سائٹ پر اس طرح کی بات موجود ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ پہلے جنگلی جانور تھے اور انہیں یوروس کہاجاتا تھا، مگر جو مقار نہ کیا ہے اور جو شکلیں بتائی ہیں وہ دودھ کی خاصیت کی ہیں اور سائنٹفک طور پر نسلوں اور علاقوں اور غذاؤں کے اختلاف سے دودھ کی خاصیتونمیں کچھ فرق تو ہو ہی سکتا ہے۔ اسی طرح مخلوط hybrid جانوروں کی لسٹ میں یہ نام نہیں پایا گیا؛ البتہ آئندہ اگر کسی نئی نوع کو خنزیر کے اختلاط سے بنایا جائے جیسا کہ خبریں ہیں تو یہ اس وقت کا مسئلہ ہوگا۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہے یا نہیں؟ اگر دونوں جانور جائز ہیں تب تو کوئی شبہ نہیں کہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے، بلکہ عام طور پر اکثر علماء نے عالم حیوان و نبات میں اختلاط و تلقیح کو اگر وہ نص یا عام شرعی قواعد سے نہ ٹکراتا ہو اور بشری مصلحت محقق ہو تو اس کو مباح قرار دیا ہے اور مصلحت کے بقدر اس کا درجہ بڑھتا رہے گا بشرطیکہ اس میں بغیر کسی مصلحت کے جانور کو ایذا نہ پہنچائی جائے اورابتدا میں مذکور حقوق کی

پابندی پائی جائے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عبد الفتاح محمود ادریس: حکم استنساخ النبات والغرس فی الشریعۃ الاسلامیہ، تاریخ نشر: ۸،۱۱،۲۰۰۷ء)۔

لیکن اگر ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پرشرعا کیا اثر مرتب ہوگا؟

''للأکثر حکم الکل'' کے تحت جس کی زیادہ صفات پائی جائیں گی اسی اعتبار سے حلت وحرمت کے احکام جاری ہونگے، واللہ اعلم بالصواب۔

جواب۴: قدیم زمانہ سے انسان اور جانوروں و پرندوں کا ساتھ رہا ہے۔ انسان جانوروں کو پالتا رہا ہے، خدمت کرتا اور لیتا رہا ہے۔ اسے فقہاء نے درست کہا ہے اور اس کے لیے کئی اصول اور شرطیں متعین کی ہیں، اہم یہ ہیں:

۱۔ ایسا جانور نہ ہو جس کی حرمت شریعت میں ثابت ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہو جیسے خنزیر۔

۲۔ اس کے رکھنے سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے ، یعنی آدمی کبوتر اور جانوروں کو پالے اور دوسروں کی زمین میں یا چیزیں کھانے کو چھوڑدے یا دوسروں کے رازوں کو جاننے کے لیے ایسا کرے وغیرہ۔

۳۔ اس کے پالنے یا رکھنے سے واجبات کا چھوٹنا لازم نہ آئے۔ یعنی نماز اور فرض عین، حقوق والدین اور دوسروں کے حقوق ضائع نہ ہوں ۔

۴۔ جانور اور پرندوں کے حقوق کی ادائیگی پائی جائے جیسا کہ شروع میں گزرچکا ہے۔

لیکن اس میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ پرندے کے گانے اور ترنم سے فائدہ اٹھانے کے لیے یا صرف سیر تفریح کے لیے پنجرے میں بند کرنا جیسا کہ بعض چڑیا گھروں میں ہوتا ہے۔ یہ عمل کیسا ہے؟

* بعض حنفی فقہاءو مالکی فقہاء اور شوافع کے نزدیک ایسا کرنا درست ہے، شرط یہ ہے کہ اس کے حقوق و صحت کا پابند رہا جائے۔

* دوسرے بعض حنفی فقہاء، مشہور مالکی مذہب اور حنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے، ان میں سے بعض کے یہاں مکروہ تحریمی ہے تو بعض کے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ دلائل وہی ہیں جو شروع میں حقوق کے بیان میں نصوص گزری ہیں۔ وجہ اختلاف یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا ان کو ایذا دینا ہے یا نہیں؟ جنہوں نے ایذا مانا تو منع کیا اور جنہوں نے حقوق ادا کرتے ہوئے اسے ایذا نہیں مانا تو اسے جائز قرار دیا (ملاحظہ ہو: مصدر سابق)۔

میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ اگر حقوق ادا کرتےہوئے انھیں رکھا جائے اور ساتھ میں ماحولیات کے توازن میں خلل واقع نہ ہوتاہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اس سلسلہ میں وقت اور جگہ کے اعتبار سے اختصاصی اداروں کے قواعد وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے حکم ہوگا۔ اگر ماحولیات کے لیے حددرجہ نقصان دہ ہو اور اختصاصی ادارے قانوناً منع

کردیں تو منع ہوگا اور اگر چند شرطوں کے ساتھ اجازت دیں تو شرطوں اور اسلامی حقوق کی پابندی کرتے ہوئے جائز ہوگا۔ اس کے دلائل بیان کردہ جانوروں کے حقوق، فقہی قواعد اور مقاصد شریعت ہی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب ۵: اس کا جواب بھی پہلے ہی کی طرح ہوگا اور دلائل بھی وہی ہوں گے۔ اس میں یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ خطرناک جانوروں کا مسئلہ ہے اور انسانی جانوں کے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے، جہاں تک کتوں کی باتیں ہیں تو ان کا ثبوت تو عہد رسول سے ہی ہے؛ البتہ کاٹنے والے کتے کو مارنے کاحکم ہے۔ لیکن اگر وضع کردہ ضوابط و احتیاط کی روشنی میں نقصان کا امکان کم ہو اور ضرورت شرعی کے اندر ہو تو کتےکو رکھنا شرعی طور پر درست ہے۔ شیروں اور سانپوں کو ماحولیات ہی کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ چڑیا گھروں میں موجود رہتے ہوئے اس طرح کے خدشات کا وقوع نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔خود سپیروں کا سانپوں کو معمولی سی چیزمیں رکھنا اس خطرناکی کی نکیر کرتا ہے۔ لہذا اگر سرکاری و ماہرین کی جماعت کے اصول کی روشنی میں خطرہ کم ہو اور ماحولیات کے توازن پر اثر نہ پڑتا ہو تو ایسا کرنا درست ہے اور ایسا کرنا ضوابط کی روشنی میں تسخیر وخدمت حاصل کرنے کی تعلیمات سے قریب تر ہے۔ حقوق ادا کرنے کی شکل میں ایذا کا بھی امکان نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب۶: ایسے میڈیکل تجربات جو شریعت کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہوں۔ شریعت کی نصوص سے نہ ٹکراتے ہوں اور حقیقی ضرورت وحاجت یعنی طبی و علمی ترقی کے لیے ضروری ہوں۔ اس میں انسانی جان وصحت کے لیے جلدی یا دیر میں نقصان واقع نہ ہوتا ہو اور اس کے بغیر یہ مقصد حاصل کرنا ناممکن یا مشکل ہو تو شرعی ضابطوں کی پابندی کرتے ہوئے جائز ہے، چونکہ جانور انسان کو تسخیر وخدمت کے لیےعطا کیے گئے ہیں اور یہ فائدہ بغیر اس کے ناممکن ہے۔جہاں تک ان کی نا حق ایذا یا حق تلفی کا معاملہ ہے تو استثنائی صورتوں میں بقدر ضرورت اعلی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کی اجازت ہے۔ جب انسانی غذا کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بعض جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت ہے تو علمی ضرورت انسانی جان کے لیے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، واللہ اعلم بالصواب (یہی رائے اور بہت سے علماء کی بھی ہے جیسے محمد مصطفی عرجاوی، جامعہ کویت)۔

جواب ۷ : درست ہے۔ اس کی توجیہ بھی سابق جواب ہی کی طرح ہے واللہ اعلم۔

جواب۸، ۱۰ : * جانوروں کی نسلوں کو ختم ہونے سے بچانا یا ماحولیات کے لیے ضروری مقدار میں جانوروں کی بقا کی حفاظت کے لیے حکومت شکار سے روکتی ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ چونکہ ‘‘ مالا یتم الواجب إلابہ فھو واجب’’ قاعدہ کے اعتبار سے نسل حیوانی کو ختم ہونے سے بچانا انسانی بقا کے لیے ضروری ہے۔ اور انسانی نسل

کی بقا ماحولیات کے توازن پر برقرار ہے۔ اس کی تحدید و مقدار انسانی علمی اجتہاد پر موقوف ہے۔ اس کے مطابق ماحولیات کی بقا کے لیے اگر وقتی طور پر کچھ قوانین سرکار بنالے تو عمل ضروری ہے؛ چونکہ یہ قانون شریعت کے مقاصد کی حفاظت و بقا کا ذریعہ ہے (نسل حیوان وطیور کی بقا وحفاظت کے لئے شرعی نصوص ملاحظہ ہوں: البیئۃ فی الفقہ الاسلامی،۱۱۸ وما بعدہا)۔

* اگر حکومت اسلامی شریعت میں حلال جانوروں یا پرندوں کے شکار سے اس لیے منع کرتی ہے کہ وہ ملک یا کسی ریاست کی حکومت کے قومی جانور یا پرندے ہیں تب بھی اس ملک کے شہری ہونے کی وجہ سے اس کے قوانین کی پابندی کرنا واجب ہےجو شہریت کے معاہدہ کا حصہ ہے۔ اس لیے ایک مسلمان پر اس طرح کے جانوروں کو حلال سمجھتے ہوئے حکومت کے شکار سے منع کرنے والے قانون پر عمل کرنا واجب ہے۔ اسی کے ساتھ اقلیت کے ذمہ داروں پر فرض ہے کہ ملکی قوانین میں جمہوریت کے راستوں سے ایسا قانون بنے جو ان کے عقیدہ سے نہ ٹکراتا ہو۔ خاص طور سے موجودہ حالات اور اقلیت پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو دیکھتے ہوئے قانون پر عمل نہ کرنا ان کے وجود کو یا شہری حقوق کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے ۔

* اس سلسلہ میں ان قاعدوں سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے:

- قاعدہ ‘‘الضرر یزال’’ (السیوطی: الاشباہ والنظائر،۸۳، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر، ۹۴، الزرقاء: شرح القواعد الفقہیہ،۱۶۵) جو اس حدیث سے مستنبط ہے:‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (ابن ماجہ: السنن کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، رقم: ۲۳۴۱، صححہ الالبانی)۔

- قاعدہ ‘‘ درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح’’ (السیوطی: الاشباہ والنظائر،۸۷، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر،۹۹)۔

- قاعدہ ‘‘اختیار أخف الضررین’’ (السیوطی: الاشباہ والنظائر،۸۷، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر،۹۸، البورنو: الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ،۲۶۰)۔

- قاعدہ ‘‘ الضرر لا یزال بضرر مثلہ’’ (السیوطی: الاشباہ والنظائر،۸۶، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر،۹۶، البورنو: الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ،۲۵۹)۔

- قاعدہ ‘‘ تقدیم المصلحۃ العامۃ علی المصلحۃ الخاصۃ’’ (ابن نجیم: الاشباہ والنظائر ،۹۶، البورنو: الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ،۲۶۳)۔

جواب ۹: قانونا اگر کسی خاص جانور کو ذبح کرنے کی پابندی ہے تو مسلمانوں کو پابند ہونا لازمی ہے، اس لیے کہ اس ملک کے شہری ہونے کی وجہ سے اس کے قوانین کی پابندی کرنا واجب ہےجو اس شہریت کے معاہدہ کا حصہ ہے۔ اور معاہدہ کو توڑنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کی نصوص واضح طور دلالت کرتی

ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان پر اس طرح کے جانوروں کو حلال سمجھتے ہوئے حکومت کے منع کرنے والے قانون پر عمل کرنا واجب ہے۔ اسی کے ساتھ اقلیت کے ذمہ داروں پر فرض ہے کہ ملکی قوانین میں جمہوریت کے راستوں سے ایسا قانون بنے جو ان کے عقیدہ سے نہ ٹکراتا ہو۔ خاص طور سے موجودہ حالات اور اقلیت پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو دیکھتے ہوئے قانون پر عمل نہ کرنا ان کے وجود کو یا شہری حقوق کو خطرہ میں ڈال سکتا ہےیا ملک سے محبت کے خلاف شمار کیا جاسکتا ہے یا بغاوت کا الزام لگایا جاسکتا ہے، اس لیے مقاصد شریعت اور فقہی قواعد کے مطابق اعلی مصلحتوں کو حاصل کرنے کے لیے اور بڑے نقصانوں سے بچنے کے لیے قانون کی پابندی کرنا ضروری ہے (دلائل جواب ۸ کے تحت گزر چکے)۔

جواب ۱۱: وبائی متعدی امراض کی شکل میں جانوروں کو مارا جاسکتا ہے، اس کے لیے وہ شکل اختیار کی جاسکتی ہے جو ماحولیات اور انسانی و حیوانی صحت کے لیے بہتر ہو جسے اس فن کے انٹرنیشنل اور نیشنل ادارے، گورمنٹ کی منسٹریاں متخصصین کے رائے و مشورہ کے بعد طے کرتی ہیں اور اعلامیہ جاری کرتی ہیں جو اسلام کے بنیادی مقاصد سے عام طور پر اور مقاصد شریعت سے خاص طور پر نہیں ٹکراتے بلکہ اس میں ممد و معاون ہوتے ہیں۔ انسانی اور ماحولیاتی صحت جس پر انسان کی صحت کا دارومدار ہے وہ اگر وقتی طور پر بقدر ضرورت وبائی بیماری یا نقصان دہ کثرت کی وجہ سے کسی خاص طرح کے جانوروں یا پرندوں کو مارنے کی متقاضی ہو جسے اس میدان کے ماہرین طے کریں گے تو یہ درست ہی نہیں بلکہ افضل ہے اور اس کام کے لیے وہ شکلیں افضل ہیں جن سے حسن سلوک اور احسان نمایاں ہوتا ہو، اور جلانے کے عمل کو اختیار کرنا درست نہیں جیسا کہ پہلے حدیثیں گزرچکی ہیں۔ دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مقاصد شریعت: اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت بندوں کی مصلحت، بہتری اور فائدے کو قائم کرنے اور ان سے فسادو نقصان کو دور کرنے کے لیے آئی ہے، مقاصد پانچ ہیں:دین ، نفس، نسل، عقل اور مال، شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں جس میں بندوں کا دنیا یا آخرت میں، جلدی یا تاخیر سے کوئی فائدہ نہ ہو یا ان کےنقصان اور ضرر کا ازالہ نہ ہو۔ ان مصالح کے تین درجے ہیں: پہلا: ضروریات۔ دوسرا: حاجیات۔ تیسرا: تحسینیات (تفصیل وتاصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ابن عبد السلام، قواعد الاحکام۱،۳۹، الشاطبی: الموافقات۱،۳۱)۔

یہ یقینی با ت ہےکہ ماحولیاتی آلودگی شریعت کے مقاصد کے خلاف ہے اور انسانی بنیادی چیزوں کے لئے یا تو کلی طور پر نقصان دہ ہے کہ ضروریات خمسہ کے ہی بگاڑ کا ذریعہ ہے یعنی انسان اور زندہ مخلوقات کی زندگی ہی ناممکن ہوجائے گی۔ یا ماحولیاتی آلودگی جزئی نقصان کا ذریعہ ہوگی جس سے حاجیات و تحینیات میں انسانوں اور دوسری ماحولیاتی مخلوق کےلیے تنگی ، پریشانی اور مشقت درپیش ہوگی۔

مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ماحولیات کی حفاظت کے سلسلہ میں احکام اسلامی کی پابندی کرنا :

* خود دین کی حفاظت ہے۔
* نفوس کی حفاظت ہے۔
* نسل کی حفاظت ہے۔
* عقل کی حفاظت ہے۔
* مال کی حفاظت ہے۔

چونکہ مقاصد اصلیہ کی بقا ماحولیات پر ہی منحصر ہے ورنہ ماحولیات میں فساد و بگاڑ یا ہلاکت سے انسان کی ہلاکت وابستہ ہے۔لہذا مقاصد شریعت سے مذکورہ جواب واضح طور پر مدلل ہوتا ہے۔

۲۔ فقہی قواعد:

* قاعدہ ''الضرر یزال'' (السیوطی: الاشباہ والنظائر،۸۳، ابن نجیم: الاشباہ والنظائر ،۹۴، الزرقاء: شرح القواعد الفقہیہ ۱۶۵) جو اس حدیث سے مستنبط ہے:'' لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ: السنن: کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ)۔

ابن قدامہ حنبلیؒ نے اس قاعدہ کی بنیاد پر ایسے نقصان کو ناجائز لکھا ہے جو انسان یا حیوان کے ضرر کا ذریعہ ہو (دیکھئے: المغنی ۶،۳۲۰، ۳۲۶، نیز احکام البیئۃ فی الفقہ الاسلامی،۶۲ نقلاً عن حیدر: درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام ۳،۲۱۴۔۲۱۷، ۲۲۸ باختصار)۔

اسی پر وبائی امراض اور اس کے نقصانات کو قیاس کرتے ہوئے حکم لگایا گیا ہے۔

* قاعدہ ''مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب'' (ابن اللحام: القواعد والفوائد الاصولیہ،۹۴، البورنو: الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ،۳۹۳)۔

ظاہر ہے کہ وبائی امراض کے نقصان سے بچاؤ بیمار جانوروں کو مارے بغیر ناممکن ہے، اس لیے اس قاعدہ کے مطابق مارنا درست ہے۔ نقصان سے بچنا صرف مارنے سے ختم نہیں ہوجاتا بلکہ ایسے طریقے اور شکلیں اختیار کرنا بھی ضروری ہے جو ماحولیات کو آلودگی سے محفوظ رکھیں، یہ شکلیں وقت اور سائنس کی ترقی کے اعتبارسے بدلتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ کے مطابق وہی شکل سب سے زیادہ افضل و انسب مانی جائے گی جوماحولیات کو سب سے زیادہ محفوظ رکھنے والی ہو اور جانوروں کے ساتھ احسان و سلوک میں سب سے اعلی ہو۔

جواب ۱۲: ہاتھی کے دانت ، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لیے جانور کو مارنا جائز نہیں۔ یہ ایسی ضرورتیں نہیں اور نہ ہی ان میں ایسی ضروری مصلحت وابستہ ہے کہ جس سے انسان کی ترقی رک جائے یا کوئی علمی تجربہ ممکن نہ ہوبلکہ یہ تو ان پر تعدی وزیادتی ہے اور ان کی ایذا رسانی منع ہے اور بغیر حق کے مارنا حرام ہے

جیسا کہ ابتدا میں بیان کردہ حقوق اور دلائل سے واضح ہے۔ پھر اس طرح چند انسانوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ماحولیات کے توازن کو خطرہ میں نہیں ڈالا جاسکتا جس پر انسان کی بقا منحصر ہے۔

جواب ۱۳: اس کا جواب خود نص حدیث میں موجود ہے جو حقوق کے بیان میں دوسرے حق کے اندر مذکور ہے۔ دوبارہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے۔ سورہ مرسلات نازل ہوئی۔ ہم اسے آپ ﷺکی زبان مبارک سے سیکھ رہے تھے کہ ایک سانپ اپنے بل سے نکلا ہم اسے مارنے کے لیے دوڑے لیکن وہ ہم سے پہلے چل دیا اوراپنے بل میں گھس گیا تو رسول اللہ نے فرمایا: وہ تمہارے ضرر اورنقصان سے اسی طرح محفوظ رہا جس طرح تم اس کے ضرر سے '' (صحیح البخاری (الفتح) ۴۰۹،۶، حدیث: ۳۳۱۷ کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسہ،۲۳۴۱، صححہ الالبانی)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ تکلیف دہ جانوروں کو اذیت کی وجہ سےمارنے کی بقدر ضرورت اجازت ہے ۔ اس کے علاوہ جانوروں کو نا حق مارنا اور نقصان پہنچانا سخت منع ہے، یہاں تک کہ موذی جانوروں کو بھی بلوں کے اندر یا جنگلوں میں چلے جانے کے بعد نقصان نہ پہنچانے کی شکل میں مارنا یا تکلیف دینا منع ہے ۔

جواب ۱۴: اس کا جواب مقالہ کے ابتدائی حصے میں حیوانات کے حقوق کے باب میں مفصل پیش کردیا گیا ہے۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا ابو سفیان مفتاحی•

جواب۱۔ وباللہ التوفیق: آج کل چارہ خور جانوروں کےلئے ایسی غذائیں تیار کی جارہی ہیں جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتےہیں تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے، جو ظاہر ہے کہ چارہ خور کی فطرت کے خلاف ہے، تو یہ عمل شرعاً جائز ہے، علامہ ابن قدامہؒ المغنی ۶۲۴،۷ پر لکھتے ہیں:

''ومن ملک بہیمۃ لزمہ القیام بہا والإنفاق علیہا ما تحتاج إلیہ من علفہا وإقامۃ من یرعاہا لما روی ابن عمر أن النبیﷺ قال: عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستہا حتی ماتت جوعاً فلا ہی أطعمتہا ولا أرسلت تأکل من خشاش الأرض'' (متفق علیہ)۔

''فإن امتنع من الإنفاق علیہا أجبر علی ذلک، فإن أبی أو عجز أجبر علی بیعہا أو ذبحہا إن کانت مما یذبح، وقال أبو حنیفۃ: لا یجبر السلطان بل یأمرہ بہ کما یأمرہ بالمعروف وینہاہ عن المنکر لأن البہیمۃ لا یثبت لہا حق من جہۃ الحکم، ألا تری أنہ لا یصح منہا الخصومۃ ولا ینصب علیہاخصم فصارت کالزرع والشجر ولنا أنہا نفقۃ حیوان واجبۃ علیہ فکان للسلطان إجبارہ علیہا کنفقۃ العبید، ویفارق نفقۃ الشجر والزرع فإنہا لاتجب، فإن عجز عن الإنفاق وامتنع من البیع بیعت علیہ کما یباع العبد إذا طلب البیع عند إعسار سیدہ بنفقتہ وکما یفسخ نکاحہ إذا أعسر بنفقۃ امرأتہ، وإن عطبت البہیمۃ فلم ینتفع بہا فإن کانت مما یؤکل خیّر بین ذبحہا والإنفاق علیہا وإن کانت مما لا یؤکل أجبر علی بیعہا کالعبد الزمن علی ما ذکرناہ فیما مضی''۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جانور کی طرف سے جھگڑنا صحیح نہیں اور جانور پر نہیں تیار کیا جائے گا کوئی مقابل، پس ہوگیا جانور کھیت کی پیدوار اور درخت کی طرح۔

حضرات حنابلہؒ کہتے ہیں کہ یہ حیوان نفقہ واجبہ ہے مالک پر تو جائز ہے سلطان و حاکم کے لئے مالک کو مجبور کرنا خرچہ پر غلاموں کے نفقہ کی طرح، برخلاف کھیت ودرخت کے نفقہ کے؛ کیونکہ وہ واجب نہیں، تو اگر مالک خرچہ کرنے سے عاجز ہے اور بیچنے سے انکار کردے تو اس مالک پر بیچا جائے گا جیسا کہ بیچا جاتا ہے غلام، جب بیع طلب کی جائے مالک کےغریب وفقیر ہونے کے وقت نفقہ سے، اور جیسے کہ غریب وفقیر شخص کا نکاح فسخ کیا جائے گا جبکہ وہ محتاج ہو جائے اپنی عورت کے نفقہ سے، اور اگر جانور ہلاک ہوجائے تو اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائےگا۔

• صدر مدرس جامعہ مفتاح العلوم مئو۔

پھر اگر جانور ماکول اللحم ہو تو اختیار دیا جائے گا اس کے ذبح کرنے اور اس پر خرچہ کرنے کے درمیان کہ چاہے تو ذبح کردے یا اس پر خرچ کرے، اور اگرجانور غیرماکول اللحم ہو تو مالک کو مجبور کیا جائے گا اس پر خرچہ کرنے سے اپاہج غلام کی طرح۔

اور جائز نہیں کہ لادی جائے جانور پر ایسی شئی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا؛ کیونکہ غلام کے معنی میں ہے، اور نبیﷺ نے منع کیا ہے غلام کو ایسی چیزوں کے مکلف بنانے کا جن کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اور اس لئے کہ اس میں اس جانور کو تکلیف پہنچانا ہے جو بذات خود محترم ہے اور اس کو نقصان پہنچانا ہے اور یہ جائز نہیں ہے، اور دوہا جائے گا اس کے دودھ سے اتنی ہی مقدار جو اس کی اولاد کے لئے کافی ہونے سے فاضل ہے؛ کیونکہ اس کا کافی ہونا واجب ہے مالک پر اور اس کی ماں کا دودھ اولاد کےلئے ہی پیدا کیاگیا ہے، تو مشابہ ہوگیا لونڈی کی اولاد کے، اگرجانور ایسا ہے کہ شرعاً وہ مامور بالقتل ہے جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ تو اس کو پہلے ہی مار ڈالنا واجب ہے، ان کےساتھ کھلانے پلانے کا سلوک ناجائز ہے۔

تو معلوم ہوا کہ غیر موذی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کھلانے پلانے میں واجب ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عمل شرعاً جائز ہے، جانورماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اس شرط سے کہ وہ جانور موذی نہ ہو جس کو مار ڈالنا اور ہلاک کرنا شرعاً جائز ہے، واللہ اعلم۔

جواب ۲۔ وباللہ التوفیق: جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور بعض چھوٹے کے گوشت میں اضافہ کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ اور گوشت کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے تو یہ حکم شرعی کے اعتبار سے جائز ہوگا، واللہ اعلم۔

جواب۳۔ وباللہ التوفیق: حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کےلئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایا جاتا ہے، خاص کر جرسی گائے کے بارے میں یہ سمجھاجاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بمقابلہ دوسری گایوں کے کافی زیادہ ہوتی ہی تو ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا شرعاً درست ہوگا۔

اور اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً جواز کا اثر مرتب ہوگا؛ کیونکہ جانوروں میں حلت وحرمت کا اعتبار مؤنث جانور کا ہوتا ہے، اگر مؤنث جانور حلال ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچے حلال ہونگےورنہ حرام ہونگے، چنانچہ گائے حلال جانور ہے اور جفتی کرنے والا جانور حرام ہے، جیسے خنزیر تو بچے حلال ہونگے، اور اس کا دودھ استعمال کرنا حلال ہوگا جیسے جرسی گائے ورنہ حرام ہونگے، چنانچہ صاحب درمختارؒ لکھتے ہیں: ‘‘وإ نزاء الحمیر علی

الخیل کعکسہ قہستانی''، یعنی گدھوں کا جفتی کرنا گھوڑیوں سے جائز ہے جیسا کہ گھوڑوں کا جفتی کرنا گدھیوں سے جائز ہے (درمختار مع رد المحتار۵،۳۷۵) واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا جفتی کرانا درست ہوگا، اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً جواز کا اثر مرتب ہوگا؛ کیونکہ جانوروں کی حلت وحرمت کا فیصلہ مؤنث جانور کے اعتبار سے ہوگا، اگر مؤنث حلال ہے جیسے کہ گائے تو اس سے پیدا ہونے والے بچے اور اس کا دودھ وگوشت حلال ہوگا ورنہ حرام ہوگا، واللہ اعلم۔

جواب ۴۔ وباللہ التوفیق: زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے میں رکھے جاتے ہیں، جیسے پرندے طوطا ومینا وغیرہ اور ہر ن وغیرہ جنگلی جانور ان کو کھانا مقصو دنہیں ہوتا اور نہ ان کی تجارت مقصود ہوتی ہے، توا ن کو اس طرح رکھنا درست ہوگا گوکہ ان کی فطرت کے خلاف ہے، واللہ اعلم۔

جواب ۵۔ وباللہ التوفیق: انسان کے جذبات شوق کی بھی کوئی سرحد نہیں ہوتی، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ بعض لوگ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھتےہیں جیسے شیر، سانپ اور خونخوار کتے، اگر کبھی بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے تو اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعاً گنجائش اس معنی میں ہوسکتی ہے کہ انسانی جان ومال اور حیوانی جان کی حفاظت ہوسکے، واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعاً گنجائش اس معنی میں ہے کہ انسانی جان ومال اور حیوانی جان کی حفاظت ہوسکے جس کا مشاہدہ چڑیا خانوں میں ہوتا ہے، اور ان کے ذریعہ آدمی اپنے گھر کی اور اپنے ساز وسامان کی چور اور ڈاکو وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہےتو اس مقصد کے لئے ان کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھنا جائز ہے، واللہ اعلم۔

جواب ۶۔ وباللہ التوفیق: جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے، تو اس طرح کے تجربات فقہی قواعد ''الضرورات تبیح المحظورات '' کے تحت درست ہونگے، واللہ اعلم۔

جواب۷۔ وباللہ التوفیق: دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو تو ''الضرورات تبیح المحظوارت '' کے تحت درست ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانی جان سب جانوں سے محترم ہے لہذا اس کوصحت مند بنانے کےلئے یہ عمل درست ہوگا، واللہ اعلم۔

جواب۸۔ وباللہ التوفیق: بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں،اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے، اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگا دی گئی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی حکومت قومی جانور قرار دیتی ہے، اور اس طرح کے جانوروں کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے، تو یہ ممانعت شرعاً وجوب کی حد تک واجب العمل ہوگی، واللہ اعلم۔

جواب۹۔ وباللہ التوفیق: مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو (مثلاً ہندوستان میں گائے اور بندر) معبود اور مقدس مانتا ہو، اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دلآزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے، یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے، تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں رویہ تسلیم کا اور مان لینے کا ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

جواب۱۰۔ وباللہ التوفیق، حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دوردراز علاقے کے پرندےآتے ہیں جن کو مہمان پرندہ کہا جاتا ہے، تو مسلمانوں کے لئے سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً سداً للفساد والفتنہ کی حد تک واجب العمل ہے، واللہ اعلم۔

جواب۱۱۔ وباللہ التوفیق: بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں، کبھی ان کو مارنے کے لئے گڈھوں میں زندہ دفن کردیا جاتا ہے، اور کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیا جاتا ہے، تو محض امراض کےپھیلاؤ کے خوف سے ان کو نہیں مارا جاسکتا ہے؛ البتہ امراض کے پھیلاؤ کے یقین وظن غالب سے ان کو مارا جاسکتا ہے، واللہ اعلم۔

جواب۱۲۔ وباللہ التوفیق: جانوروں کو ان انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے، جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ، اور کھال حاصل کرنے کے لئے وغیرہ، واللہ اعلم۔

جواب۱۳۔ وباللہ التوفیق: جو جانور انسان کے لئے نقصان دہ ہوتےہیں، ان کو شریعت میں مار ڈالنے کا حکم ہے مطلقاً، چنانچہ حدیث میں ہے:''عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال:خمس لا جناح علی من قتلہم فی الحرم والإحرام: الفأرۃ والغراب والحدأۃ والعقرب والکلب العقور'' (متفق علیہ)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبیﷺ سے روایت کرتےہیں کہ فرمایا پانچ جانوروں کے حرم اور احرام کی حالت میں قتل اور مار ڈالنے میں کوئی گناہ نہیں ہے:(۱) چوہیا، (۲)کوا،

(۳) چیل، (۴) بچھو (۵) اور پاگل اور خونخوار کتا۔

''عن عائشۃ عن النبیﷺ قال:خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم:الحیۃ والغراب الأبقع والفأرۃ والکلب العقور والحدیا'' متفق علیہ (مشکوۃ۱،۲۳۶)۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں نبیﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ فاسق جانور وہ قتل کئے جائینگے حل وحرم دونوں جگہوں میں: (۱) سانپ، (۲) سیاہ وسفید کوا، (۳) چوہیا، (۴) پاگل وخونحوار کتا (۵) چیل۔

تو حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ پانچوں انسان کے لئے نقصان دہ اور موذی ہیں بنا بریں ان کو مار ڈالنا شرعاً جائز ہے۔

علامہ مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ تکملۃ فتح الملہم ۱،۵۳۶ پر لکھتے ہیں:

''مسئلۃ:ذکر فی الباب الحادی والعشرین من کراہیۃ عالمکیریۃ ۵،۳۶۰:''قریۃ فیہا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منہا ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب، فإن أبوا رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمہم ذلک کذا فی محیط السرخسی، قلت: ویدل علیہ فعل عثمان رضی اللہ عنہ''۔

اس کے تحت تکملۃ فتح الملہم (۱،۵۳۰) میں مذکور تفصیل کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

فتاوی عالمگیری کے کتاب الکراہیہ کے اکیسویں باب (۵،۳۶۰) میں ایک مسئلہ ذکر کیا گیا ہے: ایک ایسی بستی ہے اور گاؤں ہے جس میں بہت کتے ہیں اور گاؤں اور بستی والوں کو ان سے ضرر ونقصان ہے تو کتے والوں اور ان کے مالکین کو حکم دیا جائے گا کہ وہ لوگ کتوں کو قتل کردیں اور مار ڈالیں، اگر وہ لوگ اس کو انکار کریں تو اس امر کو قاضی وجج کے پاس پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ قاضی وجج ان لوگوں کو لازم کردے گا قتل کرنے اور مار ڈالنے کو، ایسے ہی محیط سرخسی میں ہے، مولانا مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہونگا کہ اس پر دلیل ہے حضرت عثمانؓ کا فعل اور وہ گذر چکا ہے بیع کلب کی بحث میں جو مندرجہ ذیل ہے:

امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے وہ مرسل اسناد سے کہ حضرت عثمانؓ نے تاوان نافذ کیا اس آدمی پر جس نے کتے کو قتل کیا تھا، مار ڈالا تھا بیس اونٹوں کا،اور علامہ ماردینیؒ نے اس کےتحت فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل جب دوسری اسناد سے مرسلاً روایت کی جائے تو یہ حجت ودلیل ہوجائے گی، مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کو امام بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے، امام شافعیؒ سے جو نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا ہے کتوں کے قتل کرنے کا مار ڈالنے کا تو معارض نہ ہوگا اس تاوان دلوانے کا، اس لئے کہ احتمال یہ ہے کہ ہوجائے ان کا حکم قتل مخصوص میں ان کتوں کے ساتھ جن سے نفع اٹھایاجاتا، اور تاوان دلوانا شکاری کتوں وغیرہ کے باب میں

ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انھوں نے حکم دیا کتوں کے قتل کے اوقات میں سے کسی وقت میں کسی مصلحت کی وجہ سے ہو جو ان کو ظاہر ہوئی اور اس پر دلیل مسند احمد ۷۲،۱ کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کتوں اور کبوتروں کے ذبح کرنے کا تو جس طرح یہ دلیل نہیں بن سکتی کبوتر وں کی بیع کی حرمت کا تو اسی طرح یہ دلیل نہیں بن سکتی کتوں کی بیع کی حرمت کا۔

اور علامہ خطابیؒ نے روایت کی ہے غریب الحدیث (۱۴۲،۲) میں حضرت عبد اللہ بن عیسیٰؒ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت یونسؒ سے کہا کہ کبوتروں کا کیا گناہ ہے کہ وہ ذبح کئے جائیں جس وقت حکم دیا حضرت عثمانؓ نے ان کے قتل کا تو حضرت یونسؒ نے فرمایا کہ کبوتروں والے لوگوں کو تکلیف دیتے تھے تیر چلانے سے تو اسی وجہ سے ان کے ذبح کرنے کا حکم دیا، اور لوگ ابھارتے تھے کتوں کو تو کتوں کے قتل کا حکم دیا کہ لوگ نکل جائیں بستی سے باہر تو کتے شہر سے باہر ہوجائینگے، اور علامہ خطابیؒ نے فرمایا: اور امام وقت کے لئے جائز ہے کہ کرے اس کام کے مثل رعایا پر نظر کرتے ہوئے اور ان کے لئے زیادہ صحیح عمل کے اختیار پر۔

امام طحاویؒ نے حضرت امام زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب کلب معلم قتل کردیا جائے تو اس کلب معلم کی قیمت لگائی جائے گی تو قاتل پر تاوان لگائے گا باوجودیکہ امام زہریؒ نے روایت کیا ہے حضرت ابوبکر بن عبد الرحمنؓ سے اور انھوں نے نبیﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا کہ کتے کی قیمت حرام ہے تو یہ دلیل ہے اس پر کہ نہی کی احادیث محمول ہیں ان کتوں پر جن سے نفع نہیں اٹھایا جاتا یا انھوں نے احادیث کو منسوخ سمجھا۔

پھر امام محمدؒ نے اپنی کتاب ''الحجۃ علی أہل المدینہ (۷۵۴،۲)''میں فرمایا: اگرلوگ کہیں کہ ہم قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان لازم کرتےہیں اور ہم اس کو آزاد آدمی کے درجہ میں رکھتے ہیں تو ہم آزاد آدمی کی بیع کو جائز نہیں کرتے، اگر آزاد آدمی کو کوئی قاتل قتل کردے تو قاتل پر دیت واجب ہے، ان سے کہا گیا کہ یہ آزاد آدمی کے مشابہ نہیں ہے؛ کیونکہ آزاد آدمی کسی کی ملکیت میں نہیں آتا، اور یہ کلب معلم ملکیت میں آتا ہے۔

تو تم بتاؤ کہ اگر کوئی آدمی کسی شکاری کتے کو کسی آدمی کو ہبہ کردے تو یہ جائز ہوگا؟

پس اگر وہ جائز ہو تو کیسے اس کو آزاد آدمی پر قیاس کیا جائے گا اور آزاد آدمی کا ہبہ جائز نہیں اور یہ کسی بھی طریقہ سے کسی کی ملکیت میں نہیں آئے گا۔

یہ کہ شکاری کتے اور جانور وکھیت کی نگرانی کے لئے کتوں کے پالنے کا جواز ایسی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں تو کوئی وجہ نہیں ان کی قیمت کے حرمت کی بلکہ وہ مال ہوگیا نفع اٹھانے کی وجہ سے۔

تو یہ تمام دلائل دلیل نہیں ان کتوں کی بیع کے جواز کی جن سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

اور حدیث باب اور باقی احادیث جن میں کتوں کے ثمن میں مطلقاً نہی وارد ہوئی ہے تو ان احادیث کو امام محمدؒ نے محمول کیا ہے الحجۃ (٧٥٢،٢) میں نسخ پراور فرمایا کہ ان کی بیع کی تحریم ہمارے نزدیک اس وقت کی ہے جس وقت ان کے قتل کار اور ان کے آبادی سے باہر کرنے کا حکم دیا تھا تو جب نبیﷺ نے ان کو قتل سے منع کیا تو ان کے بیع کی تحریم کو منسوخ کردیا، اور جو دلیل اس پر ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حرام ہے کتا کی قیمت اور پچھنہ لگانے والے کی اجرت، پھر رخصت دی گئی پچھنہ لگانے والے کی اجرت میں تو اسی طرح رخصت دی گئی ہمارے نزدیک اس کتا کی بیع میں جو نافع ہے، اس وقت منع کردیاگیا ان کے قتل سے۔

پھر اگر کہا جائے کہ نسخ ثابت ہوگا تاریخ کے جاننے کےبعد، اور تاریخ معلوم نہیں ہوئی؟ تو یہ جواب میں کہینگے کہ احکام کتوں کے حق میں منتقل ہوئے تشدید سے تخفیف کی طرف جیسا کہ اسی باب میں حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کی حدیث میں مذکور ہے اور رخصت کی احادیث ثابت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے تو ظاہر ہے کہ رخصت کی احادیث بعد کی ہیں، اور اس لئے کہ دوصحابہ وتابعینؒ جنہوں نے نہی کی احادیث کو روایت کیا ہے انھیں لوگوں نے رخصت کی احادیث پر عمل کیا ہے اور یہ سب سے قوی دلیل کہ نہی کی احادیث منسوخ ہیں۔

اور بعض علماء حنفیہؒ نے اس طرح جواب دیاہے کہ کتے کی قیمت سے ممانعت تحریم کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ اس میں کمینہ پن کے اظہار کے لئے ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ یہ نہی متصل ہے۔

اور ان دونوں کی حرمت کا کوئی قائل نہیں ائمہ اربعہؒ میں سے، تو معلوم ہوا کہ کتے کی قیمت نہی تحریم کے لئے نہیں ہے۔

اور فتاوی عالمگیری اکیسویں باب میں اس سے پہلے مذکور ہے:''ولو كان لرجل كلب عقور يعضّ كل من يمرّ عليه فلأهل القرية أن يقتلوه، فإن تقدم أهل القرية إلى صاحب الكلب ولم يقتله ثم عضّ إنساناً فهو ضامن، وإن عضّه قبل التقدم لم يضمن'' (تكملة فتح الملهم١،٥٣٦)۔

یعنی اگر کسی آدمی کے لئے خونخوار کتاب ہو کہ وہ ہر گذرنے والے کو کاٹتا ہے تو گاؤں اور بستی والوں کے لئے جائز ہے کہ اس کوقتل کردیں، اگر آئے گاؤں اور بستی والے کتے کے مالک کے پاس اور مالک اس کو قتل نہ کرے پھر کسی انسان کو کاٹ لے تو وہ مالک ضامن ہوگا، اور اگر کاٹا لوگوں کے آنے سے پہلے تو مالک ضامن نہ ہوگا۔

یہ خونخوار جانور جہاں انسان کے لئے مضرت کا باعث ہیں، اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی لئے ان کو پنجروں میں بند کرکے اورباندھ کر رکھے جاتے ہیں تاکہ مضرت کا پہلو مغلوب رہے، وہیں یہ خونخوار جانور ماحولیات کوانسان کے موافق بنانے میں گو کہ اہم

رول ادا کرتےہیں اور اس کے باوجود ان کو آزاد نہیں چھوڑا جاتا، اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو فطری طور پر انسان پر حملہ کرتے ہیں اور انسانی جا ن کا نقصان ہوتا ہے بنا بریں ان کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھا جاتا ہے۔

اگر یہ جانور انسان کے سامنے آجائیں تو ان کے ایذا پہنچانے سے پہلے ان کو مار ڈالنا جائز ہے۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث دیکھئے:''عن أبی ہریرۃ قال:قال رسول اللہﷺ:اقتلوا الأسودین فی الصلاۃ: الحیۃ والعقرب'' (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی معناہ، مشکوۃ۱،۹۲)۔

وفی الہدایۃ:یجوز قتل الحیات مطلقاً وہو الصحیح، قال ابن الہمام: احتراز عما قیل: لا تقتل الحیۃ البیضاء فإنہا من الجن، قال الطحاوی:لا بأس بقتل الکل لأنہ علیہ الصلاۃ والسلام عاہد الجن أن لا یدخلوا بیوت أمتہ ولا یظہروا أنفسہم، فإذا خالفوا فقد نقضوا عہدہم فلا حرمۃ لہم، وقد حصل فی عہدہ علیہ الصلاۃ والسلام وفیمن بعدہ الضرر بقتل بعض الحیات من الجن فالحق أن الحل ثابت ومع ذلک فالأولی الإمساک عما فیہ علامۃ الجان لا للحرمۃ بل لدفع الضرر المتوہم من جہتہم، وقیل:ینذرہا فیقول:خلّی طریق المسلمین أو ارجعی بإذن اللہ فإن أبت قتلہا، وہذا أی الإنذار فی غیر الصلاۃ''۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قتل کرو اسودین کو اگرچہ نماز میں ہی سہی، اسودین سے مراد سانپ اور بچھو ہے، ان کو مارڈالنا جائز ہے، ایک دفعہ یا دو دفعہ میں مار ڈالے،اس سے زیادہ میںنہیں؛ کیونکہ عمل کثیر نماز کو باطل کردے گا۔

اور شرح منیہ میں ہے: بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کہا: یہ مار ڈالنا اس وقت ہے جبکہ ضرورت نہ پڑے زیادہ چلنے کی جیسے متواتر تین قدم چلنا، اور زیادہ علاج کرنے کی ضرورت نہ پڑے جیسے تین دفعہ لگاتار مارنا اور جب ضرورت پڑجائے تو تین قدم لگاتار چلے اور تین دفعہ لگاتار مارے تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی اور اصح فساد نماز ہے، مگر جائز ہے اس کےلئے اپنی نماز فاسد کرنا اور نماز کو توڑ دینا سانپ اور بچھو کے قتل کرنے کے لئے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ مطلقاً (جن میں سے ہو یا نہ ہو) قتل کرنا جائز ہے، یہی صحیح ہے، علامہ ابن ہمامؒ نے کہا کہ یہ احتراز ہے اس قول سے جو کیاگیا کہ سفید رنگ کے سانپ کو قتل نہ کرو اس لئے کہ وہ جن میں سے ہے، امام طحاویؒ نے کہا کل سانپوں کے (جن میں سے ہو یا نہ ہو) قتل کردینے میں کچھ حرج نہیں؛ کیونکہ آپﷺ نے جنوں سے معاہدہ کیا کہ وہ داخل نہ ہونگے آپﷺ کی امت کے گھروں میں اور اپنے کو ظاہر نہ کرینگے، جب جنوں نے نبیﷺ کے معاہدہ کی

مخالفت کی تو جنوں نے اپنے معاہدہ کو توڑ دیا تو اب ان جنوں کا کچھ احترام نہیں، تو حق یہ ہے کہ حلت قتل ثابت ہے، لیکن اولی ہے کہ یہ جن جنوں میں جن ہونے کی علامت ہے ان کو قتل نہ کیا جائے ، یہ قتل نہ کرنا ان کے احترام کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کی طرف سے ایک وہمی ضرر کے دفاع کے لئے ہوا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو ڈراتے ہوئے کہے گا: مسلمانوں کا راستہ چھوڑواور واپس ہوجاؤ اللہ کے حکم سے، پھراگر انکار کردے تو اس کو قتل کردے گا، اور یہ ڈرانا نماز کے باہر ہوگا، نماز کے اند ر نہیں۔

تو حدیث سے معلوم ہوگیا کہ نماز توڑ کر ان کو قتل کرے، واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پانچ خونخوار جانورں کو قتل کردینا جائز ہے:(۱)سانپ، (۲)بچھو، (۳) سیاہ وسفید رنگ والا کوا، (۴) چوہا چوہیا ، (۵) چیل، ان کو حل وحرم دونوں جگہوں میں قتل کرنا جائز ہے، حتی کہ حالت نماز میں نظر آجائیں تو نماز کی حالت ہی میں ایک دفعہ دو دفعہ میں مار ڈالنے کی اجازت ہے، یا ایک قدم دوقدم چل کر مار ڈالنا جائز ہے، اور اگر تین دفعہ کی یا لگاتار تین قدم چلنے کی ضرورت پڑے تو نماز کو توڑ کر اور اس کو فاسد اور باطل کرکے اس کو مار ڈالنا جائز ہے۔

اور اسی ایذا کی وجہ سے ان کو پنجروں میں بند کیا جاتا ہے یا باندھا جاتا ہے، آزاد نہیں چھوڑا جاتا، اور اگر آزاد کردیا جائے تو بہت سی انسانی جانیں ضائع ہوسکتی ہیں۔

اور ماحولیات کا انسان کے نافع ہونے میں اہم رول ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ضرر مقدم ہوگا، اور گرگٹ کو قتل کرنا اور مار ڈالنا جائز ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:''عن أم شریک أن رسول اللہ ﷺ أمر بقتل الوزغ وقال:کان ینفخ علی إبراہیم، متفق علیہ، وعن سعد بن أبی وقاص أن رسول اللہ ﷺ أمر بقتل الوزغ وسماہ فویسقاً رواہ مسلم، وعن أبی ہریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال:من قتل وزغافی أول ضربۃ کتبت لہ مائۃ حسنۃ وفی الثانیۃ دون ذلک وفی الثالثۃ دون ذلک'' (رواہ مسلم ، مشکوۃ ۲،۶۱)۔

جواب ۱۴۔ وباللہ التوفیق: جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ کی جائیں:

(۱) ''عن کعب بن مالک أنہ کان لہ غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتاً فکسرت حجراً فذبحتہا بہ فسأل النبی ﷺ فأمرہ بأکلہا'' (رواہ البخاری)۔

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا اور چرواہا اس کو چرارہا تھا سلع نامی پہاڑ میں تو ہماری ایک بچی یا لونڈی نے دیکھا کہ ہماری بکریوں میں سے ایک بکری پر موت کا اثر ہے، تو اس نے ایک پتھر توڑا اور دھاری دار بنایا پھر اس نے اس بکری کو ذبح کردیا اسی توڑے ہوئے دھاری دار پتھر سے، پھر حضرت کعبؓ نے نبی ﷺ سے پوچھا اس کے کھانے کے سلسلہ میں، تو آپ ﷺ نے

اس کے کھانے کا حکم دیا یعنی اس کو اس کےکھانے کی اجازت دی۔

(۲) ‘‘عن شداد بن أوس عن رسول اللہﷺ قال: إن اللہ تبارک وتعالی کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ’’ (رواہ مسلم؛ مشکوۃ۲/۳۵۷، قال الشمنی أخرجہ الجماعہ، مرقاۃ۴/۳۲۶)۔

حضرت شداد بن اوسؓ رسول اللہﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالی نے لکھا ہے حسن سلوک کرنے کو ہر چیز کے ساتھ، پھر جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرنا چاہے قصاص میں یا حد جاری کرنے میں ہو، اور اس میں احسان بہت آسان طریقہ کو اختیار کرنا ہے اور تکلیف کم دینے والا ہے، اور جب جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور تم میں کوئی اپنی چھری کو تیز کردے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ ذبیحہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور نہ ذبح کیا جائے ایک ذبیحہ دوسرے ذبیحہ کے سامنے، اور نہ لے جایا جائے اس کو مذبح کی طرف گھسیٹ کر، اور آرام پہنچائے یعنی ذبح کے بعد اس کو اتنی دیر چھوڑے کہ وہ آرام حاصل کرلے اور ٹھنڈا ہوجائے، اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے: اور مکروہ ہے کھال اتارنا ٹھنڈا ہونے سے پہلے اور بے فائدہ تکلیف پہنچانا مکروہ ہے اسی حدیث کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جس کو روایت کیا ہے امام حاکمؒ نے مستدرک میں اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔

(۳) ‘‘عن ابن عباسؓ أن رجلاً أضجع شاۃ یرید أن یذبحہا وہو یحد شفرتہ فقال لہ النبیﷺ أتریدأن تمیتہا موتتین ہلا حددت شفرتک قبل أن تضجعہا’’ (رواہ مسلم وقال الشمنی: أخرجہ الجماعۃ مرقاۃ۴/۳۲۶)۔

اس حدیث میں بیان ہے کہ انسان وحیوان چاہے زندہ ہو یا مردہ دونوں حالتوں میں قتل وذبح میں حسن سلوک کرنا مستحب ہے، اور تفضل واحسان سے مراد چھری کو تیز کرنے سے ذبیحہ کو آرام پہنچانا ہے یعنی اتنی دیر تک چھوڑے کہ وہ آرام حاصل کرلے، اور ٹھنڈا ہوجائے، اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اتارنا مکروہ ہے اور بلا فائدہ ہر تکلیف بھی مکروہ ہے اسی حدیث کی وجہ سے، اور مکروہ ہے کہ ذبیحہ کی گردن توڑی جائے اس کی حرکت کے ساکن ہونے سے پہلے، اس لئے کہ اس میں حیوان کو بلا فائدہ زیادہ تکلیف پہنچانا ہے، واللہ اعلم۔

(۴) ‘‘عن ابن عمرؓقال:سمعت رسول اللہﷺ ینہی أن تصبر بہیمۃ أو غیرہا للقتل’’ (متفق علیہ؛ مشکوۃ۲/۳۵۷)۔ ‘‘وروی احمد ومسلم وابن ماجۃ عن جابر أنہﷺ نہی عن أن یقتل من الدواب صبراً أی حبساً، وروی أبوداؤد عن أبی أیوب ولفظہ نہی عن قتل المصبر’’ (مرقاۃ۴/۳۲۷)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کو سنا ہے کہ منع کررہے ہیں کہ روکا جائے کوئی چوپایہ یا اس کے علاوہ جانور کو بغیر کھائے پیئے یہاں تک کہ وہ مرجائے قتل کے لئے، اور شرح السنۃ میں ہے کہ اس سے مراد لیا ہے کہ جانور کو روکا جائے پھر اس کی طرف تیر چلایا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

(۵) ''عن ابن عمرأن النبیﷺ لعن من اتخذت شیئاً فیہ الروح غرضاً'' متفق علیہ، ''عن جابر مرفوعاً لعن اللہ من مثل بالحیوان أی قطع بعض أعضائہ کالأذن والذنب وغیرہما، رواہ احمد والشیخان والنسائی، قال النووی: ہذا النہی للتحریم لقولہ ﷺ: لعن اللہ من فعل ہذا، ولأنہ تعذیب الحیوان وإتلاف نفسہ وتضییع مالیتہ وتفویت لذکاتہ إن کان مذکی، ولمنفعۃ إن لم یکن ''۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبیﷺ نے لعنت بھیجا اس شخص پر جس نے جاندار حیوان کو نشانہ بنایا، اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجا اس شخص پر جس نے حیوان کو مثلہ بنایا، یعنی حیوان کے بعض اعضاء کو مثلاً کان ودم وغیرہ کو کاٹا، یعنی جانور کو مثلہ کرنا جائز نہیں ہے (مرقاۃ ۳۲۷،۴)۔

(۶) ''عن ابن عباسؓ أن النبیﷺ قال:لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً'' (رواہ مسلم؛ مشکوۃ ۳۵۷،۲)۔

وقال النووی:ہذا النہی للتحریم لقولہ ﷺ:لعن اللہ تعالی من فعل ہذا ولأنہ تعذیب للحیوان وإتلاف لنفسہ وتضییع لمالیتہ وتفویت لذکاتہ إن کان مذکی ولمنفعتہ إن لم یکن مذکی'' (مرقاۃ۳۲۷،۴)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا کہ کسی جاندار کو نشانہ نہ بناؤ، امام نوویؒ نے فرمایا: یہ نہی نہی تحریمی ہے یعنی یہ عمل ناجائز ہے، اس لئے کہ اللہ کے رسولﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو ایسا کرے، اور اس لئے کہ اس میں حیوان کو تکلیف دینا ہے اور اس کی جان کو برباد کرنا ہے، اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے، اور اس کے ذبح کا چھوڑنا ہے اگر جانور مذبوح ہے اور اس کی منفعت کو چھوڑنا ہے اگر جانور مذبوح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۷) ''عن جابرؓ قال:نہی رسول اللہ ﷺ عن الضرب فی الوجہ'' (رواہ مسلم، مشکوۃ ۳۵۷،۲) أی فی وجہ کل شئ إلا الکافر حال القتال فإنہ قد یلجأ المسلم إلی ہذہ الحال وعن الوسم أی الکیّ، ولفظ الجامع الصغیر نہی عن الوسم فی الوجہ، والضرب فی الوجہ، وقال:رواہ أحمد ومسلم والترمذی عن جابر وروی الطبرانی عن ابن عباسؓ ولفظہ:لعن اللہ من وسم فی الوجہ، وروی الترمذی والحاکم عن عمرانؓ بلفظ ''نہی عن الکي'' (مرقاۃ۳۲۷،۴،و اللہ اعلم)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ہر جانور کے چہرہ میں مارنے

سے منع فرمایا مگر جنگ وقتال میں کافر کے چہرہ میں مارنے کی اجازت دی؛ کیونکہ کبھی مسلمان مجبور کیاجاتا ہے اس حال کی جانب، اور چہرہ میں داغنے سے منع فرمایا، واللہ اعلم۔

(۸) ''عن جابرؓ أن النبیﷺ مرّ علیہ حمار قد وسم فی وجہہ، قال: لعن اللہ الذی وسمہ'' (رواہ مسلم؛ مشکوۃ۲،۳۵۸)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ کے پاس سے ایک گدھا گذرا اس حال میں کہ اس کے چہرہ میں داغا گیا تھا تو نبیﷺ نے فرمایا: اللہ لعنت بھیجے اس شخص پر جس نے یہ داغ داغا، اس میں احتمال یہ ہے کہ داغنے والا مسلمان نہیں تھا یا منافقین میں سے تھا۔

اور یہ حدیث صحیح ہے کہ رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرے گا، امام نوویؒ نے فرمایا کہ چہرہ میں داغنا بالاجماع منع ہے، اور آدمی کو داغنا تو حرام ہے اس کی کرامت وشرافت کی وجہ سے، اور چہرہ کے علاوہ عضو میں داغنا تو مستحب ہے زکاۃ کے جانوروں میں، اور مستحب ہے کہ بکریوں کو داغا جائے ان کے کانونمیں، اور اونٹوں اور گایوں کو ان کی رانوں میں داغا جائے، اور داغنے کا فائدہ تمییز اور پہچان ہے،و اللہ اعلم۔

(۹) ''عن أنس قال:غدوت إلی رسول اللہﷺ بعبد اللہ بن أبی طلحۃ لیحنکہ فوافیتہ وفی یدہ المیسم لیسم إبل الصدقۃ'' (متفق علیہ، مشکوۃ۲،۳۵۸)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہےفرماتے ہیں: میں صبح لے گیا رسول اللہﷺ کی خدمت اقدس میں عبد اللہ بن ابی طلحہ کو تحنیک کے لئے؛ تاکہ آپﷺ تحنیک کریں تو میںنے پایا رسول اللہﷺ کو اس حال میں کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں داغنے کا آلہ تھا، زکوۃ کے اونٹوں کو داغتے تھے علامت وپہچان کے لئے۔

(۱۰) ''عن ہشام بن زید عن أنس قال: دخلت علی النبیﷺ بأخ لي یحنّکہ، وہو فی مربدٍ لہ فرأیتہ یسم شاۃ، حسبتہ قال: فی آذانہا'' (متفق علیہ؛ مشکوۃ۲،۳۵۸، ورواہ ابوداؤد وابن ماجہ)۔

ہشام بن زید انس سے روایت کرتےہیں کہ میں اونٹوں، گایوں اور بکریوں کے باندھے جانے کی جگہ میں گیا تو آپﷺ کو دیکھا کہ بکریوں کو داغ رہے ہیں، راوی کہتےہیں کہ میں نے سمجھا کہ انسؓ نے کہا: ان کے کانوں میں (مرقاۃ ۴،۳۲۷-۳۲۸)، واللہ اعلم۔

فقہاء رحمہم اللہ کی ہدایات ملاحظہ کی جائیں:

علامہ ابن قدامہؒ نے المغنی (۷،۶۳۴-۶۳۵) میں ذکر کیا ہے:

''ومن ملک بہیمۃ لزمہ القیام بہا والإنفاق علیہا ما تحتاج إلیہ من علفہا أو إقامۃ من

یرعاہا لما روی ابن عمر أن النبیﷺ قال: عذّبت امرأة فی ہرّة حبستہا حتی ماتت جوعاً فلا ہی أطعمتہا ولا أرسلتہا تأکل من خشاش الأرض" (متفق علیہ)۔

فإن امتنع من الإنفاق علیہا أجبر علی ذلک، فإن أبی أو عجز أجبر علی بیعہا أو ذبحہا إن کانت مما یذبح، وقال أبو حنیفۃؒ:لا یجبرہ السلطان بل یأمرہ بہ کما یأمرہ بالمعروف وینہاہ عن المنکر لأن البہیمۃ لا یثبت لہا حق من جہۃ الحکم ألا تری أنہ لا تصح منہا الخصومۃ ولا ینصب علیہا خصم فصارت کالزرع والشجر ولنا أنہا نفقۃ حیوان واجبۃ علیہا فکان للسلطان إجبارہ علیہا کنفقۃ العبید ویفارق نفقۃ الشجر والزرع فإنہا لا تجب فإن عجز عن الإنفاق وامتنع من البیع بیعت علیہ کما یباع العبد إذا طلب البیع عند إعسار سیدہ بنفقۃ بنفقتہ۔

وکما ینفسخ نکاحہ إذا أعسر بنفقۃ امرأتہ وإن عطبت البہیمۃ فلم ینتفع بہا وإن کانت مما یؤکل خیّر بین ذبحہا والإنفاق علیہا، وإن کانت مما لا تؤکل أجبر علی الإنفاق علیہا کالعبد الزمن علی ما ذکرناہ فیما مضی، ولا یجوز أن یحمل البہیمۃ ما لا تطیق لأنہا فی معنی العبد وقد منع النبیﷺ تکلیف العبد ما لا یطیق ولأن فیہ تعذیباً للحیوان الذی لہ حرمۃ فی نفسہ وإضرارا بہ وذلک غیر جائز ولا یحلب من لبنہا إلا ما یفضل عن کفایۃ ولدہا لأن کفایتہ واجبۃ علی مالکہ ولبن أمہ مخلوق لہ فأشبہ ولد الأمۃ''،و اللہ اعلم۔

خلاصہ کلام: جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں تلاش بسیار کے باوجود بھی قرآنی ہدایات نہ مل سکیں، واللہ اعلم۔

البتہ احادیث شریفہ کی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث (١) میں یہ ہدایت ہے کہ اگر بکری وغیرہ (یعنی ماکول اللحم جانور میں قرینہ سے یہ سمجھ میں آیا)میں موت کا اثر معلوم ہوجائے تو اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ اس کو کسی دھاری دار چیز سے ذبح کردیا جائے۔

حدیث (٢) میں یہ ہدایت ہے کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو لکھ دیا ہےجب تم قتل کرو (مثلاً قصاص میں) تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب کسی ماکول اللحم جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور اپنی چھری خوب تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤاور ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال نہ اتاری جائے کہ یہ فعل مکروہ ہے۔

حدیث (٣) سے معلوم ہوا کہ کسی چوپایہ اور اس کے سوا کسی جاندار کو اپنا نشانہ صحیح کرنے کے لئے قتل نہ کیا جائے۔

حدیث (۴) سے معلوم ہوا کہ کسی جاندار کو نشانہ بنانا جائز نہیں ہے، اور کسی جاندار کو مثلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

حدیث (۵) سے معلوم ہوا کہ کسی جاندار کو نشانہ بنانا حرام ہے۔

حدیث (۶) سے معلوم ہوا کہ جاندار کے چہرہ میں مارنا جائز نہیں ہے اور چہرہ میں

داغنا جائز نہیں ہے، البتہ کافر کو قتال وجہاد کی حالت میں چہرہ میں مارنا اور داغنا جائز ہے، کیونکہ مسلمان کبھی اس کے لئے مجبور ہوجاتا ہے۔

حدیث (۷) سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول اللحم جانور کے بھی چہرہ میں داغنا جائز نہیں ہے بلا وجہ۔

حدیث (۸) سے معلوم ہوا کہ زکوۃ وصدقہ کے جانوروں کو بطور علامت وپہچان ان کے کانوں کو داغنا جائز ہے۔

حدیث (۹) میں بھی یہی مذکور ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

* * *

حیوانات سے متعلق چند مسائل

مولانا عقیل الرحمن قاسمی•

اس کائنات ارضی میں اللہ رب العزت نے انسانوں کو جن نعمتوں سے مالا مال کیا ہے ان میں ایک عظیم نعمت جانور بھی ہے،یعنی روئے زمین پر انسانوں کی بقا کے لیے دیگر بہت ساری چھوٹی بڑی ،معمولی وغیر معمولی چیزوں کے ساتھ جانور اور چوپائے بھی ایک ناگزیر ضرورت ہیں، اسی لیے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر نعمتوں کا تذ کرہ فرمایا ہے وہیں متعدد سورتوں مینحیوانات اور چوپائے کا بھی انتہائی بلیغ انداز میں ذکر کیا ہے،چنانچہ ایک مقام پر جانوروں کے فوائد پر یوں روشنی ڈالی ہے:وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْئٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَاتَاكُلُونَ*وَلَكُمْ فِيْهَاجَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ*وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَمْ تَكُوْنُوابٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِيْمٌ*وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَلِتَرْكَبُوهَاوَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ*

ترجمہ:اور اسی نے چوپایوں کو بنایا، ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے،اور بھی بہت سے فائدے ہیں (د ودھ ، سواری،باربرداری وغیرہ)اور ان میں (جوکھانے کے قابل ہیں ان کو)کھاتے بھی ہو،اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت (جنگل سے گھر)لاتے ہواور جب کہ صبح کے وقت (گھر سے جنگل کو) چھوڑدیتے ہو، اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو مشقت میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے، واقعی تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے ،اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیداکئے؛ تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے بھی ، اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں (النحل آیت:۵تا۸)

اسی سورت کی آیت نمبر ۶۶میں اللہ تعالیٰ نے بطور خاص ان جانوروں کے ذریعہ انسانوں کے لئے دودھ کی فرا ہمی کا بھی تذکرہ فرمایا ہے،اس کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی اس بے زبان مخلوق کے منافع اور خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے،اتنا ہی نہیں بلکہ کئی ایک سورت ان جانوروں کے نام سے موسوم ہے، مثلا:''البقرہ ''گائے ''الانعام ''چوپائے ''النحل ''شہد کی مکھی ''النمل '' چیونٹی ''العنکبوت ''مکڑی ''الفیل ''ہاتھی وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ ہے کہ جانور اور چوپائے اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت ہیں ، البتہ سب کا حکم یکساں نہیں ہے، بلکہ ان میں سے کچھ کو حلال فرمایا ہے؛ جب کہ بہت سارے

• جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی، آسام۔

جانور حرام ہیں ،جو حلال ہے اس سے مختلف طریقوں سے استفادہ کی گنجائش ہے، اور جو حرام ہے وہ بھی فائدے سے خالی نہیں ۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ جنا ب نبی کریم ﷺ نے بھی اس بے زبان مخلوق کو اپنے رحم وکرم کے سایہ سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے، اس کے حقوق کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے اور زندگی کے ہرموڑپر اس کے ساتھ حسن سلوک کی زبردست تاکید کی ہے، نیز جن جانوروں کو لوگ عام طور پر اپنے گھروں میں پالتے ہیں ان کے صفات حمیدہ اور معنوی واخلاقی خوبیوں کو بھی اپنی زبان رسالت سے بیان فرمایا ہے؛ تاکہ کثرت اختلاط کی وجہ سے ان کو غیر اہم نہ سمجھا جانے لگے ، چنانچہ گھوڑے کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِی نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ(مسلم، ۱۳۲،۲، حدیث نمبر: ۴۹۵۵، باب فضیلۃ الخیل وان الخیر معقود بنواصیها) ترجمہ :گھوڑے کے ساتھ تاروز قیامت خیر وابستہ ہے، اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے:''اونٹ اپنے مالک کے لئے عزت کا باعث ہوتا ہے اور بکری میں خیر وبرکت ہے (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۰۵، باب اتخاذ الماشیۃ) اور مرغ کے بارے میں فرمان رسالت ہے: لَاتَسُبُّوا الدِّیْکَ فَاِنَّہٗ یُوقِظُ لِلصَّلَاۃِ، مرغے کو گالی نہ دو؛ کیوں کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے(ابودائود، باب ماجاء فی الدیک والبهائم، حدیث نمبر: ۵۱۹۱)۔ اس کے علاوہ ذخیرہ احادیث میں کثیر تعداد میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں جانوروں کی خیر وخوبی کو بیان کیا گیا ہے،ان کے ساتھ نرمی کے برتائو کا حکم دیا گیا ہے، نیزان کی ساری ضروریات کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی ان تعلیمات کی روشنی میں ہر زمانہ کے فقہاء ومجتہدین نے حیوانات سے متعلق مسائل کوانتہائی شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، اس وقت پوری دنیا میں جانوروں کو بچانے کی حتی المقدور کوششیں ہو رہی ہیں، ان کے تحفظ اور انہیں انسانی ظلم وزیادتی سے بچانے کے لئے مختلف قوانین بنائے جارہے ہیں، تقریباً تمام ممالک میں سرکاری طور پر اس کا مستقل شعبہ قائم ہوچکا ہے، بنابریں اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ موجودہ حالات اور ضروریات کے پس منظر میں حیوانات کے حوالہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں ان کا صحیح حل تلاش کیا جائے؛ چنانچہ مندرجہ ذیل سطور میں اسی قسم کے چند مسائل پر گفتگو پیش خدمت ہے:

۱- حیوانات کو ان کی فطرت کے خلاف چارہ کھلانا:

یہ دور ترقی کا دور ہے ہر کوئی بہت کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرلینا چاہتا ہے؛چنانچہ جس طرح کم وقت میں لمبی مسافت طے کرنے کے لئے تیز رفتار ٹرین اور پھر ہوائی جہاز وغیرہ کا ایجاد ہوا اسی طرح ماہرین نے چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں دریافت کیں جن میں لحمی اجزاء وغیرہ شامل ہوتے ہیں،جو یقینا ان

جانوروں کی فطرت کے خلاف ہیں، لیکن ایسی غذائوں کے استعمال سے جانور وقت سے پہلے جوان اور موٹاتازہ ہوجاتا ہے، اور برسوں کی آمدنی مہینوں میں حاصل ہوجاتی ہے۔

اس حوالہ سے شریعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جانور کے مالکان پر لازم ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کی فکر کرے ، اس لئے کہ اس کے ذریعہ نفع اٹھایا جاتاہے اور مال حاصل کیا جاتا ہے تو پھر اس کو گھاس ،دانہ اورپانی نہ دینا سر ا سر ظلم ہے ، وہ بے زبان ہے یہاں کچھ نہ کہے مگر حق تعالیٰ کے نزدیک یہ حرکت موجب عتاب ہے، البتہ اس کی کوئی تعیین نہیں کہ خوراک کیسی ہو ،بس اتنا ضروری ہے کہ وہ اسے کھاسکے؛ چاہے وہ ایسی خوراک ہو جس کے استعمال کرنے کے بعد جانور کے بدن سے بدبو آنے لگے،اور اس کا گوشت بدبودار ہوجائے اگر چہ اس طرح کے چارہ کھانے سے وہ جانور جلالہ کے حکم میں آ جاتاہے جس کی تفصیلات احادیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

غرض ایں کہ لحمی اجزاء ملی ہوئی خوراک جانوروں کو کھلانا درست ہے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی اسی کے قائل تھے؛چنانچہ ایک سائل نے ان سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے شتر کو خنزیر کا گوشت کھلایا بوجہ فربہ ہو نے کے، اگر اس کو ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا: ایسے شتر کا گوشت حلال ہوگامگر ذبح سے پہلے بعض علماء کے نزدیک واجب ہے کہ اس کوچند روز تک حلال چارہ دیا جائے، اس کے بعد اس کو ذبح کیا جائے (امدادالفتاویٰ ۱۰۵،۴ بحوالہ ردالمحتار۳۳۴،۵)۔

یہی مسئلہ مزید تفصیل کے ساتھ احسن الفتاویٰ (۱۲۶،۸) میں بھی موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختلف قسم کے مردار جانوروں کا خون اور دوسرے بعض اعضاء ملاکر مرغیوں کو کھلاناجائز ہے اور ایسی غذا کی خریدوفروخت بھی درست ہے، ایسی مرغیوں کا گوشت بھی حلال ہے؛ البتہ اگر گوشت میں بدبو پیداہوجائے تو پھر حرام ہے (بحوالہ رد المحتار۵، ۲۱۶)۔

احسن الفتاویٰ (۴۰۸،۷) میں بھی ایسی مرغیوں کے گوشت کو حلال قراردیاگیا ہے جن کی خوراک مردار جانوروں کا ایساگوشت ہو جسے بھاپ میں پکاکر مشینوں کے ذریعہ باریک پاؤڈر بنادیاگیاہو۔

حضرت مولانایوسف لدھیانوی رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا کہ پولٹری فارم کی مرغیوں کو عموماً ایسی غذادی جاتی ہے جس میں خون کی آمیزش ہوتی ہے تاکہ مرغی جلد جوان ہوجائے اور انڈادینے لگے توحضرت نے فرمایا کہ اگر اس غذا کا غالب حصہ حرام ہوتو اس کا کھانامکروہ ہے----اور اگر ان کی خوراک میں حلال غالب ہے تو کھانا جائز ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۵۰۸،۵مکتبہ نعیمیہ دیوبند)۔

بندہ کی ناقص رائے میں لحمی اجزاء سے مخلوط خوراک جانور کو کھلانا درست

ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ جانور بآسانی اسے کھاسکے اور کھاکر آسودہ ہوجائے۔

۲- دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے جانورکو انجکشن لگانا:

اللہ رب العزت نے حیوانات کوانسان کے نفع کے لئے پیدافرمایاہے،اس لئے ان سے انتفاع میں اگر ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں ،چنانچہ گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے :عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ:ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَومَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ (ابودائود ۳۸۶،۲ ، باب مایستحب من الضحایا) حالاں کہ خصی کرنے میں یقیناجانور کوبڑی تکلیف ہوتی ہے۔

لہٰذاجانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے اسی طرح ان کے گوشت میں اضافہ کرنے کے لئے اگر انجکشن لگا یا جائے تو یہ شرعاً درست ہے، وَالْاَصْلُ اَنَّ اِيْصَالَ الْاَلَمِ اِلَى الْحَيَوَانِ لَايَجُوزُشَرْعاً اِلَّالِمَصَالِحَ تَعُودُعَلَيْهِ، یعنی انسانی مصالح کے لئے جانور کو تکلیف دینا شرعاً جائز ہے،(البحرالرائق ۸، ۴۸۵کتاب الخنثی)۔حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی اس فعل کو جائز قراردیا ہے؛ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:''بھینس کی دم کو اس کی شرم گاہ میں داخل کرکے دودھ نکالنا درست ہے، اور اس دودھ کا استعمال بھی بلاکراہت صحیح ہے۔ آگے حضرت فرماتے ہیں کہ انجکشن لگا کر دودھ نکالنے کا جواز بھی اسی سے ظاہر ہے، اس واسطے کہ یہ طریقہ تو مذکور ہ طریقہ سے اہون ہے(فتاویٰ محمودیہ،۳۰ ۴ ۸ ۴، مطبوعہ زکریا دیوبند)نیز حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ نے بھی اس بھینس کے دودھ کو جائز اور حلال قراردیا ہے جس کے فرج میں اس کی دم اور اپنا ہاتھ ڈال کر دودھ نکالا جائے (امدادالفتاویٰ،۴ ۲۶۲)مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل بھی جائز ہے جیسا کہ خصی کرنا بعلت منافع للناس جائز ہے وہ علت یہاں بھی موجود ہے، بحوالہ سابق ،تقریبا یہی جواب احسن الفتاویٰ ۸/ ۲۲۳پر بھی موجود ہے۔

لہٰذاجانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کرنے کے لئے انجکشن لگانا جائز ہے۔

۳- حلال جانوروں کا حرام جانوروں سے اختلاط:

موجودہ دور میں دو مختلف جنس کے نروماده کے اختلاط سے پیدائش عمل میں لائی جارہی ہے، اس سلسلے میں کافی تجربات کئے جارہے ہیں ،حیوانات کے علاوہ نباتات میں بھی اس قسم کے تجربات کی کامیاب کوششیں جاری ہیں، اگر دو حلال جنس کے نروماده کے اختلاط سے جانور پیدا ہو تو یقینا وہ حلال اور جائز ہوگا،اسی طرح اگردونوں حرام ہوں تو اس کا بچہ بھی حرام ہوگا، ایک تیسری صورت رہ جاتی ہے کہ نروماده جانور میں سے

ایک حلال اور دوسراحرام ہوتو دونوں کے اختلاط سے پیداہونے والے بچے کاشرعاً کیا حکم ہوگا؟اور اس طرح کا اختلاط کرنا درست ہے یانہیں؟

جہاں تک مسئلہ ہے دو مختلف الجنس جانوروں کے اختلاط کے جواز وعدم جواز کا تو اس کا مدار منفعت پر ہے یعنی یہ عمل اگر انسان کی ضرورت کی تکمیل کے لئے مفیدثابت ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا ،چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قراردیا ہے اور اس بات سے استدلال کیا ہے کہ خود نبی پاک ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے، اگریہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ اس پر سوار ہوناگوارانہ فرماتے، وَقَدْ صَحَّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَکِبَ الْبَغْلَۃَ فَلَوکَانَ ھٰذَا الْفِعْلُ-اِنْزَاء الْحَمِیْرِعَلَی الْخَیْلِ-حَرَاماًلَمَارَکِبَھَا(ہدایہ۴/۴۷۸مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند)۔

دوسرامسئلہ یہ ہے کہ حلال اور حرام جانور کے اختلاط سے اگر بچہ پیداہوتو شرعاً اس پر کیا حکم مرتب ہوگا ؟اس سلسلے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ جانوروں میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے یعنی ماں اگر حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہوگا، اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہوگا ،اگر گدھی کے ساتھ گھوڑا جفتی کرے پھر اس سے خچر پیدا ہواتو وہ ماں کے تابع ہوکر حرام ہوگا ،اور اگر گدھانے گائے کے ساتھ جفتی کی اور پھر اس سے بچہ پیداہواتو وہ حلال ہوگا ،اس لئے کہ اس کی ماں گائے ہے جو حلال ہے،''لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِی الْحِلِّ وَالْحُرْمَۃِ الأُمُّ فِیْمَا تُوْلَدُ مِنْ مَاکُوْلٍ وَغَیْرِ مَاکُوْلٍ''یعنی ماکول اور غیرماکول اللحم کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کی حلت وحرمت میں اس کی ماں کا اعتبار ہوگا (درمختارمع الشامی۶/۳۰۴ مطبوعہ کراچی،بدائع الصنائع ۳۸،۵ ،مطبوعہ کراچی) فتاویٰ ھندیہ میں اس مسئلہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:'' فَاِنْ کَانَ مُتَوَلِّدًا مِنَ الْوَحْشِی وَالاِنْسِی فَالْعِبْرَۃُ لِلْاُمِّ'' (۲۹۷،۵)، فتاویٰ قاضی خاں (۳۴۸،۳) میں ہے: اگر جنگلی اور پالتوجانورکے اختلاط سے بچہ پیداہواتو وہ حلت وحرمت کے سلسلے میں اپنی ماں کے تابع ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ انسانی ضرورت کی تکمیل کے لئے دو مختلف جنس کے نروماده جانور کا اختلاط کرانا جائز ہے اور اس اختلاط سے اگر بچہ پیداہواہوتو وہ حلت وحرمت کے سلسلے میں اپنی ماں کے تابع ہوگا ۔

۴- زینت کے لئے جانورکو پنجرہ میں رکھنا:

قیدوبند اور حبس وقفس کی زندگی کسی جاندار کو پسند نہیں ،ہرذی روح کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جہاں چاہے جائے جو چاہے وہ کھائے، اللہ کی اس سرزمین پر اپنی مرضی سے آزاد زندگی گذارے ، اس لئے کسی جانور یا پرندہ کو پنجرہ میں بندرکھنا گویا اس کی آزادی کو سلب کرنا ہے، لیکن باری تعالیٰ نے چوں کہ دنیا کی تمام چیزوں کو انسانوں کے نفع کے واسطے بنایا ہے، اور جانوروں کے منافع اور فوائد کو

بیان کرتے ہوئے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے:''وَالْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُو هَا وَزِيْنَةً'' (النحل۸) (یعنی جانور جہاں سواری کا کام دیتا ہے وہیں وہ اسباب زینت بھی ہے لہذا کسی بھی جانور یا پرندہ کو محض زینت اور آرائش کے لئے پنجرہ وغیرہ میں روک کر رکھناشرعاً درست ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین بھی جانور پالاکرتے تھے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے ایک چڑیا پال رکھاتھا، نبی کریم ﷺ جب تشریف لاتے تو اس سے کہتے: یا أبا عمیر مافعل النُغَیر، اے ابو عمیر تیری چڑیا کا کیا بنا؟(متفق علیہ، ابو دائود، حدیث نمبر: ۴۹۶۹)، حافظ ابن حجررحمہ اللہ فرماتے ہیں:اِنَّ فِی الْحَدِیْثِ دَلَالَۃً عَلٰی جَوَازِ اِمْسَاکِ الطَّیْرِفِی الْقَفَصِ وَنَحْوِہٖ وَیَجِبُ عَلٰی مَنْ حَبَسَ حَیَوَانًامِنَ الْحَیَوَانَاتِ اَنْ یُحْسِنَ اِلَیْہِ وَیُطْعِمَہٗ مَایَحْتَاجُہٗ لِقَولِ النبی ﷺ (فتح الباری۱۰،۵۸۴، بیروت) ترجمہ:یہ حدیث پنجرہ وغیرہ میں پرندہ کو روکنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے؛ البتہ جو شخص بھی کسی جانور کو پنجرہ میں روکے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی خوراک اور دیگر ضروریات کا بھر پور خیال رکھے،اسی حدیث کو بنیاد بناکر فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مچھلیوں کو Aqurium میں پرورش کرنے کے حوالے سے اپنے خیالات کایوں اظہار فرمایا ہے:''اگر مچھلیوں کے پالنے کے لئے مناسب انتظام رکھا جائے کہ انہیں پانی، غذااور آکسیجن کی تکلیف نہ ہو تو جائز ہے ''(کتاب الفتاویٰ۶،۱۸۶) اور مچھلیوں کوAqurium میں رکھنے کا مقصد سوائے زینت کے اور کچھ نہیں ہے۔

اورحضرت مولانایوسف لدھیانوی رحمہ اللہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حلال پرندہ کو شوقیہ طور پر پنجرہ میں بندکر کے پالنا جائز ہے، بشرطیکہ بندرکھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور تکلیف نہ پہونچائے، اور اس کی خوراک وغیرہ کا بھر پور خیال رکھے (آپ کے مسائل اور ان کا حل۵،۵۰۹)۔

بندہ کے خیال میں بھی جانور اور پرندہ کو محض زینت اور آرائش کے لئے پنجرہ میں رکھنا درست ہے؛ البتہ اس کی تمام ضروریا ت کا مکمل خیال رکھاجائے،خصوصاً خوراک میں بالکل کمی نہ کی جائے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دَخَلَتْ اِمْرَأَۃٌ النَّارَ فِی ھِرَّۃٍ رَبَطَتْھَافَلَمْ تُطْعِمْھَاوَلَمْ تَدَعْھَا تَأْکُلُ خُشَا شَ الْاَرْضِ(بخاری، کتاب بدأ الخلق) ایک عورت کے جہنم میں جانے کا سبب صرف یہ ہوا کہ اس نے ایک بلی پال رکھی تھی، وہ نہ خود اس کی خوراک کا انتظام کرتی اور نہ ہی حشرات الارض کھانے کے لئے اسے چھوڑتی تھی۔

۵- محض شوق پوراکرنے کے لئے خطرناک جانوروں کو پالنا:

وہ انسان جوایمان کی دولت سے محروم ہے وہ یقینا اپنے شوق ،خواہشات اور اعمال

واخلاق کے سلسلے میں آزاد ہے، اسی طرح طعام وقیام ،لباس وپوشاک میں وہ خود مختار ہے، جس طرح چاہے اپنی زندگی گذارے ،اپنے ساتھ اور اپنے مکان میں اپنی پسند اور شوق کے مطابق اسباب وآلات رکھے، لیکن وہ خوش نصیب بندہ خدا جو صاحب ایمان ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو دونوں جہان میں کامیابی وکامرانی کا ذریعہ سمجھتا ہے اس کی زندگی شریعت کے دائرہ میں ہی رہنا چاہئے، اس پر لازم ہے کہ اپنے ہر شوق سے پہلے منشاء الٰہی اور فرمان رسول پر نظر رکھے ،کہیں ایسانہ ہو کہ اپنے شوق اور خواہشات کو پورا کرنے میں اپنے خالق ومالک کو ناراض کربیٹھے۔

ان مختصر تمہیدی کلمات کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صحبت وسنگت کا انسانی مزاج پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے، اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ ''صحبت صالح تراصالح کند ''اور خود رب ذوالجلال نے اچھی صحبت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ، نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:المرأ مع من أحب،اور یہ اصول صرف انسانوں کی صحبت ورفاقت تک محدود نہیں بلکہ جن حیوانات کے ساتھ آدمی زندگی گذارتا ہے ان کے اخلاق بھی اس میں غیر محسوس طورپر منتقل ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں موذی جانوروں میں سانپ اور بچھو خاص طور پر ایسے جانور ہیں جن کو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی مارنے کا حکم فرمایا ہے؛ حتی کہ اگر نماز کی حالت میں ان پر نظر پڑجائے تو بھی ان کی بخشش نہیں، قال رسول اللہ ﷺ: اقتلوا الأسودین فی الصلاۃ: الحیۃ والعقرب (ابودائود، حدیث نمبر: ۹۲۱، ترمذی ۸۹٫۱، باب ماجاء فی قتل الاسودین)۔

سانپ اور بچھو کے علاوہ عموما اپنے گھروں میں شوقیہ کتا پالنے کا رواج ہے؛ جب کہ آپ ﷺ نے صرف تین مقاصد یعنی مکان کی حفاظت ،کھیت اور مویشیوں کی حفاظت نیز شکار کی ضرورت کے لئے کتا پالنے کی اجازت دی ہے، ''من اتخذ کلبا إلا کلب ماشیۃ أوصید أو زرع انتقص من أجرہ کل یوم قیراط''(بخاری ومسلم)، لہذا شوقیہ کتا پالنا ہر گز درست نہیں ،یہ بیمار ی دراصل مسلمانوں کے اندر اسلامی تعلیمات سے دوری اور مغربی وانگریزی تہذیب سے قربت کی بنیاد پر پیدا ہوئی ہے، سوچنا چاہئے کہ ایسا نجس جانور جو خدا نخواستہ کسی کو کاٹ لے تو وہ بائو لا وپاگل ہوسکتا ہے،بلکہ کبھی وہ اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، اسی طرح اس کے لعاب میں ایک خاص قسم کا زہر ہوتا ہے، اسی لئے تو آپ ﷺ نے اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونے اور ایک دفعہ مانجھنے کا حکم دیا ہے، ''إذا ولغ الکلب فی الإناء فاغسلوہ سبع مرات و عفروہ الثامنۃ بالتراب (مسلم۱٫۱۳۷)۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ جس آدمی کا اس جانور کے ساتھ اختلاط ہوگا وہ کیسے اس کے زہر آلود لعاب وغیرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے،علاوہ ازیں جس مکان میں بلاضرورت کتا کو رکھا جاتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں:قال

رسول اللہ ﷺ: لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر(مشکاۃ۲، ۳۸۵) نیز اگربے خیالی میں کبھی ان جانوروں کا پنجرہ کھلا رہ جا ئے اور وہ وہاں سے نکل جائیں تو بے شمار انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، اس لئے بلاضرورت شدیدہ محض اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے اس طرح کے خونخوار اور خطرناک جانوروں کو پالنا پوسنا صحیح نہیں ہے، ہاں اگر کسی سائنسی تجربہ کے لئے انتہائی احتیاط اور نگہداشت کے ساتھ رکھا جائے تو اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

۶،۷- جانوروں پر میڈیکل تجربات کے لئے ان کے عضو کو نکالنا:

اسلام سراپا دین رحمت ہے یہاں جان دار تو جاندار کسی غیر ذی روح کو بھی خواہ مخواہ تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں ہے،نبی کریم ﷺ نے تو پیڑ پودوں کے حقوق کو بھی بیان فرمایا ہے،بلاضرورت درخت کاٹنے والے کی سخت مذمت کی ہے، فرمان رسول ﷺ ہے:''مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللهُ رَاسَهٗ فِی النَّار'' (مجمع الزوائد۸،۱۱۵) جوبیری کا درخت کاٹے اللہ اسے اوندھے منھ جہنم میں ڈالیں گے، صاحب تفسیر قرطبی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے کہ جنگل کے ایسے درخت کو جن سے لوگوں کو سایہ حاصل ہوتا ہو یا جن سے چوپائے غذاحاصل کرتے ہیں انہیں جوکوئی ناحق کاٹے گا وہ جہنم رسید ہوگا (تفسیر قرطبی۷،۸۷) اسی طرح جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنے لئے سامان تفریح بنانے کی آپ ﷺ نے قطعاً اجازت نہیں دی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابی رسول چند چھو ٹے چھوٹے پرندوں کو اپنی چادرمیں سمیٹ کر آپ ﷺ کی مجلس میں پہونچے جناب نبی کریم ﷺ ان کے اس عمل پر بہت ناراض ہوئے (ابودائود، باب الامراض المکفرۃ للذنوب ۲،۴۴۰ دیوبند)؛ البتہ اس کے ساتھ اسلام نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ اس کائنات کی تمام اشیاء انسانوں کے لئے خادم ہیں اسی لئے جانوروں کی سواری ،ان کے گوشت کو غذا ،چمڑوں کو لباس اور دودھ بال وغیرہ دیگر اشیاء کو مختلف طریقہ پر استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے،لہٰذا دوائوں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے اگر جانور وں پر میڈیکل تجربات کرنا پڑے مثلا انجکشن لگا کر یا دوا کھلا کر اولاً انہینبیمار بنایا جائے پھر علاج کے لئے ان امکانی ادویہ کا تجربہ کیا جائے جو اس بیماری کو دورکرنے میں مفید ثابت ہوسکتی ہیں یا ضرورت کے موقع پر کسی عضو کو دوائی وغیرہ میں استعمال کرنے کے لئے جانور کو بے ہوش کیا جائے اور اس کے مطلوبہ عضو کو نکال کر اس کی جگہ کوئی آلہ وغیرہ رکھا جائے جس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہو، ان تمام صورتوں میں چوں کہ تفریح طبع اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے، بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی واہم ضرورت کے لئے اس سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشا ہے ،اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے تو دوا وغیرہ کی ضرورت کے

لئے جانور کو مارنے کی بھی اجازت دی ہے(امدادالفتاویٰ ۲۶۴،۴مکتبہ زکریادیوبند)۔

۸،۱۰-ممنوعہ جانوروں اورپرندوں کا شکار:

جانوروں کے شکار سے محض کھیل کود اور تفریح طبع یا حیوانات کی ایذا رسانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے دو سرے فرائض میں غفلت ہوتو شریعت نے اس کو جائز اور مباح قراردیا ہے۔ ''اَجْمَعَ العُلَمَاءُ عَلٰی اِبَاحَۃِ الِاصْطِیَادِ وَالَاکْلِ مِنَ الصَّیدِ وَیُکْرَہُ الصَّیدُ لَھوًا لأنہٗ عَبَثٌ''(الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۶۹۲) اورجو عمل شرعاً مباح وحلال ہے وہ حلال ہی رہے گا،کسی شخصیت یا گورنمنٹ کی ممانعت کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہوسکتا ،اب یہ کہنا کہ شکار سے جانوروں اور پرندوں کی نسل ختم ہوتی جارہی ہے اس کی وجہ سے ماحولیات پر برا اثر پڑرہا ہے، اور دوردرازسے بطور مہمان آنے والے مختلف قسم کے خوب صورت پرندے ایسی جگہوں پر آنا چھوڑ رہے ہیں، یہ سب امکانی اور موہوم باتیں ہیں جن کی بنیادپر شریعت کے حکم کو بدلا نہیں جاسکتا؛ البتہ حکومت کی ممانعت اگرمفاد عامہ کے لئے ہے تو مصلحتا قانون کی پاس داری کی جائے گی،لہٰذا ممانعت کے باوجود اگرکوئی حلال جانورکا شکارکرے تو اس کا گوشت حلال ہی رہے گا، ملکی اور علاقائی قانون کی وجہ سے حرام نہیں ہوگا،یہ الگ بات ہے کہ شکار کرنے والا حکومت کی نگاہ میں مجرم ہوگا ،اور وہاں کے قانون کے مطابق وہ سزا کا مستحق ہوگا (آپ کے مسائل اور ان کا حل۵،۴۹۵)۔

۹- مخلوط معاشرے میں مقدس جانور کی قربانی:

ہندستانی معاشرہ میں اس سوال کا تعلق خاص طور پر گائے کے ساتھ ہے، اس لئے کہ برادران وطن اسے گائو ماتا بولتے ہیں ، اس کا حد سے زیادہ احترام وتعظیم کرتے ہیں اور اس کی عبادت وتقدس کے قائل ہیں یہاں تک کہ بعض حضرات اس کا پیشا ب بھی تبرک سمجھ کر استعمال کرتے ہیں،ویسے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں گائے کے احترام وتقدس کا تصور دنیا کی مختلف قوموں میں قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے ،چنانچہ بنی اسرائیل کی گائو پرستی اور گمراہی کا ذکر خود قرآن کے اندر کئی مقامات میں موجود ہے، مثلاً سورہ بقرہ آیت نمبر: ۵۱،۹۳،۹۲، سورہ اعراف آیت نمبر: ۱۴۶ وغیرہ۔

قدیم اقوام میں قوم عمالقہ کے اندر بھی یہ گمراہی تھی، اور ہندوئوں میں اگرچہ ابتداءً گائے کے احترام وتعظیم کا کوئی تصور نہیں تھا مگر رفتہ رفتہ اسے خدائی کا درجہ حاصل ہوگیا،یہاں تک کہ اس وقت برادران وطن کے لئے گائو ذبیحہ ایک انتہائی حساس اور جذباتی مسئلہ کی حیثیت اختیار کرچکاہے،اس سے ان کی دل آزاری بھی ہوتی ہے، غضب بالائے غضب انڈیا گورنمنٹ نے بھی بعض علاقوں میں قانوناسے ممنوع قراردے دیا ہے۔

دوسری طرف اسلام میں گائے کا گوشت حلال ہے، سورہ انعام (آیت نمبر: ۱۴۴)اس کو ذبح کرنا بھی درست اور اس کی قربانی بھی باعث اجروثواب ہے، اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ عن جابر نحررسول اللہ ﷺ من نسائہ فی حجۃ بقرۃ وفی روایۃ نحر عن

عائشۃ بقرۃ یوم النحر(جمع الفوائد ۵۸۲،۱ ،بخاری۸۳۲،۲)ترجمہ: حج کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرا ت کی طرف سے گائے کی قربانی کی ، اسی طرح حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خودبھی گائے کا گوشت تناول فرمایا ہے۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے (المیزان الکبری للشعرانی۲/۵۸)، علاوہ ازیں علامہ کمال الدین دمیری نے حیاۃ الحیوان میں گائے کی حلت پر امت کا اجماع نقل فرمایا ہے (حیاۃ الحیوان ''البقرہ '')۔

غرضیکہ گائے کے گوشت کاحلال ہونا نص صریح کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور جن امور کا جواز بذریعہ نص ثابت ہو اعتقاد کے ساتھ ساتھ عمل کے اعتبار سے بھی اس کے ترک کا ارادہ کرلینا درست نہیں ،چنانچہ قرآن مجید میں خود آپ ﷺ کو شہدنہ کھانے کی قسم کھالینے پر تنبیہ کی گئی ہے،''یا أیھاالنبی لم تحرم ما أحل اللہ لک'' (التحریم۱) حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعتقاداً تحریم نہ تھی، بلکہ صرف عملاً اس کے استعمال نہ کرنے کا عہد تھا۔

اسی طرح گائے کا تقدس واحترام موجودہ دور میں کافروں کا شعار بن چکاہے،اگر مسلمان اس کی قربانی مکمل طورپر ترک کردیں توشعار کفر کو قبول کرنا اور اس کی تعظیم کرنا لازم آئے گا، جو ہرگز جائز نہیں ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد محض اس بناپر اونٹ کا گوشت کھانے سے رکے رہے کہ یہ تورات میں حرام ہے اور اسلام نے تو صرف اجازت دی ہے واجب قرارنہیں دیا ہے، تو اللہ تعالی نے ان کے اس عمل کو شیطان کی پیروی اور اس کے نقش قدم پر چلنے سے تعبیر کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:''یٰا ایُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً وَلَاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُم عَدُوٌّ مُبِیْنٌ'' (البقرہ۲۰۸)۔

علاوہ ازیں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر آج کسی مصلحت کی بنیاد پر عملاً گائے کی قربانی پر روک لگادی جائے تو کوئی بعید نہینکہ رفتہ رفتہ اعتقاداً بھی اسے ناجائز اور اس کے کھانے کو معیوب سمجھاجانے لگے، اس کی بہت ساری مثالیں ہندوستان کے مسلم سماج میں موجود ہیں، مثلاً تعدد ازدواج کو غلط نظر سے دیکھنا ،نکاح بیوگان کو معیوب خیال کرنا، اور جہاں ہندوئوں کی غالب آبادی ہے اور ذبح گائو پر مکمل پابندی ہے مثلاً راجستھان وغیرہ، وہاں مسلمانوں مینبھی گائے کے متعلق خاص جذبہ احترام جڑ پکڑ چکاہے اگر خدانخواستہ ہرجگہ ایسا ہوگیا تو پھر اصلاح دشوار ہوجائےگی، شاید اسی بنیاد پر حضرت مجددالف ثانیؒ نے بادشاہ اکبر کے سامنے جو مطالبات رکھے تھے ان میں ذبح گائو کی بھی اجازت تھی۔

مزید برآں سیاسی مصالح کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس طرح کے مطالبات کو کسی قیمت پر قبول نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ آج اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو کل اذان، نماز،

اسلامی جلسوں، مسجدمدرسوں، اسلامی عمارتوں اور تہوار وں ودیگر تقریبات پر پابندی کا مطالبہ زورپکڑے گا، بلکہ بعض علاقوں میں کچھ مطالبات شروع ہوچکے ہیں،اسی طرح ہرزندہ جانور کو ذبح کرنے اور اس کی قربانی کی بھی مخالفت کی جائے گی،پھر مصلحت اور رفع فتنہ کی دلیل کی بنیاد پر مسلمانوں کو یہ تمام باتیں قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اصولی طور پر ذبح گائو اور اس کی قربانی کو ممنوع تسلیم کرلینا تو قطعاً درست نہیں ہوگا؛ البتہ فتنہ کے اندیشہ سے وقتی طورپر مصلحتاً اس سے رک جاناجائز ہے،جیسے کسی آبادی میں ذبح گائو یا اس کی قربانی سے سخت فسادپھوٹ پڑنے کا خوف ہو تو وہاں اس کی قربانی سے پرہیز کیا جائے گا مگر یہ اس کی جزوی وانفرادی حیثیت ہے ،یہی رائے حضرت فقیہ العصر مولاناخالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی بھی ہے(قاموس الفقہ۲؍۳۲۵)۔

۱۱- وبائی امراض کو روکنے کے لئے جانوروں کو مارنے کا طریقہ:

جانوروں کو اللہ رب العزت نے انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے، جو حلال ہیں ان کے گوشت ،ہڈی ،بال اور چمڑے وغیرہ سب سے نفع اٹھانے اور لطف اندوز ہونے کی اجازت ہے اور جو حرام جانور ہے اس کی بھی بہت ساری چیزیں نفع اور فائد ہ سے خالی نہیں ،اسی لئے شریعت میں چندجانوروں کے علاوہ باقی تمام جانوروں کو بلاضرورت مارنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، ان کے ساتھ اچھے برتائو اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، ہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کو شریعت اسلامی نے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ جانور سے زیادہ انسانی جان کی قیمت ہے، ایک معمولی انسان کو بچانے کے لئے جانور وں کو ماراجاسکتا ہے اور اہم سے اہم ترین حیوانات کی حفاظت کے لئے چھوٹے سے بچے کو بھی مارنے کی اجاز ت نہیں ، لہٰذا اگر کوئی جانور انسانی آبادی میں بیماری کے پھیل جانے کا ذریعہ بن جائے اور علاج کی صرف یہ صورت رہ گئی ہو کہ اس کی نسل کو ختم کردیا جائے تو اسے مارڈالنا ضروری ہوگا ، اور ایسے موقع پر جانور کومارنے کا جوآسان طریقہ ہو اسے اختیار کرنا صحیح ہوگا؛ البتہ آگ میں جلانے سے بہرصورت پرہیز کرنا چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لایعذب بالنار إلا رب النار'' (ابودائود ۲؍۳۶۳، باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار)۔

۱۲- کن انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے؟

اللہ رب العزت نے حیوانات کو انسانوں کے لئے ایک عظیم نعمت کے طور پر پیداکیا ہے، ان کے مختلف اجزاء سے نفع اٹھانے کی تو اجازت ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ وہ سواری ،باربرداری اور دیگر بہت سارے موقعوں پر انسانی ضروریات کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہیں، جس کی طرف بندہ نے اپنے افتتاحی کلمات میں اشارہ کردیا ہے، لہٰذا انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارنا اور ان کے حلال وجائزاعضاء سے استفادہ کرنا بالکل درست ہوگا ،ان اعضاء کی خرید و فروخت کی بھی اجازت ہوگی، ''وفی العیون لابأس

ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات إلا عظم الآدمی والخنزیر(الفتاویٰ الھندیہ ۳، ۱۱۵) ترجمہ: آدمی اور خنزیر کی ہڈی کے علاوہ دیگر مردہ جانور کی ہڈی بشمول ہاتھی کی ہڈی کو بیچنادرست ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ہر طرح کے جانور کی کھال کو دباغت کے بعد پاک اور حلال قراردیا ہے۔ ''قال رسول اللہ ﷺ :إذادبغ الإھاب فقد طھر'' (مسلم ۱،۱۵۹)۔

اس لئے اگر کسی جانور کی ہڈی کی حاجت ہو یا اس کے کھال وغیرہ کو ضروری کام میں استعمال کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے حصول کے لئے جانور کومارنے کی اجازت ہے؛ البتہ صرف شوق وتفریح کے لئے کسی جانور کو مارنا درست نہیں ۔

۱۳-نقصان دہ جانور ونکو مارنے کاحکم:

جو حیوانات انسان کے لئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہوتے ہیں اگر وہ ایسی جگہ قیام پذیر ہوں جہاں لوگوں کو ان سے خطرہ لاحق ہوتاہو تو ان کو مار دینا ضروری ہوگا، اور اگروہ انسانی آبادی سے بہت دور جنگلات یا سمندر وغیرہ میں رہتے ہوں تو صرف ان کے موذی ہونے کی بنیادپر انہیں مارنا صحیح نہیں ہوگا ، سوائے ان جانوروں کے جن کو شریعت نے ہر حال میں مار ڈالنے کا حکم دیا ہے مثلا سانپ، بچھو وغیرہ ''عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ:اقتلوا الأسودین فی الصلاۃ:الحیۃ والعقرب'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۹۲۱) سانپ بچھو کو نماز کی حالت میں مارڈالو، اسی طرح ایک اور روایت میں ہے: خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم: الحیۃ والغراب الأبقع والفارۃ والکلب العقوروالحدیا(مسلم، حدیث: ۱۱۹۸)۔

خلاصہ یہ کہ اگر موذی اور نقصان دہ جانور ایسی جگہ قیام پذیر ہوں جہاں انسانوں کو خطرہ لاحق ہوتو اسے اولاً وہاں سے دور دراز علاقوں کی جانب نکلنے پر مجبور کیا جائے بصورت دیگر اسے ماردیا جائے؛ تاکہ وہ انسانی جان یا اعضاء کے رائیگاں ہونے کا سبب نہ بن پائے۔

۱۴- قرآن وحدیث میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات :

اسلام سراپا امن وامان اور فضل ورحمت کادین ہے، وہ پوری دنیا کے لئے الفت ومحبت اور حسن خلق کا پیغام عام لے کر طلوع ہواہے، اس کے پیغام کا یہ سلسلہ صرف انسان تک محدودنہیں بلکہ اس مادرگیتی پر موجود وغیر موجود تمام ذی روح وغیر ذی روح تک وسیع ہے۔ اسلام کے آنے سے قبل زمانہ جاہلیت میں جس طرح انسانی جان کی کوئی قدر وقیمت نہیں تھی معمولی سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایاکرتی تھیں ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے کئی گنازیادہ بے زبان مخلوق یعنی جانوروں کے ساتھ بد سلوکی کی جاتی تھی؛ حتی کہ جب کوئی مرجاتا تواس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باندھ دیاجاتاتھا، اس کے لئے چارہ وغیرہ کا کوئی نظم نہیں ہوتا تھا ، یہاں تک کہ وہ بھوک اورپیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ اس زمانہ کے لوگ حیوان کو کسی چیز سے باندھ کر اس پر نشانہ لگاتے اور ظالم سماج ظلم وبربریت کے اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتاتھا، اس سے بھی زیادہ بے رحمی اور سنگدلی کا یہ طریقہ رائج تھا کہ زندہ اونٹ کے

کوہان، زندہ دنبہ کے دم کی چکتی اور زندہ جانور کے گوشت کے ٹکڑے کو کاٹ کر کھالیا جاتا تھا، اس کے علاوہ اور بھی مختلف طریقوں سے حیوانات کو ناقابل برداشت اذیت پہونچائی جاتی تھی،غضب بالائے غضب یہ کہ کوئی معمولی وغیر معمولی انسان اس کے خلاف آواز تک اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔

ایسے ماحول میں آخری رسول نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی، آپ ﷺ نے اس طرح کے ظلم وجور کے جو طریقے اس وقت رائج تھے سب کے خلاف آواز بلند کی ، اس قسم کی حرکتوں کو گناہ اور معصیت کا سبب قرار دیا اور اس نظریہ کو عام کیا کہ ہر ذی حیات کے ساتھ اچھا سلوک کرنا موجب اجر وثواب اور حصول رضائے خداوندی کا ذریعہ ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد حیوانات کے حوالے سے حسن سلوک کی جوہدایات قرآن وسنت اور فقہاء کے اجتہادات میں موجود ہیں ان پر ایک نظرڈالتے ہیں:

الف-جانوروں کے لئے خوراک کا انتظام کرنا ضروری :

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو اس لئے عذاب ہواکہ اس نے ایک بلی کو پکڑ رکھا تھا، وہ نہ تو اسے کھانا دیتی اور نہ ہی زمین کے کیڑے مکوڑے کھانے کے کے لئے اسے چھوڑتی تھی؛ یہاں تک کہ وہ بھوک پیاس کی شدت سے مرگئی (شرح مہذب ۱۸، ۳۱۹، مسلم، باب تحریم قتل الھرۃ، نمبر: ۵۹۸۹)۔

ایک دفعہ یہ معجزہ ظاہر ہواکہ ایک اونٹ نے آپ ﷺ سے زبان حال یا زبان قال سے اپنے مالک کے ناروا رویہ اور چارہ سے بے اعتنائی کی شکایت کی ،آپ ﷺ نے اس کے مالک کی تنبیہ فرمائی ، اور کہا:تم کو خداکاخوف نہیں اس کو بھوکا رکھتے ہو (ابودائود۱، ۳۴۵، باب مایؤمربہ من القیام علی الدواب)۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک ایسے اونٹ کو دیکھا جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ کو لگا ہواتھا، آپ ﷺ نے اس کے مالک کی فہمائش کی (حوالہ بالا)۔

معلوم ہواکہ جانور کے لئے خوراک کا انتظام کرنا ضروری ہے، اس کو بھوکا پیاسا رکھنا قطعاً جائز نہیں، اگر کوئی ایسا کر تا ہے تو اللہ کے یہاں وہ مستحق عقاب ہوگا۔

ب- حیوانات کو بے جاتکلیف دینا باعث وعید :

زمانہ جاہلیت میں لوگ زندہ جانور کے جسم کے بعض حصہ کوکاٹ کر کھالیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس کو منع کیا اور فرمایا زندہ جانور سے جو کاٹ لیا جائے وہ مردار اور حرام ہے(ترمذی، باب ماجاء ماقطع من الحی فھو میت ۱/۹ ۱۷) ۔

اسلام سے قبل جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ لگایا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف منع فرمایا بلکہ اس کے سد باب کے لئے ایسے جانور کو حرام قراردیا (ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ اکل المصبورۃ۱،۱۷۸)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے سے ایک گدھا گذراجس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے، ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے چہر ہ پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا (مسلم، باب النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ)

حضرت غیلان بن جنادہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس کی ناک کو میں نے داغ دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے جنادہ !کیا تمہیں داغنے کے لئے چہرہ کا ہی عضو ملاتھا تم سے تو قصاص لیا جانا چاہئے (مجمع الزوائد، باب ماجاء فی وسم الدواب: ۱۳۲۴۳)۔

ج- جانوروں کو بلاضرورت جان سے مارنے کی اجازت نہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گوریا کو بلاضرورت مارے گا قیامت کے دن وہ مارنے والے کے خلاف فریاد کناں ہوگی کہ اس نے مجھے بے فائدہ مارا تھا (نسائی، کتاب الضحایا)۔

اسی طرح چیونٹی، شہد کی مکھی اور ہد ہد وغیرہ کو مارنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے(مشکاۃ ،کتاب الصید والذبائح۲،۳۵۷، دیوبند)چوں کہ ان جانوروں کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں ؛ البتہ موذی جانور وں اور درندوں کو بلاضرورت بھی آپ ﷺ نے مارنے کی اجازت دی ہے، خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم(مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۹۸)۔

د- کسی بھی جانور کو آگ میں نہ جلایاجائے:

جس طرح انسانوں کو آگ مینجلانا سخت منع ہے اسی طرح جانوروں کو بھی آگ میں جلانے کی سزا دینا سخت گناہ ہے ، حدیث میں منقول ہے کہ ایک پیغمبر کسی درخت کے نیچے ٹھہرے تو چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے اس جگہ کی تمام چیونٹیوں کو جلوا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی(بخاری، کتاب بدأ الخلق۱،۴۶۷)۔

ایک سفر کے دوران صحابہ کرام نے چیونٹیوں کے بل میں آگ لگادی، آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے صحابہ سے کہا: سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کے لئے درست نہیں کہ وہ آگ میں جلا کر کسی کو سزا دے (ابودائود، باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار ۲،۳۶۳، دیوبند)۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں: ـیکرہ إحراق جراد وقمل وعقرب(قولہ یکرہ إحراق جراد) ای تحریما (۶،۷۵۲، کراچی)، ٹڈی، جوئی اور بچھو وغیرہ کو جلانا مکروہ تحریمی ہے۔

ہ- مذبوح جانور کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید:

ارشاد نبوی ﷺ ہے: جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو، اپنی چھری تیز کرلو اور جانور کو آرام دو (ابو دائود، باب فی الرفق بالذبیحۃ۲، ۳۸۹ ،ترمذی، باب النھی

عن المثلۃ، نمبر: ۱۴۰۹)۔ اس حدیث کے ضمن میں حاشیہ کے اندر فقہاء کے اجتہادات یہ منقول ہیں: ‘‘ویستحب أن لایحد السکین الخ’’ یعنی جانوروں کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ ایک زندہ جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیاجائے اورجانور کو بے رحمی کے ساتھ کھینچ کر مذبح میںنہ لایا جائے۔ اسی طرح صاحب بدائع الصنائع فرماتے ہیں:‘‘ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک جانور پورے طور پر ٹھنڈا نہ ہوجائے (۵؍۸۰)۔

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جانور کے ساتھ بھلائی اور احسان یہ ہے کہ اس کو مذبح تک گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو ذبح کیلئے لٹا یا اور اپنی چھری کو تیز کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے دوموت مارنا چاہتے ہو؟تم نے اپنی چھری اس کو لٹانے سے قبل کیوں نہیں تیز کرلی (المستد رک للحاکم، نمبر: ۷۵۷)۔

(و) جانور وں کی سواری کرنے میں اور ان پر بوجھ لادنے میں اعتدال :

اللہ تعالیٰ نے بعض جانورونکو سواری کے لئے پیدا فرمایا ہے:والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا (النحل ۸)۔ گویا یہ حمل ونقل کے بہترین ذرائع ہیں، لہذا انسانوں پر لازم ہے کہ جس طرح گھروں میں اپنے جانوروں کی ساری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں دوران سفر بھی ان کو آرام پہونچائے ، ظالمانہ سلوک نہ کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ‘‘ جب تم سبزہ والی زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حصہ دو (مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۲۴) یعنی اثنائے سفر اگر ہریالی نظرآئے تو ان کو چرنے اور آرام کرنے کا موقع دو ،بھوکا پیاسا مسلسل چلاکر ان کو مشقت میں نہ ڈالو۔

آپ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمیوں کے ایک ساتھ سوار ہونے سے منع فرمایا (مسلم، باب فضائل عبداللہ بن جعفر، نمبر: ۲۴۲۸) واضح رہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ جانور تین آدمیوں کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتاہو(فتح الباری ۱۲؍۵۲۰)۔

جانورپر اس کی طاقت وقوت سے زیادہ بوجھ لادنااس پر ظلم ہے جو جائز نہیں ،نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ ایک انصاری صحابی کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے قدموں میں پڑگیا، اس وقت اونٹ کی آنکھ سے آنسو بہہ رہاتھا ، آپ ﷺ نے اس کی کمر اورپچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پر سکون ہوگیا، پھر اس کے مالک کو تنبیہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اس جانور کو اللہ نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے، یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو (ابودائود، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب ۱؍ ۳۴۵، نمبر: ۲۵۴۹)۔

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گذرے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ بھوک وپیاس کی شدت اور سواری وباربرداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان حیوانات کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی ہوں اور سواری کے قابل ہوں (ابوداؤد، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب: ۲۵۴۸)۔

(ز) جانور کے مزاج کے مطابق اس سے خدمت لینا:

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اللہ رب العزت نے جانوروں کو انسانونکے منافع کے لئے پیدا کیا ہے، وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌوَمَنَافِعُ (النحل،۵)، لہذاضرورت کے مطابق ان سے خدمت لینا بالکل درست ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر جانور ہرطرح کاکام کرسکے؛چنانچہ اونٹ اور گھوڑا باربرداری اور سواری کے لئے ہے لیکن گائے ، بیل اور بکری وغیرہ کو اس کام کے لئے استعمال کرنا سراسر ظلم وعدوان ہے۔مشہور صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہاتھا، بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا: میں اس کام کے لئے پیدانہیں کیا گیا ہوں، مجھے توکھیتی باڑی کے لئے اللہ نے پیداکیا ہے (مسلم، باب فضائل ابی بکر: ۲۳۸۸)۔

مذکورہ آیات واحادیث کی روشنی میں حیوانات کی اہمیت وخصوصیت اور ان کے منافع کا بخوبی علم ہوجاتا ہے ، اور اس بے زبان مخلوق کے تعلق سے جناب نبی کریم ﷺ کا اسوہ ونمونہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ ﷺ نے قدم بقدم جانوروں کے حقوق کو بیان فرمایا، ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنے کی تاکید کی، نہ صرف گھریلو وپالتو جانور بلکہ جنگلی اور غیر پالتو جانور وں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی ہے،نقصان دہ اور خطرناک جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے، مذبو حہ جانور کے ساتھ غلط اور ناروا سلوک سے منع فرمایا ہے ،اسی طرح جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے اور زیادہ افراد کے سوار ہونے کو ظلم وزیادتی سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ رب العزت تمام انسانوں کو دیگر مخلوقات خصوصاً حیوانات کے حقوق کو مکمل طورپر اداکرنے کی توفیق مرحمت فرمائے،آمین

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی محمد اسعد پالنپوری فلاحی•

الحمدلله رب العالمین، والصلوة والسلام علی سیدالأنبیاء والمرسلین،وعلی اٰله وأصحابه أجمعین۔ أمابعد:

تعلیمات اسلامی کی روشنی میں یہ با ت روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے جہاں انسانوں کےحقوق بیان فرمائے ہیں، وہیں بے شمار نصوص میں حیوانات کے حقوق بھی بیان فرمائےہیں، کہیں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا : ''کہ تم کسی ذی روح کوخواہ مخواہ نشانہ مت بناؤ ''۔ کہیں ارشادفرمایا: ''کہ تم جانوروں کوممبر مت بناؤ، یعنی ان پرسوار ہوکر راستے میں ان کو کھڑا کرکے کسی سے بات چیت مت کرو؛ کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوگی ''۔ کہیں ارشاد فرمایا: ''کہ تم جانورسےکام لو جبکہ تم نے اس کوکھلاپلاکرمضبوط کردیاہواورکام سے اس کوچھوڑوجبکہ اس میں کچھ طاقت وہمت بھی باقی ہو ''۔ کہیں ارشاد فرمایا:''کہ تم جانور کوذبح کرنےسےپہلے چھری کواچھی طرح تیزکرلیاکرو؛ تاکہ جانورکوذبح ہونے میں تکلیف نہ ہو ''۔ کہیں ارشاد فرمایا:''کہ بلی کو بھوکی پیاسی رکھ کر موت کے گھاٹ اتاردینےوالی عورت کو میں نے جہنم میں دیکھا ہے ''۔ کہیں ارشاد فرمایا: ''کہ پیاس کی وجہ سے بلکنے والے کتےکی جان بچانے والے کومیں نےجنت میں دیکھا ہے ''۔ کہیں ارشادفرمایا:''کہ تم مرغ کوگالی مت دو؛ کیونکہ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے''۔

اور جانوروں کےحقوق اوران کے ساتھ نرمی کامعاملہ کرنے کوجہاںآپﷺ نے قولاً ارشاد فرمایا ہے وہیں آپ ﷺ نے عملاً بھی ان کےحقوق اداکرکے دکھائے ہیں، اوراللہ رب العزت نے بھی اپنےکلام پاک میں بےشمار جگہوں پر جانوروں کو انسانوں کے لئے مسخر کرکےنعمت بنانےکاتذکرہ فرمایا ہے، ان کی سواریوں کا، ان کے گوشت وغیرہ کاتفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے؛چنانچہ اسی مذکورہ بالاعنوان پراکیڈمی کی جانب سے مختلف سوالونپرمشتمل سوال نامہ کے جوابات پیش خدمت ہیں:

جواب نمبر۱ : صورت مسؤولہ میں جانورکولحمی اجزاءوالی غذاکھلانے میںنہ کوئی حرج ہے اورنہ ہی یہ عمل فطرت کے خلاف ہے؛ خواہ گوشت کسی ماکول اللحم

• خادم الحدیث والافتاء دار العلوم مرکز اسلامی انکلیشور، بھروچ، گجرات۔

جانورکاہویاغیرماکول اللحم کا،اورخواہ وہ کسی مذبوحہ جانورکاہویاکسی مردارکا؛کیونکہ اس میںنہ جانور کاکوئی نقصان ہے،نہ اس کے مالک کااورنہ کھانےوالونکا؛لیکن ایسی غذاؤنکی خریدوفروخت جائز نہیں ؛اتنی بات ضرور ہے کہ جس جانورکوغیرماکول اللحم جانوریامردارجانور کے اجزائےلحمیہ یانجاست کھلائی گئی ہو،یااس نےازخودکھائی ہو،تواس کو چندروز تک محبوس کرکے گھاس دانہ کھلایاجائے،تاآنکہ اس بات کایقین ہوجائےکہ حرام اورناپاک غذا کےاثرات ختم ہوچکے ہوں گے؛ چنانچہ علامہ حصکفی علیہ الرحمہ(صاحب درمختار) نےہرجانورکی جسامت کے اعتبارسے اس کےلئےعلیحدہ علیحدہ مدت متعین کی ہے، لکھتےہیں:

(وکرہ لحم الأتان)ای :الحمارۃ الأہلیۃ خلافاًلمالكؒ(ولبنہا،و) لبن (الجلالۃ)التی تأکل العذرۃ -- - --- وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا،وقدربثلٰثۃ أیام لدجاجۃ، وأربعۃ لشاۃ،وعشرۃ لإبل وبقرعلی الأظہر؛ و لو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہاحلت کما حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر؛ لأن لحمہ لایتغیر، وما غذّی بہ یصیر مستہلکا،لایبقٰی لہ أثر [ردالمحتار مع الشامیۃ، مطبوعۃ زکریا۹/ ۴۹۱، ہٰکذا فی الفقہ الاسلامی وادلتہ۳/ ۵۰۹]۔

اورحکیم الامت مجددالملت حضرت اقدس مولانااشرف علی صاحب تھانوی ؒاپنے فتاوی ‘‘امدادالفتاوی ’’ میں اسی طرح کے ایک سوال کےجواب میں تحریرفرماتےہیں:

سوال:ایک شخص نے اپنےشترکوخنزیرکاگوشت کھلایابوجہ فربہ ہونےکے،اگراس شترکوذبح کیاجاوے،تووہ گوشت اس اونٹ کاکھاناجائز ہوگایانہیں؟

الجواب:ایسےشتر کا گوشت حلال ہوگا، مگرذبح سے پہلے بعض علماء کے نزدیک واجب ہے کہ اس کو چند روز تک حلال چارہ دیا جائے، اس کے بعد اس کو ذبح کیا جائے۔ (امدادالفتاوی۴/ ۱۰۵)

اوراس کی تائیدمیں درمختارکی مذکورہ بالاعبارت پیش کی ہے:

وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا، وقدربثلٰثۃ أیام لدجاجۃ؛ وأربعۃ لشاۃ؛وعشرۃ لإبل وبقرعلی الأظہر؛ ولوأکلت النجاسۃ وغیرہابحیث لم ینتن لحمہاحلت کماحل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر؛ لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذّی بہ یصیر مستہلکا،لایبقٰی لہ أثر۔ [ردالمحتار مع الشامیۃ، مطبوعۃ زکریا:۹/ ۴۹۱]

اورفقیہ الامت حضرت مفتی محمودحسن صاحب گنگوہی ؒاسی طرح کےایک استفتاء کے جواب میں تحریرفرماتےہیں:

سوال:اگربکری کابچہ خنزیرکادودھ پی لے،توا س کاگوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کھال کاکیاحکم ہے؟

الجواب حامدا ومصلیا:

اس بچےکاگوشت بھی حلال ہےاوراس کی کھال بھی قابل استعمال ہے،وہ خنزیر کے

حکم میں نہیں،اگراس دودھ سے مستقل پرورش کی گئی ہواوردودھ چھوٹنےکےبعدکچھ مدت گھاس وغیرہ سےبھی پرورش کی گئی ہو،تواس میں کوئی کراہت نہیں ؛ اگر اس کی نوبت نہ آئی ہو؛ یعنی اس نےگھاس وغیرہ نہیں کھایا،تواس کےذبح میں جلدی نہ کی جائے،ورنہ مکروہ ہے(فتاوی محمودیہ، مطبوعۃاشرفی بک ڈپو۱۸/ ۲۴۳)۔

اورمفتی سلمان صاحب منصورپوری اپنےفتاوی ‘‘کتاب النوازل ’’ میں اسی طرح کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب وباللہ التوفیق:

مغربی ممالک سےآنے والی غذامیناگر حلال اشیاءبھی شامل ہیں،تواس کی خریدوفروخت اورجانورونکوکھلاناسب جائز ہے، اور اگراس بات کایقینی علم ہوجائےکہ وہ غذاخالص حرام اشیاءپرمشتمل ہے،تواس کی خریدوفرخت تودرست نہ ہوگی؛لیکن اگروہ غذا جانور کو کھلادی گئی ،تواثرختم ہونےکےبعداس جانورکاکھانابلاکراہت درست ہوگا۔(کتاب النوازل:۱۴/ ۴۳۹)

اورحافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح بخاری میں تحریرفرماتےہیں:

والمعتبر فی جواز أکل الجلالۃ زوال رائحۃ النجاسۃ بعد أن تعلف بالشئ الطاہرعلی الصحیح [فتح الباری۹/ ۶۴۸]۔

فتاوی تاتارخانیہ میں لکھاہے:

إذا ربی الجدی بلبن الخنزیرلابأس بہ؛ قال:معناہ إذا اعتلف أیاما بعد ذٰلك کالجلالۃ [فتاوی تاتارخانیۃ ۱۸/ ۱۴۰]۔

اورمفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ اپنےفتاوی‘‘احسن الفتاوی’’میں ایک استفتاء کے جواب مینتحریرفرماتےہیں:

سوال:پولٹری فارم والےمختلف قسم کےمردارجانورونکاخون اوردوسرےبعض اجزاء ملاکر مرغیوں کی غذاتیارکرکےان کوکھلاتےہیں،اس قسم کی خوراک مرغیوں کو کھلانا، اس خوراک کی خریدوفروخت کرناجائزہےیانہیں؟نیزاس خوراک سےپلی ہوئی مرغیوں کا گوشت حلال ہےیاحرام؟

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی غذاکی خریدوفروخت اورمرغیونکوکھلاناجائزنہیں؛البتہ ایسی مرغیانحلال ہیں۔ گوشت کی حرمت کےلئےشرط یہ ہےکہ نجس غذاکی وجہ سےگوشت میں بدبو پیدا ہوجائے، جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہد ہے (احسن الفتاوی۸/ ۱۲۵، ۱۲۶)۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالافتاوی اورتمام عبارات فقہیہ کی روشنی میں بندے کی رائے یہ ہے کہ جب کسی جانور کو ناپاک اورحرام غذادی گئی ہو تواس کاکھاناجائز ہے،بشرطیکہ ذبح سے پہلے اس جانورکوکتب فقہیہ میں مقررکردہ مدت تک بند کرکے

گھاس دانہ دیاجائے،تاکہ حرام اورناپاک غذاکےاثرات ختم ہوجائیں،جب ایسے جانورکاگوشت حلال ہے توجس جانورکوحلال جانورکےاجزائے لحمیہ کی غذادی گئی ہو وہ بدرجۂ اولی حلال اور جائز ہونا چاہئے۔ تھوڑی دیرکےلئے اگرمان بھی لیاجائےکہ اس میں حرام اجزاءشامل ہوتے ہیں تووہ بہت تھوڑی مقدارمیں ہوتے ہیں اور کثیر اجزاءحلال غذا ہی کے ہوتےہیں،توحرام اجزاءان میں مستہلک ہوجائینگے،پھرحلت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہےگا؛ہاں!کسی اگر ماہر طبیب کی طرف سےکسی کوایسا گوشت مضر بتایا جائے تو وہ خودنہ کھائے؛ لیکن اس کےباوجودممانعت کاحکم عمومی نہینہوگا۔واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر ۲: صورت مسؤلہ میں جانورونسےزیادہ دودھ حاصل کرنےکےلئے اگران کوانجکشن لگائے جائیں، تو بظاہریہ عمل جائز ہے،اس کےعدم جوازکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے ؛کیونکہ اللہ رب العزت نے ان جانورونکوانسانوں کے مفاد کےلئےپیداکیاہے؛لہذاجب ا ن کامالک دن بھران کی خدمت کرتاہے،ان کوکھلاتاپلاتاہے،ان کےآرام وآسائش کا مکمل خیال رکھتا ہے،تواگروہ روزانہ صبح و شام دودھ سےاپنےحق کی وصولی کےلئےان کوانجکشن لگائے؛تاکہ ان کےتھنوں کا پورا پورا دودھ باہرنکل آئے تو کوئی قباحت کی بات نہیں؛کیوں کہ بعض جانورونکی یہ عادت ہوتی ہےکہ مالک ان کودوہنےکےلئےبیٹھے اس سےپہلےہی اور بعض دوہنے کے دوران ہی اپنا دودھ اوپرکی طرف چڑھالیتےہیں، جس سےمالک کوکافی نقصان وخسارے کا سامناکرناپڑتاہے،اس لئےمالک اگراپناحق وصول کرنےلئےمذکورہ طریقہ اپنائے،تواس کایہ عمل ناجائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ الاشباہ والنظائرمیں یہ اصول لکھاہوا ہےکہ تمام اشیاءمیں اصل حلت ہے؛ لہذاجب تک کسی شئی کےمتعلق اس کی حرمت کے دلائل موجود نہ ہوں ،اس کو بے بنیاد حرام قرارنہیں دیا جاسکتا ۔

کما فی الأشباہ والنظائر عن شرح المنار: الأصل فی الأشیاء الإباحۃ عند بعض الحنفیۃ [الاشباہ والنظائر للتاولی:۲۵۳]۔

اورمفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ اپنےفتاوی"احسن الفتاوی"میں ایک استفتاء کے جواب میں تحریرفرماتےہیں:

سوال: مواشی رکھنے والوننےبھینس کادودھ نکالنےکےلئےایک تدبیر نکالی ہےکہ جو بھینس دودھ نہ دے اور دوچار گھنٹے بیٹھے رہیں؛لیکن وہ لات مارتی ہے؛اب آسان طریقہ یہ نکالاہےکہ میڈیکل اسٹورسےایک دواکی چھوٹی شیشی خریدکرسرنج میں بھر کر بھینس کولگاتےہیں،جس سےبھینس اپناپورادودھ تھنونمیناتارلیتی ہے،جس سےآسانی سے اس کا دودھ نکالاجاتاہے،کیایہ صورت شرعاًجائز ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ طریقہ بلاشبہ جائز ہے،اللہ تعالی نےحیوانات کوانسان کےنفع کےلئے

پیدافرمایاہے؛اس لئےان سےانتفاع مینان کو کوئی تکلیف بھی ہو،توکچھ حرج نہیں؛اسی لئےگوشت کی بہتری کی غرض سےحیوان کوخصی کرنابالاتفاق جائز ہے(احسن الفتاوی۸/ ۱۲۳، ۱۲۴)۔

رہ گئی بات یہ کہ ان کےگوشتونمیں اضافے کی خاطرانجکشن لگانا،تواس میں بھی عدم جوازکی کوئی وجہ نظرنہیں آرہی ہے ؛ کیوں کہ گوشت کی بہتری اوران میں نمایاں اضافے ہی کی خاطرشریعت نےجانورکوخصی کرنےکی اجازت دی ہےاورآپ ﷺ سے خصی جانورونکی قربانی کرنابھی ثابت ہے؛ جبکہ جانورکوخصی کرنےمیں بنسبت انجکشن کے زیادہ تکلیف ہوتی ہے،جب اس کی اجازت ہے تو انجکشن کی اجازت بدرجۂ اولی ہونی چاہئے ۔

نیزبعض جانورایسےہوتےہینکہ ان کوجلدہی فارغ کردینے مینان کے مالکان کےلئےعافیت ہے، مثلاً:فارم کی برائیلر مرغیانکہ ان کواگرزیادہ مدت کے لئےفارم میں رکھاگیا اورانجکشن کاسہارانہ لیاگیا،توفارم میں رہ کردانہ کھاتی رہینگی ؛لیکن ان کا وزن بہت کم مقدارمیں بڑھےگا،کبھی ایسا بھی ہوسکتاہےکہ منافعہ توایک طرف رہا، مالک نےجتنی لاگت کادانہ انہینکھلایاہے،ان کے لحم سےاس لاگت کا وصول کرنابھی اس کےلئے دشوارہوجائے گا ،نتیجۃًمالک کابڑےخسارےمینواقع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے؛ لہذاایسے انجکشنونکےاستعمال کرنے مینکوئی حرج نہینہوناچاہئے۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالافتوے ،فقہی اصول اورعقلی دلائل کی روشنی میں بندےکی رائے یہ ہےکہ زیادہ مقدار میندودھ حاصل کرنےاورگوشت میں نمایاں اضافےکی خاطرمروجہ انجکشنونکااستعمال کرناجائزہے،کوئی حرج کی بات نہیں؛ لیکن چونکہ یہ دودھ اورگوشت غیرفطری طریقے سےحاصل کیاگیاہے،اس لئے بعض اطباءکی تحقیق کی روشنی میں کبھی یہ جسمانی صحت کے لئے مضربھی ثابت ہوسکتےہیں؛لہذاجس کےلئےطبی اعتبارسےیہ دودھ اورگوشت مضرہو،وہ اپنےلئےاستعمال نہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب نمبر ۳: اگریقین کےساتھ یہ بات ثابت ہوجائےکہ جرسی گائےکاتولد خنزیرکےنطفےاوراس کےاختلاط سے ہوتا ہے، تویہ عمل گرچہ فطرت کےخلاف ہے؛لیکن جائز ہے؛کیونکہ حضرات فقہاءنے إنزاء الحمیرعلی الخیل کوجائز قراردیا ہے؛ لہذا جب تک اس گائےمیں صورۃً وسیرۃًخنزیرکی شباہت نہ پائی جائے،محض بلادلیل اس کی حرمت کافتوی نہیں دیا جاسکتا؛ کیونکہ بعض حضرات فقہاءنے غیر جنس سے پیداہونےوالے جانورکی حلت وحرمت میں اس کی شباہت کااعتبارکیاہے؛یعنی اگراس کی مشابہت اختلاط کرنے والے دو جانوروں میں سےحلال جانورکےساتھ ہے،توپیداہونےوالا بچہ بھی حلال ہوگا، اور اگر حرام جانورکےساتھ ہے تو پیداہونےوالابچہ بھی حرام ہوگا؛ چناں چہ بزازیہ میں لکھاہے:ولو نزاکلب علی شاۃفولدت،قال عامۃ العلماء:لایجوز؛وقال الامام الخیر:العبرۃ للمشابہۃ [بزازیۃ علی الہندیۃ۶/ ۲۸۹]۔

اورحضرت اقدس مفتی سلمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم العالیۃ اپنے فتاوی"کتاب النوازل"میں اسی طرح کےایک فتوے کے جواب مینتحریرفرماتےہیں:

سوال: کیافرماتےہینعلمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کےبارےمینکہ : جو گائیں خنزیرکےنطفے سےبچہ دیتی ہیں،ان کادودھ استعمال کرنادرست ہےیانہیں؟

الجواب و باللہ التوفیق

اولاًتویہ متعین نہینکہ امریکن گائےخنزیرکےنطفےسےپیداہوتی ہے، اوراگربالفرض ایساہو توجب تک اس میں خنزیر سے صورۃًو سیرۃًمشابہت نہ پائی جائے،اس کےاستعمال کوممنوع نہیں کہاجاسکتا (کتاب النوازل۱۴/ ۴۲۳)۔

لیکن بعض حضرات فقہاءنے اس میں بجائےشباہت کااعتبار کرنےکے ماں کا اعتبار کیا ہے؛ یعنی مانحلال ہے توبچہ بھی حلال ہوگا، اور ماناگرحرام ہے توبچہ بھی حرام ہوگا؛جیساکہ علامہ کاسانیؒ اپنی کتاب ''بدائع الصنائع '' میں تحریر فرماتےہیں:

فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي ،فالعبرة بالأم ،فإن كانت أهلية يجوز وإلا فلا---لأن الأصل في الولد الأم؛ لأنه ينفصل عن الأم [بدائع الصنائع ،مطبوعۃ زکریا۴/ ۲۰۵]۔

اسی وجہ سےکسی وحشی بیل نے پالتوگائےکےساتھ جفتی کی اوراس کے نتیجےمیں کوئی بچہ پیداہوا،تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر کسی پالتوبیل نےوحشی گائےکےساتھ جفتی کی اوراس کےنتیجےمینکوئی بچہ پیداہواتوا س کی قربانی جائز نہیں ؛ کیونکہ قربانی کے جانورکا اہلی (پالتو)ہوناضروری ہے،جوپہانمفقودہے۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالافتوے اورعبارات فقہیہ کی روشنی میں بندے کی رائے یہ ہےکہ اس طرح خلاف جنس سےنسل پیداکرنے مینکوئی حرج نہیں؛کیونکہ ایک تویقین اورپختگی کےساتھ یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ جرسی گائے کے تولد میں خنزیر کانطفہ شامل ہے؛لہذامحض شک کی بنیادپراس پرحرمت کاحکم نہیں لگایاسکتااورتھوڑی دیرکےلئےاگراس کومبنی برحقیقت مان بھی لیاجائے، تب بھی حرمت نہینہوگی؛کیونکہ خنزیرکےنطفےکےباوجودپیداہونےوالی گائےمینخنزیرکےساتھ نہ صورۃً مشاکلت ہے اورنہ سیرۃً؛ بلکہ یہ گائےہی کی شکل کاجانورلگتاہے؛بالخصوص اس وقت جبکہ بچپن میں اس کےسینگ کوداغانہ جائے اور وہ اپنی اصلی صورت پرباقی رہ کر پروان چڑھے؛ نیز ماں کا اعتبارکرتےہوئےبھی حلال ہونی چاہئے؛کیونکہ اس کی مانحلال ہے؛ یہی وجہ ہےکہ اس کی قربانی بھی جائز ہے ؛الغرض اس گائےمینہ توشباہت خنزیرکی ہےاورنہ اس کی ماں حرام ہے؛اس لئےجواز میں کوئی شبہ نہیں ۔واللہ اعلم بالصواب ۔

جواب نمبر۴ : اس طرح مذکورجانوروناورپرندونکوقفس مینبندکرنااس شرط کےساتھ جائز ہےکہ ان کےگھاس دانے اورپانی کا مکمل خیال رکھاجائے؛کیونکہ ان کوبند کرکے گھاس دانےکاخیال نہ رکھنےکی صورت میناگروہ مرگئے،تواس پر سخت وعیدبھی وارد

ہوئی ہے؛چنانچہ علامہ شامیؒ فتاوی شامی میں رقم طرازہیں:

قولہ:وأما للاستیناس فمباح قال فی المجتبٰی رامزاً:لابأس بحبس الطیوروالدجاج فی بیتہ لکن یعلفہا، وہو خیر من ارسالہا فی السکك [ردالمحتار،مطبوعۃ زکریا۹/ ۵۷۵]۔

اور داکٹرعبدالحمیدمحمودطہمازاپنی کتاب"الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید" میں تحریر فرماتےہیں:

وأما إمساك الحمام للاستیناس فمباح؛ فلابأس بحبس الطیوروالدجاج فی بیتہ،ولکنہ یعلفہا فہوخیرمن إرسالہا فی السکك۔

ویکرہ حبس طائر فی قفصہ وعلفہ إذاکان فیہ تعذیب لہ، وإلا لایکرہ؛ فیجوزحبس الطیورالمغردۃ کالبلابل للاستیناس بہا [الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید،مطبوعۃ دارالایمان سہارن پور۵/ ۴۳۸]۔

اورڈاکٹروہبہ الزحیلی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف"الفقہ الاسلامی وأدلتہ "میں تحریر فرماتےہیں:

أما نفقۃ الحیوان:فیجب علی المالك اطعام بہائمہ ولومرضت،وسقیہا وریہا؛لقولہ ﷺ: عذبت امراۃ فی ہرۃ حبستہا حتی ماتت جوعا، لاہی أطعمتہا ولاہی أرسلتہا تأکل من خشاش الأرض [الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۷۲۱]۔

اور فقیہ الزماں حضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ اسی طرح کےایک استفتاءکےجواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: طیوروحوش کوبے ضرورت فقط تفریح طبع کےواسطےقیدوقفص میں رکھنا جائز ہےیاظلم؟

جواب: جانورونکا پالنا قفص میں درست ہے، اس کےکھانے، دانے، پانی سے ہوشیار رہے، تکلیف نہ ہو اورقفص میں رکھنا درست ہے، فقط (باقیات فتاوی رشیدیہ: ۳۸۷)۔

اورفقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اسی طرح کےایک استفتاء کےجواب مینتحریر فرماتے ہیں:

سوال: کبوتر پالناکیا درجہ رکھتاہے، اگرکوئی شخص کھانےیاتجارت کےلئے کبوتر پالے، تویہ درست ہےیانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانے اور تجارت کےلئےکبوتر پالنا درست ہے، ان کے کھلانےپلانےکا اہتمام کیا جائے، ان کوبھوکا پیاسا نہ رکھا جائے، کبوتر بازی نہ کی جائے (فتاوی محمودیہ، مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند ۱۸/ ۲۳۰)۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالاتمام فقہی عبارات اورفتاوی کی روشنی میں بندے کی رائے یہ ہے کہ اگران جانوروں کی اشیائے خوردونوش کامکمل انتظام کیاجائے،ان

کےآرام کاخیال رکھاجائے،یعنی ان کاپنجراوسیع ہواوران کی نگرانی رکھی جائے،توان کوقفص مینبندکرناجائز ہے،کوئی حرج نہیں؛لیکن بندکرکے اگر ان کی اشیائےخوردونوش کاکوئی خیال نہ رکھاگیا،یہانتک کہ وہ مرگئے،تومالک سخت گنہ گارہوگا؛جیساکہ احادیث میں مذکور بلی والا مشہور واقعہ اس پرشاہدہے۔واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر۵ : احادیث اورکتب فقہیہ کےمطالعےسےیہ بات معلوم ہوتی ہےکہ بوقت ضرورت صرف چارطرح کے کتوں کو پالنےکی اجازت ہے:(۱)شکاری کتا۔(۲)کھیتی باڑی کی حفاظت کاکتا۔(۳)جانورونکی حفاظت کاکتا۔ (۴) مکان کی حفاظت کاکتا۔

جیساکہ عالمگیری کی عبارت سےمعلوم ہوتاہے:

وفی الأجناس:"لاینبغی أن یتخذ الکلب إلا خوفاً من اللصوص أو غیرہم..... ویجب أن یعلم أن اقتناء الکلب لأجل الحرس جائز شرعاً، وکذٰلك اقتناءہ للاصطیاد مباح ، وکذٰلك اقتناءہ لحفظ الزرع والماشیۃ جائز؛ کذا فی الذخیرۃ"[الفتاوی العالمگیریۃ۴/ ۲۴۲]۔

اورفتاوی تاتارخانیہ میں لکھاہے:

ویکرہ أن یتخذ الرجل کلباً إلا کلباً یحرس مالایعنی، إذا لم یکن صیاداً [الفتاوی التاتارخانیۃ۱۸/ ۲۷۳]۔

ان کے علاوہ دوسرےکتونکےپالنےکی اجازت نہیں ،یہی وجہ ہےکہ بلاضرورت مذکورہ محض شوقیہ کتا پالنے پر احادیث میں سخت وعیدواردہوئی ہے؛چنانچہ مسلم شریف کی بعض احادیث میں یہ مضمون واردہےکہ جس گھر میں کتایاکتےکاپلہ (بلاضرورت) ہو، تو اس گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے،اوربعض احادیث میں ہےکہ جس نے بلاضرورت کتاپالا،توروزانہ اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم کی جائےگی، اورایک روایت مینہےکہ دوقیراط کم کی جائےگی (مسلم شریف۲/۲۰، ۲۱)۔

اور فتاوی رحیمیہ میں اسی طرح کے ایک استفتاءکےجواب میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

سوال:ایک شخص کہتاہےکہ کتاپالنا،اس کواپنےپاس بٹھاناجائزہےاورکہتاہےکہ یہ قرآن سےثابت ہے،اصحاب کہف کے ساتھ کتاتھا،اس سےاستدلال کرتاہے،ہم تواسے غلط ہی سمجھتے ہیں؛مگربعض روشن دماغ اس کی بات صحیح سمجھتےہیں،ا س کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: کتا پالنا، اس کوگھرمینرکھنادرست نہیں،گناہ کاکام ہے؛البتہ مویشی اورکھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے یا تعلیم دیئےہوئےشکاری کتےکےپالنےکی اجازت حدیث سےمستفادہوتی ہے،ان ضرورتونکےعلاوہ جوشوقیہ کتاپالاجاتاہے،وہ بالاتفاق ناجائز اورمعصیت ہے؛حدیث مینہے:

(۱)حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتےہینکہ رسول خدا ﷺ نےارشاد فرمایا:

کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا یا تصاویر ہوں (مشکوۃ المصابیح: ۳۸۵)۔

(۲)حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جانوروں کے محافظ کتے، یا شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے، تو ہر روز اس کے اجر (ثواب) میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں (مشکوۃ المصابیح : ۳۵۹)۔

اصحاب کہف کے ساتھ کتا تھا، اس سے کتا پالنے کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت کا حکم شریعت محمدیہ ﷺ کا ہو اور ممکن ہے کہ دین مسیحی میں ممنوع نہ ہو؛ اور دوسرا یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ یہ لوگ صاحب جائداد اور صاحب مویشی تھے، ان کی حفاظت کے لئے کتا پالا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمہ، مطبوعہ مکتبۃ الاحسان دیوبند: ۴۹۵)۔

خلاصہ اور اپنی رائے :مذکورہ بالا تمام احادیث اور فتوے کی روشنی میں اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ کتے کا پالنا صرف بوقت ضرورت جائز ہے، اگر مذکورہ بالا ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت درپیش نہ ہو، تو محض شوقیہ کتا پالنا جائز نہیں؛ جبکہ کتے میں ضرر اور نقصان کا پہلو بنسبت ان جانوروں کے جن کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے (شیر، سانپ، خونخوار کتا) کم ہے، اس کے باوجود بھی مشروط طریقے سے اس کے پالنے کی اجازت دی گئی ؛ جس سے معلوم ہوا کہ اس کے پالنے میں ضرورت کا لحاظ کیا گیا ہے اور بلا ضرورت اس کے پالنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے، تو جن جانوروں (شیر، سانپ، ریچھ، خونخوار کتا) کا ضرر اس کے مقابلے میں زیادہ ہے، بندے کی رائے میں حسب ذیل دلائل کی روشنی میں ان کا پالنا شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا:

(۱)اگر کبھی یہ بے قابو ہوجائیں، تو انسانی اور دیگر حیوانی جانوں کے لئے ان کا باعث نقصان بننا؛ جبکہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے: لاضرر ولاضرار۔

(۲)ان کے پاس سے گذرنے والوں کا ہر وقت دہشت میں رہنا؛ جبکہ کسی کو خواہ مخواہ ڈرانے والے پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، مثلاً: قال رسول اللہ ﷺ: ''من روَّع مسلماً روَّعہ اللہ یوم القیمۃ ''۔

''جو شخص کسی مسلمان کو (بلاضرورت خواہ مخواہ) ڈرائے یا خوف زدہ کرے ، تو اللہ رب العزت قیامت کے روز اسے (بھی) خوف زدہ کرینگے ''۔

من ضار ضاراللہ بہ [رواہ الترمذی وابن ماجۃ، بحوالہ مشکوۃ المصابیح: ۴۲۸]۔

''جو شخص (کسی کو) نقصان پہنچائے گا، تو اللہ رب العزت اس کو ضرر میں مبتلا فرمائینگے ''۔

(۳)لایعنی کام ہونے کی وجہ سے وقت کا ضیاع؛ جبکہ احادیث میں آدمی کے اسلام کی خوبی و نمینیہ فرمایا گیا کہ وہ لایعنی کاموں سے اپنے آپ کو بچائے؛ نیز وقت بھی اللہ کی ایک

نعمت ہے،قیامت کےروززندگی کےایک ایک لمحےکےمتعلق سوال کیا جائےگا۔

الغرض مذکورہ بالاوجوہات کی بنیادپربندے کی رائےمیں مذکورجانورونکاپالناناجائز اور حرام ہے۔واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر۶:اللہ رب العزت نےساری مخلوقات کوانسانی منفعت کےلئےپیداکرکےاس کی خدمت کےواسطے اس کو مسخرکیاہے؛جیساکہ قرآن مجیدمیں بےشمارجگہونپر اس کاذکرموجودہے؛لہذاانسان اگران سےاپنی ضرورتونکواس طرح پوری کرے کہ اس کوکوئی تکلیف نہ ہوجائز ہے؛اورمن جملہ ان ضرورتونمینسےایک ضرورت یہ بھی ہےکہ ان پرمیڈیکل تجربے کئے جائیں؛ کیونکہ کتب فقہیہ میں ایک مسئلہ لکھاہےکہ اگرکسی حاملہ عورت کاانتقال ہوجائےاوراس کےپیٹ میں بچےکےزندہ ہونےکایقینی علم ہویا غالب گمان ہو، تو اس صورت میناس عورت کےپیٹ کوچاک کرکےاندرسےبچہ برآمدکرناجائز ہے، کوئی حرج نہیں ؛جیسا کہ فتاوی تاتار خانیہ مینلکھاہے:

فی فتاوی أبی اللیث ؒ:فی امرأةحامل ماتت،وعلم أن مافی بطنهاحی ،فإنه یشق بطنهامن الشق الأیسر، و کذلك إذا کان أکبررأیهم أنه حی شق بطنها [فتاوی تاتارخانیة۱۸/ ۲۲۱]۔

نیزمقاصد طبیہ کی تعلیم وتعلم ،یاکسی شخص کی موت کاسبب معلوم کرنےیامتہم بالقتل پرجنایت کےثابت کرنے کی غرض سے؛ جبکہ حق تک پہنچنااس پرموقوف ہو، توانسانی میت کاجسم چاک کرنےکی شرعاًاجازت ہے؛جیساکہ ڈاکٹروہبہ الزحیلیؒ تحریر فرماتےہیں:

یجوز التشریح عند الضرورة أوالحاجة بقصد التعلیم لأغراض طبیة ، أو لمعرفة سبب الوفاة وإثبات الجنایة علی المتهم بالقتل ،ونحوذٰلك لأغراض جنائیة إذا توقف علیها الوصول إلی الحق فی أمرالجنایة ،للأدلة الدالة علی وجوب العدل فی الأحکام ،حتی لایظلم بریء، ولایفلت من العقاب مجرم أثیم [الفقه الاسلامی وادلته ۳/۵۱۸، الہدی انٹرنیشنل دیوبند]۔

جب بربنائےضرورت شریعت نےمذکورہ بالامقاصدکےحصول کی غرض سےانسانی میت کاجسم چاک کرنے اورمردہ عورت کے پیٹ کوشق کرکےاندرسےبچہ برآمدکرنےکی اجازت دی ہے؛ جبکہ مردے کےجسم کو بلاضرورت شدیدہ چیرنے پھاڑنے کی ممانعت بھی وارد ہے، تو اس پرقیاس کرکے یہ بات کہی جاسکتی ہےکہ جانورکےپیٹ یااس کےجسم کوکسی خاص مقصد کے تحت، مثلا:طبی تعلیم یا ادویہ کے تجربےکےلئے چاک کرنے یاانجکشن وغیرہ دےکران پرادویہ کاتجربہ کرنے مینبھی کوئی حرج نہیں ہے،بلاشک وشبہ جائز ہے؛ جیساکہ ڈاکٹروہبہ الزحیلیؒآپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الفقہ الاسلامی وأدلتہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

کذٰلك یجوز تشریح جثث الحیوان للتعلیم؛ لأن المصلحة فی التعلیم تتجاوز إحساسها بالألم [الفقہ الاسلامی و ادلتہ۳/ ۵۱۸، الہدی انٹرنیشنل،دیوبند]۔

اور حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ اسی طرح کےایک فتوے کےجواب میں ‘‘امداد الفتاوی ’’ میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: طلاءکےنسخےمینجوکیچوےوکچھوےوبیربہوٹی وغیرہ مارکرڈالی جاتی ہیں، مرض کےلئےان چیزوں کی جان کھونا جائز ہے یانہیں، یاکوئی شخص اپنی بِکری (فرخت)کےلئےطلاءتیارکرےاوران چیزونکوڈالے،توان کامارنادرست ہے یانہیں؟

الجواب: چونکہ شرع مینیہ ضرورتینمعتبرہیں؛اس لئےجائز ہوگا؛ہانتکلیف زائداز ضرورت دےکرمارناجائز نہیں (امدادالفتاوی۴/ ۲۶۴)۔

جب طلاءکانسخہ تیارکرنےکےلئےمذکورہ جانورونکوجان سےمارڈالناجائز ہے، توحدود میں رہ کران پرمیڈیکل تجربہ کرنےمیں بھی کوئی حرج نہیں ہوناچاہئے۔

نیزاصول فقہ کاایک مشہورقاعدہ ہے:‘‘الضرورات تبیح المحظورات’’ ضرورتیں ممنوع چیزونکومباح کردیتی ہیں، بوقت جان کنی جان بچانےکی مقدارمینخنزیرکاگوشت کھانے،شراب پینےاورپرایےکامال بغیراس کی اجازت ورضامندی کےکھانےکی بھی شریعت نےاجازت دی ہے،تواگربوقت ضرورت ان جانورونپرمیڈکل تجربےکئےجائیں ،توبھی کوئی حرج نہیں ہوناچاہئے؛کیونکہ اس طرح کے تجربے بنسبت انسانی جسم پرکرنےکےحیوانی اجسام پرکرنےمینزیادہ سہولت وآسانی ہے، اگرانسانی اجسام پراس کا تجربہ کیا گیا توکبھی انسانی جان کاضیاع بھی لازم آسکتاہے،جوبنسبت حیوانی جان کےضیاع کےزیادہ سخت ہے، اور اصول فقہ کا ایک اور مشہور قاعدہ ہے:‘‘إذا ابتلی ببلیتین فاختراھونہما’’ یعنی جب کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہوجائے، توان دونونمینجوآسان ہو اس کو اپنائے؛ لہذاقاعدۂ مذکورہ کی روشنی مینبھی یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ ان کاتجربہ حیوانی اجسام پرکرنےمینزیادہ سہولت ہے ۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالافقہی عبارات ،شیخ تھانویؒ کےفتوےاوراصول فقہیہ کی روشنی میں بندےکی رائےیہ ہےکہ طبی تحقیقات ،اس کی تعلیم وتعلم اورادویہ کاتجربہ بجائےانسانی اجسام پرکرنےکے جانورونپرکرنےمیں کوئی حرج نہیں ، بشرطیکہ تجربہ کرنےمیں ان کوضرورت سےزائد تکلیف ومشقت میں مبتلانہ کیاجائےاورتجربہ مکمل ہونےکےبعد ان کی صحت کی واپسی کی بھی مکمل کوشش کی جائے ؛جیساکہ انسانی صحت کی واپسی کی کوششیں کی جاتی ہیں۔واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر۷ : سوال مذکورکے شق نمبراول کےجواب کےمتعلق حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نےاپنےفتاوی ‘‘منتخبات نظام الفتاوی ’’ مینحسب ذیل چارصورتینبیان فرماکر قدرے تفصیل بیان کی ہے:

(۱)وہ جانورکہ جس کےاعضاء یااجزاء کااستعمال مقصود ہو،اگروہ ماکول اللحم ہواورشرعی قاعدےسے اس کو ذبح کیا گیا ہو تو اس کےسات اعضاء کےعلاوہ جن کا کھانا

جائز نہیں، تمام اعضاء واجزاءسےحاصل شدہ دواؤنکااستعمال خارجی وداخلی (کھانے اور لگانے) دونونطرح کے امراض کے لئےجائزہے۔

(۲)اگروہ جانورغیرماکول اللحم ہو،مگرنجس العین نہ ہو،جیسے:.....اگرا س کوشرعی قاعدےسےذبح کیاجائے،توا س کے اعضاء واجزاء کاکھانااورداخلی استعمال کرناگرچہ جائز نہینہوگا؛مگرخارجی استعمال ؛یعنی لگانااورملناوغیرہ سب جائز رہےگا۔

(۳)اگروہ جانورشرعی قاعدےسےذبح کیاہوانہ ہو،توچاہےماکول اللحم ہویاغیرماکول اللحم ،کسی صورت میں کسی عضویاکسی جزکا استعمال کرنادرست نہ ہوگا،شرعاًممنوع ہوگا؛اگراستعمال کرلیاجائے،توخواہ خارجی استعمال ہو،توبعداستعمال اس کودھوکراس کے اثر کاازالہ کرناضروری رہےگا،بغیرازالہ کئےتطہیرجسم وکپڑاجس میں یہ لگ جائے، نمازپڑھنادرست نہ رہےگا۔

(۴)وہ جانوراگرنجس العین ہو؛ جیسے:خنزیر،توا س کااستعمال خارجی وداخلی کسی صورت میں درست نہ ہوگا؛سوائےاس صورت کے،جس میں بوجہ اضطرارخون یاشراب کاکھانایاپینادرست ہوجائے (منتخبات نظام الفتاوی۳/ ۴۰۵، ۴۰۶)۔

خلاصہ اوراپنی رائے: لیکن اس سلسلےمیں بندےکی رائےیہ ہےکہ جانورجب تک زندہ ہے؛خواہ ماکول اللحم ہو یا غیرماکول اللحم، اس کاکوئی عضوالگ کرکےبعینہ اس عضو کوبطوردواکھانےپینےکےطورپراستعمال میں لاناناجائز اورحرام ہے؛جیساکہ کتب فقہ میں مصرح ہے، ہاں! اس عضواورجزوکوبطوردواجسم پرملنا اورلگانا جائزہے؛لیکن اگراس عضواورجزوکو کسی دوسری ماہیت میں تحلیل کردیا گیا ہو، یہاں تک کہ اس کی اصلیت بالکل ختم ہوچکی ہو،توخواہ وہ ماکول اللحم جانور کا عضو ہو یاغیر ماکول اللحم کا اورخواہ مذبوحہ جانورکاہویامردارکا ، کسی بھی جانورکاجزوہو،اس کوبطوردواستعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جیساکہ شراب اگرسرکہ بن جائےیااس میں نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنالیاجائے،تووہ پاک ہے،اس کاکھاناجائزہے؛اسی طرح گدھااگرنمک کی کان میں گرجائےاورنمک بن جائے،تووہ نمک پاک ہے، کھاناجائز ہے؛ اسی طرح صابن میں نجس تیل یاخنزیرکی چربی ڈالی گئی اوروہ چربی صابن بن گئی ،توصابن پاک ہے،اس کااستعمال درست ہے۔

رہ گیاسوال کادوسراجزو کہ آپریشن کرکےاس میں کوئی آلہ رکھ دینا، جو جانور کے لئےباعث تکلیف ہوسکتاہو تو اس کے متعلق بندے کی رائےیہ ہےکہ اس طرح آپریشن کرکےاس کےجسم میں کوئی آلہ رکھ دیناجوجانورکےلئےباعث تکلیف ہو،ہرگزدرست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر ۸: جواب سے قبل بطورتمہیداس بات کوجان لیجئے کہ حکومت کی طرف سے عوام پرلاگوکئے جانے والے قوانین کی چار قسمیں ہیں :اول: وہ قوانین جن

مینمذہب اسلام کے تعلیمات اوراس کی آئین کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور ان پرعمل کرنے کی صورت میں مسلمانوں کاکوئی نقصان بھی نہ ہوتاہو۔ دوم : وہ قوانین جومذہب اسلام کی تعلیمات کے خلاف یااس کے آئین اور لاء میں مداخلت پرمبنی ہوناوراس سے حکومت کامنشا مذہب اسلام کے خلاف قوانین بنانامقصودہو ۔سوم:وہ قوانین جومذہب اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات اوران کے آئین کے خلاف ہوناوران قوانین سے صرف ان مذاہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات کوٹھیس پہنچتی ہو ۔چہارم :وہ قوانین جوکسی بھی مذہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں؛بلکہ ان کاتعلق صرف نظام حکومت کے حسن واستحکام سے ہواور جن کے لاگوکرنے مینحکومت کے پیش نظر عوام کاعمومی نفع ہو،یعنی ان قوانین پرعمل پیرا ہونے کی صورت میں بلاتفریق مذہب عوام کاعمومی نفع ہواورعمل نہ کرنے کی صورت میں عمومی نقصان بھی ہو۔

پہلی صورت میں ان قوانین پرعمل کرناملک مینبسنے والے ہرمسلمان کے لئے ضروری ہے؛کیوں کہ ان قوانین میں اسلامی تعلیمات کے خلاف کوئی بات نہینہے۔

چنانچہ ڈاکٹروھبہ الزحیلیؒتحریرفرماتے ہیں :مصدرالالتزام علی الطاعۃ آیات وأحادیث؛منہاقولہ تعالٰی: یٰأیہا الذین اٰمنوا أطیعواالله وأطیعواالرسول وأولی الأمرمنکم۔ [النساء:۵۹]وأولواالأمر:الحکام والعلماءکمابین المفسرون و الصحابۃ۔ومنہا:قولہ علیہ ﷺ: ''علیك بالسمع والطاعۃ في عسرك ویسرك ومنشطك ومکرہك وأثرۃ علیك''۔[رواہ البزار عن سعد بن عبادۃ]

''علی المرء المسلم السمع والطاعۃ فیما أحب أو کرہ إلا أن یؤمر بمعصیۃ،فإن أمر بمعصیۃ فلاسمع ولا طاعۃ''۔[رواہ أحمد و أصحاب الکتب الستۃ عن ابن عمرؓ] ولایجوزالخروج عن الطاعۃ بسبب أخطاء غیرأساسیۃ لاتصادم نصا قطعیا۔[الفقہ الإلامي وأدلتہ، مطبوعۃ الہدٰی إنٹرنیشنل دیوبند:۶/ ۶۱۰، ۶۱۱]

اوردرمختارمیں ہے :أمرالسلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع،وإلا فلا۔اس پرعلامہ شامیؒ لکھتے ہیں :قولہ:(أمر السلطان إنما ینفذ) أي:یُتبعُ ولاتجوز تخالفتہٗ-----وعن الحموي أن صاحب البحر ذکرناقلا عن أئمتنا أن طاعۃ الإمام في غیر معصیۃ واجبۃ فلو أمربصوم یوم وجب،وقدمنا أن السلطان لوحکم بین الخصمین ینفذ في الأصح،وبہ یفتٰی [الدرالمختار مع الشامي، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۸۱۷، ۸۱۸]

مذکورہ بالاتمام فقہی عبارات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ حکومت کے وہ قوانین جومذہب اسلام اوراس کے کسی آئین کے خلاف نہ ہوں، توان مینحاکم کی اطاعت واجب ہے۔

دوسری صورت میں ان قوانین پرمسلمانوں کے لئے عمل کرناجائزنہیں ہے ؛کیوں کہ ان قوانین مینحکومت کی جانب سے اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی

ہے؛بلکہ ایک درجے میں مذہب اسلام کے ماننے والونکے مذہبی آئین کوچیلنج کرنا ہے، اس صورت میں اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل حکومت کی نرمی اورحسن اسلوب کے ساتھ فہمائش کرے اوراس طرح کے قوانین بنانے سے حکومت کوروکے اورہٹ دھرمی کی صورت میں ڈٹ کراس کامقابلہ کرے ۔

چنانچہ ڈاکٹروھبہ الزحیلی ؒ تحریرفرماتے ہیں :وإذا أخطأ الحاكم خطأ غيرأساسي لايمس أصول الشريعة وجب على الرعية تقديم النصح له باللين و الحكمة والموعظة الحسنة؛قال عليه الصلوة والسلام:''الدين النصيحة، قلنا: لمن يارسول الله؟قال:لله و لرسوله ولكتابه و لأئمة المسلين وعامتهم'' [رواه مسلم عن أبي رقيةؓ]وقد خص رسول الله ﷺ علٰى إسداء النصح والمجاهرة بقول الحق؛ فقال:''أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر'' [رواه ابن ماجة عن أبي سعيد الخدريؓ]۔

آگے ایک اورجگہ تحریرفرماتے ہیں:

ولكن لا تجب ا لطاعة عند ظهور معصية تتنافي مع تعاليم ا لإسلام القطعية الثابتة؛لقوله عليه الصلوة والسلام:''لا طاعة لأحد في معصية الله،إنما الطاعة في المعروف''، لاطاعة لمن لم يطع الله'' [الفقه الإسلامي وأدلته ۶/ ۶۱۱، ۶۱۲، مطبوعة الہدٰی انٹرنیشنل دیوبند]۔

اورصاحب درمختارتحریرفرماتے ہیں :فلو أمر قضاته بتحليف الشهود وجب على العلماء أن ينصحوه، ويقولوا له:لاتكلف قضاتك إلٰى أمر يلزم منه سخطك أو سخط الخالق تعالٰى۔ [الدرالمختار مع الشامي، مطبوعہ مکتبہ زکریادیوبند۸/ ۱۱۸]۔

مذکورہ بالاتمام فقہی عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حکومت کے وہ قوانین وضوابط جوتعلیمات اسلامی کے خلاف ہوں، تو ان میں حاکم اورحکومت کے قوانین کی اطاعت جائز نہیں۔

تیسری صورت مینصرف ان مذاہب کے ماننے والوں کومداخلت کاحق ہے جن کی مذہبی تعلیمات کے خلاف یہ قوانین بنائے گئے ہیں ؛ کیونکہ حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملک میں بسنے والے ہر مذہب کے پیروکارکے حقوق کی رعایت کرے اور ایسے قوانین نہ بنائے، جن سے کسی مخصوص مذہب کے ماننے والونکوٹھیس پہنچے۔

چوتھی صورت میں ملک کے ہرباشندے کے لئے بلاتفریق مذہب حکومت کے قوانین پرعمل کرناضروری ہوگا،خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کی جانب سے جرمانہ اورسزابھی عائد کی جاسکتی ہے؛کیوں کہ حکومت نے وہ قوانین اپنے مفادکے لئے نہیں بنائے ہیں ؛ بلکہ ان قوانین کے بنانے میں ملک میں بسنے والے ہرباشندے کامفادوابستہ ہوتا ہے اورکسی ایک بھی فردکے ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قوانین کواستحکام حاصل نہیں ہوگا، نتیجہ یہ ہوگا کہ ملکی قوانین کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہے گی اورہرشخص کے دل میں قانون شکنی کی ہمت بڑھتی جائے گی،اس طرح ملک کاآئینی

ڈھانچہ کمزور ہوتا جائے گا،جس سے ملک کواستحکام نصیب نہیں ہوگا ۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالاتمام فقہی عبارات سے ملکی قوانین کی چارونا قسام کاحکم معلوم ہوگیا،اب سوال مذکور کے جواب کوبھی ان عبارات کی روشنی میں دیکھاجائے، تومعلوم ہوگاکہ مذکورہ قانون کاتعلق پہلی تین قسموں سے نہیں ہے؛بلکہ اس کاتعلق چوتھی قسم سے ہے، جس سے حکومت کے پیش نظرصرف عوام کا فائدہ ہے ؛کیوں کہ حکومت کی جانب سے جن جانوروں کے شکار پرپابندی عائد کی گئی ہے، یقیناً اس میں ماحولیات کےتحفظ کولےکرعوامی نفع وابستہ ہے،اس قانون پرعمل کرنےکی صورت مینکسی کاکوئی نقصان بھی نہینہے؛ اس لئے ملک کےہر باشندے کےلئےاس قانون کی پابندی ضروری ہوگی؛ تاکہ اپنی عزت وآبرواورجان ومال کا تحفظ برقرار رہے؛ نیز جس جانور کو حکومت یاکسی ریاست کی طرف سے قومی جانور قرار دیا گیا ہے اوراس کےشکارکرنے یاذبح کرنےپرپابندی عائد کی گئی ہے،تواس قانون سے حلال جانورحرام تو نہیں ہوجائےگا،تاہم اس کے شکاراورذبح سے بھی مسلمانوں کے لئےشرعاًتونہیں؛لیکن قانوناًواجب اور ضروری ہےکہ وہ اپنے آپ کوبچائے؛ کیونکہ گوشت خوری اورقربانی کے لئےاس کابدل موجود ہے؛ لہذا اس طرح کےممنوع جانورونکا شکار اور قربانی کرکےخود اپنےآپ کو اورپوری قوم کوفتنۂ وفسادکی آگ میں نہ جھونکناچاہئے؛جیساکہ آج کے ماحول میناس طرح کے واقعات کا آئےدن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر۹: اس جانورکو چونکہ ایک مخصوص قوم اپنا معبود گردانتی ہے اور اسے مقدس مانتی ہے؛اس لئےگرچہ شرعاً اس کاذبح کرناحرام اورناجائز نہیں ہے؛لیکن اس قوم کےجذبات کی رعایت کرتےہوئےمسلمانونکےلئے ضروری ہےکہ اس کوذبح نہ کرے؛ تاکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اوردوقومونکےدرمیان آپسی محبت برقراررہے؛عداوت ودشمنی اورنفرت کاماحول پیدانہ ہو ،جان و مال کاتحفظ باقی رہے، اورتعلیمات رسول ﷺ سے بھی اسی بات کاپتہ چلتاہےکہ ایسےجانورونکی قربانی نہ کرناہی مسلمانوں کے لئے باعث خیرہے؛کیوں کہ آپ ﷺ اسلامی لشکرونکوان کی روانگی کےموقع پرجن باتونکی ہدایت فرماتےتھے اورجن امورکی طرف ان کی توجہ مبذول کرواتے تھے، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہواکرتی تھی کہ ‘‘ان کےمقدس مقامات کے ساتھ تعرض مت کرنا، اور جو لوگ اپنے مقدس مقامات میں یا پہاڑوں کی چوٹیونپربیٹھ اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق عبادت میں مشغول ہوں ،ان سے بھی تعرض مت کرنا ’’۔

اس سے اس بات کاپتہ چلاکہ جس کووہ لوگ مقدس مانتے ہیں،ا س کااحترام کرنا اسلامی تعلیمات کاایک اہم حصہ ہے، جب ان کی مقدس شخصیتوں اورمقدس مقامات کے احترام کی آپ ﷺ نے تعلیم دی ہے،توان کے مقدس اور معبود جانوروں کا احترام کرنا

بھی اسلامی تعلیمات کاحصہ ہوناچاہئے؛ہاں!اس کےاحترام مینمسلمان اس کی معبودیت کا اعتقاد ہرگزنہ رکھے،ورنہ اس کا ایمان خطرے مینپڑ جائے گا ۔

نیزقرآن مجیدکی آیت شریفہ:"ولاتسبواالذین یدعون من دون اللہ فیسبواللہ عدوا بغیر علم" کی تفسیرمیں حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

یقول تعالی ناہیالرسولہ ﷺ والمؤمنین عن سب اٰلہۃ المشرکین، وإن کان فیہ مصلحۃ؛ إلا أنہ یترتب علیہ مفسدۃ أعظم منہا؛وہی مقابلۃ المشرکین بسب إلہ المؤمنین ،وہولاإلہ إلا اللہ۔

اور تفسیرطبری میں متعدد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے اس آیت کریمہ کےشان نزول کےمتعلق احادیث منقول ہیں ،سب کاخلاصہ یہ ہےکہ حضرات صحابہ کفارکےبتونکواوران کےمعبودونکو برابھلاکہتے تھے،اس کے جواب میں وہ لوگ بھی اللہ رب العزت کوبرابھلاکہتےتھے،اس پرمذکورآیت کریمہ نازل ہوئی اورحضرات صحابہ کوان کےمعبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا۔

ظاہر سی بات ہےکہ اگرہم لوگ ان کے مقدس جانورونکو-جن کووہ اپنامعبودگردانتے ہیں-کوذبح کرینگے، تو یقیناً ان کے جذبات مجرو ح ہونگےاورلاعلمی میں وہ اللہ کی ذات کوبھی برابھلاکہہ سکتےہیناوراس کاسبب ہم خود بنینگے؛ لہذا ایسے ممنوع جانوروں کو ذبح کرنےسے از راہ احتیاط بچنامسلمانونپرلازم ہوگا۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالادلائل کی روشنی میں بندےکی رائے یہ ہےکہ جس قوم کے نزدیک وہ جانورمقدس اور معبود ہے،اس قوم کےصرف جذبات کااحترام کرتے ہوئے-نہ کہ احترام کاعقیدہ رکھتےہوئے-مسلمانونپرلازم ہےکہ وہ ایسے جانورکی قربانی نہ کرنےکااپنےآپ کوعملاًپابندبنائے،نہ کہ اعتقاداً۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

جواب نمبر۱۰: اس سوال کاتفصیلی جواب اوپرسوال نمبرآٹھ کےجواب کےضمن میں آچکاہے، وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

جواب نمبر۱۱: اس سوال کےجواب سے قبل اس بات کوجان لیناضروری ہےکہ انسانی صحت کےتحفظ کاخیال رکھنابے حد ضروری ہےاوراس کےلئےضروری وسائل اختیارکرنااوراقدامات کرنابھی لازم ہے، یہی وجہ ہےکہ موسم بارانمیں جب زہریلے جراثیم پیداہوجاتےہیں، بالخصوص ملیریائی مچھر، جن سے انسانی صحت کےمتاثرہونےاورمختلف امراض کےپیدا ہونےکا قوی خطرہ ہوتاہے،توملکی پیمانےپردواؤنکےچھڑکنےکی مہم چلائی جاتی ہے،گھرونمیں کھٹمل اورچیونٹیونکےمارنےکی بھی دوائیاں چھڑکنے کاعام رواج ہے، موذی حیوانات اورجانورونکامارنابھی شرعاًجائزہے؛بلکہ ان کےمارنےکا حکم ہے۔

خلاصہ اوراپنی رائے: لہذامرغیوں میں اگرکوئی ایسی بیماری پھیل گئی ہو،جس سے انسانی صحت پرمنفی اثر مرتب ہونے کا خطرہ ہو، توان کےختم کرنے کےلئے جلانے کے سوا کوئی اور ترکیب اپناناجائز ہے،کوئی حرج نہیں؛کیونکہ زندہ جانور کے جلانےکی

شریعت میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:وإحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ[الفتاوی العالمگیریۃ۵/ ۳۵۷]۔

لہذااس بات کی کوشش کرنی چاہئےکہ ان کےمارنےکےلئے ''آگ،ایسیڈیاجسم سوز کیمیکل'' استعمال نہ کیاجائے؛ لیکن اگر وہ اتنی زیادہ تعدادمیں ہینکہ ان کا ذبح کرنا دشوارہے،یاذبح کرنے کی صورت مینان کی بدبو اورجراثیم سے وبائی امراض کے پھیلنے کا خطرہ ہے،توان کو زندہ دفن کرنےاورجسم سوزکیمیکل کااستعمال کرنےمینبھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ انسانی صحت کی حفاظت زیادہ اہمیت کی حامل ہےاوریہ مقدم ہے۔

فتاوی شامی میں لکھاہے:وقتل الموذی منہا (الطیور)ومن الدواب جائز [ردالمحتار۹/ ۵۷۵]واللہ اعلم بالصواب۔

جواب نمبر۱۲: چونکہ اللہ رب العزت نےکائنات کی ساری مخلوق کوانسان کے واسطے پیدا کیاہے؛ اس لئے انسان اگران سے اپنی ضرورتونکوپوری کرنا چاہے، توشرعاً کوئی قباحت اورممانعت نہیں ہونی چاہئے؛لہذا ہاتھی اورہرن وغیرہ کومار کر اگران کے اندر سے ضروری اورقیمتی اشیاءکوبرآمدکیاجائے،توشرعاًکوئی ممانعت نہیں ہوگی۔واللہ اعلم بالصواب

جواب نمبر۱۳: کتب فتاوی کےمطالعےسے یہ بات واضح ہوتی ہےکہ جوجانورانسان کے لئے واقعی مضرہےاور اس کے ضرر سےبچنادشواربن گیاہے،تواس کوقتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ،شرعاًاس کی اجازت ہے۔

چنانچہ اسی طرح کےایک استفاءکےجواب مینفقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ ''فتاوی محمودیہ '' میں تحریرفرماتےہیں:

سوال:اگرکوئی کتایابلی کسی شخص کاحدسےزیادہ نقصان کردے،تواس بلی یا کتے کامارناجان سےدرست ہےیانہیں؟

الجواب حامدا ومصلیا:

بہتریہ ہےکہ نہ ماراجائے؛لیکن اگرنقصان سےحفاظت مشکل ہوجائے،توجان سےمارنادرست ہے؛ مگر ترساترسا کر مارنا براہے۔

"وجاز قتل مایضرمنہا؛ککلب عقوروھرۃ تضر،ویذبحہا؛ای :الھرۃ ذبحاً،ولایضربہا؛لأنہ لایفید، ولا یحرقہا"۔

قولہ:(وہرۃ تضر)کما إذا کانت تأکل الحمام والدجاج (شامی ،فتاوی محمودیہ،مطبوعہ اشرفی بکڈپو، دیوبند ۱۸/۲۸۲، ۲۸۳)۔

اور حضرت مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ ایک استفتاءکےجواب میں تحریر فرماتےہیں:

سوال: کتا،بلی،مکھی،چیونٹی،مکڑی وغیرہ تکلیف دہ جانوروناورکیڑونکوقتل کرنا جائز ہے یانہیں؟اورقتل کرنےکاکیا طریقہ اختیارکیاجائے؟

الجواب باسم ملہم الصواب :

جانوراورحشرات الارض اگرابتداءبالاذی کریں،توان کےقتل میں کوئی حرج نہیں، ورنہ خلاف اولی ہے؛سانپ اوربچھو چونکہ خلقۃً موذی ہی ہوتےہیں؛اس لئےان کومارناجائز ہے؛ بلکہ باعث ثواب ہے،کاٹنےوالےکتےاورموذی بلی کابھی یہی حکم ہے، موذی جانوروں اور حشرات الارض کومارنےکےلئےایساطریقہ اختیارکیاجائےکہ جلدجان نکل جائے، آگ میں جلانا جائز نہیں (احسن الفتاوی۸/ ۱۸۵)۔

خلاصہ اوراپنی رائے: مذکورہ بالافتاوی کی روشنی میں بندےکی رائےیہ ہے کہ جو جانورواقعی انسان کےلئے باعث نقصان ہیناوربارباکےحفاظتی انتظامات کرنے کے باوجود بھی اس کےضررسےبچناممکن نہیں ہے،تواس کوجان سےمارڈالنا بھی جائز ہے؛ بلکہ صاحب احسن الفتاوی کےنزدیک توکار ثواب ہے۔اور رہ گئی ماحولیات کےتحفظ کی بات، تواسی جنس کےدوسرے جانوراس ذمہ داری کواداکرلینگے، مثلاً:گاؤنکےاکّادکّا کلب عقوراورموذی بلی کومارڈالنےسےماحولیات پرکوئی منفی اثرمرتب نہیں ہوگا؛کیونکہ اس کی جنس کےدوسرےجانورموجودہیں،جوذمہ داری اداکرتےرہینگے، اسی طرح اپنےگھرکی چیونٹیوں کو زہریلی دوا چھڑکرماردینےسےبھی کوئی فرق نہیں پڑےگا؛ کیونکہ جنگلونکی ہزارونچیونٹیانموجودہوتی ہیں،جوماحولیات کے تحفظ کی ذمہ داری اداکرتی رہینگی؛ نیزفقہ کاایک قاعدہ بھی ہے:دفع المضرۃ أولی من جلب المنفعۃ،مذکورہ قاعدےسےبھی اسی بات کی تائیدہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

* * *

حیوانات کے حقوق اور احکام

مفتی امانت علی قاسمی•

اسلام نے نہ صرف انسانوں کے حقوق اور ان کی عظمت کی تعلیم دی ہے، بلکہ ہر ذی روح جاندار کے حقوق بھی بیان کئے ہیں، اسلام ایک جامع نظام حیات پیش کرتا ہے، یہ کیوں کر ممکن تھا کہ اسلام حیوانات کے حقوق سے غافل رہے، اسلام سے پہلے نہ صرف انسانوں کے حقوق پامال کئے جارے تھے؛بلکہ حیوانات کے حقوق کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس نے حیوانات کے سلسلے میں مکمل اصول دیئے ، جانوروں کو اگرچہ ا للہ تعالیٰ نے انسانوں کے تابع اور انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن جانور کے ساتھ ہم دردی، پیمار ومحبت اور نرمی اور اس کے حقوق کی رعایت کی بہت زیادہ تعلیم دی ہے،اس وقت دنیانے میڈیکل اورحیات انسانی کے بہت سے شعبوں میں خوب ترقی کرلی ہے جس کے اثرات انسانوں کے ساتھ حیوانات میں بھی محسوس کئے جارہے ہیں، بہت سے جانور میڈیکل ریسرچ کا میدان بن رہے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سی قوموں میں گوشت خوری کی لت نے جانوروں پر بہت منفی اثر ڈالا ہے، اس وقت پوری دنیا میں جانوروں کو بچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں؛ کیوں کہ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور اس کا منفی اثر ماحول پر پڑرہا ہے، حکومتیں جانوروں کے تحفظ کے لئے بہت سے قوانین بناتی ہیں ، اسلام نے بھی جانوروں کے تعلق سے مختلف حقوق واحکام دیئے ہیں، موجودہ حالات میں جانوروں کے جو حقوق ومسائل ہیں اسلام کے وسیع اصول کے تناظر میں اس کو دیکھنے اور اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سوال نامہ بعنوان ‘‘حیوانات کے حقوق واحکام ’’ کے جوابات پیش خدمت ہیں:

چارہ خور جانوروں کو لحمی غذائیں دینا:

آج کل چارہ خور جانورمثلاً مرغی، گائے،بکری وغیرہ کی جلد نشو ونما کے لئے جو غذائیں تیار کی جارہی ہیں ان میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، بعض غذاؤں میں دم مسفوح شامل کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں اسلام کا یہ اصول پیش نظر رہنا چاہئے کہ جانور انسانوں کے منافع اور مصالح کے لئے ہیں،اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو حضرت انسان کا خادم اور ما تحت بنایا ہے، دوا اور غذا کے ذریعہ اس کی جلد نشوونما یہ کوئی ناجائز عمل

• استاذ شعبۂ افتاء دار العلوم حیدرآباد۔

نہیں ہے،آگے یہ مسئلہ آرہا ہے کہ انجکشن کے ذریعہ اس کے گوشت میں اضافہ کرنا درست ہے، اسی طرح اگر کیمیکل اور دوسرے اجزاء ملا کر اس کی غذا میں لحمی ا جزاء شامل کردیئے جائیں اور وہ مذبوحہ اور حلال جانور کے اجزاء ہوں اور چارہ خور جانورکے کھانے کے قابل بنادیاجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اور نہ ہی یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے، اس لئے کہ حلال چیزوں سے انتفاع کیا جارہا ہے اور جانور کو انسان کے نفع اور مصلحت کے قابل بنایا جارہا ہے، لیکن اگر اس کی غذامیں دم مسفوح یا مردار یا حرام جانور کے اجزاء شامل ہوں اور اس کو تغییر ماہیت کے مرحلہ سے نہ گزارا گیا ہو تو ایسی غذائیں دینا ناجائز ہینہے، اس لئے کہ حرام چیزوں سے انتفاع بھی حرام ہے، احسن الفتاویٰ میں ایک سوال ہے کہ پولٹری فارم والے مختلف قسم کے مردار جانوروں کا خون اور دوسرے بعض اعضاء ملاکر مرغیوں کی غذا تیار کرتے ہیں اس کے جواب میں حضرت نے لکھا ہے کہ ایسی غذائیں مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں (مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاویٰ ۱۲۶،۸، دار الاشاعت، دیوبند، ۲۰۰۰ء)۔

جہاں تک مسئلہ ان جانورونکے کھانے کا ہے جن کو ایسی غذاؤں سے تیار کیا گیا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جانوروں کا کھانا حلال اور درست ہے، چاہے وہ غذا حلال او رمذبوحہ جانور کے اجزاء پر مشتمل ہویا حرام ومردار کے اجزاء پر ،اس لئے کہ گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے، جب کہ یہاں اس غذا کے کھلانے سے گوشت میں کسی قسم کی کوئی بدبو پیدا نہیں ہوتی ہے، اور اگر گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے تو پھر اس کا حکم جلالہ کا ہوگا جس کو چند دن پاک غذا کھلایا جائے گا؛ تاکہ اس کی بد بو ختم ہوجائے، علامہ حصکفی لکھتے ہیں: ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدى غذّى بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غذّي به يصير مستهلكا (الدر مع الرد۹،۴۹۱)، بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں: إن الكراهة فى الجلالة لمكان التغير والنتن لا لتناول النجاسة ولهذا إذا خلطت لا يكره وإن وجد تناول النجاسة لأنها لا تنتن فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة (کاسانی علاء الدین : بدائع الصنائع ۴۰،۵، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۶ء)۔

دودھ اور گوشت میں ا ضافہ کے لئے انجکشن دینا:

یہ ایک امر حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسانوں کی خدمت اور اس کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے، والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون (النحل: ۵)، پس جانوروں سے انسانی نفع سے متعلق جو چیزیں ہوں اس کا حاصل کرنا درست ہے اور اس کے لئے جانوروں کو تھوڑی بہت تکلیف دینابھی درست ہے، اس لئے کہ جانور کو تکلیف دیئے بغیر اس سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، جانور پر سواری کرنا یا اس سے باربرداری کا کام لینا انسانی نفع ہے جوازروئے شرع درست ہے، جب کہ اس میں بھی جانوروں کو

کسی حد تک تکلیف ہوتی ہے، ہاں جانور کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا درست نہیں ہے، لیکن بقدر تحمل بوجھ ڈالنا درست ہے، جانوروں کے گوشت میں اضافہ کے لئے یا دودھ میں اضافہ کے لئے اس کو انجکشن دینا درست ہے، اس لئے اس میں بہت زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ہے اور عام طور پر جانور انجکشن کے بعد ہی دودھ دیتے ہیں، پس انسانی نفع کے حصول کے لئے اس کی گنجائش ہوگی ،اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ جانور کو خصی کرنا گوشت میں لذت کی زیادتی کے لئے ہوتا ہے اور یہ درست ہے، خود آپ ﷺ سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے، جب کہ جانور کو خصی کرنے کی تکلیف انجکشن دینے کی تکلیف سے کہیں زیادہ ہے، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں: والأصل أن إیصال الألم إلی الحیوان لا یجوز شرعا إلا لمصالح تعود إلیہ۔ (ابن نجیم المصری، بحر الرائق، زکریا بکڈپو دیوبند۹؍۳۵۹)

جانور کو خصی کرنے کے متعلق ابن نجیم لکھتے ہیں:وخصي البہائم یعنی یجوز لأنہ علیہ السلام ضحی بکبشین املحین موجوء ین والموجؤ ہو الخصی ولان لحمہ یطیب بہ ویترک النکاح فکان حسنا ولک ان تقول الدلیل لا یفید جواز الفعل وإنما یفید جواز التضحیۃ بہ ولا یلزم من جواز التضحیۃ جواز الفعل والجواب ان البہائم کانت تکثر فی زمنہ ﷺ فتکوی بالنار لأجل المنفعۃ لمالک فکذا یجوز ہذا الفعل لتعود المنفعۃ للمالک (البحر الرائق، خصی البہائم ۸؍۲۳۲)۔

ابن نجیم کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نفع کے لئے جانوروں کو تکلیف دینے کا عہد نبوی میں بھی معمول تھا، جانوروں کو خصی کرنا اور آگ کے ذریعہ سے داغنا اس طرح کے افعال عہد نبوی سے ثابت ہیں، اس لئے انسان کی مصلحت اور منفعت کے لئے جانور کو انجکشن دینا درست اور جائز ہے۔

دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط:

آج کل جانوروں سے زیادہ نفع حاصل کرنے مثلاً زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے دو مختلف جنس کے جانوروں کا آپس میں اختلاط کرایا جاتا ہے ،اس کا حکم یہ ہے کہ انسانی مصلحت ومنافع کے لئے ایسا کرنا جائز ہے، آپ ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے جو کہ گدھے اور گھوڑے کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے، اگر یہ عمل جائز نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کی سواری نہ فرماتے، علامہ ابن نجیم نے اس سلسلے میں بڑی وضاحت فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:وإنزاء الحمیر علی الخیل لأنہ علیہ السلام رکب البغل واقتناہ ولو حرم لما فعل - لما کان ہذا الفعل فی زمنہ ظاہرا والظاہر أنہ بلغہ ولم ینہ عنہ دل علی الجواز (البحر الرائق ۸؍۲۳۴) اس لئے بظاہر اس اختلاط میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک مسئلہ ہے کہ اگر ایک جانور حلال ہو اور ایک حرام اور اس کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا کیا حکم ہے، اس سلسلے میں فقہاء کی

عبارتیں مختلف ہیں، بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال وحرام جانور کی حلت وحرمت میں ماں کا ا عتبار ہوگا، اگر ماں حلال ہے تو بچہ حلال مانا جائے گا، علامہ شامی لکھتے ہیں: لأن المعتبر فی الحل والحرمۃ الأم فیما تولد من مأکول وغیر مأکول(شامی، ابن عابدین، زکریا بکڈپو دیوبند ۱۹۹۶ء،۹؍۴۴۲)۔ البحر الرائق میں لکھا ہے: وکذا یعتبر جانب الأم فی البہائم أیضا حتی إذا تولد بین الوحشی والأہلی وبین المأکول وغیر المأکول یؤکل إذا کانت أمہ مأکولۃ (البحر الرائق ۴؍۲۵۱)۔ بدائع الصنائع میں ہے: لیعلم أن حکم الولد حکم أمہ فی الحل والحرمۃ دون الفحل(بدائع الصنائع۵؍۳۸)۔ فتاویٰ حقانیہ میں لکھا ہے کہ اگر بکری کے ساتھ کوئی درندہ جفتی کرے تو بچہ مانکے تابع ہوگا(فتاویٰ حقانیہ ۶؍۴۵۱) فتاویٰ قاسمیہ میں ہے کتا اور بکری سے پیدا ہونے والا اور خنزیر اور بکری سے پیدا ہونے والا بچہ حلال ہے، اس کا گوشت اور دودھ درست ہے (مفتی محمد شبیر قاسمی، فتاویٰ قاسمیہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۴۳۷ھ، ۲۴؍۱۳۹)

دوسری طرف بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال وحرام جانور کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ حرام ہے، مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے (خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۰۰۶ء،۳؍۳۱۹)، حلت وحرمت کے اجتماع کے وقت حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے، اس قاعدہ سے استدلال کرتے ہوئے ابن نجیم الاشباہ میں تحریر فرماتے ہیں: من أحد أبویہ مأکول والآخر غیرمأکول لا یحل أکلہ فإذا نزا کلب علی شاۃ فولدت لا یؤکل الولد(ابن نجیم، زین الدین،الاشباہ والنظائر،دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۹ء،۱؍۹۳)۔ فقہاء کرام نے زیادہ تر دو جنسوں کے اختلاط کی صورت میں ماں کا ہی اعتبار کیا ہے،جبکہ بعض فقہاء نے حرمت کو عام مشائخ کا قول نقل کیا ہے، بعض فقہاء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس بچہ کی صورت اگر حلال جانور کے مشابہ ہے تواس کو حلال مان لیا جائے گا اور اگر حرام کے مشابہ ہے تو اس کو حرام قرار دیا جائے گا، بہر حال احناف کے یہاں اس مسئلے میں تین اقوال ملتے ہیں، جب کہ دوسرے فقہاء کے یہاں حرمت کو ہی راجح قرار دیا گیا ہے، المجموع شرح مہذب میں ہے: لا یحل ما یولد بین ماکول وغیر ماکول کالسمع المتولد بین الذئب والضبع، والحمار المتولد بین حمار الوحش وحمارالأہل لأنہ مخلوق مما یوکل ومما لا یؤکل فغلب فیہ الحظر کالبغل (النووی، ابوزکریا محی الدین، المجموع شرح المہذب، دار الفکر،۹؍۲۷) ۔

پرندوں کو پنجرے میں رکھنا:

آج کل زینت اور پرندوں کے رنگ،اس کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے پرندوں کو پنجروں میں بند کرنے کا رواج عام ہورہا ہے، خاص طور پر طوطا کی آواز سے دل لگی کے لئے لوگ اس کو پنجروں میں بند کرتے ہیں، اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ پرندوں کوپنجرے میں بند رکھنا جائز ہے یا نہیں؟شوافع اور حنابلہ

کے نزدیک پرندوں کو قفس میں رکھنا اور اس کی آواز اور رنگ سے انتفاع جائز ہے۔

اقناع میں ہے: سئل القفال عن حبس الطيور فی أقفاص لسماع أصواتہا أو غير ذلک فاجأب بالجواز إذا تعہدہا صاحبہا بما تحتاج إليہ كالبہيمۃ تربط(الشربينی،محمد خطيب شمش الدين، الاقناع ،دار الكتب العلميہ ،٢٠٢،٢) فتح الباری میں ابن حجر یا ابا عمیر ما فعل النغیر حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: فيہ جواز تكنيۃ من لم يولد لہوجواز لعب الصغير بالطير وجواز ترک الأبوين ولدہما الصغير يلعب بما أبيح اللعب بہ وجواز إنفاق المال فيما يتلہي بہ الصغير من المباحات وجواز إمساک الطير فی القفص ونحوہ (عسقلانی، ابن حجر،علی ابو الفضل احمد بن علی،فتح الباری، دار المعرفہ بیروت ١٣٧٩ھ، ٥٨٤،١٠)۔ احناف اور مالکیہ کا راجح قول یہ ہے کہ پرندوں کو قید میں بند رکھنا ناجائز ہے، علامہ شامی نے نقل کیا ہے: لا بأس بحبس الطيور والدجاج فی بيتہ ولكن يعلفہا وہو خير من ارسالہا فی السكک وفی القنيۃ رامزا حبس بلبلا فی القفص وعلفہا لا يجوز (رد المحتار ٤٠١،٦)۔ شرح الكبير میں ہے: حرم علي المكلف اصطياد ماكول من طير أو غيره لا بنيۃ الذكاۃ بل بلا نيۃ شيء أو نيۃ حبسہ أی بقفص ولو لذكر الله أو لسماع صوتہ كدرۃوقمری أو الفرجۃ عليہ (حاشيۃ الدسوقی علی الشرح الكبير، دار الفكر،١٠٨،٢)۔

اس سلسلے میں جوازو عدم جواز کی وجوہات پر بھی غور کرنا ضروری ہے، جو حضرات فقہاء اس کو جائز کہتے ہیں انہوں نے انسانی مصالح کی رعایت کی ہے کہ جانور کی تخلیق انسانی نفع کے لئے ہے اور پرندوں کی آواز اور رنگ سے فائدہ اٹھانا انسانی نفع ہے، اس لئے جائز ہے، اور جو حضرات ناجائز کہتے ہیں انہوں نے حیوانات کی مصلحت کی رعایت کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان کو آزاد پیدا کیا ہے، قید اس کے حق میں بھی ایک قسم کا عذاب ہے اس لئے اس کی آواز اور رنگ سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کو قید کرنا درست نہیں ہے، اور یہ کوئی ایسی انسانی مصلحت نہیں ہے جس کے لئے حیوان کو عذاب دینا جائز ہو۔

لیکن آج کل اس سلسلے میں بہت زیادہ عموم پایا جارہا ہے اس لئے اقوال فقہاء اور اس کے اسباب وعلل کا تحقیقی جائز ہ لینے کی ضرورت ہے، گھروں میں پرندوں کو قید کرنے کے ساتھ ساتھ ہر بڑے شہر میں بھی چڑیا گھر موجود ہیں جہاں لوگ ان جانوروں کو دیکھنے اور اس کی آواز، رنگ سے تمتع حاصل کرنے جاتے ہیں، اس سلسلے میں اگر غور کیا جائے تو اگرچہ فقہائے احناف نے کراہت اور عدم جواز کا قول نقل کیا ہے لیکن ائمہ مذہب سے اس سلسلے میں کوئی صراحت نہیں ملتی ہے، احادیث میں غور کرنے سے جواز کا پہلو ہی راجح معلوم ہوتا ہے، ایک حدیث حضرت انس کی ہے: یا أبا عمیر ما فعل النغیر، جس کے متعلق ابن حجر کا قول پہلے نقل کیا گیا ہے کہ اس سے پرندوں کو پنجرے میں رکھنے کا بھی جواز معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو

اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھاتھا اورکھانا نہیں دیا تھا جس کی وجہ سے اس کی موت ہوئی تھی(صحیح مسلم، باب فی تحریم تعذیب الہرۃ، حدیث نمبر: ۲۲۴۲) یہاں اس عورت کا قصورصرف یہ تھا کہ اس نے بلی کو کھانا نہیں دیاتھا، اس کا قصور یہ نہیں بتایا گیا کہ اس نے کیوں بلی کو قید کیا تھا، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے جانور کو بلا وجہ تکلیف دینا منع ہے، لیکن انسانی نفع کے لئے جانور کو تکلیف دینا درست ہے، جانور کے گوشت کے لئے اس کو قتل کرنا اور دودھ حاصل کرنے کے لئے قید کرکے رکھنا یہ بھی ایک قسم کی تکلیف ہے، لیکن انسانی مصالح کے لئے یہ درست ہے؛ اس لئے انسانی مصالح یعنی پرندوں کی آواز، اس کے رنگ سے دل لگی کرنے کے لئے اس کو قید میں رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے؛ تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مکمل کھانے، پینے اور دوا علاج کاانتظام کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے، ہاں احتیاط اور جانور کی آزادی کا تحفظ اسی میں ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں بندنہ کیا جائے، اکابر دیوبند میں حضرت گنگوہی نے پرندوں کو پنجرے میں بند کرنے کو جائز قرار دیا ہے(رشید احمد گنگوہی، باقیات فتاویٰ رشیدیہ، الٰہی بخش اکیڈمی، مظفر نگر، ص: ۳۸۷)۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے لکھا ہے: پرندوں کو قید کرکے رکھنا مناسب نہیں ہے۔

شوق کے لئے خطرناک جانورونکو باندھ کر رکھنا:

آج کل بعض لوگ اپنے شوق کے لئے خطرناک جانوروں کو قید کرکے رکھتے ہیں اور اس سے دل لگی کرتے ہیں، اوپر کی تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی اجازت نہیں معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ بلا وجہ اور بلا کسی جائز اور مناسب مصلحت کے جانوروں کو قید کرنا اس کو عذاب دینا ہے جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے: نہی عن تعذیب الحیوان(ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، دار الفکر بیروت ۲۰۰۲ء،۶؍۲۱۹۹) ابن ہمام نے لکھا ہے: فإن تعذیب الحیوان بلا فائدۃ مما یجب الاحتراز عنہ (ابن الہمام ،کمال الدین،فتح القدیر، دار الفکر،۹؍۴۹۵)۔ اس کے ساتھ اس طرح کے جانور کو قید میں رکھنے میں ایک دوسرا مفسدہ بھی ہے کہ اگر کبھی وہ جانور اپنے قید سے نکل گیا تو بہت سے انسانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، گویا یہ عمل اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے پھر اس میں پڑوسیوں کو بھی تکلیف پہونچانا ہے، اس لئے کہ اس کے پڑوسی اپنے آپ مینخوف ودہشت محسوس کریں گے، پتہ نہیں کب یہ خطرناک جانور ہم لوگوں کو نقصان پہونچادے، اس لئے اس قسم کے جانور کو قید میں رکھنے کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات:

جانوروں پر میڈیکل تجربات کا عام چلن ہے اور اس کی مختلف صورتیں اس وقت رائج ہیں بعض جانوروں پر آپریشن کا تجربہ کیا جاتا ہے جب کہ بعض جانوروں پر دواؤں

کا تجربہ کیا جاتا ہے، پہلے جانور کو بے ہوش کیا جاتا ہے یا اس میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں جو بیماری پیدا کریں پھر اس دوا کا اس پر تجربہ کیا جاتا ہے یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ پہلے یہاں چند اصولی او رتمہیدی باتیں ذکر کی جاتی ہیں جس کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھنا اور حل کرنا آسان ہوگا۔

پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ اسلام نے جانوروں کو بلا وجہ قتل کرنے اس کو تکلیف دینے سے منع کیا ہے، اگر صحیح غرض ہو جو شریعت کے یہاں معتبر ہے تو پھر جانور کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور اس کو تکلیف دینا بھی درست ہے:وفی ہذا دلالۃ واضحۃ علی أن تعذیب الحیوان بلا سبب معصیۃ تستوجب العقاب(شاذلی، حمد بن عبد العزیز، ا لادب النبوی دار المعرفہ، بیروت، ص: ۴۳)۔

دوسری بات یہ ہے کہ شریعت بندونکے منافع اور دفع مفاسد کے اصول پر قائم ہے، جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس میں ہماری مصلحت وابستہ ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے اس میں ہمارے مفاسد وابستہ ہیں، مصالح کے سلسلے میں علامہ شاطبی نے بڑی عمدہ بحث کی ہے جو بھی مصالح دنیویہ ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ اس میں صرف بندوں کے مصالح ہی وابستہ ہوں،بلکہ اس کے ساتھ مفاسد اور تکالیف بھی وابستہ ہیں، اسی طرح کوئی ایسا مفسدہ نہیں ہے جس میں صرف فساد ہو، بلکہ اس سے کچھ مصالح اور خیر بھی جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے شریعت غالب اور اکثریت کا اعتبار کرتی ہے، جس میں نفع زیادہ ہے وہ مصالح کے حکم میں ہے اور جس میں نقصان زیادہ ہے وہ مفاسد کے حکم میں ہے، قرآن کریم کی آیت: ‘‘وإثمہما أکبر من نفعہما’’ (البقرۃ: ۲۱۹) سے اس اصول پر روشنی پڑتی ہے (الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دار ابن عفان ۱۹۹۷ء،۲،۴۴) عزبن عبد السلام نے اسی ضمن میں لکھا ہے کہ اگر مصالح اور مفاسد کا اجتماع ہوجائے اور مفاسد سے بچتے ہوئے مصالح کا حصول ممکن ہو تب تو مصالح کو حاصل کرلیا جائے گا، لیکن اگر مفاسد سے بچنا ممکن نہ ہو تو دیکھا جائے گاکہ مفسدہ،مصلحت سے بڑا ہے یا چھوٹا؟ اگر مفسد ہ مصالح سے بڑا ہے تو ایسی صورت میں مفسدہ کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ترک کردیا جائے، ‘‘درأ المفاسد أولی من جلب المنافع’’ لیکن اگر مصلحت ،مفسدہ سے بڑا ہے تو ایسی صورت میں مفسدہ کے ساتھ ساتھ مصلحت کو حاصل کرلیا جائے گا(عز بن عبد السلام،قواعد الاحکام فی مصالح الانام، مکتبۃ الطیبات الازہریہ ۱۹۹۱ء، ۱،۹۸) ۔

تیسری قابل توجہ امریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسانوں کے لئے مسخر کردیا ہے: ‘‘أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللہَ سَخَّرَ لَکُم مَّا فِیْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِیْ الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہُ ظَاہِرَۃً وَبَاطِنَۃً’’ (لقمان: ۲۰)۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسانوں کا خادم بنادیا ہے جس میں حیوانات بھی داخل ہیں، پس جانور انسان کے منافع اور اس کی راحت رسانی

کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسان کے کھانے کے لئے جانوروں کو قتل کرنا، سواری اور باربرداری کے لئے اس کو تکلیف دینا درست ہے۔

اس تمہیدی باتوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا آسان ہے کہ انسانی خدمت کے لئے جانوروں پر میڈیکل ریسرچ جائز ہے، علامہ شاطبی نے ذکر کیا ہے کہ مقاصد شریعت پانچ ہیں: حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، حفظ دین، حفظ مال، جس کو ضروریات خمسہ کہا جاتا ہے اور جن کی رعایت تمام ملتوں میں کی جاتی ہے(الموافقات۲،۲۰)جانوروں پر میڈیکل ریسرچ کرنے میں حفظ نفس، عقل اور نسل تینوں کی رعایت ہے، اس لئے کہ اگر پہلے دواؤں کو تجربہ نہیں کیا اور انسان کو کھلادیا گیا تو اس میں انسان کی جان اور عقل دونوں ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور میڈیکل تجربات نہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے بیماری کا علاج معلوم نہیں کیا جاسکے گا اور بڑی بڑی وبائی بیماری پیدا ہوگی تو اس وقت اس کے علاج کی سبیل نہیں ہوگی جس سے نسل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کی اجازت ہونی چاہئے۔

قواعد فقہیہ میں اگر غور کیا جائے تو بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، مثلاً قاعدہ ہے:''الضرورات تبیح المحظورات" اور حفظ نسل، نفس اور عقل ضرویات میں سے ہے او رجانوروں کو تکلیف دینا محظورات میں سے ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے یہ محظور جائزہوجائے گا، اس کے علاوہ درج ذیل قواعد سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے: یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، إذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمہا ضررا بارتکاب أخفہما۔

بہرحال جانوروں پر میڈیکل ریسرچ یہ جائز ہے؛ البتہ ضروری ہے کہ چند چیزوں کی رعایت کی جائے:(۱) جانوروں کو بلاوجہ تکلیف نہ دی جائے(۲)جانوروں پر میڈیکل ریسرچ واقعی ضرورت ہو(۳) یہ میڈیکل ریسرچ انسان کے حق میں مفید ہو مضر نہ ہو (۴) ضرورت کے سلسلے میں قاعدہ ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کی جائے اس کو بھی یہاں ملحوظ رکھا جائے(۵)جہاں تک ہوسکے ان جانوروں پر ریسرچ کیا جائے، جن کو قتل کرنا جائز ہے یا ان جانوروں پر جو انسانی منافع کے لئے استعمال نہیں ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر ماکول اللحم اور جوجانورانسان کے لئے قابل انتفاع ہوں ان سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرنا:

بعض مرتبہ زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کا کوئی عضو نکال لیا جاتا ہے یا جانور میں کوئی آلہ رکھ دیا جاتا ہے جس سے جانور کو بسا اوقات تکلیف بھی ہوتی ہے۔ ماقبل کی تفصیل کو سامنے رکھا جائے تو اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے،فقہاء نے جانور کے اعضاء سے علاج کرنے کی اجازت دی ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: لا بأس بالتدوای بالعظم إذا کان عظم شاۃ أو بعیر (فتاویٰ ہندیہ۵،۳۵۴)۔

البتہ ضروری ہے حلال اور پاک جانوروں کے کسی عضو سے علاج کیا جائے حرام اور ناپاک جانوروں سے نہیں، الایہ کہ حرام جانور سے علاج کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہ جائے تو پھر اس کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ انسانی جان کی حفاظت ضروریات میں سے ہے جس کا تحفظ ضروری ہے اور اس کے لئے جانور کی جان بھی لی جاسکتی ہے، تو اس کے جسم کو باقی رکھ کر اس کے کسی عضو سے فائدہ اٹھانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

شکار کی قانونی پابندی:

بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہورہی ہیں ،جانور انسانی نفع کے ساتھ ساتھ ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں، ان جانوروں کا ختم ہوجانا ماحولیات کے لئے بہت نقصان دہ ہے، اس لئے حکومت اس طرح کے جانور کے شکار پر پابندی عائد کردیتی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کوحکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے جس کو شکار کرنا اور ذبح کرنا منع ہے اور یہ ممانعت شرعی طور پر واجب العمل ہے، اس لئے کہ حکومتی قوانین اگر شریعت کے خلاف ہوں تو اس کی پیروی درست نہیں ہے، لیکن حکومت کے وہ قوانین جو مباح امور سے تعلق رکھتے ہوں اس پر عمل کرنا واجب ہے، خاص کر جب کہ اس ممانعت کا تعلق حقوق انسانی سے ہو اور اس سے تمام انسانوں کا نفع متعلق ہو تو اس قانون کی اہمیت اوربڑھ جاتی ہے،حکومت جن جانوروں کو شکار کرنے سے منع کرتی ہے ان کا شکار کرنا کوئی واجب اور ضروری چیز نہیں ہے، بلکہ مباح ہے اور مباح کاموں میں حکومتی قوانین کی رعایت ضروری ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: طاعۃ الإمام فی غیر المعصیۃ واجبۃ فلو أمر بصوم وجب(رد المحتار ١١٨،٨)۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے: ''فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر اولی الامر یہ حکم جاری کردے کہ لوگوں کے لئے خربوزہ کھانا منع ہے تو اب رعایا کے لئے خربوزہ کھانا حرام ہوجائے گابشرطیکہ وہ یہ احکام عام مصلحت کے تحت جاری کریں ''(تقی عثمانی، جدید معاشی مسائل، اسلامیات پبلشر٢٠٠٨ء،١،١٨٧)۔ مفتی محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں: ''رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف ورزی کرنا جرم ہے، جس سے عزت او رجان کو خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے ''(مفتی محمود الحسن گنگوہی، فتاویٰ محمودیہ، مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند ٢٠٠٨ء، ٤،٥٧٠)۔

''مہمان پرندہ '' کا شکار کرنا:

حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے اور بعض نہروں او رجھیلوں پر جو موسم کے لحاظ سے پرندے آتے ہیں جن کو ''مہمان پرندہ '' کہا جاتا ہے اس کو شکارکرنے سے منع کرتی ہے اس پر بھی عمل کرنا شرعاً واجب ہے، اس لئے کہ حکومت کے قانون کی رعایت مباح کاموں میں واجب ہے اور رعایت نہ کرنے کی صورت میں انسان کی جان

خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور جان کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں ہے ، ''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ١٩٥) اور بعض مرتبہ وطنی قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے انسان کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا درست نہیں ہے، حدیث میں ہے: لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ (ترمذی شریف، حدیث نمبر: ٢٢٥٤)۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ فقہاء نے مباحات او رمجتہدفیہ امور میں حکام وقت کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے او ران کے خلاف کرنا سخت گناہ ہے(بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٠٠،٧) ان تصریحات کی روشنی میں حکومتی قوانین کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے جانور ذبح کرنا:

اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں اور تکثیری سماج کا ایک حصہ ہوں وہاں اگر کوئی گروہ خاص جانور کومعبود اور مقدس مانتا ہو اگر اس کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزادی ہوتی ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے یا حکومت نے اس کو ذبح کرنے کی پابندی عائد کردی ہے تو اس سلسلے میں مسلمانوں کو اس جانور کا ذبح ترک کردینا چاہئے، اسلام نے کسی کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، حدیث نمبر: ٦٥١٥) جب کہ مسند احمد کی ہی بعض روایت میں ''من سلم الناس'' بھی ہے (حدیث نمبر: ٧٠٨٦)۔

تکثیری سماج میں اس جانور کو ذبح کرنا آپسی انتشار اور فتنہ کا باعث ہوگا، فرقہ وارانہ فسادات بھڑکنے کے امکانات ہیں جس میں جانوں کا بھی نقصان ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں اس عمل کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے، صاحب تفسیر مظہری نے معبودان باطلہ کو برا بھلا نہ کہنے کے ضمن میں ایک اصول لکھا ہے کہ اگر کوئی نیک کام معصیت کی طرف لے جانے والا ہو تو اس نیک کام کا ترک کرنا بھی واجب ہے: وفیہ دلیل أن الطاعۃ إذا أدت إلی معصیۃ راجحۃ وجب ترکہا لأن ما یؤدی إلی الشر شر (مظہری، ثناء اللہ: التفسیر المظہری، مکتبہ الرشیدیہ پاکستان،٣،٢٧٦)۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جب حکومت نے اس پرپابندی عائد کردی ہے تو حکومتی قانون کی رعایت بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ اس کی خلاف ورزی اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کی تصریح گزرچکی ہے؛ البتہ یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر وہ حلال جانور ہے تو مسلمانوں کو اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، اور اگر کوئی خلاف قانون اس جانور کو ذبح کردے اور قانون کی گرفت میں نہ آئے تو اس جانور کا کھانا اور اس کا گوشت خریدنا جائز ہے،اس لئے کہ فی نفسہ وہ حلال جانور ہے۔

وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں کا قتل کرنا:

بعض دفعہ وبائی متعدی امراض جیسے (Bird Flue) وغیرہ آئے دن اس طرح کی

بیماری پیدا ہوتی رہتی ہے جس میں بڑے پیمانے پر جانوروں کو ماردیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں، شرعی طور پر ان جانوروں کا مارنا جائز اور درست ہے، اس لئے کہ انسان کے حفظ نفس اور حفظ نسل کی رعایت زیادہ ضروری ہے، اگر ان جانوروں کو نہیں مارا گیا اور وہ مرغی کوئی کھالے تو ا س سے انسانونکی جان ضائع ہوسکتی ہیں، جب کہ انسانی جان کے تحفظ کے لئے حیوانات کو قتل کرنا جائز ہے،احادیث میں ہے کہ آپﷺ کو نماز کی حالت میں ایک بچھونے کاٹ لیا تو آپﷺ نے نماز ہی میں اس بچھو کو قتل کردیا(شعب الایمان، تخصیص المعوذتین بالذکر، حدیث نمبر: ٢٣٤١) معلوم ہوا کہ جس سے انسانی جان کے ضیاع کا اندیشہ ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن اس کی صحیح تحقیق ضروری ہے، بعض مرتبہ افواہ پھیلا کر بہت سی مرغیوں کو ماردیا جاتا ہے، اس سے نہ صرف بلا وجہ جانوروں کو قتل کرنا لازم آتا ہے؛ بلکہ مال کو ضائع کرنا بھی ہے اور جو دونوں گناہ ہیں۔

جہاں تک مسئلہ ہے کہ ان کو مارنے کی کیا شکل اختیار کی جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں جانوروں کے قتل کے سلسلے میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جانور کی جان آسانی اور نرمی سے لی جائے، ایسے طریقے اختیار نہ کئے جائیں جن میں جانور کو تکلیف زیادہ ہو،اسی وجہ سے اس کو آگ میں جلانے سے منع کیا گیا ہے،اس لئے اس کی ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں کم سے کم تکلیف ہو، زندہ مرغیوں کو دفن کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لئے بہتر شکل یہ ہے کہ مرغیوں کو ذبح کرکے گڑھوں میں دفن کردیا جائے، اور اگر بہت زیادہ تعداد میں ہوں تو مشینوں کے ذریعہ بھی ذبح کرکے دفن کیا جاسکتا ہے۔ السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازہار میں ہے: وقد جاز قتل الحیوان لضررہ (السیل الجرار ١،٣٢٠)۔ موسوعہ فقہیہ میں ہے: لاضمان فی قتل الحیوان الضار۔

جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟

جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانی نفع اور مصلحت کے لئے پیدا کیا ہے: والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع الخ، اس لئے انسانی ضرورت ومصلحت کے لئے مثلاً اس کے گوشت او راس کی کھال سے انتفاع کے لئے جانور کو قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح لہو ولعب کے علاوہ مباح مقصد کے لئے جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے، علامہ حصکفی لکھتے ہیں: وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ(الدرمع الرد ٦،٤٧٤)۔ علامہ باجی نے منتقی میں نقل کیا ہے کہ جانوروں کا شکار تین مقصد کے تحت کیا جاتا ہے: ایک کمائی اور تجارت کے لئے، دوسرے اس کا گوشت کھانے کے لئے، ان دو مقاصد کے لئے جانور کا شکار کرنا درست ہے، اور ایک لہوولعب کے لئے یہ درست نہیں ہے، وہو علی ثلاثۃ أضرب:ضرب یفعلہ المتصید علی وجہ الحاجۃ

إلیہ للتکسب والاستغناء بہ وضرب یفعلہ علی وجہ الحاجۃ إلی أکل لحمہ وضرب یفعلہ علی وجہ الہواء والراحۃ فأما ما یفعلہ علی وجہ الحاجۃ للتکسب ولأکل لحمہ فلا خلاف فی إباحتہ دون کراہتہ فیہ وأما الصید للہو فکرہہ مالک (الباجی، ابو سید سلیمان بن خلف، المنتقی شرح المؤطاء، مطبعۃ السعادۃ بجواز محافظۃ مصر، ١٣٣٢ھ،٣،١٢١)۔

لیکن اس کی وضاحت ضروری ہے کہ وہ جانور کم یاب ہو اور اس کا شکار کرنے سے جانور ختم ہوجائے اور ماحولیات پر اثر پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا حکومت کی طرف سے اس کے قتل کی پابندی ہو تو پھر ان صورتوں میں ان جانوروں کا قتل کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ انفرادی ضرورت پر اجتماعی مصالح کو ترجیح دی جاتی ہے، ہاں اگر اس جانور سے مصالح عامہ متعلق نہ ہو اور نہ ہی حکومت کی طرف سے پابندی ہو تو پھر اس کے شکار کرنے اور قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس بحث کی روشنی میں ہاتھی دانت کے لئے یا ہرن کی سینگ کے لئے ہرن کو ذبح کرنے کا حکم معلوم ہوجاتا ہے کہ ہاتھی اور ہرن کے شکار کرنے پر حکومت نے پابندی عائد کردی ہے، لہٰذا اس کا شکار کرنا حکومتی قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناجائز ہوگا، لیکن جس ملک یا شہرمیں اس کے شکار پر پابندی نہینہے وہاں لوگ اگر ان مقاصد کے لئے ہاتھی یا ہرن کا شکار کریں تو یہ درست ہے۔

نقصان پہونچانے والے جانوروں کو مارنے کا حکم:

جانوروں کے سلسلے میں اصل اصول یہی ہے کہ بلا وجہ شرعی کے اس کو قتل نہ کیا جائے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی گوریے کو بھی ناحق قتل کرے گا تو ا للہ تعالیٰ اس سے سوال کریں گے، صحابہ نے سوال کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرے اور کھائے ، ما من إنسان قتل عصفورا فما فوقہا بغیرحقہا إلا سأل اللہ عز وجل عنہا قیل:ما حقہا؟ قال: یذبحہا فیأکلہا (سنن النسائی، اباحۃ اکل العصافیر، حدیث نمبر: ٤٣٤٩)؛ البتہ اگرجانور نقصان پہونچانے والے ہوں تو پھر شریعت نے ان کے قتل کی اجازت دی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جو جانور موذی ہے اور ایذا اس کی طبیعت میں داخل ہے تو اس کا قتل کرنا جائز ہے اگرچہ اس نے نقصان نہ پہونچایا ہو؛ اس لئے کہ قاعدہ ہے: إن کل ما کان مؤذیا طبعا فإنہ یقتل شرعا، اسی لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر پانچ فواسق کو مارنے کا حکم دیا:خمس من الدواب کلہن فاسق یقتلن فی الحرم: الغراب والحدأۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور(صحیح البخاری، باب ما یقتل المحرم من الدواب، حدیث نمبر: ١٨٢٩)۔ بعض روایات میں حیۃ (سانپ) اور بعوض(مچھر) کا تذکرہ بھی آیا ہے، بعض روایت میں استحبابی طور پر کالا کتا اور چھپکلی کے مارنے کا بھی حکم آیا ہے، اس کے علاوہ جو جانور طبعی طور پر ایذا نہیں پہونچاتے ہیں اور شرعاً ان کا کھانا بھی درست نہیں ہے ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اسی لئے حدیث میں چار جانوروں کو

قتل کرنے سے منع کیا ہے،نملہ (چیونٹی)نحلہ(شہد کی مکھی) ھدھد(ہدہد) صرد (ایک پرندہ جو کیڑوں کو کھاتا ہے)۔ ابن عباس کی حدیث میں ہے: نہی عن قتل أربع من الدواب:النملۃ والنحلۃ والہدہد والصرد (سنن ابی داؤد، باب فی قتل الذر، حدیث نمبر: ٥٢٦٧)، لیکن اگر یہ جانور تکلیف پہچانے میں ابتداء کریں اور اس سے بچاؤ کی کوئی دوسری تدبیر نہ ہو تو پھر ان جانوروں کو بھی قتل کرنا جائز ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بلی تکلیف پہونچائے اور کوئی دوسری تدبیر کارگر نہ ہو تو پھر بلی کو قتل کرنا جائز ہے، ہاں اگر ان جانوروں کو قید کرکے یا اپنے سے بہت دور کرکے تکلیف سے بچنا ممکن ہو تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: قتل النملۃ تکلموا فیہا والمختارأنہ إذا ابتدأت بالأذی لا بأس بقتلہا وإن لم تبتدئ یکرہ وإلقائہا فی الماء یکرہ مطلقا لأنہ تعذیب لا مبرر لہ وقتل القملۃ لا تکرہ وإحراقہا وإحراق العقرب بالنار یکرہ والہرۃ إذا کانت مؤذیۃ لا تضرب ولا تعرک بل تذبح بسکین حاد (الفتاوی الہندیہ٥،٣٦١)۔ تیسری قسم کے وہ جانور جو انسان پر حملہ کریں او رانسان کو اپنی جان کا خطرہ ہوجائے تو اس صورت میں ان کو قتل کرنا جائز ہے، جیسے بہت سے درندے اور خطرناک جانور، ان کے حملہ کرنے کی صورت میں ان کو قتل کرنا جائز ہے، وإن صال فلا شئ بقتلہ خلافا لزفر اعتبارا بالجمل الصائل (آفندی، عبد الرحمن بن محمد:مجمع الانہر، دار احیاء التراث العربی ١،٣٠٠)، باقی عام حالات میں شریعت نے جانور کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، اس لئے کہ وہ جانور اگرچہ انسانوں کے کام نہیں آتے ہیں، لیکن ماحول کو انسان کے موافق بنانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں اسلامی ہدایات:

اسلام نے جس طرح انسانوں کی عظمت کا خیال کیا ہے اور اس کے حقوق بیان کئے ہیں، اسی طرح جانوروں کے بھی حقوق بیان کئے ہیں او رجانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے، جانوروں کے ساتھ اسلام کی ہمدردی کا ا ندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں بہت سی سورتوں کا نام اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے نام پر رکھا ہے، سورہ بقرہ، انعام، نحل، نمل، عنکبوت، فیل وغیرہ، اس کے ساتھ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی تعظیم وتکریم اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم بھی فرمائی ہے: والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے حقوق کے تعلق سے بہت سی باتوں کی تعلیم دی ہے، اس آیت سے بعض مفسرین نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جانور انسانوں کے ساتھ سب سے زیادہ ربط وتعلق رکھنے والی مخلوق ہے، دوسرا مسئلہ یہ مستنبط کیا ہے کہ مخلوقات میں انسانوں کے بعد سب سے اشرف مخلوق جانور ہے، اس لئے اس کے اندر انسانوں کی طرح حواس ظاہرہ اور باطنہ ہوتے ہیں اور شہوت وغصہ بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے(عبید الکبیس، حقوق الحیوان

والرفق بہ فی الشریعۃ الاسلامیہ،الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ ۱۹۷۶ء،ص: ۲۴)، اسلام نے جانوروں کے ساتھ جو حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اس میں چند کا یہاں مختصرا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جانوروں کے سلسلے میں اسلام کا بنیادی نقطہ نظریہ ہے کہ اس کو بلا وجہ قتل نہ کیا جائے، بعض روایت میں ہے کہ جو شخص گوریا کو بلا وجہ قتل کرے گا تو قیامت کے دن وہ گوریا اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی کہ یا اللہ اس نے مجھے بلا وجہ قتل کیا تھا(سنن النسائی، اباحۃ اکل العصافیر، حدیث نمبر: ۴۳۴۹)؛ البتہ غذائی ضرورت کے لئے جانورو کو ذبح کرنے کی شریعت نے اجازت دی، لیکن اس میں بھی احسان کے پہلو کو ملاحظہ رکھنے کی تلقین فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو (شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل حدیث رسول اللہﷺ، حدیث نمبر: ۴۶۴۳)، ا چھی طرح ذبح کرنا یہ ہے کہ چھری تیز کرلی جائے، جانوروں کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے، جانور کو بری طرح نہ گھسیٹا جائے، اسی طرح جو موذی اور تکلیف پہچانے والے جانور ہیں شریعت نے ان کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے، لیکن ان کو بھی آسانی اور سہولت سے قتل کرنے کی ہدایت دی ہے، یہاں تک کہ فقہاء نے ذکر کیا کہ بلی اگر تکلیف پہونچائے تو اس کو مار کر تکلیف نہ دو، اگر اس کی تکلیف سے نجات کی کوئی سبیل نہ ہو تو دھار دار چھری سے اس کو ذبح کردو۔

جانور کے سلسلے میں شریعت نے حسن سلوک کے طور پر بعض جانورکی فضیلت ذکر کی ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی، گھوڑے کے بارے میں حدیث میں ہے: ''الخیل معقود بنواصیہا الخیر إلی یوم القیامۃ''کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر بندھا ہوا ہے، ''والإبل عز لأہلہا'' اونٹ عزت کی چیز ہے، بکری میں برکت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرغیوں کو گالی مت دو، اس لئے کہ وہ نماز کے لئے بیدار کرتی ہے (حقوق الحیوان والرفق بہ فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص: ۲۵)۔

جانور کو تکلیف دینے سے شریعت نے منع کیا ہے، اسی وجہ سے اس کو آگ میں جلانے کی ممانعت ہے،عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ہم لوگ حضورﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپﷺ نے ایک چیونٹی کی بستی دیکھی جس کو ہم نے آگ لگادی تھی تو آپ نے پوچھا: کس نے آگ لگائی؟ ہم نے کہا: ہم لوگوں نے، آپ ﷺنے فرمایا: آگ کے ذریعہ عذاب دینا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہے (سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ حرق العدو، حدیث نمبر: ۲۶۷۵)۔ چیونٹیوں کو پانی میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ایک روایت ہے کہ ایک اونٹ کو آپ ﷺ نے روتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ

نے اس کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو، تمہارے اونٹ نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو(سنن ابی داؤد، باب مایؤمر بہ من القیام، حدیث نمبر: ٢٥٤٩)۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا اور اس کو کھانا پینا نہیں دیتی تھی جس کی وجہ سے بلی مرگئی (صحیح مسلم، باب تحریم تعذیب الہرۃ، حدیث نمبر: ٢٢٤٢)۔ شریعت نے جانوروں کو بلا وجہ مارنے یا تادیب کے لئے اس کے چہرے پر مارنے سے منع کیا ہے، اس لئے جانور کو تکلیف دینے کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں فقہاء نے ان سے منع کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اگر وہ انسان کو تکلیف پہنچائے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

اسلام سے پہلے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کوئی نیکی کا کام تصور نہیں کیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے جانور کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو نیکی اور ثواب کا کام قرار دیا، بلکہ مغفرت کے اسباب میں سے قرار دیا ہے، حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے: ایک شخص گرمی میں کہیں جارہا تھا، اسے پیاس لگی، ایک کنواں نظر آیا، وہ کنویں میں اتر کر پانی پی لیا، باہر آنے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے تڑپ رہا ہے، اس نے ا پنے موزے کے ذریعہ پانی نکالا اور کتے کو پلایا جس سے اس کی جان بچ گئی(صحیح البخاری، باب الآبار علی الطرق، حدیث نمبر: ٢٤٦٦)، اس عمل کی بنیاد پر اس کی مغفرت ہوگئی، ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا: میں اپنے اونٹ کے لئے پانی نکالتا ہوں، میرے پاس دوسرے لوگوں کے اونٹ بھی آتے ہیں، میں ان کو بھی پانی پلاتا ہوں، کیا مجھے اس پر ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر جگر والے جانور کی خدمت پر ثواب ملے گا (مسند احمد، من مسند عبد اللہ بن عمرو، حدیث نمبر: ٧٠٧٥)۔

جانور کا ایک فائدہ یہ ہے کہ باربرداری اور سواری کے کام آتا ہے، قرآن میں ہے: ''لترکبوہا وزینۃ''،لیکن اس سلسلے میں بھی شریعت نے جانور کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کی تاکید کی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جب تم ہریالی میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین سے اپنا حصہ حاصل کرنے دو(صحیح مسلم، باب مراعات مصلحۃ الدواب، حدیث نمبر: ١٩٢٦)، یعنی ایسے مواقع میں زمین پر اتر کر چلو اور جانور کو چر کر اپنا حصہ حاصل کرنے دو، اسی نرمی کا حصہ ہے کہ آپ نے ایک جانور پر دو سے زائد لوگوں کو سواری کرنے سے منع فرمادیا، طبرانی نے حضرت علی کی روایت نقل کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم تین لوگوں کو ایک جانور پر سوار دیکھو تو پتھر مارو یہاں تک کہ ایک اتر جائے(طبرانی)، اسی طرح جو جانور سواری کے قابل نہیں ہے اس پر سواری کرنے سے منع کیا، چنانچہ گائے پر سوار ہونے کی ممانعت ہے:قال القاضی أبو بکر بن العربی لا خلاف فی أن البقر لا یجوز أن یحمل علیہا (حقوق الحیوان والرفق بہ، ص: ٣١)۔

اسلام میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اسلام نے جانوروں کے کھانا پانی دینے کی بڑی تاکید کی ہے، بلکہ اگر کوئی مالک اپنے جانور کو کھانا نہیں دیتا ہے تو قاضی مالک کو کھانا دینے پر مجبور کرے گا، اور اگر اس کے باوجود اس کے بہتر کھانے کا نظم نہ کرے توقاضی اس جانور کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے گا۔

خلاصہ:

(۱) چارہ خور جانور کو ایسی غذائیں دینا جن میں لحمی اجزاء شامل ہوں لیکن ان کو جانور کے کھانے کے قابل بنادیا جائے اور وہ حلال مذبوحہ جانور کے اجزاء ہوں تو یہ فعل جائز ہے، لیکن اگر حرام اور مردار جانور کے اجزاء ہوں اورتغیر ماہیت کے مرحلہ سے گزارے بغیر دیا جائے تو یہ ناجائز ہے، تاہم ایسے جانور کا گوشت حلال ہے، اگر نجس غذا کھانے کی وجہ سے اس مینبدبونہ پیدا ہوئی ہو، اور اگر گوشت میں بد بو پیدا ہوجائے تو پھر یہ جلالہ کے حکم میں ہے۔

(۲)جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے اور گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانا درست ہے۔

(۳) دودھ میں اضافہ یا جسمانی حجم بڑھانے کے لئے دو جانوروں کا اختلاط جائز ہے، لیکن اگر ایک جانور حلال اور ایک حرام ہو تو اس سے پیدا شدہ جانور کے سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے، جبکہ بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا اعتبار ہوتا ہے، بہتریہی قول معلوم ہوتا ہے۔

(۴)زینت کے لئے جانوروں کو پنجرے میں رکھنے کے سلسلے میں احناف کے یہاں کراہت اور عدم جواز کا قول ہے، جب کہ دیگر ائمہ کے یہاں جواز کا قول ملتا ہے۔

(۵)جذبات شوق کے لئے خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کرنا درست نہیں ہے، اس میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ پڑوسیوں کو بھی وحشت میں ڈالنا ہے۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات درست ہے۔

(۷) میڈیکل تجربات کے لئے یا دوا کے لئے جانور کو بے ہوش کرنا او رآپریشن کرکے کوئی آلہ اس میں رکھ دینا جائز ہے۔

(۸) شکارکے سلسلے میں حکومتی قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۹) جہاں مسلمان تکثیری سماج کا حصہ ہوں وہاں ان جانوروں کو ذبح کرنا مصلحتاً ترک کردینا چاہئے جن کی قانونی اجازت نہ ہو یا فرقہ وارانہ فسادات کا اندیشہ ہو؛ البتہ اس کی حلت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

(۱۰) حکومت اگر مہمان پرندہ شکار کرنے سے منع کرے تو اس پر عمل ضروری ہے۔

(١١) وبائی متعدی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے، اس میں بہتر شکل یہ ہے کہ مشینوں کے ذریعہ اس کو ذبح کردیا جائے پھر دفن کردیا جائے۔

(١٢) جانوروں کا شکار انسانی مصالح کے لئے درست ہے، خواہ ماکول اللحم جانور ہوں یا غیر ماکول ا للحم، گوشت، چمڑے یا دوسری مفید ضرورت کے لئے جانور کو ذبح کیا جاسکتا ہے، ہاتھی اور ہرن کے ذبح کرنے پر اگر پابندی نہ ہو تو اس کے دانت اور سینگ کے لئے بھی اس کو ذبح کیا جاسکتا ہے۔

(١٣) جو جانور اپنی طبیعت کے طور پر موذی ہیں ان کو قتل کرنا جائز ہے اگرچہ وہ ایذا نہ پہنچائیں، اور جو جانور اپنی طبیعت سے موذی نہیں ہے اگر وہ تکلیف دے تو اس کا قتل جائز ہے ورنہ اس کا قتل جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی جانو رحملہ کرے تو اپنی جان بچانے کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

(١٤) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی اسلام میں بہت تاکید آئی ہے مثلا بلا ضرورت اس کو قتل نہ کرنا، اگر قتل کی ضرورت ہو تو بہتر انداز میں قتل کرنا، اس کے کھانے پینے کا خیال رکھنا، بلا ضرورت اس کو تکلیف نہ دینا، اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالنا اور ثواب سمجھ کر اس کی خدمت کرنا وغیرہ۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی محمد الیاس قاسمی•

(۱) چارہ خور جانوروں کی غذا میں لحمی اجزاء شامل کرنا :

اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی نشو ونما میں بہ تدریج و مرحلہ وار افزائش کاطریقہ مقرر فرمایا ہے، چنانچہ انسان کی تخلیق میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طریقہ کو اختیارکیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے : '' ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین o ثم خلقناالنطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظٰما فکسونا العظٰم لحما ثم أنشاناہ خلقا آخر'' (المؤمنون : ۱۳، ۱۴)۔

(پھرہم نے اس کو نطفہ بنایا جو ایک محفوظ مقام میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کالوتھڑا بنادیا پھرہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیں۔ پھر ہم نے ان ہڈیونپرگوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اس کو ایک دوسری مخلوق بنادیا)۔

لہٰذا قدرتی تدریجی طریقہ کو چھوڑ کر چارہ خور جانوروں کی تیزی سے نشو ونما کے لیے ان کی غذامیں لحمی اجزاء شامل کرناجائز نہیں؛ کیونکہ اس سے قدرتِ خداوندی میں تبدیلی کرنا لازم آئے گا ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : '' لا تبدیل لخلق اللہ '' (الروم : ۳۰)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ رقم طراز ہیں:''لا تبدیل لخلق اللہ أی ماینبغی أن تبدل تلک الفطرۃ أو تغیر '' (الکشاف ۳/ ۴۷۹) ۔

(اللہ کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یعنی اس فطرت میں تبدیلی وتغیر نہیں کرناچاہئے)۔

تفسیر مظہری میں ہے : یعنی لا تبدلواخلق اللہ '' (تفسیر المظہری ۲/۴۵۶) ۔

(یعنی اللہ کی فطرت میں تبدیلی نہ کرو) ۔

اس سلسلے میں علامہ قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''وحدیث ابن مسعود دلیل علی أنہ لا یجوز تغییر شئ من خلق اللہ خلقھا علیہ بزیادۃ أو نقصانہ''۔

(عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اضافہ یا نقصان کے ذریعے اللہ کی اس فطرت میں تبدیلی نہیں کرناچاہئے جس پر اس نے پیدافرمایا ہے) ۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے : ''من استعجل الشئ قبل أوانہ عوقب بحرمانہ'' (الأشباہ والنظائر ۱/۴۸۹)۔

• استاذ ومفتی مدرسہ بیت العلوم، پونہ۔

(جس شخص نے وقت سے پہلے کسی چیز کو حاصل کی تو اس کو اس سے محروم کرنے کی سزاد ی جائے گی) ۔

اس قاعدہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ چارہ خور جانوروں کی تیزی سے نشو و نما کی خاطر ان کی غذا میں لحمی اجزاء شامل کرنا درست نہیں۔ چارہ خور جانوروں کی غذا میں لحمی اجزاء کی شمولیت سے ان کی نشو ونما بڑی تیزی سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کے گوشت میں کافی اضافہ ہوجائے گا لیکن قدرتی و فطری نشوونما کے سبب ان جانوروں کے گوشت میں جو لذت وقوت پیدا ہوگی لحمی اجزاء کی شمولیت کے بعد ان کے گوشت میں مقوی ومفید اجزاء کی مقدار کم ہو جائے گی اوریہ دھوکہ دہی کے قبیل سے ہے، چنانچہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی وبکری کی زیادہ قیمت کے حصول کی خاطر ان کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے :

''عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال:'' ولاتصروالابل والغنم" (مشکوٰۃ المصابیح علی مرقاۃ المفاتیح ۵/۱۹۳۲، باب المنھی عنھا من البیوت ، بیروت) ۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی اور بکری کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایاہے)۔

اس زمانے میں صاحبِ جانور کا ''تصریہ '' سے یہ مقصد ہوتا تھا کہ جانور کاتھن بڑا نظرآنا زیادہ دودھ دینے کی علامت ہوگی اور اسی اعتبار سے مشتری ثمن میں اضافہ بھی کردے گا ۔ یہ ممانعت فریب دہی کے سبب سے ہے : ''والصحیح أنہ من التصریۃ وھی أن یشدّ الضرع قبل البیع أیاما لیظن المشتری أنھا لبون فیزیدفی الثمن والنھی للخداع" (مرقاۃ المفاتیح ۵/۱۹۳۲)۔

(۲) دودھ و گوشت میناضافہ کے لیے جانور کو انجکشن دینا :

اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسانوں کے نفع کے لیے پیداکیا ہے، چنانچہ باری تعالیٰ کاارشاد ہے :

''وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناخالصا سائغا للشاربین'' (سورہ نحل : ۶۶)۔

(اور تمہارے لیے چوپایوں میں بھی مقامِ عبرت ہے کہ ان کے پیٹونمیں جوگوبر اور خون ہے اُس کے درمیان سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے)۔

''والأنعام خلقھا لکم فیھا دف ء ومنافع ومنھا تأکلون ''(سورہ النحل : ۵) ۔

(اوراللہ نے تمہارے ہی فائدے کے لیے جانور پیدا فرمائے ہیں جن میں تمہارے لیے سردی دورکرنے کاسامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی اور اسی سے تم کھاتے ہو)۔

لہٰذا جانوروں سے انتفاع میں ان کوکچھ تکلیف بھی ہوتو کوئی حرج نہیں۔ علامہ زیلعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''الأصل أن إیصال الألم إلی الحیوان لا یجوز شرعا إلا لمصالح تعود علیہ'' (تبیین الحقائق ۷/۴۶۵، کتاب الخنثیٰ مسائل شتی)۔

(اصول یہ ہے کہ حیوان کوتکلیف پہنچانا شرعاً جائزنہیں مگرانہی مصالح کے لیے جو اس کی جانب لوٹتے ہیں) ۔

گوشت میں بہتری کی خاطر حیوان کو خصی کرناجائزہے۔ آپ ﷺ سے خصی دُنبوں کی قربانی ثابت ہے، جبکہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن کی تکلیف سے بہت زیادہ ہے۔ تکملۃ البحر الرّائق میں ہے :

''وخصی البھائم یعنی یجوز لأنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ضحی بکبشین أملحین موجوأین والموجوء ھو الخصی ولأن لحمہ یطیب بہ .....إن البھائم کانت تکثرفی زمنہ ﷺ فتکویٰ بالنار لأجل المنفعۃ للمالک فکذا یجوز ھٰذا الفعل لتعود المنفعۃ للمالک ...وفی المحیط : ان الأصل إیصال الألم إلی الحیوان لمصلحۃ تعود إلی الحیوان یجوز'' (تکملۃ البحرالرّائق ۸/۳۷۴، کتاب الکراھیۃ)

(چوپایوں کو خصی کرنا)یعنی جائز ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے دو ایسے مینڈھے ذبح کیے جو سفید و سیاہ رنگ کے اور خصی تھے ۔ موجوء خصی کوکہتے ہیناس لیے کہ اس کی وجہ سے اس کاگوشت عمدہ بن جاتاہے ۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں چوپائے بہت تھے تو ان کو مالک کی منفعت کی خاطر آگ سے داغا جاتا تھا لہٰذا اسی طرح یہ عمل بھی جائز ہے؛ تاکہ اس کانفع مالک کی جانب لوٹے...محیط میں ہے : اصول یہ ہے کہ حیوان کوکسی ایسی مصلحت کی خاطر تکلیف پہنچانا جائز ہے جو حیوان کی جانب ہی لوٹ کر پہنچتی ہے ۔

(۳) ایک جنس کے جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط :

حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یااس کے جسمانی حجم کوبڑھانے کے لیے دوسری جنس کے جانور سے اس کااختلاط درست ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے گدھے اور گھوڑی کے اختلاط سے خچر کی نسل حاصل کرنے کوجائز قراردیا ہے ۔ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''وإنزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ'' (الدرالمختار علی ردالمحتار۶/ ۲۳۸، دارالفکر بیروت)۔

(گدھوں کی جفتی گھوڑیوں سے کرانا جائز ہے جیسا کہ اس کے برعکس بھی جائزہے)۔

فقہاء کرام نے دو جانوروں سے مخلوط جانور کی بابت عموماً مادہ جانور کو معیار

بنایاہے اور بچہ کو ماں کے تابع سمجھاگیا ہے، چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں:

''إذا نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد اعتبارالأم لأن المعتبرفى الحل والحرمة الأم فيما تولد من مأكول وغير مأكول " (شامى ٩/٤٤٢ زكريا)۔

(اگر بھیڑیا بکری سے جفتی کرے تو ماں کااعتبار کرتے ہوئے بچے کی قربانی کی جائے گی، اس لیے کہ جو جانور ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کے اختلاط کے نتیجے میں پیداہوا ہو اس کے حلال اورحرام ہونے کے سلسلے میں ماں کا اعتبار ہے) ۔

اس سلسلے میں علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''والبغل الذى أمه حمارة فلوأمه بقرة أكل اتفاقا ولو فرسا فكأمه لأن المعتبر فى الحل والحرمة الأم فيما تولد من مأكول وغيرمأكول'' (الدرالمختار على رد المحتار ٦/٣٠٥ ، بيروت) ۔

(اور وہ خچر جس کی ماں گدھی ہو اس کو کھانا جائزنہیں، پس اگر اس کی ماں گائے ہو توبالاتفا ق اسے کھایا جائے گا، اور اگر وہ گھوڑا ہوتو اس کاحکم اس کی ماں کے مطابق ہوگا؛ اس لیے کہ جوجانور ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کے اختلاط سے پیداہوا ہو اس کی حلت وحرمت کے سلسلے میں ماں کا اعتبار ہوتاہے) ۔

اس سلسلے مینعلامہ جصاص رازیؒ احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:''اتفاق الجميع أن لحم البغل لا يؤكل وهو من الفرس فلو كانت أمه حلالة لكان حكمه حكم أمه، لأن حكم الولد حكم الأم إذ هو كبعضها ألا ترى أن حمارة أهلية لو ولدت من حمار وحشى لم يؤكل ولدها ولو ولدت حمارة وحشية من حمار أهلى أكل ولده فكان الولد تابعا لأمه دون أبيه'' (احكام القرآن ٣/٢٣٩)۔

(تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ خچر کاگوشت نہیں کھایاجائے گا چونکہ یہ گھوڑے کی نسل سے ہے، پس اگر اس کی ماں حلال ہوتو اس کاحکم اس کی ماں کے مطابق ہوگا، اس لیے کہ وہ ماں کا ایک حصہ ہے ۔ کیاآ پ دیکھتے نہیں ہوکہ اگر پالتوگدھی جنگلی گدھے سے جفتی کرکے بچہ جنم دے تو اسے نہیں کھایا جائے گا، اور اگر جنگلی گدھی (نیل گائے) پالتوگدھے سے جفتی کرکے بچہ جنم دے تو اس کاگوشت کھایاجائے گا، لہٰذابچہ ماں کے تابع ہوگا نہ کہ اپنے باپ کے)۔

جرسی گائے میں ساری صفا ت گائے کی ہوتی ہیں اس لیے اس کے دودھ و گوشت کا استعمال جائزہے ۔

کبھی کبھی فقہاء کرام نے دوجانوروں سے مخلوط نسل کی بابت ظاہری علامت و خصوصیات کو بھی معیار بنایا ہے، چنانچہ اگر ظاہری علامات وخصوصیات حلال جانور سے مشابہ ہوں تو اسے کھانا جائز ہے، اور اگر ظاہری علامات و صفات حرام جانور کے مشابہ ہوں تو اس کاکھانا جائزنہیں، چنانچہ علامہ کاسانیؒ ہرن اور بکری کے اختلاط سے جنم لینے والے بچے کی قربانی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

‘‘إذا نزا ظبی علی شاة أهلیة فإن ولدت شاة تجوز التضحیة بها’’ (بدائع ۴/۲۰۵ زکریا) ۔
(اگر ہرن پالتو بکری سے جفتی کرے اور وہ بکری جنم دے تو اس کی قربانی کرناجائزہے) ۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگرکتے و بکری کے اختلاط سے ایسا بچہ جنم لے جس کا سر کتے اور بقیہ دھڑ بکری کی طرح ہے تو اس کاحکم یہ ہے کہ اگر وہ بچہ گوشت کھاتا ہے یازبان سے پانی پیتا ہے یاکتے کی طرح آواز کرتاہے تو اس کاکھانا حلال نہیں، اور اگر گھاس کھاتا ہے یاپانی منہ سے پیتاہے یابکری کی طرح آواز کرتا ہے تو پھرکھانا حلال ہے، او ر اگر بچے میں دونوں طرح کی صفت ہوتو اس کے سامنے پانی رکھاجائے گا، اگر وہ بکری کی طرح پیتا ہے تو اس کاکھانا اورقربانی کرنا دونوں حلال ہے اور اگر کتے کی طر ح زبان سے پانی پیتاہے تو اس کاکھانا اور قربانی کرنا دونوں ناجائز ہے (رد المحتار ۹/۴۵۱ ، زکریا) ۔

(۴) زینت کے طورپر جانورونکو پنجرے میں قید کرنا:

حیوانات کی تخلیق کاایک مقصد زینت بھی ہے ، چنانچہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے :
‘‘ولکم فیها جمال حین تریحون وحین تسرحون ’’ (سورة النحل :۷)
(اورتمہارے لیے ان میں رونق بھی ہے جب چراکرلاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی)۔

علامہ رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریرفرماتے ہیں :
‘‘والحیوان الذی ینتفع الإنسان به إما أن ینتفع به فی ضروریات معیشته مثل الأکل واللبس أولا یکون کذلک وإنما ینتفع به فی أمور غیر ضروریة مثل الزینة وغیرها’’ (مفاتیح الغیب ۱۹/۱۷۵، سورة النحل) ۔

(وہ حیوان جس سے انسان فائدہ اٹھاتاہے یاتو وہ اس سے اپنی معیشت کی ضروریات مثلاً کھانے اور لباس میں فائدہ اٹھاتاہے،یا ایسا نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اس سے غیر ضروری امور مثلاً زینت وغیرہ میں فائدہ اٹھاتاہے)۔

خوبصورت جانور وں اور پرندوں کو دیکھنے سے انسان کو سرور ومسرت حاصل ہوتی ہے ۔ ان کی آوازوں سے انسان لطف اندوز ہوتاہے اور ان کے مالکوں کامقام ومرتبہ لوگوں کے نزدیک بلند ہوجاتاہے، چنانچہ علامہ رازیؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘واعلم أن وجه التجمل بها أن الراعی إذا روحها بالعشی وسرحها بالغداة تزینت عند تلک الإراحة والتسریح الأفنیة وتجاوب فیها الثغاء والرغاء وفرحت أربابها وعظم وقعهم عند الناس بسبب کونهم مالکین لها’’ (تفسیر الرازی ۱۹/۱۷۶)۔

(جان لو کہ اس میں وجہ تجمل یہ ہے کہ جب چرواہا شام میں مویشیوں کوواپس لاتاہے اور صبح چرنے کے لیے لے جاتا ہے تو اس آنے اور جانے کے موقع پر میدان

مزین ہوجاتے ہیں اور ا ن میں بکریونکے ممیانے اور اونٹوں کے بلبلانے کی آواز گونجنے لگتی ہے، ان کے مالک خوش ہوجاتے ہیں اور ان جانوروں کے مالک ہونے کے سبب سے لوگوں کے نزدیک مالکانِ مویشی کا مقام و مرتبہ بلند ہوجاتاہے)۔

علامہ قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''وجمال الأنعام والدواب من جمال الخلقۃ وھو مرئی بالأبصار موافق للبصائر ومن جمالھا کثرتھا وقول الناس إذا رأوھا ٰھذہ نعم فلان قالہ السدی ولأنھا إذا راحت توفر حسنھا وعظم شانھا وتعلقت القلوب بھا'' (تفسیر القرطبی ١٠/ ٧١، سورۃ النحل : ٧) ۔

(مویشیوں اور چوپایوں کا جمال جمالِ خلقت کے قبیل سے ہے ۔ یہ نظروں سے دیکھاجاتاہے اور عبرت کے موافق ہوتاہے ۔ ان کے جمال میں سے ان کا زیادہ ہونا ہے اور بقول سدیؒ ان کاجما ل یہ ہے کہ جب لوگ انہیں دیکھیں تو کہیں کہ فلاں کے مویشی ہیں اور اس لئے کہ جب وہ شام میں واپس آتے ہیں تو ان کاحسن بہت بڑ ھ جاتاہے وہ عظیم الشان نظرآتے ہیں اور دلوں میں ان کی محبت سما جاتی ہے)

جانوروں اور پرندوں کو ایسے وسیع پنجرے میں پالنا جائز ہے جس میں وہ آزادانہ نقل و حرکت کرسکیں اور انہیں محض ایک ہی حالت میں رہنا نہ پڑے ۔ اسی طرح پنجرے میں ان کی خوراک وغیرہ کا اچھی طرح خیا ل رکھا جائے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میرے چھوٹے بھائی سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور فرماتے کہ اے ابو عمیر تمہاری بلبل کا کیاہوا ؟ ابو عمیر کے پاس ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتاتھا:

عن أنس رضی اللہ عنہ قال : إن کان النبی ﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر : یاأباعمیر ما فعل النغیر ؟ کان لہ نغیر یلعب بہ فمات متفق علیہ(مشکوٰۃ المصابیح علی مرقاۃ المفاتیح ٧/٣٠٦١ ، أبواب الأدب باب المزاح) ۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''فیہ فوائد منھا ..... وإنہ لابأس أن یعطی الصبی الطیر لیلعب بہ من غیرأن یعذبہ '' (مرقاۃ المفاتیح ٧/٣٠٦٢)۔

(اس حدیث میں کئی فوائد ہیں انہی میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ بچے کو پرندہ دیاجائے؛ تاکہ وہ اس سے کھیلے اسے تکلیف دیئے بغیر)۔

اس حدیث سے یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے کہ پرندے کوپالنا اور قیدکرنا جائزہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نوویؒ رقم طراز ہیں:

''وفی ٰھذا الحدیث فوائد کثیرۃ جدا منھا ..... جواز لعب الصبی بالعصفور وتمکین الولی إیّاہ'' (شرح النووی علی المسلم ١٤/١٢٩ ، کتاب الآداب ، باب جوازکنیۃ من لم یولد

وتکنیۃ الصغیر) ۔

(اس حدیث میں بہت سارے فوائد ہیں،ان ہی میں سے یہ ہے کہ بچے کاچڑیا کے ساتھ کھیلناجائزہے اورولی کے لیے جائز ہے کہ وہ چڑیا کو بچے کے قبضہ و تصرف میں دے)۔

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''لا بأس بحبس الطیور والد جاج فی بیتہ ولٰکن یعلفھا وھو خیر لہ من إرسالھا فی السکک فی فتاویٰ العلامۃ قارئ الھدایۃ سئل ھل یجوزحبس الطیور المفردۃ ..... فأجاب : یجوز حبسھا للاستئناس بھا'' (شامی ۶/۴۰۱ ، بیروت) ۔

(پرندوں اورمرغیوں کو اپنے گھر میں قید کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ دانہ پانی دینا ہوگا۔ یہ انہیں گلیوں میں چھوڑنے سے بہتر ہے ..... علامہ قارئ الھدایہ کے فتاویٰ میں ہے کہ آپ سے سوال کیاگیا کہ کیا پرندوں کو تنہا تنہا قیدکرناجائز ہے تو آ پ نے جواب دیا : ان سے اُنسیت کی خاطر انہیں قید کرناجائزہے)۔

ماکول اللحم شکار کو ذبح کرکے کھانا بالاتفاق جائزہے لہٰذا ان کو زینت کے طورپر قید کرکے ان کے حسن و جمال اور ان کی آواز وں سے لطف اندوز ہونا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا :

''وأما حل أکل الصید فانہ یثبت بخمسۃ عشر شرطا'' (ھندیہ ۵/۴۱۷)۔

البتہ پنجرے میں جانورونو پرندونکی نقل و حرکت اوران کے چارہ پانی کاخیال رکھناضروری ہے ، چنانچہ آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ دوران سفر ہریالی کی جگہ میں جانورکو چرنے کا موقع دیاجائے اور خشکی کی جگہ سے جانور کو جلد بھگایا جائے؛ تاکہ منزل پرجلد پہنچ کرجانور کو چارہ اور پانی حاصل ہوسکے :

''وإذا سافرتم فی الخصب فأعطوا الإبل حظھا من الأرض فإذا سافرتم فی السنۃ فبادروا بھا نقیھا'' (مسلم ۲/۱۴۴ ، کتاب الامارۃ، باب مراعاۃ الدواب فی السیر، حدیث نمبر: ۱۹۲۶)۔

(۵) خطرنا ک جانوروں کو پنجرے میں قید کرکے رکھنا :

اللہ کے رسول ﷺ نے موذی جانوروں کو قتل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اسے باعث ثواب قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے سانپ، بچھو ، گرگٹ ، چھپکلی ،وغیرہ کو قتل کرنے کاحکم دیاہے۔ حدیث میں حالت نماز میں بھی سانپ بچھو کو قتل کرنے کاحکم ہے :

''عن أبی ھریرۃ قال : أمر رسول اللہ ﷺ أن نقتل الأسود ین فی الصلوٰۃ: العقرب والحیۃ'' (مسند احمد ۶/ ۱۵۷ ، رقم : ۷۸۰۴) ۔

(حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے ر سول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم اسودین یعنی بچھو اور سانپ کو حالت نماز میں قتل کریں) ۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أنھا قالت: قال رسول اللہ ﷺ : اقتلوا الحیات کلھن'' (مسند احمد ۶/۱۵۷ ،رقم : ۲۵۷۵۵) ۔

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا ''تما م سانپوں کو قتل کرو '')۔

''من قتل وزغا فی أول ضربۃ کتبت لہ مائۃ حسنۃ وفی الثانیۃ دون ذلک وفی الثالثۃ دون ذلک' ' (صحیح مسلم، کتاب قتل الحیات، باب استحباب قتل الوزغ ، رقم : ٢٢٤٠)۔

(جو کوئی چھپکلی کو پہلی ہی ضرب میں قتل کرے گا تو اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، دوسری مرتبہ میناس سے کم اور تیسری مرتبہ میں اس سے کم نیکیاں لکھی جائیں گی) ۔

تحفۃالأحوذی شرح ترمذی میں ہے :

''قال فی شرح السنۃ وفی معنی الحیۃ والعقرب کل ضرار مباح القتل کالزنابیر ونحوھا'' (تحفۃ الأحوذی ٢/٣٣٦ ،أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی قتل الأسودین فی الصلاۃ)۔

(شرح السنہ میں فرماتے ہیں: سانپ اور بچھو کے معنی میں ہر ضرر رساں جاندار مباح القتل ہے جیسے بھڑ اور ان جیسے جاندار)۔

فقہاء کرام نے موذی جانوروں کے قتل کو جائز قرار دیا ہے ،چنانچہ موذی کتے و بلی کو قتل کرناجائزہے ۔

''وجاز قتل مایضر منھا ککلب عقوروھرۃ تضر'' (شامی ١٠ /٤٠٠)۔

(ان حیوانات کو قتل کرناجائزہے جو ضرر پہنچاتے ہینجیسے کاٹنے والاکتا اور ضرر رساں بلی)۔

''قریۃ فیھا کلاب کثیرۃ ولأھل القریۃ منھا ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلو الکلاب فإن أبوا رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمھم ذلک''(فتاویٰ ھندیہ ٥/٠ ٣٦)۔

اسلام نے انسانی جان کی طرح حیوان کی جان کو بھی محترم قرار دیا ہے اور بلاوجہ قتل حیوان کی مذمت بیان کی ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کاذکر فرمایا کہ وہ بلی کی وجہ سے جہنم کے عذاب کی مستحق ہوگئی ۔ اس نے بلی کو باندھ دیاتھا۔ وہ بلی کو نہ کچھ کھلاتی پلاتی تھی اور نہ زمین سے غذا حاصل کرنے کے لیے چھوڑتی تھی یہاں تک کہ بلی بھوک سے مرگئی ۔

''عذبت امرأۃ فی ھرۃ سجنتھا حتی ماتت فدخلت فیھا النار لاھی أطعمتھا وسقتھا إذا جستھا ولا ھی ترکتھا تأکل من خشاش الأرض'' (صحیح مسلم، باب تحریم قتل الھرۃ ، رقم الحدیث: ٢٢٤٣) ۔

انسانی و حیوانی جان کے اسی احترام کے پیش نظر فقہاء کرام نے کتے ، شیر، چیتے جیسے خونخوا ر جانور پالنے کو ممنوع قرار دیا ہے :

''لا ینبغی أن یتخذ کلبا إلا أن یخاف من اللصوص أو غیر ھم وکذا الأسد و الفھد والضبع

وجمیع السباع' (فتاویٰ ھندیہ ۵ /۳۶۱) ۔

(کتانہیں پالنا چاہئے مگر جبکہ چور وغیرہ کا خوف ہو اور ایسے ہی شیر ، چیتا ، بجّو اور تمام درندوں کو پالنا جائز نہیں)۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر ایسے کام سے منع کرتاہے جس کا انجام ہلاکت ہو، خونخوار جانوروں اور درندوں کو قید کرنے کاانجام انسانی و حیوانی ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوسکتاہے لہٰذا یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''ولا تلقوابأید یکم إلی التھلکۃ '' (البقرۃ : ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)

سانپ ، شیر، خونخوار کتے اگر پنجرے یارسّی سے آزادہوکر بے قابو ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے؛ جبکہ انسانی و حیوانی جانوں کاضیاع شرعاً حرام ہے ۔ خونخوار جانوروں کو پالنا چونکہ ایک حرام و ممنوع کام کا وسیلہ ہے لہٰذا یہ بھی ممنوع ہوگا۔ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو عمل کسی حرام تک پہنچاتاہو وہ بھی حرام ہے :

''وما أدّی إلی الحرام فھو حرام '' (بدائع الصنائع ۱/۶۶۸ ، کتا ب الصلوٰۃ، فصل فی بیان مایصلح للامامۃ)

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات :

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام چیزوں کو انسان کے فائدہ و صحت کے لیے پیدافرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے :

''ھو الذی خلق لکم مافی الأرض جمیعا '' (البقرہ : ۲۹)

(وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کی خاطر زمین کی ساری چیزوں کو پیدا فرمایا)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''فھو یدل علی أن المذکور بعد قولہ خلق لأجل انتفاعنا فی الدین والدنیا أما فی الدنیا فلیصلح أبداننا ولنتقوی بہ علی الطاعات وأما فی الدین فلاستدلال بھٰذہ الأشیاء والاعتبار بھا وجمع بقولہ :مافی الأرض جمیعاجمیع المنافع فمنھا مایتصل بالحیوان والنبات والمعادن والجبال ومنھا مایتصل بضروب الحرف والأمور التی استنبطھا العقلاء وبین تعالیٰ أن کل ذ لک انما خلقھا کی ینتفع بھا''(مفاتیح الغیب ۲/۳۷۹ ، سورۃ البقرۃ : ۲۹) ۔

(یہ اس بات پر دلالت کرتاہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''خلق '' کے بعد جوذکر کیاگیا ہے وہ دین اور دنیا میں ہمارے نفع اٹھانے کی خاطر ہے ۔ رہا دنیا میں تو تاکہ ہمارے بدن صحیح سالم رہ سکیں اور تاکہ ہم اس کے ذریعے عبادات کی خاطر قوت حاصل کرسکیں اور رہا دین میں نفع تو ان اشیاء سے استدلال کرسکیں اور ان سے نصیحت حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ''ما فی الأرض جمیعاً '' کے ذریعے تمام منافع کو جمع کردیا، پس ان میں سے بعض منافع وہ ہیں جو حیوان ، نباتات ، معدنیات اورپہاڑوں سے حاصل ہوتے

ہیں ، اور بعض منافع وہ ہیں جو مختلف قسم کے پیشوں اور ان چیزوں سے حاصل ہوتے ہیں جنہیں عقل مند لوگو ں نے دریافت کیاہے اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ان سب چیزوں کو اس لئے پیدا کیاتا کہ ان سے نفع اٹھایا جائے)۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی منافع کے لیے ہی جانوروں کی تخلیق فرمائی ہے ۔ ارشاد باری ہے :

''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (النحل : ٥) ۔

(اورا للہ تعالیٰ نے تمہارے ہی فائدے کیلئے جانور پیدا فرمائے ہیں جن میں تمہارے لئے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی اور اسی سے تم کھاتے ہو)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''ثم هٰذه الحيوانات قسمان :منها ماينتفع الإنسان ومنها ما لا يكون كذلك و القسم الأول أشرف من الثانى لأنه من الثانى لأنه لماكان الإنسان أشرف الحيوانات وجب فى كل حيوان يكون انتفاع الإنسان به أكمل وأكثر أن يكون أكمل وأشرف من غيره'' (مفاتيح الغيب ١٩/١٧٤)۔

(پھر ان حیوانات کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور بعض وہ ہیں جو ایسے نہیں ہیں، اور پہلی قسم دوسری قسم سے زیادہ اشرف واعلیٰ ہے؛ اس لئے کہ جب انسان تمام حیوانات میں اشرف ہے تو ہر وہ حیوان جس سے انسان کا انتفاع اکمل و اکثر ہو اس میں یہ بات لازم ہوگئی کہ وہ دوسرے سے اکمل واشرف ہو)۔

چونکہ جانوروں پر میڈیکل تجربات میں انسانی صحت و سلامتی کی ضمانت ہے لہٰذا یہ تجربات جائزہوں گے۔

کسی عضو انسانی کی صحت کے لیے جانور کے اجزاء کی انسانی جسم میں پیوندکاری جائز ہے، چنانچہ عور ت کیلئے جانو ر کے بالوں سے بنی ہوئی وگ استعمال کرنا جائزہے ۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''لابأس للمرأة أن تجعل فى قرونها وذوائبها شيئا من الوبر'' (الفتاوىٰ الهنديه ٥/٣٥٨)۔

(عورتوں کے لیے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے جوڑوں میں جانوروں کے بالوں کاکچھ حصہ رکھ لیں)۔

فتح الملہم میں ہے :

''لابأس عليها فى وصلها شعرها بماوصلت به من صوف وخرقة وغير ذلك '' (تکملہ فتح الملہم ۴ / ۱۹۱، اشرفیہ دیو بند)۔

(عورت کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے بالوں میں اون، کپڑے کے ٹکڑے وغیرہ کوجوڑے)۔

اگرچہ جانوروں پر میڈیکل تجربات سے انہیں کچھ تکلیف ہوتی ہے لیکن یہ تکلیف بے مقصد نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ایک واقعی اورلازمی ضرورت کے لیے ہے اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ انسانی منفعت کی خاطر فقہاء کرام نے جانوروں کو خصی

کرناجائز قراردیا ہے :

‘‘أما خصاء الفرس فقد ذکر شمس الأئمۃ الحلوانی فی شرحہ أنہ لابأس بہ عند أصحابنا ..... وأما فی غیرہ من البھا ئم فلا بأس بہ إذاکان فیہ منفعۃ ..... وخصاء السنور إذاکان فیہ نفع أو دفع ضرر لابأس بہ’’ (الفتاویٰ الھندیہ ۵/ ۳۵۷)۔

(رہا گھوڑے کو خصی کرناتو شمس الأئمہ حلوانی نے اپنی شرح میں ذکرکیاہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ... ... اور رہے اس کے علاوہ دیگر چوپائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ اس میں کوئی منفعت ہو ..... اور اگر بلی کو خصی کرنے میں کوئی نفع یادفع ضررہوتو اس میں کوئی حرج نہیں)۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات کے نتیجے میں ان کو ہو نے والی تکلیف ضرر خاص یا خفیف کے قبیل سے ہے جبکہ ان پر تجربات نہ کرنے میں انسانوں کی صحت کے لیے سخت خطرہ اورضرر عظیم ہے ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ضرر عام کو ضرر خاص اور ضرر اشد کو ضرر خفیف کے ذریعے دفع کیا جائے گا ۔

‘‘یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع ضرر العام ’’ (الأشباہ والنظائر ۱/۷۴) ۔

‘‘الضرر الأشد یزال بالأخف ’’ (الأشباہ والنظائر ۱/۷۵)۔

(سخت ضرر کو ہلکے ضرر کے ذریعے دورکیاجائے گا)۔

(۷) دواؤں کے لیے زندہ جانوروں کو بے ہوش کرنایا اس کا آپریشن کرنا :

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کی خدمت کے لیے پیداکیا ہے، تمام جانوروں کی تخلیق نوع انسانی کے نفع رسانی کے لیے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

‘‘ سخر لکم مافی السمٰوات وما فی الأرض جمیعا منہ ’’ (الجاثیۃ : ۱۳)۔

(اورا س نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جوزمین میں ہے سب کو مسخر کیا) ۔

علم التشریح علم طب کی ایک اصطلاح ہے جس میں خوردبین کا سہارالیے بغیر محض چیر پھاڑ سے جسم کے نظام اور مختلف اعضاء کی ساخت کو جانچا جاتا ہے ۔ انسان کے جسم پر کوئی تجربہ کرنے سے قبل ایسے حیوانات جن کا نظام انسانی اندرونی نظام کے مشابہ ہے ان پر تجربات کیے جاتے ہیں۔ ان کے آپریشن کے ذریعے معلوم کیاجاتاہے کہ انسانی جسم پر اس قسم کے آپریشن کے نتائج کیسے ظاہر ہوں گے ۔ الموسوعۃ الطبیہ الحدیثۃ میں ہے :

‘‘کل جراحۃ تجری للحصول علی معلومات عن المرض لایمکن الحصول بالوسائل الأخریٰ علیھا’’ (الموسوعۃ الطبیۃا لحدیثۃ ۵/ ۹۸۳) ۔

(یہ ہر وہ عمل جراحی ہے جو بیماری کی معلومات کیلئے کی جائے جس سے بیماری کے بارے میں معلومات حاصل کرنا دیگر وسائل کے ذریعہ ناممکن ہو)۔

دواؤں پرتجربات کے لیے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یاآپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جائز ہے اگرچہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہو۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں :

''یجوز تشریح جثث الحیوان للتعلیم لأن المصلحۃ فی التعلیم تتجاوز إحساسھا بالألم'' (الموسوعۃ الفقھیۃ والقضایا المعاصرہ ٣/٥١٨) ۔

(تعلیم کی خاطر حیوانات کے جسموں کاآپریشن کرناجائزہے اس لیے کہ تعلیم کی مصلحت حیوانات کے احساس درد سے بڑھی ہوئی ہے) ۔

اگر دواؤں پر تجربات کے لیے حیوانات کا استعمال نہ کیا جائے تو انسانی جانوں کاضیاع ہوگا اور یہ حیوانات کے ہلاک ہونے کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے ، لہٰذا حیوانات پر اس قسم کے تجربات جائزہوں گے ۔ فقہ کاقاعدہ ہے :

''إذا تعارض مفسد تان روعی أعظمھا ضررا بارتکاب أخفھما'' (الأشباہ والنظائر ٧٦/١ ، الفن الاوّل)۔

آپریشن کی وجہ سے حیوان کوہونے والی تکلیف انسانی جان کے ضیاع سے کم تر ہے ۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ بڑے ضرر کو ہلکے ضرر سے دفع کیاجائے گا) ۔

''الضرر الأشد یزال بالأخف'' (الأشباہ والنظائر ١/٧٥) ۔

(٨) نایاب نسل کے جانور اور قومی جانور کاشکار:

انسان، نباتات اور حیوانات سب ہمارے ماحول کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک خاص تناسب کے ساتھ پیدا فرمایاہے :

''سبح اسم ربک الأعلی الذی خلق فسویٰ '' (الأعلی : ١-٢) ۔

(اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیداکیا اور تناسب قائم کیا)۔

''وإن من شئ إلا عندنا خزائنہ وما ننزلہ إلا بقدر معلوم'' (الحجر: ٢١)۔

(کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں) ۔

اس عالم رنگ و بو میں ہر حیوان اپنی تمام رعنائیوں اور زیبائشوں کے باوصف قدرت الٰہیہ کاایک نمونہ اور مظہر ہے جس کے ذریعے انسان خلاق عالم تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرسکتاہے۔ ایک مقام پر قرآن کریم نے جانوروں میں ایک واضح تنوع بیان کیاہے :

''اللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علی بطنہ و منھم من یمشی علی رجلین ومنھم من یمشی علی أربع یخلق اللہ مایشاء ان اللہ علی کل شئ قدیر'' (النور : ٤٥) ۔

(اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا ۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ ان میں سے کچھ دوپیروں پر چلتے ہیں اور ان میں سے کچھ چار پیروں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتاہے پیداکرتاہے ۔ بے شک اللہ ہر چیز پرقادر ہے)۔

انسان کے بے جا تصرفات کے سبب بہت سے حیوانات ناپید ہو تے جارہے ہیں۔ حیوانات کی ہلاکت کا یہ سلسلہ جاری رہا تو بعید نہیں کہ ہماری آئندہ نسلیں بہت سے نایاب حیوانات کی صرف تصاویر پر ہی اکتفا کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ کائنات پندرہ بلین قدیم ہے جبکہ ہماری زمین کی پیدائش کو صرف ۶۴؍ بلین سال گزرے ہیں۔ انسانوں کی آمدسے پہلے جب کاروبار حیات کاآغاز ہواتھا توانجانی مخلوق یہاں بساکرتی تھی ۔اب تک کم وبیش ایک بلین کے لگ بھگ جانداروں کی نسلیں (Species)زمین پربستی رہی ہیں جن میں ۹۸فی صد ناپیدہوچکی ہیں۔ صنعتی ترقی نے ماحول کوابتر بنادیاہے۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ کائنات جس مخلوق کے لیے سجائی گئی ہے وہی اس کے دل ربا اور جاں فزاء ماحول کوتباہ وبرباد کررہی ہے۔ روزانہ ۴۰؍سے ۱۴۰؍اقسام کے جاندار ناپید ہورہے ہیں (مستفاد : سہ ماہی بحث و نظر،ص ۸۹ ، شمارہ نمبر : ۸۰ ۔ ۸۱) ۔

انسان اپنے ہاتھوں سے دوسرے حیوانات ونباتات کو جس طرح برباد کررہا ہے ۔اس کی قرآن مجید نے مذمت بیان فرمائی ہے :

‘‘وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد’’ (البقرہ : ۲۰۵)۔

(اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلا نے اورکھیتی اورنسل کی بربادی کی کوشش میں لگارہتا ہے اوراللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتاہے)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں :

‘‘فالمراد أن ذلک الفساد عظیم لا أعظم منہ لأن المراد منہا علی التفسیر الأوّل إہلاک النبات والحیوان وعلی التفسیر الثانی إہلاک الحیوان بأصلح وفرعہ وعلی الوجہین فلافساد أعظم منہ فإن قولہ ‘‘ویہلک الحرث والنسل من الألفاظ الفصیحۃ جدا للدلالۃ مع اختصارہا علی المبالغۃ الکثیرۃ’’ (تفسیر کبیر۳/۲۱۹)۔

(مراد اس بات کابیان کرنا ہے کہ یہ فساد و بگاڑ فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں؛ اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر کی بنیادپر نباتات و حیوانات کو نیست و نابود اورتباہ و برباد کرناہے اور دوسری تفسیر کی بنیاد پر حیوانات کو ان کی اصل و فرع سمیت ہلاک کردیناہے خواہ جو بھی تفسیر کی جائے بہرحال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، لہٰذا فرمان باری ‘‘یہلک الحرث والنسل ’’ بہت ہی فصیح الفاظ پر مشتمل ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتاہے)۔

اگر حکومت ایسے جانوروں کے شکار پرپابندی عائدکردے جن کا شکار ماحولیاتی توازن کے لیے مضر ہوتو عوام کے لیے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''یاٰیھاالذین آمنوا أطیعو اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' (النساء : ٥٩) ۔
(اے ایما ن والو! اطاعت کرو اللہ کی ، رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حکمراں ہوں)۔
علامہ شامیؒ تحریرفرماتے ہیں کہ غیر معصیت میں امام کی اطاعت واجب ہے :
''لأن طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ واجبۃ'' (شامی ٨/١١٧، زکریا)
ڈاکٹر یوسف القرضاوی رقم طراز ہیں :
''فولی الأمر من حقہ أن یقید بعض المباحات إذا کان فی ذلک مصلحۃ راجحۃ'' (فتاویٰ معاصرہ ١/٥٩٤)۔
(حاکم کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ بعض مباحات پر پابندی عائد کردے جبکہ اس میں کوئی راجح مصلحت کارفرماہو) ۔
جن جانوروں کو حکومت قومی جانور قراردے اگر ان کا شکار ماحولیات کے لیے نقصاندہ ہوتو ان کا شکار جائز نہیں ، اگر ماحولیات کے لیے ان کا شکار نقصان دہ نہ ہوتو شرعاً ان کا شکار جائز ہے اگرچہ حکومت اسے قومی جانور قرار دے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''یاٰیھاالنبی لم تحرم ماأحل اللہ لک''(التحریم : ١)۔
(اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال قراردیا ہے)۔
اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازیؒ لکھتے ہیں :
قولہ : لم تحرم استفھام بمعنی الإنکار والإنکار من اللہ تعالیٰ نھی وتحریم الحلال مکروہ والحلال لایحرم إلا بتحریم اللہ تعالیٰ'' (مفاتیح الغیب ٣ /٥٦٨)۔
(اللہ تعالیٰ کاارشاد: ''آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں ''؟ استفہام بمعنی انکارہے اور اللہ کی جانب سے انکار نہی کے حکم میں ہے ۔ حلال کو حرام قرار دینامکروہ ہے، اور حلال حرام نہیں ہوتا ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے سے) ۔
ایسا قومی جانور جس کاشکارماحولیات کے لیے مضر نہ ہو تو شرعاً اس کاشکار جائز توہے لیکن چونکہ اس کے شکار سے عزت و مال دونوں کاخطرہ ہوتاہے اس لیے قومی جانور کے شکار سے اجتناب کرناچاہئے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے :
''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ '' (البقرۃ : ١٩٥)۔
(اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔
''عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ ﷺ: لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ، قالوا: وکیف یذل نفسہ؟ قال: یتعرض من البلاء لمالا یطیق'' (سنن الترمذی ، أبواب الفتن، حدیث نمبر : ٢٣٥٤)۔
(حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺنے فرمایا:

مومن کو اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرناچاہئے ۔ صحابہؓ نے کہا وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرسکتاہے ؟ فرمایا: اپنے آپ کو ایسی مصیبت سے دوچار کردے جس کو سہنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا) ۔

(۹) برادران وطن کے نزدیک معبودو مقدس جانور کاذبیحہ :

برادران وطن کے نزدیک گائے معبود ومقدس جانور ہے لیکن شریعت اسلامی میں گائے حلال جانوروں میں سے ہے اور اس کاذبیحہ شرعاً جائز ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ‘‘ومن الإبل اثنین ومن البقراثنین ’’ (الأنعام : ۱۴۴)۔

(اونٹ میں سے دو قسم اور گائے میں دو قسم)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

‘‘وإذ قال موسیٰ لقومہ إن اللہ یأمرکم أن تذبحوا بقرۃ ’’ (البقرہ : ۶۷) ۔

(یاد کرو اس وقت کو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہابے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو) ۔

اللہ کے رسول ﷺ سے گائے کی قربانی بھی ثابت ہے؛ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ گائے سات آدمیوں کی جانب سے کافی ہے: ‘‘عن جابر رضی اللہ عنہ قال:نحر نا مع رسول اللہ ﷺ بالحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ ’’ (سنن الترمذی ، ابواب الأضاحی ، رقم : ۱۵۰۲) ۔

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ سفر کی حالت میں تھے اور عیدالاضحی آگئی تو ہم لوگوں نے ایک گائے میں شرکت کرلی) ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فحضر الأضحی فاشترکنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ ’’ (سنن الترمذی ، ابواب الأصناحی ، باب ماجاء فی الاشتراک فی الأضحیۃ ، رقم الحدیث : ۱۵۰۱)۔

گائے کاذبیحہ شرعاً مباح ہے لازم نہیں لیکن انفرادی طور سے مسلمانوں کاگائے کے ذبیحے سے احتراز کرنا اور اجتماعی طورسے اس سے رک جانا اور حکومتی پابندی کوتسلیم کرلینا درست نہیں؛ کیونکہ ذبیحہ کی حیثیت شعائر دین کی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کاارشاد ہے :

‘‘من صلی صلا تنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمہ اللہ ورسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ’’ (صحیح البخاری ، کتاب الصلوٰۃ ، باب فضل استقبال القبلۃ ، رقم : ۳۹۱)۔

(جس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ، ہمارے قبلے کا استقبال کیااور ہماراذبیحہ کھایاتو وہ مسلمان ہے جس کے لیے خدا اور رسول کاعہد ہے ۔ تم اللہ کے عہد کے معاملہ میں

زیادتی نہ کرو) ۔

اس حدیث میں مسلمانوں کے ذبیحہ کو کھانے کواسلام کی علامت قرا ر دی گئی ہے لہٰذا یہ بات جائزنہ ہوگی کہ برادران وطن کے یہاں معبود و مقدس جانور کے ذبیحہ پر پابندی کو تسلیم کرلیاجائے اس لیے کہ ان کے یہاں گا ؤ کشی حرام ہے ۔ مسلمانوں کابرادران وطن سے قریبی تعلق ہے ۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر اجتماعی طور سے اس کے ذبیحہ سے دستبرداری اختیار کرلی جائے اور اس پابندی کو تسلیم کرلیاجائے تو رفتہ رفتہ مسلمان بھی گاؤ کشی کو حرام سمجھنے لگیں جیساکہ مسلمانوں میں بہت سے اوہام و خرافات ہندوانہ رسم و رواج اوران کے خیالات کوقبول کرنے کانتیجہ ہے ۔

کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قراردینے کے طرز عمل کی قرآن مجید نے مذمت بیان فرمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

''من حرّم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ والطیبات من الرزق'' (الأعراف : ٣٢) ۔

(کس نے اللہ کی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لیے نکالی تھی اور اللہ کی پیدا کی ہوئی پاک رزق حرام کردی؟)۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

عن ابن زید قال: کان قوم یحرمون من الشاۃ لبنھا ولحمھا وسمنھا فأنزل اللہ:'' قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ والطیبات من الرزق'' .....وأخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن أبی حاتم عن قتادۃ فی قولہ (والطیبات من الرزق) قال: ھوما حرم أھل الجاھلیۃ علیھم فی أموالھم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحامی'' (الدر المنثور ٣/ ٤٤٦)۔

(ابن زیدؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے بکری کادودھ ، گوشت اور گھی اپنے اوپر حرام کرلیا تھاتو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ... عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن أبی حاتم نے قتادہ سے نقل کیاہے کہ اس آیت میں ان تمام اہل جاہلیت کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے دیوتاؤں اورفرضی خداؤں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانورکو اپنے اوپر حرام تصور کرتے تھے) ۔

کسی حلال چیزکو اپنے اوپر حرام کرلینا بھی ایک نادرست اور غیر اسلامی عمل ہے ، اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے :

''یٰأیھا النبیّ لم تحرم ماأحلّ اللہ لک تبتغی مرضاۃ أزواجک'' (التحریم : ١) ۔

(اے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنی بیوی کی رضا جوئی میں کیوں حرام کررہے ہو) ۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ثبت فی صحیح مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنھا أن النبی ﷺ کان یمکث عند زینب

بنت جحش فیشرب عندها عسلا قالت:فتواطأت أنا و حفصۃ أن أیتنا مادخل علیها رسول اللہ ﷺ فلتقل إنی أجد منک ریح مغافیر! أکلت مغافیر؟ فدخل علی إحداهما فقالت لہ ذلک فقال:بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن أعود لہ" (تفسیر قرطبی ج ۱۸ /۱۷۷)۔

(صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرکر شہدنوش فرمایا کرتے تھے، وہ کہتی ہیں: پھر میں نے اور حفصہ نے طے کرلیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہے کہ آپ کے منہ سے گوند کی بو آ رہی ہے، کیاآپ نے گوند تناول فرمایاہے ؟ چنانچہ جب رسول اللہﷺ دونوں میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے آپﷺ سے یہ بات کہی، تو آپ ﷺ نے فرمایا : نہیں بلکہ میں نے زینب کے یہاں شہد پیاہے اور آئندہ نہیں پیوں گا)۔

لہٰذا گائے پر ذبیحہ کی پابندی کو دل سے تسلیم کرلینا درست نہیں؛ البتہ موجودہ حالات میں گائے کے ذبیحے کے نتیجے مینفساد پھوٹ پڑنے کا شدید اندیشہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی جان و مال کاسخت نقصان ہوتاہے۔ قانونی شکنجہ میں پھنس جانے کابھی اندیشہ ہوتاہے لہٰذا عصر حاضرمیں ہندوستان میں گائے کے ذبیحے سے اجتناب کرنا چاہئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے اعمال سے منع فرمایاہے جن کے سبب انسان مصائب کا شکار ہوجائے :

''عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ : لا ینبغی للمؤمن أن یذلّ نفسہ ، قالوا:کیف یذلّ نفسہ؟ قال: یتعرض من البلاء مالا یطیق'' (سنن الترمذی، أبواب الفتن، رقم الحدیث: ۲۳۵۴)۔

(حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : مومن کواپنے آپ کو ذلیل نہیں کرناچاہئے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا : وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرسکتاہے ؟ فرمایا: وہ اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں مبتلاکردے جس کو سہنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا)۔

عصر حاضرمیں ہندوستان میں گائے کے ذبیحے کے نتیجے مینمسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو سخت خطرات سے دوچار ہوجاتی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اللہ کے رسولﷺ کاارشاد ہے :

''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ''(صحیح بخاری ، کتاب الایمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ، حدیث نمبر : ۱۰)۔

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں) ۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''المؤمن من أمّنہ الناس ' ' (رواہ الحاکم فی المستدرک ، عمدۃ القاری ۱/ ۱۳۱)۔

(مومن وہ ہے جس کے طرز عمل سے لوگ مامون ہوں)۔

(١٠) حکومت کاجنگلی جانوروں اور مہمان پرندوں کے شکارپر پابندی عائدکرنا:

ماحولیات کے تحفظ کی خاطر زمین پر مناسب مقدارمیں جنگلات اور جنگلی حیوانات کاپایاجانا ضروری ہے ۔ جنگلات سے فطرت کے توازن کو قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے اورانسان کو بیش بہا دولت حاصل ہوتی ہے لیکن انسان نے اپنے ذاتی فوائد کے حصول کے لیے بے دریغ جنگلات کاصفایاکیا اورجنگل کے حیوانات کو تاراج کیا جس کے سبب آج حالات انتہائی خراب ہو گئے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں :

''وصاحب ظہور الثورة الصناعية الكبرىٰ فى أوربة واكتشاف الكربون السام تدمير متواصل للبيئة فقطعت الغابات وأبيدت المراعى وقلعت الأشجار التى هى من أكبر عوامل تنقية الأجواء وتصفية الهوا ء وانتشرت مداخن المصانع التى ملأت الهواء بالسموم'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصرة ١٢/٧٨٧)۔

(یورپ میں عظیم صنعتی انقلاب کی آمد اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے ظہورسے ماحول کی مسلسل تباہی وبربادی ہورہی ہے چنانچہ جنگلات کاٹے گئے اور چراگاہیں برباد کی گئیں اور درخت اکھاڑڈالے گئے جوکہ فضا کوخالص بنانے اور ہوا کو صاف ستھری بنانے کے بڑے عوامل میں سے ہیں اور ہرطرف فیکٹریوں کی وہ چمنیاں پھیل گئیں جنہوں نے ہواکو زہر سے بھردیا)۔

ڈاکٹروھبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں کہ جنگلات اورجنگلی جانور قومی دولت ہیں اگر چہ جنگلات مباح ہیں لیکن مصلحت عام اورمفاد عام کے تحفظ کی خاطر حکومت جنگلات میں شکار وغیرہ پر پابندی عائدکرسکتی ہے :

''وأما الآجام فهى من الأموال المباحة إن كانت فى أرض غير مملوكة فلكل واحد حق الاستيلاء عليها وأخذ مايحتاجه منها وليس لأحد منع الناس منها وإذا استولى شخص على شئ منها وأحرزه صار ملكاله لكن للدولة تقييد المباح بمنع قطع الأشجار رعاية للمصلحة العامة وإبقاء على الثروة الشجرية المفيدة'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصرة ١٠ /٧٧)۔

(رہے گھنے درخت تو یہ مباح مالونمیں سے ہیں جبکہ وہ غیرمملوکہ زمین میں ہوں لہٰذاہرایک کو ان پر قبضہ کرنے اوران میں سے جس چیز کی حاجت ہواس کو لینے کاحق ہوگا ۔ کسی کو یہ حق نہ ہوگاکہ لوگوں کوان سے روکے۔ اگرکوئی شخص ان کے کسی حصے پر قبضہ کرلے اوراسے محفوظ کرلے تو وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی لیکن مصلحت عام کی رعایت اور مفید شجری دولت کی بقا کی خاطر حکومت کو درختوں کی کٹائی کو ممنوع قرار دے کر مباح کو مقید کرنے کا اختیار حاصل ہو گا) ۔

بین الأقوامی مجلس فقہ اسلامی نے اپنی تجویز میں ایسے تمام تصرفات کو حرام قراردیا ہے جن سے ماحولیاتی توازن خراب ہوتاہے اور جو مستقبل کی نسلوں کے مصالح

کے مغائر ہیں :

‘‘تحریم کافۃ الأفعال والتصرفات التی تحمل أیۃ إضرار بالبیئۃ أو إساءۃ إلیھا مثل الأفعال والتصرفات التی تؤدی إلی اختلال التوازن البیئی أو تستھدف الموارد أو تستخدمھا استخداما جائرا لایراعی مصالح الأجیال المستقبلیۃ عملا بالقواعد الشرعیۃ الخاصۃ بضرورۃ إزالۃ الضرر’’ (الموسوعۃ الفقھیۃ والقضایا المعاصرۃ ۹/ ۸۶۷)۔

(ان تمام افعال اور تصرفات کو حرام قرار دیاجائے جوماحول کو کسی بھی طرح نقصان پہنچاتے ہوں یاخراب کرتے ہوں مثلاً وہ افعال اور تصرفات جو ماحولیاتی توازن کے بگاڑ تک پہنچاتے ہوں یاجو وسائل کو نشانہ بنا تے ہیں یاان کا ایسا ظالمانہ استعمال کرتے ہیں جس میں مستقبل کے نسلوں کے مفاد کی رعایت نہیں کی جاتی ،شریعت کے ان قواعد پر عمل کرتے ہوئے جوازالۂ ضرر کے ضروری ہونے کے ساتھ مخصوص ہیں) ۔

لہٰذاحکومت کا جنگلوں میں شکار پرپابندی عائدکرنا شرعاً جائز ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں؛ کیونکہ جو شخص کسی مملکت مینسکونت اختیارکرتا ہے تو وہ قولاً وفعلاً اس بات کا التزام کرتاہے کہ وہ اس کے قوانین پر عمل پیراہوگا ۔ علامہ تقی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں :

‘‘ کل من یسکن دولۃ فانہ یلتزم قولا أوفعلا بأنہ یتبع قوانینھا و حینئذ یجب علیہ اتباع أحکامھا ’’ (بحوث فی القضایا الفقھیۃ المعاصرۃ، ص ۶۱)۔

اس سلسلے میں فقہ اکیڈمی جدہ کے سمینار منعقدہ : ۱۔ ۷ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ برونائی کافیصلہ درج ذیل ہے :

‘‘إن التزامات بتلک الأنظمۃ التی لا تخالف أحکام الشریعۃ الإسلامیۃ واجب شرعا لأنہ من طاعۃ ولی الأمر فیما ینظمہ من إجراء ات بناء علی دلیل المصالح المرسلۃ ’’ (قرارات وتوصیات لمجمع الفقہ الاسلامی جدہ ، للدورات : ۱۔۱۰ ، ص ۱۶۳) ۔

(وہ انتظامی امور جو شریعت اسلامی کے مخالف نہیں ہیں شرعی نقطۂ نظر سے ان کی پابندی ضروری ہے؛ کیونکہ یہ امیر کی ان احکامات میں فرماں برداری ہے جو مصالح مرسلہ کی بنیاد پر وہ نافذ کرتاہے)۔

اگر حکومت ماحولیاتی توازن درست کرنے کے مقصد سے مہمان پرندوں کے شکار پرپابندی عائد کرتی ہے تو مہمان پرندوں کاشکار جائز نہیں ۔ اسی طرح اگر یہ پرندہ نایاب و کم یاب نسل سے تعلق رکھتاہو تو بھی اس کاشکار درست نہیں؛ البتہ اگر یہ مقصد نہ ہو تو اس پرندے کا شکار جائز ہے؛ البتہ حکومتی قوانین کی خلاف ورزی ہونے کے سبب مال و عزت کاخطرہ ہے اس لئے اس سے اجتناب کرنامناسب ہے۔

(۱۱) وبائی متعدی امراض سے تحفظ کی خاطرجانوروں کو مارنا :

وبائی متعدی امراض بہت خطرناک ہوتے ہیں،اگر ان کا تدارک نہ کیاجائے تو انسان

بھی اس سے متاثر ہوسکتے ہیں، لہٰذاا نسانوں کو ان کے اثرات سے بچانے کی خاطر جانوروں اورمرغیوں کو مارناجائز ہے ۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''وقتل الموذی منها ومن الدواب جائز'' (شامی ۹/۵۷۵ زکریا)۔

(موذی پرندوں اور جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے)۔

''وأفتی الناصحی بوجوب قتل کل مؤذ''(شامی ۶/۱۱۰)۔

(علامہ ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے کافتویٰ دیاہے)۔

اللہ تعالیٰ نے ہرکام میں بہتر طریقہ اختیار کرنے کاحکم دیاہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

''إن الله یأمرکم بالعدل والإحسان '' (النحل : ۹۰)۔

(اللہ تعالیٰ تم کو عدل و احسان کاحکم دیتاہے)۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

قال علماء نا:الإحسان مصدر أحسن یحسن إحسانا ویقال علی معنیین : أحدهما متعد بفنسه کقولک أحسنت کذا أی حسنته وکلمته وهو منقول بالهمزة من حسن الشیئ و ثانیهما متعد بحرف جرّ کقولک : أحسنت إلی فلان أی أوصلت إلیه ماینتفع به قلت:وهو فی هٰذه الآیة مراد بالمعنیین معا فإنه تعالیٰ یحب من خلقه إحسان بعضهم إلی بعض حتی أن الطائر فی سجنک والسنور فی دارک لا ینبغی أن تقصر تعده بإحسانک'' (تفسیر القرطبی ۱۰/۱۶۶، سورة النحل : ۹۰)۔

(ہمارے علماء فرماتے ہیں : احسان أحسن یحسن احسانا سے مصدر ہے، اسے دو معانی پر بولاجاتاہے : ایک یہ کہ وہ خود ہی متعدی ہوتا ہے جیساکہ تمہارا قول : میں نے فلاں سے بھلائی کی یعنی اس سے اچھاسلوک کیا اور اس سے بات چیت کی، یہ حسن الشئی سے ہمزہ کے ساتھ منقول ہے ۔ دوسرے معنی میں یہ حرف جر سے متعدی ہوتاہے جیساکہ تمہارا قول : میں نے فلاں کے ساتھ بھلائی کی یعنی میں نے اس کو ایسی چیز فراہم کی جس سے وہ فائدہ اٹھاتاہے۔ میں کہتاہوں: اس آیت میں اس لفظ سے ایک ساتھ دونوں مراد ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلو ق میں اس بات کو پسند کرتاہے کہ ان میں سے بعض بعض سے حسن سلوک کرے؛ یہاں تک کہ تمہاری قید میں موجود پرندہ اور تمہارے گھر میں موجود بلی کی دیکھ بھال میں تمہارے احسان کے سبب کوئی کوتاہی نہیں ہوناچاہئے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن الله کتب الإحسان علی کل شیئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة ولیحدّ أحدکم شفرته ولیرح ذبیحته'' (سنن ترمذی، کتاب الدیات ، باب ماجاء فی النهی عن المثلة، رقم : ۱۴۰۹)۔

(اللہ تعالیٰ نے ہر چیزمیں بہتر طریقہ اختیارکرنے کا حکم دیاہے، لہٰذاجب تم کسی چیز کو (جو واجب القتل ہو)قتل کرو تو بہترطریقہ طورپر قتل کرو اور جب ذبح کروتو بہتر طور پر ذبح کرو۔ ذبح کرنے والے کو چاہئے کہ اپنی چھری کوتیز کرلے اور ذبیحہ کو

راحت پہنچائے) ۔

شریعت نے ذبح کابہترطریقہ یہ متعین کیاہے کہ کسی دھار دار چیزسے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے لہٰذاوبائی متعدی امراض کی صورت میں مرغیونکو ذبح کرنا ہی جائزہوگا۔ فقہاء کرام نے تکلیف پہنچانے والی بلی کے بارے میں حکم دیا ہے کہ اسے چھری سے ذبح کردیاجائے، کوئی اور طریقہ اختیار نہیں کیا جائے :

''الهرّة إذاكانت مؤذية لا تضرب ولا تعرّک أذ نهابل تذبح بسكين حاد'' (الفتاویٰ الهنديہ ۵/۳۶۱)۔

مرغیوں کوزندہ دفن کرنایا ان پرایسڈ ڈالناجائز نہیں؛ کیونکہ حیوان کو بلافائدہ تکلیف پہنچانا شرعاً درست نہیں ۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''ویكره كل تعذيب بلافائدة ہٰذا هوالأصل الجامع فی افادة معنی الكراهة'' (شامی ۹/۴۲۷)۔

(بلافائدہ ہرطرح کی تکلیف مکروہ ہے ۔ کراہیت کے معنی کی دلالت میں یہ ایک جامع اصول ہے)۔

ایسڈ ڈال کر قتل کرنے سے مرغیاں جل جاتی ہیں اور حدیث مینکسی مخلوق کو جلاکرعذاب دینے سے منع کیاگیا ہے :

''إنہ لاینبغی أن يعذب بالنار إلا رب النار'' (سنن أبی داؤد كتاب الجهاد، باب فی كراهية حرق العدوفی النار، رقم : ۲۶۷۵)۔

(آگ کاعذاب آگ کے مالک ہی کو زیب دیتاہے)۔

فقہاء کرام نے ٹڈی، کھٹمل ، سانپ و بچھو کو جلاکر قتل کرنے کو مکروہ تحریمی قراردیاہے۔

''ویكره إحراق جراد وقمل وعقرب أی يكره تحريما ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحية'' (الدرالمختار وردالمحتار ۱۰ /۴۸۲)۔

متعدی وبائی امراض کی صورت میں مرغیوں کو مارنے کے لیے ایسے سریع الأثر زہرکے انجکشن کابھی استعمال کیا جاسکتاہے جس کے لگاتے ہی فوراً مرغیاں ہلاک ہو جائیں؛ کیونکہ اس میں بھی مرغیوں کو تکلیف کم ہوگی۔

(۱۲) وہ مصالح جن کے لیے حیوان کاشکار جائزہے :

عموماً حیوانات کا شکار ان کے گوشت، جلد، بال وپروں کے حصول کیلئے کیاجاتاہے۔ ان مصالح کی خاطرحیوانات کا شکار جائز ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''وحلّ اصطياد مايؤكل لحمہ وما لايؤكل لحمہ لمنفعة جلده أو شعره أو ريشہ أو لدفع شره وكل مشروع لإطلاق النص'' (الدرالمختار علی ردالمحتار ۶/۴۷۴ ، بیروت)۔

(ماکول اللحم کاشکار حلال ہے اور غیر ماکول اللحم کاشکار اس کی کھال ،بال، پریااس کے شر سے حفاظت کی خاطر حلال ہے اور ہر ایک مقصد نص کے مطلق ہونے کے وجہ سے شرعاً جائز ہے)۔

غیر ماکول اللحم جانور کو ذبح کرنے سے اس کاگوشت اور چمڑا پاک ہوجاتاہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائزہے ۔ شیر ، چیتا ، تیندوا جیسے جنگلی حیوانات کاگوشت مرہم وغیرہ بنانے میں استعمال کیاجاتاہے، ان کے ذبیحہ کے بعدا ن کاگوشت پاک ہوجاتاہے اوران سے ایسی دوائیں تیار کی جاسکتی ہیں جن کا خارجی طور سے استعمال کیاجاتاہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

''ویجوز بیع لحوم السباع والحمر المذبوحۃ فی الروایۃ الصحیحۃ وأما جلود السباع والحمر والبغال فما کانت مذبوحۃ أو مدبوغۃ جاز بیعھا وما لا فلا وھٰذا بناء علی أن الجلود کلھا تطھر بالذکاۃ أو بالدباغ إلاجلد الانسان والخنزیر '' (فتاویٰ عالمگیری ۳/۱۱۵)۔

(درندوں کے گوشت کی بیع جائزہے اور صحیح روایت کے مطابق مذبوحہ گدھوں کے گوشت کی بیع بھی جائزہے، اور رہے درندوں، گدھوں اورخچروں کے چمڑے تو ان میں جومذبوح یادباغت شدہ ہوں تو ان کی بیع جائزہے اور جو ایسے نہ ہوں تو ان کی بیع درست نہیں، او ریہ اس اصول پر مبنی ہے کہ تمام چمڑے ذبح یا دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں سوائے انسان اور خنزیر کے چمڑے کے)۔

غیر ماکول اللحم جانور کے گوشت کو دواؤں میں استعمال کرنے اور جلد کا مصلی بنانے کے لیے بھی ان کاشکار کیاجاتاہے :

''وبہ أی بالصید یطھر لحم غیر نجس العین لأنہ ذ کاۃ حکما حتی تجوز صلاۃ حاملہ ولا ینجس طاھرا وإن لم یؤکل ویطھر جلدہ أیضاً حتی تجوز الصلوٰۃ بہ وعلیہ '' (دررالحکام شرح غرر الأحکام ۱/۲۷۶)۔

(شکار کے ذریعے غیر نجس العین کا گوشت پاک ہوجاتاہے اس لئے کہ یہ حکماً ذبح ہی ہے، یہاں تک کہ اس کو اٹھائے ہوئے شخص کی نماز درست ہے، اور یہ پاک شخص کو ناپاک نہیں کرے گا اگرچہ اسے کھایانہیں جائے گا، اس کا چمڑا بھی پاک ہوجائے گا یہاں تک کہ اس کے ساتھ اور اس کے اوپر نماز درست ہوگی) ۔

مختلف قسم کے سانپوں کازہر تریاق بنانے میں استعمال ہوتاہے لہٰذا سانپ کا شکار اور ان کی بیع بھی جائزہے :

''یجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بھا فی الأدویۃ وإن کان لاینتفع بھا لایجوز والصحیح أنہ یجوز بیع کل شیئی ینتفع بہ ''(عالمگیری ۳/۱۱۴)۔

(سانپوں کی بیع جائزہے جبکہ دواؤں میں ان سے فائدہ اٹھایاجاتا ہو، اور اگر ان سے نفع نہ اٹھایاہو تو ان کی بیع جائزنہیں، اور صحیح یہ ہے کہ ہر اس چیز کی بیع جائزہے

جس سے نفع اٹھایاجاسکتاہو)۔

ہاتھی کاشکار ہاتھی دانت اور ہرن وبارہ سنگھا کاشکار ا ن کی سینگوں کے لیے کیا جاسکتاہے، چنانچہ فقہاء کرام نے شکار کے بعد ان حیوانات کی بیع کو جائزقرار دیا ہے:

''وبیع الفیل جائز ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر'' (عالمگیری ۳/۱۱۴)۔

(ہاتھی کی بیع جائزہے اورخنزیر کے علاوہ تمام حیوانات کی بیع جائزہے)۔

جنگلی جانور اگر مردہ حالت میں حاصل ہوں تو بھی ہاتھی دانت اور ان کی سینگوں سے استفادہ کو فقہاء نے جائز قرار دیاہے ۔

''وأما شعر المیتۃ وعظمھا وصوفھا وقرنھا فلا بأس بالانتفاع بھا وبیع کل ذلک جائز'' (عالمگیری ۳/۱۱۵)۔

(رہے مردہ جانور کے بال ، اس کی ہڈیاں ، اون اور اس کی سینگیں تو ان سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان سب کی بیع جائز ہے)۔

''لابأس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات'' (عالمگیری ۳/۱۱۵)۔

(ہاتھی وغیرہ مردار کی ہڈیوں کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں)۔

صدف کاشکار موتیوں کے لیے اور بعض بحری حیوانات کاشکار ان کی ہڈیوں اور دانتوں کے لیے کیاجاتاہے ۔ علامہ رازیؒ رقم طراز ہیں :

''الاصطیاد قد یکون للأکل وقد یکون لغیر ہ مثل اصطیاد الصدف لأجل اللؤلؤ واصطیاد بعض الحیوانات البحریۃ لأجل عظامھا وأسنانھا '' (مفاتیح الغیب ۱۲ /۴۳۸)۔

(شکارکرنا کبھی کھانے کے لیے ہوتاہے اور بسااوقات دوسرے مقصد کی خاطر ہوتاہے مثلاً موتی کی خاطر صد ف کاشکار کرنا اور بعض بحری حیوانات کاشکار ان کی ہڈیوں اور دانتوں کی خاطر) ۔

مشک کے حصول کیلئے مخصوص قسم کے ہرن کا شکار کیاجاتاہے ہرن کی ناف میں خون کے انجماد سے مشک تیار ہوتاہے ۔ فقہاء کرام نے اس کوپاک قرار دیاہے ۔ خوشبو کے طورپر ا س کااستعمال ہوتاہے نیزادویات میں بھی اس کا استعمال کیاجاتاہے :

''والمسک طاھر حلال فیؤکل بکل حال وکذا نافجتہ طاھرۃ مطلقا علی الأصح ..... لاستحالتہ إلی الطیبیۃ'' (الدرالمختار علی رد المحتار۱/۲۰۹)۔

(مشک طاہر ہے حلال ہے لہٰذابہرحال اسے کھایاجاسکتاہے، اسی طرح مطلق طورپر صحیح قول کے مطابق اس کانافہ بھی پاک ہے اس لیے کہ اس کااستحالہ خوشبو کی صورت میں ہوجاتاہے)۔

(۱۳) انسانوں کے لیے مضر جانوروں کو کب قتل کرناجائزہے ؟

اللہ تعالیٰ نے ہماری زمین کو مختلف انواع واقسام کے حیوانات سے مزین فرمایا ہے: باری تعالیٰ نے ان سب کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدافرمایا ہے ۔ علامہ رازیؒ رقم

طراز ہیں :

''اعلم أنہ تعالیٰ لماذکر أوّلا أحوال الحیوانات التی ینتفع الانسا ن بھا انتفاعا ضروریا وثانیا أحوال الحیوانات التی ینتفع الانسان بھاانتفاعا غیر ضروری بقی القسم الثالث من الحیوانات وھی الأشیاء التی لاینتفع الإنسان بھا فی الغالب فذکرھا علی سبیل الإجمال فقال: ویخلق مالا تعلمون وذلک لأن أنواعھا وأصنافھا وأقسامھا کثیرۃ خارجۃ عن الحد والإحصاء ولوخاض الإنسان فی شرح عجائب أحوالھا لکان المذکور بعد کتبۃ المجلدات الکثیرۃ کالفطرۃ فی البحرفکان أحسن الأحوال ذکرھا علی سبیل الاجمال '' (مفاتیح الغیب ١٩/١٧٨)۔

(جان لوکہ اللہ تعالیٰ نے جب اوّلا ان حیوانات کاذکرکیا جن سے انسان ضروری طورسے فائدہ اٹھاتاہے، دوسرے نمبر پر ان حیوانات کاذکرکیا جن سے انسان غیر ضروری طور سے فائدہ اٹھا تاہے تو حیوانات کی تیسری قسم باقی رہ گئی ۔ یہ وہ حیوانات ہیں جن سے عموماً انسان فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ان کاذ کر اللہ تعالیٰ نے اجمالاً کیا اور فرمایا: ''اوروہ ان حیوانات کو پیداکرتاہے جن کو تم نہیں جانتے '' اس لیے کہ حیوانات کی انواع، اصناف او ر اقسام بہت زیادہ ہیں بے شمار ہیں، اگر انسان ان کے عجیب حالات کی شرح میں مشغول ہو جائے تو بہت ساری جلدیں تحریر کرنے کے بعد بھی اس کا معاملہ سمند ر کے مقابلے میں قطرے کے مانند ہوگا لہٰذا ان کااجمالاً ذکرہی سب سے اچھاحال ہے)۔

ماحولیاتی توازن کی برقراری میں تمام حیوانات کی ایک زنجیر ہوتی ہے ، اگرا س کی ایک کڑی بھی ٹوٹ جائے تو ماحولیات کا پورانظام متاثر ہو تا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نظام فطرت کو درہم برہم کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے ۔ ایسے لوگ شیطان کے پیرواو ر ابلیس کے چیلے ہیں؛ کیونکہ سب سے پہلے شیطان ہی نے نظام فطرت میں تبدیلی لانے کی کوششوں کا اعلان کیا تھا (النساء : ١١٧ ۔ ١١٩)۔

تمام حیوانات کااس روئے زمین پر بقاء و قیام ضروری ہے، اسی لیے مفسرین نے محرم کے لیے ان ہی حیوانات کو قتل کرناجائز قرار دیا ہے جو ابتداء حملہ آور ہوں اورجو حیوانات حملہ آور نہ ہوں ان کاقتل جائزنہیں ۔ علامہ جصاص رازی رقم طراز ہیں :

''ذکر القعنبی عن مالک قال:''الکلب العقور الذی أمر المحرم بقتلہ ماقتل الناس وعدا علیھم مثل الأسد والنمر والذئب وھوالکلب العقور وأما ما کان من السباع لا یعدو مثل الضبع والثعلب والھرۃ ومأأشبھھن من السباع فلایقتلھن المحرم فان قتل منھن شیئا فداہ ..... وقد دل علی أن کل ماعدا علی المحرم وابتدأہ بالأذی فجائزلہ قتلہ من غیر فدیۃ لأن فحوی ذکرالکلب العقور یدل علیہ'' (احکام القرآن ٢/٥٨٦، بیروت)۔

(علامہ قعنبی نے امام مالک سے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں : کاٹنے والاکتا جس کے بارے میں محرم کو اسے قتل کرنے کا حکم دیاگیاہے وہ ہے جو لوگوں کو قتل کرے اور ان پر حملہ آور ہو، جیسے شیر، بھیڑیا اور یہی کاٹنے والے کتے ہیں۔ رہے وہ حیوانات

جو حملہ آور نہیں ہوتے مثلاً بجو ، لومڑی ، بلی اور ان جیسے درندے تو محرم ان کو قتل نہیں کرے گا، اور اگر ا ن میں سے کسی کا قتل کرے گا تو فدیہ دینا ہوگا ..... یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ جانور جو محرم پر حملہ آور ہو اور ابتداء اسے تکلیف دے تو اس کے لیے اسے بغیر فدیہ کے قتل کرنا جائز ہے ۔اس لئے کہ آپ ﷺ کاکاٹنے والے کتے کا خصوصی طور پر ذکر کرنا اس پردلالت کرتاہے)۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺنے فرمایاکہ محرم حملہ کرنے والے درندوں کو مارسکتاہے: ''عن أبی سعید الخدری قال یقتل المحرم السبع العادی'' (سنن ترمذی، رقم: ٨٣٨)۔

(ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ محرم حملہ آور درندے کو قتل کرے گا)۔

اللہ کے رسول ﷺنے کسی جاندارکو اس کی جانب سے ایذا رسانی کے بغیر اسے قتل کرنا ناجائز قرار دیاہے :

''نھی رسول اللہ ﷺ عن قتل کل ذی روح الا أن یؤذی '' (المعجم الکبیر للطبرانی، بیروت، رقم الحدیث: ٢٦٣٩ ١)۔

(اللہ کے رسول ﷺ نے ہرجاندار کے قتل سے منع فرمایاہے مگرجبکہ وہ تکلیف پہنچائے)۔

فقہاء کرام کے نزدیک حملہ آور جانور سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اسے قتل کرنا اس وقت جائز ہوگا جبکہ عملاً اس کی جانب سے حملہ ہوچکا ہو ۔ حملے کی دھمکی کی صورت میں یاآئندہ حملے کااندیشہ ہونے کی صورت میں جانور کو قتل کرناجائز نہ ہوگا، چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں :

''أن یکون الاعتداء حالا أی واقعا بالفعل لا مؤجلا ولا مھددا بہ فقط'' (الموسوعۃ الفقھیۃ والقضایا المعاصرۃ ٥/٦١٦)۔

البتہ سانپ وغیرہ ایسے جانور اس حکم سے مستثنیٰ ہونگے جن کی فطرت میں ہی ایذاء رسانی پائی جاتی ہے۔

فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ کسی جاندار کو اس کی جانب سے ایذاء رسانی کے بغیر قتل کرنا مکروہ ہے ۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر چیونٹی ابتداءً تکلیف پہنچائے تو اسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، ورنہ اس کا قتل مکروہ ہوگا۔

''المختار أن النملۃ اذا ابتدأت بالأذی لابأس بقتلھا وإلا یکرہ'' (الفتاویٰ البزازیہ ٦/٣٧٠)۔

کاٹنے والے کتے کو قتل کرنا جائزہے، اسی طرح اگر بلی تکلیف پہنچاتی ہو تو اسے بھی قتل کرناجائزہے ۔

''وجاز قتل مایضر منھا ککلب عقور وھرّۃ تضر'' (شامی زکریا ٣/٦٠٨، کتاب الحج)۔

۱۴۔ حیوانات کے ساتھ حسن سلوک۔ قرآن، حدیث اور فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں:

جانور اور پرندہ کا دانہ کھانا صدقہ :

اللہ کے رسول ﷺ نے کاشت کاری اور شجرکاری کی ترغیب دی ہے ۔ اور اس کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت یاکھیتی لگاتا ہے اور اس سے پرندے ، انسان یاجانور کھالیتے ہیں یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

''مامن مسلم یغرس غرسا أویزرع زرعا فیأکل منہ طیرأو انسا ن أو بھیمۃ إلا کان لہ صدقۃ ''(صحیح البخاری ، کتاب المزارعۃ ، باب فصل الزرع والغرس رقم :۲۳۲۰)

حیوانات کے ساتھ بہتر سلوک :

اللہ کے رسول ﷺ نے بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کاارشاد ہے :

''اتقو االلہ فی البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ وکلو ھا صالحۃ '' (سنن أبی داؤد ، کتاب الجھاد ، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب و البھائم ، رقم الحدیث: ۲۵۴۸)۔

(بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر بھلے طریقے سے سواری کرو اور بھلے طریقے سے انہیں کھاؤ)۔

شریعت اسلامی نے اونٹ میں نحر اور بیل وغیرہ میں ذبح کو سنت قرار دیا ہے ۔ نحر میں اونٹ کے سینے کے پاس جمعہ شدہ رگوں کو کاٹ دیاجاتا ہے جس سے ا س کی جان بہت آسانی سے نکل جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے :

''فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف '' (الحج : ۲۶) ۔

(ان پر اللہ کانام لواس حال میں کہ وہ کھڑے ہوں) ۔

اللہ کے رسول ﷺ بھی اونٹ کونحرکرتے تھے اور آپ ﷺ کے اصحاب کابھی یہی معمول تھا :

''عن عبدالرحمان بن سابط أن النبی ﷺ وأصحابہ کانوا ینحرون البدنۃ معقولۃ الیسریٰ قائمۃ علی مابقی من قوائمھا '' (سنن أبی داؤد ، باب کیف تنحر البدن ، رقم : ۱۷۶۷)۔

(عبدالرحمان بن سابط سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اورآپ کے اصحاب اونٹ کو نحر فرماتے تھے اس حال میں کہ بایاں پیر بندھاہوا ہوتا تھا اوروہ اپنے بقیہ پیروں پرکھڑا ہوتاتھا)۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے : ''السنۃ فی الإبل النحر وفی غیر ھا الذبح'' (الفتاویٰ الھندیہ ۵/۲۸۵)۔

شریعت نے جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کی جلد نکالنے یااسے کاٹنے سے منع فرمایا ہے ۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے :

‘‘فإذا وجبت جنوبها فكلوا منها وأطعموا القانع والمعتر’’ (الحج : ٢٦)۔

(پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو ان میں سے کھاؤ اورقانع اورسوال کرنے والوں کوبھی کھلاؤ) ۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں :

‘‘وكره كل تعذيب بلافائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد’’ (الدرالمختار على ردالمحتار ٩/٤٢٧)۔

(بغیر فائدہ کے ہرطرح کی تکلیف مکروہ ہے۔ مثلاً جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل سرکاٹنا اور کھال اُتارنا) ۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ذبح سے قبل جانور کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت فرمائی ہے ۔ چھری کوپہلے ہی سے تیزکرنے کا حکم دیاہے :

‘‘عن ابن عباسؓ أن رجلا أضجع شاة يريد أن يذبحها وهويحد شفرته فقال له النبى ﷺ أتريد أن تميتها موتان، هلا حددت شفرتك قبل أن تضجعها ’’ (مستدرک حاکم ٧/١٥٢ ، رقم : ٧٥٦٣٠)۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ذبح کرنے کے لیے بکری کو لٹایا در آنحالیکہ وہ اپنی چھری تیز کررہاتھا تونبی ﷺ نے اس سے کہا کیاتو چاہتا ہے کہ اسے دومرتبہ موت دے ؟تونے اس کو لٹانے سے پہلے ہی اپنی چھری تیز کیوں نہ کرلی؟) ۔

فقہاء کرام نے بھی جانورکولٹانے سے قبل چھری تیزکرنے کومستحب قراردیاہے اورجانور کو مذبح خانے تک کھینچتے ہوئے لے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے :

‘‘وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده كالجرِّ برجلها إلى المذبح ’’ (الدر المختار على الشامى ٩/٤٢٧، زكريا)۔

(لٹانے سے پہلے اپنی چھری تیزکرنا مستحب ہے او ر لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے جیسا کہ جانور کو پیروں کے بل کھینچتے ہوئے مذبح خانے تک لے جانا مکروہ ہے)۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ زندہ اونٹ کی کوہان کاٹ کرکھاتے تھے۔ آپ ﷺنے اس سے منع فرمایا اورکٹے ہوئے حصہ کو مردار گوشت کے قبیل سے قرار دیا : ‘‘ ما أبين من البهيمة وهى حية فهى ميتة ’’ (سنن ترمذی ، باب ماقطع من الحی فهو میت، رقم : ١٤٨٠)۔

(زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیاجائے وہ مردار ہے)۔

جانور سے فطرت کے مطابق کام لیاجائے :

جوکام جانور کی صلاحیت اورمزاج سے ہم آہنگ نہ ہوں ان سے ایسے کام لیناغیر

مناسب ہے ۔ جیسے گھوڑے سے ہل چلوانا اور بکرے یاگائے سے سواری یا با ربرداری کاکام لینا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے :

''عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال:بينما رجل راكب على بقرة التفتت إليه فقالت:لم أخلق لهٰذا، خلقت للحراثة'' (صحيح البخاری ،المزارعة باب استعمال البقر للحراثة رقم : ٢٣٢٤)۔

(حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص گائے پر سوار تھا۔ گائے نے اس کی طرف رخ کرکے کہا: میں اس لیے پیدانہیں کی گئی ۔ مجھے کھیتی کے لیے پیداکیاگیا ہے)۔

جانور پرزیادہ افراد سواری نہ کریں :

اللہ کے رسول ﷺ نے ازراہ شفقت ایک جانور پر تین آدمیوں کے سوار ہونے سے منع فرمایاہے :

''نهى أن يركب ثلاثة على دابة '' (المعجم الأوسط ، حديث نمبر : ٧٥١٢)۔

جانور کوبھوکا رکھنا:

جانوروں کو بھوکارکھنا جائزنہیں چناچہ اللہ کے رسول ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کے باغ میں گئے ۔ اس مینایک اونٹ تھا۔ آپﷺ کو دیکھ کر وہ سسکنے لگا ۔ اس کی آنکھوں میں آنسوبھر گئے۔ آپ ﷺ اس اونٹ کے پاس گئے۔ اس کی کوہان اور گردن سہلائی تو ا ونٹ نے سسکنا بندکردیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: اس اونٹ کامالک کون ہے؟ ایک نوجوان انصاری نے آکر عرض کیا : یہ میرا اونٹ ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیاتم اس جانور کے بارے میں اللہ سے ڈرتے نہیں ہو جس نے تم کو اس کامالک بنایاہے ؟ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کررہاہے کہ تم اسے بھوکارکھتے ہو اور اس کو مسلسل خوب تیز ہانکتے ہو۔

قال: فدخل حائطا لرجل الأنصار فاذا جمل فلما رأى النبی ﷺ حن وذرفت عيناه فأتاه النبی ﷺ فمسح ذفراه فسكت، فقال: من رب هٰذا الجمل ؟ لمن هٰذا الجمل ؟ فجاء فتى من الأنصار فقال:لی يارسول الله، فقال: أفلا تتقى الله فى هٰذه البهيمة التى ملّككك الله إياها ؟ فانه شكا إلیّ أنک تجيعه وتدئبه؟ (سنن أبی داؤد ، باب مايؤمر من القيام على الدواب والبهائم، رقم: ٢٥٤٩)۔

فقہاء کرام نے بھی جانوروں کا نفقہ مالک پرواجب قرار دیا ہے، لہذا اگر مالک جانور کو غذا مہیانہ کرے تو اسے جانور کو فروخت کرنے پرمجبور کیا جائے گا ، درمختار میں ہے :

''ويؤمر إما بالبيع وإما بالانفاق على بهائمه ديانة لاقضاء على ظاهر المذهب للنهى عن تعذيب الحيوان وإضاعة المال وعن الثانی يجبر ورجحه الطحاوی والكمال وبه قالت الأئمة

الثلاثۃ'' (الدر المختار علی الشامی ۳/ ۶۳۸، بیروت)۔

حشرات الأرض کی رعایت :

اللہ کے رسول ﷺ نے جانوروں کے ساتھ حشرت الارض کابھی خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے ۔ دن میں جن راستوں پر چل کر انسان اپنی ضروریات پوری کرتاہے انہی راستوں پررات میں جانو ر حشرات الارض اپنی روزی تلاش کرتے ہیں چنانچہ بڑے راستوں پر نماز پڑھنے سے بھی آپ ﷺنے منع فرمایا ہے :

''لا تصلوا علی جواد الطریق ولا تنزلوھا فانھا مأوی الحیات السباع '' (مجمع الزوائد ۳/۲۱۳)۔

پرندوں پر رحم کاحکم اور چیونٹیوں کو تکلیف دینے کی ممانعت :

اللہ کے رسول ﷺ نے پرندوں کے بچے پکڑکر بچے اور ان کی ماں کوستانے سے منع فرمایاہے نیز چیونٹیوں کو جلانے سے بھی منع فرمایا ہے:'' کنامع رسول اللہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حمرۃ معھا فرخان فأخذنا فرخیھا فجاء ت الحمرۃ فجعلت تعرش فجاء النبی ﷺ فقال: من فجع ھٰذہ بولدھا ؟ ردوا ولدھا إلیھا، ورأی قریۃ نمل قدحرقنا فقال: من حرق ھٰذہ ؟ قلنا: نحن: قال: إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار '' (سنن ابی داؤد ، کتاب الأدب ، باب فی قتل الذر ۲/۷۱۴)۔

(عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، آپ ﷺ کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے ۔ ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھاجس کے دو چوزے تھے ۔ ہم نے دونوں چوزوں کوپکڑلیا توان کی ماں پر مارنے لگی۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا : کس نے اس پرندہ کو اس کے بچے چھین کرستایا ہے؟ اس کو اس کے بچے لوٹادو۔ آپ ﷺنے چیونٹیوں کا ایک غول دیکھا جس کو ہم نے جلادیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کس نے ان کو جلایا ہے ؟ ہم نے جواب دیا : ہم نے جلایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے مالک کے سوا کسی دوسرے کوآگ کا عذاب دینا مناسب نہیں ہے ''۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ پسو اور بچھو کو آگ سے جلانا مکروہ ہے : ''وإحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ '' (فتاویٰ ھندیہ ۵/۳۶۱)۔

جو چیونٹی تکلیف نہ پہنچائے فقہاء نے اسے قتل کرنا مکروہ قرار دیاہے :

قتل النملۃ تکلموا فیھا والمختار أنہ إذا ابتدأت بالأذی لابأس بقتلھا وإن لم تبتدی یکرہ قتلھا واتفقوا علی أنہ یکرہ إلقا ء ھا فی الماء '' (فتاویٰ ھندیہ ۵ /۳۶۱)۔

بعض حیوانات کی تعریف و توصیف :

شریعت اسلامی نے بعض حیوانات کی صفات بیان کی ہیں اورانہیں برابھلا کہنے

سے منع فرمایاہے۔ آپ ﷺ نے مرغ کو گالی دینے سے منع فرمایاہے؛ کیوں کہ وہ صبح میں سونے والوں کو جگاتاہے :

''لا تسبوا الدیک فإنہ یوقظ للصلوٰۃ'' (سنن أبی داؤد ، کتاب الأدب ، فی الدیک والبھائم ، حدیث نمبر: ٥١٠٥)۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اونٹ، اپنے مالکوں کے لیے عزت کے حصول کا ذریعہ ہے اور بکریاں باعث برکت ہیں :

''والإبل عز لأھلھا والغنم برکۃ''(فتح الباری ٦/٥٥ ، بیروت) ۔

اللہ کے رسول ﷺ گھوڑوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت تک کے لیے خیروبرکت مربوط کردی گئی ہے : عن عبداللہ بن عمرأنہ ﷺ قال:الخیل فی نواصیھا الخیر إلی یوم القیامۃ'' (صحیح البخاری، کتاب الجھاد ، رقم : ٢٨٤٩)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں حیوانات کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے :

والأنعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تأکلون o ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون o وتحمل أثقالکم إلی بلدلم تکونوا بٰلغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤوف رحیمo والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون (النحل : ٥۔٨)۔

(اسی نے چوپائے پیداکیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں ، اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چراکر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی، اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں ، جہاں تم بغیر جان کی مشقت کیے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے، یقینا تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے، گھوڑوں کو، خچروں کو ، گدھوں کو اس نے پیداکیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں اور وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتاہے جن کاتمہیں علم بھی نہیں)۔

جانور پر رحم کرنے سے بخشش:

آپ ﷺ نے ایک عورت کا ذکرفرمایا کہ کنویں کے قریب ایک کتا چکرلگارہاتھا، پیاس سے اس کی جان نکلنے والی تھی کہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کی اس پرنظر پڑی ، اس نے ا پناموزہ نکالا اور اس کتے کوپانی پلادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی وجہ سے اس عورت کی مغفرت فرما دی :

''ان امرأۃ بغیا رأت کلبا فی یوم حار یطیف ببئر قد أدلع لسانہ من العطش فنزعت لہ بموقھا فغفرلھا '' (صحیح مسلم، باب فضل سقی البھائم المحترمۃ واطعامھا، رقم : ٢٢٤٥)۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہرتازہ جگر والے یعنی ہر زندہ ذی روح کے ساتھ حسن سلوک میں ثواب ہے: فی کل کبد رطبۃ أجر " (صحیح مسلم ، باب فضل سقی البھائم المحترمۃ واطعامھا ، رقم : ٢٢٤٤)۔

جانوروں کو لڑانے کی ممانعت :

ہمارے معاشرہ میں مرغ بازی ، تیتر بازی اور کبوتر بازی تفریح کے دل دادہ حضرات کا محبوب مشغلہ ہے ۔ یورپ میں ''بُل فائٹنگ ''کے نام سے بیلوں کی لڑائی کا اہتمام کیا جاتاہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایاہے :

''عن ابن عباسؓ قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البھائم " (سنن ترمذی، رقم : ١٧٠٨)۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایاہے)۔

ان کاموں میں محض تفریح طبع کے لیے جانوروں کو ایذا ء پہنچائی جاتی ہے اور شرعاً یہ حرام ہے نیزا س میں وقت کاضیاع بھی ہے ۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے :''والحکمۃ فی النھی عنہ أن الآدمی خلق کریم والکریم لایضیع وقتہ فی العبث وأعطاہ اللہ العقل والعقل یمیز العبث من المفید کماورد فی الخبر:'' من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ'' وقال اللہ سبحانہ: ''أفحسبتم أنما خلقناکم عبثا وأنکم إلینا لا ترجعون o و قال:'' أیحسب الإنسان أن یترک سدیo فکرہ طیران الحمام واقتتال الدیک والطیور " (تکملہ عمدۃ الرعایہ ۴/ ۴۶)۔

(ان باتوں سے روکنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان فطرتاً شریف اور مہربان ہے اور ایساانسان اپنے وقت کو بے کار باتوں میں ضائع نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ نے اسے عقل عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے وہ بے کار اور فائدہ مند میں تمیز کرسکتاہے جیساکہ حدیث میں آتا ہے: ''آدمی کے اسلا م کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے ''، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' کیاتم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بے کار پیداکیاہے اور تم کو ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے''، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' کیاانسان یہ سمجھتاہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیاجائے گا''، لہٰذا کبوتروں کااُڑانا ، مرغ اور پرندوں کو لڑانا مکروہ ہے)۔

جانوروں کو نشانہ بنانے والوں پر لعنت :

اللہ کے رسول ﷺ نے محض تفریح کی خاطر جانوروں اورپرندوں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایاہے اور ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو جانور یاپرندے کوباندھ کراس پر نشانہ لگاتے ہیں :

''مرّابن عمررضی اللہ عنھما بفتیان من قریش قد نصبوا طیرا وھم یرمونہ وقد جعلوا لصاحب الطیر کل خاطئۃ من نبلھم فلما راؤا ابن عمر تفرقو ا فقال ابن عمر : من فعل ھٰذا؟ إن

رسول اللہ ﷺ لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا " (صحیح مسلم ، باب النھی عن صبرالبھائم، رقم : ١٩٥٨)۔

(سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر ؓ کاگزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا۔ وہ لوگ پرندہ کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کررہے تھے ۔ انہوننے پرندہ کے مالک کے لیے ہرغلط نشانہ پر ایک تیر مقررکیاتھا۔ جب انہوننے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھاتو وہ منتشر ہوگئے ۔ ابن عمرؓ نے کہا : '' کس نے ایساکیا ؟ جس نے ایساکیا اس پر اللہ کی لعنت ہے ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے)۔

جانوروں کے چہرہ کو داغنے کی ممانعت :

اللہ کے رسول ﷺنے جانوروں کے چہرہ کو داغنے اور چہروں پر مارنے سے منع فرمایاہے :

''نھی رسول اللہ ﷺ عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ " (صحیح مسلم ٢/٢٢، باب ماجاء فی النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ وو سمہ فیہ) ۔

ایک دوسری روایت میں ہے :

''نھی عن لطم خدود الدواب " (مسند احمد ، رقم : ١٧٨٠)

(آپ ﷺ نے جانوروں کے گالوں پر طمانچہ لگانے سے منع فرمایاہے)۔

جانوروں کو بلا ضرور ت مشقت میں ڈالنے کی ممانعت :

اللہ کے رسول ﷺ نے جانوروں کاخیال رکھنے اور ان پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے کا حکم فرمایا ہے :

''لاتتخذوا ظھور دوابکم منابر فان اللہ تعالیٰ انما سخرھا لکم لتبلّغکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس وجعل لکم الأرض فعلیھا فاقضوا حاجاتکم" (مشکوٰۃ المصابیح٢،١١٤٦)۔

(تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کو منبر نہ بنالو ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لیے مسخر کیاہے؛ تاکہ تم اپنے شہر کو پہنچ سکو جہاں مشقت کے بغیر تم نہینپہنچ سکتے تھے ۔ اللہ نے تمہارے لیے زمین بنائی ، اس پر اپنی ضرورتیں پوری کرو) ۔

خلاصہ :

(١) چارہ خور جانوروں کی غذامیں لحمی اجزاء شامل کرنا جائزنہیں ۔

(٢) جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لیے اور ان کے گوشت میں اضافہ کے لیے انہیں انجکشن دینا جائزہے ۔

(٣) حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا ان کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لیے دوسری جنس کے جانوروں سے ان کااختلاط جائزہے۔ اگرا ن میں سے ایک جانور

حلال اوردوسرا حرام ہوتو اس صورت میں بچہ ماں کے حکم میں ہوگا۔ اگر ماں حلال جانور ہوتو بچہ بھی حلال ہوگا ۔ اگربچے میں حلال و حرام دونوں جانوروں کی صفات پائی جائیں تو ا س صورت میں جس جانور کی صفات اس میں غالب ہوں گی اس کے مطابق بچے پرحکم لگایاجائے گا۔

(۴) زینت کے طورپر جانوروں کو ایسے وسیع پنجرے میں قیدکرناجائز ہے جس میں وہ نقل و حرکت کرسکتے ہوں نیز ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔

(۵) خطرناک جانوروں جیسے شیر، سانپ ، خونخوار کتے وغیرہ کو پنجروں میں قید کرکے یاباندھ کر رکھناجائز نہیں ۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات جائز ہیں ۔

(۷) دواؤں کے لیے زندہ جانورکو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضوکونکال لینایا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جوجانور کے لیے باعث تکلیف ہو سکتا ہو درست ہوگا۔

(۸) نایاب نسل کے جانور کاشکار ماحولیات کے لیے نقصان دہ ہے اس لئے اس کا شکار جائزنہیں ۔ قومی جانور کاشکار اگر ماحولیات کے لیے مضر نہ ہوتو شرعاً اس کا شکار جائزہے؛ البتہ حکومت کے عتاب سے بچنے کیلئے اس سے اجتناب بہترہے ۔

(۹) ایساجانور جوبرادران وطن کے نزدیک معبود ومقد س ہو یا جس پر قانونی طور سے پابندی ہو اس کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے لیکن موجودہ حالات میں ایسے جانور کے ذبیحے سے فساد کا اندیشہ ہوتاہے لہٰذا اس کے ذبیحہ سے اجتناب ضروری ہے ۔ جس جانور کا ذبیحہ خلاف قانون ہو اس سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۰) اگر حکومت ماحولیاتی توازن کی برقراری کی خاطر جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے تو ان جانوروں کا شکار جائز نہیں۔ مہمان پرندہ کے شکار سے اگر ماحولیاتی توازن خراب ہوتا ہو تو اس کا شکار جائزنہیں ۔ اگر ماحولیاتی توازن کے خراب ہونے کااندیشہ نہ ہو اور وہ پرندہ نایاب نسل سے تعلق نہ رکھتا ہو تو شرعاً اس کاشکار جائز ہے ۔

(۱۱) متعدی امراض کے پھیلاؤ کے خوف سے بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دینا جائزہے۔ ان کو مارنے کے لیے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کو شرعی طریقہ پر ذبح کردیا جائے۔ ان کو سریع الاثر زہر کاانجکشن دینابھی جائزہے ۔ گڑھوں میں زندہ دفن کرنا یا ان پر ا یسڈ ڈالنا جائزنہیں ۔

(۱۲) جانوروں کو ہاتھی کے دانت ، ہرن وغیرہ کی سینگ ، گوشت ، بال ، پر ، ادویات ،موتی و مشک وغیرہ کے لیے مارا جاسکتا ہے۔

(۱۳) جوجانور انسان کے لیے مضرّت کاباعث ہیں لیکن ماحولیات کو انسان کے موافق بناتے ہیں ان کو اسی وقت قتل کرنا جائز ہوگا جبکہ وہ حملہ آور ہوں یا ان سے جان

کاشدید خوف ہو ۔

(۱۴) قرآن ، حدیث اورفقہاء کے اجتہادات میں جانوروں کے ساتھ بہتر سلوک کی تاکید کی گئی ہے ۔ جانوروں سے ان کی فطرت کے مطابق کام لیا جائے ۔ اس پر زیادہ لوگ سواری نہ کریں۔ جانور کے کھانے پینے کاانتظام کرناچاہئے۔ اسے بھوکا نہیں رکھنا چاہئے۔ جانوروں اور پرندوں کو نشانہ بنانے والوں پر لعنت کی گئی ہے ۔ جانوروں کے چہرہ کو داغنا اور انہیں بلاضرورت مشقت میں ڈالنا جائزنہیں۔ جانوروں پر رحمت و شفقت کی تعلیم دی گئی ہے ۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا عبد الرشید شیدا قاسمی مظاہری•

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين، أما بعد!

پہلے سوال کا جواب:

فطری وقدرتی اصول کے خلاف چارہ خور جانوروں کو گوشت سے بنی ہوئی کسی بھی نوع کی غذا کا کھلانا ذیلی تفصیل کے اعتبار سے درست ہے:

١۔ وہ غذا شرعی طریقے پر ذبح کئے گئے حلال جانور کے پاک اعضاء سے بنی ہوئی ہو۔

''ليس كل إيلام منهيا عنه بل المنهي عنه هو الإيلام الذى لا يكون فيه غرض صحيح'' (اعلاء السنن ٤٥٤،١٧)۔

٢۔ غذا تو حرام مردار، یا پھر نجس گوشت سے بنی ہو لیکن اس کو اس طرح تیار کیا گیا ہو کہ اس گوشت کی حقیقت وماہیت بالکل بدل گئی ہو اور استحالہ سے ہم رشتہ ہوکر اس کا حلالہ ہوگیا ہو، تو اس کا استعمال بھی درست ہوگا، گدھے کے نمک کی کان میں گر کر نمک بن جانے کے بعد بصورت نمک ذوق کے برخلاف ذائقے میں اس نمک کی شمولیت وشرکت کے درست اور جائز ہونے کی طرح (قاموس الفقہ٢،٩١)۔

''إذا تنجس الخبز والطعام لا يجوز أن يطعم الصغير أو المعتوه أو الحيوان المأكول اللحم ما تنجس باختلاط النجاسة والنجاسة مغلوبة لا يباح أكله ويباح الانتفاع به فيما وراء الأكل'' (شامی)۔

٣۔ مارکیٹ میں دستیاب غذائیں اگر پاک اور حلال نہ ہوں نیز حلال کی فراہمی میں دقت ہو تو احناف کے علاوہ دوسرے مسالک کی آراء پر عمل کرتے ہوئے اس مسئلہ میں گنجائش کا پہلو نکل سکتا ہے، لہذا ضرورت ومجبوری کے وقت جانوروں کو نجس چارا کھلایا جاسکتا ہے، اسی طرح وہ غذائیں بھی دی جاسکتی ہیں جن کے حلال وحرام ہونے کا کوئی یقینی علم نہ ہو۔

''أجاز الشافعية والمالكية إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب كما أجازوا سقى الماء المتغير من نجس للبهائم والزرع'' (الموسوعۃ الفقہیہ ١٥٨،٤٠)۔

٤۔ اس قسم کے چارے اور غذا کے استعمال سے جانوروں اور انسان کو کسی قسم

• کالینا، سانتا کروز ایسٹ، ممبئی۔

کا نقصان نہ ہونے کا غالب گمان اور اس کی منصفانہ وعادلانہ تحقیقی طبی سند موجود ہو۔ ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (موطا مالک: ٢١٧١)۔

دوسرے سوال کا جواب:

اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: ‘‘والأنعام خلقہا لکم’’ (النحل: ٥) (اور چوپایوں کو تمہارے فائدے اور نفع کے لئے پیدا کیا ہے)، لہذا جانور کی نشو ونما میں تیزی وزود رفتاری لانے اور اس کے گوشت پوست میں اضافے کی خاطر نیز اس سے دودھ کی مقدار زیادہ وبھرپور حاصل کرنے کے لئے انجکشن استعمال کرنے کی اجازت اسی وقت ہوسکتی ہے، جب کہ وہ:

١۔ جانور کے لئے ناقابل برداشت اذیت وتکلیف کا سبب نہ ہو۔

٢۔ جانور کے گوشت اور دودھ میں اس کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی سائڈ ایفکٹ (Side Effect) نہ پایا جائے اور نہ ہی ان کے اندر پائے جانے والے فطری فوائد وقدرتی منافع ہلاک وناپید ہوں۔

٣۔ زود وزیادہ پانے کی یہ چھوٹی سی خواہش اور ادنی سی کوشش انسانیت کے لئے لاعلاج بیماریوں کا تحفہ اور موت کا سنہرا جام نہ بن جائے اور انسانی زندگی کی تباہی وبربادی کا ذریعہ نہ ثابت ہو۔

‘‘قال العلماء: ملکنا اللہ تعالی الأنعام والدواب وذللہا لنا وأباح لنا تسخیرہا والانتفاع بہا رحمۃ منہ تعالی لنا’’ (الجامع لاحکام القرآن ١٠،٧٤)۔

‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ٢٣٤١)۔

‘‘فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بہا بسائر وجوہ الانتفاع بہا إلا ما خصہ الدلیل’’ (احکام القرآن للجصاص٢،٣٩٤)۔

تیسرے سوال کا جواب:

١۔ مختلف مقاصد اور فائدوں کے حاصل کرنے کی غرض سے ایک جنس کے جانور کا اختلاط دوسری جنس کے جانور کے ساتھ کرانا حلال وحرام جانوروں کے بیچ بلا کسی امتیاز کے جائز ہے۔

‘‘لا بأس بإخصاء البہائم وإنزاء الحمیر علی الخیل’’ (ہدایہ٤،٤٥٨)۔

٢۔ دو مختلف الجنس وحکم جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے حلال وحرام ہونے میں ماں کے تابع ہونگے، لہذا:

الف: حلال مادہ وحرام نر کے اختلاط سے پیدا ہونے والا بچہ اگر چال ڈھال، صورت وعادت اور کھانے پینے میں ماں کی مانند ہو تو حلال سمجھا جائے گا۔

ب: حلال نر اور حرام مادہ کے ملاپ سے پیدا ہونے والا بچہ ماں کی طرح حرام قرار دیا جائے گا۔

ج: حلال مادہ اور حرام نر کے جوڑ سے پیدا شدہ بچہ میں اگر نر کی مشابہت پائی جائے مثلاً کتے اور بکری سے جنا جانے والا میمنہ کا سر کتے کی طرح اور باقی دھڑ بکری کی مانند ہو تو اس کی خوراک سے فیصلہ کیا جائے گا، اگر وہ گوشت کھاتا اور زبان سے پانی پیتا ہے تو کتے کے حکم میں، اور اگر چارا کھاتا اور منھ سے پانی پیتا ہے تو بکری کے حکم میں ہوگا، لیکن اگر وہ دونوں قسم کی غذائیں کھاتا ہے تو اس کی آواز سے حکم لگایا جائے گا، اور اگر آواز سے بھی کوئی بات طے نہ ہوسکے تو اس کی اوجھ اور آنت سے فیصلہ کیا جائے گا، آنت ہونے کی صورت میں بکری ورنہ کتے کے حکم میں گردانا جائے گا۔ اور حلال ہونے کی صورت میں سر کے کتے کی مانند ہونے کی بنا پر سر کو کاٹ کر پھینک دیا جائے گا اور باقی جسم کے استعمال کا اختیار ہوگا۔

''صرح فی الہدایۃ وغیرہا فی الأضحیۃ بجواز الأضحیۃ بہ حیث قال: والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأنہا الأصل فی التبعیۃ حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد'' (شامی۱؍۳۸۶، بدائع۴؍۵۱، فتاوی قاسمیہ ۲۴؍۱۵۴)۔

وإن ینز کلب فوق عنز فجاءہا نتاج لہ رأس ککلب فینظر
فإن أکلت لحماً فکلب جمیعہا وإن أکلت تبنا فذا الرأس یبتر
ویؤکل باقیہا وإن أکلت لذا وذا فاضربنہا والصیاح یخبر
وإن أشکلت فإن کرشہا بدا فعنز وإلا فہو کلب فیطمر

(الدر المختار۹؍۴۵۱)۔

نوٹ: اس تمام تفصیل کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام کلب زادے کے کھلانے پر ہی تلا ہوا ہے؟ بلکہ اس سے مذہب اسلام اور اس کی تعلیمات کی ہمہ گیریت وآفاقیت، جامعیت وابدیت آشکارا ہوتی ہے اور رب ذو الجلال کے اس اعلان ''أکملت لکم دینکم'' (المائدہ: ۳) کی نمایاں تفسیر بن کر یقین کی پونجی اور ایمان کے سرمایہ میں اضافے کا سامان فراہم کرتی ہے۔

چوتھے سوال کا جواب:

اللہ رب العزت نے انسان کو جہاں انتہائی حسین سانچے میں ڈھالا، ''خلقنا الإنسان فی أحسن تقویم'' (التین: ۴) وہیں اس کی مقرر کردہ حدود کی رعایت کے ساتھ ہر جائز تمنا کے پورا کرنے، تمام مقید ودرست لذتوں سےلطف اندوز وشاد کام ہونے اور حسین نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا اختیار بھی بخشا ہے، چنانچہ آپ جل جلالہ کا ارشاد: ''لکم فیہا منافع'' اور ''والأنعام خلقہا لکم'' (النحل: ۵) نیز اس نوع کے ربانی ارشادات کے ذریعہ حیوانات سے نفع اٹھانے کی رہبری وتعلیم ہے، اور یہ آیت ''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (النحل: ۸) ہمیں بتلاتی ہے کہ یہ چیزیں انسان کے لئے مال کے ساتھ جمال اور راحت کے ہمراہ زینت کا سامان بھی ہیں، لہذا انسان زینت وزیبائش کے لئے پرندوں اور دیگر چوپایوں کو

قیدی بنا کر پنجرے میں رکھ سکتا ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل اصول وشرائط کی پاسداری ضروری ولازمی ہوگی ورنہ یہ نعمت اس کے لئے زحمت اور زینت عذاب ووبال بن جائے گی:

١۔ پرندوں اور چوپایونکو زیبائش وآرائش کے لئے اگر اس طرح رکھا اور پالا جائے کہ ان کو اس طرح سدھا لیا اور مانوس کرلیا گیا ہو کہ وہ بلا کسی قید وبند کے بھی رکنے اور رہنے پر آمادہ اور آشیانہ وٹھکانہ بدلنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں نیز ان کی فطرت ومزاج کے لحاظ سے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا مناسب انتظام کیا جائے اور ضرورت کے وقت ا ن کو طبی سہولیات بھی مہیا کرائی جائیں تو بلاکسی ناپسندیدگی وکراہت شریعت کی جانب سے اس کی اجازت ہے۔

''لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا وخیر من إرسالہا فی السکک'' (شامی ٩،٥٧٥)۔

پرندوں کو مستقل قیدی بناکر رکھنے کے حوالے سے حضرات فقہاء کرام کی تحقیقات سے دو پہلو مسئلے کے سامنے آتے ہیں:

١۔ جواز، ابو عمیرؓ کی روایت اس کے ثبوت وجواز میں پیش کی جاتی ہے:''عن أنسؓ قال:کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر:یا أبا عمیر! ما فعل النغیر؟ کان لہ نغیر یلعب بہ فمات، قال المحشی:فی الحدیث إباحۃ لعب الصبی بالطیور إذا لم یعذبہ'' (صحیح البخاری: ٦١٢٩؛ مشکوۃ٤،٤١٦)۔

٢۔ عدم جواز، علامہ شامیؒ نے دونوں آراء کو سامنے رکھ کر یہ محاکمہ اور فیصلہ فرمایا ہے کہ ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

''وفی القنیۃ: حبس بلبلاً فی القفص وعلفہا لا یجوز، سئل العلامۃ قاری الہدایۃ ہل یجوز حبس الطیور المغردۃ؟ فأجاب یجوز حبسہا للاستیناس بہا، قلت ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص؛ لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ کما یؤخذ من مجموع ما ذکرنا'' (شامی٩،٥٧٥)۔

پانچویں سوال کا جواب:

انسان کی فطرت میں قدرت نے جو دواعی اور تقاضے رکھے ہیں ان میں ایک تفریح طبع بھی ہے، چاہے وہ شعر وادب اور طنز ومزاح کے ذریعہ ہو یا کھیل کود کے ذریعہ، اس لئے کھیل کود بھی ایک حد تک انسانی فطرت کا حصہ ہیں، اسی لئے بچے جو ہر طرح کی تعلیم وتربیت سے ناآشنا ہوتے ہیں اور براہ راست فطرت انسانی کے آغوش میں پلتے ہیں وہ بھی کھیل کود کی طرف رغبت رکھتےہیں .....اسلام مذہب فطرت ہے، جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں طبعی تقاضوں کی رعایت کی ہے اور جہاں کہیں بے اعتدالی پیدا ہوئی ہے وہاں افراط وتفریط کو دور کرکے ایک معتدل اور متوازن طریقہ کی رہنمائی کی ہے، اس نے کھیل کود کی بھی بالکل نفی نہیں کی؛ بلکہ مناسب حدود وقیود کےساتھ اس

کی اجازت مرحمت فرمائی ہے (قاموس الفقہ۴،۵۸۷)۔

خونخوار جانوروں کو پالنے کی مختلف شکلیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ خونخوار درندے، زہریلے جانور اور کیڑے مکوڑوں کو محض شیخی بگھارنے اور چودھراہٹ جتلانے کی غرض سے پالنے کی شریعت اسلامیہ کی جانب سے ذرا بھی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ اپنی بڑائی دکھانے اور ناک اونچی رکھنے کی نیت سے گھوڑے جیسا جانور پالنا بھی ناجائز ہے۔

''عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: الخیل لرجل أجر ولرجل ستر وعلی رجل وزر ..... رجل ربطہا فخراً ورياءً ونواءً لأہل الاسلام فہی علی ذلک وزر'' (البخاری ۱،۳۱۹، حدیث: ۲۳۷۱)۔

۲۔ بعض زہریلے اور تکلیف دینے والے جانوروں کو آپ ﷺ نے قتل کرنے اور مار ڈالنے کا حکم دیا ہے اور ان کے مارنے کی حوصلہ افزائی، مارنے پر نیکیوں کے حاصل ہونے کی خوشخبری وبشارت کے ذریعہ فرمائی ہے اور چھوڑ دینے کو بزدلانہ وغیر مومنانہ حرکت قرار دیا ہے؛ لہذا ایسے جانوروں کو شوقیہ پالنے کی اجازت بالکل نہیں، ''عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات، ومن ترک حیۃ مخافۃ عاقبتہا فلیس منا'' (مجمع الزوائد۴،۴۵)۔

۳۔ شکار، حفاظت، حراست یا ان جیسے کسی جائز مقصد کی خاطرایسے جانوروں کو پالنا درست ہے۔

''وعلمتم من الجوارح مکلبین تعلمونہن مما علمکم اللہ، الآیۃ''، ولیس فی قولہ: ''مکلبین'' تخصیص للکلاب دون غیرہا من الجوارح إذا کانت القضیۃ عامۃ فیہن کذلک إن أراد بہ تادیب الکلب وتعلیمہ کان ذلک عموماً فی سائر الجوارح ..... '' (احکام القرآن للجصاص ،۳۹۵)۔

۴۔ جانوروں کی خطرناکی وزہرناکی اور درندگی کے لحاظ سے ان کے رکھنے کا بہت ہی محفوظ، انتہائی مضبوط اور زبردست انتظام کیا جائے کہ وہ خود کسی کو ہڑپ سکیں اور گزند پہنچائیں اور نہ ہی کوئی دوسرا ان کا لقمہ بنے۔

''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۰)۔

۵۔ عمومی جگہوں پر عام لوگوں کے درمیان ان جیسے جانوروں کے لے جانے سے مکمل پرہیز کیا جائے خواہ وہ جانور اپنے مالک ومربی کا کتنا ہی سدھایا ہوا اور اس سے مانوس کیوں نہ ہو؛ کیونکہ نہ جانے کب اور کیسے اس کی اصلی خو جاگ جائے اور وہ اپنی حقیقی سرشت کی طرف لوٹ کر ''جبل گردد جبلت نہ گردد '' کا نمونہ بن جائے۔

۶۔ ان کی خوراک اور دیگر ضروریات کا اچھی طرح خیال کیا جائے۔

۷۔ ان کی دیکھ بھال اور تعلیم وتربیت میں ہر قسم کی فضول خرچی سے بچا جائے۔

چھٹے سوال کا جواب:

اسلام کا تصوریہ ہے کہ خالق تعالی نے اصل میں پوری کائنات کو انسان ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے، فضا میں تیرتے ہوئے سورج اور چاند ہوں یا زمین کی سطح پر بہتے ہوئے دریا اور ندیاں ہوں، یہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کی خدمت اور اس کو راحت پہنچانے میں مشغول ہیں، انسان کے ان ہی خدمت گاروں میں ایک حیوانات ہیں، ان میں کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام، اور فطری طور پر کچھ پالتو ہیں اور کچھ جنگلی، جو جانور حلال ہیں ان سے تو ہر طور پر نفع اٹھایا جاسکتا ہے، چمڑوں سے ہڈیوں سے اور گوشت سے (قاموس الفقہ۴،۳۰۴)۔

لہذا انسانی فائدے اور مصلحتوں کی خاطر جس طرح جانور کو ذبح کرنے کی گنجائش وجواز اور حلت ہے اسی طرح انسانی ضرورتوں اور مصلحتوں کی بنیاد پر میڈیکل تجربات اور ریسرچ کرنے کی شرعی اجازت وجواز بھی ہوگا۔

''(أما الإيلام للحيوان) ليس كل إيلام منهيا عنه بل المنهى عنه هو الإيلام الذى لا يكون فيه غرض صحيح، فلما جاز إتلاف نفسه للمنفعة الذى لا يكون فيه غرض صحيح، فلما جاز إتلاف نفسه للمنفعة أو دفع المضرة جاز إتلاف عضوه بالأولى'' (تلخيص اعلاء السنن ۱۷،۴۵۴)۔

''كره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أى تسكن عن الاضطراب'' (الدر المختار مع الرد۹،۴۲۷)۔

حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم اس مسئلے کے ضمن میں لکھتےہیں:

''مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کےلئے بسااوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے، پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتےہیں جو اس بیماری کو پیدا کردیں، پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہیں، یہ صورتیں جائز ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدے کو اپنے لئے سامانِ تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے؛ لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے خادم ہیں، اسی لئے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کو غذا، چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لئے اس کے جسم میں پیوندکاری کی اجازت دی گئی ہے، مذکورہ صورتوں میں بھی چونکہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لئے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشا ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل۱،۳۳۷)۔

ساتویں سوال کا جواب:

الف: دواؤں کے لئے زندہ جانور سے نکالا گیا عضو مردار اور حرام ہوتا ہے، عام

حالات میں جب کسی عضو کا حاصل کرنا، جانور کو ذبح کرکے ممکن ہو تو زندہ جانور سے اس کا کاٹنا ناجائز ہے؛ لہذا نیچے ان شکلوں کو تحریر کیا جاتا ہے جن میں زندہ جانور کے اعضاء کے کاٹنے کی گنجائش نکلتی ہے:

١۔ زندہ جانور سے نکالا گیا عضوہی علاج ودوا میں کارآمد ہوسکتا ہو اور کوئی متبادل نہ ہو نیز ذبح کے بعد وہ مقاصد حاصل نہ ہوسکیں، تو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہے کہ زندہ جانور سے اس عضو کو حاصل کرلیا جائے، ''قیل یرخص فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشات وعلیہ الفتوی'' (درمختار ١،٣٦٦)۔

(اختلف التداوی بالمحرم) ففی النہایۃ عن الذخیرۃ إن علم فیہ شفاء ولو یعلم دواء آخر، الظاہر أن التجربۃ یحصل بہا غلبۃ الظن دون الیقین إلا أن یریدوا بالعلم غلبۃ الظن وہو شائع فی کلامہم'' (شامی ١،٣٦٥)۔

٢۔ جانور کا عضو کاٹنے کے بعد اس کی تکلیف دواؤں کے ذریعہ ختم ہوجائے؛ لیکن اگر جانور مستقل اذیت کا شکار دکھائی دے تو ایسے جانور کو زندہ رکھنے کے بجائے ذبح کردینا ضروری ہے، اس کو تڑپتا اور بلبلاتا رکھنے اور چھوڑنے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔

''کل طریق أدی الحیوان إلی تعذیب أکثر من اللازم لإرہاق روحہ فہو داخل فی النہی ومامور باجتناب عنہ'' (تکملۃ فتح الملہم ٣،٤٤٨)۔

''وکرہ تعذیب بلا فائدۃ'' (الدر المختار ٩،٤٢٧)۔

٣۔ عضو کٹنے کی تکلیف میں مبتلا جانور کو اگر زندہ رکھنے کی ضرورت ومصلحت ہو تو اس کی اجازت اس وقت ہوگی جب اس کی تکلیف کے احساس اور اذیت کی شدت کو دواؤں کے ذریعہ ہلکا اور کم کردیا گیا ہو۔

''فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی، لیس کل إیلام منہیاً عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح'' (تلخیص من اعلاء السنن ١٧،٤٥٤)۔

ب: ١۔خاص طبی مقاصد وانسانی مصالح کی خاطر جانور کے اندر آلہ ومشین رکھنے کی گنجائش وجواز شریعت اسلامی کی جانب سے ہے، خواہ اس کی وجہ سے جانور کو اذیت میں مبتلا ہونا اور تکلیف میں گرفتار ہونا پڑے۔

''لیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح، فلما جاز إتلاف نفسہ للمنفعۃ أو دفع المضرۃ جاز إتلاف عضوہ بالأولی'' (اعلاء السنن ١٧،٤٥٤)۔

٢۔ بغیر کسی مقصد وغرض صحیح کے جانور کا کوئی عضو کاٹ لینا، اسے زخمی ومعذور کردینا، اسی طرح اس میں کسی قسم کی کوئی مشین یا آلہ رکھ دینا شرعاً جائز نہیں، اس میں اسلامی احکامات کی پامالی اور حیوانی حقوق کی حق تلفی ہے

اور بے زبان مخلوق پر ظلم ڈھانا ہے؛ لہذا شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی گنجائش کھیل کود اور مقابلہ آرائی کے نام پر بھی ان کو آپس میں لڑانے بھڑانے کی صورت میں نہیں پائی جاتی۔

''نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم'' (ابوداؤد: حدیث: ٢٥٦٢)۔

آٹھویں سوال کا جواب:

الف: ماحولیات کی درستگی وسلامتی موجودہ دور کا انتہائی حساس وسنگین مسئلہ ہے، اس حوالے سے بنائے گئے ملکی وعلاقائی قانون کی پاسداری ذیل میں لکھی گئی تفصیل کی روشنی میں کی جانی چاہئے:

١۔ عام انسانی مفادو مصالح کو سامنے رکھ کر جن جائز قوانین کا اجراء حکومت کی جانب سے کیا جاتا ہے، ان کا ماننا شہریوں کے لئے لازمی اور ضروری ہے، لہذا جائز مصلحتوں اور عوامی فائدے کے پیش نظر ماحول دوست پرندوں اور جانوروں کے شکار پر ان کی بقا اور نسلوں کی حفاظت کے لئے اگر حکومت پابندی لگاتی ہے تو ایسا کرنا درست ہے اور اس کی پابندی کرنا سبھی کے لئے لازمی وضروری ہے۔

''المسلم یجب علیہ أن یطیع أمیرہ فی الأمور المباحۃ .....بذہ الطاعۃ کما أنہا مشروطۃ بکون أمر الحاکم غیر معصیۃ فإنہا مشروطۃ أیضاً بکون الأمر صادراً عن مصلحۃ لا عن ہوی أو ظلم لأن الحاکم لایطاع لذاتہ وإنما یطاع من حیث أنہ متول لمصالح العامۃ'' (تکملۃ فتح الملہم٣،٦٨۔٢٦٩)۔

''کل من یسکن دولۃ فإنہ یلتزم قولاً أو عملاً بأن یتبع قوانینہا وحینئذ یجب علیہ اتباع أحکامہا'' (بحوث قضایا فقہیہ معاصر: ١٦٦)۔

(اپیل)

ماحولیات کے بارے میں فکر مند تمام ملکی وعالمی اداروں کو چاہئے کہ کسی ایک چیز کو ماحولیات کے فساد کا فرضی سبب نہ قرار دے کر ان تمام حقیقی ویقینی اسباب ووجوہات کا پوری دیانت داری وغیر جانب داری کے ساتھ جائزہ لیں جن کی وجہ سے دنیا کا دم گھٹ رہا، قد گھٹ رہا ہے، سانسیں رک رہی اور دھڑکنیں تھم رہی ہیں، پھر پوری سنجیدگی وانسانی ہمدردی وخیرخواہی اور اپنی اور آنے والی نسلوں کی جان وجہاں کی سلامتی کی خاطر اس کےتدارک کی فکر کریں اور سلسلہ میں سخت قوانین بناکر اسے نافذ کرنے اور عملی جامہ پہنانے میں صف اول کے ترقی یافتہ ممالک اور عالمی طاقتیں اپنے ناجائز مفادات کی قربانی دیتے ہوئے پہل کریں۔

ب: ١۔ اللہ تبارک وتعالی نے جن جانوروں کے کھانے کو حلال قرار دیا ہے، شریعت نے اس کے شکار کرنے اور کاٹنے کو جائز بتلایا ہے؛ لہذا کسی جانور کو قومی ومذہبی قرار دے کر اس کے شکار پر پابندی لگانا غیر شرعی طریقہ ہے، اسلامی تعلیمات میں اس

کی کوئی گنجائش اور مثال نہیں ملتی۔

''یا أیہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین (البقرہ: ۲۰۸)، ہذہ الآیۃ نزلت فی نفر ممن أسلم من الیہود وغیرہم کعبد اللہ بن سلام وأسد بن عبید وثعلبۃ وطائفۃ استأذنوا رسول اللہ ﷺ فی أن یسبتوا ویقوموا بالتوراۃ لیلاً فأمرہم اللہ بإقامۃ شعائر الإسلام والاشتغال بہا عما عداہا'' (تفسیر ابن کثیر ۱،۵۰۱)۔

۲۔ اس طرح کے غیر اسلامی قوانین کی دلی رضامندی کے ساتھ اطاعت کرنا اور اس پر راضی ہونا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس نوع کے قانون پر آمادگی کا اظہار شرعی احکامات میں تبدیلی پر رضامندی سمجھی جائے گی جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں، شریعت تو ایسے کام کی انجام دہی سے بھی باز رہنے کی تاکید کرتی ہے جو بذات خود مباح تھا لیکن اس کے کرنے کی بنا پر غیر قوموں کے مذہبی شعار کی مشابہت وتائید ہوتی محسوس ہو۔

''کانوا یقولون تدل ہذہ الأشیاء مباح فی الإسلام وواجب فی التوراۃ فنحن نترکہا احتیاطاً، فکرہ اللہ تعالی ذلک منہ وأمرہم أن یدخلوا فی السلم کافۃ أی فی شرائع الإسلام کافۃ'' (تفسیر کبیر ۵،۲۲۴)۔

۳۔ اس نوع کے سرکاری قانون کی پامالی سے دینی یا دنیاوی نقصان کے لاحق ہونے اور آزمائش میں گرفتار ہونے کا خوف ہو تو ظاہری طور پر اسے (دلی رضامندی کے بغیر) تسلیم کرلیا جانا چاہئے اور اس کی خلاف ورزی سے پرہیز کیا جانا چاہئے۔

''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ۱۹۵)۔

اس آیت کا تقاضا اور لوگوں کا عملی تجربہ بھی یہی ہے، بعض مرتبہ ایسا شکار کرنے کی وجہ سے ایسی مشکل کھڑی ہوئی کہ وقت، پیسہ اور عزت سبھی کچھ ملیا میٹ ہوگیا۔

نویں سوال کا جواب:

ایک مسلمان سب سے پہلے اپنے رب کا بندہ وغلام اور آقا دو جہاں ﷺ کا فرمانبردار واطاعت شعار ہے، رب کی بندگی وآقا ﷺ کی غلامی اسے ملک کی وفاداری، لوگوں کی غم گساری اور معاشرے کی خیرخواہی کا سبق دیتی ہے انسانیت کی تعمیر وتشکیل کی خاطر محبتوں اور چاہتوں، قربانیوں اور جانبازیوں کے بھینٹ اور نذرانے کا مطالبہ ہر لمحہ اور ہر آن بندۂ مومن سے کرتی ہے؛ لیکن سماج، سوسائٹی اور ریت ورواج اور نام نہاد ہم آہنگی کی خاطر ربانی احکامات کو پامال کردیا اور پس پشت ڈال دیا جائے شریعت مقدسہ اسے ہرگز گوارا نہیں کرتی اور صاف فیصلہ ''لکم دینکم ولی دین'' (الکافرون: ۶) سناتی ہے، لہذا کسی ایسے ملے جلے معاشرے میں رہتے اور گنگاجمنی تہذیب کا حصہ ہوتے ہوئے جہاں کسی جانور کو معبود ومقدس مانا جاتا ہو، اور اس کو ذبح

کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر اور سرکاری قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو بندگان خدا وفرزندان توحید کا رویہ اس سلسلہ میں یہ ہونا چاہئے:

١۔ اگر ملکی سطح اور عوامی پیمانے پر اس جانور کے حوالہ سے لوگوں کو انتہائی جذباتی اور ذہنوں کو نہایت سفاک بنا دیا گیا ہو اور قانونی پہلو بھی مسلمانوں کے خلاف جانور کے تقدس وتحفظ کی خاطر شدید دکھائی دیتی ہو تو ایسی صورت میں جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی خاطر مجبوری کی بنا پر اس کی قربانی سے پرہیز کرنا چاہئے اور دل سے اس کی شرعی حیثیت کو درست اور ذبح کو صحیح سمجھتے ہوئے قانون کو ظالمانہ وجابرانہ اور غیر جمہوری سمجھنا چاہئے، ''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ١٩٥)۔

''لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ'' (سنن الترمذی، حدیث: ٢٢٥٤)۔

٢۔ جن علاقوں میں سرکاری اجازت ہو اور کسی قسم کا کوئی خوف واندیشہ نہ ہو وہاں اس کی قربانی سے پرہیز کرنے کی اجازت بالکل نہیں؛ کیونکہ شعار اسلام میں کوئی تساہل اور اس کے ترک پر اتفاق جائز نہیں (قاموس الفقہ)۔

٣۔ محض رواداری وقانونی مجبوری کی بنا پر سرے سے ہی اس کی قربانی کے غیر جائز ہونے کا دلی وزبانی اور عملی اقرار کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں؛ کیونکہ ربانی قانون میں تبدیلی کا حق کسی نبی، ولی، شاہ ووزیر کو نہیں اور نہ ہی پاگلوں اور جنونیوں کی بھیڑ سے خوف کھاکر اسے اعتقادی طور پر بدلا جاسکتا ہے، ''یا أیہا النبی لم تحرم ما أحل اللہ لک'' (التحریم: ١)۔

''یا أیہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما أحل اللہ لکم'' (المائدہ: ٨٧)۔

٤۔ ایک خاص پہلو جو بہت ہی توجہ کا طالب ہے وہ یہ کہ شریعت نے جس جانور کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے کیا اس کے کاٹنے اور کھانے کے قصوں اور چرچوں کو فخریہ سنانے اور ان برادران وطن کے علاقوں میں جہاں مشترکہ طور پر مختلف مذاہب وتہذیب کے پیروکار رہتے ہیں ان آنکھوں کے سامنے ہی جانور ذبح کئے جانے کو ذبیحہ کی حلت کے شرائط میں گردانا ہے؟ اور پھر قربانی کے بعد جب تک جانور کے خون اور اس کے فضلات کی سڑاند اور تعفن گلی کے ہر چوکھٹ اور روزن دیوار تک نہ پہنچ جائے کیا تب تک قربانی کی قبولیت لٹکی رہتی ہے؟ بہت سے حالات شامت اعمال کا بھی نتیجہ ہیں، اس پر غور کیا جائے اور عملی طور پر اپنے متمدن، باتہذیب، اور سب سے پاک وصاف مذہب کا پابند ہونے کا ثبوت پیش کیا جائے۔

''لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم'' (الانعام: ١٥٨)۔

دسویں سوال کا جواب:

١۔ خاص علاقوں اور مخصوص جگہوں پر حکومت کی جانب سے پرندوں اور دیگر جانوروں کے شکار پر عائد کی گئی پابندی چونکہ ملکی وعوامی نفع، حیوانوں کے تحفظ،

اور ماحولیات کے سدھار کی خاطر ہوتی ہے نیز مہمان پرندوں کی آمد سے اس کی کشش وجاذبیت میں بڑھوتری ہوتی ہے اور وہاں کی سیاحت وتجارت کو فروغ ملتا ہے جو سرکاری وعوامی آمدنی وکمائی میں اضافے کا ذریعہ بھی بنتا ہے، لہذا مفاد عامہ کی خاطر حکومت کا نہروں، جھیلوں اور باغات وجنگلات میں شکار سے روکنا درست ہے اور شریعت کی رو سے اس کی پابندی ضروری ہے، ''الذی یظہر أن ما أمر بہ مما لیس فیہ مصلحۃ عامۃ لایجب امتثالہ إلا ظاہراً فقط بخلاف ما فیہ ذلک فإنہ یجب باطناً أیضاً'' (روح المعانی ۶۶،۵)۔

''وإن لم یوجد منہ الإیذاء فالأولی لا یتعرض بقتل شئ منہ'' (ہندیہ ۳۶۱،۵)۔

۲۔ حکومت کی جانب سے ممنوع قرار دئے گئے اس نوعیت کے علاقوں سے آکر کسی کےہاتھ کوئی حلال جانور آگیا تو اس کا کھانا درست ہوگا، سرکاری ممانعت سے خدائی حلت ختم نہیں ہوتی ہے، یہ بھی سچی بات ہے کہ دیدہ ودانستہ طور پر قانون شکنی کرکے اپنی عافیت کو غارت اور سکون کو اکارت کرنے کی حوصلہ افزائی شریعت کی جانب سے نہیں کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی تعلیم اسلام میں دی جاتی ہے، ''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ۱۹۵)۔

''وأجمع العلماء علی إباحۃ الاصطیاد والأکل من الصید'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۶۹۲)۔

گیارہویں سوال کا جواب:

شریعت اسلامی کا اصل منشا دنیاو آخرت کی مصالح کی تکمیل اور مضرتوں کاازالہ ہے، وہ انسانیت کے لئے بوجھ نہیں بلکہ رحمت ہے، اسی لئے اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ضررو نقصان سے بچانے اور مطلوبہ مصلحتوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے (قاموس الفقہ۴،۳۰۹۔۳۱۰)۔

شریعت مقدسہ کے اس مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے وبائی امراض سے بچاؤ اور ان کے اندر پھیلاؤ کو روکنے کی غرض سے متعدی بیماریوں کا سبب بننے والے جانوروں کو مارنے کی گنجائش نکلتی ہے۔ ذیل میں ترتیب وار اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

۱۔شریعت نے کھانے اور دوسری نوعیت کا فائدہ اٹھانے کےلئے جانوروں کے ذبح کرنے کی اجازت دی ہے، لہذا ضرر اور نقصان سے بچاؤ کے لئے ان کے مارنے کی گنجائش واجازت کہیں زیادہ ہوگی۔

''لا بأس بقتل الجراد لأنہ صید یحل قتلہ لأجل الأکل فلدفع الضرر أولی'' (ہندیہ۵،۳۶۱)۔

''یجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل ...لأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ وکل ذلک مشروع'' (ہدایہ آخرین۲،۴۹۹)۔

۲۔ جانوروں کو مارنے کی ضرورت پیش آنے پر ایسی شکل اختیار کی جائے جس سے ان کو اذیت وتکلیف کم سے کم ہو، اللہ کے رسولﷺ نے یہی تعلیم دی ہے:''إن اللہ

كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته فليرح ذبيحته'' (صحيح مسلم: ١٩٩٥)۔

اللہ تعالی نے ہر چیز کےساتھ احسان مندی وسلیقہ شعاری کو لازم قرار دیا ہے؛ لہذا جب قتل کرنے کی نوبت پیش آئے تو اچھے انداز سے قتل کرو اور ذبح کرنے کا موقع پیش آئے تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو خوب سان لگاؤ۔

زندہ دفن کرنے اور ایسڈ وغیرہ ڈال کر مارنے کی صورت میں اذیت کا پہلو غالب محسوس ہوتا ہے نیز ایسڈ ڈال کر ہلاک کرنے میں ایک گونہ جلانے کی مشابہت پائی جاتی ہے اور جلا کر مارنے کی شدید ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے، جبکہ سب سے مناسب اور فطری وقدرتی طریقہ ذبح کے ذریعہ ہلاک کرنا ہے، لیکن اگر تعداد کی زیادتی اور صورت حال کے ہنگامی ہونے کی بنا پر ذبح دشوار ہو تو زود اثر وتیز رفتار زہریلی دواؤں کی خوراک دے کر مارنا جلانے اور زندہ دفنانے سے کہیں بہتر ہوگا، کتب فتاوی میں ضرورت پڑنے پر زہر دینے کی گنجائش کے جواز کا ثبوت ملتا ہے، جلانے اور زندہ دفنانے میں وسیع تر طبی وعوامی مفاد کے پائے جانے کی بنیا د پر آخری درجہ میں اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

''وہذا لأن فی جمیع ذلک وفی قطع الرأس زیادۃ تعذیب الحیوان بلا فائدۃ وہو منہی عنہ والحاصل أن ما فیہ زیادۃ إیلام لا یحتاج إلیہ فی الذکاۃ مکروہ'' (ہدایہ آخرین: ۴۲۳)۔

''عن أبی الدرداء یقول:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ''لا یعذب بالنار إلا رب النار'' (درمختار۶،۲۲۰، ابوداؤد: ۷۴-۲۶۷۳)۔

بارہویں سوال کا جواب:

اللہ رب العزت نے چوپایوں اور بے شمار حیوانات کو انسان کی خدمت گذاری ونفع رسانی کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور اسے اختیار بخشتا ہے کہ وہ ان سے طاقت کے بقدر جسمانی فائدہ اٹھائے نیز ان کے گوشت، کھال، ہڈی، بال اور دیگر اعضاء کو اپنے جائز فائدے کے حصول کی خاطر کھائے اور نہ کھائے جانے والے حلال وحرام جانوروں کو ان کے شرعی امتیازات کے ساتھ برتے اور استعمال کرے، لہذا:

۱۔ دانت، سینگ، ہڈی، بال، کھال، زہر اور دیگر قابل استعمال ونفع بخش اعضاء کے استعمال کی غرض سے جانوروں کو مارنے کی اجازت شریعت نے دے رکھی ہے۔

۲۔ منافع کے حصول اور نقصان ومضرت کے دفاع وازالے کی غرض کے بغیریونہی بلا فائدہ وبے مقصد کسی بھی جانور کو قتل کرنا شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔

۳۔ عالمی پیمانے پر ایسی صورت حال دیکھی اور اس بات کا تجربہ ہورہا ہے کہ انسان کی بڑھتی ہوئی سرمایہ داری ونفع خوری کی خواہش کی بنا پر بہت سے جانوروں کا اتنی کثرت اور اس تیزی سے شکار کیا گیا کہ اس کی نسل کے فنا ہونے اور اس کے ناپید

ہونے کا خطرہ لاحق ہوگیا، یہ بات بھی شرعی مزاج واصول کے خلاف ہے اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

''ویجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان وما لا یؤکل، لإطلاق ما تلونا، والصید لا یختص بماکول اللحم ..... لأن صیدہ سبب للانتفاع بجلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لاستدفاع شرہ وکل ذلک مشروع'' (ہدایہ آخرین: ۴۹۹)۔

''عن ابن عباسؓ قال:نہی رسول اللہﷺ عن قتل کل ذی روح إلا أن یؤذی'' (مجمع الزوائد۴،۴۲)۔

''الصید ہو مباح إلا لمحرم أو للتلہی، قال أبویوسفؒ: إذا طلب الصید لہواً ولعباً فلا خیر فیہ وأکرہہ وإن طلب منہ ما یحتاج إلیہ من بیع أو إدام أو حاجۃ أخری فلا بأس بہ'' (شامی۱۰،۴۷-۴۶)۔

تیرہویں سوال کا جواب:

اسلام میں تکلیف پہنچانے اور اذیت دینے والے جانوروں کو مارنے کی پوری اجازت اور کھلی چھوٹ ہے، لیکن ایسے موذی جانوروں کو ڈھونڈ کر اور تلاش کر مارنے کی ترغیب اور ان کی جانب سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتے ہوئے ان کو بلا وجہ شکار بنانے کی تعلیم اسلام ہرگز نہیں دیتا اور نہ ہی ایسے کام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، لہذا:

۱۔ جن جانوروں کی خو اور سرشت میں ایذا رسانی وآدم خوری کا وصف شامل وغالب ہے اور ان کے مارنے کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے یا ان کے قتل کو باعث اجر وثواب گردانا ہے وہ اگر بستی وعوام کے درمیان پائے جائیں تو تکلیف پہنچانے سے پہلےہی ان کو قتل کردینا چاہئے، اس لئے کہ آبادی کے اندر پائے جانے والے خلقۃً موذی جانور کو مار ڈالنا باعث ثواب ہے۔

۲۔ نقصان پہنچانے والے جانور کی جانب سے اگر تکلیف پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے، اسی طرح خونخوار درندے اور زہریلے جانور جب تک اپنی رہائش گاہوں میں ہوں تو ان کو مارنا ضروری نہیں اور نہ ہی ان کو مارنے میں کوئی ثواب ملے گا۔

''قتل الزنبور والحشرات ہل یباح فی الشرع ابتداءً من غیر إیذاء ہل یثاب علی قتلہم؟ قال: لایثاب علی ذلک وإن لم یوجد منہ الإیذاء فالأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منہ کذا فی جواہر الفتاوی'' (ہندیہ ۵،۳۶۱)۔

''عن ابن مسعودؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:اقتلوا الحیات کلہا إلا الجان الأبیض الذی کأنہ قضیب فضۃ''(رواہ ابوداؤد، حدیث: ۵۲۶۱)۔

''قال العلامۃ علی القاری:قال ابن الملک:لعل النہی عن قتل ہذا النوع من الحیات إنما

كان لعدم ضرره لأنه لا سم له، قلت:والأظهر أنه لما لا ضرر منه ولو كان له سم" (مرقاة المفاتيح ٨،٦٤)۔

چودہویں سوال کا جواب:

اسلام نے اللہ پاک کی بے زبان مخلوقات کو جو وسیع تر حقوق عطا کئے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی جو تاکیدی رہنمائی کی ہے ان کی چند جھلکیاں، کچھ نمونے اور بے مثال ولا زوال تصویریں پیش کی جارہی ہیں:

١۔ جانوروں کو کھلانے پلانے کو اسلام نے صدقے کا ثواب پانے کا ذریعہ، گناہوں کی معافی کا سبب اور جنت میں داخلہ کی وجہ قرار دیا ہے:

''ما من مسلم يغرس غرساً أو يزرع زرعاً فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (صحيح البخاری)۔

٢۔ جانوروں کے ساتھ ان کی زندگی میں بہتر سلوک کرنے اور اپنی ضرورت کی خاطر ان کو مارنے اور ذبح کرنے کے وقت بھی اچھا معاملہ کرنے کی تاکید اسلام نے مختلف مواقع پر الگ الگ انداز سے کی ہے، ''اتقوا الله فی البهائم المعجمة، فاركبوها صالحة، وكلوها صالحة''۔

بے زبانوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اچھے انداز سے ان پر سواری کرو اور عمدہ طریقے سے انھیں (کاٹو اور) کھاؤ۔

٣۔ تفریح طبع کی خاطر ان بے زبانوں کو باہم لڑانے سے اسلام نے منع کیا ہے، لہذا مرغ بازی، تیتر بازی، کبوتر بازی، اور دیگر تفریحی وتجارتی حیوانی لڑائی ومقابلہ بازی کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔

٤۔ جانوروں کا بے مقصد تفریحی شکار کرنے اور انہیں نشانہ بازی کی مشاقی کا تختۂ مشق بنانے والے سنگدلانہ عمل کو شریعت نے باعث لعنت ولائق مذمت قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والے کو ملعون گردانا ہے۔

''كنت عند ابن عمرؓ فمروا بفتية أو بنفر نصبوا دجاجة يرمونها، فلما رأوا ابن عمرؓ تفرقوا عنها وقال ابن عمر: من فعل هذا؟ إن النبیﷺ لعن من فعل هذا'' (صحيح البخاری)۔

٥۔ مشفق دوعالمﷺ نے جانوروں کے منہ کو داغنے اور چہروں پر مارنے سے منع فرمایا ہے اور چہرے کو داغنے والے شخص پر اللہ کی لعنت برسنے کی وعید فرمائی ہے اور اس کے لئے بددعا فرمائی ہے۔

''نهى رسول اللهﷺ عن الضرب فی الوجه وعن الوسم فی الوجه'' (صحيح مسلم)۔

''إن النبیﷺ مرّ عليه حمار قدو سم فی وجهه فقال: لعن الله الذی وسمه'' (صحيح مسلم)۔

٦۔ آپﷺ نے جانوروں کا مثلہ کرنے، ان کا عضو کاٹ کر بدنما بنانے سے منع

فرمایا ہے، اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ''لا تمثلوا بالبہائم'' (سنن النسائی)۔

۶۔ طاقت سے زیادہ کام لینے اور برداشت سے باہر بوجھ لادنے نیز بلا ضرورت جانوروں کو مشقت میں ڈالنے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

''لا تتخذوا ظہور دوابکم منابر'' ()۔

''لا تتخذوا کراسی'' (مسند احمد: ۱۵۲۳۹)۔

۷۔ جانور کی فطرت اور کے مزاج کے خلاف کام لینے سے شریعت نے روکا ہے، لہذا گھوڑے سے ہل جتوانا اور بکرے یا گائے پر سواری کرنا یا بوجھ لادنا مناسب نہیں اور ایسا کرنے سے جانوروں کےشرعی حقوق کی پامالی ہوگی۔

''عن أبی ہریرۃؓ عن النبیﷺ قال:بینما رجل راکب علی بقرۃ التفتت إلیہ فقالت:لم أخلق لہذا، خلقت للحراثۃ'' (صحیح بخاری)۔

۸۔ سفر واقامت ہر دو جگہ جانوروں کے چارے پانی کا مناسب نظم کرنے کا نبوی فرمان نیز بھوکے بدحال جانوروں کا آپﷺ سے گلہ کرنا اور پھر آپﷺ کا تنبیہی ارشاد اینیمل رائٹس کا سنہرا باب ہے۔

''إذا سافرتم فی الخصب فأعطوا الإبل حظہا من الأرض'' (مسلم)۔

۹۔ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض تک کا خیال رکھنے کی تاکید اسلام نے کی ہے، چنانچہ رات کے وقت ایسی گذرگاہوں میں نماز پڑھنے اور قیام کرنے سے منع کیاگیا ہے، جہاں سے ان کا آنا جانا ہوتا ہے، نیز شب میں انسانی آمد ورفت سے ان کا نظام زندگی متاثر ہوتا ہے؛ کیونکہ اکثر کیڑے مکوڑے رات ہی کو اپنی ضروریات کی تکمیل کی خاطر نکلتے ہیں :

''لا تصلوا علی جواد الطریق ولا تنزلوا علیہا، فإنہا مأوی الحیات والسبع'' (مجمع الزوائد ۳؍۲۱۳، رقم: ۵۲۹۶)۔

''أقلوا الخروج بعد ہدأۃ الرجل، فإن للہ تعالی دواب بیتہن فی الأرض'' (ابوداؤد)۔

۱۰۔ پرندوں کو ستانے اور ان کو برا بھلا کہنے سے شریعت منع کرتی ہے نیز چیونٹیوں کو جلانے سے اسلام نے روکا ہے۔

''کنا مع رسول اللہﷺ فی سفر، فانطلق لحاجتہ، فرأینا حمرۃ معہا فرخان، فأخذنا فرخیہا، فجاءت الحمرۃ فجعلت تعرش فجاء النبیﷺ فقال: من فجع ہذہ بولدہا؟ ردوا ولدہا إلیہا، ورأی قریۃ نمل قد حرقنا فقال: من حرق ہذہ؟ قلنا: نحن، قال: إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار'' (ابوداؤد)۔

''لاتسبوا الدیک فإنہ یوقظ للصلاۃ'' (ابوداؤد)۔

۱۱۔ جانوروں سے جنسی ہوس کی تکمیل کو اسلام نے انتہائی درجہ کا غلط اور قابل

صد ملامت وہزار لعنت فعل قرار دیا ہے، ایسے بدباطن کے قتل کردینے تک کی سفارش اسلامی کتب میں موجود ہے (جانوروں پر رحم اور اسوہ نبویﷺ: ١٠٣)۔

١٢۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی بنا پر مغفرت کا واقعہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ کس طرح ایک بدکار عورت کی قسمت پیاسے کتے کو پانی پلانے کی بنا پر چمک اٹھی اور وہ جہنم کا ایندھن بننے کے بجائے جنت کی حقدار بن گئی۔

غرض جانوروں، پرندوں اور حشرات الارض کے تئیں پیارے نبیﷺ کا اسوہ اور آپﷺ کے ارشادات وفرمودات ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہمارا دل اللہ کی تمام مخلوقات کے تئیں رحم وکرم کے جذبہ سے معمور ہو، اللہ کی کسی بھی مخلوق کے ساتھ ظلم وستم اور تکلیف پر ہمارا دل تڑپ اٹھے، اور ہم اسے راحت پہنچانے کی کوشش کریں، تب ہی ہم صحیح معنوں میں رحمت للعالمین ﷺ کی امت کہے جانے کے مستحق ہیں (جانوروں پر رحم اور اسوہ نبویﷺ: ١٥)۔

* * *

اسلام میں حیوانات کے حقوق اور ان کے شرعی احکام

مفتی غلام رسول منظور القاسمی•

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

خالق ارض وسماء الله رب العزت والجلال نے ہم مسلمانوں کو جو دین اپنے پاک نبی حضرت محمد مصطفیﷺ کے توسط سے عطا فرمایا ہے وہ اسلام ہے جو بالکل سچا اور کامل ومکمل مذہب ہے، اسلام صرف عقائد عبادات، نماز، روزہ اور حج زکوۃ سے عبارت نہیں، بلکہ اسلام تو ایک آفاقی دائمی اور سماوی مذہب ہے، جو انسانی زندگی کے ہر شعبے سے بحث کرتا ہے اور ہر میدان میں اپنی جوہر تعلیمات سے ہدایت دیتا ہے، اور انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کا شافی اور کافی حل پیش کرتا ہے کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا جائز اور قابل قبول حل اسلامی تعلیمات میں موجود نہ ہو، ہر مسئلے اور ہر نو ایجاد مسائل کا جائز حل قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں احسن انداز میں موجود ہے، دنیا ہر صبح وشام ایک نئی کروٹ لیتی ہے اور ارباب فقہ وفتاوی کے سامنے ہر روز کا طلوع ہونے والا سورج ایک نیا مسئلہ لے کر نمودار ہوتا ہے،اس ٹکنالوجی اور الکٹرانک کے دور میں آئے دن نت نئے مسائل شریعت اسلامیہ کو چیلنج کرتے ہوئے سامنے آتے ہیں لیکن بحمدہ تعالی کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا حل اور گرہ کشائی فقہاء اسلام نے اصولی طور پر نہ کی ہو۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی کما حقہ موضوع پر فقہ اسلامی اور فقہاء امت کے اجتہادات کی روشنی کے مطابق تمام جزئیات کو حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

١۔ لحمی اجزاء پر مشتمل غذا کا شرعی حکم:

اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کے نفع کے لئے دنیا میں بہت ساری چیزوں کو پیدا کیا ہے، بلکہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں انسانوں ہی کی بھلائی اور نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے، جیسا کہ ''الدنیا خلقت لکم'' سے ظاہر ہوتا ہے، اور دنیا میں جتنی بھی مخلوقات ہیں سب کی غذائیں اللہ رب العزت نے فطری طور پر الگ الگ رکھی ہیں۔ جانور کی خوراک بھی فطرتاً الگ ہے؛ چنانچہ بعض جانور تو گوشت خور ہیں تو بعض گھاس اور سبزہ کے

• جامعہ اسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، ضلع گریڈیہہ جھارکھنڈ۔

عادی ہیں، اور بعض غلاظت کو پسند کرتے ہیں تو بعض نفاست کو، پھر ان جانوروں میں بھی الگ الگ عادتیں ہوتی ہیں؛ بعض تو چارہ کھاتے ہیں تو بعض کچھ اور چارہ کو پسند کرتے ہیں۔

جانوروں کی قسمیں:

عام طور پر زمین میں دو طرح کے جانو رپائے جاتے ہیں: ایک وہ جانور جو انسان کی ملکیت میں رہتے ہیں، جیسے گائے، بیل، بھینس، اونٹ اور دیگر پالتو جانور وغیرہ، اس قسم کے جانوروں کی خوراک کا انتظام اصلاً مالک کے ذمہ ہے کہ ان جانوروں کی خوراک گھاس وغیرہ کا انتظام کرے، اور اگر چرا گاہ موجود ہو تو جانور کو چراگاہ میں چھوڑ دے؛ تاکہ وہ اپنا پیٹ بھرسکے اور چارہ حاصل کرسکے، اور اگر چراگاہ موجود نہ ہو تو مالک ان کی خوراک اور چارہ کا انتظام کرے۔ دوسرے قسم کے جانور وہ بھی ہیں جو اصلاً کسی انسان کی ملکیت میں نہیں ہوتے؛ بلکہ عام طور پر ان کا رہنا سہنا جنگل میں ہوتا ہے جنھیں جنگلی جانور کہتے ہیں، ان کی خوراک کا انتظام کسی انسام کے ذمہ میں نہیں ہے، وہ خود اس کا انتظام کرلیتے ہیں۔

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی عبارتوں میں غوروفکر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر وہ چارہ جسے جانور قبول کرلے یا جس سے جانور کی صحت وتندرستی اور نشو ونما متعلق ہو یا اس سے جانور میں نمایاں اضافہ ہو، یا اس کے کھلانے سے کوئی اور انسانی فائدہ متعلق ہو تو اسے کھلانے میں شرعی اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے۔ جانور کے چارے کی تعیین کے سلسلہ میں کوئی ایسی تخصیص قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے کہ مخصوص جانور کومخصوص چارہ ہی دیا جائے اور نہ ہی کوئی ایسی ممانعت وارد ہے کہ جانور جس کا عادی نہ ہو اس کو نہ کھلایا جائے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں زمین سے پیدا اور اگنے والی بہت ساری اشیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ‘‘أنزل من السماء ماء فأخرجنا بہ أزواجاً من نبات شتی کلوا وارعوا أنعامکم’’، اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف اقسام کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) تم بھی کھاؤ اور مویشی کو (بھی) چراؤ۔ دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ‘‘والأرض بعد ذلک دحٰہا أخرج منہا ماءہا ومرعاہا والجبال أرساہا متاعا لکم ولأنعامکم’’۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا، اس سے پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑوں کو قائم کردیا تمہارے اور تمہارے مویشی کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ‘‘فلینظر الإنسان إلی طعامہ، أنا صببنا الماء صباً ثم شققنا الأرض شقا، فأنبتنا فیہا حبا وعنباً وقضباً وزیتوناً ونخلاً وحدائق غلبا، وفاکہۃ وأباً متاعا لکم ولأنعامکم’’۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا، پھر عجیب طور پر زمین

کو پھاڑا، پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا، تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لئے۔

حضرات فقہاء کرام نے اس کی صراحت کی ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جیسا کہ فقہاء امت کی عبارات اس پر ناطق اور شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم المصری ''الاشباہ والنظائر'' میں رقمطراز ہیں: ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ، الخ، ذکر العلامۃ قاسم قطلوبغا فی بعض تعالیقہ أن المختار أن الأصل الإباحۃ عند جمہور أصحابنا'' (غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر۱؍۲۲۳)۔ ''واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلہا سوی الفروج الإباحۃ ..... إنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق اور خبر مروی فما لم یوجد شئی من الدلائل المحرمۃ فہی علی الإباحۃ'' (مجمع الانہر فی شرملتقی الابحر، کتاب الاشربہ۲؍۵۶۸)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات اس بات پر دال ہیں کہ جب تک کہ کسی چیز کی حرمت کسی نص مطلق یا خبر واحد سے ثابت نہ ہو اشیاء میں اصل اباحت ہے، لہذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ جانور کو فربہ اور صحت مند کرنے کے لئے ایسا چارہ اور غذا دینا جس میں لحمی اجزاء شامل ہوں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جانور کو فربہ اور موٹا کرنا فی نفسہ کوئی مذموم عمل نہیں ہے بلکہ امر مستحسن اور مندوب ہے، قربانی کے جانور کے متعلق مطلوب شرعی یہ ہے کہ وہ عمدہ اور موٹا ہو، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ قربانی کے جانور کو موٹا کرنے کے لئے مختلف عمل کرتے ہیں، ''لحدیث أبی أمامۃؓ کنا نسمن الأضحیۃ بالمدینۃ وکان المسلمون یسمنون'' (حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتےہیں کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کرتے تھے اور مسلمانوں کا بھی یہی عمل تھا۔

الغرض ماقبل کی بحث سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ جانوروں کے چارہ میں کوئی متعین چارہ کی تخصیص شریعت میں نہیں ہے، لہذا ہر وہ چارہ اور خوراک جانور کو کھلانا جائز ہوگا جو اس کی صحت اور نشو ونما میں روکاٹ نہ ہو، نیز یہ بات بھی مدنظر رہے کہ اصلاً انسانی منفعت کے لئے ہے اور انسانی نفع رسانی کے لئے جانور کو تکلیف دینا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو اس طرح کا چارہ دینا جس میں لحمی اجزاء شامل ہوں اور جانور کی طبیعت پر تھوڑا بار بھی ہوتا ہو اور اس کی فطری غذا کے خلاف ہو، مگر اس سے انسانی مفاد وابستہ ہو تو یہ عمل ازروئے شرع جائز ہوگا۔ خود جانور سے نفع حاصل کرنے میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے لیکن چونکہ اس سے انسانی مفاد سے وابستہ ہے اس لئے شریعت اس تکلیف رسانی کو نظر انداز کرتی ہے۔

الحاصل جانوروں کو ایسی غذائیں کھلانا جن کی وجہ سے وہ تیزی کے ساتھ بڑھیں اور گوشت میں اضافہ ہو فی نفسہ جائز ہے اگرچہ اس میں جانور کو تھوڑی بہت تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑے، اور وہ ان کی فطرت کے مطابق نہ ہو لیکن اس میں منفعت کا حصول وابستہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر ان غذاؤں کے

استعمال کی وجہ سے جانور کو بہت زیادہ تکلیف پہنچتی ہو اوراس کی صحت پر غیر معمولی طور پر اثر پڑتا ہو تو پھر اس کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں نفع کی بنسبت نقصان کا پہلو غالب ہے۔

قابل غور پہلو:

ہاں البتہ اس مقام پر قابل غور پہلو یہ ہے کہ جانور کو جو لحمی اجزاء کھلائے جارہے ہیں وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور کیا بہرصورت اس طرح کا چارہ کھلانا مباح ہوگا اور اس میں کوئی کراہت نہ ہوگی؟ یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟ تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جو لحمی اجزاء اس میں ملائے گئے ہیں وہ دوحال سے خالی نہیں: یا تو اس کی حقیقت بالکلیہ بدل گئی ہوگی یا وہ اپنی سابقہ حالت پر باقی ہوگی؟ اگر اس کی حقیقت اور ماہیت بدل گئی تو شرعاً اس کا حکم بھی بدل جائے گا اور اسے پاک مانا جائے گا، او ر اس کے استعمال میں از روئے شرع کوئی قباحت نہ ہوگی؛ کیونکہ عین اور ماہیت کی تبدیلی سے حکم بھی تبدیل ہوجاتا ہے جیسا کہ احناف اور مالکیہ کا مذہب ہے اور حضرت امام احمد کی ایک روایت بھی یہی ہے، فقہ کی کتابوں میں اس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں، مثلا گدھا نمک کے کان میں گر کر نمک ہوجائے یا شراب سرکہ بن جائے یا گوبر جل کر راکھ بن جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم نہ لگے گا؛ بلکہ شرعاً پاک تصور کیا جائے گا۔

پس جانور کی خوراک میں جن لحمی اجزاء کا استعمال کیا گیا ہے اگر وہ کلی یا جزوی طور پر بدل گیا ہو تو وہ پاک سمجھا جائے گا، اور بطو رغذا اس کا استعمال جانوروں کے لئے جائز ہوگا، خواہ وہ ماکول اللحم جانور کے اجزاء ہوں یا غیر ماکول اللحم جانور کے، خواہ شرعی طور پر انھیں ذبح کیا گیا ہو خواہ نہ شرعی طور پر نہ کیا گیا ہو ..... اوراگر لحمی اجزاء کی حقیقت علی حالہ باقی ہے تو اس میں یہ غور کرنا ہے کہ یہ کس طرح کے جانور کے اجزاء ہیں، عام طور سے وہ تین طرح کے احتمال ہیں:

(١) ایسے جانور کے اجزاء ہوں جو ماکول اللحم ہوں اور ان کو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہو۔

(٢) جانور ماکول اللحم ہو یا نہ ہو اسے غیر شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیاگیا ہو، یا یہ کہ مردہ جانور کے اجزاء استعمال کئے گئے ہوں۔

(٣) ایسے جانور کے اجزاء ہوں جو غیر ماکول اللحم ہوں لیکن انھیں شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔

اگر یہ اجزاء ماکول اللحم جانور کے ہوں اور اسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہو تو یہ اجزاء پاک ہیں، ان کا استعمال جائز ہوگا کما ہو الظاہر۔ اور اگر وہ اجزاء ان جانوروں کے ہوں جنھیں غیر اسلامی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو یا ان میں مردہ جانور کے اجزاء شامل کردیئے گئے ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اجزاء مردار اور ناپاک ہونے کی

وجہ سے ناقابل استعمال ہونگے اور کسی بھی جانور کے چارہ میں استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔ عند الاحناف مردہ کا استعمال کسی بھی شکل میں جائز نہ ہوگا؛ البتہ مالکیہ اور حنابلہ کا قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اپنے کتے اور اپنے پرندے کو یعنی جو تربیت یافتہ ہو اس کو مردار کھلانا جائز ہے، جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ان کو بطور چارہ مردار کھلانا جائز ہے، اور بعض مالکیہ کا قول یہ ہے کہ جانور کو نجس چارہ کھلانا مطلقاً جائز ہے (دیکھئے: موسوعہ فقہیہ، کویت، میتۃ: اطعام المیتۃ للحیوان، رقم: ٢٥)۔

حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ ایک سوال کا جواب دیتےہوئے تحریر کرتے ہیں: مردار اور حرام جانور کا گوشت حرام ہے، نہ تو کھانا درست ہے نہ ہی کسی طرح اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس کی خریدوفروخت بھی درست نہیں، لہذا اس کو خرید کر بلی کو کھلانا جائز نہیں (فتاوی رحیمیہ ١٣٨،١٠)۔

ناپاک لحمی اجزاء کو پاک اشیاء میں ملا کر کھلانے کا حکم:

اگر ناپاک لحمی اجزاء کو کسی پاک اور طاہر اشیاء میں ملا کر جانور کو کھلایا جائے جیسا کہ عام طور پر جانور کے چارہ میں بہت ساری چیزیں ملا کردیتےہیں تو اس صورت میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر ناپاک لحمی اجزاء غالب ہوں یا مساوی ہو تو استعمال جائز نہ ہوگا اور اگر مغلوب ہوں تو جائز ہوگا۔ صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں: ''لأن اعتبار الغالب والحاق المغلوب بالعدم ہو الأصل فی أحکام الشرع'' (بدائع ٤٢٣،٤)۔

یہاں ایک صورت یہ کہ جن جانوروں کے اجزاء کو چارہ میں ملایا گیا ہے وہ تو غیر ماکول اللحم جانور ہیں مگر انھیں شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے تو ظاہر ہے اس کی وجہ سے اس کا گوشت، چربی اور دیگر تمام اعضاء پاک ہوجائینگے۔ لیکن پاک ہوجانے کے بعد کیا جانور کے کھانے میں اس کا استعمال بھی جائز ہوگا؟ تو اس سلسلہ میں راجح یہی سمجھ میں آتا ہے کہ گوشت اور چربی کا استعمال جانور کے کھانے میں نہیں ہوسکتا، الجوہرۃ میں ہے:''وکما یطہر لحمہ یطہر شحمہ حتی لو وقع فی الماء القلیل لا یفسدہ، وہل یجوز بہ الانتفاع بہ فی غیر الأکل وقیل:یجوز'' (الجوہرۃ النیرہ ،الصید والذبائح٢٨٠،٢)۔

(٢) غذا حاصل کرنے یا گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانے کا حکم:

جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اور ان میں گوشت کے اضافہ کے لئے انجکشن دینا اصولاً جائز ہے اس کے ناجائز ہونے کی شرعاً کوئی وجہ نہیں، زیادہ سے زیادہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس بارے میں شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ علی الاطلاق جانوروں کو تکلیف دینا ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ انسانی فائدے کے لئے جانوروں کو تکلیف دینا جائز ہے؛ البتہ بلا وجہ ایذا رسانی ممنوع ہے، اگر ایذا رسانی سے کوئی جلب منفعت مقصود ہو یا دفع مضرت تو ممنوع نہیں۔ مثلاً جانور کو خصی کرنا ایک تکلیف دہ عمل ہے اور بلا وجہ حرام ہے لیکن اگر گوشت عمدہ

کرنے اور جانور کو موٹا تازہ کرنے کے لئے خصی کیا جائے تو یہ عمل نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ خود آنحضرتﷺ سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے۔ ''عن عائشۃ وأبی ہریرۃ رضی اللہ عنہما أن رسول اللہﷺ ضحی بکبشین سمینین عظیمین أملحین أقرنین موجوئین'' (المستدرک للحاکم، الاضاحی۴،۳۵۴)۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدسﷺ نے دو موٹے فربہ سینگ والے چتکبرے خصی شدہ مینڈھے کی قربانی فرمائی۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:''ولا بأس بخصاء البہائم لأنہ للنفع لأن الدابۃ تسمن ویطیب لحمہا بذلک'' (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحظر والاباحۃ ۲،۳۸۴)۔ جانوروں کو خصی کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ یہ نفع کے لئے کیا جاتا ہے، اس سے جانور موٹا ہوتا ہے اور گوشت عمدہ ہوتا ہے۔

حضرات فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جانور کو بلکہ انسان کو بھی کسی نفع کی خاطر تکلیف دینے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً زینت اختیار کرنے کے لئے بچیوں کے لئے کان چھیدنا، ختنہ کرنا، پچھنا لگانا اور آپریشن کرنا تکلیف دہ عمل ہے، لیکن چونکہ اس سے منفعت متعلق ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، خود رسول اکرمﷺ کے زمانہ میں یہ عمل ہوتا تھا اور آپﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی جو جواز کی دلیل ہے: ''ولا بأس بثقب أذن البنات والأطفال لأنہ إیلام لمنفعۃ الزینۃ، وإیصال الألم إلی الحیوان لمصلحۃ تعود إلیہ جائز، وفی المحیط أن الأصل إیصال الألم إلی الحیوان لمصلحۃ تعود إلی الحیوان یجوز، ولا بأس بکی البہائم للعلامۃ'' (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، الکرہیۃ ۸،۳۷۵)۔

فقہاء کی عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جانوروں کو خود ان کی نفع رسانی یا انسانی منفعت کے لئے تکلیف دینا جائز ہے، لہذا گوشت میں اضافہ یا دودھ میں اضافہ کرنے کے لئے جانور میں انجکشن لگانا جائز ہوگا؛ البتہ اس طرح کے دودھ سے انسانی صحت پر اگر غیر معمولی اثر پڑتا ہو تو انجکشن لگانا کراہت سے خالی نہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دودھ اور گوشت کے اضافہ کا مقصد انسان کو نفع دینا ہے اور جب اس سے اس کو نقصان ہو تو کس طرح اجازت ہوگی۔

(۳) حلال جانوروں کے ساتھ حرام جانور کا اختلاط کرانا اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کا شرعی حکم:

اصل یہ ہے کہ جانور کا اختلاط اس کے ہم جنس سے ہی ہو؛ کیونکہ اس میں اس کی خصوصیات وعادات باقی رہینگی، اور جانوروں کو جن صفات وفوائد کے ساتھ اللہ رب العزت نے پیدا فرمایا ہے، وہ باقی رہینگے، غیر جنس کے ساتھ اختلاط وملاپ کی صورت

میں وہ ساری چیزیں مفقود ہوجائینگی، ہر جانور میں اللہ تعالی نے کچھ مخصوص خصوصیات رکھی ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائی جاتی ہیں، لیکن فی زماننا اس ترقی یافتہ دور میں بعض دفعہ دو مختلف جنس کے نر وماده کے اختلاط سے پیدائش عمل میں آتی ہے، اور فی زمانہ اس سلسلہ میں کافی تجربات بھی کئے جارہے ہیں؛ بلکہ حیوانات کے علاوہ نباتات میں بھی اس قسم کے کامیاب سعی کی جارہی ۔ تو اس بارے میں تین باتیں فقہی اعتبار سے قابل توجہ ہیں:

اول یہ کہ اس طرح کا عمل از روئے شرع جائز بھی ہوگا یا نہیں؟ دوسرے اگر حلال اور حرام جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہو تو وہ حلال متصور ہوگایا حرام؟ تیسرے پالتو جانور اور جنگلی جانور کے اختلاط سے بچہ ہو تو اس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ جہاں تک خود اس عمل کی بات ہےتو اس کے جواز اور عدم جواز کا دارومدار منفعت پر ہے، اگر یہ عمل کسی انسان کی ضرورت کی تکمیل کے لئے مفید ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قرار دیا ہے اور اس بات سے استدلال کیا ہے کہ خود رسول اللہﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے، اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو یقینا رسول اکرمﷺ اس پر سواری کو گوارہ نہ فرماتے، سواری کو گوارہ کرنا ہی جواز کی دلیل ہے۔

''(وإنزاء الحمير على الخيل) لأن النبیﷺ كان يركب البغلة ويتخذها فلو كان هذا الفعل مكروهاً لما اتخذها ولا ركبها والذی يروى أنه عليه السلام كره ذلک لبنی هاشم فلأن الخيل كانت عندهم قليلة فأحب تكثيرها'' (الجوہرة النيرة، الحظر والاباحہ ٢،٣٨٤)۔

اگر حلال وحرام جانوروں میں اختلاط ہو تو اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، چنانچہ امام نووی شرح مہذب میں رقمطراز ہیں: ''ولا يحل ما يولد من مأكول وغيره ماكول'' (شرح مہذب٩،٢٧)۔ علامہ ابن نجیم المصری نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، اور کتے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کو حرام بتایا ہے، اور فقہ اسلامی کا متفق علیہ قاعدہ ہے کہ ''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (الاشباہ والنظائر،١٠٩)۔ جب حلت وحرمت کے پہلو جمع ہوجائیں تو حرمت کو ترجیح دی جائے گی، اور فتاوی عالمگیری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری اور کتے کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ اس بات سے کیا جائے گا کہ وہ ان دونوں میں سے کس سے مشابہت رکھتا ہے (فتاوی عالمگیری٥،٢٩٠)؛ لیکن علامہ حمویؒ نے خلاصۃ الفتاوی سے نقل کیا ہے کہ عام مشائخ کا قول اس کے خلاف ہے اور یہ مشابہت والاقول امام خیزاخیزی کا ہے، اور علامہ حمویؒ نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ بھیڑیے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کی قربانی درست ہوگی اور

جانور کو ماں کے تابع سمجھا جائے گا (غمز عیون البصائر ۱،۳۳۷)۔ لیکن صاحب خلاصہ نے جو بات کہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مشائخ احناف کے نزدیک ایسے جانور کا کھانا حرام ہوگا، اور یہی صحیح بھی ہے ..... ہاں اگر دونوں حلال جانور ہوں تو ظاہر ہے کہ اس کا جائز ہوگا(شرح مہذب۹،۲۸)، اور اگر دو ایسے جانور ہوں جو حلال ہوں لیکن ان میں سے ایک پالتو ہو اور دوسرا وحشی، اور ان دونوں کے اختلاط سے بچہ پیدا ہو تو قربانی جائز ہونے اور نہ ہونے میں اس جانور کی ماں کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ حموی نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے: ''والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم'' (غمز عیون البصائر ۱،۳۳۷)، اور طحطاوی نے رقم فرمایا ہے کہ اگر حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہو تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا لیکن جھوٹے کی پاکی اور ناپاکی کے معاملہ میں وہ اپنی کے تابع ہوگا۔ ''ولا یکرہ سور ما أمہ مأکولۃ'' (طحطاوی،۱۹، مستفاد از قاموس الفقہ، ص،۳۱۹۔۳۲۰)۔

(۴) زینت کے طور پر بعض جانوروں کو پنجرے میں رکھنا:

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو جانور موذی نہ ہو اور نہ اس سے کسی طرح سے نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ ہو اور اس کے کھانے پینے کا انتظام اور اس کی دیکھ ریکھ مکمل طور پر کی جاتی ہو، تو ان کو بطور زینت اور شوق پورا کرنے کے لئے پالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اور پنجرے میں محبوس رکھنے کی بھی گنجائش ہے؛ کیونکہ اللہ رب العزت نے جانوروں کی تخلیق کے مقصد میں جہاں اس کی سواری کو بیان کیا ہے وہاں ساتھ ساتھ زینت کا بھی ذکر کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون'' (الآیہ)، اس کی تفسیر میں علامہ طبری فرماتے ہیں: ''وجعلہا لکم زینۃ تزینون بہا مع المنافع التی فیہا لکم للرکوب وغیر ذلک''، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کی منفعت سواری کے علاوہ زینت بھی ہے، پس اگر کوئی شخص جانور کو بطور زینت کے پالے اور اس کے حقوق کا مکمل خیال رکھے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

بخاری اور مسلم میں ہے: ''عن عبد اللہ بن عمرؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: عذبت امرأۃ فی ہرۃ سجنتہا حتی ماتت، فدخلت فیہا النار لا ہی أطعمتہا ولا سقتہا إذ حبستہا ولا ہی ترکتہا فأکل من خشاش الأرض'' (الشاملہ، احادیث الانبیاء)۔ اس حدیث میں سبب عذاب یہ بیان کیاگیا کہ اس عورت نے نہ تو بلی کی خوراک اور غذا کا انتظام کیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ خود اپنی غذا کا انتظام کرے۔ اگر عورت اس کے کھانے پینے کا انتظام کرتی تو عذاب الہی کی مستحق نہ ہوتی، اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ اگر جانور کو پالنے اور اس کو پنجرے میں قید رکھنے میں اس کے حقوق کا خیال رکھا جائے تو اس کو پالنے اور قید رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ''وفیہ جواز اتخاذ الہرة ورباطہا إذا لم یہمل إطعامہا وسقیہا ویلتحق بذلک غیر الہرة مما فی معناہا'' (فتح الباری، کتاب بدء الخلق، خمس من الدواب فواسق۷،۵۹۶)۔ مشہور حنفی فقیہ ابن نجیم المصری ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتےہیں: ''فأما إمساک الحمام فی بیتہ للاستیناس لا یسقطہا لأن إمساکہا فی البیوت مباح'' (البحر الرائق، کتاب الشہادة۷،۱۴۸)۔ کبوتر کو اپنے گھر میں انس حاصل کرنے کے لئے روکے رکھنا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ اس کو گھروں میں روکنا مباح ہے۔

الغرض غیر ضرر رساں جانور اور پرندے کو بطور زینت شوقیہ پالنا اور اس کو قید میں رکھنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ کی اس روایت سے بھی سمجھ میں آتا ہے جو صحیحین میں ہے کہ ایک دن رسول اللہﷺ نے عمیرؓ کو مغموم دیکھا تو پوچھا: یہ بچہ کیوں مغموم ہے؟ گھروالوں نے بتایا کہ اس کی ایک چڑیا تھی جو مرگئی تو آپﷺ نے بطور مزاح فرمایا:''یا أبا عمیر ما فعل النغیر؟'' اس سے بھی اس کے جواز کی جانب روشنی ملتی ہے؛ البتہ شرط یہ ہے کہ اس کی ضروریات کا مکمل خیال رکھا جائے؛ تاکہ اسے کسی بھی طرح سے کوئی تکلیف نہ ہو اور کوشش یہ ہو کہ وہ مانوس ہوجائے؛ تاکہ پنجرے کی قید سے رستگاری ہوجائے۔

(۵) خون خوار جانور کو شوقیہ پالنے اور پنجرہ میں قید کرکے رکھنے کا شرعی حکم:

دائرہ شرعی میں رہتے ہوئے جانوروں سے استفادہ کرنے، ان سے شوق پورا کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے اوران کو پنجروں میں بندکرنے کی مکمل اجازت ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے مال کا ضیاع ہو یا جان کا خطرہ ہو یا ماحول میں خوف وہراس پھیلے اور لوگوں کو پریشانیوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑے تو پھر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنا، یا دوسروں کے لئے سبب تکلیف بننا یا ایذاء کا ذریعہ بننا جائز نہیں۔ لہذا ہر وہ جانور خواہ درندہ ہو یا پرندہ جس سے اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا دوسروں کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو پالنا جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شریعت نے زراعت اور حراست کے علاوہ شوقیہ کتا پالنے سے منع کیا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کتا ایک موذی جانور ہے جو انسان کو صرف زخمی ہی نہیں کرتا بلکہ اپنے زہر کے ذریعہ دماغی توازن بھی متاثر کرتا ہے، الغرض خون خوار جانور کو پالنے کی شرعاً گنجائش نہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے اس پر روشنی پڑتی ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکة'' (الآیة) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا منع ہے اور ان خطرناک موذی جانور کو پالنے میں اور پنجرے میں بند کرنے میں اپنی جان کو بھی خطرہ ہے اور دوسروں کے لئے بھی؛ کیونکہ ان جانوروں کو خواہ کتنا بھی مانوس کرلیا جائے اپنی

فطرت اور جبلت سے باز نہیں آسکتے، اور موقع ملنے پر حملہ آور ہوسکتے ہیں۔

اور فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے: ''الضرر یزال'' یہ قاعدہ فقہی دراصل رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: ''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام'' (الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامستہ،۹۴)۔ نیز فقہ کا یہ بھی اصول ہے کہ ''دفع الضرر أولی من جلب المنفعۃ''۔ فقہ کے ان دونوں اصولوں سے معلوم ہوا کہ ضرر اور نقصان دہ چیز کو حتی الامکان دفع کیا جائے گا اور نقصاندہ چیز کا دور کرنا منفعت کے حصول سے زیادہ بہتر ہے، ان اصولوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محض شوق پورا کرنے کے لئے خطرناک جانور درندے شیر چیتا وغیرہ کو پالنا اور قید کرکے رکھنا جائز نہیں ہے۔ ''لأن دفع الضرر واجب علی المسلمین فی کل شئ''(شرح صحیح بخاری لابن بطال، باب الشرکۃ فی الارضین وغیرہا۷،۱۶)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا:

بیماری میں دواؤں کا استعمال اور بیمار کا علاج شریعت کاحکم ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی ہے؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہی کی، مگر ساتھ ساتھ اس کا علاج ومعالجہ اور دوا بھی پیدا کیا ہے؛ چنانچہ ہر بیماری کا علاج علاج اور دوا اس روئے زمین پر موجو دہے، یہ الگ بات ہے کہ انسان کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی ہو، اور اب تک انسان کی عقل اس مقام تک نہ پہنچی ہو اور حتمی طور پر نافع اور ضار کا علم نہ ہوا ہو، تو ظاہر ہے کہ اسے تجربات کے میدان سے گزارنا نہایت ہی ضروری ہے؛ کیونکہ اس کے بغیر دواؤں کا نافع اور ضار ہونے کا علم یقینی طور پر نہیں ہوسکتا ہے۔ جب دواؤں کے تجربات ناگزیر ہوجائیں تو اب اس کی دوصورتیں ہیں: یا تو اس کا تجربہ کسی انسانی جسم پر کیا جائے؛ کیونکہ ساری تحقیق اور تجربات کا مقصد بنی آدم کو ہی نفع پہنچانا ہے، یا پھر اس کا تجربہ کسی جانور پر کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جدید دواؤں کا تجربہ کسی انسانی جسم پر کرنا تکریم انسانی کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کو بلا ضرورت شرعی ایذا دینا ہے جو از روئے شرع جائز نہیں؛ جب کہ یہاں کسی جانور پر تجربہ کرکے انسان کی حرمت اور عظمت کو بچایا جاسکتا ہے اور ایذا سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ جانوروں میں تکریم وتعظیم کی کوئی بات بھی نہیں ہے، اس لئے جانوروں میں میڈیکل تجربات کئے جاسکتے ہیں۔ جہاں تک مسئلہ ہے کہ اس سے جانور کو تکلیف پہنچے گی، تو شرع میں انسانی نفع کے لئے جانور کو تکلیف دینے کی گنجائش موجود ہے؛ کیوں کہ انسان کی مصلحت حیوان کی مصلحت پر مقدم ہے۔ اللہ رب العزت نے جانوروں کی تخلیق درحقیقت انسانوں ہی کی منفعت اور ان کے مصالح کے تحفظ کے لئے کی ہے، جیسا کہ اس پر روشنی اس آیت مبارکہ سے پڑتی ہے: ''ہو الذی خلق لکم ما فی

الأرض جمیعاً'' (الآیہ)، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام طبری لکھتے ہیں:''فأخبرہم جل ذکرہ أنہ خلق لہم ما فی الأرض جمیعہ لأن الأرض وجمیع ما فیہا لبنی آدم منافع'' (تفسیر طبری۱،۴۵۳)، اور تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں: ''ہو الذی خلق لکم أی لانتفاعکم فی الدنیا فی مصالحکم بوسط أو بغیر وسط وفی دینکم بالاستدلال والاعتبار ما فی الأرض جمیعاً'' (التفسیر المظہری۱،۵۴)۔ تفسیر کے ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے اس کائنات میں جو کچھ بھی پیدا فرمایا وہ سب کے سب واسطہ یا بلاواسطہ انسان کے ہی نفع کے لئے ہے، اورا نسانوں ہی کے مصالح اور مفاد سے متعلق ہے لہذا انسانی مصالح اور مفاد کے لئے ان کا استعمال شرعاً جائز ہوگا اگرچہ یہ استعمال ان اشیاء کے لئےبذات خود تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو۔ پھر بھی ان کا استعمال انسانوں کی ضرورت کی تکمیل کے لئے جائز ہوگا، مثلاً جانور کو ذبح کرنے میں لامحالہ جانور کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود غذائی منفعت کے حصول کے لئے ذبح کرنا شرعاً جائز ہے۔ اسی طرح دواؤں کے تجربات اور میڈیکل تجربات حیوانوں پر کرنا جائز ہوگا خواہ اس سے جانور کو تکلیف ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام الشافعیؒ اپنی کتاب ''قواعد الاحکام فی مصالح الانام '' میں تحریر کرتے ہیں: ''ذبح الحیوان المأکول للتغذیۃ مفسدۃ فی حق الحیوان لکنہ جاز تقدیماً لمصلحۃ بقاء الإنسان علی مصلحۃ بقاء الحیوان (فصل فی اجتماع المصالح مع المفاسد ۱،۱۰۲)۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی لکھتے ہیں:''مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کے تجربہ کرنے کے لئے بسااوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے، پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتےہ یں جو اس بیماری کو پیدا کردیں، پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہوں، یہ صورتیں جائز ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کے مشاہدہ کو اپنے لئے سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے، لیکن دوسری طرف اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لئے خادم ہیں۔ اسی لئے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کوغذا، چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لئے اس کے جسم میں پیوندکاری کی اجازت دی گئی ہے، مذکورہ صورتوں بھی چونکہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لئے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشا ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل۱،۲۲۶)۔

البتہ جانوروں کو تجربات کے مراحل سے گزارتے وقت چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(۱) چونکہ تجربات کی اجازت عندالضرورۃ ہے اس لئے بقدر ضرورت ہی تجربات

کئے جائیں۔ ‘‘ما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرہا’’۔

(۲) علمی تفوق کو ظاہر کرنے یا خواہ مخواہ شوق پورا کرنے کے لئے یا ایسے مقاصد کے لئے جن کا انسانی صحت سے کوئی تعلق نہ ہو تو تجربات رو بہ عمل نہ لایا جائے۔ ہیئۃ کبار العلماء کا یہی فتوی ہے: ‘‘أن لا یعم إجراء التجارب علی الحیوانات إلا فی الحالات الضروریۃ التی فیہا مصلحۃ طبیۃ للإنسان، لا یمکن الوصول إلی معرفتہا إلا بواسطۃ ہذہ التجارب’’۔

(۳) تجربات کے دوران پوری کوشش کی جائے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو اور جہاں تک ممکن ہو کم از کم ایذا رسانی کے مراحل سے گذارے۔

(۴) تجربات کے لئے ان جانوروں کو استعمال کیا جائے جو فواسق کے قبیل سے ہیں جن کو حل اور حرم دونوں جگہ قتل کرنا جائز ہے۔ پھر دیگر مضر جانور، پھر وحشی جانور، پھر مانوس جانوروں میں جو حرام ہیں، ان پر تجربات کئے جائیں، ماکول اللحم جانوروں پر تجربات سے حتی الامکان گریز کیا جائے، ہاں عند الحاجۃ الشدیدۃ ماکول اللحم جانوروں پر بھی تجربات کرنے کی گنجائش ہے۔

(۵) تجربات کے لئے اولاً چھوٹے جانور مثلاً چوہا بلی وغیر کو استعمال کیا جائے، بکری یا اس جیسے جانورونسے بچا جائے۔

(۷) دواؤں کے لئے زندہ جانور کا عضو نکالنا یا اس میں کوئی آلہ رکھنا:

اس سوال میں دو شق ہیں:(۱) زندہ جانوروں کو بے ہوش کرکے ان کے کسی عضو کو نکال کر دوا میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) آپریشن کرکے جانور میں کوئی آلہ رکھنا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو درست ہوگا یا نہیں؟

شق اول کا جہاں تک تعلق ہے تو ا س سلسلہ میں تمام فقہاء امت کا اتفاق ہے کہ جانور کا وہ حصہ جس پر میتہ کا اطلاق ہوسکتا ہے اگر اس کو زندہ جانور سے کاٹ کر الگ کردیاجائے تو قطع شدہ عضو حرام ہوگا، اور اس کا استعمال درست نہ ہوگا، رسول اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فما قطع منہا فہو میتۃ’’ (موسوعہ فقہیہ اردو۲۸،۱۶۱، اصطلاح، صید، رقم: ۲۹) جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے اور وہ زندہ ہو تو اس سے مقطوع حصہ مردہ ہے۔ جب مردہ ہے تو اس کا استعمال دوا میں بھی جائز نہ ہوگا ..... ہیئۃ کبار العلماء نے اپنے اڑتالیسویں سمینار میں اس سلسلہ میں جو فیصلہ کیا ہے وہ اس طرح ہے: جانور کے وہ اعضاء جن میں روح موجود ہو انہیں زندہ جانور سے کاٹ کر علاحدہ کردیا جائے تو وہ بالاتفاق نجس اور حرام ہے، اس لئے زندہ جانور کے کسی عضو کو کاٹ لینا جائز نہ ہوگا، نیز بطور دوا کے اس کا براہ راست استعمال تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہوگا جس کے عدم جواز پر مجموعی طور پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور اگر اس کی حقیقت بدل دی گئی دوسرے پاک مادوں میں ملا کر اس

کا استعمال کیا جائے اور اس کا تناسب پاک مادہ کے مقابل کم ہو تو اس دوا کا استعمال جائز ہے۔

سوال کے دوسرے شق کے بارے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر آپریشن کرکے جانور میں آلہ رکھنے کا مقصد کوئی ایسا میڈیکل تجربہ کرنا ہے جو انسانی منفعت اور اس کی صحت سے متعلق ہو اور وہ بالکل ضروری اور ناگزیر ہو اور اس سے جانور کو شدید اذیت کا احساس نہ ہو اور جانور اپنی ضروریات پوری کرنے سے معذور نہ ہوجائے، اور حسب معمول ضروریات کی تکمیل کرلیتا ہو یا شدت تکلیف عارضی ہو تو طبی تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کما مرت دلائلہ ۔

(۸) ماحولیات کی وجہ سے شکار سے پر پابندی اور قومی جانور کو شکار کرنے کی ممانعت:

اللہ تبارک وتعالی نے جتنے بھی جانور پیدا کئے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خاص حکمت اور مصلحت رکھی ہے، جو صرف ان ہی میں موجود ہے، دوسرے میں نہیں، اور ان مصلحتوں کے فقدان کی صورت میں دوسرے جانوروں سے اس کی بھرپائی ممکن نہیں، اللہ رب العزت کے کارخانے میں کوئی بھی شئی بیکار نہیں اور بے فائدہ نہیں ہے، لہذا شرعاً یہ بات محمود نہیں ہے کہ جانور کی نسل بالکلیہ طور پر ختم ہوجائے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے جانور کے جو منافع متعلق ہیں اس کا مفقود لازم آئے گا۔

ابوداؤد شریف میں ہے: ''لو لا الکلاب أمۃ من الأمم لأمرت بقتلہا، فاقتلوا منہا الأسود البہیم'' (ابوداؤد، کتاب الصید، باب اتخاذ الکلب للصید)، اس حدیث کے تحت علامہ خطابیؒ لکھتے ہیں:''معناہ کرہ افناء أمۃ من الأمم وإعدام جیل من الخلق حتی یفنی علیہ کلہ فلا یبقی منہ باقیۃ، لأنہ ما من خلق اللہ تعالی إلا وفیہ نوع من الحکمۃ وضرب من المصلحۃ'' (معالم السنن، الصید۴؍۲۸۹)۔

خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق خدا میں سے کسی بھی نوع کو بالکیہ طور پر سرے سے ختم کردینا کہ اس کا کوئی فرد بھی باقی نہ رہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر مخلوق میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ضرور رکھی ہے۔ پس اگر واقعی جانور کی نسل ختم ہونے کا اندیشہ ہو، جس کا پتہ حکومت اعداد وشمار سے لگا سکتی ہے، لہذا کسی جگہ کی ارباب اقتدار کسی جانور کے شکار پر پابندی لگادے اس خوف سے کہ کہیں اس کی نسل بالکلیہ طور پر ختم نہ ہوجائے تو اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ اطاعت امیر جائز کاموں میں واجب ہے اور حکومت کی طرف سے یہ ممانعت مصلحت اور حکمت پر مبنی ہے اور شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے؛ اس لئے اس حکم پر شرعاً عمل واجب ہوگا۔

قومی جانور کے شکار کرنے کا شرعی حکم:

اگر حکومت کسی جانور کو قومی جانور مان کر اس کے شکار پر پابندی لگادے اور

جانور ماکول اللحم ہو تو قومی قرار دینے اور پابندی لگانے سے اس کی حلت ختم نہیں ہوجاتی ہے بلکہ بہ دستور حلال رہتا ہے۔ تحریم وتحلیل کا اختیار اس ہستی کو ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ لہذا شرعی حدود میں رہ کر اس کا شکار جائز ہوگا اور اس کا استعمال بھی درست ہوگا ..... لیکن یہاں ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ کسی بھی ملک کا باشندہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ ملک کی جائز قانون کی پاسداری کرے، اور اس ملک کے جائز قانون کی خلاف ورزی نہ کرے، خلاف ورزی اور عہد شکنی کی صورت میں قانونی گرفت میں آنے کا قوی امکان ہے، جس سے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوسکتا ہے، لہذا خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا جائز نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (اور مت ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں)۔ علاوہ ازیں ایفاء عہد بھی ایک مومن کے لئے لازم ہے حدیث میں ہے: ''لا إیمان لمن لا عہد لہ'' جس کے پاس عہد کی پاسداری نہیں وہ کامل مومن نہینہے۔ لہذا ایک مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ عہد شکنی کرے، پس اس کی شرعی حیثیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے قانون کی پابندی لازم ہوگی، اور جہاں قانون شکنی کی پاداش میں قانونی گرفت میں آنے کاا ندیشہ ہو وہاں اس کے شکار سے اجتناب کیا جائے گا، اور اگر نظر انداز کرنے کا ماحول ہو اور نرمی برتی جاتی ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی نے شکار کرلیا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، اور اگر قانون شکنی میں جانی مالی اور عزت وآبرو کے ضیاع کا خطرہ ہو تو پھر ایسے جانوروں کا شکار درست نہ ہوگا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ایک شخص ایک ملک میں بطور باشندہ کے رہتا ہے، تو وہ شخص عملاً اس حکومت سے وعدہ کرتا ہے میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کرونگا، لہذا اب اس شخص پر اس وعدے کی پابندی واجب ہے، جب تک اس ملک کا قانون اس کو کسی گناہ کرنے پر مجبور نہ کرے، اس لئے کہ اگر کوئی قانون اس کو گناہ کرنے پر مجبور کررہا ہے تو پھر اس قانون پر عمل کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ کے رسولﷺ کا ارشاد ہے: ''لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق''، اور اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے حوالہ سے حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک قبطی کا قتل ہوگیا جو حربی کافر تھا جسے جان بوجھ کر بھی قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں تھا، پھر حضرت موسی علیہ السلام نے کیوں توبہ کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرعون کے شہر میں رہ رہے تھے، تو عملاً اس بات کا وعدہ کررکھا ہے کہ ہم اس ملک کے قوانین کی پابندی کرینگے، اور اس ملک کا قانون یہ تھا کہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حکومت کا ہر شہری حکومت خواہ مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلم حکومت ہو، عملاً اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس ملک کے قانون کی پابندی کرے گا جب تک وہ قانون کسی گناہ

پر مجبور نہ کرے (ماخوذ از اسلام اور ہماری زندگی،۵۸۸)۔

(۹) مقدس جانور کے ذبح پر پابندی کا حکم:

اس سوال کے جواب میں فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی ایک تحریر نقل کردینا کافی ہے جو انھوں نے قاموس الفقہ میں بقرہ کے تحت لکھی ہے: ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے کیا یہ بات روا ہوگی کہ ذبح گاؤ پر قانونی پابندی کو تسلیم کرلیا جائے کہ جیسا کہ اس ملک کی اکثریت کا مذہبی عقیدہ ہے ..... تو شرعی احکام اور مصالح ہر دو کا تقاضا ہے کہ اس قسم کے مطالبات اصولی طور پر نہ مانے جائیں۔

اول اس لئے کہ ‘‘ذبیحہ ’’ کی شرعی حیثیت شعار اسلام کی ہے۔ ذبیحہ میں ذبح کا طریقہ اور ذبح کئے جانے والے جانوروں کی حلت وحرمت دونو نداخل ہے، اور اس کی سب سے واضح دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ‘‘من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تحقروا اللہ فی ذمتہ’’ (بخاری۱،۵۶) جس نے ہماری طرح نماز ادا کی، اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا، اور ہمارا ذبیحہ کھایا، وہ مسلمان ہے جس کو اللہ اور اس کےر سول کا عہد حاصل ہے، لہذا اللہ کے عہد میں عہد شکنی نہ کرو۔

یہاں مسلمانوں کی نماز میں شرکت، کعبہ مکرمہ کا بحیثیت قبلہ استقبال اور مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال تصور کرنے اور کھانے کو اسلام کی علامت، مسلمانوں کا امتیاز اور خدا اور رسول کی پناہ میں آجانے کا نشان قرار دیا ہے، اور ‘‘شعار ’’ ان ہی امور کو کہتے ہیں جو اسلام کا مظہر اور نشان ہوں۔

جہاں تک گائے کے اسلامی ذبیحہ ہونے کی بات ہے تو اس کی حلت پر تمام امت کا اتفاق ہے، ‘‘یحلہا أکلہا بالإجماع’’ (حیوۃ الحیوان، البقرہ)۔ قرآن مجید میں اس کی حلت صراحتاً ثابت ہے، آپ ﷺ نے قربانی گاؤ کی اجازت بھی دی ہے، خود آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ اور دیگر امہات المومنین کی جانب سے گائے کی قربانی فرمائی ہے (مسلم۱،۴۲۴ ،باب الاشتراک فی الہدی وإجزاء البقرۃ والبدنۃ) اور آپ ﷺ کے حضور میں دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی (ابوداؤد۲،۳۸۸)۔ حضرت بریرہؓ کے پاس صدقہ کے طور پر گوشت آیا، انہوں نے بطور ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کیا توآپ ﷺ نے تناول فرمایا (نسائی عن عائشہ۱،۳۶۶)۔ اور شعار اسلام میں کوئی تساہل اور اس کے ترک پر اتفاق جائز نہیں۔

دوسرے جیسا کہ مذکور ہوا ذبح گاؤ، نص صریح کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور جن امور کا جواز بذریعہ نص ثابت ہو، ان میں یہ صرف اعتقاداً بلکہ عملاً بھی اپنے آپ کے لئے اس کے ترک کا ارادہ کرلینا درست نہیں، چنانچہ قرآن مجید میں خود

رسول اللہ ﷺ کو شہد نہ کھانے کی قسم کھانے پر تنبیہ کی گئی ہے؛ حالانکہ یہ اعتقاداً تحریم نہ تھی، بلکہ صرف عملاً اس کے استعمال نہ کرنے کا عہد تھا۔

تیسرے ''شعار کفر '' ہے اور اکثر ادوار میں کفر وشرک کا شعار رہا ہے، قرآن مجید خود شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کو جس چیز نے شرک کی طرف مائل کیا، وہ سامری کی سنہری گائے ہی تھی، پھر یہ تقدس ان کے دل میں اس قدر بیٹھ چکا تھا کہ ایک شخص کے قاتل کا پتہ چلانے کے لئے جب حضرت موسی علیہ السلام کے ذریعہ ذبح گاؤ کا حکم دیاگیا، تو وہ شاید اسی وجہ سے مسلسل ٹال مٹول کی راہ اختیار کرتے رہے، اور بالآخر اللہ تعالی نےبھی ان سے ٹھیک ویسی ہی سنہری گائے ذبح کرائی جو سامری کی مصنوعی گائے سے صورت وشکل میں مشابہت رکھتی تھی، ہمارے ہم وطن بھائیوں میں بھی قدیم زمانہ سے ذبح گاؤ کا ترک اور اس کی مخالفت مذہبی شعار بن گئی ہے، اور ہے، اور اتنے دنوں سے ہے کہ خود ابو ریحان بیرونی نے اپنے سفر نامہ ہندمیناس کا تذکرہ کیا ہے (تحقیق مافی الہند للبیرونی)۔

اور کسی ''شعار کفر '' کو قبول کرلینا اور اس کا احترام کرنا جائز نہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ اسلام قبول کرنے کے بعد جب محض اس بنا پر اونٹ کا گوشت کھانے سے رکے رہے کہ یہ تو رات میں حرام ہے اور اسلام نے بھی صرف اجازت دی ہے، واجب قرار نہیں دیا ہے، تو حکم الہی نازل ہوا، ''یا أیہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' (البقرہ: ٢٠٨)۔ اہل ایمان! اسلام میں پوری داخل ہوجاؤ اور شیطان کی نقش قدم کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؛ گویا اس عمل کو شیطان کی پیروی اور اس کے نقش قدم پر چلنا قرار دیا ہے۔

چوتھے اسبات کا اندیشہ ہے کہ آج اگر مصلحتاً اس کی اجازت دیدیں اور محض عملاً اس کے نہ کرنے سے اتفاق کرلیں، تو رفتہ رفتہ اعتقاداً بھی اسے ناجائز اور اس کے کھانے کو معیوب سمجھا جانے لگے، یہاں تک کہ ایک بدعت جڑ پکڑ لے، اس کی متعدد مثالیں ہندوستان میں مسلم سماج میں موجود ہیں۔ نکاح بیوگان کو معیوب سمجھنا، تعدد ازواج کو غلط نظر سے دیکھنا، ہندو عورتوں کی طرح سیندور وغیرہ کا رواج اور خود جن مقامات پر ہندوؤں کی غالب ترین آبادی ہے اور ذبح گاؤ پر مکمل ممانعت ہے مثلاً راجستھان، وہاں مسلمانوں میں بھی گائے کے متعلق خاص جذبہ احترام جڑ پکڑ چکا ہے اور خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو پھر اصلاح آسان نہ ہوگی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کے سامنے جو مطالبات رکھے تھے ان میں ایک ذبح گاؤ کی اجازت بھی تھی۔

ان شرعی احکام ومصالح کے علاوہ سیاسی مصالح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسے مطالبات کو کسی قیمت پر قبول نہ کیا جائے، اس لئے کہ آج اگر اسے تسلیم کرلیا جائے، تو

کل اذان، نماز، اسلامی جلسوں اور تہواروں اور تقریبات کی نوبت آئے گی، پھر کچھ لوگ اٹھینگے جو مطلق ہر زندہ چیز کو ذبح کرنے اور قربانی کی مخالفت کرینگے اور مصلحت اور رفع فتنہ کی دلیل ہر شعار اسلامی کو مٹانے کا جواز پیش کرتی رہے گی۔

حیرت ہے کہ ہماری حکومت سیکولرزم اور غیر مذہبی مملکت ہونے کاد عوی کرتی ہے اور پھر بھی اس قسم کی پابندیاں عائد کئے ہوئی ہے، جو سراسر ہندوؤں کے مذہبی عقیدے پر مبنی ہے، اور اسے معاشی تحفظ کا عنوان دے رہی ہے، نیز ہمارے ملک کے بڑے بڑے مصلحین وقائدین کا حال یہ ہےکہ انسان کی قیمتی جانوں اور معصوموں کی دن رات کی ہلاکت اور قتل وخون پر کبھی ان کی رگ اصلاح نہیں پھڑکتی ہے اور نہ زبان ہلتی ہے، مگر تحفظ گاؤ کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس کے لئے پورے ملک کی مشنری متحر ک ہوجاتی ہے، اور ان کے دل دھڑک اٹھتے ہیں فالی المشتکی (قاموس الفقہ۲،۳۲۳۔۳۲۵)۔

(۱۰) حکومت کی طرف سے مہمان پرندوں کے شکار کی ممانعت:

ماقبل میں یہ بات دلائل کے ساتھ آچکی ہے کہ حکومت اگر کوئی ایسا قانون بناتی ہے جو مخالف شرع نہ ہو اور اس پر عمل کرنے سے اللہ رب العزت کی کوئی نافرمانی لازم نہ آتی ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے؛ کیونکہ قانون شکنی کی صورت میں حکومت گرفتار کرکے مصیبت میں ڈال سکتی ہے، اور اس کی وجہ سے پابند سلاسل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس طرح کے ممنوعہ جانور کے شکار سے اجتناب ضروری ہے؛ کیوں کہ اس طرح کے قانون ملک کے فائدہ ہی کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ اور ملک کا ہر باشندہ اس بات کا عملاً عہد کرچکا ہے کہ وہ ملک کے قوانین کی پاسداری کرے گا، اور قانون کے خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

(۱۱) وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے جانوروں کو مارنا:

اگر جانوروں میں ایسے متعدی وبائی امراض پھیل جائیں جو صحت انسانی کے لئے مضر ہوں اور ان کے اثرات سے عام انسان بھی متاثر ہوسکتے ہیں اور ان میں بیماریاں سرایت کرسکتی ہیں تو ایسی صورت میں وبائی متعدی امراض میں مبتلا جانور کو انسانوں کو بیماری سے بچانے کے لئے مار ڈالنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ مارنے میں اس بات کا خیال رکھا جائے اور ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ جس سے جانور کو کم سے کم تکلیف کے مرحلے سے گذرنا پڑے، موذی جانور کو ایذا رسانی سے پہلے مار ڈالنے کا حکم ہے، لیکن اس میں بھی احسان اور بھلائی کی تعلیم ہے، رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے:''إن الله كتب الإحسان على كل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحدّ شفرته فليرح ذبيحته'' (صحیح مسلم، الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح)۔

مذہب اسلام کی یہ سنہری تعلیم ہے کہ ہر ایک ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرو؛ حتی کہ اگر تم کسی جانور کو ذبح کرو تو اس کے ساتھ بھی بھلائی اور خیر کا معاملہ کرو، اور جانور کو خوب تیز چھری سے ذبح کرو؛ تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو، جانور کے

سامنے چھری تیز کرنے کی بھی ممانعت ہے؛ کیوں کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوگی۔

حضرات فقہاء کرام کے بیان کردہ جزئیات سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی وجہ سے جانور کو مارنا ناگزیر ہوجائے تو اسے ذبح کردیا جائے، مثلاً کسی جانور سے وطی کرلی گئی ہو تو اس کا تذکرہ ختم کرنے کے لئے حکم ہے کہ اس کو ذبح کردیا جائے، پھر جلا دیا جائے، ''قالوا إن کانت الدابۃ مما لا یؤکل لحمہا تذبح وتحرق لما ذکرنا إن کانت مما تؤکل تذبح وتؤکل عند أبی حنیفۃ'' (البحر الرائق ۲۸٫۵)، اسی طرح اگر کتا یا بلی نقصان دینے لگے تو اسے بھی ذبح کردیا جائے گا، ''الہرۃ إذا کانت مؤذیۃ لا تضرب ولا تحرق أذنہا بل تذبح بسکین'' (الفتاوی الہندیہ، الکراہیہ، الباب الحادی والعشرون)۔

اسی طرح اگر کہیں سے مسلمان کو بھاگنے کی نوبت آجائے اور وہاں سے اپنے مویشیوں کو سا تھ نہ لے جاسکتے ہوں تو انھیں پہلے ذبح کردے پھر جلا ڈالے، انہیں زخمی کرکے یوں ہی بیکار نہ چھوڑے؛ کیوں کہ یہ مثلہ ہے جو تکلیف دہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ''أما الحیوان والسلاح إذا لم یقدروا علی الإخراج إلی دار الإسلام أما الحیوان فیذبح ثم یحرق بالنار'' (بدائع)، ''حرم عقر المواشی لأنہ مثلۃ فلیذبحہا لأن ذبح الحیوان یجوز لغرض صحیح ولا غرض أصح من کسر شوکۃ الاعدام ثم تحرق بالنار لتنقطع منفعتہ عن الکفار'' (البحر الرائق۵٫۱۴۱)۔

نقل کردہ فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ جانور کے مارنے کا جو طریقہ ہے وہی کثیر تعداد میں جانور مارنے کا بھی ہے، تمام جگہوں میں جانور کو ختم کرنے کے لئےذبح کرنا ہی لکھا ہے؛ کیوں کہ سب سے آسان اور سہل طریقہ یہی ہے، لہذا اگر جانور میں متعدی وبائی امراض پھیل جائیں اور ان کا زندہ رہنا انسان کے لئے نقصان دہ ہو اور بیماری پھیل جانے کا خطرہ ہو، تو اسے مار دینا جائز ہے، اور اس کا سب سے آسان طریقہ ذبح کرنا ہے۔ اگر بہت سارے جانوروں کو بیک وقت ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو پھر اسے ختم کرنے کے لئے کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے جس میں کم سے کم تکلیف ہو، کوئی تیز اثر زہر اس کے کھانے میں ملادیا جائے؛ تاکہ اس کی موت آسانی سے ہوجائے، زندہ دفنا دینا یا اس پر ایسڈ ڈالنا انتہائی تکلیف دہ طریقہ ہے جو شرعاً درست نہیں۔

(۱۲) جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟

اسلام کا تصور یہ ہے کہ خالق کائنات نے پوری کائنات کو انسان ہی کی نفع رسانی کےلئے پیدا فرمایا ہے، کائنات کا ہر ذرہ انسان کا خادم ہے، فضا میں تیرتے ہوئے سورج اور چاند ہوں یا زمین کی سطح پر بہتے ہوئے دریا اور ندیاں ہوں، یہ سب بالواسطہ یا بلا واسطہ انسان کی خدمت اور اس کو راحت پہنچانے میں مشغول ہیں۔ انسان کی ان ہی خدمت گاروں میں حیوانات بھی ہیں، ان میں کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔ اور فطری طور پر کچھ پالتو ہیں اور کچھ جنگلی، جو جانور حلال ہیں ان سے تو ہر طرح سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور ان سے غذائی منفعت، مالی منفعت اور طبی منفعت حاصل کرنے کے لئے ان کو مارنا

اور شکار کرنا جائز ہوگا۔ اور شرعی اعتبار سے جو جانور حرام ہیں، ان میں خنزیر کے علاوہ تمام حرام جانور کے چمڑے کو دباغت کے بعد انسانی ضرورت میں استعمال کئے جاسکتے ہیں، اگر ان کو شرعی طور پر ذبح کردیا جائے تو ان کا گوشت بھی پاک ہوجاتا ہے اگرچہ کھانا جائز نہیں ہے لیکن خارجی استعمال درست ہوگا، لہذا جو جانور غیر ماکول اللحم ہیں ان کو انسان صرف مالی منفعت اور طبی منفعت کے لئے مار سکتا ہے، تفریح طبع اور شوقیہ طور پر مارنا جائز نہیں (مستفاد از قاموس الفقہ۴،۳۰۴)۔

(۱۳) نقصان دہ جانوروں کو مارنے کا حکم:

جو جانور انسان کے لئے نقصان دہ ہے اور کبھی بھی موقع پاکر حملہ آور ہوسکتا ہے اور نقصان پہنچا سکتا ہے، اس کے مارنے کے سلسلہ میں حضرات فقہاء کرامؒ کے یہاں جو ہدایات اور تفصیلات ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ جانور جو محرم کے لئے حالت احرام میں قتل کرنا حرام ہے، جیسے محرم کا بری شکاری جانوروں کو قتل کرنا۔

(۲) وہ جانور جس کا مارنا واجب ہے، مثلاً وہ جانور جو حملہ آور ہوجائے اور انسانی زندگی کے لئے باعث خطرہ ہو اس کو حملہ آور ہونے سے پہلے ہی مار ڈالنا واجب ہے۔

(۳) اور جو جانور فواسق کےقبیل سے ہیں مثلاً چیل، کوا، کتا وغیرہ اور جو جانور ابتداءً حملہ آور ہوتے ہوں ان کو مار ڈالنا مستحب ہے۔

(۴) اور جن جانوروں میں نہ نفع ہو نہ نقصان جیسے ہدہد کیکڑا وغیرہ، ان کو قتل کرنا مکروہ ہے۔

(۵) بعض کو مارنا صرف جائز ہے، جیسے مکھی، مچھر اور دوسرے حشرات الارض۔

علامہ کاسانی صاحب بدائع الصنائع نے محرم کے تعلق سے مسئلہ بیان کرتے ہوئے یہ تفصیل کی ہے کہ غیر ماکول اللحم جانور کی دوقسمیں ہیں:(۱) ایک وہ جانور جو فطری طور پر ایذا رساں ہوتے ہیں، اور اکثر ابتداءً حملہ آور ہوتے ہیں اور جانی نقصان پہنچاتے ہیں جیسے شیر، چیتا اور بھیڑیا وغیرہ۔ محرم کے لئے اس کو مارنا جائز ہے اور شرعاً اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہے۔ (۲) دوسرے وہ جانور جو ابتداءً تکلیف نہیں پہنچاتے ہیں، اگر اس قسم کے جانور حملہ آور ہوجائیں تو انھیں مارنا جائز ہے اور اس وقت کوئی جزا بھی واجب نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ اگرچہ فطری اور خلقی طور پر ابتداء تکلیف پہنچانے والے نہیں ہیں؛ لیکن جب اس نے حملہ کردیا تو اس شمار ابتداءً حملہ آور ہونے والے جانوروں میں سے ہوگا۔ ''وإنہ لما عدا علیہ وابتدأ بالأذی التحق بالمؤذیات طبعاً فسقطت عصمتہ''، بدائع۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:''قتل الزنبور والحشرات ہل یباح فی الشرع ابتداء من غیر إیذاء وہل یثاب علی قتلہم؟ قال لا یثاب علی ذلک، إن لم یوجد منہ الإیذاء فلأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منہ کذا فی جواہر الفتاوی'' (الفتاوی الہندیہ،الکرابیہ، باب الحادی والعشرون)۔

فقہاء کرام کے بیان کردہ جزئیات سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ جب جانور حملہ آور ہو

اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہو تو اس کے ضرر سے بچنے کے لئے اس کو مار ڈالنا واجب ہے، خواہ کوئی بھی جانور ہو اور اگر حملہ آور نہ ہوتو اگر وہ طبعی طور پر ایذا رساں جانوروں میں سے ہے جیسے شیر چیتا وغیرہ، جسے فواسق کہا گیا ہے تو اس کومارنا مستحب ہے، اور اگر وہ حشرات الارض کی قبیل سے ہے توبہتر یہی ہے کہ اس کونہ ماراجائے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ یہ جانور ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے میں معین ہوتے ہیں، اور قتل کرنے کی صورت میں اس پر اثر پڑتا ہے تو اس بارے میں اتنا عرض ہے کہ ماحولیات کو سازگار بنانے کے لئے جتنے کی ضرورت ہوتی ہے قدرت کی طرف سے اتنے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ اور جو مضرت رساں جانورانسان کے قابو میں آجاتے ہیں ان کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ وہ ضرورت سے زائد ہیں،و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں ہدایات:

اللہ تبارک وتعالی نے جو دین دے کر رسول اکرمﷺ کو بھیجا ہے وہ سراپا رحمت ہے، اور اس کی رحمت ورأفت صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر ذی روح پر محیط ہے اور اس کی رحمت ورافت کی وسعت ہر مخلوق پر حاوی ہے، اس کی ابر رحمت نے جہاں پورے عالم انسانیت کو سیراب کیا ہے، وہیں بے زبان جانوروں کو بھی اپنی رحمت بے کراں سے مالا مال کیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت ومحبت کرنے پر اجر وثواب کی مژدہ جانفزا بھی سنائی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: ایک صحابی نے رسول اکرمﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے بطور خاص اپنے اونٹوں کے لئے ایک حوض بنا رکھا ہے، اس پر بعض مرتبہ بھولے بھٹکے جانور بھی آجاتے ہیں، اگر میں انھیں بھی سیراب کردوں تو کیا اس پر مجھے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:(ہاں) ہر پیاسے اور ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۶۸۶)۔ اسلام نے جانوروں کو بھی چین سے جینے کا حق دیا ہے، اور اس کی اصولی تعلیم یہ ہے کہ نہ خود تکلیف اٹھاؤ اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچاؤ، ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ: ۳۴۰)۔ دوسروں کو تکلیف دینا چاہے وہ جانور ہی کیوں نہ ہو اسلام میں جائز نہیں۔

حضرت ربیع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسولﷺ کے ساتھ تھے، آپﷺ اپنی حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے، ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑلیا تو وہ فرط غم سے ان کے اردگرد منڈلانے لگا، اتنے میں نبی کریمﷺ تشریف لے آئے، آپﷺ نے فرمایا: اس پرندے سے اس کے بچے کو چھین کر کس نے اسے تکلیف پہنچایا؟ اس کے بچے کو لوٹا دو، اس کے بچے کو لوٹا دو (ابوداؤد: ۲۶۷۵)۔ اور بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو جانور

انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے اور انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالی نے جس جانور کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس سے وہی کام لیا جائے، مثال کے طور پر اللہ تعالی نے بیل کو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا ہے تو اس سے کھیتی باڑی اور ہل جوتنے ہی کا کام لیا جائے، اگر کوئی شخص بیل سے گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کا کام لے، تو اسلام کی نظر میں اس پر ظلم ہوگا۔ ایک مرتبہ رسول اکرمﷺ نے فرمایا: اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ (یعنی جانور سے اسٹیج کا کام نہ لو)۔ اللہ تبارک وتعالی نے انھیں تمہارا فرمانبردار صرف اس لئے بنایا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات پر آسانی سے پہنچادیں جہاں تم مشقت اور پریشانی کے ساتھ پہنچ سکتے تھے۔ تمہارے لئے اللہ نے زمین کو پیدا کیا ہے، اپنی ضرورتیں اس سے پوری کرو (ابوداؤد: ۲۵۶۷)۔ جن جانوروں سے خدمت لی جاتی ہے یا جن سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ان کے تعلق سے اسلام کا یہ تعلق ہے کہ ان کے آرام وراحت کا پورا پورا خیال رکھا جائے، انھیں ہر وقت کھلایا پلایا جائے، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کا علاج معالجہ کرایا جائے ، ان سے تکلیف کی حالت میں کام نہ لیا جائے، اور ان کے رہنے سہنے کا مناسب بندوبست کیا جائے، اور ان سے اتنا ہی کام لیا جائے جتنا کہ وہ متحمل ہوں، اورا ن سے اس وقت تک کام لیا جائے جب تک وہ کام کرسکیں، ان کی حالت قابل رحم ہونے کے باوجود زبردستی مار مار کر کام نہ لیا جائے، نیز انھیں بھوکا پیاسا رکھ کر بھی ان سے کام ہرگز نہ لیا جائے، یہ ان کے ساتھ سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ ایک موقع پر رسول اکرمﷺ نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب وہ اس کے قابل اور صحت مند ہوں۔ اور انھیں اچھی حالت میں چھوڑو۔ جس طرح اپنے ماتحتوں کو بھوکا پیاسا رکھنا گناہ ہے، اسی طرح جانوروں کو بھی بھوکا پیاسا رکھنا گناہ ہے، اور یہ سنگ دلی اسے جہنم تک پہنچا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت صرف ایک بلی کی وجہ سے جہنم رسید ہوئی، اس نے اسے باندھ کر رکھا تھا، نہ اس نے اس کے کھانے پینے ہی کا انتظام کیا نہ ہی اس کو چھوڑا کہ حشرات الارض وغیرہ کھا کر پیٹ بھرسکے، وہ بلی بھوکی پیاسی یوں مرگئی۔ اور ایک عورت ایک کتا کو پانی پلانے کی وجہ سے جنت میں گئی جیسا کہ حدیث شریف میں اس ذکر موجو دہے۔

چہرہ جسم کا مرکز حسن ہے اور نہایت لطیف اور حساس مقام ہے، اس پر پہنچنے والی معمولی اذیت بھی بے حد تکلیف دہ ہوتی ہے، اہل عرب چوپایوں کے چہروں پر داغ لگاتے تھے، اور بسااوقات چہروں پر مار بھی دیا کرتے تھے، اللہ کے رسولﷺ نے جب سنگ دلی کو دیکھا تو سختی سے منع فرمایا (ابوداؤد: ۲۵۶۴)۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرہ پر مارنے اور اسے داغنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے (مسلم: ۵۵۵۱)۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک گدھے کے پاس سے ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغا ہے (مسلم: ۵۵۵۲)۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ کسی سفر میں پڑاؤ میں تھے، آپ ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے تھے، جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں چونٹیوں کا بل تھا، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: یہ چولہا کس نے جلایا ہے؟ ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے، آپ ﷺ نےفرمایا: اسے بجھاؤ، اسے بجھاؤ (ابوداؤد: ۲۶۷۵)۔ آپ ﷺ کے منع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان چیونٹیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، اور کہیں جل نہ جائیں۔

عربوں کا ایک دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ وہ جانوروں کو آپس میں لڑاتے تھے، اور تماشا کرکے اس سے لطف اندوز ہوتے تھے، اس میں جانور زخمی ہوکر بہت زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے جب اس درندگی اور سفاکی کو دیکھا تو اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا (ابوداؤد: ۲۵۶۲)۔

اسلام میں جانوروں کے حقوق کے سلسلہ میں یہ واضح تعلیمات تھیں، جن سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہوگئی کہ اسلام جانوروں کو کس قدر ہمدردی اور شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، بقول حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ: ان تعلیمات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کے سینہ میں جو دل ہے وہ کتنا نرم اور کس قدر رحم وکرم سے بھرا ہوا ہے، دنیا کو سب سے پہلے حقوق حیوان سے روشناس کرانے والا مذہب صرف اور صرف اسلام ہے۔ ورنہ تو اسلام سے قبل حقوق حیوان کا تصور دنیا میں تھا ہی نہیں۔ ہو بھی کیسے سکتا تھا، جس دنیا میں حقوق انسان کے ہی لالے پڑے ہوں وہاں حیوانوں کے حقوق کے بارے میں سوچنا ہی غلط تھا؛ اس لئے ان حالات میں ضروری ہے کہ اسلام کے نام لیوا اسلام کی پاکیزہ تعلیمات وہدایات کو دنیائے جہالت کے سامنے پیش کریں۔ اور اسلام کا بے داغ اور صاف چاہرہ دنیا والوں کے سامنے پیش کریں۔ اور دنیا کو آئینہ دکھائیں اور بتائیں کہ امن وسلامتی اور رحمت ورافت کا مذہب صرف اور صرف اسلام ہے؛ تاکہ وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوں اور ابدی وازلی فلاح وبہبودی سے ہمکنار ہوں، واللہ ولی التوفیق۔ وہو المستعان وعلیہ التکلان۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی محمد زاہد گڑھی سلیم پوری•

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد النبی الأمی الأمین وعلی آلہ الطاہرین، وصحبہ المبجلین أمابعد۔

جانوروں کے لیے غذاؤں کی تحقیق:

جانور خواہ وہ چارہ خور ہوں، یا دانا خور، یا گوشت خور، ان کو تندرست و توانا رکھنے کے لیے ایسی غذاؤں کا استعمال مناسب ہے، جن میں ''پروٹین اور حیاتین '' جیسے غذائی مادے پائے جاتے ہوں، اور یہ مادے اگرچہ نباتات میں بھی قدرتی طور پر بہ کثرت موجود ہیں؛ لیکن اس سے کہیں زیادہ قدرت نے ان کو دانوں میں پیدا کیا ہے اور اس سے بھی زیاہ لحمی اجزاء میں پیدا کیا ہے، بالخصوص گوشت کی جھلی، چربی اور ہڈیوں کے گودوں میں وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے دانا خور حیوانات کو بہت سے مغزیات یا بیسن اور آٹے میں گوشت کا باریک قیمہ گوندھ کر استعمال کرایا جاتا تھا اور آج بھی بہت سے لوگ استعمال کراتے ہیں، خاص کر مرغوں اور تیتروں کی لڑائی کے بازی گر لوگ اپنے لڑاکو مرغوں اور تیتروں کو استعمال کراتے ہیں۔ اور چارہ خور جانوروں کو چنا، مکا، باجرہ، سرسوں اور تِل جیسے دانے والی غذاؤں کا استعمال کراتے تھے؛ نیز سرسوں اور تِل وغیرہ کی کھل (تیل کشیدہ کھوپر) استعمال کرائی جاتی تھی اور آج بھی کرائی جاتی ہے؛ لیکن اب جدید طریقوں پر طرح طرح کی غذائیں تیار کرائی جارہی ہیں جن میں لحمی اجزاء مثلاً اوجھ، فاضل چربی، چھیچڑے، ہڈیوں وغیرہ سے تیار شدہ پاؤڈر وغیرہ شامل ہیں، اور ان میں شرعی مذبوحہ اور غیر شرعی مقتولہ اور مردار جانوروں کے اعضاء بھی ہوتے ہیں؛ حتیٰ کہ خنزیر جیسے حرام جانوروں کے اعضاء بھی شامل ہوتے ہیں، اس لیے یہ بات قابلِ تشویش ہے کہ جن غذاؤں میں لحمی اجزاء شامل ہوں تو ان کا استعمال چارہ خور جانوروں کو کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

چنانچہ اس بارے میں غذاؤں سے متعلق بنیادی طور پر چند باتیں ملحوظ رہنی چاہئیں:

(١) جانوروں کو ایسی غذائیں دی جائیں جو ان کے لیے باعثِ ضرر نہ ہوں، لہٰذا جس غذا سے جانور کو تکلیف و ضرر یا بیماری لاحق ہو، تو اس کا کھلانا شرعاً جائز نہیں

• استاذ حدیث وافتاء جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ، یوپی۔

ہے؛ کیونکہ حدیث مینجانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور نرمی برتنے کا حکم ہے اور ضرر رساں غذائیں دینا حسنِ سلوک کے سراسر خلاف ہے۔

(۲) غذا خالص ناپاک چیزیں نہ ہوں، یا ناپاک چیزیں اتنی کثیر مقدار میں نہ ہوں کہ جانور کے جسم اور گوشت سے نجاست کی بدبو ظاہر ہو؛ کیونکہ ایسا جانور ''جلالہ ''کے حکم میں ہے اور علامہ کاسانی نے ''جلالہ'' کی تعریف تحریر کرتے ہوئے رقم کیا ہے: ''وہی التی الأغلب من أکلہا النجاسۃ(بدائع، کتاب الذبائح۴،۱۵۳)'' اور یہ بھی واضح رہے کہ ''جلالہ '' کی ممانعت کا مدار محض ناپاک چیز کھانے پر نہیں ہے؛ بلکہ اس کے گوشت سے نجاست کی بدبوظاہر ہونے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھلی پھرنے والی مرغی کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے؛ نیز اسی طرح بکری کے اس بچے کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ جس کی پرورش خنزیر کے دودھ پینے سے ہوئی ہو؛جبکہ ان میں نجاست کا کھانا پایا جارہا ہے؛ لیکن چونکہ ان کے گوشت سے نجاست کی بدبو ظاہر نہیں ہوتی، اس لیے وہ جائز قرار دئیے گئے ہیں۔چنانچہ بدائع میں ہے: ''ولا یکرہ الدجاج المحلی و إن کان یتناول النجاسۃ؛ لأنہ لا یغلب علیہ أکل النجاسۃ بل یخلطہا بغیرہا وہوالحب فیأکل ذا وذا، وقیل إنما لایکرہ، لأنہ لا ینتن کما ینتن الإبل، والحکم متعلق بالنتن، ولہٰذا قال أصحابنا في جدی ارتضع بلبن خنزیر حتی کبر، إنہ لایکرہ أکلہ، لأن لحمہ لایتغیر ولا ینتن فہذا یدل علی أن الکراہۃ فی الجلالۃ لمکان التغیر والنتن لا لتناول النجاسۃ، و لہٰذا إذا خلطت لایکرہ و إن وجد تناول النجاسۃ؛ لأنہا لاتنتن، فدل أن العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ'' (بدائع ۴،۱۵۴)، اور بعض فقہاء نے بہت واضح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ اگر جانور ناپاک اور پاک دونوں طرح کی مخلوط چیزیں کھاتا ہے؛ لیکن ناپاک چیزوں کی بدبو اس کے گوشت سے ظاہر نہ ہو تو وہ جانور جائز ہے۔ چنانچہ زیلعی نے ''تبیین '' میں تحریر کیا ہے:''أما التی تخلط بأن تتناول النجاسۃ والجیف، و تتناول غیرہا علی وجہ لا یظہر أثر ذلک فی لحمہا فلا بأس بہ'' (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ)۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ جانور میں فربہی مطلوب ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جب آپ نے ایک اونٹ کو پتلا دبلا دیکھا تو آپ نے اس کے مالک سے فرمایا : ''إتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ، وکلوہا صالحۃ'' (ابو داؤد، کتاب الجہاد) ان بے زبان چوپاؤں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، جب یہ تندرست و توانا ہوں تب ہی ان پر سفر کرو اور جب یہ صحیح و تندرست ہوں تب ہی ان کو کھاؤ۔

اور ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ فربہ جانور کو خریدنے کی ترغیب مذکور ہے، اگرچہ وہ قربانی کے جانور سے متعلق ہے؛ لیکن اس سے انکار نہیں کہ اس سے عمومی احوال میں بھی جانور کو فربہ رکھنے کی ہدایت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے:''إن رسول اللہ ﷺ کان إذا أراد أن یضحي اشتری کبشین عظیمین سمینین، أقرنین، أملحین موجوئین'' (ابن ماجہ، کتاب الاضاحی)۔

اور امام بخاری نے ''باب فی أضحیۃ النبی صلی اللہعلیہ و سلم بکبشین أقرنین و یُذکر سمینین''کہہ کر عنوان قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت ابو امامہ بن سہل کا یہ قول نقل کیا ہے:''کنا نسمن الأضحیۃ بالمدینۃ، وکان المسلمون یسمنون''(بخاری، کتاب الأضاحی) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کا معمول تھا کہ وہ قربانی کے جانوروں کو خوب فربہ کرنے کی کوشش کرتے تھے او ریہ بغیر اچھی غذا کے ممکن نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو ایسی غذا دینا جس سے جانور فربہ ہوتا ہو تو وہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

۱۔ چارہ خور جانوروں کو لحمی غذائیں کھلانے کا حکم:

چارہ خور جانوروں کے لیے لحمی غذائیں جو آج کل تیار ہورہی ہیں ان کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ان میں کئی طرح کی چیزیں شامل کی جاتی ہیں، مثلاً بہت سے بھوسے اور دانوں کے آٹے جن کے استعمال میں کوئی اشکال نہیں، اور رہی یہ بات کہ ان میں لحمی اجزاء بھی شامل کیے جاتے ہیں تواس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو اجزائے لحمیہ تبدیل ماہیت کے ساتھ (مثلاً پاؤڈر وغیرہ بناکر) شامل کیے جاتے ہیں جن کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر بغیر تبدیلِ ماہیت کے بھی استعمال کیے جاتے ہوں تو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں؛ کیونکہ وہ مخلوط طور پر استعمال کیے جاتے ہیں جن میں دیگر اجزاء کا غلبہ ہوتا ہے اور اس میں بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ جب غذا ایسی ہو جس سے جانور کی منفعت دوبالا ہوجاتی ہو، اور اس کے استعمال کرانے میں جانور کے حسن اور فربہی میں اضافہ ہوتا ہو تو وہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ اور رہا یہ اشکال کہ لحمی غذاء چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''جلالہ '' کا نجاست کھانا بھی خلافِ فطرت ہے؛ لیکن اس کی ممانعت اس خلاف فطرت عمل کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ نجاست سے اس کے گوشت کے متغیر ہونے کی وجہ سے ہے،چنانچہ اگر گوشت متغیر نہ ہو تو خلافِ فطرت عمل کے باوجود اس کا کھانا جائز ہے۔

۲۔ جانوروں میں دودھ اور گوشت میں اضافے کے لیے انجکشن لگانے کا حکم:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:''ہوالذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ''وسخرلکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ''(الجاثیہ: ۱۳) ان دونوں آیتونمیں بیان ہے کہ آسمانوں کی چیزیں مثلاً چاند، سورج، ستارے، بادل، بارش، ہوائیں وغیرہ اور زمین کی چیزیں مثلاً تمام نباتات، جملہ حیوانات، تمام معدنیات اور تمامہا جمادات وغیرہ انسانوں کی منفعت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، چنانچہ جب دنیوی ان تمام چیزوں کی خلقت کا مقصد انسانی نفع رسانی ہے تو اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ اگرچہ انسان بعض اشیائے کائنات سے فطری اور غیر اختیاری طور پر نفع حاصل کرتا

ہے؛ لیکن بعض چیزوں سے منفعت اندوزی میں وہ اپنے تصرف اور تدبیر کا محتاج ہوتا ہے؛ کیونکہ اگر وہ اپنے تصرفات اور تدبیروں کے ذریعہ دنیاوی اشیاء کے منافع کو بروئے کار نہ لائے تو وہ یا تو نفسِ منفعت ہی سے محروم رہے گا یا اگر کسی درجہ میں منفعت حاصل ہوبھی گئی تو پھر وہ منفعت کاملہ سے تہی دست رہے گا۔ اسی لیے وہ خاطرخواہ منافع و مصالح حاصل کرنے کے لیے نباتات،جمادات اور معدنیات میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہے، اور رہے حیوانات ! اگرچہ ان کا معاملہ نباتات و جمادات وغیرہ سے بالکل جداگانہ ہے؛ لیکن ان کی خلقت بھی انسانی نفع رسانی کی خاطر ہوئی ہے تو ان سے بھی انسان موافقِ مذاق منافع و مصالح حاصل کرنے کے لیے ان کے بارے میں بھی مختلف پہلوؤں سے تصرف اور تدبیر کرنے پر مجبور ہے، اور اس موقع پر یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ انسان دنیاوی اشیاء سے اپنے خاطر خواہ منافع و مصالح حاصل کرنے کے لیے ان میں تصرفات اور تدبیریں کرنے کا اختیار ضرور رکھتا ہے؛ لیکن بے مہار اونٹ کی طرح نہیں کہ جو چاہے اور جیسا چاہے تصرف کرتا پھرے بلکہ اس کے لیے حدود ہیں، دائرے ہیں جن سے تجاوز کرنا اس کے حق میں جرم ہے یعنی باعثِ گناہ ہے، اور وہ حد، منفعت ہے جو تصرفات کا اختیار حاصل ہونے کی علت بھی ہے اور تصرف کی حلت اور حرمت کو پہچاننے کی کسوٹی بھی ہے، یعنی ہر وہ تصرف جو کسی منفعتِ انسانی یا منفعتِ حیوانی کی خاطر کیا گیا ہو تو وہ حلال ہے اور اگر انسانی تصرف منفعت سے خالی ہے تو وہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے یا تو اضاعتِ مال لازم آئے گا جو شرعاً ممنوع ہے؛ کیونکہ حدیث میں وارد ہے:''نہی النبی ﷺ عن إضاعۃ المال''(بخاری، کتاب الزکاۃ) یا پھر اس سے تعذیبِ حیوان لازم آئے گا؛ جبکہ منفعت سے خالی یہ تصرف حیوانات کے بارے میں ہو اور تعذیبِ حیوانات بھی ممنوع ہے،جیسا کہ حدیث میں ہے:''نہی النبی ﷺ أن تصبرالبہائم''(بخاری، کتاب الذبائح) اور دوسری حدیث میں وارد ہے:''عذبت امرأۃ فی ہرۃ حبستہا حتی ماتت جوعاً، فدخلت فیہا النار''(بخاری، کتاب المساقاۃ)۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد کئی زیر بحث سوال حل ہوجاتے ہیں، منجملہ ان کے یہ دوسرا سوال بھی ہے جس کا جواب یہ ہے کہ حیوانات کے بارے میں ہر وہ تصرف جائز ہے جس میں انسان کی یا اس حیوان کی جس میں تصرف کیا جارہا ہے منفعت مقصود ہو۔ لہٰذا وہ انجکشن جس سے جانور کے دودھ یا گوشت میں اضافہ مقصود ہو تو وہ شرعاً جائز ہے بشرطیکہ وہ انجکشن انسان یا حیوان کے لیے مہلک نہ ہو۔ ''لا ضرر ولاضرار فی الإسلام'' اور رہی یہ بات کہ انجکشن لگانے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے کہیں زیادہ تکلیف تو باربرداری میں ہوتی ہے؛ جبکہ قرآن نے حیوانات سے حاصل ہونے والے منافع بیان کرتے وقت خصوصیت کے ساتھ باربرداری کی منفعت

کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:''و تحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس" (النحل: ٧)۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی منافع و مصالح حاصل کرنے میں اگر جانور کو قدرے تکلیف ہو تو وہ قابلِ تحمل ہے؛ نیز گوشت میں عمدگی کی خاطر جانور کو خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس میں ایک عضو کو ختم کیا جاتا ہے جس سے چوپائے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن چونکہ اس کے نتیجہ میں ایک منفعت حاصل ہورہی ہے، اس لیے اس کو شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:''ولا بأس بإخصاء البہائم وإنزاء الحمیر علی الخیل، لأن فی الأول منفعۃ البہیمۃ والناس" (ہدایہ، کتاب الکراہیۃ ۴،۴۷۴)۔

نوٹ: اسی کے ذیل میں چھٹے سوال کا جواب بھی ملاحظہ ہو جو مندرجہ ذیل ہے:

۶۔ جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے کاحکم:

علاج ومعالجہ صرف منفعت ہی نہیں بلکہ انسانی ایک اہم ضرورت بھی ہے اور معالجہ کے لیے تجربہ کا ہونا شرط ہے؛ کیونکہ اس باب میں خطا، خطرۂ جان ہے۔ لہٰذا انسانی صحت اور جانی حفاظت کی خاطر معالجہ کے لیے میڈیکل تجربات کرنا شرعاً جائز ہے؛ کیونکہ جانوروں کو انسانوں کی مصالح کے لیے وجود بخشا گیا ہے اور یہ بھی ایک منفعت ہے بلکہ ایک ضرورت ہے اور انسانوں کی ضرورت یا منفعت کی تکمیل کی خاطر جانوروں میں تجرباتی تصرفات کرنا جائز ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی قدرتِ احیائے اموات پر علم الیقین سے عین الیقین کے درجے تک پہنچنے کے لیے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا تھا: ''رب أرنی کیف تحیي الموتی"(البقرہ: ٢٦٠) تواللہ تعالیٰ نے ان کو چار پرندے پالنے اور ان کو مانوس کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان کے گوشت و پوست کا قیمہ کرکے مختلف پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا رکھ دو اور پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آئینگے جس سے تم کو مشاہدہ ہوجائے گا کہ کس طرح مردار کے منتشر اجزاء کو آناً فاناً جمع کرکے ان پر گوشت چڑھا دیا جائے گا اور زندہ کرکے اُٹھا دیا جائے گا؛ حالانکہ یہ ایک دینی ضرورت تھی کہ اللہکی قدرتِ احیاء پر جو یقین حاصل تھا اس میں مزید ترقی ہو۔ لیکن اس کے لیے دنیا میں مشاہدہ کے لیے چار پرندوں کو ذبح کرکے قیمہ قیمہ کر دیا گیا اور علاج و معالجہ تو جان کی حفاظت کے لیے کیا جاتا ہے جس کے لیے تجربہ شرط ہے۔ پس گویا کہ تجربہ کی خاطر جانوروں پر امکانی دواؤں کے ذریعہ میڈیکل تجربات کرنا حفظِ نفس کی ایک ضرورت ہوئی اور حفظِ نفس کی ضرورت، حفظِ دین کی ضرورت سے زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امکانی دواؤں کا استعمال کراکر جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا جائز ہونا چاہیے۔

نوٹ: اسی ذیل میں ساتویں سوال کا جواب بھی ملاحظہ ہو جو مندرجہ ذیل ہے:

۷۔ آپریشن کے ذریعہ زندہ جانوروں میں تبدیلِ اعضاء کا حکم:

اگر یہ عمل بھی طبی تجربہ کے طور پر کیا جارہا ہے تو یہ تصرف بھی مبنی بر منفعت ہے۔لہٰذا جائز ہے۔البتہ آپریشن کرنے کے لیے یا اس کے کسی عضو کو نکال کر دوسرے عضو کو رکھنے کے بارے میں ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس میں جانور کو حتی الامکان کم سے کم تکلیف ہو، جیسا کہ ذبح کے لیے چھری کی دھار تیز کرنے کی ہدایت صرف اس لیے ہے کہ جانور کو ذبح میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ نیز بطور علامت گدھوں کے چہروں پر داغ لگانے سے صرف اس لیے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں جانور کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے ؛ لیکن اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصہ پر داغ لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس سے کوئی منفعت مقصود ہو، مثلاً علامت بنانا وغیرہ، ورنہ جائز نہیں ہے۔

۳۔ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانے کا حکم:

ایک جنس کے نَر جانور سے دوسری جنس کے مادہ جانور کا اختلاط کرانا دورِ رسالت میں بھی رائج تھا اور یہ رواج گدھے کا گھوڑی سے یا گھوڑے کا گدھی سے اختلاط کرانے کے بارے میں تھا اور احناف کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خچر پر سواری فرمائی ہے اور خچر اسی کو کہا جاتا ہے جو گدھے اور گھوڑی کے باہمی اختلاط سے پیدا ہو، اگر گدھے کا گھوڑی سے اختلاط کرانا جائز نہ ہوتا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اختلاط سے پیدا شدہ جانور (خچر) پر سوار نہ ہوتے؛ کیونکہ اگر آپ اس پر سوار نہ ہوتے تو لوگوں کے لیے اس اختلاط کا دروازہ بند ہوجاتا، پھر لوگ اس سے پرہیز کرتے؛ لیکن اس کے برخلاف آپؐ اور آپ کے اصحابؓ نے کثرت سے سواری کے لیے خچر کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ غزوۂ حنین کے موقع پر آپ خچر پر سوار تھے، جیسا کہ ابو عمارہؓ فرماتے ہیں: ''ولقد رأیت رسول اللہ ﷺ وہو علی بغلتہ البیضاء''۔ اسی طرح حجۃ الوداع میں جمرۂ عقبہ کے پاس آپ خچر پر سوار تھے، اسی طرح آپ ایک مرتبہ بنونجار کے باغ کے پاس سے گزرے تو آپ اپنے شہباء خچر پرسوار تھے جو عذابِ قبر کی ہولناک آواز سن کر بدک گیا تھا، اسی طرح حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خچر پر سوار تھے اور میں آپ کے پیچھے سوار تھا۔ان کے علاوہ اور بھی روایتیں ہیں جن میں آپ کا خچر پر سواری کرنے کا بیان ہے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل سے خچر کی افزائش نسل کا دروازہ کھلتا ہے؛ کیونکہ خچر گدھے اور گھوڑی کے اختلاط کے بغیر نہیں ہو سکتا،چنانچہ ہدایہ میں ہے:''وقد صح أن النبی ﷺ رکب البغلۃ فلو کان ہذاالفعل حراماً لما رکبہا، لما فیہ من فتح بابہ'' (ہدایہ، کتاب الکراہیۃ ۴،۴۷۴) اور بنایہ میں مرقوم ہے:''فلو کان الإنزاء مکروہا لم

یرکب رسول اللہ ﷺ حتی یمتنع الناس عن إنزاء الحمیر''(بنایہ، کتاب الکراہیۃ ۲۴۴،۱۲) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا'' (النحل: ۸) اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں اور گدھوں پر سواری کرنے کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے تو اس ذیل میں خچرپر سواری کو بھی ذکر فرمایا، اور یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ خچروں کی نسل حاصل کی جائے اور یہ گھوڑے اور گدھی یا گدھی اور گھوڑے کے اختلاط ہی سے ہو سکتا ہے، لہٰذا آیت مذکورہ سے بھی اس اختلاط کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور رہی وہ روایت جس میں گدھی اور گھوڑے کے اختلاط سے منع کیا گیا ہے تو فقہاء اور شراح احادیث نے صراحت کی ہے کہ وہ بنوہاشم کے ساتھ خاص ہے؛ کیونکہ شروع شروع میں ان کے گھوڑے قلیل تعداد میں تھے اس لیے آپ نے ان کو گدھے گھوڑی کے اختلاط سے منع فرمایا؛ تاکہ ان میں گھوڑوں کی تعداد بڑھ سکے؛ لیکن جب ان کے پاس گھوڑے کثیر تعداد میں ہوگئے تو وہ علت بھی ختم ہوگئی، لہٰذا ان کے لیے بھی یہ ممانعت باقی نہ رہی اور یہ اختلاط ان کے لیے بھی جائز ہوگیا تھا۔

اسی طرح حضراتِ فقہاء نے وحشی اور اہلی جانوروں کے درمیان اختلاط کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ بدائع میں ہے: ''إن حمارا وحشیا لو نزی علی حمارۃ أہلیۃ فولدت لم یؤکل ولدہا ولو نزا حمار أہلی علی حمارۃ وحشیۃ و ولدت یؤکل ولدہا، لیعلم أن حکم الولد حکم أمہ فی الحل والحرمۃ دون الفحل'' (بدائع، کتاب الذبائح ۱۵۱،۴)، اور فقہاء نے یہ جزئیہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی بکری سے کسی بھیڑیے نے یا کسی کُتے نے اختلاط کیا اور بکری نے بچہ جنا تو اس بچہ کو کھانا جائز ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ چنانچہ امامِ زیلعی لکھتے ہیں:''إن الذئب لونزا علی شاۃ فولدت ذئبا حل أکلہ، ویجزئ فی الأضحیۃ''(تبیین الحقائق، کتاب الطہارۃ ۳۴،۱) اور حاشیہ چلپی میں کتاب الاضحیۃ کے تحت لکھا ہے: ''قال الأتقاني قال فی خلاصۃ الفتاویٰ، ولو نزا کلب علی شاۃ فولدت، قال عامۃ المشائخ لا یجوز، وقال الإمام الخیزاخزی، إن کان یشبہ الأم یجوز'' (تبیین الحقائق، کتاب الاضحیۃ ۷،۶)۔ ان تمام روایات اور فقہی تصریحات سے معلوم ہوا کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط جائز ہے، خواہ وہ دونوں حلال جانور ہوں یا ایک حلال اور دوسرا حرام ہو۔

اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ ان سے پیدا شدہ بچے کا حکم کیا ہوگا؟ مذکورہ بالا فقہی عبارتوں سے اس کا بھی حکم واضح ہوگیا ہے اور فقہاء نے اس بارے میں نقل کیا ہے کہ صحیح قول کے مطابق ماں کا اعتبار کیا جائے گا کہ اگر ماں حلال جانور کے قبیل سے ہے تو اس کا بچہ بھی حلال ہے اور اگر ماں حرام جانور کے قبیل سے ہے تو اس کا بچہ بھی حرام ہے، اور اس کی دلیل علامہ کاسانی اور علامہ شامی نے یہ تحریر کی ہے کہ بچے میں اصل ماں ہے؛ کیونکہ بچہ ماں ہی کے بطن سے صادر ہوتا ہے اور ماں ہی حیوانِ متقوم ہے یعنی ایک جاندار اور فی الحال باقی رہنے والی چیز ہے، لہٰذا حلت و حرمت کا

حکم اسی کے اعتبار سے ہوگا۔ اور رہا باپ کا معاملہ! تو اس سے تو صرف پھدکتا پتلا پانی خارج ہوتا ہے اور وہ رحم میں جاکر فنا ہوجاتا ہے، لہٰذا وہ ایک امرِ مستہلک اور امرِ معدوم ہے اور ایسے امر سے حکم متعلق نہیں ہوتا ہے، اس لیے بچے کی حلت و حرمت کا مدار ماں پر ہے، لیکن ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر ماں حلال ہے اور اس نے اپنی ہی جنس کا بچہ جنا ہے تو اس کی حلت میں تو کوئی کلام نہینہے؛ لیکن اگر اس نے حرام جانور کی جنس کا بچہ جنا ہے تو پھر اس کا کیا حکم ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض فقہاء نے تو ماں کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ زیلعی نے صراحت کی ہے:''إن الذئب لو نزا على شاة فولدت ذئبا حل أكله، و يجزئ في الأضحية''(تبيين الحقائق، كتاب الطهارة ۳۴،۱)، لیکن دوسرے فقہاء نے اس میں تفصیل کی ہے، چنانچہ ''الجوہرۃ النیرۃ'' میں لکھا ہے کہ اگر کُتے نے بکری کے ساتھ اختلاط کیا اور بکری نے ایسا بچہ جنا جس کا سر کُتے کے مانند ہے اور باقی جسم بکری کے مانند ہے تو اس کا امتحان لیا جائے گا ، بایں طور کہ اس کے سامنے گوشت اور چارہ دونوں رکھے جائینگے، اگر اس نے گوشت کھایا تو وہ کُتا ہے، لہٰذا وہ جائز نہیں،ا ور اگر چارہ کھایا تو وہ بکری ہے،اور وہ جائز ہےلیکن اس کے سر کو پھینک دیا جائے گا اور باقی جسم کو کھا لیا جائے گا؛ لیکن اگر گوشت اور چارہ دونوں ہی کھاتا ہو تو پھر اس کو مارا جائے گا تاکہ وہ روئے، چنانچہ اگر وہ کتّے کی طرح بھونکتا ہے تو وہ کتا ہے اور اگر بکری کی طرح ممیاتا ہے تو وہ بکری ہے، لیکن سر کے علاوہ۔ اور اگر آوازیں دونوں طرح کی نکالتا ہے تو پانی پلاکر آزمایا جائے گا۔ اگر کُتے کی طرح چاٹ چاٹ کر پی رہا ہے تو وہ کُتا ہے اور بکری کی طرح چوس کر پی رہا ہے تو وہ بکری ہے، اور اگر دونوں ہی انداز سے پیتا ہے تو اس کو ذبح کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس کی آنت انتڑیاں کتے کی جیسی ہیں یا بکری جیسی ہیں، جیسی ہونگی ویسا ہی حکم ہوگا۔ اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حلت وحرمت میں ماں کی تبعیت کا اعتبار نہینہے بلکہ خود بچے کی ذات میں شباہت کا اعتبار کیا جائے گا، البتہ علامہ شامی نے اس سلسلے میں فیصلہ کُن بات تحریر فرمائی ہے کہ راجح قول یہی ہے کہ علی الاطلاق ماں کی تبعیت کا اعتبار ہوگا؛ البتہ عامۃالعلماء کے قول کی وجہ سے اس سے ولدکلب کو مستثنیٰ کیا جائے گا اور اس میں شبہ کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں: ''والحاصل أن المفهوم مما مر أن الولد تبع لأمه مطلقاً، وقيل لا تعتبرالتبعية بل يعتبر بنفسه، والأول المعتمد كما يقتضيه كلام البدائع فی كتاب الأضحية۔ وهو مقتضى إطلاق المتون، لكن على ما قاله العلماء يستثنى ولد الكلب''(شامی کتاب العتق)۔

حاصل یہ ہے کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرنا جائز ہے، اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ پر حلت و حرمت میں مانکا حکم عائد ہوگا؛ لیکن اگر نر جانور حرام ہے اور مادہ حلال، اور اس نے حرام جانور جیسا بچہ جنا ہے تو

اس میں شبہ کا اعتبار کرنا احوط ہے، اور اس صورت میں جمع بین القولین بھی ہے۔

۴۔ زینت کے طور پر جانوروں کو پنجرے میں رکھنے کا حکم:

صحیحین میں حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی ابو عمیر سے متعلق قصۂ نغیر مذکور ہے، یعنی ابو عمیر کی دلچسپی اور انسیت کے لیے ایک بلبل کو پالنے کا واقعہ مذکور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیردرندہ پرندوں کو گھروں میں زینت و انسیت کے لیے محبوس کرنا مباح ہے، خواہ ان کے پروں کو کاٹ کر محبوس کیا جائے یا پنجروں میں بند کرکے؛ کیونکہ ابو عمیر کی بلبل انہی دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر محبوس کی گئی ہوگی۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت فیوضہم تحریر فرماتے ہیں:''جواز إمساک الطیر فی القفص و نحوہ، وقص جناح الطیر ، إذ لا یخلو حال طیر أبی عمیر من واحد منہما، و أیہما کان الواقع التحق بہ الأخر فی الحکم''(تکملہ فتح الملہم، کتاب الاداب ۱۰،۱۹۶)۔

نیز حضرات فقہاء نے خوش طبعی کی خاطر گھروں میں کبوتر پالنے کو مباح قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری رقم طراز ہیں:''فأما إمساک الحمام فی بیتہ للاستئناس لا یُسقطہا (العدالۃ) لأنہ إمساکہا فی البیوت مباح کذا فی النہایۃ'' (البحرالرائق، کتاب الشہادۃ) لہٰذا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خوش طبعی کی خاطر کبوتر وں کی طرح دیگر پرندوں کو بھی گھروں میں محبوس کرنا مباح ہے؛ البتہ امام بغوی نے شرح السنۃ میں اس کے ساتھ یہ بھی شرط ذکر کی ہے کہ محبوس کرکے پرندوں کو تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:''إنہ لا بأس أن یعطی الصبی الطیر لیلعبہ من غیر أن یعذبہ'' (شرح السنۃ، کتاب الاستیذان)؛ کیونکہ تعذیبِ حیوان حرام ہے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے بلی کو محبوس رکھا اور کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیا یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی ہلاک ہوگئی تو اس عورت کو بلی کو تکلیف پہنچانے کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ نیز اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر جانور کے کھانے پینے کا پورا خیال رکھا جائے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا جائے تو اس کو محبوس کرنا بھی مباح ہے۔

۵۔ شوقیہ طور پر خطرناک جانوروں کو محبوس کرکے رکھنے کا حکم:

حدیث شریف میں پانچ موذی حیوانات کو حل اور حرم دونوں جگہ میں قتل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ حدیث میں وارد ہے:''خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم:الحیۃ، والغراب الأبقع، والفأرۃ، والکلب العقور، والحدیا'' (مسلم، کتاب الحج) اور ابو داؤد ، ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت منقول ہے اس میں ''السبع العادی'' کا بھی ذکر ہے، اور امام ترمذی نے روایت نقل کرنے کے بعد امام شافعی کا قول نقل کیا ہے:''کل سبعٍ عدا علی الناس أو علی دوابہم، فللمحرم قتلہ''، اسی طرح ابوداؤد میں ایک روایت میں مذکور ہے جس میں بحالت نماز سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے،

چنانچہ وارد ہے:''اقتلوا الأسودين في الصلاة: الحية والعقرب''(ابو داؤد، کتاب الصلاۃ)۔

ان حدیثوں میں جن جانوروں کو قتل کرنا مباح قرار دیا گیا ہے، حضرات فقہاء نے ان کے قتل کے مباح ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ ان موذی جانوروں کی عادت لوگوں پر عموماً فوراً حملہ کر دینا ہے، چنانچہ بدائع میں ہے:''و علۃ الإباحۃ فیہا ہي الابتداء بالأذی والعدو علی الناس غالباً'' ، اور بدائع میں یہ بھی مذکور ہے: جو جانور عموماً حملہ کرنے میں پہل نہیں کرتا ہے، تو محرم کے لیے اس کو قتل کرنا اس وقت جائز ہے جب وہ اس پر حملہ آور ہو، چنانچہ علامہ کاسانی رقم طراز ہیں:''و أما الذی لا یبتدئ بالأذی غالباً کالضبع والثعلب وغیرہما فلہ أن یقتلہ إن عدا علیہ، ولا شئ إذا قتلہ''(بدائع، کتاب الحج)۔ ان صراحتوں سے ثابت ہوا کہ جن جانوروں کی فطرت اور سرشت میں لوگوں پر حملہ آور ہونا ہے تو ان کاقتل جائز ہے، خواہ وہ حرم میں ہوں یا خارج حرم؛ کیونکہ انسان سے سبب ہلاکت کو دفع کرنا اور جان کا تحفظ کرنا شرعاً واجب ہے۔ نیز ان جانوروں کے قتل کو مباح کرنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اقتناء یعنی پالنے سے گریز کیا جائے؛ کیونکہ اس میں جانوں کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہے ، اسی وجہ سے فقہاء نے کلب عقور اور ہوام موذیہ کو پالنا ناجائز قرار دیا ہے۔ نیز ان کی بیع کو بھی ناجائز قراردیا ہے؛ کیونکہ یہ حیوانات نہایت موذی ہیں اور غیر منتفع بہ ہیں، اور جو کتّے قابل انتفاع ہیں ان کی بیع جائز ہے، تو ان کی اقتناء کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اس مقام پر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ قابل انتفاع جن کتوں کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے ان کے بارے میں بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ان کو گھروں میں نہ رکھا جائے، الایہ کہ چور یا دشمن کا خوف ہو تو ان کو گھروں میں بھی رکھنا جائز ہے؛ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے، ملائکہ رحمت اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، نیز حدیث مینیہ بھی وارد ہے کہ جس نے کلبِ صید اور کلب ماشیہ کے علاوہ کتا پالا تو اس کے اجر سے روزانہ دو قیراط اجر کم کر دیا جائے گا، تو جو کتّے غیر قابل انتفاع ہیں تو ان کوگھروں میں رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ چنانچہ شامی میں ہے:''و أما اقتناؤہ للصید و حراسۃ الماشیۃ والبیوت والزرع، فیجوز بالإجماع لکن لا ینبغی أن یتخذہ فی دارہ إلا أن خاف لصوصاً أو أعداء اً للحدیث الصحیح، من اقتنی کلباً إلا کلب صید أو ماشیۃ نقص من أجرہ کل یوم قیراطان''(شامی، کتاب البیوع، باب المتفرقات)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف ان کتوں کو پالنا جائز ہے جو قابل انتفاع ہوں، خواہ وہ فی الحال قابل انتفاع ہوں یا فی المآل قابلِ انتفاع ہوں، اسی وجہ سے کتے کے بچے کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ وہ آئندہ تعلیم قبول کرکے معلم بن سکتا ہے، اور شیر اور ریچھ کی بیع کو ناجائز قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ یہ دونوں تعلیم قبول نہیں کرتے ہیں، اس طرح کلب عقور بھی تعلیم قبول نہیں کرتا ہے، لہٰذا اس کی بھی بیع ناجائز ہے۔ چنانچہ شامی میں بحر اور مبسوط کے حوالے سے تحریر ہے: ''لکن فی البحر عن المبسوط، أنہ

لایجوز بیع الکلب العقور الذی لا یقبل التعلیم فی الصحیح من المذہب، وہکذا نقول فی الأسد إن کان یقبل التعلیم و یصطاد بہ یجوز بیعہ، وإلافلا''(حوالہ بالا)، اور فقہاء نے ہاتھی کی بیع کو جائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس سے باربرداری اور سواری کا کام لیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ قابل انتفاع ہے اور التزامی طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس کی بیع جائز ہے اس کا اقتناء بھی جائز ہے اور جس کی بیع جائز نہیں اس کا اقتناء بھی جائز نہیں؛ چنانچہ فقہاء نے کلب اسود بہیم کے بارے میں اصولی طور پر لکھا ہے: ''ما وجب قتلہ حرم اقتناؤہ''(شامی، کتاب الصید)۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اقتنائے حیوانات کے جائز ہونے کے بارے میں چار امور کا ہونا شرط ہے:(۱) موذی نہ ہوں، (۲) تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو، (۳) منتفع بہ ہو، (۴) اقتناء محض لہوولعب کے لیے نہ ہو، لہٰذا سانپ ، خونخوار کتّے اور شیر جیسے موذی غیر منتفع بہ حیوانات کو پالنا شرعاً جائز نہیں؛ البتہ جن شیروں کو سدھا دیا جائے یعنی ان میں تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت ہو اور وہ لوگوں پر حملہ آور نہ ہوتے ہوں تو ان کا پالنا مباح ہے۔

۸۔ جانوروں کے شکار اور ذبح کی ممانعت سے متعلق سرکاری قانون کی حیثیت:

غیر مسلم حکومتِ وقت کے وہ قوانین جو کسی نصِ شرعی سے متضاد نہ ہوں اور ان کی پاسداری میں کسی معصیت کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو، یعنی وہ قوانین مباح امو رسے متعلق ہوں، تو ان کی پاسداری سیاستاً و انتظاماً لازم ہے، کیونکہ حدیث میں وارد ہے: ''لا طاعۃ فی معصیۃ، إنما الطاعۃ في المعروف''(بخاری، کتاب الأخبار الآحاد) اور ''معروف '' سے مرادوہ امر ہے جس کی اجازت شرعاً ثابت ہو خواہ وہ اثباتاً ہو یا نفیاً، اور وہ کسی نصِ شرعی کے منافی نہ ہو،اور دوسری حدیث میں وارد ہے:''بایعنا علی السمع والطاعۃ فی منشطنا و مکرہنا، و عسرنا و یسرنا، وأثرۃ علینا، و أن لا ننازع الأمر أہلہ، قال: إلا أن تروا کفراً بواحاً عندکم من اللہ فیہ برہان''(مسلم، کتاب الامارۃ)۔ یہ تمام روایتیں اس مسلم امامِ عادل کے بارے میں وارد ہیں،رعایا پر جس کی اطاعت شرعاً لازم ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس کا حکم کسی گناہ کرنے کے بارے میں نہ ہو اور شریعت کے خلاف نہ ہو، اور رہا غیرمسلم حکمراں! پس اس کی تو اطاعت ہی شرعاً لازم نہیں ہے، چہ جائے کہ کسی گناہ اور خلافِ شریعت امر کے بارے میں اس کے حکم نامے کو قبول کیا جائے۔ ہاں! اگر غیر مسلم حاکم کسی امرِ مباح کے بارے میں کوئی قانون وضع کرتا ہے تو محض سیاسی اور ملکی انتظامی مصالح کی وجہ سے اس پر عمل کرنا لازم ہے؛ تاکہ غیر عادلانہ اور کافرانہ حکومت کے مظالم اور فتنوں کا سدِباب ہوسکے، جیسا کہ حدیث مذکور کے ذیل میں امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر سلطانِ وقت فاسق و فاجر ہوجائے تو اس کے فسق وفجور کی وجہ سے وہ اپنے عہدے سے معزول نہیں ہوگا

اور مسلمانوں کے لیے اس کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہیں؛ کیونکہ ایسا کرنے میں بہت سے فتنے اور خونریزیاں اور باہمی فسادات رونما ہونے کا شدید خطرہ ہے، اس لیے سداً للباب جائز امور میں اس کی اطاعت انتظامی مصالح کی وجہ سے لازم ہے، اسی طرح اگر مرکزی یا ریاستی کوئی غیر مسلم حکومت کسی مباح کام سے متعلق کوئی قانون وضع کرتی ہے توسیاستاً اس کو قبول کرنا لازم ہے؛ کیونکہ بہ صورت دیگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہے جس کو شریعت اسلام میں رفع کیا گیا ہے؛ لیکن باوجود اس کے اگر کسی نے حکومتِ وقت کے وضعی قانون کی خلاف ورزی کی تو مرتکب شرعاً گنہ گار نہیں ہوگا، الا یہ کہ وہ اس عمل کی وجہ سے ماخوذ ہوکر مبتلائے مصیبت ہوجائے۔ اس کے اس عمل کی وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہوجائے؛ لیکن اس کا گناہ اس وجہ سے نہیں کہ اس نے حکومتِ وقت کے وضعی قانون کی خلاف ورزی کی بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے اپنے آپ کو عمداً ہلاکت میں مبتلا کیا اور یہ ممنوع ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' یا پھر اس کا گناہ اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے اپنے عمل سے فتنہ بپا کیا جبکہ اسلام مینرفع فساد کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:''ولا تبغ الفساد فی الأرض إن اللہ لایحب المفسدین'' (القصص: ۷۷) تاہم عام احوال میں جبکہ وہ گرفت سے مامون ہو یامامون رہنے کا یقین یا ظن غالب ہو تب بھی مباح امور میں حکومت کے وضعی قانون کی خلاف ورزی شرعاً پسندیدہ نہیں ہے؛ کیونکہ کسی نہ کسی درجہ میں اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں اس کا یہ عمل اس کی ہلاکت کا یا لوگوں کو ضررِ عام لاحق ہونے کا سبب نہ بن جائے، اس لیے اس سے احتیاطاً اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

اس تمہید کے بعد اب سوال کا جواب ملاحظہ ہو: قابل انتفاع پرندوں اور جانوروں کا شکار محض مباح ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں شرعاً جائز ہیں،لہٰذا بعض مصالح کی وجہ سے اگر حکومت کسی پرندے یا جانور کے شکار کو قانوناً ممنوع قرار دے تو وہ شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایک مباح امر کے بارے میں ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا سیاستاً لازم ہے؛ اگرچہ شرعاً ان کا شکار مباح ہی رہے گا۔

۹۔ غیر مسلموں کے مقدس و معبود جانور کو ذبح کرنے کا حکم:

محض گوشت خوری کے لیے حلال جانوروں میں سے کسی بھی جانور کو ذبح کرنا شرعاً مباح ہے؛ لیکن اگر اس کو ذبح کرنے میں فرقہ وارانہ فسادات کا خطرہ ہے تو اس سے اجتناب کرنا مصلحتاً لازم ہے؛ جیسا کہ سلطانِ فاسق کو فتنہ و فساد اور خونریزی کے خطرے سے اس کے عہدے پر باقی رکھنا مصلحتاً جائز ہے؛ تاکہ فسادات کا دروازہ نہ کھلے، چنانچہ امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے:''أجمع أہل السنۃ أنہ لا ینعزل السلطان بالفسق... قال العلماء وسبب عدم انعزالہ و تحریم الخروج علیہ ما یترتب علی ذلک من الفتن وإراقۃ الدماء و فساد ذات البین فتکون المفسدۃ فی عزلہ أکثر منہا فی بقائہ''(شرح مسلم نووی، حاشیہ

مسلم، کتاب الامارۃ)۔

۱۰۔ مہمان پرندوں کا شکار کرنے کا حکم:

مباح امور میں غیر مسلم حکومت کے کسی بھی وضعی قانون پر شرعاً عمل واجب نہیں کہ جس کی خلاف ورزی گناہ ہے؛ البتہ مصلحتاً اور سیاستاً اس پر عمل کرنا لازم ہے، لہٰذا حکومت جن مہمان پرندوں کے شکار کو قانوناً جرم قرار دے دے تو ان کے شکار سے مصلحت و سیاست کے طور پر اجتناب کرنا لازم ہے۔

۱۱۔ وبائی امراض سے متاثر جانوروں کومارنے کا حکم:

جو جانور کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوجائے جس سے تعفن اور فضائی آلودگی پھیلنے کا شدید اندیشہ ہو جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں بیماری پھیل سکتی ہے تو ایسے جانور ''ہوامِ موذیہ '' اور ''حیواناتِ موذیہ '' کے درجہ میں ہیں، لہٰذا ان کو ہلاک کرنا جائز ہے، بالخصوص اس وقت جب ان کی وجہ سے ضرر عام لاحق ہونے کا ظن غالب ہو، جیسا کہ امام زیلعی لکھتے ہیں:''وجاز قتل مایضر من البہائم کالکب العقور والہرۃ إذا کانت تأکل الحمام والدجاج لإزالۃ الضرر، ویذبحہا ذبحاً ولا یضربہا لأنہ لاتفید فیکون تعذبیا بلافائدۃ''(تبیین الحقائق، کتاب الخنثی) اور محیط برہانی میں ہے:''وفی فتاوی أہل سمرقند، الہرۃ إذا کانت مؤذیۃ لا تضرب، ولا تفرک أذنہا، ولکنہا تذبح بسکین حاد، وفی فتاویٰ أہل سمرقند:قتل الجراد یحل، لأنہ صید، لاسیما إذا کان فیہ ضرر عام''(محیط برہانی، کتاب الاستحسان، والکراہیۃ)۔

اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ ان کو کس طرح ہلاک کیا جائے؟ تو مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں اس کی بھی وضاحت ہے، چنانچہ تبیین کی عبارت میں ہے:''ویذبحہا ذبحاً'' اور محیط برہانی کی عبارت میں ہے:''ولکنہا تذبح بسکین حاد'' ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہلاک کرنے کا طریقہ ذبح کرنا ہے، اور رہا ان کو زندہ دفن کرنا تو یہ جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں تعذیب حیوانات ہے جو جائز نہیں ہے، اور رہا ایسڈ جیسے آتشی سیال یا منجمد مادوں کے ذریعہ ہلاک کرنا تو یہ بھی جائز نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ یہ آگ میں جلانے کے مانند ہے اور آگ میں جلانا ممنوع ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:''إن النار لا یعذب بہا إلا اللہ''(بخاری، کتاب الجہاد)، اور شامی میں ہے:''یکرہ إحراق جراد أی تحریما و مثل القمل البرغوث، و مثل العقرب الحیۃ''(شامی، کتاب الخنثی)۔

۱۲۔ کن انسانی مصالح کی وجہ سے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے؟

جن چیزوں میں انسانی منفعت ہو خواہ وہ کھال سے متعلق ہو یا دانت اور ہڈی سے، حصولِ منفعت کی خاطر ان جانورو ں کو مارنا جائز ہے، چنانچہ ہاتھی کے دانت میں انسانی منفعت ہے تو اس کی خاطر ہاتھی کو مارنا مباح ہے؛ کیونکہ ہاتھی کے دانت کا استعمال حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہؓ کے لیے

ہاتھی کے دانت سے تیارشدہ دو کنگن خریدے اور ان کو ہبہ کیے، جیسا کہ مبسوط میں ہے:''و قدجاء فی حدیث ثوبان أن النبی ﷺ اشتری لفاطمۃ سوارین من عاج، و ظہر استعمال الناس العاج من غیر نکیر، فدل علی طہارتہ'' (مبسوط سرخسی، کتاب الصلاۃ)، اور رہا ہرن جیسے وحشی حلال جانور تو وہ ایک شکار ہے، لہٰذا اس کے کسی بھی عضو سے اگر منفعت مقصود ہے تو اس کا مارنا بھی جائز ہے، اور اگر منفعت مقصود نہ ہو تو ان کو مارنا شرعاً جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ بلا فائدہ تعذیب حیوان ہے جو شرعاً حرام ہے۔

۱۳۔ انسان کے لیے نقصان دہ جانوروں کو مارنے کا حکم:

موذی جانور دو طرح کے ہیں:(۱) وہ جانور جن کی فطرت و طبیعت میں حملہ آور ہونا ہے،اور وہ عموماً لوگوں پر حملہ کرتے رہتے ہیں، مثلاً بھیڑیا، شیر، ریچھ، خونخوار کتا، سانپ، بچھو وغیرہ وغیرہ۔ ان کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے؛ حتی کہ حرم میں بھی ان کو قتل کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، لہٰذا ایسے جانوروں کو موقع پاتے ہی قتل کر دینا چاہیے؛ لیکن اگر ان کی طبیعت میں فوراً حملہ آور ہونا نہیں ہے، تو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حملہ آور ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے ورنہ ان کے قتل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بدائع میں مذکور ہے:''و أما غیر المأکول فنوعان: نوع یکون مؤذیا طبعا مبتدئاً غالباً، و نوع لایبتدئ بالأذی غالباً، فللمحرم أن یقتلہ ولاشئ علیہ وذلک نحوالأسد، والذئب، والنمر، والفہد..... وأما الذی لا یبتدئ بالأذی غالباً کالضبع، والثعلب و غیرہما فلہ أن یقتلہ إن عدا علیہ''(بدائع، کتاب الحج)۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک:

تمام حیوانات و نباتات انسان کی منفعت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:''ہوالذی خلق لکم مافی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹) اور دوسری جگہ ارشاد ہے:''وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ'' (الجاثیہ: ۱۳)، گویا کہ حیوانات خدامِ انسان ہیں، اس لیے انسان پر ان کی نگہداشت کرنا ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا شرعی واخلاقی اور عقلی طور پر بھی لازم ہے بشرطیکہ وہ جانور انسان کے لیے موذی اور مہلک نہ ہو؛ چنانچہ احادیث مبارکہ میں اس سلسلے میں گرانقدر ہدایات مذکور ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہمدردی کا معاملہ کیا جائے، جیسا کہ ابو درداءؓ کی روایت میں ہے:''إن اللہ یوصیکم بہذہ العجم خیراً أن تنزلوا بہا منازلہا فإذا أصابتکم سنۃ أن تنجوا علیہا بنقیہا'' (مسند حارث، کتاب الأدب، رقم: ۸۸۵)۔ یہ حدیث پالتو جانوروں سے متعلق ہے اور اس میں دو ہدایتیں مذکور ہیں :(۱) جانوروں کے ساتھ خیرخواہی کرنا،اور اس میں ان کی ہر وہ خدمت داخل ہے جو ان کے لیے مفید ہو، مثلاً اچھا سے اچھا چارہ کھلانا، پانی پلانا، گرمی و سردی کی تکلیف سے بچاؤ کے لیے بہتر سے بہتر تدبیر

کرنا وغیرہ۔(۲) اورسفر کے دوران گھاس اور چارے کی جگہ پڑاؤ کرنا؛ تاکہ جانور چارہ کھاسکے۔

(۲) جانوروں کو بھوکا رکھنا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث میں وارد ہے:''مر رسول اللہ ﷺ ببعیر، قدلحق ظہرہ ببطنہ، فقال:اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ، وکلوہا صالحۃ''۔ اس حدیث میں جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی بھوکا رکھنے سے ڈرایاگیاہے، نیز بھوک کی حالت میں سفر سے روکا گیا ہے، اور بھوکے جانور کو ذبح کرنے سے بھی روکا گیا ہے؛ کیونکہ سواری اور ذبح کے لیے ان کو تندرست و توانا رکھنے کا حکم ہے۔

(۳) جانوروں کو بلاوجہ تکلیف پہنچاناجائز نہیں، چنانچہ حدیث میں جانور کو باندھ کر نشانہ سادھنے سے منع فرمایا گیا ہے: ''نہی النبی ﷺ أن تصبر البہائم''(بخاری، کتاب الذبائح)۔

(۴)جانوروں کے چہرے پر مارنا اور داغ لگانا جائز نہیں ہے، نیز ان کے کان چیرنا بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث میں ان چیزوں سے ممانعت وارد ہے۔

(۵) جانوروں میں لڑائی کرانا جائز نہیں ہے،جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: ''نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم''(ابوداؤد، کتاب الجہاد)۔

(۶) ذبح میں نرمی کی جائے؛ کیونکہ حدیث میں ہے:''و إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح'' (مسلم، کتاب الصید)۔

(۷)ذبح کے لیے تیز چھری استعمال کی جائے؛ تاکہ جلدی ذبح ہوجائے اور جانور کو تکلیف نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے: ''ولیحد أحدکم شفرتہ، فلیرح ذبیحتہ''(حوالہ بالا)۔

(۸)دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنا؛ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ وارد ہے: ''إن رسول اللہ ﷺ أمر بحد الشفار، و أن تواری عن البہائم، و إذ ذبح أحدکم فلیجہز'' (ابن ماجہ، کتاب الذبح)۔

خلاصۂ کلام :

(۱) چارہ خور جانوروں کی جن غذاؤں میں لحمی اجزاء شامل ہوں ان کا کھلانا جائز ہے، اگرچہ یہ عمل خلافِ فطرت ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیونکہ جانوروں کی غذا میں بنیادی طور پر اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اس کا اغلب حصہ نجس نہ ہو کہ جس کی وجہ سے اس کا گوشت متغیر ہوجائے اور وہ عذا ،حیوان یا انسان کے لیے مضر نہ ہو۔

(۲)دودھ میں اضافہ کی یا چھوٹے جانوروں کی نشوو نما میں عمدگی لانے کی غرض سے انجکشن لگانا جائز ہے؛کیونکہ اس میں انسان اور حیوان دونوں کی منفعت مقصود ہے۔

(۳) ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا جائز ہے، جیسا کہ

دورِ نبوت میں بھی اس کا رواج تھا۔ نیز قرآن میں خچر کی سواری کو جائز ہی نہیں بلکہ ایک نعمت خداوندی کے طور پر ذکرکیا گیا ہے؛ جبکہ خچر دو جنس کے جانوروں کے اختلاط سے پیدا ہوتاہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاط جائز ہے۔

(۴)انسیت کے لیے یا بچوں کی دلجوئی کی خاطر حلال جانور اور پرندونکو پنجروں میں رکھنا منع ہے، جیسا کہ قصۂ نغیر سے ثابت ہے۔

(۵)جو جانور موذی ہو، غیر منتفع بہ ہو، اس کا پالنا جائز نہیں۔

(۶)جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا ایک انسانی منفعت ہے لہٰذا جائز ہے۔

(۷)جانوروں کے بارے میں جو تصرف کسی انسانی منفعت کی خاطر کیا جائے وہ جائز ہے، اگرچہ اس میں جانور کو قدرے تکلیف ہو، جیسا کہ گوشت خوری کے لیے ذبح میں اور گوشت میں عمدگی کے لیے خصی کرنے میں، اور باربرداری و سواری کرنے میں جانور کو کسی نہ کسی درجہ میں تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن منفعت انسانی کی خاطر جائز ہے۔

(۸)مباح امور میں غیر مسلم حکومت کے وضعی قانون کی پاسداری سیاسۃً اور فتنہ و فساد کے سدباب کے طور پر لازم ہے، لہٰذا جن جانوروں کے شکار پر قانوناً پابندی ہو تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۹)جن جانوروں کو گوشت خوری کے لیے ذبح کرنا شرعاً مباح ہے،اگر ان کی وجہ سے فرقہ وارانہ فسادات پید ا ہونے کا خطرہ ہے تو رفع فساد کی وجہ سے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱۰)مصلحت وسیاست کے طور پر مہمان پرندوں کے شکار سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱۱)کسی بھی مجبوری اور عذر کی وجہ سے جانوروں کو زندہ دفن کرنایا ان کوجلانا یا آتشی مادوں کے ذریعہ ہلاک کرنا جائز نہیں؛ بلکہ ان کو اولاً ذبح کیا جائے پھر ان کو دفن کر دیا جائے۔

(۱۲)ہاتھی، شکار کا جانور نہیں ہے؛ لیکن اس کے دانت سے انسانی منفعت وابستہ ہے، لہٰذا اس کے دانت حاصل کرنے لیے اس کو مارنا جائز ہے، ورنہ نہیں۔ اور ہرن شکار کا جانور ہے لہٰذا اس کے سینگ یا کھال کی خاطر بھی شکار جائز ہے۔

(۱۳)جس جانور کی طبیعت اور سرشت میں لوگوں پر حملہ آور ہونا ہے تو اس کو ہر حال میں قتل کرنا جائز ہے؛ بلکہ موقع پاتے ہی قتل کر دینا چاہیے۔اور جن جانورونکی عادت حملہ آور ہونے کی نہیں ہے، تو اگر وہ حملہ آورہونتوان کو بھی قتل کرنا جائز ہے، اور اگر حملہ آور نہ ہوں تو ان کے قتل سے گریز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محمد ادریس اسماعیل فلاحی•

اسلام دین رحمت ہے، تمام مخلوقات کے لیے پیغام رحمت ہے، دین رحمت کیوں نہ ہو کہ یہ دین اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس کی صفت ہی رحمن ورحیم ہے، اس کے پیغمبر سارے مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے، وماأرسلنٰک إلا رحمۃ للعٰلمین (الانبیاء: ۱۰۷) آپ کی رحمت کا اثر صرف انسانوں تک محدود نہینتھا، بلکہ آپ کا سایۂ عاطفت ورحمت حیوانات تک کے لیے عام تھا، جہاں آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ جانوروں کے ساتھ نرمی کی ہدایات دیں وہیں عمل کے ذریعہ بھی جانوروں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کردکھایا،غرض کہ دین اسلام میں انسانوں کے ساتھ جانوروں کے بھی حقوق ہیں اور فقہاء نے بھی شریعت کے مقاصد اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر جانوروں کے حقوق کے بارے میں روشنی ڈالی ہے، فقہ اکیڈمی کی جانب سے ۲۷ ویں فقہی سمینار کے لیے جاری کردہ سوالنامے کی ترتیب کے مطابق جوابات پیش خدمت ہیں:

جواب(۱):ایسے جانور جو چارہ کھانے کے عادی ہیں فطرت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ انہیں چارہ ہی کھلایاجائے لیکن چارہ کے علاوہ بھی کوئی حلال چیز کھلائی جائے تو اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؛ کیوں کہ ایک حلال جانور حلال غذا کھاکر پروان چڑھا ہے، ہاں!طبی نقطۂ نظر سے اس میں مضرت ہو سکتی ہے کہ اس طرح کے جانوروں کے گوشت جولوگ کثرت سے استعمال کرتے ہوں ان کی صحت پر برااثر مرتب ہوسکتا ہے،جیساکہ فارمی مرغیوں کو جلدی بڑا کرنے کے لیے جو چیزیں کھلائی جاتی ہیں وہ انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ثابت ہوسکتی ہیں۔

جواب(۲): جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لیے انجکشن لگاناجائز ہے، نامور محقق فقیہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے اسی جیسے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایاہے :''یہ طریقہ بلاشبہ جائز ہے اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لیے پیدافرمایاہے، اس لیے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہوتوکچھ حرج نہیں'' (احسن الفتاوی ۸؍۲۲۴)؛ البتہ مطلق جواز کا قول اختیار کرکے اس طرح دودھ نکالنے والوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہیے، بعض طبی تحقیقات کے مطابق اس طریقہ سے نکالا گیا دودھ صحت کے لیے مضر ہے، نیز خود ان جانوروں کی صحت پر بھی اس سے بُرا

• استاذ دار العلوم سیندھوا، ضلع بڑوانی، ایم پی۔

اثرپڑتا ہے، جہاں تک جانوروں میں گوشت کے اضافہ کے لیے ان کو انجکشن لگانے کی بات ہے تو بلاشبہ یہ بھی ایک جائز عمل ہے؛ لیکن چونکہ وہ جانورغیر فطری طریقہ سے پروان چڑھایا گیا ہے اس لیے انسانی صحت کے لیے نقصاندہ ہوسکتاہے؛ لہذا اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، جیساکہ شق نمبر ایک میں صراحت کی گئی۔

جواب(۳): حلال جانوروں میں دودھ کے اضافہ یا جسمانی حجم کو بڑھانے کے لیے جو حرام جانوروں سے اختلاط کرایا جاتا ہے اس کے متعلق شرعی حکم لگانے سے پہلے یہ تحقیق ضروری ہے کہ حقیقت میں ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں؟جب تک کوئی بات یقینی طور پر ثابت نہ ہو اس کاشرعاً کوئی اعتبار نہیں ، اگر یہ تسلیم کرلیاجائے کہ ایسا ہوتا ہے تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہے، البتہ ناپسندیدہ ہے، وجہ جواز یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حیوانات کو ہمارے نفع کے لیے پیدافرمایاہے،اگر انسانی منفعت کی خاطر حیوانات میں اس طرح کے تجربات کئے جائیں تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، گوشت کی عمدگی کے لیے جانورکو خصی کرنے کے جواز پر اجماع ثابت ہے؛ حالانکہ خصی کرنے میں جانور کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، نیز اگرکسی حلال مادہ جانور میں حرام جانور کا نطفہ پہنچایا بھی جائے تو اس کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے حلال ہی ہوں گے،اس لیے کہ جانوروں میں بچے ماں کے تابع ہوتے ہیں چنانچہ علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:'' فإن كان متولدا من الوحشي والإنسي فالعبرة بالأم، فإن كانت أهلية يجوز وإلا فلا...لأن الأصل في الولد الأم لأنه ينفصل عن الأم'' (بدائع الصنائع۵،۶۹)، بہر حال اگر ایک جنس کے جانور کا دوسری جنس کے جانور کے ساتھ اختلاط کرایا گیا تو یہ جائز ہے اوراس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوکر حلال یا حرام ہوگا، ماں حلال تو بچہ حلال اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہوگا؛ کیوں کہ بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

جواب(۴): زینت کے طور پر بعض جانور پنجرے میں رکھے جاتے ہیں جب کہ نہ ان کو کھانامقصودہوتا ہے اور نہ تجارت، تو اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ ایسا کرنا درست ہے، نصوص شرعیہ سے اس کی اجازت ملتی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے : قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبٰت من الرزق (الأعراف: ۲۲)،دوسری جگہ ارشاد ہے : والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة (النحل: ۸)،صحیحین میں حضرت انسؓ کی مشہورروایت ہے جس میں آپؐ نے اپنے ماں شریک بھائی کے بلبل پالنے کا قصہ بیان کیا ہے :وعن أنسؓ قال: كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقا، وكان لي أخ لأمي يقال له عمير فكان رسول الله ﷺ إذا جاءنا قال :''يا أ باعمير ما فعل النغير'' (صحيح البخاري : ۶۲۰۳،صحيح مسلم : ۲۱۵۰)۔حافظ ابن حجرؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں : ''فيه دليل على إمساك الطير في القفص''(فتح الباری۱۵،۵۸۶)، بہر حال پرندوں اور دیگر حیوانات کو

پنجرے میں قید رکھنا درست ہے؛ البتہ ان کی دیکھ بھال اچھی طرح کرے، ان کا پنجرہ اتنا بڑا ہو کہ ان کو اذیت نہ ہواور اس طرح جانوروں کو پنجرے میں رکھنے سے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو؛کیوں کہ ارشاد نبوی ہے : لا ضرر ولاضرار(السنن الکبری للبیہقی۱۰،۱۳۵) ۔

جواب(۵): خطرناک جانوروں کو پنجرونمیں بند کرکے رکھنا کہ اگر وہ کسی طرح بے قابو ہوجائیں تو انسانی یا حیوانی جانوں کا نقصان کریں یہ جائز نہیں ؛ اس لیے کہ یہ محض ایک شوق ہے اور بے فائدہ عمل ہے کہ اس سے کو ئی دینی یا دنیا وی مفاد وابستہ نہیں؛ بلکہ نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے، ایک مسلمان کی شان نہیں کہ اپنا مال ، وقت اور صلاحیت لغو کامونمیں لگائے، ارشاد باری تعالی ہے : والذین ھم عن اللغو معرضون (المؤمنون: ۳)اور روایت میں وارد ہے: وعن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال:'' لاتزول قدم ابن آدم یوم القیامۃ من عند ربہ حتی یسأل عن خمس:عن عمرہ فیم أفناہ وعن شبابہ فیم أبلاہ ومالہ من أین اکتسبہ وفیم أنفقہ وماذا عمل فیم علم''(سنن الترمذی: ۲۴۱۶)۔

جواب(۶): ارشاد باری ہے: ہوالذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا(البقرۃ: ۲۹)یہ آیت اور اس کے علاوہ دیگر شرعی نصوص اپنے مدلول کے ضمن میں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی نے انسان کے واسطے آسمان وزمین کی ساری چیزوں کومسخر کردیا ہے، جمادات، نباتات ، یہاں تک کہ حیوانات کوبھی اللہ تعالی نے اس منفرد مخلوق کے تابع کردیا ہے، اس لیے انسانی منفعت اور مصلحت کے پیش نظر حیوانات پر میڈیکل تجربات کیے جائیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، البتہ اس طرح تجربہ کرنے میں جانور کی رعایت کرنا نیز کم سے کم نقصان سے مطلوبہ نتائج تک پہنچنے کی کوشش کرناضروری ہے، دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر اسی طرح کا ایک استفتاء اوراس کا جواب درج ہے جو بعینہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے :

سوال: زید کہتا ہے کہ طبی تجربے کے لیے مینڈک کو مارنا شریعت میں جائز ہے، کیا زید کی بات درست ہے؟براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: طبی تحقیق یا انسانی بیماری کے نظام کو سمجھنے او ر اس میں بہتری لانے یا پھر کسی مقصد صحیح کے پیش نظر مینڈک وغیرہ حیوانات کو مارنے اور ان کا پوسٹ مارٹم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ، ذکر السرخسیؒ فی مبسوطہ :''وذبح حیوان لغرض صحیح حلال کما ذبح مالیس بمأکول لمقصود الجلد'' انتہی (المبسوط لسرخسی: ۱۲،۷)۔

جواب(۷): دواؤں کے حصول کے لیے اگر کسی جانور کے کسی عضو کی ضرورت پڑے تو بے غبار صورت یہ ہے کہ اس جانور کو ذبح کردیاجائے اور مطلوبہ عضو کام میں لے کر بقیہ حصہ کو کھانے میں استعمال کردیاجائے بشرطیکہ وہ جانور حلال ہو، اور اگرجانور حرام ہے تو شرعی طور پر ذبح کر دینے سے جیسے اس کی کھال

پاک ہوجاتی ہے اس طرح اس کا گوشت بھی پاک ہوجاتا ہے(شرح الوقایہ مع عمدۃ الرعایہ ۹۰،۱)، چنانچہ مطلوبہ عضو کوکام میں لاکر بقیہ حصہ کو دفن کردیاجائے ، جہاں تک زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکالنے کی بات ہے تو بضرورت اس کی بھی گنجائش ہے، کوشش یہ ہو کہ اس عمل سے جانور کو بے ہوشی سے افاقہ کے بعد کم سے کم تکلیف ہو، اسی طرح میڈیکل ریسرچ کے لیے آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینے کی بھی گنجائش ہے، انسان کی ایک لازمی ضرورت کے لیے جانوروں سے استفادہ کرنا شریعت کی منشا کے مطابق ہے؛ ا س لیے کہ اللہ نے ساری مخلوقات کو انسانوں کی خدمت اور نفع کی خاطر ہی پیدا فرمایاہے (واللہ اعلم)۔

جواب(۸): شریعت نے شکار کرنے کی اجازت دی ہے، قرآن کریم کی مختلف آیات میں شکار کی اباحت اور اجازت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؛ لیکن شکار کرنا واجب نہیں ہے، اگر کوئی شخص زندگی بھر شکار نہ کرے تو وہ حکم الہی پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنے والا نہیں قرار پائے گا چونکہ بعض جانور وں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ بات ماحولیات کے لیے نقصان کا باعث بن رہی ہے اسی وجہ سے حکومت کی طرف سے ان کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کوملک کی باقی ریاست کی حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے، ایسی صورت حال میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حکومت کے قوانین کی پابندی کریں، اگر حکومت کی جانب سے ممانعت کے باوجود کوئی ایسا کریگا تو گنہگار ہوگا؛اس لیے کہ اگر حکومت کا قانون شریعت کے مخالف نہیں اور اس میں دینی اور دنیوی مفسدہ بھی نہیں ہے تو حکومت کاحکم ماننا واجب ہے ، (أمر السلطان انما ینفذ)أی یتبع ولاتجوز مخالفۃ (رد المحتار ۴۲۲،۵) وکذا فی شرح الحموی علی الأشباہ والنظائر :القاعدۃ الخامسۃ تصرف الامام علی الرعیۃمنوط بالمصلحۃ (۳۳۲،۱)۔

جواب(۹): اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اورمقدس مانتاہو ، اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے اس گروہ کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متأثر ہوتی ہے یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے تو اس سلسلہ میں مسلمانوں کا رویہ یہ ہوناچاہیے کہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے بچیں، عام طور پر ایسے جانوروں کے ذبح کے مسائل بقرعید کے موقع پر زیادہ آتے ہیں ، بہر حال عام حالات ہوں یا عید کاموقع ہو مسلمانوں کو احتیاط کرنا چاہیے، دیگر حلال جانوروں کا گوشت ہمارے لیے میسر ہے نیز قربانی کے لیے بھی دیگر حیوانات آسانی سے میسر ہوجاتے ہیں تو پھر خواہ مخواہ اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اور ملکی قانون کی خلاف ورزی کرکے اس مخصوص جانور کے ذبح اور قربانی پر ہی اصرار کیوں؟...یہا ں ہم کسی خاص گروہ کے دباؤ میں آکر اس طرح نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ کسی کو راضی یا ناراض کرنے کا ہے؛ بلکہ ایک بڑے فتنہ کو دفع کرنے کے

لیے اور فرقہ وارانہ کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے ایک جائز عمل کو ترک کر رہے ہیں(اس مخصوص جانور کی قربانی واجب تو ہے نہیں) آدمی اپنی سہولت سے مشروع جانور وں میں سے جس کی چاہے قربانی کر سکتاہے، اگر کوئی شخص زندگی بھرکبھی کسی مخصوص جانور کی قربانی نہ کرے دیگر جانوروں میں سے کسی کی قربانی کرتارہے تو حکم الہی پر عمل میں کوتاہی کرنے والا شمار نہیں ہوگا... یہ بات شریعت میں ثابت شدہ ہے کہ کوئی عمل فی نفسہ مباح اور جائز ہے لیکن اس عمل کی وجہ سے کسی فتنہ کے وجود میں آنے کا اندیشہ ہو ، اس عمل کی وجہ سے کسی کے ذلیل ورسوا ہونے کا خطرہ ہو یہاں تک کہ انسانی جانیں بھی اس عمل کی وجہ سے ضائع ہوسکتی ہیں؛ بلکہ اندیشۂ عمل میں بہت سی جانیں ضائع بھی ہوچکی ہونتو ایسے عمل کوترک کرنا ہی واجب ہے، نصوص میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں، اللہ تعالی نے معبودان باطل کو برا بھلا کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جواب میں وہ بھی اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے (الانعام: ۱۰۸)،عہد جاہلیت میں ایک موقع پر خانۂ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو قریش نے ٹھیک انہی بنیادوں پر اس کی تعمیر نہیں کی جن پرحضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی بلکہ کچھ حصہ چھوڑدیاگیا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عائشہ ؓسے فرمایا :اگر تمہاری قوم سے کفر وجاہلیت کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کوڈھاکر از سر نو اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا (صحیح البخاری: ۱۵۸۵-صحیح مسلم : ۱۳۳۳)۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کعبہ ڈھانے کو مشرکین فتنہ کا ذریعہ بنالیں گے؛ اس لیے آپ نے از سر نو ضرورت ہونے کے باوجود اس کو ہاتھ نہیں لگایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل کے صحیح اورجائز ہونے کے باوجود اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اسے ترک کردینا اولی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں ہم پر پر لازم ہے کہ ہم یہاں کے ملکی قوانین کی پابندی کریں، اگر وہ قوانین ظالمانہ ہوں یا ہمارے دین وشریعت سے ٹکراتے ہوں تو انہیں بدلنے کی کوشش کریں ؛لیکن جب تک بدلنے پر قادر نہ ہو سکیں اس وقت تک بغاوت نہ کریں ورنہ ہم مشکلات کے شکار ہوجائینگے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ موجودہ ملکی حالات میں اس مخصوص جانور کو قربانی یادیگر مواقع پر ذبح کرناعقلمندی کا تقاضہ نہیں ہے اس لیے اس سے بچنا بہتر ہے۔ (واللہ أعلم)

جواب(۱۰): یہ شق اور شق نمبر(۸) ملتے جلتے ہیں ، جواب کی طرف کچھ اشارہ وہاں گزرچکاہے، مزید کچھ وضاحت یہ ہے کہ جوجانور شریعت میں حلال ہیں وہ توحلال ہی رہیں گے ،حکومت کے منع کردینے سے وہ حرام نہیں ہوجائینگے؛ البتہ حکومت کی طرف سے جن جانوروں کے شکار پرپابندی ہو تو عوام پر لازم ہے کہ وہ حکومت کی بات

مانے اور شکار کرنے سے بچے ورنہ گنہگار ہوگا؛اس لیے کہ جائز کاموں میں حکومت کی بات پر عمل کرنا واجب ہے،چوں کہ ہم اس ملک کے شہر ی ہیں اور جو شخص کسی ملک کی شہریت اختیار کرتاہے وہ عملاً اس ملک کے ساتھ یہ معاہدہ کرتاہے کہ میں اس ملک کے قوانین کی پابندی کروں گا، تاوقتیکہ کوئی قانون مجھے کسی خلاف شرع امر پر مجبور نہ کرے، اگر کوئی قانون ایسا ہے کہ شریعت کے خلاف کام کرنے پر مجبورکرتا ہے تو اس قانون کو ہم نہیں مانیں گے ، بدلنے کی کوشش کریں گے؛ البتہ بغاوت نہیں کرینگے، اور جو قوانین شریعت کے خلاف نہ ہوں؛ بلکہ اس میں ملک کا فائدہ ہوتو اس کو ماننااس ملک کی رعایا پر واجب ہے ۔اسی جیسے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی محمودحسن گنگوہیؒ نے جواب دیا تھا کہ '' رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کاخطرہ ہے ، جس کی حفاظت ضروری ہے '' (فتاوی محمودیہ ۴،۵۷۰)۔ اسی طرح حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒنے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا : ''جو چیز کہ شرعاً حلال ہے وہ تو حلال ہی رہے گی، اگر کوئی شخص ایسا شکار کرتا ہے جو گورنمنٹ کے قانو ن کی رو سے ممنوع ہے تو شکار شرعاً حلال ہوگا؛ البتہ حکومت کی ممانعت اگرمفادعامہ کے لیے ہے تو قانون کی پاسداری ضروری ہے ''(آپ کے مسائل اور ان کاحل۵،۴۹۵)۔

جواب(۱۱): وبائی اورمتعدی امراض کو روکنے کے لیے بڑے پیمانہ پر جانوروں کو مارنے کی ضرورت پیش آتی ہے چوں کہ انسانی صحت کی حفاظت کے لیے یہ اقدام ضروری ہوتا ہے اس لیے شرعاً اس کی گنجائش ہے، اس لیے کہ نصوص میں ہمیں ایسی باتیں ملتی ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے موذی اور تکلیف دہ جانور ونکومارنے کا حکم دیا ہے مثلاً سانپ بچھو وغیرہ، لیکن ان کو مارنے میں ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ ان کو کم سے کم تکلیف ہو، جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان کو ذبح کرکے دفن کردیا جائے لیکن عملاً یہ دو وجہ سے مشکل ہے: ایک تو یہ کہ کسی وبائی بیماری میں مبتلا جانور کو ذبح کرنے سے خود ذبح کرنے والے میں بھی اس بیماری کے منتقل ہونے کا اندیشہ ہے، اور دوسری وجہ جو اہم ہے وہ یہ کہ ایسے بیمار جانور بعض مرتبہ اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ ان سب کو ذبح کرناممکن نہیں ہوتا، بہرحال! اگر تعداد کم ہے تو یہی صورت اپنائی جائے گی؛ البتہ تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے طریقوں کی بھی گنجائش ہے مثلاً ان کو ایسڈ ڈال کر جلایا دیا جائے یا آگ میں جلادیاجائے ، انسا نی جانوں کی حفاظت کے لیے ا س طرح کرنے کی گنجائش ہے، روایات میں ہمیں ایسے اشارات ملتے ہیں کہ بدرجہ مجبوری جانوروں کاجلانا جائز ہے:

(۱)وعن أبی هریرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : نزل نبی من الأنبیاء تحت شجرة فلدغته نملة فأمربجهازه فأخرج من تحتها ثم أمر ببیتها فأحرق بالنار فأوحی الله الیه فهلا نملة واحدة (البخاری: ۲۳۴۹، مسلم: ۵۸۰۲)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺنے فرمایا :انبیاء میں سے کوئی نبی ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے چیونٹیوں کے چھتہ کے متعلق حکم دیا، وہ نکالا گیا پھر انھوں نے انکے گھر کوجلادینے کاحکم دے دیاتو اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا؟(یعنی ایک ہی چیونٹی پر اکتفا کیوں نہیں کیا)۔

حافظ ابن حجرؒ نے مذکورہ بالا روایت سے حیوان موذی کے جلانے کے جواز پر استدلال فرمایاہے: واستدل بهذاالحدیث علی جواز إحراق الحیوان الموذی بالنارمن جهة أن شرع من قبلنا شرع لنا إذا لم یأت فی شرعنا ما یرفعه ولاسیّما إن ورد علی لسان الشارع ما یشعر باستحسان ذلک (فتح الباری۶؍۵۱۵)۔علامہ عینیؒ نے بھی اسی طرح کی بات تحریر فرمائی ہے (عمدة القاری ۱۵؍۱۹۶)۔

(۲)عن ابن مسعودؓ قال:کنا جلوسا فی مسجد الخیف لیلة عرفة إذ سمعنا حس الحیة، فقال رسول الله ﷺ: اقتلوا، قال:فقمنا،قال:فدخلت شق جحر، فأتی بسعفة فأضرم فیها نارا وأخذنا عودا فقلعنا عنها بعض الجحر فلم نجدها، فقال رسول الله ﷺ:دعوها وقاهاالله شرکم کماوقاکم شرها (مسند احمد: ۳۶۵۰ ، سنن النسائی : ۲۸۸۶، المعجم الکبیرللطبرانی: ۱۰۱۵۷)۔

مذکورہ بالا روایت سے اس کے جواز پر استیناس کیا جاسکتا ہے کہ صحابہؓ نے آگ لگا دی اور یہ عمل اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے ہوا۔

فقہی قواعد سے بھی اس سلسلہ میں استدلال کیا جاسکتاہے: ‘‘الضرریزال’’ ... ‘‘ارتکاب أدنی المفسدتین دفعا لأعلاهما’’۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر موذی جانور وں سے حفاظت بغیر قتل وذبح کے ہو جائے تو قتل بھی نہ کریں اور قتل کردینے سے حفاظت ہورہی تو جلانے کی گنجائش نہیں، اور اگر جلانا ضروری ہوجائے تو جلانے کی بھی گنجائش ہے۔ (واللہ أعلم)

جواب(۱۲): اصل تو یہی ہے کہ انسان کی حیثیت اس کائنات میں مخدوم کی ہے، ساری کائنات اس کی خدمت اور نفع کے واسطے اللہ نے بنائی ہے؛ اس لیے حلال جانوروں کو کھانے کے لیے قتل کرنا جائز ہے اور حرام جانوروں کے وہ اجزاء جو پاک ہیں ان سے بھی نفع اٹھاناجائز ہے، اور ان پاک اجزاء کے حصول کے لیے جانور کو قتل کرنا بھی جائز ہے، جیسے ہاتھی دانت، ہرن کے سینگ وغیرہ، اسی طرح حلال جانور کی دباغت دی ہوئی کھال بھی پاک ہے (حلبی کبیر: ۱۵۴، نورالایضاح: ۵۵)۔ لیکن جو جانور ایسے ہیں کہ

ان کے قتل پر حکومت کی جانب سے سخت پابندی ہے جیسے ہاتھی، تو ان کے وہ اجزاء جن میں خون سرایت نہیں کرتا شرعاً تو وہ پاک ہیں اور ان کوبیچنا خریدنا جائز ہے، ان سے انتفاع بھی جائز ہے؛ البتہ ان کا قتل اس وجہ سے ناجائز ہے کہ حکومت کی پابندی ہے ، بلکہ بندے کی معلومات کے مطابق بین الاقوامی پابندی ہے، اسی طرح ہرن کامعاملہ ہے ، وہ ایک حلال جانور ہے، اس کے حلا ل اجزاء سے انتفاع بلاشبہ درست ہے؛لیکن اس کاشکار حکومت کی طرف سے ممنوع ہے ؛ اس لیے ان کے سینگ وغیرہ کے حصول کے لیے ان کا قتل ناجائز ہوگا؛ البتہ کسی جانور کاشکار ممنوع نہ ہو تو اس کے پاک اجزاء کے حصول کے لیے اس کا قتل جائز ہے،ذکر السرخسیؒ فی مبسوطہ: ‘‘وذبح حیوان لغرض صحیح حلال کما ذبح مالیس بمأکول لمقصود الجلد ’’ (المبسوط لسرخسی: ۱۲،۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماکول یا غیر ماکول کسی بھی جانور کو صحیح مقصد کے لیے ذبح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے ذبح وقتل پر حکومت کی جانب سے ممانعت نہ ہو۔ (واللہ أعلم)

جواب(۱۳): جہاں اسلام نے حیوانات کے حقوق بتلائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی؛ لیکن اگر وہی حیوانات انسانوں کے لیے مضرت کا باعث بن جائیں تو وہیں انہیں مارنے کی بھی اجازت ہے، ایسے موذی جانورونکو ہم دو قسموں پر منقسم کرسکتے ہیں:اول: وہ جانورجن میں طبعی اور فطری طور پر مضرت ہی غالب ہے اور انسانوں کو نقصان ہی پہونچاتے ہیں جیسے سانپ ،بچھو، گرگٹ، وغیرہ۔ دوم:وہ جانور جوانسانوں سے مانوس ہوتے ہیں ؛ لیکن چونکہ اللہ نے انہیں عقل وشعور سے نا آشنا رکھا،اس لیے کبھی انسانوں کے لیے مضرت کا باعث بن جاتے ہیں ، جیسے کتا، ہاتھی وغیرہ۔ پہلی قسم کے جانوروں کو مارنا اورقتل کرناجائزہے، اس قسم کے جانورونکے قتل کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا صریح ارشاد وارد ہے،حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایاکہ پانچ جانور ایسے ہیں جو کلی طور پر موذی ہیں: بچھو،کوا،چیل، چوہااور کاٹنے والاکتا (صحیح مسلم: ۱۲۰۰)۔ دوسری قسم کے جانوروں کو عام حالات میں قتل کرنا جائز نہیں؛ البتہ وہ جانور انسانی صحت کے لیے مضرت کا باعث بن رہے ہوں تو اولاً کوشش کی جائے گی کہ ان کو قتل کیے بغیر ان کی مضرت سے بچنے کی تدبیریں اپنائی جائیں،اگر قتل کے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو ان کو قتل کرنا جائز ہے، ارشاد نبوی ہے:‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (ابن ماجہ: ۲۳۴۲)، یہ بات توہر حال میں پیش نظر رہے کہ قتل کرنے میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہو، آپ ﷺ نے موذی اور تکلیف دہ جانور وں کو مارنے کاحکم ضرور دیا ہے لیکن ان کو مارنے میں احسان اور بھلائی کی تاکید کی ہے، ارشادنبوی ہے :‘‘اللہ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے،

اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقہ سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو۔ (صحیح مسلم:۱۹۵۵)حضور ﷺ نے گرگٹ کو مارنے کاحکم فرمایا ہے ،لیکن ایک ہی وارمیں مارنے پر زیادہ ثواب بتایا اور متعدد بارمیں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات ارشاد فرمائی (صحیح مسلم: ۲۲۴۰)۔

جواب(۱۴): قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالی نے اپنی دیگر نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، وہیں جانوروں اور چوپایوں کا بھی ذکر فرمایاہے، اپنے احسانات کاتذکرہ کرتے ہوئے جانوروں اور چوپایوں کے فوائد پر بھی روشنی ڈالی ہے: والأنعام خلقهالكم فيها دف ء ومنافع ومنها تأكلون .....إلى ...مالاتعلمون(النحل:۸-۵) ایک جگہ فرمایا : وإن لكم فى الأنعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونها من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين (النحل:۶۶) جانور اور چوپائے اللہ کی نعمت ہیں ، انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان سے فائدہ بھی اٹھائے اور ان کے حقوق بھی ادا کرے؛ اس لیے کہ دین اسلام وہ واحد دین ہے جو جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی مناسب دیکھ بھال کے حوالہ سے واضح تعلیمات رکھتا ہے، نبی رحمت ﷺ کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ ﷺ نے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی ، آپؐ نے بے زبان جانوروں کے متعلق فرمایا: اتقوا الله فى البهائم المعجمة، فاركبوها صالحة وكلوها صالحة، (أبوداؤد: ۲۵۴۸) ترجمہ:بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو،ان پر بھلے طریقہ سے سواری کرو اور بھلے طریقہ سے انہیں کھاؤ۔

آپ ﷺ نے جانوروں پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے منع فرمایااور جوجانور جس کام کے لائق ہے اس سے وہی کام لینے کی تاکید فرمائی؛ چنانچہ حدیث میں وارد ہے :''تم اپنے چوپایوں کی پشت کو منبر نہ بنا لو، اللہ تعالی نے انہیں تمہارے لیے مسخر فرمایا؛ تاکہ تم اپنے شہر کو پہنچ سکو جہاں مشقت کے بغیر تم نہیں پہنچ سکتے تھے (ابوداؤد : ۲۵۶۷)۔

آپ ﷺ نے جانوروں کو بھوکا رکھنے سے منع فرمایا، آپ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے ، اس باغ میں ایک اونٹ تھا جو آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا،اس کی آنکھیں بھر آئیں، آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کی گردن اور کوہان کو سہلایاتو اونٹ نے بلبلانابند کردیا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کامالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان اٹھا اور اس نے بتایا کہ یہ میرا اونٹ ہے، آپؐ نے فرمایاکہ کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے ڈرتے نہیں ہو جس نے تم کو اس کامالک بنایاہے؟یہ اونٹ مجھ سے شکایت کررہاہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہواور اسکو مسلسل خوب تیز ہانکتے ہو (ابودؤد: ۲۵۴۹)۔

آپ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی کہ جانوروں کو چرنے کاموقع دیاجائے، چنانچہ ارشاد ہے:'' جب تم ہریالی کی جگہ سفر کرو تو اونٹ کو زمین میں چرنے کاحق دواور جب تم خشک سالی میں سفرکرو تو سواری تیزتیز دوڑاؤاور اس کو جلد پانی کی جگہ پہونچادو، جب تم رات میں کہیں قیام کرو تو راستہ سے ہٹ کرٹھہرو؛ کیوں کہ یہ رات میں جانوروں کی گذرگاہ اور کیڑے مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے (صحیح مسلم : ۱۹۲۶)۔

جانوروں پر زیادہ افراد سوار کرنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمیوں کے سوار ہونے سے منع فرمایا (المعجم الأوسط: ۷۵۱۲) حتی کہ جانوروں کو برابھلاکہنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا، مرغ کو برابھلامت کہو ؛کیوں کہ وہ نماز کے لیے بیدار کرتاہے (سنن أبوداؤد: ۵۱۰۱)، نیز آپ ﷺ نے جانوروں کولعنت کرنے سے منع فرمایا، ایک انصاری خاتون آپ کے ساتھ سفرمیں تھیں، وہ اونٹنی پر سوار تھیں ، ان کی دو اونٹنی پر کچھ لوگوں کا سامان تھا، خاتون نے کسی بات پر غصہ میں آکر اونٹنی پر لعنت کی، آپ ﷺ نے اس اونٹنی پر سے سامان ہٹانے کاحکم فرمایا (صحیح مسلم: ۴۸۰۵)۔

جانوروں کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ آپؐ جانور وں کی پیاس تک کا خیال رکھتے تھے اور دوران وضو بلّی کو اپنے برتن سے پانی پلاتے پھر اس بچے ہوئے پانی سے وضو فرمالیتے(سنن ابوداؤد: ۷۶)۔ زمانہ جاہلیت میں محض تفریح کے لیے جانوروں کو نشانہ بنایاجاتاتھانیز پرندوں کو باندھ کر انہیں نشانہ لگایا جاتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا، ان کا گذر چند نوجوانوں کے پاس سے ہواجوایک مرغی کوباندھ کرنشانہ بازی کررہے تھے،جب ابن عمرؓ کودیکھا تو ادھر ادھر بھاگ گئے، ابن عمرؓ نے فرمایا:کس نے ایسا کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایاہے (صحیح البخاری: ۵۱۹۶)، اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے جانوروں کے چہروں کوداغنے اور چہروں پرمارنے سے منع فرمایا؛ چنانچہ حدیث میں وارد ہے: نهى رسول الله ﷺ عن الضرب فى الوجه وعن الوسم فى الوجه (صحیح مسلم: ۲۱۱۶)۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ تفریح کے لیے جانوروں کو آپس میں لڑایاکرتے تھے، لڑائی میں زخمی جانور ونکودیکھ کر لوگ خوش ہوتے تھے ، نبی رحمت ﷺ نے اس سے منع فرمایا (سنن ابوداؤد: ۲۵۶۲)، نیز آپ ﷺ نے جانوروں کامثلہ بنانے یعنی کچھ عضو کاٹ کر اس کا چہرہ بگاڑدینے سے بھی منع فرمایا؛چنانچہ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ کابیان ہے کہ

حضور ﷺ کا گذر چند لوگوں کے پا س سے ہوا، وہ لوگ ایک مینڈھے پر تیر سے نشان لگارہے تھے، آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیااور فرمایاکہ جانور وں کامثلہ نہ کرو(سنن النسائی: ۴۴۵۲)۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک پر مغفرت بھی ہوجا یا کرتی ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک عورت کا ذکر فرمایا جس نے ایک پیاسے کتے کو کنویں کے ارد گرد چکرلگاتا دیکھ کر اپنا موزہ نکالا اور اس کتے کو پانی پلایا، یہ ایک بدکا رعورت تھی، اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی (صحیح البخاری: ۲۳۶۳)، ایک مرتبہ صحابہ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی ہمیں ثواب ملے گا؟ آپ ﷺنے فرمایا :''ہر تازہ جگر والے یعنی ہر زندہ روح کے ساتھ حسن سلوک میں ثواب ہے ''(صحیح البخاری: ۲۳۶۳)۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری اچھی طرح تیز کرلی جائے؛ تاکہ ذبح کاعمل جلدی سے پورا ہوجائے اور جانور زیادہ دیر تک نہ تڑپتا رہے(صحیح مسلم: ۱۹۵۵)۔ ذبح کرتے وقت بھی جانور کوزیادہ تکلیف نہ ہو، اس کے متعلق بھی حضور نبی رحمت ﷺ نے خصوصی تعلیم دی، چنانچہ حضرت شداد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان لازم کیاہے پس تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی چھری کو ذبح کرنے سے پہلے تیز کرلے اور اپنے جانور کو راحت پہونچائے '' (صحیح مسلم: ۱۹۵۵)۔ کسی جائز مقصد کے علاوہ کسی جانور کو قتل کرنا شریعت اسلامیہ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، روایت میں ہے کہ اگر کسی شخص نے بلاوجہ کسی چڑیا کوبھی قتل کیا تو قیامت کے دن پروردگار عالم کے دربامیں فریادکرے گی:''اے میرے پروردگار! فلاں نے مجھے بلاوجہ قتل کیاتھا، اور کسی فائدہ کی خاطر قتل نہیں کیا تھا ''(صحیح ابن حبان: ۵۸۹۴)۔

کسی بھی جانور سے خدمت لیتے وقت حضور ﷺ نے نرمی کی ہدایات دی ، چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار ہوئیں وہ بہت منہ زور اونٹ تھا،حضرت عائشہؓ اس کو چکر دینے لگینتو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایاکہ تمہیں نرمی کرنی چاہیے (صحیح مسلم: ۲۵۹۴)۔ آپس میں جانور وں کولڑانا اور ایک دوسرے کو بھڑکانابھی تعلیمات نبوی کی روشنی میںممنوع ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو ایک دوسرے پر ابھارنے (یعنی ان کو آپس میں لڑانے) سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد: ۲۵۶۲، ترمذی: ۱۷۰۸)۔ مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ اونٹوں ،ہاتھیوں، مینڈھوں، بیلوں وغیرہ جانوروں کو آپس میں لڑانا نہیں

چاہیے،پرندوں کوبھی آپس میں لڑانے کایہی حکم ہے، اسلامی تعلیمات تو یہاں تک ہیں کہ بلاوجہ جانوروں کے بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا نہ کیا جائے،چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہؓ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ،جب ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک حمرہ (سرخ پرندہ) کو دیکھا جس کے ساتھ دوبچے بھی تھے، ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا، تو حمرہ آئی اورزمین پر اپنے پربچھانے لگی (یعنی احتجاج کر نے لگی)، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ،آپ نے اس حمرہ کو جب بیتاب دیکھا تو فرمایاکہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑکر مضطرب کیا، اس کے بچوں کو اسے واپس کردو (ابوداؤد: ۲۶۷۵) ۔

ذبح کے وقت اسلامی تعلیمات یہ بھی ہیں کہ ذبح کے جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، نیز ذبح کے وقت اسے برے طریقہ سے نہ لٹایاجائے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایااور اپنی چھری کو تیز کرنے لگاتو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا : ''کیا تم اس کو دومو ت مارناچاہتے ہو، تم نے اس کو لٹانے سے پہلے چھری کو تیزکیوں نہیں کیا '' (مستدرک حاکم: ۷۵۷۰)۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ !جب میں بکری ذبح کرتاہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو اللہ بھی تم پر رحم رے گا (مجمع الزوائد: ۶۰۲۹)۔ حضرت وضین بن عطا سے مروی ہے ، فرماتے ہیں کہ ایک قصاب نے بکری کوذبح کرنے کے لیے اس کے باڑے کا دروازہ کھولاتو وہ بھاگ پڑی، اس نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو اس کے پیر سے کھینچ کر لانے لگاتو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اے قصاب! اس کو نرمی سے کھینچ کر لاؤ (مصنف عبدالرزاق: ۸۶۰۹)۔ رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ اور چھپکلی کو مارنے کاحکم دیا ہے؛لیکن اس کے مارنے میں بھی نرمی اوراحسان کاحکم دیا ہے کہ اس کو ایک ہی وار مینمارے،متعدد وار میں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات ارشاد فرمائی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایاجوشخص گرگٹ کو ایک ہی وار میں مارے اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی،دوسرے وارمیں اس سے کم اور تیسرے وار میں اس بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی(صحیح مسلم: ۲۲۴۰)۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں ؛بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیداکیا گیاہے، لوگوں نے حیرانگی اور

گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا اور کہا :کیا بیل بھی بولتاہے؟ تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس پر یقین کرتاہوں اور ابوبکرؓ وعمرؓ بھی یقین کرتے ہیں(صحیح مسلم: ۲۳۸۸)۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ جانور پراس کی طاقت سے زیادہ اور مقصد تخلیق کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآنی آیات اور نبوی ارشادات سے مجموعی طور سے حیوانات کی اہمیت ، افادیت اور کثرت منافع کا پتہ چلتا ہے، نیز ان کے متعلق آپ ﷺ کا سلوک ہمارے لیے مشعل راہ ہے، آپ ﷺ نے قدم قدم پرجانوروں کے ساتھ رحم وکرم کاحکم دیا ہے، نہ صرف گھریلو اور پالتو جانور بلکہ غیر پالتو جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی ہے، نقصان دہ اورضرر رسانجانوروں کو بھی کم سے کم وارمیں مارنے کی تعلیم دی ہے اور حلال جانوروں کے ساتھ بھی ظالمانہ سلوک سے منع فرمایاہے۔

* * *

تیسرا باب

مختصرتحریریں

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی•

۱۔ لحمی غذائیں ان کی اصل غذا میں سفوف کرکےکھلائی جاتی ہیں جیسے مرغیوں کو بیکار اور ناقابل استعمال سوکھی مچھلیوں، جانوروں کی آنتوں اور بھینس وغیرہ کی ہڈیوں کے پاؤڈر بناکر دانے میں ملا کر غذا تیار کی جاتی ہے، اس کے جواز میں کوئی کلام معلوم نہیں ہوتا، ہاں اگر ان کی غذا دم مسفوح سے تیار کی گئی یا کسی مرتے ہوئے بکرے کے گوشت کے قیمہ سے اس کا چارہ تیار کیا جائے تو ایسی غذا کی خریدوفروخت ومرغیوں کو کھلانا جائز نہیں۔ لیکن ایسی مرغیاں حلال ہیں؛ کیوں کہ حرمت کے لئے شرط ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے (دیکھئے: رد المحتار علی الدر ۴۹۱٫۹، احسن الفتاوی۴۰۸٫۷، محمود الفتاوی۱۴۳٫۳)۔

۲۔ ایسا کرناد رست ہے بشرطیکہ اس انجکشن کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہ ہو نیز کھلانے والی چیز حد اعتدال میں ہو، ''وجاز خصاء البہائم (۵۵۷٫۹ ، الدر المختار علی الرد) (وقیدوہ) أی جواز البہائم بالمنفعۃ وہی إرادۃ سمنہا أو منعہا عن العض''۔

ڈاکٹروں سے معلوم ہوا کہ ایسے دودھ کو ابال کر پینا چاہئے، ابال کر پینے سے ۹۰% اس کا سائڈ ایفیکٹ ختم ہوجاتا ہے، اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو لڑکی جلد بالغ ہوجاتی ہے اور لڑکوں کے سینہ پر ابھار آجاتا ہے، نیز ہڈیوں پر اس کا اثر پڑتا ہے اور وہ کمزور ہوجاتی ہیں، انجکشن بڑے جانوروں کو دیا جاتا ہے، مرغیوں کو ٹیبلٹ یا سیرپ دیا جاتاہے، پریشانی ڈوز کی زیادتی سے ہوتی ہے (منتخبات نظام الفتاوی۴۶۸٫۳، محمود الفتاوی ۷۶۱٫۴)۔

۳۔ حیوانات میں نسب ونسل مادہ سے چلتی ہے اور مادہ ہی کا اعتبار ہوتا ہے، ''لأن الأصل فی الولد الأم لأنہ ینفصل عن الأم'' (بدائع الصنائع۲۰۵٫۴ ، زکریا)۔ اگر مادہ حلال ہے تو اس کا دودھ وبچے حلال ہیں۔

۴۔ پالنا جائز ہے، بشرطیکہ بند رکھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور ایذا وتکلیف نہ دی جائے اور اس کی خوراک کا خیال رکھا جائے، ''عن أنسؓ قال:کان رسول اللہ ﷺ یخالطنا .....یا أبا عمیر! ما فعل النغیر؟'' (ابوداؤد: ۴۹۶۹)۔ ''وفی الحدیث إباحۃ لعب الصبی بالطیور إذا لم یعذبہ'' (مشکوۃ المصابیح مع حاشیہ ۴۱۶٫۲، مرقاۃ المفاتیح، باب المزاح ۶۴۹٫۴، کتاب الفتاوی ۱۸۷٫۶)۔

• سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ دار العلوم مئو، یوپی۔

۵۔ اولاً چند روایات پیش کی جاتی ہیں:''عن ابن عمر من اقتنی کلباً إلا کلب ماشیۃ أو ضار نقص من عملہ کل یوم قیراطان'' (بخاری ومسلم، نسائی: ۳۲۰۶)، ''وکانت الکلاب تقتل إلا کلب صید أو حرث أو ماشیۃ'' (بخاری شریف: ۵۴۸۰، ابوداؤد: ۲۸۴۴) جن کو حرم میں بھی مارنا جائز ہے، ''یقتل المحرم فی الحل والحرم ....والعقرب، وفی بعض الأخبار والحیۃ'' (احکام القرآن للجصاص۳؍۲۵)، وقد روی ابن عباس وابن عمر وأبوسعید وعائشۃؓ عن النبیﷺ قال:خمس یقتلہن المحرم فی الحل والحرم:الحیۃ والغراب .... الکلب العقور ..... وروی عن أبی ہریرۃ قال:الکلب العقور الأسد'' (احکام القرآن للجصاص۲؍۵۷۰)۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ''إنما لا یجوز بیع العقور الذی لا یقبل التعلیم ولا یصطاد بہ وہکذا القول فی الأسد'' (تاتارخانیہ۸؍۳۳۸، مسئلہ: ۱۲۱۲۰) کتے کے جراثیم کتنے مہلک ہیں اس کا اندازہ دکتور یوسف قرضاوی کی کتاب حلال وحرام (۱۶۹ تا ۱۷۱) میں مذکور ایک جرمن اسکالر اور ایک جرمن ڈاکٹر نوید کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔ چند مقاصد کے تحت جہاں تک پالنے کاحکم ہے وہ بھی اس صورت میں جبکہ کٹہا نہ ہو اور اسے کوئی متعدی بیماری لاحق نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو اسے مار ڈالا جائے گا (دیکھئے: شرح النووی علی مسلم۱۰؍۲۳۵-۲۳۶، فتح الباری ۹؍۵، عارضۃ الاحوذی۶؍۲۴۸، المغنی مع الشرح الکبیر۴؍۳۲۶)۔ میرے خیال میں شوقیہ پالنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے، کبھی بھی کوئی خطرہ ہوسکتا ہے۔

۶۔ ضرورتاً میڈیکل تجربات کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ جانور موذی اور غیر ماکول ہو، ماکول اللحم پر تجربہ کی صورت میں اس کے گوشت کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔

۷۔ صالح اور جائز مقاصد کے لئے زندہ جانور کوبیہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا اس صورت میں جائز ہوگا جبکہ اس کےنکالے ہوئے عضو کے بغیر بھی وہ نارمل زندگی بغیر کسی تکلیف کے گذار سکتا ہو۔ آپریشن کرکے کوئی آلہ رکھنا جو تکلیف کا باعث ہو درست نہیں۔

۸،۹،۱۰۔ سداً للذریعہ اس ممانعت پر عمل کرنا ضروری ہے، چونکہ حکومت کی ممانعت مفاد عامہ کی غر ض سے ہوتی ہے اس لئے اس قانون کی پاسداری لازم ہے۔ پھر جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

۱۱۔ مرغیوں کے بڑے تاجروں مثلاً سگنا سے معلوم کیا کہ وبائی صورت میں مارنے کی کیا شکل ہوتی ہے، بتلایا کہ نہ زندہ دفن کیا جاتا ہے نہ ہی ایسڈ ڈالدی جاتی ہے بلکہ پوری دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایسے موقع پر گردن مروڑ کر مار ڈالا جاتا ہے، اس لئے احقر کی رائے ہے کہ مشینی ذبیحہ سے کام لیا جائے، کیوں کہ اس میں انخناق سے کم تکلیف ہوتی ہے۔

۱۲، ۱۳۔ اولاً ان کے چند فوائد عرض کئے جارہے ہیں۔ ہاتھی دانت کا سرمہ مقوی

بصارت ہے، شہد کے ہمراہ کھانا قوت حافظہ وفہم وفراست کو زیادہ کرتا ہے، اس کی تحریض قوت باہ کے لئے مفید ہے، بارہ سنگھا کا کشتہ بنا کر بھی استعمال کیا جاتاہے، اس کو پیس کر اس کی دھونی بواسیر کے لئے مفید ہے، آنکھونکی مختلف بیماریوں مثلاً آشوب چشم، آنکھ کی کھجلی، پیس کر کالی مرچ ملا کر اس کا لیپ فم معدہ کے ورم کے لئے نافع ہے، پانی، ادرک کے رس اور شہد میں ملا کر اس کو چٹانا نمونیہ اور کھانسی کے لئے مفید ہے۔ اس کا کشتہ فالج کے مریض کو بھی کھلاتے ہیں۔ نیز ماحولیات کے توازن واعتدال میں بھی اس کا خاصا رول ہے۔ کچھ جانوروں سے گرم لباس وکپڑے (شال، کمبل، ٹوپی، خیمہ اور ڈیرے) چرمی جوتے وچپل طرح طرح کے بہت سے چرمی سامان کوڑا، موزہ، بیگ وغیرہ حاصل ہوتے ہیں، کچھ جانور کھیتی، سواری، باربرداری کے کام آتے ہیں، کچھ سے دودھ، دہی، مکھن، گھی ، پنیر اور گوشت اور بہت مفید چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔

ہاتھی دانت کی بیع کے تعلق سے عبارت پیش ہے: ''لا بأس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتۃ ..... وہذا إذا لم یکن علی عظم الفیل دسومۃ'' (فتاوی تاتارخانیہ ۸؍۳۴۰) اس کے حاشیہ پر یوں ہے: ''لا بأس بالتجارۃ فی العاج، مصنف ابن أبی شیبہ، وأخرج البخاری تعلیقاً، قال الزہری فی عظام الموتی نحو الفیل وغیرہ أو رکب ناسا من سلف العلماء یمتشطون بہا ویدہنون فیہا لا یرون بہ بأساً وقال ابن سیرین وإبراہیم لا بأس بتجارۃ العاج''۔

بنا بریں احقر کی رائے کہ ''إذا ابتلی ببلیتین فلیختر أیہماأہون'' کا قاعدہ جاری کرتے ہوئے جس صورت میں نفع زیادہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔

۱۴۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''أحسن کما أحسن اللہ إلیک''۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے پر خدا نے پوری قوم پر عذاب مسلط کردیا، ''إذ انبعث أشقاہا'' (سورہ الشمس)۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:''الراحمون یرحمہم الرحمن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء'' (ترمذی: ۱۹۲۴)۔ ''قال ابن بطال فی الحض علی استعمال الرحمۃ لجمیع الخلق فیدخل فیہ المؤمن والکافر والبہائم المملوک منہا وغیر المملوک ویدخل فی الرحمۃ التعاہد بالإطعام والسقی والتخفیف فی الحمل وترک التعدی بالضرب'' (فتح الباری باب رحمۃ الناس والبہائم ۱۰؍۵۴۰ ، المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند)۔

جانور کے چہرہ پر مارنے، انہیں داغنے حتی کہ ان پر لعنت بھیجنے سے بھی منع کیا گیا ہے (دیکھئے: مسلم شریف: ۵۵۵۰، ۲۵۹۵) اسی طرح کسی نبی کو ایک مرتبہ چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے ان کی بستیوں کو جلانے کا حکم دیا اس پر اللہ رب العزت نے تنبیہ فرمائی، ''عن أبی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال:إن نبیا من الأنبیاء قرصتہ نملۃ ما مرّ بقریۃ النمل فاحرقت فاوحی اللہ عزوجل إلیہ إن قرصتک نملۃ أہلکت أمۃ من الأمم تسبح'' ۔

شرید بن سوید سے ایک روایت ہے جس میں تفریحاً گوریا کا شکار کیا گیا، اس پر آپ ﷺ نے وعید فرمائی، ''عن شرید بن سوید قال:قال رسول اللہ ﷺ:من قتل عصفوراً عبثاً عج إلی اللہ یوم القیامۃ یقول:یا رب! إن فلاناً قتلنی عبثاً ولم یقتلنی لمنفعۃ'' (نسائی: ۴۴۴۶، نیز مسند طیالسی: ۲۲۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۸۹۴ کا بھی یہی مفہوم ہے)۔

درمختار کی عبارت:''ویستسقون بالضعفۃ '' کے ذیل میں ہے:''وفی الخبر الصحیح إن نبیاً من الأنبیاء قال جمع:ہو سلیمان صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم خرج یستسقی فإذا ہو بنملۃ رافعۃ بعض قوائمہا إلی السماء فقال: ارجعوا فقد استجیب لکم من أجل شأن النملۃ'' (رد المحتار علی الدر۳،۷۲، باب الاستسقاء)۔

ایک چیونٹی کے سبب قحط دور ہوگیا جب اللہ کے یہاں اس کا یہ مقام ہے تو پھر ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں کون سی شئی مانع ہوگی۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام اپنی کتاب ''قواعد الاحکام فی مصالح الانام ''۱،۱۶۷ پر لکھتے ہیں:

''ولا یحملنہا ما لا یطین ولا یجمع بینہا وبین ما یؤذیہا من حبسہا أو غیر حبسہا بکسر أو نطح أو حرج''۔

ایک دوسری تحریر شیخ ابو الحسن علی بن محمد ابن حبیب بصری بغدادی شافعی کی پیش کی ہے: ''مسئلۃ:قال الشافعی رضی اللہ عنہ:لا تحلب أمہات النسل إلا فضلا عما یقیم أولادہن'' (الحاوی الکبیر۱۱،۵۳۲)، نہایۃ الرتبۃ الظریفۃ فی طلب الحسبۃ الشریفۃ کی تحریر صفحہ۲۷ سے عرض ہے: ''ولا یجر الشاۃ برجلہا جرا عنیفاً الخ''۔و اللہ اعلم واتم واحکم۔

خلاصۃ جوابات:

۱۔ یہ عمل جائز ہے ان کی اصل غذا میں دوسری چیزیں مخلوط کرکے کھلائی جاتی ہیں۔

۲۔ ''وجاز خصاء البہائم'' (الدر المختار علی الرد ۹،۵۵۷) پر قیاس کرتے ہوئے درست ہے۔

۳۔ حیوانات میں نسل مادہ سے چلتی ہے، ''لأن الأصل فی الولد الأم لأنہ ینفصل عن الأم'' (بدائع الصنائع ۴،۲۰۵)۔

۴۔ پالنا جائز ہے بشرطیکہ بند رکھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور ایذا وتکلیف نہ دی جائے، حدیث مشہور ہے:''یا أبا عمیر ما فعل النغیر'' (ابوداؤد: ۴۹۶۹)۔

۵۔ جن صورتوں میں کتوں کے پالنے کا جواز روایتوں سے ملتا ہے اس کے علاوہ کتا اور موذی جانوروں کا پالنا درست نہیں۔

۶۔ ضرورتاً میڈیکل تجربات کی اجازت ہونی چاہئے مگر بہتر ہے کہ موذی اور غیر ماکول اللحم جانوروں پر یہ ٹیسٹ کئے جائیں تاکہ ماکول اللحم کا گوشت ودودھ متاثر نہ ہو۔ اور اس کا کوئی سائڈ ایفکٹ نہ ہو ۔

۸، ۹، ۱۰۔ سداً للذریعہ اس ممانعت پر عمل ضروری ہے۔

۱۱۔ نہ زندہ مارا جاتا ہے نہ ایسڈ ڈالی جاتی ہے، اس کاروبار کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ پوری دنیا میں بس ایک طریقہ رائج ہے، وہ یہ کہ گردن مروڑ کر مار ڈالا جاتا ہے، اس لئے میرے خیال میں انخناق سے کہیں بہتر مشینی ذبیحہ ہے، جس میں بہ نسبت انخناق بدرجہا تکلیف کم ہے۔

۱۲، ۱۳۔''إذا ابتلی ببلیتین فلیختر أیہما أہون'' کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

۱۴۔ حسن سلوک پر قرآن واحادیث ونصوص فقہاء پیش کئے جاچکےہیں۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا بدر احمد مجیبی•

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

(۱) آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذا ئیں تیار کی جارہی ہیں جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے جو ظاہر ہے کہ چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے ۔اگر اس عمل سے انسانی منفعت مقصود ہے اوراس سے ان جانوروں کو فطری طور سے کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچتا ہے تو اس کا جواز ہونا چاہئے ؛ کیونکہ اللہ تعالی نے جانوروں کو انسانی منفعت کے لئے پیداکیا ہے، اس لئے ان کو انسانی نفع وفائدہ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

امام نسفی تحریر فرماتے ہیں :

وخلق مالابد منہ من خلق البهائم لأكله وركوبه وحمل أثقاله وسائر حاجاته وهو قوله:'' والأنعام خلقها لكم'' (مدارک التنزیل۲،۱۵۱)۔

(۲)بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کے لئے ان جانوروں کو انجکشن لگانا جس سے ان کے گوشت میں زیادتی ہوجائے اور وہ خوب موٹے ہوجائیں جائز ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیںآتی۔ اسی طرح بڑے جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے ان کو انجکشن لگانا؛ تاکہ ان کا دودھ زیادہ ہوجائے شرعاً اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، اس لئے یہ جائز ہونا چاہئے ۔

جانوروں کو اللہ تعالی نے انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، دودھ اور گوشت میں زیادتی سے انسانوں کو ہی نفع ہے۔ اگر اس سے انسانوں کو نقصان ہوتا ہو تو یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔

اس کی مثال جانوروں کو خصی کرنا ہے ۔انسانوں کی منفعت کے لئے جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے؛ جب کہ یہ بھی جانور کی فطرت کے خلاف ہے ۔ اسی طرح انسانوں کی منفعت کے لئے جانوروں کوانجکشن لگانا بھی درست ہونا چاہئے۔

ولابأس بخصاء البهائم لأنه يفعل للنفع لأن الدابة تسمن ويطيب لحمها بذلك (الجوهرة النيرة)

ويجوز اخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصى أطيب (مجمع الانهر)

• استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پٹنہ۔

جاز خصاء البهائم حتی الهرة ... قیدوه بالمنفعة وإلا فحرام (الدرالمختار)

البتہ اگر ایسے کاموں سے انسانوں کو نقصان پہنچ رہاہے، اس سے انسانوں کو بعض بیماریاں ہوجارہی ہیں تو اس کی اجازت نہیں ہوگی اور ایسا عمل شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

(۳) کسی منفعت کے لئے جانوروں کا اختلاط جائز ہے ۔ جیسے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط سے خچر کی پیدائش ہوتی ہے۔ عہد نبوی میں بھی اس کا رواج تھا ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رواج ہونے کے باوجود اس سے منع نہیں فرمایا ۔ اگر اس میں حرمت یا کراہت ہوتی تو اس کی ممانعت فرمادی جاتی ۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خچر کی سواری کرنا ثابت ہے۔

ولابأس بإخصاء البهائم و إنزاء الحمير على الخيل۔ لأن فی الأول منفعة للبهيمة والناس، وقد صح أن النبی عليه الصلاة والسلام ركب البغلة، فلوكان هذا الفعل حراماً لما ركبها، لما فيه من فتح بابه ۔(هداية، مسائل متفرقة)

قوله وإنزاء الحمير على الخيل، لأن النبی عليه السلام كان يركب البغلة ويتخذها، فلو كان هذا الفعل مكروهاً لما اتخذها ولا ركبها، والذی روی أنه عليه السلام كره ذلک لبنی هاشم فلأن الخيل كانت عندهم قليلة فأحب تكثيرها (الجوهرة النيرة ،باب الحظر والاباحة)۔

وإنزاء الحمير على الخيل كعكسه (الدرالمختار)۔

جانوروں کی حلت وحرمت میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر اس کی ماں حلال ہے اور باپ حرام ہے تو یہ جانور حلال ہوگا، اور اگر اس کی ماں حرام ہے اور باپ حلال ہے تو یہ جانور حرام ہوگا۔

وفی المتولد بين الوحشی والاهلی تعتبر الام (المحيط البرهانی۶،۴۷۹) ۔

وفی المتولد منهما تعتبر الام وكذا فی حق الحل تعتبر الام (تبيين الحقائق، مما تكون الاضحية)۔

لأن الأصل فی المتولد الأم ، لأنه ينفصل عن الأم (حاشية تبيين الحقائق للشلبی)۔

(۴)کچھ پرندوں کو پنجرے میں رکھنے کا رواج ہے، جیسے طوطا ، قمری ، لال وغیرہ۔ اسی طرح بعض وحشی جانوروں کو لوگ شوق سے پالتے ہیں ۔ ان پرندوں اور جانوروں کو کھانا یاان کی تجارت کرنا مقصود نہیں ہوتا؛ بلکہ بعض لوگوں کو ان کے پالنے کا شوق ہوتا ہے ۔ اس کے بارے میں شرعی حکم جاننے کے لئے دیکھیں کہ عہد نبوی میں بھی یہ صورت تھی ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک چھوٹے بھائی تھے جن کا نام ابو عمیر تھا۔ان کے پاس ایک پالا ہوا پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتے تھے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے ۔ آپ نے ان کے گھر والوں کو اس سے منع نہیں فرمایابلکہ جب وہ پرندہ مرگیااور ابو عمیر غمگین ہوگئے تو آپ ﷺ نے ان کو خوش کرنے کے

لئے ایک جملہ ارشاد فرمایا جس سے وہ ہنس پڑے: یا أبا عمیر! ما فعل النغیر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت نبوی کے پاس ایک وحشی جانور تھا۔جب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو وہ نکل کر کھیل کود کرتا اورآگے پیچھے دوڑتا۔ جب اس کو احساس ہوتا کہ آپ ﷺواپس تشریف لارہے ہیں تو چپ ہوکر بیٹھ جاتا؛ تاکہ آ پ کو تکلیف نہ پہنچے۔

اس سے یہ معلوم ہو اکہ عہد نبوی میں بھی اس طرح جانورو ناورپرندوں کو پنجرے میں یا باڑے میں بند کرکے یا ان کو باندھ کررکھنے کا رواج تھا۔ اگر یہ حرام اور ناجائز ہوتا تو حضرت رسول اللہ ﷺ اس سے ضرور منع فرماتے۔ آپ کے منع نہ فرمانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل ناجائز اور حرام نہیں ہے؛ بلکہ جائز ومباح ہے۔

عن أنس قال:کان النبی ﷺ أحسن الناس خلقاً، وکان لی أخ یقال لہ: أبو عمیر۔ قال: أحسبہ فطیم ۔ وکان إذا جاء قال: یا أبا عمیر مافعل النغیر۔نغرکان یلعب بہ (الصحیح للبخاری، باب الکنیۃ للصبی وقبل أن یولد)۔

عن أنس بن مالک قال : کان رسول اللہ ﷺ یدخل علینا ولی أخ صغیر یکنی أبا عمیر وکان لہ نغر یلعب بہ فمات، فدخل علیہ النبی ﷺ ذات یوم فرآہ حزیناً فقال:ماشأنہ؟ قالوا:مات نغرہ۔ فقال:یا أبا عمیر! ما فعل النغیر (أبوداؤد، باب ماجاء فی الرجل یتکنی ولیس لہ ولد)۔

قال الطحاوی: فهذا قد کان بالمدینۃ ، ولوکان حکم صیدها کحکم صید مکۃ إذاً لما أطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبس النغیر ولا اللعب بہ کما لایطلق ذلک بمکۃ (شرح معانی الآثار للطحاوی، باب صید المدینۃ۲؍۲۸۶، عمدۃ القاری ؛ باب حرم المدینۃ)۔

عن مجاهد قال قالت عائشۃ رضی اللہ عنها کان لآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحش، فإذا خرج لعب واشتد وأقبل وأدبر فإذا أحس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قد دخل ربض فلم یترمرم کراهیۃ أن یوذیہ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی؛ باب صید المدینۃ۲؍۲۸۶)۔

فرع لہ حبس حیوان ولولسماع صوتہ أو التفرج علیہ أو نحو کلب للحاجۃ إلیہ مع إطعامہ (قلیوبی وعمیرۃ ۴؍۹۴) ۔

(۵) کسی ضرورت کے بغیر محض اپنا شوق پورا کرنے کے لئے خطرناک جانوروں شیر، چیتا،سانپ، خونخوار کتے وغیرہ کو پالنا درست نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ ان کے قابو سے باہر ہونے کی صورت میں انسانی جانوں کی ہلاکت ہوسکتی ہے۔ اس کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں ضرر عام کو دور کرنے کی ہدایت کی گئی ہے ، اس کے لئے ضرر خاص کو بھی برداشت کرنے کا حکم دیا گیاہے ۔

پالنے والے کا یہ اپنا شوق ہے ،اس پر پابندی لگانے سے اس کو کچھ ذاتی ضرر پہنچے گا،یہ ضرر خاص ہے؛ لیکن ایسے جانوروں کو پالنے کے نتیجہ میں تمام لوگوں کو

ضرر پہنچنے کاجو ظن غالب ہے وہ عام ضررہے ، اس لئے قاعدہ فقہیہ کے بموجب ضرر خاص کو برداشت کرکے ضرر عام کو دور کیا جائے گا۔ قاعدہ فقہیہ ہے:

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام (الاشباہ والنظائر)۔

ولوکان لرجل کلب عقور یعضّ کل من یمر علیہ فلأھل القریۃ أن یقتلوہ فإن تقدم أھل القریۃ إلی صاحب الکلب ولم یقتلہ ثم عضّ إنساناً فھو ضامن وإن عضّہ قبل التقدم إلیہ لم یضمن کذا فی الینابیع۔ وھکذا فی الخلاصۃ ۔ قریۃ فیھا کلاب کثیرۃ ولأھل القریۃ منھا ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب فإن أبوا رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمھم ذلک کذا فی محیط السرخسی۔ وفی أضحیۃ النوازل رجل لہ کلاب لایحتاج إلیھا ولجیرانہ فیھا ضرر فإن أمسکھا فی ملکہ فلیس لجیرانہ منعہ وإن أرسلھا فی السکۃ فلھم منعہ ،فإن امتنع وإلا رفعوہ إلی القاضی أو إلی صاحب الحسبۃ حتی یمنعہ عن ذلک وکذلک من أمسک دجاجۃ أو جحشاً أو عجولاً فی الرستاق فھو علی الوجھین کذا فی المحیط۔ وفی الأجناس:لاینبغی أن یتخذ کلباً إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرھم وکذا الأسد والفھد والضبع وجمیع السباع، وھذا قیاس قول أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی،کذا فی الخلاصۃ (فتاوی ھندیۃ ۵،۳۶۰۔۳۶۱)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں پہلے انہیں انجکشن لگاتے ہیں یادوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتاہے۔ میڈیکل تجربات انسانی فائدے کے لئے ہوتے ہیں ،ان سے انسانوں کی مختلف بیماریوں کے علاج کی کھوج کی جاتی ہے۔بعض جانوروں پر ان کا تجربہ کیا جاتا ہے اورتحقیق کی جاتی ہے ۔اس کے نتیجے میں بیماریوں کا علاج دریافت ہوتا ہے، اس لئے میڈیکل تجربات کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا یا ان کو دوائیں دینا جائزہے۔ اللہ تعالی نے انسان کے نفع کے لئے جانوروں کوپیدا فرمایاہے۔ارشاد ہے: والأنعام خلقھا لکم ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:ولکم فیھا منافع کثیرۃ۔ ایک جگہ ارشاد ہے:ولکم فیھا منافع۔ اس لئے انسانوں کے نفع اور فائدے کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا جائز ہے۔

والأنعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تأکلون، ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون، وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس إن ربکم لرؤوف رحیم، والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالاتعلمون (نحل: ۵ تا ۸)۔

واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتاً تستخفونھا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ومن أصوافھا وأوبارھا وأشعارھا أثاثاً ومتاعاً إلی حین (نحل: ۸۰)۔

(۷) اللہ تعالی نے انسان کی منفعت کے لئے جانوروں کو پیدا فرمایا ہے،اس لئے انسانی ضرورت کے لئے جانوروں کو استعمال کرنا جائز ہوگا۔ انسانی منفعت کے حصول کے لئے جانوروں کے اعضاء کو کام میں لایا جاسکتا ہے۔اسی طرح امراض کی دوا اور علاج کے لئے بھی جانوروں کا استعمال ہوسکتا ہے۔

(الف)کسی مرض کی دوا کسی جانور کے عضوسے تیار ہوتی ہو تو اس کا وہ عضو نکالا جاسکتا ہے ؛البتہ بہتر ہے کہ اس کو ذبح کرکے اس کا وہ عضو نکالا جائے ، زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے عضو کو نکالنے سے اس کو ہوش میں آنے کے بعد شدید تکلیف ہوگی۔

(ب) جانور کو بے ہوش کرکے اس کے جسم میں کوئی آلہ رکھ دیاجائے جس سے کسی مرض کے علاج کی تحقیق مقصود ہو، یہ بھی انسانی منفعت کا کام ہے؛ کیونکہ کسی مرض کے علاج کی تحقیق ہورہی ہے اسی سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اس لئے اس کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

وإن لكم فى الأنعام لعبرة، نسقيكم مما فى بطونها ولكم فيها منافع كثيرة ومنها تأكلون، وعليها وعلى الفلك تُحْمَلون (مؤمنون : ۲۱،۲۲)۔

الله الذى جعل لكم الأنعام لتركبوا منها ومنها تأكلون، ولكم فيها منافع ولتبلغوا عليها حاجة فى صدوركم وعليها وعلى الفلك تحملون (غافر: ۷۹،۸۰)۔

(۸)اگرمسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں رہتے ہینتو اس ملک کے ایسے قوانین کی پابندی بھی ان پر ضروری ہے جو اسلامی شریعت کے خلاف نہ ہوں؛ البتہ ایسے قوانین کی پابندی ضروری نہیں ہے جو اسلامی شریعت کے خلاف ہوں۔

حلال جانوروں کوشکار کرنا یا ذبح کرنا شریعت میں واجب نہیں ہے،جائز ودرست ہے ۔ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اس وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگا دی گئی ہے ۔ اسی طرح بعض جانوروں کو حکومت قومی جانور قراردیتی ہے اور اس طرح کے جانوروں کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے ۔ایسے جانوروں کی حلت کا عقیدہ رکھتے ہوئے اگر ملکی قانون کے تحت ان کو ذبح کرنے یا شکار کرنے سے پیرہیز کیا جائے تو اس سے شریعت کے حکم کی بھی تعمیل ہوگی کہ ان کی حلت تسلیم کی جارہی ہے اور ملکی قانون کا بھی لحاظ کیا جارہاہے کہ ان جانوروں کو شکار نہیں کیاجارہاہے یا ان کو ذبح نہیں کیا جارہاہے ۔ اس سے ملکی قانون کی پابندی بھی ہورہی ہے اور شرعی حکم کی تعمیل بھی ہورہی ہے۔

اس لئے ایسے جانور جن کی نسلیں ختم ہورہی ہیں اور حکومت نے ان کے شکار پر پابندی لگا دی ہے ان کو شکارکرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح حکومت نے جس جانورکو قومی جانور قراردے دیا ہے اور اس کو ذبح کرنے یا شکارکرنے کی ممانعت ہے ا یسے جانورکو شکار یا ذبح نہینکرناچاہیے؛ کیونکہ ایسا کرنا ملکی قانون کی خلاف ورزی ہے۔یہ قانون اسلامی شریعت کے مخالف بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی پابندی ضروری ہے۔

(۹) ایسامعاشرہ جہاں مسلم اور غیر مسلم سبھی رہتے ہیں اور غیر مسلموں کا ایک بڑا طبقہ کسی خاص حلال جانور کو مقدس اور معبود سمجھتاہے توایسے معاشرے میں اس

جانور کی حلت کے عقیدے کے ساتھ اس کے ذبح سے پرہیز کرناچاہیے؛ کیونکہ اس حلال جانور کو ذبح کرکے کھانا شریعت نے واجب نہیں کیاہے جائز رکھا ہے۔ اور ذبح کرنے میں اس کو اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ ہے اس لئے احتیاط لازم ہے۔ اس سے دوسرے طبقہ کے لوگوں کی دل آزاری نہیں ہوگی ،فرقہ وارانہ ہم آہنگی بھی قائم رہے گی اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی بھی نہیں ہوگی۔

(۱۰) حکومت جنگلات میں بعض جانوروں کے شکار سے روکتی ہے۔ بعض جھیلوں پر دور دراز علاقے سے پرندے آتے ہیں ان کے شکار سے بھی حکومت منع کرتی ہے۔ ان سرکاری قوانین کی رعایت کرنی چاہیے اور شرعاً ان جانوروں اور پرندوں کے حلال ہونے کے باوجودان کے شکار سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۱۱) بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو ماردیاجاتا ہے ،خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات باربار پیش آتے رہتے ہیں ۔ اگر واقعی یہ صورت ہے کہ ان جانوروں سے متعدی وبائی امراض پھیلیں گے اور انسانوں کو اس سے نقصان ہوگا تو ایسی صورت میں ان جانورونکا زندہ رہنا انسانی جانوں کے لئے خطرے کا سبب ہے ، لہذا ان کو مارا جاسکتا ہے۔اور مارنے کا ایسا طریقہ استعمال کیا جائے جس میں ان جانوروں کو زیادہ اذیت نہ ہو۔

(۱۲) انسان کی مصلحت اور منفعت کے لئے جانوروں کو ماراجاسکتاہے۔ مثلاً کھانے یا دوسرے مقاصد کے لئے ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا جاسکتاہے۔ کھال، بال،سینگ ،پر،دانت وغیرہ حاصل کرنے کے لئے غیر ماکول اللحم جانور وں کو ماراجاسکتا ہے۔اگر درندہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے بھی اس کو ماراجاسکتا ہے۔ اسی طرح دوا وعلاج کے مقصد سے بھی مارا جاسکتا ہے۔اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ ہاتھی کے دانت حاصل کرنے کے لئے اور ہرن یا بارہ سنگھا کا سینگ حاصل کرنے کے لئے یا مشک حاصل کرنے کے لئے جا نوروں کو مارا جاسکتاہے۔

و یجوز اصطیاد ما یؤکل لحمہ من الحیوان ومالا یؤکل لأن لہ غرضاً فی غیر المأکول بأن ینتفع بجلدہ أو بشعرہ أو ریشہ أو قرنہ أو لاستدفاع شرہ۔ (الجوھرۃ النیرۃ ،کتاب الصید والذبائح)

وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لقولہ تعالی:وإذا حللتم فاصطادوا مطلقاً من غیر قید بالمأکول إذ الصید لا یختص بالمأکول ۔ قال الشاعر:'' صید الملوک أرانب وثعالب وإذا رکبتُ فصیدی الأبطال'' ۔

ولأن اصطیادہ سبب الانتفاع بجلدہ أوریشہ أو شعرہ أو لاستدفاع شرہ، وکل ذلک مشروع (تبیین الحقائق، صید المجوسی والوثنی)۔

حل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لإطلاق النص (الدرالمختار،کتاب الصید) ۔

(۱۳)ایسے جانورجو خود سے انسانوں پر حملہ کرتے ہیں اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہینان کو مارنے کی اجازت ہے، اور جو جانور خود سے حملہ نہیں کرتے اور کسی کو تکلیف پہنچانے میں پہل نہیں کرتے ان کو بلاضرورت مارنے سے منع کیا گیا ہے؛ البتہ اگر ایسے جانور بھی تکلیف پہنچانے لگیں تو ان کوبھی مارنے کی اجازت شریعت نے دی ہے۔

خمس من الدواب کلها فاسق لاحرج علی من قتلهن: العقرب، والغراب، والحدأة، والفارة، والکلب العقور (مسلم، مایندب للمحرم وغیره قتله من الدواب فی الحل والحرم)۔

أما غیر المأکول فنوعان:نوع یکون مؤذیاً طبعاً مبتدئاً بالأذی غالباً۔ ونوع لا یبتدئ بالأذی غالباً۔ أما الذی یبتدئ بالأذی غالباً فللمحرم أن یقتله ولاشیئ علیه وذلک نحو الأسد والذئب والنمر والفهد لأن دفع الأذی من سبب موجب للأذی واجب فضلاً عن الإباحة ولهذا أباح رسول الله صلی الله علیه وسلم قتل الخمس الفواسق للمحرم فی الحل والحرم ۔۔۔ وعلة الإباحة فیها هی الابتداء بالأذی والعدو علی الناس غالباً (بدائع، فی بیان أنواع الصید) ۔

تکلم المشائخ فی النملة۔ قال الصدرالشهید : والمختار للفتوی أنها إذا ابتدأ ت بالأذی فلابأس بقتلها وإن لم تبتدئ یکره قتلها ۔ والأصل فی ذلک ما روی أن نملة قرصت نبیاً من الأنبیاء فأحرق بیت النملة۔فأوحی الله تعالی هلا قتلت تلک النملة الواحدة۔ دلیل علی جواز قتلها عند الأذی، وعلی عدم الجواز عند انعدام الأذی۔۔۔ وقتل القملة یجوز علی کل حال (المحیط البرهانی، باب الاستحسان والکراهیة ،فصل الثالث والعشرون)۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے خیال رکھنے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں کافی ہدایات دی ہیں ۔ ان میں سے چند یہ ہیں :

جانوروں کو بلاضرورت تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھاجائے۔ ان کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ کیا جائے۔ بلاضرورت کسی چھوٹے پرندے کو بھی مارڈالنے سے قیامت کے روز اس کے بارے میں پرسش ہوگی۔ جانوروں کو مثلہ بنانا منع ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ لگانا منع ہے ۔ بلاضرورت پرندوں کے بچوں کو پکڑ لینا منع ہے کہ اس سے اس کی ماں پریشان ہوگی۔باربرداری کے جانوروں پران کی استطاعت سے زیادہ بوجھ لادنا بھی منع ہے۔ جانوروں بلکہ چونٹیوں کوبھی آگ میں جلانا منع ہے کہ آگ میں جلاکر سزادینے کا حق صرف اللہ تعالی کو ہے۔ پیاسے جانوروں کو پانی پلانا ،بھوکے جانوروں کو چارہ کھلانااللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے اور ثواب کا کام ہے۔ جانوروں کو آپس میں لڑانامنع ہے جس میں جانور شدید زخمی ہوجاتے ہیں یا ان کی جان چلی جاتی ہے۔جانور کو ذبح کرتے وقت اس کاخیال رکھا جائے کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو، اس کے لئے تیز چھری استعمال کی جائے، کند چھری سے ذبح نہ کیاجائے، ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور

کو ذبح نہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) من رحم ولو ذبیحۃ عصفور رحمہ اللہ یوم القیامۃ (معجم کبیر للطبرانی ۲۶۸،۲، شعب الایمان ۴۱۵،۱۳)۔

ترجمہ: جس نے رحم کیا اگر چہ وہ چڑیا کا ذبیحہ ہو اللہ تعالی قیامت کے روز اس پر رحم فرمائے گا۔

(۲) من قتل عصفوراً فما فوقها بغیر حقها سأل الله عزوجل عنها یوم القیامۃ۔ قیل: یا رسول الله ! فما حقها؟ قال : حقها أن تذبحها فتأكلها ولا تقطع رأسها فیرمی بها (سنن نسائی ، من قتل عصفوراً بغیر حقها)۔

ترجمہ: جس نے بغیر حق کے چڑیا یا اس سے بڑی چیز کو قتل کردیا، اللہ تعالی اس کے بارے میں قیامت کے روزاس سے سوال فرمائے گا۔ صحابہ نے سوال کیا: یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ تم اس کو ذبح کرو اور اس کو کھالو، اس کے سر کوکاٹ کر چڑیا کو پھینک نہ دو۔

(۳) من قتل عصفوراً عبثاً عج إلی الله عزوجل یوم القیامۃ۔ یقول:یا رب! إن فلانا قتلنی عبثاً ولم یقتلنی لمنفعۃ (سنن نسائی ، من قتل عصفوراً بغیر حقها)

ترجمہ: جس نے کسی چڑیا کو بلاوجہ مارڈالا تو قیامت کے روز وہ چڑیا اللہ تعالی سے فریاد کرے گی،وہ کہے گی:اے پروردگار! فلاننے مجھے بلا ضرورت مارڈالا تھا اور کسی نفع کے لئے نہیں ماراتھا۔

(۴)لعن رسول الله ﷺ من یمثل بالبهائم (مصنف عبد الرزاق، باب المثل فی الحیوان)۔

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کے مثلہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۵) إیاكم أن تتخذوا ظهور دوابكم منابر فإن الله إنما سخرها لكم لتبلغكم إلی بلد لم تكونوا بالغیه إلا بشق الأنفس وجعل لكم الأرض فعلیها فاقضوا حاجتكم (ابوداؤد، باب فی الوقوف علی الدابۃ)۔

ترجمہ: اپنے جانوروں کے پشت کو منبر نہ بناؤ۔ اللہ تعالی نے ان کو تمہارے لئے اس لئے مسخر کردیا ہے کہ وہ تم لوگوں کو ایسے شہر تک پہنچائیں جہاں شدید مشقت کے بغیر تم نہیں پہنچ سکتے۔ تم لوگوں کے لئے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضرورت پوری کرو۔

(۶) عن عبد الله بن مسعود قال:كنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حُمّرة معها فرخان، فأخذنا فرخیه، فجاء ت الحمرة فجعلت تفرش، فجاء النبی ﷺ فقال:من فجع هذه بولدها؟ ردوا إلیها ولدها۔ ورأی قریۃ نمل قد حرقناها۔ فقال:من حرق هذه ؟ فقلنا:نحن ،

قال :إنہ لاینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار (ابوداؤد، باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار)۔

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ ﷺکے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ضرورت کے لئے تشریف لے گئے ۔ ہم لوگوں نے دوبچوں کے ساتھ ایک چھوٹے پرندے کو دیکھا۔ ہم لوگوں نے اس کے دونوں بچے پکڑ لئے۔ وہ پرندہ آکر زمین پر لوٹنے لگا۔اسی وقت رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے اور (اس کو دیکھ کر) فرمایا: کس نے اس کے بچے کو پکڑ کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کردو۔ آپ ﷺ نے چونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی جس کو ہم لوگوں نے جلادیا تھا ۔آپ نے فرمایا : کس نے اس کو جلایا؟ ہم نے کہا: ہم نے، ارشاد فرمایا کہ آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے ۔

(۷) عن ابن عباس قال:نھی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البھائم (ابوداؤد، باب فی التحریش بین البھائم)۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہماسے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو(آپس میں) لڑانے سے منع فرمایاہے۔

(۸)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کہیں جارہاتھا ۔ اس کو راستے میں شدید پیاس لگی ، اس کو ایک کنواں نظر آیا ، وہ اس میں اتر گیا اور پانی پیا۔ جب کنوئیں سے باہر آیا تو اس کو ایک کتا نظر آیا جو بہت پیاسا تھااور پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہاتھا۔ اس شخص نے کہا کہ اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی ۔وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اس کو منہ سے پکڑ کر اورمشکل سے باہر نکلا۔باہر آکر اس نے کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالی کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اللہ تعالی نے اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا:یا رسول اللہ ! کیا جانوروں(کے ساتھ اچھا سلوک کرنے) میں بھی اجر و ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فی کل کبد رطبۃ أجر (صحیح بخاری، باب فضل سقی الماء)۔

(۹) مر رسول اللہ ﷺ ببعیر قد لحق ظھرہ ببطنہ قال:اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھاصالحۃ وکلوھا صالحۃ (ابو داؤد، مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبھائم)۔

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ(کم خوراکی اور بھوک کی وجہ سے) پیٹ سے مل گئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا : ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر سواری کرو جب وہ ٹھیک ٹھاک ہوں(یعنی ان کو اچھی طرح سے کھلاکر خوب مضبوط کردیا گیا ہو)اور ان کو (ذبح کرکے) کھاؤ جب

وہ ٹھیک ٹھاک ہوں (یعنی خوب موٹے تازے ہوں) ۔

(۱۰)حضرت رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس نے جب آپ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے ذِفْریٰ(کان کے پیچھے کی ہڈی) پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا ۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کس کا اونٹ ہے ؟ انصار کے ایک نوجوان نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا: اس جانور کا اللہ تعالی نے تم کو مالک بنایاہے تو کیا تم اس کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور بہت زیادہ محنت ومشقت کراتے ہو (ابوداؤد ، مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبھائم)۔

(۱۱) إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحۃ ولیحد أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ (مسلم:باب الأمر بالاحسان، نسائی:باب حسن الذبح، ترمذی:باب ماجاء فی النھی عن المثلۃ) ۔

ترجمہ: اللہ تعالی نے ہر چیز کو اچھے طریقے سے کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔جب (جانورکو) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ چھری پہلے ہی تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو آرام دو۔

(۱۲)عرضت علیّ النار فرأیت امرأۃ من بنی إسرائیل تعذّب فی ھرۃ لھا ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تأکل من خشاش الأرض (صحیح مسلم، باب ماعرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من أمر الجنۃ والنار)۔

ترجمہ: جہنم کو میرے سامنے لایا گیا تو میں نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی بلی کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا۔ اس نے بلی کو باندھ کررکھا تھا، نہ اس کوکھانا دیتی تھی اور نہ اس کوآزادچھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے حشرات(چوہے وغیرہ)کو کھائے۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محمد ظفر عالم ندوی•

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، أما بعد۔

حیوانات کے حقوق اور احکام سے متعلق فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے جو سوالنامہ آیا اس کا جواب ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

۱۔ جانور کو کھلانے کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے اس میں اگر حلال مذبوح جانور کے بدن کے اجزاء مثلاً گوشت ہڈی چربی وغیرہ شامل ہوں تو اس کے تیار کرنے اور جانور کو کھلانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر حرام یا غیر مذبوح جانور کے گوشت کے اجزاء شامل کئے جائیں تو ان میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بعینہ اجزاء شامل کئے جائیں اور وہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہیں تو وہ غذا ناپاک شمار ہوگی، اور اگر ان اجزاء کو تکنیکی عمل سے گزار کر ان کی ماہیت کو تبدیل کردیا جائے تو ان پر اصولاً پاکی کا حکم لگے گا۔

‘‘وأما بیان ما یحرم أکلہ من أجزاء الحیوان المأکول فالذی یحرم أکلہ منہ سبعۃ: (۱) الدم المسفوح (۲) والذکر (۳) والأنثیان (۴) والقبل (۵) والغدۃ (۶) والمثانۃ (۷) والمرارۃ، لقولہ عز شأنہ:‘‘ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ (سورۃ الاعراف: ۱۵۷)، وہذہ الأشیاء السبعۃ مما تستخبثہ الطباع السلیمۃ فکانت محرمۃ’’ (بدائع الصنائع ۱۹۰،۴)۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:‘‘جعل دہن النجس فی صابون یفتی بطہارتہ، لأنہ تغیر والتغیر عند محمدؒ ویفتی بہ للبلوی’’۔

آگے علامہ شامی لکھتے ہیں:

‘‘ومقتضاہ عدم اختصاص ذلک الحکم بالصابون فیدخل فیہ کل ما کان فیہ تغیر وانقلاب حقیقۃ نحو خمر صار خلاً وحماراً وقع فی مملحۃ فصار ملحاً، فإن ذلک کلہ انقلاب حقیقۃ إلی حقیقۃ أخری’’ (رد المحتار ۵۱۹،۱۔۵۲۰)۔

۲۔ صاحب فتاوی قاسمیہ نے صاحب امداد الفتاوی سے اور صاحب امداد الفتاوی نے رد المحتار (کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ) میں مذکور عبارت ‘‘وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ’’ سے استدلال کرتے ہوئے امداد الفتاوی جلد چہارم صفحہ۲۶۳ میں تحریر فرمایا ہے: کہ خصی کرنا بعلت منافع للناس جائز ہے، وہ علت یہاں بھی موجود ہے یعنی

• کلیۃ الشریعۃ واصول الدین، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

گدی لوگ جس طرح جانور کے اگلے پاؤں باندھ کر فرج میں مع اس کی دم کے ہاتھ ڈالتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہیں بعدہ ہاتھ کو پاک کرکے دودھ نکالتے ہیں اس طریقہ سے جو دودھ حاصل کرتے ہیں اس دودھ کا کھانا شرعاً جائز ہے؛ کیونکہ کوئی وجہ دودھ کی حرمت کی نہیں اس لئے دودھ کا کھانا حلال وجائز ہے، اسی پر صاحب فتاوی قاسمیہ نے انجکشن کے ذریعہ دودھ حاصل کرنے کو درست لکھا ہے۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر جانور کو تکلیف نہ پہنچے اور انجکشن کے ذریعہ حرام دوا جانور کے اندر داخل نہ کی جائے تو جانور کے گوشت یا دودھ میں اضافہ کے لئے اس طرح کے انجکشن لگانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ مجمع الانہر میں منقول ہے:

''واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلہا سوی الفروج الإباحۃ إنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق أو خبر مروی فما لم یوجد شئی من الدلائل المحرمۃ فہی علی الإباحۃ'' (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الاشربہ ۵۶۸،۲)۔

۳۔ (۱) جرسی گائے کا دودھ اور گوشت کھانا درست ہے۔

(۳) اگر یہ عمل انسان کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لئے مفید ثابت ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا؛ چنانچہ صاحب ہدایہ نے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط کو جائز قرار دیا ہے اور اس بات سے استدلال کیا ہے کہ خود آپ ﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے، اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ ﷺ اس پر سواری کو گوارا نہ فرماتے، حلال وحرام جانوروں میں اختلاط ہو تو اس کو کھانا جائز نہیں، ''ولا یحل ما یولد من مأکول وغیر مأکول''۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم مصری نے بھی اس کو صحیح قول قرار دیا ہے، اور کتے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کو حرام بتایا ہے، فقہ کے متفق علیہ قواعد میں سے ہے۔

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام''۔ عام مشائخ احناف کے نزدیک ایسے جانور کا کھانا حرام ہوگا اور یہی صحیح ہے، اور عالمگیری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری اور کتے کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ اس بات سے کیا جائے گا کہ ان دونوں میں مشابہت کس سے رکھتا ہے۔ حموی نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ بھیڑیے کے اور بکری کے اختلاط سے پیدا ہونے والے جانور کی قربانی درست ہوگی اور ماں کے تابع ہوگا۔ طحطاوی نے لکھا ہے کہ اگر حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہوگا تو کھانا تو حلال نہ ہوگا لیکن جھوٹے کی پاکی وناپاکی کے معاملہ میں وہ ماں کے تابع ہوگا (قاموس الفقہ۳،۳۱۹۔۳۲۰)۔

درمختار میں ہے:

''والمولود من الأہلی والوحشی یتبع الأم لأنہا ہی الأصل فی التبعیۃ حتی إذا نزا الذئب

علی الشاۃ یضحی بالولد" (الدر المختار۹،۴۶۶)۔

علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

"فإن کان متولداً من الوحشی والإنسی فالعبرۃ بالأم فإن کانت أہلیۃ یجوز وإلا فلا" (بدائع الصنائع ۴،۲۰۵)۔

جرسی گائے کا دودھ اور گوشت درست ہے۔

"واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلہا سوی الفروج الإباحۃ، قال اللہ تعالی: "ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً" (بقرہ: ۲۹)، وقال: "کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً" (بقرہ: ۱۶۸)۔

"وإنما تثبت الحرمۃ بعارض نص مطلق أو خبر مروی فما لم یوجد شئ من الدلائل المحرمۃ فہی علی الإباحۃ، وقد دل کتاب اللہ تعالی وہو قولہ تعالی: "إنما الخمر والمیسر ..... (المائدہ: ۹)" (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر۴،۲۴۴ کتاب الاشربہ، مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

۴۔ جن جانوروں سے کوئی فائدہ متعلق نہ ہو ان کو محض تفریح طبع کے لئے مقید کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ حرام ہے، "ویکرہ إمساک الحمامات إن کان یضر بالناس ....." (ردالمحتار مع تنویر الابصار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ ۹،۵۷۵ ، بیروت لبنان)۔

۶۔ اللہ نے جانوروں کو انسان کی خدمت اور فائدے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ ان کو اپنے کام میں لاسکے؛ لیکن فائدہ اس طرح اٹھائے کہ ان کو تکلیف نہ پہنچے، یہی وجہ ہے کہ جانورو نکے متعلق حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جانور کو ذبح کیا جائے تو تیز دھار دھار آلہ سے ذبح کیا جائے تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف پہنچے اور روح بآسانی نکل جائے، صورت مذکورہ میں جو جانور پر میڈیکل تجربات کئے جارہے ہیں ظاہر ہے کہ جانور ان سے بیمار ہوگا اوربیمار ہونے کی وجہ سے شدید تکلیف پہنچنے کا اور اس سے آگے بڑھ کر جانور کے ہلاک ہوجانے کا خطرہ ہے، لیکن اس طرح کے تجربات جانوروں کے حقوق کے متعلق وارد آداب وتعلیمات کے خلاف ہیں، لہذا حتی الوسع ان تجربات سے بچنا چاہئے؛ البتہ شدید ضرورت کےوقت "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہوگی۔

"واللہ جعل لکم من جلود الأنعام بیوتاً تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ....." (سورۃ النحل: ۸۰)۔

"عن عمرو بن الشرید قال سمعت الشرید یقول:سمعت رسول اللہﷺ یقول:من قتل عصفوراً عبثاً عج إلی اللہ عزوجل یوم القیامۃ بقول:یا رب! إن فلاناً قتلنی عبثاً ولم یقتلنی لمنفعۃ" (نسائی ، ص،۲۳۷۷، حدیث نمبر: ۴۴۵۱)۔

۷۔ زندہ جانورکو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا بذریعہ آپریشن

کوئی آلہ جانور کے اندر رکھ دینا جو جانور کےلئے باعث تکلیف ہو درست نہیں ہے۔

‘‘قال اللہ عزوجل: واللہ جعل لکم من جلود الأنعام بیوتاً .....’’ (سورہ النحل: ۸۰)۔

‘‘عن أبی واقد اللیثی قال: قدم النبیﷺ المدینۃ وہم یجبون أسنمۃ الإبل ویقطعون ألیات الغنم فقال: ما یقطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ’’ (جامع الترمذی، ابواب الصید، باب ما جاء ما قطع من الحی فہو میت۱/۶۳۳، کراچی)۔

‘‘عن سہل بن حنظلیۃ قال: مر رسول اللہﷺ ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ قال: اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ’’ (ابوداؤد، کتاب الجہاد،ص ۳۴۵، باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم، دیوبند)۔

(۱) ‘‘ عن ابن عباس أن النبیﷺ قال: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً’’ ۔

(۲) ‘‘أخبرنی أبو الزبیر أنہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول: ‘‘نہی رسول اللہﷺ أن یقتل شیئاً من الدواب صبراً’’ (مسلم۲/۱۵۳ ، باب النہی عن صبر البہائم ، ندوۃ العلماء لکھنؤ)۔

۸۔ حکومت کی طرف سے پابندی لگانے سے کوئی حلال جانور حرام نہیں ہوسکتا، لہذا حلال جانور کا شکار بہر حال حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا درست ہے؛ لیکن حکومت کی قانون شکنی سے بچنے کی پیشگی انتظام کرلینا چاہئے۔

‘‘عن ابن عباس قال: کنا مع رسول اللہﷺ فی سفر فحضر الأضحی فاشترکنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ’’ قال أبو عیسی:وحدیث ابن عباس حدیث حسن غریب لا نعرفہ إلا من حدیث الفضل بن موسی (جامع الترمذی، باب ما جاء فی الاشتراک فی الاضحیہ، ص۱۸۰۵، موسوعۃ الحدیث الشریف، الکتب الستۃ، دار السلام الریاض)۔

‘‘عن جابرؓ قال: نحرنا مع رسول اللہﷺ بالحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ ۔ قال أبو عیسی: ہذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ہذا عند أہل العلم .....’’ (جامع الترمذی: ۱۸۰۵)۔

‘‘والبدن جعلناہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر’’ (سورہ حج۳۶)۔

‘‘ومن الإبل اثنین ومن البقر اثنین قل ءاالذکرین حرم أم الأنثیین’’ (سورہ انعام: ۴۴)۔

۹۔ ہندوستان میں گائے بیل شریعت اسلامیہ کی رو سے بلا تردد جائز اور حلال ہیں؛ البتہ جن علاقوں میں گائے ذبح کرنا قانوناً جرم ہے ان علاقوں کے مسلمانوں کو گائے ذبح کرکے اپنی جان ومال کو خطرہ میں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

‘‘قال تعالی: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ’’ (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔

۱۰۔ اس کے لئے جواب نمبر (۸) اور جواب نمبر (۹) کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۱۔ جن جانوروں سے امراض پھیلتے ہوں یا وہ ایذا پہنچاتے ہوں ان کے مارنے کی

شکل یہ ہے کہ نہ ان کو تڑپائے اور نہ بھوکا پیاسا رکھے تیز دھار دار آلہ سے ذبح کردے۔

''عن شداد بن أوس قال: ثنتان حفظتہما عن رسول اللہﷺ قال: إن اللہ تعالی کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ'' (الصحیح لمسلم، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ، ١٥٢،٢، ندوۃ العلماء)۔

''وقتل المؤذی منہا أی من الطیور ومن الدواب جائز''(رد المحتار، کتاب الفتاوی ٥٧٥،٩)۔

البتہ اگر ان کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے ان کو گڑھے وغیرہ میں دفنانا ہی واحد حل ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: اگر مضر جراثیم کو مارنے اور ان کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے ان کو گڑھوں میں زندہ دفن کرنا پڑے یا جسم سوز کیمکل کے استعمال کے سوا چارہ نہ ہو توا یسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ انسانی زندگی کی حفاظت کی اہمیت زیادہ ہے (کتاب الفتاوی ١٠٥،٩)۔

١٢۔ اگر کوئی محض لہو ولعب کے لئے شکار کرے جس سے وقت ضائع ہو اور حیوانات کو اذیت پہنچتی ہو، نیز گوشت کھانا، ہڈی، سینگ، پَر، کھال، دانت وغیرہ کو کام میں لانا مقصود نہ ہو، نہ کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے ہو؛ بلکہ محض تفریح طبع کے لئے ہو تو جانور کا شکار کرنا اور مارنا حرام ہے۔

''باب کل لہو باطل إذا شغلہ أی شغل اللاہی بہ عن طاعۃ اللہ أی کمن التہی بشئ من الأشیاء مطلقاً سواء کان مأذوناً فی فعلہ أو منہیا عنہ کمن اشتغل بصلاۃ نافلۃ أو بتلاوۃ أو ذکر أو تفکر فی معانی القرآن مثلاً حتی خرج وقت الصلاۃ المفروضۃ عمداً فإنہ یدخل تحت ہذا الضابط، وإذا کان ہذا فی الأشیاء المرغب فیہا المطلوب فعلہا فکیف حال من دونہا، وقال تعالی: ''ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ'' (لقمان: ٦) باب کل لہو باطل إذا أشغلہ عن طاعۃ اللہ (فتح الباری١١،١٠٩، کتاب الاستئذان، حدیث: ٦٣٠١، الریاض ودمشق)۔

نیز درمختار میں ہے:''وفی القنیۃ یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما أی ولو قلیلاً'' (الدر المختار مع الشامی١٠،٦٤)۔

١٣۔ خدا کی کسی بھی جاندار مخلوق کو بلا وجہ مارنا درست نہیں ہے بلکہ اسلام میں جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، ہاں اگر وہا نسان کے لئے ضرر رساں ہو اور اس سے حفاظت مشکل ہو تو انسانی جان کی حفاظت کی غرض سے اس کو مارنے کی گنجائش ہوگی مگر تڑپا تڑپا کر مارنا برا اور اسلام میں ممنوع ہے، فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے۔ علامہ حصکفی نے درمختار میں لکھا ہے:

''وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر یذبحہا أی الہرۃ ذبحاً ولا یضربہا لأنہ لا یفید ولا یحرقہا'' (درمختار مع شامی١٠،٤٨٢)۔

نیز موذی جانور کو بھی اسی وقت مارنا جائز ہوگا جب وہ ضرر پہنچائے یا اس سے

ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

''قال الحصکفیؒ: لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الأہلی إذا لم یؤذ'' (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، باب الجنایات۲،۵۷۰)۔

۱۴۔ جانوروں کے سلسلہ میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں اہم باتیں یہ ہیں:

۱۔ جانور کو بے مقصد ذبح کرنے سے منع کیاگیا ہے؛ چنانچہ آپﷺ نے فرمایا جو شخص گوریا کو بلا ضرورت مارے گا قیامت کے دن گوریا اس کے خلاف فریاد کناں ہوگی کہ اس نے مجھ کو بے فائدہ مارا تھا۔

''عن عمرو بن الشرید قال سمعت الشرید یقول: سمعت رسول اللہﷺ یقول: من قتل عصفوراً عبثاً عجّ إلی اللہ عزوجل یوم القیامۃ یقول: یا ربّ! إن فلاناً قتلنی عبثاً ولم یقتلنی لمنفعۃ'' (نسائی، کتاب الضحایا، باب من قتل عصفوراً بغیر حقہا، حدیث نمبر: ۴۴۵۱)۔

''وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ أن رسول اللہﷺ قال: من قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ عن قتلہ، قیل: یا رسول اللہ! وما حقہا؟ قال:أن یذبحہا فیأکلہا ولا یقطع رأسہا فیرمی بہا'' (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصید والذبائح، ص۳۶۲)۔

۲۔ جانوروں کے غذائی مقصد کے لئے ذبح کرنے کی اجازت ہے یا کسی طور سے ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، ان کے لئے بھی حکم یہ ہے کہ مہذب طریقہ پر ان کو ذبح کیا جائے؛ تاکہ بہ آسانی موت واقع ہو، اسلام سے پہلے لوگ جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ کیا کر تے تھے، رسول اللہﷺ نے نہ صرف منع فرمایا؛ بلکہ اس کے مکمل سد باب کے لئے ایسے جانور کو حرام قرار دے دیا۔

''عن شداد بن أوس قال:ثنتان حفظتہما عن رسول اللہﷺ قال:إن اللہ تعالی کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ'' (نسائی، کتاب الضحایا، حدیث: ۴۴۱۰ ، الامربا حداد الشفرۃ)۔

(۱) ''فإذا قوم قد نصبوا دجاجۃ یرمونہا فقال أنس:نہی رسول اللہﷺ أن تصبر البہائم''۔

(۲)'' عن ابن عباس أن النبیﷺ قال: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً''۔

(۳) ''أخبرنی أبو الزبیر أنہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول:نہی رسول اللہﷺ أن یقتل شیئاً من الدواب صبراً'' (مسلم ۲،۱۵۳، باب النہی عن صبر البہائم)۔

اسی طرح لوگ زندہ جانور کے بعض حصہ کو کاٹ لیا کرتے تھے اور اس کو کھایا کرتے تھے، آپﷺ نے اس کو منع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے وہ مردہ اور حرام ہے۔

''عن أبی واقد اللیثی قال: قدم النبیﷺ المدینۃ وہم یحیون أسنمۃ الإبل، ویقطعون

ألیات الغنم، فقال: ما یقطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ'' (جامع الترمذی، ابواب الصید، باب ما جاء ما قطع من الحی فھو میت ١،٦٣٣)۔

٣۔ جانور کو ذبح کرنےکے لئے نہایت شائستہ اور ممکن حد تک کم تکلیف دہ طریقہ اختیار کیا گیا چنانچہ دانت سے کاٹ کر اور ناخن سے دبا کر ذبح کرنے کو منع کیاگیا۔

''عن رافع بن خدیج أن رسول اللہ ﷺ قال: ما أنہی الدم وذکر اسم اللہ فکل إلا بسنّ أو ظفر'' (نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۰۸، ص۲۳۷۴)۔

۴۔ جانوروں کو بھی آگ میں جلانے سے اور جلانے کی سزا دینے سے انسانوں ہی کی طرح منع فرمایا گیا ہے، حدیث میں منقول ہے کہ ایک پیغمبر کسی درخت کے نیچے ٹھہرے تو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے اس جگہ کی تام چیونٹیوں کو جلوادیا تو اللہ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

''عن أبی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ أن نملۃ قرصت نبیاً من الأنبیاء فأمر بقریۃ النمل فأحرقت فأوحی اللہ إلیہ: أفی أن قرصتک نملۃ أہلکت أمۃ من الأمم تسبح؟'' (مسلم، باب النہی عن قتل النمل ٢،٢٣۶ ، ندوۃ العلماء)۔

۵۔ اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اسلام سے پہلے لوگ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کو نیکی اور ثواب نہیں سمجھتےتھے، پیغمبر اسلام نے یہ بات ذہن میں بٹھائی کہ حیوانات کے ساتھ حسن سلوک بھی رضائے خداوندی اور اجر آخرت کا باعث ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کی مغفرت محض اس بنیاد پر ہوگئی کہ اس نے پیاس سے تڑپتے ہوئے کتے کو کنویں میں اتر کر اور پانی لے کر پیاس بجھائی اور اس کی زندگی بچائی، اسی طرح جانوروں کی اذیت رسانی کو آپ ﷺ نے موجب عذاب قرار دیا، ایک خاتون کے بارے میں جس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھ چھوڑا اور اس کو کھانا بھی نہیں دیا تاآنکہ اس کی موت واقع ہوگئی، آپ ﷺ نےفرمایا کہ وہ اسی عمل کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگئی۔

''عن أبی ہریرۃ ؓ قال: بینما رجل یمشی بطریق واشتد علیہ العطش فوجد بئراً فنزل فیہا فشرب ثم خرج فإذا کلب یلہث یأکل الثری من العطش فقال الرجل:قد بلغ ہذا الکلب من العطش مثل الذی کان قد بلغ بی فنزل البئر فملأ خفہ ثم أمسکہ بفیہ فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ، قالوا:یار سول اللہ! وإن لنا فی البہائم أجراً؟ فقال:فی کل ذات کبد رطبۃ أجر'' (بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۰۹، الجزء الرابع، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم)۔

''عن أبی ہریرۃ ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: عذبت امرأۃ فی ہرۃ لم تطعمہا و لم تسقہا ولم تترکہا تأکل من خشاش الأرض'' (مسلم، باب تحریم قتل الہرۃ ٢،٢٣، ندوۃ العلماء)۔

۶۔ جیسے انسان کی تادیب میں سے حد سے گذرنے کو منع فرمایا گیا ہے اسی طرح

جانوروں کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے ہدایات دیں، فرمایا کہ ان کے منھ پر نہ مارا جائے نہ داغا جائے؛ بلکہ ایسا کرنے والوں کو آپ ﷺ نے مستحق لعنت قرارد یا۔

اسی طرح جانوروں کو باہم لڑانے کی ممانعت کی، کہ اس سے ناحق ایذا رسانی ہوتی ہے۔ یہ مختلف اصولی ہدایات ہیں جو آپ ﷺ نے جانوروں کے سلسلہ میں دیں اور جو اخلاقی درجہ رکھتی ہیں:

''عن ابن عمر قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لعن اللہ من مثّل بالحیوان '' (نسائی، باب النہی عن المجثمۃ، کتاب الضحایا۲۳۸،۷)۔

''عن جابر ؓ أن النبی ﷺ مرّ علیہ بحمار قد وسم فی وجہہ فقال:أما بلغکم أنی لعنت من وسم البہیمۃ فی وجہہا أو ضربہا فی وجہہا فنہی عن ذلک'' (ابوداؤد، کتاب الجہاد، رقم الحدیث: ۲۵۶۴ ، ص۱۴۱۳، باب النہی عن الوسم فی الوجہ والضرب فی الوجہ)۔

''عن ابن عباس ؓ قال: نہی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البہائم'' (ابوداؤد ،کتاب الجہاد، ص۱۴۱۳، تلخیص قاموس الفقہ۳،۳۱۵۔۳۱۶ ، نعیمیہ دیوبند)۔

* * *

جانوروں کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا نور الحق رحمانی•

۱۔ اگر ایسی غذاؤں کے استعمال سے چارہ خور جانور تیزی سے بڑھ جائیں اور ان کے دودھ اور گوشت پر اس کا کوئی منفی اثر مرتب نہ ہو اور وہ انسانوں کی صحت کے لئے مضر نہ ہوں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں اگر ایسی غذاؤں کے پرورده جانور کے دودھ اور گوشت کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ہو تو پھر ایسا کرنا شرعاً درست نہ ہوگا، اس لئے کہ شریعت میں دفع مضرت کا پہلو جلب منفعت پر مقدم ہے۔

۲۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسے دودھ اور ایسے گوشت کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہے، نیز وہ مادہ جانور جنہیں دودھ میں اضافہ کے لئے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اور آگے چل کر انہیں ذبح کیا جاتا ہے تو ان کا گوشت انسان کی صحت کےلئے نقصان دہ ہوجاتا ہے؛ لہذا دفع مضرت کی خاطر ایسے کسی عمل کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ اگر تجربہ سے یہ ثابت ہو کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانے سے اس کے دودھ میں اضافہ ہوجاتا ہے یا اس کا جسمانی حجم بڑھ جاتا ہے تو اس فائدہ کے حصول کے لئے ایسا کرنے میں کوئی شرعی قباحت تومعلوم نہیں ہوتی، جہاں تک اس اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کے حکم کا تعلق ہے تو فقہ کی کتابوں میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ بچہ ماں کے تابع ہوگا، اور بعض فقہاء کے نزدیک بچہ جس شکل میں پیدا ہوا ہے اس پر اسی جانور کا حکم لگے گا۔ لیکن ابوداؤد کی ایک روایت سے ایک جانور کی دوسری جنس کے جانور سے جفتی کرانے کی کراہت معلوم ہوتی ہے:''إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون'' (ابوداؤد۱،۳۴۷)۔

۴۔ کائنات کی تمام چیزیں، خواہ وہ ذی روح مخلوق ہوں یا غیر ذی روح مخلوق، انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹)، اس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا ۔

جانوروں سے انسان کو جو فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں کھانے پینے کے علاوہ سواری، باربرداری، اور دیگر بے شمار فائدے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، ''ولکم فیہا منافع ومشارب'' (یس)۔

انہیں فوائد میں ایک زینت بھی ہے جس کی طرف اللہ کے فرمان: ''ولکم فیہا جمال

• استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پٹنہ۔

حین تریحون وحین تسرحون" (النحل: ۶)، اور "والخیل والبغال والحمیر لترکبوہاوزینۃ" (النحل: ۸) میں اشارہ موجود ہے،لہذا اگر زینت کے طور پر جانوروں اور پرندوں کو پنجروں میں رکھا جائے جیسا کہ چڑیا خانوں میں اور گھروں میں لوگ رکھتےہیں اور ان کی ضروریات یعنی کھانے پینے اور چارہ وغیرہ کا معقول نظم کیا جائے اور انہیں بیجا تکلیف نہ پہنچائی جائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی، عہد رسالت میں بھی پرندوں کو بچو نکے کھیل کود کے لئے پکڑ کر رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابوعمیر بچے صحابی ہیں، ان کے پاس نغیر (کنجشک) نامی پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتے تھے، وہ پرندہ مرگیا تو وہ بہت مغموم ہوئے، رسول اللہﷺ نے ان سے دریافت کیا: "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" (صحیح مسلم؛ باب استحباب تحنیک المولود : ۵۷۴۷، الشمائل المحمدیہ للترمذی حدیث: ۲۳۹، ۱۲۲)۔

۵۔ بعض خطرناک جانوروں مثلاً شیر، چیتا، بھالو، سانپ اور خونخوار کتوں کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھنے اور چارہ پانی کا معقول نظم ہو جیسا کہ چڑیا خانوں میں اور سرکار کی نگرانی میں یہ نظم ہوتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

۶۔ اگر جانوروں پر اس طرح کے میڈیکل تجربات انسانوں کے فائدے اور ان کے اور جانوروں کے علاج معالجہ کی سہولت دریافت کرنے کے لئے کئے جائیں تو فائدے سے خالی نہیں ہیں اور شرعاً جواز کے دائرہ میں آتے ہیں۔

۷۔ جسم انسانی کا کوئی جز یا عضو اگر خراب اور معطل ہوجائے اور اس کی جگہ پر کسی جانور کے عضو سے پیوند کاری کی جائے یادواؤں کے لئے کسی زندہ جانور کو بےہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لیا جائے تو اس کے جواز پر تقریباً اتفاق ہے، خواہ اس کی وجہ سے اس جانور کی موت ہی کیوں نہ واقع ہوجائے، اس لئے انسانوں کے علاج ومعالجہ کی ضرورت کی خاطر کسی جانور کو بے ہوش کرکے کسی عضو کو نکال لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں آپریشن کرکے نکالے گئے عضو کی جگہ پر کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہو یہ جائز نہیں ہوگا اور بظاہر اس کی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی ہے۔

۸۔ بعض جانوروں کی نسلوں کا ختم ہوجانا ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث ہے، اس ضرورت کی بنا پر اگر حکومت کسی حلال جانور کے شکار پر پابندی عائد کرتی ہے تو یہ انسانوں کے مفاد عامہ کی خاطر ہے، لہذا اس کی تعمیل ہونی چاہئے، کسی ریاستی حکومت یا مرکزی حکومت کی طرف سے کسی جانور کو قومی جانور قرار دینے سے اس کی حلت واباحت ختم نہیں ہوتی ہے، اس لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اگر کسی مصلحت کی خاطر یا فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے اس کے شکار یا ذبح سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ جہاں ایسے فتنے کا اندیشہ نہ ہو یا قانونی گرفت نہ ہو وہاں ایسی پابندی

کی ضرورت نہیں ہے۔

۹۔ اللہ رب العزتنے جس چیز کو حلال قرار دیا وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے، اسے حرام قرار دینے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے نہ کسی کے حرام کردینے سے وہ شئی حرام ہوسکتی ہے نہ ہی اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی جانور معبود ہے نہ مقدس، ہاں کسی مصلحت کی بنیاد پر وقتی طور پر اس سے روکا جاسکتا ہے، جیسا کہ کتابیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے، لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے بعض صحابہ کو اس سے منع کیا تھا حالانکہ وہ اس کی حلت کو جانتے تھے اور ان صحابی کے دریافت کرنے پر آپ نے اس کا اعتراف بھی کیا لیکن ان کے پیش نظر یہ مصلحت تھی کہ اس کی وجہ سے مسلم خواتین کی طرف سے بے رغبتی پیدا ہوگی، اور اگر مسلمان مردوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کی رغبت بڑھ جائے تو بڑی تعداد میں مسلم خواتین بغیر نکاح کے رہ جائینگی، پھر بیوی کی محبت بھی فطرتاً ہوتی ہے پھر اولاد کا میلان بھی ما نکی طرف زیادہ ہوتا ہے اس طرح ان مردوں کے بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اور آنے والی نسل کے دین وایمان کو بھی خطرہ ہے۔ اس مصلحت کی بنیاد پر انہوں نے کتابیہ عورت سے نکاح سے منع فرمایا:

''عن شقیق بن سلمۃ قال: تزوج حذیفۃ بیہودیۃ فکتب إلیہ عمر أن خلّ سبیلہا، فکتب إلیہ حذیفۃ: أحرام ہی؟ فکتب إلیہ عمر: لا، ولکنی أخاف أن تواقعوا المومسات منہن'' (احکام القرآن للجصاص الرازی۲،۴۰۸، المائدہ، تزوج الکتابیات)۔

اسی طرح ہندوستان جیسے ملے جلے معاشرہ میں جہاں کوئی گروہ کسی جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو اور اس کے ذبح کئے جانے سے اس گروہ کی دل آزاری ہوتی ہو اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو یا قانوناً اس کے ذبح پر پابندی ہو تو ایسے ماحول میں ہنگامہ اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے ماحول کی رعایت مناسب ہے۔

۱۰۔ قومی اور ملکی ضرورت ومصلحت کے پیش نظر ان سرکاری قوانین کی رعایت بہتر ہے، کیوں کہ شکار مباح ہی تو ہے، واجب نہیں ہے۔

۱۱۔ وبائی امراض انسانی سماج کے لئے مہلک ہیں، لہذا اس کو روکنے کے لئے مرغیوں اور دوسرے جانوروں کو مارنے کی ضرورت پڑے تو شرعاً اس کی اجازت ہے؛ البتہ انہیں مارنے کے لئے آسان طریقہ اختیار کیا جائے جس سے جانوروں کو کم سے کم تکلیف ہو، لیکن ان کو گڑھوں میں زندہ دفن کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس میں جانوروں کو بے جا تکلیف پہنچانا ہے؛ البتہ انہیں ذبح کرکے یا گردن کا ٹ کر مار دیا جائے پھر دفن کیا جائے تو مضائقہ نہیں، اسی طرح ایسڈ ڈال کر مارنے میں بھی جانوروں کی تعذیب ہے، اس لئے شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بہرحال غذائی ضرورت کی طرح وبائی امراض سے تحفظ اور اس کے پھیلاؤ کو روکنا انسانی سماج کی ضرورت ہے، جس کی خاطر جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے،

لیکن انہیں مارنے میں آسان سے آسان صورت اختیار کی جائے، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا: ‘‘إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ’’ (ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۸۱۵)، بے شک اللہ نے ہر چیز میں احسان کو فرض کیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہئے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ جانور کو آرام پہنچائے۔

۱۲۔ جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟

انسانی مصالح کے درجات بھی مختلف ہیں، کوئی مصلحت ضرورت کے درجہ میں آتی ہے تو کوئی حاجت کے درجہ میں ، کوئی تحسینات کے قبیل سے ہوتی ہے، تو کوئی اس سے بھی کم درجہ، اصولی طور پر ہر مصلحت کے لئے ہر مال کو استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

مال اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے جس سے انسانی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس کے گرد انسانی زندگی گردش کرتی ہے، اس لئے مال کو ضائع کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

جانور بھی مختلف قسم کے ہیں، کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام، حلال جانوروں میں گوشت مقصود ہوتا ہے، باقی چیزیں ثانوی درجے کی ہوتی ہیں اور وہ گوشت کے تابع ہوتی ہیں۔ حرام جانور کو جو قیمتی ہوں انہیں ہر مصلحت کے لئے مارا نہیں جاسکتا، اگروہ مصلحت وضرورت یا حاجت کے درجہ میں پہنچتی ہوں تو پھر انہیں مارنا جائز ہوگا، لیکن کسی ایسی مصلحت کی خاطر جو تحسینات کے درجہ کی ہو انہیں مارنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، ہرن حلال جانور ہے جسے پکڑا اور شکار کیا جاتا ہے ، اس میں اصل مقصود گوشت ہوتا ہے، لہذا اس کی سینگ اور کھال کے لئے اگر اسے ذبح کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا گوشت کھانے کے کام آئے گا، باقی سینگ اور کھال زینت کے طور پر استعمال ہوگا۔

ہاتھی قیمتی جانور ہے جو سواری وغیرہ کے کام آتا ہے لیکن وہ حرام ہے اس لئے اس کے گوشت کا کوئی مصرف نہیں ہے؛ البتہ اس کے دانت سے مختلف قسم کی دوائیاں بنائی جاتی ہیں، اس مقصد کے لئے اسے مارا جاسکتا ہے۔

۱۳۔ جو جانور انسان کے لئے موذی ہیں (مثلاً سانپ، بچھو، شیر، چیتا وغیرہ) ان کی اذیت ومضرت سے بچنے کے لئے انہیں مارنا جائز ہے، مثلاً سانپ کو مارنے کا حکم ہے: ‘‘اقتلوا الحیات کلہن’’ (ابوداؤد۲،۷۱۲)۔

لیکن جس حدتک ماحولیات کو انسان موافق بنانے کے لئے ان کا وجود ضروری ہے اس حد تک ان کا باقی رکھنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں ماہرین کی رپورٹ معتبر ہوگی۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں بہت سی ہدایات ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ایک شخص راستے میں چل رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اسے ایک کنواں ملا، اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے تر مٹی کھا رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کتے کو پیاس کی وجہ سے وہی مشقت لاحق ہے جو مجھے لاحق تھی، چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے موزہ کو پانی سے بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑ لیا، پھر اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالی نے اس کی اس کوشش کو قبول فرمالیا او راس کی مغفرت فرمادی، صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے ان چوپایوں میں بھی اجر وثواب ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا: ہر تر کلیجے والے جانور میں اجر ہے (ابوداؤد، کتاب الجہاد ۱،۳۴۵)۔

(۲) حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی، اس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوگئی، جب اس نے اسے باندھ کر رکھا تونہ کھلایا پلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی (مسلم،۴۰۹)۔

(۳) حضرت سہل بن حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ (بھوک پیاس کی شدت اور سواری وبار برداری کی زیادتی سے) اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ نے فرمایا: ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اس حالت میں سوار ہو کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور اچھی حالت میں چھوڑو کہ تھکے نہ ہوں (ابوداؤد، کتاب الجہاد۱،۳۴۵)۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیا، پھر آپ کسی انصاری صحابی کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، نبی کریمﷺ نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پرسکون ہوگیا پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان دوڑا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ میرا ہے، آپﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ نےتمھیں مالک بنا دیا ہے؟ یہ مجھ سے شکایت کررہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو (ابوداؤد، کتاب الجہاد ۱،۳۴۷)۔

(۵) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا (حوالہ سابق۱،۳۴۵)۔

(۶) حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: مرغ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے (ابوداؤد۲،۶۹۶، باب فی الدیک والبہائم)۔

(۷) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری کو تیز کرنے لگا تو نبی کریمﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے کئی موت مارنا چاہتے ہو؟ (مستدرک حاکم، کتاب الذبائح، حدیث: ۷۵۷۰)۔

(۸) حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک جانور پر تین آدمی سوار ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ۲۱،۴۲۱)۔

(۹) حضرت عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب ایک موقع پر رسول اللہﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچےتھے، ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا، اس کے بعد وہ چڑیا آئی اور اپنے بچے کی گرفتاری پر احتجاج کرنے لگی، جب نبی کریمﷺ تشریف لے آئے، آپﷺ نے جب چڑیا کو اس طرح بے تاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اس کو مضطرب کررکھا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کردو (ابوداؤد، حدیث: ۲۶۷۷)۔

اسی طرح جانور کے منہ کو داغنے یا منہ پر مارنے کی بھی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے (ابوداؤد۱،۳۴۷)۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی اشرف عباس قاسمی•

اسلام دین رحمت ہے،جس میں انسان ہی نہیں ؛بلکہ بے زبان جانوروں کے ساتھ بھی رحم دلی اور حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے،اللہ رب العزت نے جا بہ جا مقام امتنان میں ان جانوروں کا تذکرہ کرکے انسانوں کو یہ جتلایاہے کہ وہ انسانوں کی نفع رسانی کے لیے قدرت کا انمول عطیہ ہیں،اور ان کے بھی حقوق ہیں،ارشاد باری ہے:اللہ الذی جعل لکم الأنعام لترکبوا منهاومنها تأکلون،ولکم فیها منافع ولتبلغوا علیهاحاجۃ فی صدورکم وعلیها وعلی الفلک تحملون، ویریکم آیاتہ فأي آیات اللہ تنکرون (المؤمن: ۷۹-۸۱)۔

''اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی پیدا کیے،جن میں کچھ پر تم سواری کرتے ہو اور کچھ کو کھاتے ہو،اور تمہارے لیے اس میں اوربھی فائدے ہیں،اور اس لیے بھی پیدا کیے کہ تم ان پرسوارہوکراپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤ اور تم چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کیے جاتے ہو،اور اللہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتے رہتے ہینتو اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کروگے؟''

دوسری جگہ ارشاد ہے:فاختلط بہ نبات الأرض مما یأکل الناس والأنعام (یونس: ۲۴)''پھر اس سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپایے کھاتے ہیں خوب گنجان ہوکر نکلے''۔

یہ آیت دلیل ہے کہ جانوروں کو بھی خدائی نعمتوں اور قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھانے کاحق ہے۔

رسول اکرم ﷺنے بھی ان کے حقوق اور نگہداشت کے سلسلے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔ایک صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: أما تتقي اللہ في هذہ البهیمۃ التي ملککہا اللہ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۸۱) ''کیا تم اس جانور کے سلسلے میں جس کا اللہ پاک نے تم کو مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے؟''

ابن عمر فرماتے ہیں:رسول اکرم ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جان دار کو نشانہ بنائے۔إن رسول اللہ ﷺلعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۲۶)۔

آپ نے فرمایا:قیامت کے دن ایک عورت محض اس لیے دوزخ میں ڈالی جائیگی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، اسے اس کا موقع نہیں دیاگیا کہ وہ خود کھائے اور

• استاذ دار العلوم دیوبند۔

چرکر اپنی ضرورت پوری کرے (بخاری،حدیث نمبر: ۲۳۶۵)، اور ایک شخص اس بنا پر جنت میں داخل کیا جائے گا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کی پیاس دور کی ہوگی اور اسے پانی پلایا ہوگا (بخاری،حدیث نمبر: ۲۳۶۳)۔

لوگ جانوروں کو لڑاتے اور باہم تماشا دیکھتے تھے، آپ ﷺنے اس سے منع فرمادیا (ترمذی؛کتاب الجہاد، حدیث نمبر: ۲۵۶۴) جانور کے منہ پر مارنے کی بھی ممانعت فرمادی ہے (مسلم،حدیث نمبر: ۲۱۱۶)۔

ان آیات واحادیث سے صاف واضح ہے کہ اسلام میں حیوانات کے تئیں رفق اور نرمی کاحکم ہے۔

اب ذیل مینحیوانات کے سلسلے میں احکام وہدایات کا جائزہ لیاجاتاہے:

(۱)چارہ خور جانوروں کی غذا کا مسئلہ :

چارہ خور جانوروں کی نشوو نما کے لیے آج کل لحمی اجزا پر مشتمل غذاؤں کا معمول ہوگیا ہے، مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ یہ ان جانوروں کی فطرت کے خلاف ہیں،اس سے زیادہ قابل توجہ امر یہ ہے کہ عام طور سے یہ غذائیں ناپاک ہوتی ہیں؛اس لیے فقہی ناحیے سے غور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان غذاؤں سے پرورش پانے والے یہ جانور جلالہ کے حکم میں ہیں۔ جلالہ کا اطلاق اصلاً ان اونٹ،گائے، بیل اور بکریوں پر ہوتا ہے جن کی خوراک کا بیش تر حصہ ناپاک چیز ہو، ان کا کھانا مکروہ ہے،چند دنوں تک انھیں محبوس کرکے پاک چارہ کھلانے سے یہ کراہت ختم ہوجاتی ہے۔

مرغ کواگرچہ بعض فقہاء نجس کھانے کے باوجود جلالہ نہیں مانتے ہیں؛لیکن اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اسے نجاست کا اثر زائل ہونے تک محبوس رکھاجائے،امام ابویوسفؒنے امام ابوحنیفہؒ سے تین دن محبوس رکھنے کا قول نقل کیا ہے،صاحب تجنیس کی رائے یہ ہے کہ مرغ کو تین دن ،بکری کو چاردن،اونٹ اور گائے کو دس دن محبوس رکھاجائے،علامہ سرخسیؒ کی رائے میں کسی خاص مدت کی تعیین کے بغیراسے اس وقت تک محبوس رکھاجائے جب تک اس سے نجاست کی بدبو ختم نہ ہوجائے۔

‘‘والأفضل أن تحبس الدجاجة المخلاة حتى يذهب مافى بطنها من النجاسة،وذلک على سبيل التنزه، وروى أبويوسف عن أبى حنيفة أنها تحبس ثلاثة أيام، وصاحب التجنيس اختار حبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقرة عشرة، والسرخسي قال:الأصح عدم التقدير وأنها تحبس حتى تزول الرائحة المنتنة (الموسوعة الفقهية ۱۹۲،)۔

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ جن مرغ اور دیگر ماکول اللحم جانور کی خوراک کا بیش تر حصہ پاک چارہ ہو،اگرچہ وہ کچھ ناپاک غذا بھی کھاتے ہوں،تو ان کے جواز میں کوئی شبہ نہینہے؛لیکن اگر زیادہ تر ناپاک غذا ہی کسی جانور کی خوراک ہو جس کی وجہ سے وہ بدبودار ہوجائے تو اسے محبوس کرکے پاک خوراک کھلاکر اس کی بدبو زائل کی

جائے، اس کے بعدہی اسے ذبح کیاجائے۔حرام غذا کا اثر ختم ہونے کے بعد کراہت نہیں باقی رہے گی۔علامہ حصکفی فرماتے ہیں:حل أكل جدي غذّي بلبن خنزير، لأن لحمہ لايتغير، وما غذّی بہ يصير مستهلكا لايبقى لہ أثر۔(الدر المختار)

(۲)دودھ اور گوشت میں اضافے کے لیے انجکشن لگانے کا حکم :

اگر انجکشن سے اضافہ شدہ چیز کا استعمال انسانی صحت کے لیے بہت زیادہ مضرت رساں نہ ہوجائے تو اس کی گنجائش دی جاسکتی ہے، مثلاً ڈاکٹروں کی ہدایت ہے کہ انجکشن لگے ہوئے جانور کو بیس دن کے بعد ہی ذبح کیا جائے، تو ظاہر ہے اس سے پہلے ذبح کرنے سے منع کیاجائے گا،ورنہ انسانی جانوں کو نقصان ہوسکتاہے، اور جان کا تحفظ اور اس کو نقصان سے بچانا بھی مقاصد شریعت میں سے ہے۔

(۳)حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط:

حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط ایک ناپسندیدہ عمل ہے، ابن عباس فرماتے ہیں: أمرنا رسول الله ﷺ أن نسبغ الوضوء وأن لا نأكل الصدقة ولا ننزى الحمر على الخيل (نسائی،حدیث نمبر: ۱۵۲۲) ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کامل وضو کریں، صدقے کا مال نہ کھائیں،اور گدھوں کو گھوڑوں پر نہ چھوڑیں۔''

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے جانور کے اختلاط کو ناپسند فرمایاہے،اگرچہ اس اختلاط کے نتیجے میں وجود میں آنے والے خچر کے استعمال کو آپ نے مکروہ نہیں قرار دیا ہے،بلکہ خود استعمال فرمایا ہے،اور قرآن کریم مینمقام امتنان میں بغال کا بھی تذکرہ ہے۔

بچوں میں اصل اعتبار مادہ کاہے، لہذا جرسی گائے کا دودھ پینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛کیوں کہ وہ مادہ ہے، اور خنزیر نرہے لہذا اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور پیدا ہونے والے بچے حلال یاحرام ہونے میں اپنی ماں کے تابع ہونگے: ليعلم أن حكم الولد حكم أمہ في الحل والحرمة دون الفحل،فلوكانت أمہ حلالا لكان ہو حلالا أيضا؛ لأن حكم الولد حكم أمہ (بدائع ۵،۵۵) ''جاننا چاہئے کہ حلت اور حرمت مینبچے کا حکم وہی ہوگا جو اس کی مانیعنی مادہ کاحکم ہے،نر کا حکم نہیں ہوگا،لہذا اگر اس کی ماں حلال ہو تو بچہ بھی حلال ہوگا؛کیوں کہ بچے کو اس کی ماں کا حکم دیاجاتاہے۔''

(۴)زینت کے لیے جانور کوپنجرے میں بند رکھنا:

زینت کے طور پر پنجرے میں پرندے اورہرن وغیرہ رکھنا جائز ہے،بہ شرطیکہ اس کے لیے کھانے پینے اور ہوا وغیرہ کا مناسب نظم ہو۔صحیحین میں حضرت انس سے روایت ہے کہ ان کے بھائی ابوعمیر کے پاس نغیر نامی پرندہ تھا،اتفاق سے مرگیا،جس کا انھیں غم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے مزاح کے طور پر فرمایا: ''يا أباعميرا! ما فعل

النغیر؟'' (بخاری، حدیث نمبر: ۵۷۷۸،مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۵۰) ۔

اس حدیث سے پرندے کو محبوس کرنے کا جواز ثابت ہوا،اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعمیر پر نکیر نہیں فرمائی(فتح الباری۱۰،۵۴۸)۔

البتہ کھانے پینے کامناسب بندوبست ضروری ہے ،پہلے روایت گزرچکی ہے کہ بلی کو محبوس کرکے کھانا نہ دینے پر ایک عورت معذب ہوچکی ہے۔اسی طرح اس پر نظر ضروری ہے کہ بچے پرندے کو اس حالت میں پریشان نہ کرڈالیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے قرطبی سے نقل کیا ہے:أما تمکینہ من تعذیبہ ولا سیما حتی یموت فلم یبح قط''(فتح الباری۱۰،۵۴۸)۔

(۵)خطرناک جانوروں کو پنجرے میں بند کرنے کا شوق:

محض شوق کی تکمیل کے لیے خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کرکے رکھنے کی اجازت نہیں ہے؛کیونکہ یہ کسی بھی وقت جان لیوا ثابت ہوسکتے ہیں،خوداس کے لیے بھی اوردوسروں کے لیے بھی،اللہ پاک کا ارشاد ہے:ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ (البقرۃ: ۱۹۵) اور شریعت کا عام ضابطہ ہے:لاضرر ولاضرار۔

(۶)جانوروں پر میڈیکل تجربات:

میڈیکل تجربات کے لیے جانوروں کا استعمال اور انھیں انجکشن لگانا جائز ہے، بہ شرطیکہ واقعۃً اس کی ضرورت ہو، محض عبث اور لہو ولعب نہ ہو،اور انجکشن بھی ایسے لگائے جائیں جن میں تکلیف اور خطرات کم ہوں، نیز جس وقت ان پر تجربہ کیا جائے تو اس سے پہلے عضو کو سن کردیاجائے؛ تاکہ تکلیف میں حتی الامکان تخفیف ہوجائے؛ کیوں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ذبح کے وقت جانوروں کی جسمانی ونفسیاتی راحت کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے تو ان حالات میں بہ درجہ اولی اس کا لحاظ ضروری ہوگا۔ارشاد نبوی ہے:إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ،فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحۃ، ولیحدّ أحدکم شفرتہ، ولیرح ذبیحتہ (مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۵)۔

''اللہ پاک نے ہرچیز کے ساتھ حسن سلوک کو ضروری قرار دیا ہے،تو جب تم (کسی حق شرعی کی وجہ سے)قتل کرو،تو اچھی طرح قتل کرو،اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو بہتر انداز میں ذبح کرو، اور ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کرلے اور اپنے جانور کو راحت پہنچائے۔''

(۷) جانور کو بے ہوش کرکے اس کے عضو کو نکالنا:

واقعی ضرورت اور مصالح کے لیے اس طرح کے عمل کی گنجائش ہوگی،لیکن جیساکہ پہلے عرض کیاگیاکہ حتی الامکان راحت رسانی کی کوشش ہو اور ایسے وسائل اختیار کیے جائیں جن سے جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔چنانچہ ایک روایت میں ہے:أتی

النبيﷺرجلا يشق آذان بعض الابل بالموسى، فقال:موسى الله أشد من موساک۔(تفصیل کے لیےدیکھئے: مسندأحمد،حدیث نمبر: ۱۵۴۵۷)۔

''رسول اللہﷺایک شخص کے پاس آئے جواسترے سے ایک اونٹ کے کان کاٹ رہاتھا،تو آپ نے فرمایا:اللہ پاک کا اُسترا تمہارے استرے سے زیادہ سخت ہے ''۔

(۸)حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دیے گئے جانور کاشکار:

جانوروں کا شکار اصل کے اعتبار سے ایک مباح عمل ہے،البتہ حالات کے اعتبار سے اس کے احکام میں بھی تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے،چنانچہ کبھی تو مکروہ ہوجاتاہے جب کہ محض بہ طور لہو وعبث کے ہو،اور حرام قرار پاتا ہے جب کہ شکاری حالت احرام میں ہو یا حرم میں ہو، مستحب ہے جب کہ اہل وعیال کے لیے توسع مقصود ہو،اور واجب ہے جب کہ بھوک مٹانے کے لیے اس کے علاوہ کچھ دستیاب نہ ہو۔

سوال میں مذکور صورت بھی بہ ظاہر صید مکروہ کے تحت شامل ہے، لہذا اگر حکومت کی طرف سے کسی جانور کے شکار پر پابندی عائد ہو،اور پابندی کا سبب امرمعقول ہو،مثلاً شکارسے جانور کے ناپید ہونے کی صورت میں ماحولیاتی توازن بگڑنے کا اندیشہ ہو توایسی صورت میں ممنوع جانور کے شکار سے بچنا چاہئے، بالخصوص ملکی حالات اور سخت قوانین کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ حساسیت برتنی چاہئے۔

(۹) اس جانور کے ذبح کا حکم جسے مقدس اور کسی کی دل آزاری کا سبب ماناجاتاہو:

یہ سوال ہمارے ملک کے موجودہ معاشرتی اور سیاسی احوال کے تناظر میں نہایت اہم ہے، اصل تو یہ ہے کہ ایسے معاشرے مینغیرمسلموں کی نگاہ میں مقدس جانوروں کی قربانی اور ذبح سے مسلمانوں کو منع نہ کیا جائے؛ تاکہ آہستہ آہستہ ان میں بھی ان کی تقدیس کے تصور کے جراثیم سرایت نہ کرجائیں،چنانچہ بنی اسرائیل کو خصوصیت کے ساتھ گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔

البتہ یہاں چند امور قابل غور ہیں:

(أ)شریعت نے تعیین کے ساتھ کہیں یہ حکم نہیں دیاہے کہ گائے کو ہی ذبح کرنا ضروری ہے،یا یہ کہ اس کے ذبح اور قربانی پر اجر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

(ب)فتنے سے بچنا اور اس کو دفع کرناشریعت میں مطلوب ہے،ایک کام اگرچہ فی نفسہ محمود ومطلوب ہے لیکن اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کاحکم ہے،جیسا کہ رسول اکرم ﷺبناء ابراہیمی پرازسرنو کعبہ کی تعمیر کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ نے خاص مصلحت کے پیش نظر ایسا نہینکیا،چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا:ألم تری أن قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد إبراہیم؟قالت:فقلت:یارسول اللہ! أفلا تردھا علی قواعد إبراہیم؟فقال رسول اللہﷺ:لولا حدثان

قومک بالکفر لفعلت (صحیح مسلم،حدیث نمبر: ۱۳۳۳)، ایک اور روایت میں مزید وضاحت ہے: ولولا أن قومک حدیث عہدہم بالجاہلیۃ فأخاف أن تنکر قلوبھم أن أدخل الحجر بالبیت وأن ألصق بابہ الأرض (بخاری،حدیث نمبر: ۷۲۴۳، مسلم ،حدیث نمبر: ۱۳۳۶)۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے قوم کو فتنے سے بچانے کے لیے نہ تو حطیم کو کعبہ کی تعمیر کے ساتھ ملایا اور نہ اس کے دروازے کو زمین کے برابر کیا، اس لیے امام بخاریؒ نے اس روایت پر عنوان قائم کیا ہے: باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ أن یقصر فہم بعض الناس عنہ" اور حافظؒ نے وضاحت کی ہے کہ اختیار سے مراد مستحب اور محمود ہے، (دیکھیے: فتح الباری، ص ۲۷۱، دارالریان)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:وفی ھذا الحدیث دلیل لقواعد من الأحکام، منھا:إذا تعارضت المصالح أو تعارضت مصلحۃ ومفسدۃ وتعذر الجمع بین فعل المصلحۃ وترک المفسدۃ بدئ بالأھم۔ ومنھا:فکر ولي الأمر فی مصالح رعیتہ، واجتنابہ مایخاف منہ تولدضررعلیھم في دین أودنیا (شرح النووی علی مسلم، ص: ۴۵۴ دارالخیر)۔

(ج) ہم یہاں اس ملک میں عام حالات میں ملکی قوانین کی پابندی کے التزام کے ساتھ رہتے ہیں،اور ہمیں معلوم ہے کہ حکومت اس سلسلے میں کتنے سخت قوانین بناکر ان کی تنفیذ مینکس قدر تشدد برتتی ہے،اور گاؤ رکشا کے نام پر جو طوفان بدتمیزی برپاہے، وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

ان مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر مسلمانوں کو ایسے جانوروں کے ذبح اور قربانی سے سردست باز رہناچاہیے اور کوشش کرنا چاہیے کہ ایسا ماحول بنے کہ ا س طرح کی بندشیں ختم ہوں۔

(۱۰)مہمان پرندوں کے شکار کی ممانعت:

مہمان پرندوں کے سلسلے میں سرکاری قوانین کی رعایت ضروری ہے؛کیوں کہ ان پرندونپر پابندی سے مفادعامہ وابستہ ہوتا ہے، اور کوئی ایسی شرعی وجہ نہیں ہے جو ان قوانین کی رعایت کے متصادم ہو۔

(۱۱)وبائی امراض روکنے کے لیے جانوروں کو مارنا:

اگریہ امر یقینی طور پر ثابت ہوجائے کہ واقعۃً ان مرض زدہ جانوروں کی بقا انسانوں کی زندگی کے لیے مضر اور وبائی امراض کے پھیلنے کا سبب ہے،تو دفع ضرر کے لیے ان جانوروں کو ماراجاسکتا ہے، عالمگیری میں مسئلہ لکھاہے کہ گدھا جب اس طرح بیمار ہوجائے کہ قابل انتفاع نہ رہے تو اس سے چھٹکارے کے لیے اس کا ذبح کرنا جائز ہے۔الحمار إذا مرض ولا ینتفع بہ، فلاأس بأن یذبح، فیستراح منہ۔کذا فی الفتاوی العتابیۃ (الھندیۃ ۵؍۳۶۱)۔

ان کے مارنے کے لیے کسی خاص طریقے کی تعیین نہیں کی جاسکتی ہے،جلانے

کے علاوہ کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جس سے مقصد بھی حاصل ہوجائے اور ان کو کم سے کم تکلیف ہو۔

(۱۲، ۱۳)انسانی مصالح کے لیے جانور کو مارنا:

بعض صالح مقاصد کے لیے جانوروں کو ماراجاسکتاہے:(۱)غذا کے لیے، جب کہ وہ ماکول اللحم ہو؛ خواہ پالتو ہو یا اس کا شکار کیا گیاہو، (۲)جن جانوروں سے جان ومال کے ضرر کا اندیشہ ہو،ان کے ضرر سے بچنے کے لیے ان کا قتل جائز ہے،چنانچہ سانپ کے مارنے کا حکم دیاگیا ہے، ارشاد نبوی ہے:اقتلوا الحیات (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۳۳) اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے:خمس فواسق یقتلن في الحل والحرم:الحیۃ والغراب الأبقع والفارۃ والکلب العقور والحدیا (صحیح البخاری،حدیث نمبر: ۳۳۱۵)۔

''پانچ بہت ہی برے (انسان کو تکلیف دینے والے) جانور ہینجنھیں حل میں بھی قتل کیا جاسکتا ہے اور حرم میں بھی: سانپ،کوا،چوہیا،کاٹنے والا کتا اور چیل۔''

خلاصہ یہ کہ دفع ایذا کے لیے جانور اور حشرات الارض کا مارنا جائز ہے۔ ومن حیث العموم یستحب قتل کل مافیہ أذی من الحشرات کالعقرب،والبرغوث، والزنبور، والبق (الموسوعۃ ۱۸،۳۱۵)۔

اس سے واضح ہے کہ ہاتھی کو محض اس کے دانت حاصل کرنے کے لیے مارنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

''قدذہب الحنفیۃ والمالکیۃ إلی جواز قتل الحشرات،لکن المالکیۃ شرطوا لجواز قتل الحشرات المؤذیۃ أن یقصد القاتل بالقتل دفع الایذاء لا العبث، وإلا منع حتی الفواسق الخمس التی یباح قتلہا فی الحل والحرم (الموسوعۃ الفقہیۃ۱۸،۳۱۵)۔

(۱۴) اس جز کے تعلق سے تفصیلی تمہید میں پیش کردی گئی ہے۔ والحمدللہ اولاً وآخراً۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی محمد جہانگیر حیدرقاسمی•

(۱) چارہ خور جانوروں کو لحمی غذا فراہم کرنا:

آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کی جارہی ہیں جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتےہیں؛ تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ ایسا فارمی جانوروں کے لئے کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کی غذا سے مانوس اور اس کے عادی ہوتے ہیں اور رغبت سے کھاتے بھی ہیں، ایسی غذا میں جو لحمی اجزاء شامل کئے جاتے ہیں اگر وہ حلال اور مذبوح جانور کے ہوں تو اس کے جواز میں کوئی تردد نہیں؛ البتہ وہ اجزاء اگر حرام جانور یا حلال غیر مذبوح جانور کے ہوں اور انھیں تبدیلئ ماہیت کے عمل سے گزارا نہ گیا ہو یا حرام اجزاء کے مقابلے دانہ وغیرہ کی مقدار زیادہ نہ ہو تو ایسی غذا فراہم کرنا جائز نہ ہوگا، لیکن اس سے پلنے والے حلال جانور کا کھانا حلال ہوگا؛ کیونکہ جو غذا اسے دی گئی ہے وہ فنا ہوچکی ہے اور گوشت میں بعینہ اس کے اثرات موجود نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ جلالہ کی صورت متحقق ہو تو اس صورت میں حکم مختلف ہوگا۔

جیسا کہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ بکری کے بچہ کو اگر خنزیر کا دودھ غذا کے طور پر دیا گیا ہو تو اس بکری کے بچہ کا گوشت حلال ہوگا۔

صاحب بحر لکھتے ہیں:''ولہذا یحل أکل جذع تغذی بلبن الخنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما تغذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر'' (البحر الرائق۸؍۳۳۵ فصل فی الاکل والشرب)۔

اور اگر لحمی اجزاء کو اس طرح تیار کیا گیا ہو کہ اس کی ماہیت تبدیل ہوگئی ہو اور اس کو دوسری غذاؤں میں شامل کیا گیا ہو، تو اب ایسی غذا فراہم کرنا بھی جائز ہوگا اور اس سے پرورش پانے والے جانور کا گوشت کھانا بھی حلال ہوگا۔

جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ ناپاک تیل کو صابن میں شامل کرلیا جائے یا انسان یا کتا صابن بن جائے تو تبدیلی حقیقت کی وجہ سے وہ صابن کے حکم میں ہونگے اور ان کا استعمال جائز ہوگا، اسی طرح گدھا نمک کے کان میں گر کے نمک بن جائے تو اب وہ نمک ہے اور اس کا استعمال جائز ہے (تفصیل کےلئے دیکھئے: رد المحتار۱؍۵۱۹، ۱؍۵۳۴)۔

• شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ انوار الہدی ، حیدرآباد۔

اور اگر حرام جانوروں یا حلال غیر مذبوح جانوروں کے لحمی اجزاء کو غذا میں شامل کیا گیا ہو اور ماہیت تبدیل نہ کی گئی ہو مگر ان اجزاء کے مقابلے عام غذا دانہ وغیرہ کی مقدار زیادہ ہو تو اب مسلمانوں کے لئے جانوروں کو ایسی غذا فراہم کرنا گو کہ جائز نہیں ہوگا لیکن اس سے پرورش پانے والے جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔

فتاوی ولوالجیہ میں ہے:

''إذا خلط بين أكل العذرة وغيرها ليست بجلالة يحل أكله، أما الدجاجة المخلاة فلا بأس بأكلها لأنها تخلط بين العذرة وغيرها'' (الولوالجیہ۳،۵۶)۔

صاحب بدائع تحریر فرماتے ہیں:

''لا يكره أكل الدجاجة المخلى وإن كان يتناول النجاسة لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة بل يخلطها بغيرها، وهو الحب'' (بدائع۴،۱۵۴)۔

رہی یہ بات کہ چارہ خور جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا فراہم کرنا ان کی فطرت کے خلاف ہے، تو مذکورہ بالا جن شکلوں میں لحمی اجزاء کو غذا میں شامل کرنا درست ہے، ان صورتوں میں فطر ت کے خلاف غذا فراہم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جانور تیزی سے بڑھے، تندرست وتوانا ہو اور گوشت کی مقدار میں خاصا اضافہ ہو تاکہ انسان کی غذائی ضرورت اور اس کی طلب کو کما حقہ پورا کیا جاسکے، شرعاً اس طرح کی کوشش میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی؛ کیوں کہ وہ جانور جن کو ابتدا سے ہی اس نوعیت کی غذا دی جاتی ہے، وہ حقیقت میں اسی کے عادی ہوجاتے ہیں اور ان کے لئے دوسرے عام جانوروں کی طرح چارہ کھاکر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، بلکہ بسااوقات نزاکت طبع کی وجہ سے خلاف معمول غذا کھالینے سے ان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

فقہاء کرام نے جانوروں کو خصی کرنے کی اجازت اسی لئے دی ہے کہ اس سے گوشت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے اور جانور فربہ وتندرست اور پُرگوشت بھی۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: ''وجاز خصاء البهائم'' (رد المحتار۹،۵۵۷)۔

لہذا اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر چارہ خور جانوروں کو ایسی غذا فراہم کرنا جائز ہوگا جس میں مذکورہ جائز صورتوں سے لحمی اجزاء شامل کئے گئے ہوں۔

(۲) دودھ یا گوشت میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانا:

جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے اور بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں، چوں کہ اضافہ ہونے والی چیز دودھ اور گوشت ہے جو شرعاً حلال ہے، اور انجکشن دوسری تدبیروں کی طرح ایک تدبیر ہے جو جائز ہے نیز اس سے جانور کو کوئی قابل لحاظ تکلیف بھی نہیں ہوتی، اس لئے دودھ اور گوشت میں قابل قدر اضافہ کے لئے انجکشن لگانا درست ہوگا۔

مجمع الانہر میں ہے:

‘‘لبن المأکول حلال واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلہا سوی الفروج الإباحۃ ..... وإنما تثبت الحرمۃ بعارض مطلق أو خبر مروی فیما لم یوجد شئ من الدلائل المحرمۃ فہی علی الإباحۃ’’ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ۵۶۸،۲)۔

(۳) حلال جانوروں کا حرام جانوروں سے اختلاط:

آج کل دودھ دینے والے حلال جانور کے دودھ میں اضافہ یا جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایا جاتا ہے جس سے دودھ اور گوشت میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ دودھ اور گوشت میں اضافہ کی دوسری جائز اورباوقار صورتیں موجود ہیں۔

البتہ اس عمل کےنتیجہ میں دودھ یا گوشت میں اضافہ ہو تو وہ حلال ہوگا، نیز اگر کوئی بچہ تولد ہو تو اس کا گوشت اور دودھ بھی حلال ہوگا، اس لئےکہ جب دو مختلف جنس کے جانور کا اختلاط ہو تو حلت وحرمت کے سلسلہ میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے؛ کیوں کہ تخلیق کے عمل میں ماں ہی اصل ہوتی ہے؛ لہذا ماں اگر حلال ہو اور خلقتاً بچہ اس سے مشابہ ہو تو وہ بھی حلال ہوگا۔

جیسا کہ قربانی کے باب میں فقہاء نے پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط کی صورت میں ماں کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے پالتو یا جنگلی ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور اسی پر قربانی کے جواز اور عدم جواز کی بنیاد رکھی ہے۔

ہدایہ میں ہے: ‘‘والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأنہا ہی الأصل فی التبعیۃ حتی إذا نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد’’ (ہدایہ ۴۴۹)۔

بدائع میں ہے: ‘‘فإن کان متولداً من الوحشی والأنسی فالعبرۃ بالأم فإن کانت أہلیۃ یجوز وإلا فلا’’ (بدائع الصنائع ۲۰۴،۴)۔

درمختار میں ہے:‘‘والمتولد بین الأہلی والوحشی یتبع الأم، وقال العلامۃ ابن عابدین تحتہ تبعاً للہدایۃ وغیرہا وقال فی البدائع فلو نزا ثور وحشی علی بقرۃ أہلیۃ فولدت ولداً یضحی بہ دون العکس لأنہ لا ینفصل عن الأم وہو حیوان متقوم تتعلق بہ الأحکام’’ (رد المحتار ۴۶۶،۹)۔

(۴) زینت کے لئے جانوروں یا پرندوں کو پنجرے میں قید کرنا:

زینت کے طور پر بعض غیر مضر جانور یا پرندے پنجرہ میں رکھے جاتے ہیں، ان کو کھانا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ان کی تجارت مقصود ہوتی ہے، اگر ان کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسی مثال ملتی ہے۔ کتب احادیث میں کم سن صحابی حضرت ابوعمیر کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

''عن أنسؓ قال:إن كان رسول اللهﷺ ليخالطنا حتى إن كان ليقول لأخ لى صغير:يا أبا عمير ما فعل النغير'' (ترمذی۲،۱۹)۔

اسی وجہ سے فقہاء نے بھی اس کی اجازت دی ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

''لا بأس بحبس الطيور والدجاج فى بيته ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها فى السكك'' (رد المحتار۹،۵۷۵)۔

اور اگر اس کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا خیال نہ رکھے تو آدمی گنہگا ر ہوگا۔

چنانچہ امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

''عن نافع عن عبد الله بن عمر أن رسول اللهﷺ قال:عذبت امرأة فى هرة حبستها حتى ماتت جوعاً فدخلت فيها النار قال:فقال والله أعلم:لا أنت أطعمتها ولا سقيتها حين حبستها ولا أنت أرسلتها فأكلت من خشاش الأرض'' (بخاری، حدیث نمبر: ۲۳۶۵)۔

(۵) خطرناک جانوروں کو پالنا:

بعض لوگ خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھتے ہیں جیسے شیر، سانپ اور خونخوار کتے وغیرہ، اگر یہ قابو سے باہر ہوجائیں تو بہت سی انسانی اور حیوانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے اور اس سے کوئی انسانی مفاد بھی وابستہ نہیں ہے، اس لئے شوقیہ ایسے مہلک جانوروں کو پالنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

چنانچہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

''وفى الأجناس لا ينبغى أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم وكذا الأسد والفهد والضبع وجميع السباع وهذا قياس قول أبى يوسف رحمه الله، كذا فى الخلاصة'' (فتاوی عالمگیری۵،۳۶۱)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات:

جانوروں پر میڈیکل تجربات کے لئے پہلے انھیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں اور پھر ان کےعلاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے؛ تاکہ انسان اگر اس طرح کی بیماریوں کا شکار ہو تو اس کا علاج ممکن ہو، تو چونکہ جانوروں کو اللہ تعالی نے انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے اور نفع کی ایک خاص صورت یہ بھی ہے؛ اس لئے جانوروں پر ایسے تجربات کرنے کی شریعت کی رو سے اجازت ہوگی تاکہ انسانی جانوں کا تحفظ ہوسکے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (سورہ نحل: ۵)۔

ایک جگہ ارشاد ہے:''وإن لكم فى الأنعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونها ولكم فيها منافع

كثيرة ومنها تأكلون" (سورہ مومنون: ۲۱)۔

اسی طرح فقہاء کرام نے علامت کے لئے جانور کو داغ دینے کی اجازت دی ہے جو انسانی منفعت کے تحفظ کے لئے جانوروں کو تکلیف دینے کی ایک شکل ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

"لا بأس بكيّ البهائم للعلامة وثقب أذن الطفل من البنات لأنهم كانوا يفعلونه فی زمن رسول اللہ ﷺ من غير إنكار" (رد المحتار ۵۵۸،۹)۔

نیز یہ فقہ کے مشہور قاعدہ "الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" کے موافق بھی ہے۔

(۷) زندہ جانور کے عضو کو نکالنا یا اس میں کوئی آلہ رکھنا:

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا، جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہو، عام حالات میں جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس میں بلا ضرورت جانور کو اذیت دینا ہے اور یہ شریعت میں ممنوع ہے، چنانچہ امام ابوداؤد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک طبیب نے دوا کے لئے مینڈک کو مارنے کی اجازت مانگی تو آپ نے منع فرمادیا کہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی۔

حدیث کے الفاظ ہیں: "عن عبد الرحمن بن عثمان أن طبيباً سأل رسول اللہ ﷺ عن ضفدع يجعلها فی دواء فنهاه النبی ﷺ عن قتلها" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۸۷۱)۔

الا یہ کہ جس دوا کےلئے کسی عضو کو نکالا گیا ہے اس کا کوئی متبادل نہ ہو اور جس سائنسی تحقیق کے لئے آپریشن کے ذریعہ اس کے جسم میں کوئی آلہ رکھا گیا ہے وہ ناگزیر اور شدید ضرورت ہو، تو بوقت مجبوری اور از روئے ضرورت ایسا کرنا درست ہوگا۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: "الضرورات تبيح المحظورات"۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"كذلک يجوز تشريح جثث الحيوان للتعليم؛ لأن المصلحة فی التعليم تتجاوز إحساسها بالألم" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۲۲،۳)۔

(۸) غیر قانونی یا قومی جانور کے شکار اور ذبح کا حکم:

تحفظ ماحولیات میں جانوروں کا بڑا رول ہے، اگر ان کی نسلیں ختم ہونے لگیں تو یہ نہایت تشویشناک بات ہے، اسی لئے بعض نسلوں کی حفاظت کے پس منظر میں حکومت کی جانب سے ان کے شکار پر پابندی عائد کردی گئی ہے، اور بعض جانوروں کو ریاستی حکومتوں نے قومی جانور کا درجہ دے دیا ہے، اس طرح کے جانور کا شکار کرنا یا ان کو ذبح کرنا قانوناً جرم ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے گو اس قسم کے جانوروں کا شکار کرنا یا انہیں ذبح کرنا جائز

ہے مگر ملکی قانون پر عمل کرنا اور حکومت کے مبنی بر مصلحت فیصلوں کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے اس لئے غیر قانونی یا قومی جانور کوقتل کرنا شرعاً ممنوع ہوگا؛ کیونکہ کسی خاص مصلحت سے حلال جانور کو ذبح کرنے پر پابندی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کے زمانہ میں گھوڑا آلہ جہاد تھا، آپ ﷺ نے گھوڑوں کو ذبح کرنے اور ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا تاکہ جہاد میں کام آنےو الا یہ آلہ کم نہ ہوجائے، پھر جب حالات بدلے تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تکملۃ فتح الملہم میں ہے:''ومن ہنا صرح الفقہاء بأن طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ واجبۃ'' (تکملہ فتح الملہم۹،۲۶۸)۔

(۹) حلال جانور کے ذبح پر پابندی ہو تو اس کا شرعی حکم:

اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو کہ اگر اس کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہو یا فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے یا قانوناً اس کو ذبح کرنے پر پابندی ہو تو اس سے شرعاً اس کی حلت ختم نہیں ہوتی؛ مگر مصلحت کا تقاضا ہے کہ مسلمان ایسے حالات میں اس جانور کو ذبح کرنے سے اجتناب کریں ورنہ فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے جس سے مسلمانوں کے جان مال کا ناقابل تلافی نقصان ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''الفتنۃ أشد من القتل'' اور مسلمانوں کو اپنی تباہی کے اسباب فراہم کرنے سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ''۔

نیز مسلمانوں کو جمہوری ملکوں میں ان قوانین کی پاس داری بھی کرنی چاہئے جو شریعت کی رو سے مباحات کے دائرے میں آتے ہوں۔

دور حاضر کے معروف محقق شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے تکملۃ فتح الملہم میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے (دیکھئے: تکملۃ فتح الملہم۹،۲۶۸)۔

بحوث القضایا المعاصرۃ میں تحریرفرماتے ہیں:

''کل من یسکن دولۃ فإنہ یلزم قولا وفعلاً بأنہ یتبع قوانینہا وحینئذ یجب علیہ اتباع أحکامہا'' (بحوث القضایا الفقہیہ المعاصرۃ،۶۱)۔

(۱۰) مہمان پرندہ کے شکار کا حکم:

انسانی ضرورت کے لئے شکار کو شریعت جائز سمجھتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''أحل لکم صید البر والبحر''، لیکن حکومت کی طرف سے اگر انسانی مصالح اور قومی مفادات کے تحت جنگلات میں شکار کرنے یا بعض نہروں یا خاص جھیلوں پر شکار پر پابندی ہو کہ موسم کی مناسبت سے وہاں دوردراز علاقوں سے مہمان پرندے آتے ہیں، جن کی نسلیں کم یاب ہیں، تو حکومت کے طے کردہ ایسے قوانین کا پاس ولحاظ رکھنا اسلامی

شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوگا، تاکہ ماحول کو معتدل اور موافق فطرت رکھنے میں مدد ملے اور خود کو قانونی شکنجے سے محفوظ رکھنا ہی دانشمندی ہے ورنہ قانون کی نظر میں مجرم اور سز ا کے مستحق ہونگے۔

چنانچہ ایسے ہی حالات میں حکومتی فیصلوں اور جائز قوانین پرعمل کو فقہاء اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔

''المسلم یجب علیہ أن یطیع أمیرہ فی الأمور المباحۃ فإن أمر الأمیر بفعل مباح وجبت مباشرتہ وإن نہی عن أمر مباح حرم ارتکابہ'' (تکملۃ فتح الملہم۹٫۲٦۸)۔

(۱۱) وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں کو ہلاک کرنا:

انسان کی جان ومال کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اسی لئے علاج ومعالجہ اور پیشہ طب کو اسلام میں بڑی قدر اور اہمیت حاصل ہے، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ملک میں کوئی وبا پھیل جاتی ہے اور انسانی ہلاکتوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے ان جانوروں کو مار دینا ضروری ہوتا ہے جن کے ذریعہ یہ وبا اور وائرس پھیلتا ہے۔

چنانچہ آج کل سرکاری طور پر فارمی مرغیوں کو مار ڈالنے کے لئے بڑے پیمانہ پر انتظام کیاجاتا ہے؛ تاکہ انسانی زندگی کو ان کے ذریعہ پھیلنے والے موذی وائرس سے محفوظ رکھا جاسکے۔

شرعی نقطہ نگاہ سے یہ جانور یا پرندے ایسے خاص حالات میں چونکہ موذی جانور کی صورت اختیار کرلیتے ہیں، اس لئے مرض کے پھیلاؤ کو روکنے کےلئے احتیاطی تدبیر کے طور پر اجتماعی شکل میں ان کو مار دینے کی اجازت ہوگی؛ بلکہ مرض یا وائرس کی تحقیق ہوجائے تو وائرس زدہ ان جانوروں یا پرندوں کو مارنا شرعاً واجب ہوگا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے زہریلے سانپ کو مارنے کا حکم دیا ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں: ''قال رسول اللہ ﷺ:اقتلوا الحیات کلہن'' (مسند احمد۶٫۱۵۷)۔

اسی طرح فقہاء نے ان کتوں اور بلیوں کو مار دینے کی اجازت دی ہے جو انسانوں کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بنیں۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

''وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر ویذبحہا أی الہرۃ ذبحاً ولا یضر بہا لأنہ لا یفید ولایحرقہا'' (رد المحتار۳٫٦۰۸)۔

رہا یہ مسئلہ کہ ایسے جانوروں کی بڑی تعداد ہوتی ہے تو ان کو ہلاک کرنے کا

طریقہ کیا ہو؟ تو اس سلسلہ میں بہتر صورت یہ ہے کہ ان کو ذبح کردیا جائے پھر فطرت کے اصولوں کے مطابق گڑھا کھود کر انہیں دفن کردیا جائے؛ تاکہ مٹی میں تحلیل ہوکر فنا ہوجائیں، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ''منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم'' میں اسی فطری طریقہ کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔

چونکہ ان جانوروں کو کھانے کے لئے استعمال نہیں کرنا ہے اس لئے ذبح کے لئے مشینی طریقہ کار سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے، جو اس عمل کو آسان بناسکتا ہے۔

اگر ضرورت ہوتو جانوروں کو ذبح کرکے گڑھے میں دفن کرنے کے بعد ان پر ایسڈ ڈالا جاسکتا ہے؛ تاکہ وہ تیزی سے تحلیل ہوجائیں اور وائرس کا پھیلاؤ رک جائے، زندہ جانوروں پر ایسڈ ڈالنا شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے اور نہ ہی یہ صورت درست ہے کہ جلاکر انہیں خاک کردیاجائے؛ کیونکہ ان صورتوں میں جانوروں کو شدید ضرر اور اذیت ہوگی جب کہ رسول اللہﷺ جانور کو ذبح کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس میں جانور کو تکلیف کم سے کم ہو۔ اور فقہاء نے ان طریقوں کو مکروہ لکھا ہے، جن میں تکلیف زیادہ ہو۔

مسلم شریف کی روایت ہے:''قال النبیﷺ: إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ'' (مسلم۲،۱۵۲)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''فتکون مکروہات التذکیۃ ما یأتی ..... ۴۔ التعذیب أو زیادۃ الألم بلا فائدۃ مثل قطع الرأس، وکسر الرقبۃ، وبلوغ النخاع، الذبح من القفا، وجر الحیوان برجلہ إلی المذبح'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۶۶۴)۔

(۱۲) کن مصالح کے لئے جانوروں کو مارنا جائز ہے:

جانوروں میں کچھ وہ ہیں جن سے انسان اپنی غذائی ضرورت پوری کرتا ہے، کچھ وہ ہیں جن کے اعضاء سے دوائیاں تیار کی جاتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے اعضاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال وغیرہ۔

اول الذکر دو مقاصد کے لئے جانوروں کو مارنا جائز ہے، البتہ تیسری قسم کے مقاصد کے حصول کے لئے جانوروں کو مارنے کی اجازت قدیم فقہاء نے دی ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

''فلا یخفی أن ہذہ الشروط فی حل أکل الصید ..... فلا ینافی جواز اصطیاد مالہ ناف أو مخلب لمنفعۃ الجلد والشعر والریش'' (بزازیہ علی ہامش الہندیہ۵،۴۱۷)۔

لیکن فی زمانہ چونکہ ان کے متبادل دستیاب ہے اور ان جانوروں کو زندہ رکھ کر ان سے استفادہ کرنے میں مارنے کے مقابلے نفع زیادہ ہے اور ماحولیاتی توازن قائم رکھنے

میں بھی ان کا رول ہے اس لئے اب مثلاً ہاتھی کے دانت ہرن کی سینگ اور کھال وغیرہ حاصل کرنے کے لئے ان جانوروں کو مارنے کی اجازت نہینہونی چاہئے، خاص طور پر جب ملک کا قانون اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

(۱۳) موذی جانوروں کا حکم:

اللہ تعالی نے اپنی اس کائنات میں ایسے خونخوار اور زہریلے جانور بھی پیدا کئے ہیں جو ماحولیات کو انسان موافق بنانے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور فضا میں موجود زہریلے اثرات کو ہضم کرتے ہیں، ایسے خونخوار اور زہریلے جانور عام طور پر جنگل میں اور آبادی سے دور بڑی تعداد میں بستے ہیں، یہ انسان کی جان ومال کے لئے خطرناک اور نقصان دہ ہوتے ہیں، مگر ان میں سے کچھ کی نسلیں آبادی کے قریب بھی رہتی ہیں جو گاہے بگاہے انسان کو نقصان پہنچاتی رہتی ہے۔

لہذا یہ خونخوار جانور یا زہریلے حشرات الارض مثلاً شیر، بھیڑیا، چیتا اور سانپ، بچھو وغیرہ اگر انسانی بستیوں میں یا بستیوں کے قریب ہوں اور ان سے جانی یا مالی نقصان کا قوی خطرہ ہو تو ان کو مارنے کی شریعت میں اجازت ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے: ''قال رسول اللہﷺ: اقتلوا الحیات کلہن'' (مسند احمد ۱۵۷،۶)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

''قال رسول اللہﷺ أن نقتل الأسودین فی الصلاۃ:العقرب والحیۃ'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۳۹۰۴)۔

فقہاء لکھتے ہیں: ''قریۃ فیہا کلاب کثیرۃ ولأہل القریۃ منہا ضرر یؤمر أرباب الکلاب بأن یقتلوا کلابہم لأن دفع الضرر واجب وإن أبوا ألزمہم القاضی'' (تکملۃالبحر الرائق۸،۲۰۴)۔

شامی میں ہے: ''وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر'' (رد المحتار۳،۶۰۸)۔

البتہ ایسے خونخوار یا زہریلے جانور آبادی سے دور ایسی جگہ رہتے ہوں جہاں انسانوں کی آمد ورفت بہت کم ہو یا وہ جنگلات میں ہی زندگی بسر کرتے ہوں اور انسانوں سے ان کا سامنا نہ ہوتا ہو تو ان کو مارنا شرعاً جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ اس میں فائدہ کے بجائے نقصان ہے کہ اس طرح ماحولیاتی عدم توازن کی وجہ سے انسانی اور حیوانی زندگی کے لئے مسائل اور مشکلات پیدا ہونگے۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

اسلام نے بے ضرر جانوروں کو بلا وجہ مارنے اور محض شوقیہ شکار کرنے کو بنظر استحسان نہیں دیکھا ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ چوپایوں کے چہروں پر مت مارو، ''ولا تضربوا وجوہ الدواب'' (مجمع

الزوائد۸؍۱۹۶)۔

ایک موقع پر آپﷺ نے حضرت عائشہؓ کو سیاہ اور سخت طبیعت کی ایک اونٹنی عطا کی، اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ اس کوسواری کے لئے استعمال کرو اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

حدیث کے الفاظ ہیں:''عن عائشۃ قالت:أعطانی رسول اللہﷺ ناقۃ سوداء کأنہا فحمۃ صعبۃ لم تخطم فمسہا ثم دعا علیہا بالبرکۃ ثم قال:یا عائشۃ ارکبی وارفقی'' (رواہ البزار، مجمع الزوائد۸؍۴۳)۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے دشمن کی سرزمین میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا، ''نہی إذا أبطأت دابۃ فی أرض العدوان تعقر'' (مصنف عبد الرزاق۵؍۲۸۹)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے ایک کنواں ملا اس میں اتر کر اس نے پانی پیا پھر اس سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کے مارے مٹی چاٹ رہا ہے، اس شخص نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ کتا پیاس کی شدت سے میری ہی طرح نڈھال ہے، لہذا وہ کنویں میں اترا اور موزے میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈالا تو کتنے نے پانی پی لیا۔ اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کی قدر کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرمادی، صحابہؓ نے عرض کیا:''یا رسول اللہ وإن لنا فی البہائم أجراً'' کیاہمارے لئے جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے میں بھی ثواب ہے؟ آپﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فی کل ذات کبد رطبۃ أجر'' ہر ذی روح کےساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنے میں ثواب ہے (بخاری۲؍۸۸۸، ایضا ۲؍۳۱۸)۔

فقہاء اسلام نے بھی جانوروں پر ظلم کو قبیح ترین ظلم قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

''وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب، إذ ظلم الدابۃ أشد من الذمی وظلم الذمی أشد من مسلم، وقال ابن عابدین: قولہ أشد من الذمی؛ لأنہ لا ناصر لہ إلا اللہ تعالی'' (رد المحتار۹؍۵۷۶)، فقط واللہ اعلم بالحق والصواب وعلمہ أتم وأحکم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محمد شاکر نثار قاسمی مدنی•

الحمد ﷲ وکفی، والصلاۃ والسلام علی من لا نبي بعدہ، وعلی آلہ وأصحابہ البررۃ، أما بعد!

خلاق کائنات نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ، اور اس کی خدمت کے لیے لا تعداد اشیاء کو پیدا فرمایا، جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، انہیں میں سے حیوانات بھی ہیں جو دنیا کی آبادی اور انسان کی زندگی میں ممد ومعاون ہیں، شریعت اسلامیہ نے دوسری چیزونکی طرح جانورونکے حقوق بھی متعین کئے ہیں، انسان کوان کے استعمال کرنے میں ان حقوق کو برتنا چاہیے۔

جا بجاقرآن وحدیث میں ان کے احکامات موجود ہیں، قرآن پاک میں کئی سورتیں جانوروں کے نام سے موسوم ہیں ، مثلا: البقرۃ، الانعام، النحل، النمل ،العنکبوت اور الفیل، اس سے ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مذہب اسلام چودہ سو سال قبل جانوروں کے بارے میں اپنی صاف شفاف تعلیمات سے دنیا کو روشناس کراچکا ہے جبکہ جانوروں کی دیکھ ریکھ کے حوالہ سے یورپ کی پہلی میٹنگ۱۸۲۴ء میں ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام نے سب سے پہلے حیوانات کے حقوق پر بات کی۔

قرآن کی آیات واحادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے کہ جانوروں کو اسی حد تک استعمال کرنا چاہیے کہ ان کو جسمانی تکلیف نہ ہو، ہم اس موضوع پر اسی مقالہ کے آخر میں گفتگو کریں گے۔

ذیل میں حیوانات کے بعض حقو ق و احکام کے تعلق سے گفتگو کی جاتی ہے:

(۱) چارہ خور جانوروں کی غذا میں لحمی اجزاء کی ملاوٹ:

آج کل فارمی جانوروں کی غذا میں خاص طور سے لحمی اجزاء کو ملایا جاتا ہے ؛ کیونکہ وہ بہت نازک مزاج ہوتے ہیں، اور ان کو پالنے میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، ان کی دیکھ ریکھ یا غذا میں تھوڑی سی بھی غلطی ہوجائے تو مرنے لگتے ہیں، نیز وہ مزاج کے خلاف غذا کو بڑی مشکل سے کھاتے ہیں جب کہ لحمی اجزاء سے ملی غذا کو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں اور کھانے کے بعد کوئی مرض بھی لاحق نہیں ہوتا، اور ان غذاؤں سے انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت تکلیف ہوبھی جائے تب

• استاذ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڑھ

بھی چونکہ تاجرونکافائدہ ہے، اس لئے جاننا چاہیے کہ جو اجزاء ان کی خوراک میں ملائے گیے ہیناگر وہ حلال جانوروں کے ہیں اور ان کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے تو ایسے گوشت کے اجزاء کو ملا کر کھلانے میں کوئی حرج نہیں،اور اگر حرام جانور کے اجزاء ہوں یا شرعی طریقے پر ذبح نہ کرنے کی وجہ سے ان کا کھانا حرام ہو تو ایسے گوشت کے اجزاء کو جانوروں کو کھلانابھی مسئلہ جلالہ پر قیاس کرتے ہوئے درست ہوگا لیکن ایسے جانوروں میں ان کی خوراک کا اثر ظاہر ہو تو فوراً ذبح کرکے نہیں کھانا چاہیے؛ بلکہ کچھ دن تک دوسری غذاکھلائیں؛ تاکہ اثر ختم ہوجائے اور اثر نہ ہو تو فوراً کھانے مینکوئی حرج نہیں۔

ولا تؤكل الجلالة ولا يشرب لبنها لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن أكلها وشرب لبنها، والجلالة هي التي تعتاد أكل الجيف، ولا تخلط فيكون لحمها منتنا، ولو حبست حتى يزول النتن حلتْ، ولم يقدّر لذلك المدة في الأصل، وقدر في النوادر بشهر، وقيل: بأربعين يوما فى الإبل، وبعشرين يوما فى البقر، وبعشرة أيام فى الشاة، وبثلاثة أيام فى الدجاجة، والتي تخلِط بأن تتناول النجاسة والجيف وتتناول غيرها على وجه لا يظهر أثر ذلك فى لحمها فلا بأس بحلها (البحر الرائق۸؍۲۰۸،۲۰۷ بیروت)۔

(۲) جانوروں کو انجکشن لگانا:

جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے یا ان کے وزن کو بڑھانے کی غرض سے انجکشن لگایا جاتا ہے ، چونکہ اس سے جانور کو کوئی نقصان نہیں ہوتا، اس لیے شرعًا کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے (دیکھئے: امداد الفتاوی ۴؍۶۲، فتاوی قاسمیہ ۲۴؍۱۴۷)۔

(۳) حلال اور حرام جانوروں کے اختلاط سے پیدا ہونے والا جانور:

آج کل جانوروں کا دودھ بڑھانے یا ان کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لیے دوسرے جانوروں سے اختلاط کرایا جاتا ہے جیسا کہ جرسی گائے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے ، تو ایسے جانوروں کے حکم کے بارے میں جاننا چاہیے کہ جانور میں اصل ماں ہوتی ہے ، اگر ماں حلال ہے تو اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا دودھ اورگوشت دونوں حلال ہیں، اس لیے جرسی گائے اگر خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوئی ہو تب بھی اس کا گوشت اور دودھ حلال ہے۔

وفي الهداية: والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم؛ لأنها هي الأصل فى التبعية، حتي إذا نزا الذئب على الشاة يُضَحى بالولد۔ (۴؍۷۵ بیروت)۔

وفي مجمع الأنهر: والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم؛لأنها هي الأصل فى التبعية، فيجوز بالبغل الذي أمّه بقرة، وبالظبي الذي أمّه شاة۔ (۴؍۱۷۱ بیروت)۔

في الدر المختار: والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم، وقال العلامة ابن عابدين الشامي تحته: تبعا للهداية وغيرها، وقال في البدائع: فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية، فولدت

ولدًا يضحى به، دون العكس؛ لأنه لا ينفصل عن الأم، وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام۔ (رد المحتار: ۶۶۴،۹، زكريا)۔

(۴) جانوروں کو بلا ضرورت پنجرے میں رکھنا:

پرندہ وغیرہ پالنے کا رواج حضورﷺ کے زمانے سے چلا آرہا ہے ، ان کی پیاری شکل وصورت اور میٹھی آواز سے انسان کے دل کو سکون ملتا ہے۔

بعض پرندے انسانوں سے اتنا مانوس ہوتے ہیں کہ ان کو بغیر قید کیے بھی رکھا جاسکتا ہے؛ لیکن بعض پرندوں کو قید کرنا ضروری ہوتا ہے ، اس لیے ان کے کھانے پینے اور باقی ضروریات کی رعایت کرتے ہوئے پنجرے میں مقید رکھا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی، اور اگر کھانے پینے کا خیال نہ رکھے تو پالنے والا گنہ گار ہوگا۔

وفي سنن أبي داود: كان رسول الله ﷺ يدخل علينا، ولي أخ صغير يكنى أبا عمير، وكان له نغر يلعب به، فمات، فدخل عليه النبي ﷺ ذات يوم فرآه حزينا، فقال:ما شأنه؟، قالوا:مات نغره، فقال:يا أبا عمير! ما فعل النغير؟ (رقم الحديث: ۴۹۶۹)۔

وفي رد المحتار:لا بأس بحبس الطيور والدجاج في بيته، ولكن يعلفها، وهو خير من إرسالها في السكك۔ (۵۷۵،۹، زكريا)۔

وفي صحيح البخاري:عن نافع عن عبد الله أن رسول الله ﷺ قال:عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا، فدخلت فيها النار، قال: فقال والله أعلم: لا أنتِ أطعمتها ولا سقيتِها حين حبستيها، ولا أنت أرسلتيها فأكلت من خشاش الأرض۔ (المساقاة، سقي الماء، رقم الحديث: ۲۳۶۵)۔

(۵) خطرناک جانوروں کو پالنا:

خطرناک جانوروں کو عام طور پر شوقیہ اور اپنی مالی حیثیت دکھانے اور بڑائی ظاہر کرنے کے لیے پالا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اسلام فخر ومباہات کی اجازت نہیں دیتا۔

کتا اور اس قسم کے تمام جانورجیسے بھیڑیا اور لومڑی وغیرہ، ا ن کو شوقیہ پالنے کی ممانعت آثار شرعیہ سے قطعی طور پر ثابت ہے، لیکن شیر اور اس جیسے جانور کتے کی قسم میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے ، چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

روى سعيد بن منصور بإسناد حسن عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: الكلب العقور أسد۔۔۔۔ قال مالک في الموطأ: كل ما عقر الناس وعدا عليهم وأخافهم مثل الأسد والنمر والفهد والذئب هو العقور، وكذا نقل أبو عبيد عن سفيان وهو قول الجمهور۔ وقال أبو حنيفة: المراد بالكلب هنا الكلب خاصة، ولا يلتحق به في هذا الحكم سوى الذئب، واحتج أبو عبيد للجمهور بقوله ﷺ:اللهم سلّط عليه كلبا من كلابک، فقتله الأسد، وهو حديث حسن أخرجه الحاكم (۳۹،۴، بيروت)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے یہاں یہ سب جانور کتے کی قسم اور اس کے حکم میں شامل نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان ایسے جانوروں کے پالنے میں اپنا کافی مال اور وقت ضائع کرتا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، نیز ایسے جانور اگر قابو سے باہر ہوجائیں تو لوگوں کا جانی ومالی نقصان ہو سکتا ہے ، اس لیے ایسے جانوروں کو شوقیہ پالنا جائز نہیں، ہاں اگر تربیت دے کر کوئی شخص شکاری بنالے تو شکار کی غرض سے پالنا جائز ہوگا۔

قال في الدر المختار:فلا يجوز الصيد بدبّ وأسد، لعدم قابليتهما التعليم؛ فإنهما لا يعملان للغير، الأسد لعلو همته، والدبّ لخساسته، وقال في رد المحتار:حتى لو تصور التعليم منهما وعرف ذلک جاز (الدر المختار ۶۶۳،۶)۔

قال النووي رحمہ الله في المجموع (۲۸۶،۹، ۲۸۷): القسم الثاني من الحيوان ما لا ينتفع به، فلا يصح بيعه، وذلک كالخنافس والعقارب والحيات.... قال أصحابنا (الشوافع) وفي معناه السباع التي لا تصلح للاصطياد ولا القتال عليها ولا تؤكل كالأسد والذئب والنمر والدُبّ وأشباهها، فلا يصح بيعها، لأنه لا منفعة فيه۔

البتہ ایسے خطرناک جانوروں کو اگرآبادی سے دور چڑیا گھر یا پارک وغیرہ میں محفوظ طریقہ پر رکھا جائے تو اس کی اجازت ہوگی، چنانچہ ''الہیئۃ العامۃ للشئون الاسلامیۃ والأوقاف للإمارات'' نے خطرناک جانوروں کو محفوظ طریقے پر رکھنے کی شرط کے ساتھ اجازت دی ہے : إن تربية الحيوانات المفترسة تجوز فی الحدائق أو المحميات بعيدا عن البيوت؛ دفعا لما قد يترتب على قربها من البشر من الأضرار (رقم الفتوى: ۸۴۳۱، التأريخ: ۲۰۱۰،۱،۷ء)۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات:

ممکنہ بیماریوں کا علاج تلاش کرنے کے لیے پہلے جانوروں کو انجکشن کے ذریعہ بیمار کرنا پھر انہیں مخصوص دوائیاں کھلا کر اس کا علاج تلاش کرنا؛ تاکہ بیمار جانوروں کو کھا کر انسان کسی بیماری مینمبتلا نہ ہوں تو ایسا کرنا جائز ہے؛ کیونکہ جانورکی تخلیق کا مقصد انسان کو فائدہ پہنچانا ہے ، اس لئے انسانوں کو مصیبت سے بچانے کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

قال الله تعالى فی القرآن الكريم: {وإن لكم فی الأنعام لعبرة نسقيكم مما فی بطونها، ولكم فيها منافع كثيرة ومنها تأكلون} (المؤمنون: ۲۱)۔

وفي البحر الرائق: وفی المحيط أن الأصل إيصال الألم إلى الحيوان لمصلحة تعود إلى الحيوان يجوز، ولا بأس بكي البهائم للعَلاَمة (۲۳۲،۸ بيروت)۔

وفي رد المحتار:لا بأس بكي البهائم للعَلاَمة وثقب أذن الطفل من البنات لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله ﷺ من غير إنكار (۹/۵۵۸ زكريا)۔

(۷) زندہ جانور کے کسی عضو کو نکالنا:

دواؤں کے لیے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکالنا اور اس کی جگہ کسی آلہ وغیرہ کو رکھنا، اگر جس دوا کے مقصد سے ایسا کیا گیا ہے اس کا بدل نہ ہو تو بدرجہ مجبوری اس کی اجازت ہوسکتی ہے ؛ بصورت دیگرجانور کے ساتھ ایسا کرکے اسے تکلیف دینا صحیح نہیں۔

عن عبد الرحمن بن عثمان أن طبيبا سأل رسول الله ﷺ عن ضفدع يجعلها فى دواء، فنهاه النبي ﷺ عن قتلها (سنن أبي داود: ۳۸۷۱)۔

وفي معالم السنن:وقد نهى رسول الله ﷺ عن ذبح الحيوان إلا لمأكلہ (۴،۲۲۱، حلب)۔

قال رسول الله ﷺ:اتقوا الله فى ہذه البہائم، فاركبوہا صالحۃ وكلوہا صالحۃ (سنن أبي داود: ۴۸۲۵)۔

قال رسول الله ﷺ: إن الله عز وجل كتب الإحسان على كل شي ء ، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحدّ أحدكم شفرتہ، وليرح ذبيحتہ (سنن أبي داود: ۲۸۱۵)۔

(۸) حلال جانوروں کے ذبح پر پابندی کا شرعی حکم:

کسی مصلحت کی بنا پر حلال جانوروں کو ذبح کرنے پر پابندی لگاناحضور ﷺ سے ثابت ہے۔ اس زمانہ میں گھوڑا ایک عظیم آلہ جہاد تھا، حضور ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر گھوڑوں کو ذبح کرنے اور ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا؛ تاکہ جہاد میں کام آنے والا یہ جانور کم نہ ہو ؛ لیکن چوں کہ آج کے زمانہ کی حکومت شرعی نہیں ہے؛ اس لیے مسلمانوں کو ان کا حکم ماننا شرعاً ضروری نہیں ہے؛ لیکن مسلمان جس ملک میں رہتا ہو، اس کے قوانین کا پاس و لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے؛ اس لیے ایسے جانوروں کے ذبح کرنے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ: وہذا الحكم يعني وجوب إطاعۃ الأمير مختص بما لم يخالف أمره الشرع يدلّ عليہ سياق الآيۃ، فإن الله أمر الناس بطاعۃ أولي الأمر بعد ما أمرہم بالعدل في الحكم تنبيہا على أن طاعتہم واجبۃ ما داموا على العدل (تفسير مظہرى، سورۃ النساء: ۵۹)۔

لہذا حکومت کا مندرجہ بالا مصلحتوں سے جانوروں کے ذبح پر پابندی لگانا شریعت کے مطابق ہی ہے؛ کیوں کہ مسلمان کو اپنے قول و فعل کے ذریعہ دوسروں کو اذیت دینا جائز نہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ويده (صحيح البخارى: ۱۰)۔

(۹) غیر قانونی جانوروں کو ذبح کرنا:

اگرمسلمان ملے جلے معاشرے مینرہتے ہوں جہانکسی مذہب کے لوگ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتے ہوں، اس کے باوجود اس جانور کی حلت ختم نہیں ہوتی؛ لیکن اگر ایسے جانوروں کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہو یا فرقہ

وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو ، یا ایسے جانوروں کے ذبح پر قانوناً پابندی ہو، تو مسلمانوں کو احتیاط کرنا چاہئے؛ کیونکہ مذہب اسلام اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اسی طرح اپنے ملک کے قوانین کی پاس داری بھی اسلامی شریعت کا حکم ہے۔

وفی تکملۃ فتح الملہم(۹/۲۶۸، دیوبند): المسلم یجب علیہ أن یطیع أمیرہ في الأمور المباحۃ، فإن أمر الأمیر بفعل مباح وجبت مباشرتہ، وإن نہی عن أمر مباح، حرم إرتکابہ، لأن اللہ سبحانہ وتعالی قال:{ أطیعو ا اللہ وأطیعوا الرسول وأولي الأمر منکم} (النساء: ۵۹)، فلو کان المراد من إطاعۃ أولي الأمر إطاعتہم في الواجبات الشرعیۃ فحسب، لما کان ہناک داع لاستقلالہم بالذکر في ہذہ الآیۃ، لأن إطاعتہم في الواجبات الشرعیۃ، لیست إطاعۃ لأولي الأمر، وإنما ہو إطاعۃ اللہ ورسولہ، فلما أفردہم اللہ سبحانہ بالذکر، ظہر أن المراد إطاعتہم في الأمور المباحۃ۔

ومن ہنا صرح الفقہاء بأن طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ واجبۃ، .....

ولکن ہذہ الطاعۃ کما أنہا مشروطۃ بکون أمر الحاکم غیر معصیۃ، فإنہا مشروطۃ أیضًا، بکون الأمر صادرًا عن مصلحۃ، لا عن ہوی أو ظلم، لأن الحاکم لا یطاع لذاتہ، وإنما یطاع من حیث أنہ متولٍ لمصالح العامۃ، فإن أمر بشيء اتباعا لہوی نفسہ، دون نظر إلی مصالح المسلمین، فہو أمرٌ صدر من ذاتہ وشخصہ، لا من حیث کونہ حاکمًا، فلا یقع بمثابۃ أوامرہ من حیث کونہ حاکمًا، ولذا قال الفقہاء: تصرف الإمام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ، وقد فصل ابن نجیم ہذہ القاعدۃ في الأشباہ والنظائر (۱۵۷/۱)۔

وجاء في بحوث القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ (ص: ۶۱):کل من یسکن دولۃ؛ فإنہ یلتزم قولا أو فعلا بأنہ یتبع قوانینہا وحینئذ یجب علیہ اتباع أحکامہا۔

(۱۰) قومی اور مہمان پرندوں کا شکار:

کسی حلال جانور کو قومی پرندہ یا مہمان پرندہ قرار دے کر ذبح کرنے سے روکنے سے شرعًا اس کی حلت ختم نہیں ہوتی؛ لیکن اگر حکومت کی طرف سے سزا کا خطرہ ہو ، تو اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا عقلمندی نہیں؛ کیونکہ ملکی قوانین کا خیال رکھنا بھی شریعت اسلامیہ کا حکم ہے۔ دلیل اوپر گزر چکی (دیکھئے: تکملۃ فتح الملہم ۹،۲۶۸، دیوبند)۔

(۱۱) وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لیے جانوروں کو ختم کرنا:

شریعت مطہرہ نے انسان کے جان و مال کو نقصان پہنچانے والے موذی جانور کو مارنے کا حکم دیا ہے؛ لہذا اگر کسی جانور میں ایسی بیماری پیدا ہوجائے، جس کی وجہ سے انسانوں میں اس بیماری کے منتقل ہونے کا اندیشہ ہو، یا دوسرے جانوروں میں یہ مرض پھیل جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسا جانور موذی جانور کے حکم میں ہے؛ لہذا اسے قتل کرنا بھی جائز ہی نہیں؛ بلکہ ضروری ہوگا۔

عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: اقتلوا الحیات کلہن (مسند احمد ۶،۱۵۷، رقم: ۲۵۷۵۵)۔

اور شامی میں کتاب الحج میں جنایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: وجاز قتل ما یضر منہا، ککلب عقور وہرۃ تضر (۳،۶۰۸ زکریا)۔

رہی یہ بات کہ ان کو قتل کرنے میں کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت نے جانوروں کو قتل کرنے میں ایسا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے جانور کو کم تکلیف ہو، جیسا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: قال رسول اللہ ﷺ:إن اللہ عز وجل کتب الإحسان علی کل شيء، فاذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ولیحدّ أحدکم شفرتہ، ولیُرح ذبیحتہ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۵۵)۔

بعض جگہوں پر ایسے جانوروں کو زندہ دفن کردیتے ہیں یاان پر ایسڈ ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فوراً مر جاتے ہینجو کہ انتہائی تکلیف دہ اور شرعاً ناجائز ہے؛ اس لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ان کوپہلے ذبح کردیا جاے، پھر دفن کے وقت اگر ضرورت ہو، تو ان پر ایسڈ ڈال دی جائے؛ تاکہ اس کا اثر جلدی ختم ہوجائے ۔

کچھ لوگ اپنے اس فعل پر جواز حاصل کرنے کے لیے یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات ایسے جانوروں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے ، لہذا معلوم ہونا چاہیے کہ تعداد کا کثیر ہونا کوئی ایسا عذر نہیں ہے، جس کی وجہ سے ایسے دردناک طریقہ سے قتل کرنے کی اجازت دی جائے؛ کیوں کہ لوگ روزانہ سیکڑوں مرغیاں ذبح کرکے بیچتے ہیں، نیز اس میں ذبیحہ مشین کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۱۲) جانوروں کو عام طور پر تین مقصد کے لیے شکار کیا جاتا ہے:

(۱) مال ودولت حاصل کرنے کے لیے۔

(۲) گوشت کھانے کے لیے۔

(۳) لہو ولعب اور صرف راحت نفس کے لیے۔

مذکورہ بالا تینوں مقاصد میں سے صرف پہلے دونوں مقصد کے لیے جانور کا شکار کیا جاسکتا ہے ، اور تیسرے مقصد کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے۔

علامہ سلیمان بن خلف باجی مالکی رحمہ اللہ موطأ کی اپنی شرح المنتقی میں رقم طراز ہیں:

قولہ: بشيء من الصید یدلّ علی إباحتہ في الجملۃ وإطلاقہ، وہو علی ثلاثۃ أضرب، ضرب یفعلہ المتصید علی وجہ الحاجۃ إلیہ للتکسب والاستغناء بہ، وضرب یفعلہ علی وجہ الحاجۃ إلی أکل لحمہ، وضرب یفعلہ علی وجہ اللہو والراحۃ، فأما ما یُفعل علی وجہ الحاجۃ للتکسب أو لأکل لحمہ، فلا خلاف في إباحتہ دون کراہیۃٍ فیہ، رواہ ابن حبیب عن مالک، وأما صید اللہو فکرہہ مالک ونہی عنہ ورآہ سفہا (المنتقی:۳،۱۲۹)۔

مذکورہ بالا گفتگو تو صرف شکار کرنے سے متعلق ہے، شکار کرنے کے بعد انہیں مارنے میں دیکھا جائے گا کہ ان جانوروں کو زندہ رکھ کر زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یا مار کر۔

اگر مارنے میں زیادہ فائدہ ہے جیسے ہرن وغیرہ کو زندہ رکھ کر کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھاسکتے ؛ البتہ ان کو ذبح کرکے کھال اور سینگ وغیرہ کو بیچ کر اچھی رقم حاصل کرسکتے ہیں تو ایسے جانوروں کو ملکی قانون اگر اجازت دے تو مارنا جائز ہوگا۔

اور اگر مارنے میں فائدہ کم ہے بلکہ ان کو زندہ رکھ کر ہی زیادہ فائدہ اٹھاسکتے ہینجیسے ہاتھی کو مارنے کے بعد صرف اس کے دانت سے خاص فائدہ اٹھاسکتے ہیں جبکہ زندہ رکھ کر خدمت کے ذریعہ زیادہ فائدہ حاصل ہوگا اس لیے ایسی صورت میں مارنا صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع ہے جس سے شریعت اسلامیہ سختی کے ساتھ منع کرتی ہے۔

(۱۳) نقصان دہ جانوروں کو قتل کرنا:

جو جانور انسان کے جان ومال کو نقصان پہونچاتے ہیں شریعت نے ان کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لیے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

بعض موذی جانور ایسے ہیں جو فی الحال نقصان نہیں پہونچاتے؛ لیکن قوی امکان ہے کہ وہ نقصان پہونچا سکتے ہیں جیسے سانپ بچھو وغیرہ ، ایسے جانوروں کو نقصان پہونچانے سے پہلے ہی قتل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ حدیث میں ان کے قتل کا حکم مطلقا آیا ہے۔

اقتلوا الحيات كلهن (سنن الترمذي: ۱۳۸۳)۔

وعن أبي هريرة قال:أمر رسول الله ﷺ أن تقتل الأسودين في الصلاة: العقرب والحية (سنن الترمذي: ۳۹۰۴)۔

لیکن جو جانور موذی ہونے کے باوجود انسانوں کو نقصان نہ پہونچائے تواس کو بلا وجہ مارنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

النوع الآخر يحضر بيته في الليل كسائر الهوام، وهي على ما ذكره غير واحد من ذوات السموم فيسن قتلها لذلك۔ ....فقد أخرج الخطيب عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: دخلت أنا وأبو بكر الباب، فاجتمعت العنكبوت فنسجت بالباب، فلا تقتلوهن، ذكر هذا الخبر الجلال السيوطي في الدر المنثور (روح المعاني، العنكبوت: ۱۴)۔

(۱۴) حیوانات سے متعلق اسلامی تعلیمات:

حیوانات بھی اللہ تعالی کی تخلیق کا شاہکار ہیں ، اللہ تعالی نے جس طرح دنیا کی تمام چیزوں کو انسان کے استعمال اور فائدہ کے لیے بنایا ہے اسی طرح ان چیزوں کے استعمال کی حدود متعین فرمائی ہیں ، اللہ نے جانور کا تذکرہ بطور نعمت کئی مرتبہ فرمایا

ہے؛ تاکہ انسان اسے استعمال کرنے میں محتاط رہے اور شکر خداوندی کی دولت بھی حاصل کرتا رہے ۔

فرمان الہی ہے:{وإن لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم مما فی بطونہا ولكم فيہا منافع كثيرة ومنہا تأكلون، وعليہا وعلى الفلك تحملون} (المؤمنون: ۲۱) ۔

اسی لیے حضور ﷺ نے جانور کو بھوکا رکھنے ، اسے بلا وجہ زخم لگانے ، تحمل سے زیادہ بوجھ لادنے وغیرہ سے منع فرمایا ہے؛ حتی کہ انہیں ذبح کرنے کے وقت ایسے طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا جو جانور کے لیے کم تکلیف دہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء کرام نے جانوروں پر ظلم کو قبیح ترین ظلم قرار دیا ہے : چناچہ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختارمیں تحریر فرماتے ہیں: وجاز ركوب الثور وتحميلہ والكراب على الحمير بلا جَہد وضرب، إذ ظلم الدابۃ أشد من الذمي، وظلم الذمي أشد من مسلم، وقال العلامۃ الشامي: قولہ: أشد من الذمي؛ لأنہ لا ناصر لہ إلا الله تعالى (الرد المحتار۹؍۵۷۶ زکریا)۔

خلاصہ:

(۱)جانوروں کی غذا میں اگر حلال گوشت کو ملایا گیا ہے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر حرام گوشت ہو تو اگر جانور پر کوئی اثر ظاہر نہ ہو تب بھی جائز ہے، اور اگر اثر ظاہر ہوگیا ہو تو اتنے دن تک وہ غذا نہ کھلائی جائے جب تک اس کا اثر زائل نہ ہوجائے، اثر زائل ہونے کے بعد ہی کھانا حلال ہے، اور اثر ختم نہ ہوا تو اس کا کھانا صحیح نہیں۔

(۲)جانور کا دودھ زیادہ کرنے یا وزن بڑھانے کے لیے انجکشن لگانے سے اگر دودھ اور گوشت میں مضر اثرات پیدا نہ ہوں تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(۳) اگرحلال جانور کا اختلاط حرام جانور سے کرایا جائے اور ماں حلال ہو تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ بھی حلال ہوگا۔

(۴)زینت کے طور پر پرندے کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا اس صورت میں جائز ہے جب کہ اسے کھانے پینے کو دیتا رہے۔

(۵) خونخوار جانوروں کو گھروں اور آبادی سے قریب پالنا جائز نہیں، آبادی سے محفوظ طریقہ پر رکھا جاسکتا ہے۔

(۶)اگر ایسے کی ضرورت ہو تو اجازت ہو سکتی ہے۔

(۷)اگر اس دوا کا بدل نہ ہو تو ایسا کرنا صحیح ہے ورنہ نہیں۔

(۸)ہر ملک کے باشندہ کو اپنے ملک کے قوانین کی پاس داری ضروری ہے۔

(۹)جن جانوروں کو شریعت اسلامیہ نے حلال قرار دیا ہے وہ کسی مذہب کے معبود بنالینے سے حرام نہیں ہوتے ، لیکن اگر ا ن کے ذبح کرنے سے امن وامان کو خطرہ ہو تو احتیاط بہتر ہے۔

(۱۰) ہر ملک کے باشندہ کو اپنے ملک کے قوانین کی پاس داری ضروری ہے۔

(۱۱)جانوروں کوبیماری کی وجہ سے زندہ دفن کرنا یا ان پر ایسڈ ڈالنا صحیح نہیں۔ ذبح کرنے کے بعد ہی ایسا کرنے کی گنجائش ہوگی۔

(۱۲) جانوروں کو مال ودولت حاصل کرنے اور گوشت کھانے کے لیے مارا جاسکتا ہے ، لہو ولعب اور صرف راحت نفس کے لیے ایسا کرنا درست نہیں۔ ہذا ما ظہر لي، والله أعلم، وعلمہ أتم وأحكم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مفتی محمد سلمان منصورپوری•

(۱) الجواب وباللہ التوفیق: چارہ خور جانوروں کی غذاؤں میں حلال لحمی اجزاء شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ اِس طرح کا چارہ جانوروں کو کھلانا شرعاً ممنوع نہیں ہے، اور اس کو جانوروں کی فطرت کے خلاف کہنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے؛ البتہ حرام لحمی اجزاء سے بہرحال بچنا چاہئے؛ تاہم اگر کوئی جانور حرام لحمی اجزاء سے پروان چڑھے، تو اُس کو علی الاطلاق حرام نہیں کہا جاسکتا (فتاویٰ قاسمیہ ۱۳۸،۲۴ وغیرہ)۔

إذا خلط بين أكل العذرة وغيرها ليست بجلالة يحل أكله (الفتاوىٰ الولوالجية ۵۶،۳)۔

لو علفها علفًا حرامًا لم يحرم لبنها ولحمها وإن كان الورع الترك (الأشباه والنظائر: ۱۵۷)۔

إنما ثبتت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة (مجمع الأنهر ۲۴۴،۴)۔

(۲) الجواب وباللہ التوفیق: جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے یا اُن سے گوشت وغیرہ حاصل کرنے کے لئے انجکشن لگانا بھی ممنوع نہیں ہے؛ کیونکہ یہ ایک خارجی تدبیر کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کے ذریعہ دودھ اور گوشت میں اِضافہ مقصود ہوتا ہے، جس کی شریعت میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: {وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْ ء وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ} [النحل: ۵]۔

عن أنس ؓ أن النبي ﷺ مرّ بقوم يلقّحون، فقال:لو لم تفعلوا لصلح، وفي رواية:ما أظن يغني ذٰلک شيئًا، قال:فخرج شيصاً فمرّ بهم، فقال:ما لنخلكم؟ قالوا:قلتَ كذا وكذا، قال:أنتم أعلم بأمر دنياكم، وفي رواية:إن كان ينفعهم ذٰلک فليصنعوه (صحيح مسلم ۲۶۴،۲)۔

(۳) الجواب وباللہ التوفیق: حلال جانور کا حرام جانور سے اختلاط نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن اگر اختلاط کرادیا جائے تو وہ جس مادہ جانور سے پیدا ہوا ہے، اُسی جنس سے اُس کو وابستہ قرار دیا جائے گا۔ پس اگر وہ مادہ جانور حلال ہے تو اُس سے پیدا شدہ بچہ اور اُس کے منافع بھی حلال ہونگے۔ بریں بنا جرسی گائے جو گائے ہی سے پیدا ہوتی ہے، اُس کے دودھ یا گوشت کے استعمال سے شرعاً کوئی حرج نہیں ہے (فتاویٰ قاسمیہ ۴۱۵،۲۲)۔

والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم (شامي ۴۶۶،۹ زكريا)۔

• مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

(۴) الجواب وباللہ التوفیق: زینت یا دل بہلانے کے لئے پرندوں وغیرہ کو گھر یا پنجرہ میں پالنا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اُن جانوروں کے چارہ کا معقول انتظام کیا جائے، اور اُن کو اذیت نہ دی جائے۔

عن أنسؓ قال: كان رسول الله ﷺ يخالطنا - إلىٰ قولہٖ - يا أبا عمير ما فعل النغير الخ، وفي الحديث إباحة لعب الصبي بالطيور إذا لم يعذبہ (مشكاة المصابيح مع حاشية ۴۱۶،۲)۔

وأما للاستئناس فمباح، وتحتہ في ا لشامية: قال في المجتبىٰ: لا بأس بحبس الطيور والدجاج في بيتہ ... في فتاوىٰ العلامة قارئ الهداية سئل ہل يجوز حبس الطيور المفردة ... فأجاب يجوز حبسہا للاستئناس بہا (الدر المختار مع الشامي ۵۷۵،۹)۔

(۵) الجواب وباللہ التوفیق: اَذیت ناک جانور مثلاً شیر، خونخوار کتے یا سانپ وغیرہ پالنا ہرگز جائز نہیں۔ جب شریعت میں کتا پالنے کی ممانعت ہے، تو مذکورہ جانوروں کا پالنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا؛ کیونکہ اُن میں کتوں کے مقابلہ میں زیادہ نقصان کا اندیشہ پایا جاتا ہے۔

عن أبي ہريرةؓ قال:قال رسول الله ﷺ:من اتخذ كلبًا إلا كلب ماشية أو صيد أو زرع نقص من أجره كل يوم قيراط (مشكاة المصابيح / كتاب الصيد ۳۵۹)۔

واختلفوا في سبب نقصان الأجر باقتناء الكلب ... قيل لما يلحق المارين من الأذى من ترويع الكلب لہم وقصده إياہم (مرقاة المفاتيح ۳۲،۸ تحت رقم: ۴۰۹۸)۔

وأما الحكمة في النہي عن اقتنائہ، فقد قال الشيخ ولي الله الدہلوي:والسر في ذٰلک أنہ يشبہ الشيطان بجبلتہ؛ لأن ديدنہ لعب وغضب وإطراح في النجاسات وإيذاء للناس (تكملة فتح الملہم ۵۴۱،۱)۔

(۶) الجواب وباللہ التوفیق: میڈیکل تجربات کے لئے جانوروں کو اَذیت دینا جائز نہیں ہے۔

نہىٰ رسول الله ﷺ عن قتل كل ذي روح إلا أن يؤذي (المعجم الكبير للطبراني ۹۱،۱۲ رقم: ۱۲۶۳۹، بيروت)۔

عن سعيد بن جبيرؓ قال:إن رسول الله ﷺ لعن من اتخذ شيئًا فيہ الروح غرضًا (صحيح مسلم ۱۵۳،۲)۔

وہٰذا النہي للتحريم ولہٰذا قال في رواية ابن عمر لعن الله من فعل ہٰذا؛ ولأنہ تعذيب للحيوان (شرح النووي علىٰ ہامش الصحيح لمسلم ۱۵۳،۲)۔

عن أبي سعيد الخدريؓ أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضارَّ ضرَّه الله، ومن شاقَّ شقَّ الله عليہ (المستدرک للحاكم ۵۷،۲، الأشباہ والنظائر ۲۵۰،۱)۔

(۷) الجواب وباللہ التوفیق: زندہ جانور کو بے ہوش کرکے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اُس کے بدن میں کوئی آلہ رکھ دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

عن سعيد بن جبيرؓ قال: إن رسول الله ﷺ لعن من اتخذ شيئًا فيہ الروح غرضًا

(صحیح مسلم ۱۵۳،۲)۔

عن أبي سعيد الخدري ؓ أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضارَّ ضرَّه الله، ومن شاقَّ شقَّ الله عليه (المستدرک للحاکم ۵۷،۲، الأشباه والنظائر ۲۵۰،۱)۔

(۸) الجواب وباللہ التوفیق: جن جانوروں کے شکار پر حکومت کی طرف سے پابندی لگی ہوتی ہے وہ شرعاً اگرچہ حرام نہیں ہیں؛ لیکن ملکی اور سماجی مصلحت کو دیکھتے ہوئے ایسے جانوروں کے شکار سے مسلمان کو بچنا چاہئے؛ تاکہ اُس کی جان ومال اور عزت وآبرو پر خطرہ نہ ہو۔

المستفاد: قال اللہ تعالیٰ: {وَلاَ تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ} [البقرۃ، جزء آیت: ۱۹۵]۔

(۹) الجواب وباللہ التوفیق: جو جانور شرعاً حلال ہیں، وہ کسی قومی مصلحت سے اصلاً حرام قرار نہیں دئے جاسکتے؛ تاہم مسلمانوں کو ایسے جانور ذبح کرنے سے مصلحۃً پرہیز کرنا چاہئے، جو غیر اَقوام کے نزدیک مقدس سمجھے جاتے ہیں؛ تاکہ اَمن واَمان برقرار رہے (فتاویٰ قاسمیہ ۱۴۵،۲۴، کتاب النوازل ۶۵۰،۱۴)۔

درء المفاسد أولیٰ من جلب المنافع (عمدة ذوي البصائر لحل مہمات الأشباه والنظائر ۲۳۵،۱، مکتبۃ الارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع اسطنبول)۔

(۱۰) الجواب وباللہ التوفیق: جن علاقوں میں حکومت نے شکار کی ممانعت کررکھی ہے، وہاں شکار کرنا درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ شکار کرنا محض مباح ہے، اور کسی مباح چیز سے مصلحۃً پرہیز کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے (فتاویٰ قاسمیہ ۱۴۵،۲۴)۔

قال اللہ تعالیٰ: {وَلاَ تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ} [البقرۃ، جزء آیت: ۱۹۵]۔

عن حذیفۃ ؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیس للمؤمن أن یذل نفسہ، قالوا:یا رسول اللہ! وکیف یذل نفسہ؟ قال:یتعرض من البلاء لما لا یطیق (مسند البزار ۲۱۸،۷، رقم: ۲۷۹)۔

(۱۱) الجواب وباللہ التوفیق: موہوم خطرات کی وجہ سے جانوروں کو مارنا جائز نہیں ہے۔ بریں بنا متعدی امراض کو روکنے کے عنوان سے جو مرغیوں کو بے دریغ مارا جاتا ہے، اُس کی شرعاً اجازت نہیں ہے، یہ سراسر ظلم ہے۔

نہی رسول اللہ ﷺ عن قتل کل ذي روح إلا أن یؤذي (المعجم الکبیر للطبراني ۹۱،۱۲، رقم: ۱۲۹۳۹، بیروت)۔

(۱۲) الجواب وباللہ التوفیق: مصالح کے حصول کے لئے جانوروں کو مارنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اول اُن کو ذبح کرنا چاہئے، اُس کے بعد ہی اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہئے (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۱۰۳،۹)۔

قال اللہ تعالیٰ: {وَالْاَنْعَامَ خَلَقَہَا لَکُمْ فِیْہَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْہَا تَاْکُلُوْنَ} [النحل: ۵]۔

قولہ: {مَنَافِعُ} ... وہو اللفظ الدال علی الوصف الأعم؛ لأن النسل والدر قد ینتفع بہٖ في

الأكل، وقد ينتفع بہٖ في البيع بالنقود، وقد ينتفع بہ بأن يبدل بالثياب وسائر الضرورات فعبر عن جملۃ ہٰذہ الأقسام بلفظ المنافع ليتناول الكل (التفسير الكبير، ج: ۱۰، الجزء التاسع عشر، ص: ۲۳۸-۲۳۷)۔

قال الحسن البصري في حديث: ... فسألتہ رضي الله عنہ في ذٰلک فقال: كان يقول ﷺ في خطبتہٖ يوم الجمعۃ ... فإنكم خلقتم للآخرۃ، والدنيا خلقت لكم (شعب الايمان ۳۶۰٫۷، رقم: ۱۰۵۸۱)۔

الضرورات تبيح المحظورات (الأشباہ والنظائر، ۱۵۱)۔

(۱۳) الجواب وباللہ التوفیق: موذی جانوروں سے جب ایذاء کا خطرہ بڑھ جائے تو اُن کو مارنے کی مطلقاً اِجازت ہے۔

نہی رسول الله ﷺ عن قتل كل ذي روح إلا أن يؤذي (المعجم الكبير للطبراني ۹۱٫۱۲ ، رقم: ۱۲۹۳۹، بيروت)۔

الہرۃ إذا كانت مؤذيۃ لا تضرب ولا تعرک أذنہا؛ بل تذبح بسكين حادّ (الفتاوىٰ الہندیۃ ۳۶۱٫۵)۔

وجاز قتل ما يضر منہا ككلب عقور وہرۃ تضر (شامي ۴۸۲٫۱۰، زكريا)۔

وقتل المؤذي منہا ومن الدواب جائز (شامي ۵۷۵٫۹، زكريا)۔

(۱۴) الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، اِس سلسلہ میں چند ہدایات پیش نظر رکھیں:

(۱) اُن کے چارے وغیرہ کا خیال رکھا جائے۔

قال رسول الله ﷺ:أَمَا تتقي الله في ہٰذہ البہيمۃ التي ملّكہا الله لک؟ إنہ شكا إليّ أنک تجيعہ وتدئبہ۔ (المسند للامام أحمد بن حنبل ۲۰۴٫۱، رقم: ۱۷۴۵)۔

فالدواب عجم لا تقدر أن تحتال لنفسہا ما تحتاج إليہ ولا تقدر أن تفصح بحوائجہا فمن ارتفق بمرافقہا ثم ضيّعہا من حوائجہا، فقد ضيّع الشكر وتعرض للخصومۃ بين يدي الله تعالىٰ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، ج: ۵ ، الجزء العاشر، ص: ۶۷)۔

لا خلاف بين الفقہاء في أن نفقۃ الحيوان علىٰ مالكہ ومقدر بالكفايۃ، واستدل الفقہاء بما ورد في الحديث دخلت امرأۃ النار في ہرۃ ربطتہا فلم تطعمہا ولم تدعہا تأكل من خشاش الأرض (الموسوعۃ الفقہيۃ ۹۴٫۴۱، الكويت)۔

(۲) جب اُن کو ذبح کیا جائے تو ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اُن کو کم سے کم تکلیف ہو۔

قال رسول الله ﷺ: إن الله كتب الإحسان علىٰ كل شيئٍ، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحۃ وليحدّ أحدكم شفرتہ وليُرِح ذبيحتہ (صحيح مسلم ۱۵۲٫۲)۔

(۳) اُن کے چھوٹے بچوں کو اُن سے الگ نہ کیا جائے۔

عن عبد الرحمٰن بن عبد الله عن أبيہ قال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فانطلق لحاجتہٖ، فرأينا حمّرة معہا فرخان، فأخذنا فرخيہا، فجاء ت الحمّرة، فجعلت تفرش فجاء النبي ﷺ فقال:''من فجّع ہٰذہ بولدہا؟ رُدُّوا ولدہا إليہا'' (سنن أبي داؤد ۳۶۳،۲، رقم: ۲۶۷۵، ایک جامع قرآنی وعظ ۱۴۹)، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا نعیم اختر قاسمی•

انسان اس کرۂ ارض پر تنہا نہیں آیا بلکہ اپنے ساتھ ایک ماحول بھی لایا ہے جس کا ایک بڑاحصہ حیوانات پر مشتمل ہے، جو انسان ہی کی طرح ایک جیتا جاگتا وجود ہے، اس کے جسم میں بھی دوڑتی ہوئی ایک روح ہے، اسے بھی سردی، گرمی، بھوک، پیاس، راحت اور تکلیف وغیرہ محسوس ہوتی ہے اور ایک حد تک ادراک کی صلاحیت بھی اس کے اندر موجود ہوتی ہے۔

ان میں سے بعض انسان ہی کے ساتھ اور آس پاس رہتے ہیں اور انسان ان سے مختلف قسم کے کام لیتا ہے اور ان سے اپنی غذائی ضرورت کی تکمیل بھی کرتا ہے، بندوں پر اللہ تعالی کے اس عظیم احسان کو قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔

انسان جو اپنی ہی جنس کے دوسرے انسان پر ظلم وزیادتی کرنے سے نہیں چوکتا اس سے یہ توقع فضول تھی کہ وہ اپنے سے کم تر مخلوق یعنی حیوانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی روا نہیں رکھے گا، اسی لئے اسلام نے حیوانوں کے حقوق کی طرف بطور خاص رہنمائی کی ہے۔ ذیل میں جانوروں کے حقوق کے تعلق سے اللہ کے رسولﷺ کی بعض اہم ہدایتیں بیان کی جاتی ہیں تاکہ ان کی روشنی میں جواب تحریر کرنے میں سہولت رہے۔

عام جانوروں سے متعلق ہدایات:

۱۔ بلا وجہ قتل کرنا:

اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ کسی بھی ذی روح کو خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو بلا وجہ قتل کیا جائے، ہاں اگر وہ موذی ہو تو اسے مارنے کی اور اگر ماکول ہو تو اسے ذبح کرنے یا اس کا شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''من قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ عن قتلہا قیل:یار سول اللہ وما حقہا؟ قال:أن یذبحہا فیأکلہا ولا یقطع رأسہا فیرمی بہا'' (نسائی۲،۱۸۵ کتاب الضحایا)۔

(جس نے گوریا یا اس سے بڑا کوئی جانور ناحق قتل کردیا تو اللہ تعالی اس کی بابت سوال کرینگے، پوچھا گیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ اسے ذبح کرکے کھالے، ایسا نہ کرے کہ سر کاٹ کر پھینک دے)۔

• مدرسہ عربیہ مصباح العلوم کوپاگنج، ضلع مئو، یوپی۔

(۲) بلا ضرورت ایذا پہنچانا:

البتہ موذی جانوروں کو ان کی ایذا سے بچنے کے لئے قتل کرنے کی اجازت اور بعض صورتوں میں حکم ہے (''اقتلوا الحیات کلہن'' ابوداؤد،۷۱۲ ، ''خمس فواسق یقتلہن فی الحل والحرم'' بخاری۱،۲۴۵)۔ مگر وہاں بھی اس بات کی ہدایت ہے کہ انھیں مارنے کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ انھیں کم سے کم تکلیف ہو۔ ارشاد نبوی ہے:

''إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ'' (مسلم ۲،۱۵۲)۔

(اللہ تعالی نے ہر چیز میں حسن کار کا حکم دیا ہے جب تم قتل کرو تو اس میں خوبتر طریقہ اختیار کرو اور جب ذبح کرو تو اس وقت بھی، چھری تیز کرلو اور جانور کو آرام دو، یعنی کم سے کم تکلیف دو)۔

ایک دوسرے موقع پر چھپکلی مارنے میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ کوشش کرکے ایک ہی وار میں قتل کردے، ارشاد ہے:''من قتل وزغاً فی أول ضربۃ کتبت لہ مائۃ حسنۃ وفی الثانیۃ دون ذلک وفی الثالثۃ دون ذلک'' (مسلم۲،۲۳۶)۔

(۳) نسل کشی کرنا:

جانور کسی بھی نوع کا ہو وہ خدا کی ایک مخلوق اور ماحول کا ایک حصہ ہے، اللہ نے کسی نہ کسی حکمت ومصلحت کے تحت اسے وجود بخشا ہے، یہ اور بات ہے کہ انسان کی ناقص عقل خدا کی ساری مصلحتوں کا احاطہ نہیں کرسکتی، اسی لئے کسی جانور کی نسل کشی جائز نہیں، حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:''لو لا أن الکلاب أمۃ من الأمم لأمرت بقتلہا کلہا فاقتلوا منہا کل أسود بہیم'' (ابوداؤد،۳۹۳)۔

اس حدیث کے تحت علامہ خطابی تحریر فرماتے ہیں: ''إنہ کرہ إفناء أمۃ من الأمم وإعدام جیل من الخلق لأنہ ما من خلق للہ تعالی إلا وفیہ نوع من الحکمۃ والمصلحۃ'' (بذل المجہود۴،۸۸ کتاب الضحایا)۔

خود قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

''وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم'' (انعام: ۳۸)۔

(زمین کا کوئی جانور ہو یا بازوؤں کے سہارے اڑنے والا کوئی پرندہ وہ تمہاری ہی طرح ایک امت ہے)۔

اسی طرح بعض جانوروں اور پرندوں کی نسلیں انسانی کرتوت اور بے لگام صنعتی ترقی کے نتیجہ میں معدوم ہورہی ہیں، ان کی بقا وتحفظ کے بارے میں کوشش کی جاسکتی ہے؛ البتہ جو جانور قدرتی طور پر ناپید ہونے لگیں تو ان کی نسل کو بچانے کی سعی لاحاصل ہے۔

پالتو جانوروں سے متعلق ہدایات:

پالتو جانوروں کے تعلق سے انسان پر کچھ زیادہ ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ نے بطور خاص ان کے حقوق کے متعلق جوہدایتیں دی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) انہیں بروقت کھلایا پلایا جائے، کسی قسم کی غفلت یا کوتاہی عند اللہ مواخذہ کا سبب ہوگی، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ تشریف لے جارہے تھے کہ ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، آپ ﷺ نے اسے سہلایا اور اس کے مالک کو بلوایا اور فرمایا کہ: ''أفلا تتقی اللہ فی ہذہ البہیمۃ التی ملّکک اللہ إیاہا فإنہ شکا إلیّ أنک تجیعہ وتدئبہ'' (ابوداؤد: ۲۵۴۹)۔

یعنی کیا تم ان جانوروں کے تعلق سے اللہ سے نہیں ڈرتے جنہیں اللہ نے تمہاری ملکیت میں دیا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے کام بہت زیادہ لیتے ہو۔

ایک بار آپ ﷺ کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے اس کی پیٹھ سے لگا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ''فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ'' (ابوداؤد: ۲۵۴۸)۔ یعنی ان پر سواری کرو تو اچھی حالت میں اور انہیں کھاؤ تو اچھی حالت میں)۔

ایک عورت کا قصہ بیان کیاگیا ہے کہ جو محض اس وجہ سے جہنم میں جائے گی کہ اس نے ایک بلی پال رکھی تھی مگر نہ تو اسے کچھ کھانے کو دیتی اور نہ ہی آزاد کرتی کہ وہ خود اپنا پیٹ بھرتی، نتیجتاً وہ مرگئی (بخاری،۳۱۸)۔ اس کے برعکس ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر ایک شخص کی مغفرت ہوگئی (حوالہ بالا)۔

(۲) ان کی راحت وآرام کا خیال رکھا جائے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب موسم بہار میں سفر کرنے کا اتفاق ہو تو جانور کو سرسبز وشاداب مقامات پر چرنے کا موقع دو اور اگر خشک سالی ہو تو راستے میں زیادہ پڑاؤ کئے بغیر جلد ازجلد منزل تک پہنچو (ابوداؤد،۳۴۷)؛ تاکہ قحط کی وجہ سے اس کو گھاس اور چارے کی جو تکلیف راستہ میں ہوتی ہے اس سے وہ جلد نجات پاجائے، آپ ﷺ کی اسی تاکید کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تو سب سے پہلے سواریوں کو چرنے کے لئے آزاد کردیتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''کنا إذا نزلنا منزلاً لا نسبّح حتی نحل الرحال'' (ابوداؤد: ۲۵۵۱)۔

فقہاء کرام نے جانور کو رات میں ذبح کرنے کی کراہت کی ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ رات کاوقت ان کے سونے اور آرام کا ہوتا ہے (بدائع الصنائع۴،۱۸۸)۔

(۳) بلا ضرورت انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے، چنانچہ بوقت ضرورت چہرے پرمارنے یا داغنے سے سختی سے منع کیاگیا اور ایسے شخص پر لعنت کی گئی

(ابوداؤد،۳۴۷)؛ اسی طرح جانوروں کو آپس میں لڑانے سے (جو کہ جاہلیت کا ایک محبوب مشغلہ تھا) منع کیا گیا (ابوداؤد،۳۴۶)۔ کیونکہ یہ بھی ایذاء ہی کی ایک قسم ہے، ''وفیہ إیلام الدواب وإہلاکہم'' (بذل۳،۴۲۸)۔ اگر جانور کو ذبح کرنا ہو تو کم سے کم تکلیف کے ذریعہ ذبح کیا جائے، چنانچہ بے مروتی کے ساتھ مذبح تک کھینچ کر لے جانا، کند چھری سے ذبح کرنا، آہستہ آہستہ چھری چلانا، لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا، ضرورت سے زیادہ گردن کاٹنا، ٹھنڈا ہونے سے پہلے چمڑا اتارنا، یہ ساری چیزیں مکروہ قرار دی گئی ہیں، وجہ یہ ہے کہ اس سے جانور کو بلا وجہ زیادہ اذیت پہنچتی ہے (بدائع۴،۱۸۸-۱۹۰)۔ درمختار میں ہے: ''وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ'' (در علی الرد ۴۲۷،۹)۔ حتی کہ جانور پر لعنت کرنے (ابوداؤد،۳۴۶) اور اسے برا بھلا کہنے سے بھی منع کیاگیا ہے (''لا تسبوا الدیک فإنہ یوقظ للصلاۃ'' ابوداؤد،۶۹۶ کتاب الادب)۔ اسی طرح ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا یا ان کو غلط جگہ استعمال کرنا بھی ایذاء میں داخل ہے۔ آنحضرتﷺ نے صحابہ کو ایک واقعہ بتایا کہ ایک آدمی بیل پر بوجھ لاد کر لے جارہا تھا کہ بیل گویا ہوا اور اس آدمی کی طرف رخ کرکے بولا کہ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، میں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا ہوا ہوں (مسلم۲،۲۷۴، بخاری۱،۳۱۲)۔

ایک اورحدیث میں جانور کی پیٹھ کو ممبر بنانے سے منع کیا گیا ہے (ابوداؤد،۳۴۷)۔

(۴) انھیں روحانی اذیت دینے سے بھی گریز کیا جائے۔ صحابی رسول حضرت ربیع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہﷺ کے سات تھے، آپ اپنی حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے، ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا تو وہ فرط غم سے ان کے گرد منڈلانے لگا، اتنے میں نبی کریمﷺ تشریف لائے تو آپﷺ نے فرمایا کہ اس پرندے سے اس کے بچوں کو چھین کر کس نے اسے رنج پہنچایا ہے؟ اس کے بچوں کو لوٹا دو (ابوداؤد،۷۱۴)۔

جانوروں کو مخصوص غذا یا انجکشن دینا:

پیڑ پودے اورجانوروں کے جسم ایک فطری قاعدہ اور ضابطہ کے تحت بڑھتے ہیں، تھنوں کے اندر دودھ کے گھٹنے اور بڑھنے کا ایک قدرتی ضابطہ ہے، اور یہ مشاہدہ ہے کہ انسان نے جب عجلت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی فطری ضابطہ پر ہاتھ ڈالا اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے جدید ٹکنالوجی کا سہارا لیا اور خدائی قانون توڑا تو اسی اعتبا رسے پیداوار کی افادیت اور معنویت کم ہوتی چلی گئی ہے۔

پودے چونکہ ذی روح اور ذی شعور نہیں ہوتے اس لئے وہاں پر کوئی خاص مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، البتہ حیوان چونکہ ذی روح اور ذی شعور ہوتے ہیں اس لئے اس کا لحاظ

کرنا ضروری ہوگا کہ مخصوص غذاؤں اور انجکشنوں کے ذریعہ ان کے بدن کے گوشت اور تھنوں کے دودھ میں جو غیر فطری تیز رفتاری سے اضافہ ہوتا ہے اس سے ان جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہوتی ہے تو کس حد تک؟

دوسری طرف غذائی ضرورت کی تکمیل بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور موجودہ تیز رفتاری کے زمانہ میں اگر اس کا استعمال ممنوع قرار پائے تو شاید غذائی قلت کے مسائل پیدا ہوجائیں اور غذا میں کمیت اور کیفیت کے مقابلہ میں کمیت کو بہرحال اہمیت حاصل ہے، اس لئے یہ اقدام اگرچہ غیر مستحسن ہے مگر جائز ہوگا بشرطیکہ جانور کو غیر معمولی اذیت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

نوع مخالف جانور سے اختلاط:

ایک قسم کے جانور کا دوسری قسم کے جانور سے اختلاط کرانے کے تعلق سے فقہ اور حدیث میں بطور خاص گدھے اور گھوڑی کا تذکرہ ملتا ہے جن کے اختلاط سے خچر کی پیدائش ہوتی ہے، چونکہ آنحضرتﷺ نے خچر کی سواری فرمائی ہے (ابوداؤد،۳۴۷)، اور قرآن میں گھوڑوں اور گدھوں کے ساتھ خچر کا بھی تذکرہ بندوں پر خدائی احسان کے طور پر آیا ہے (''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ '' مائدہ: ۸)، اس لئے فقہاء کرام نے اس اختلاط کو خلاف قیاس ہونے کے باوجود درست قرار دیا ہے (ہدایہ،۴ ۴۵۸ کتاب الکراہیہ)۔

البتہ کسی وقت یا کسی جگہ گھوڑوں کی کمی ہونے لگے تو پھر یہ ممنوع ہوگا جیسا کہ حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، ''وأن لا ننزی حماراً علی فرس'' (ترمذی،۲۹۹، ابواب الجہاد)۔

چونکہ خلاف قیاس مسئلہ اپنے مورد تک محدود ہوتا ہے اس لئے اسے دوسرے جانوروں تک متعدی کرنے کی اجازت نہ ہوگی؛ کیونکہ یہ عمل بہرحال خلاف فطرت ہے؛ البتہ اگر بعض جانور از خود دوسری نوع کے جانور سے اختلاط کریں تو وہ تو مرفوع القلم ہوتےہیں، مکلف انسان کے لئے ایسا کرنا درست نہ ہوگا، تاہم ایسا کرنے یا ہونے پر دو قسم کے مسائل پیدا ہونگے:

۱۔ حلال وحرام جانور کے اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کا کیا حکم ہوگا؟

اس سلسلہ میں فقہاء کی تین مختلف آراء سامنے آتی ہیں:

بعض فقہاء نے مشابہت کو بنیاد بنایا ہے، یعنی پیدا ہونے والا بچہ جس سے مشابہت رکھے گا اس پر وہی حکم لگے گا ۔

مگر مشابہت کی الگ الگ صورتیں ہیں، مثلاً جسمانی بناوٹ میں مشابہت، بعض اعضاء میں مشابہت، آواز میں مشابہت، خوراک میں مشابہت وغیرہ جیسا کہ علامہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں بیان کیا ہے:

وإن ينز كلب فوق عنز، فجاءها نـــتاج لہ رأس كـلب، فينظر
فإن أكلت لحما فكلب جميعها وإن أكلت تبنا، فذا الرأس يبتر
ويؤكل باقـــيها، وإن أكـــلت لذا وذا فاضربنها، والصياح يخبر
وإن أشكلت فاذبح، فإن كرشها بدا فعنز، وإلا فهو كـلب فيطمر''
(در علی الرد۹،۴۵۱)۔

ظاہر ہے کہ اتنی پیچیدگی کے ساتھ کسی جانور کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنا بڑا دشوار ہوگا۔

دوسرے بعض حضرات نے مطلقاً ماں کی حالت کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہوگا، اس کی وجہ علامہ کاسانی بیان فرماتے ہیں:

''لأن الأصل فی الولد الأم لأنہ ينفصل عن الأم وہو حيوان متقوم تتعلق بہ الأحكام وليس ينفصل من الأب إلا ماء مہين لا خطر لہ ولا يتعلق بہ حكم'' (بدائع الصنائع۴،۲۰۵)۔

(کیونکہ بچہ میں اصل ماں ہی ہے، وہی ماں سے جدا ہوتا ہے، وہ ایک مال متقوم ہے جس سے احکام متعلق ہیں، باپ سے تو صرف ایک معمولی پانی جدا ہوتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں اور اس سے کوئی حکم متعلق نہیں)۔

لیکن بیان کردہ دلیل میں سقم ہے؛ کیونکہ جدید تحقیق کے مطابق مادہ کے پیٹ میں پلنے والے جنین میں نروماده کی برابر کی حصہ داری ہوتی ہے، لہذا پیدا ہونے والا بچہ حلال وحرام کا مجموعہ ہوگا۔ اس لئے تیسری رائے جو کہ اصح اور اکثر مشائخ کی رائے ہے کہ ایسا جانور حرام ہوگا، یہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور فقہی قاعدے ''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (الاشباہ والنظائر،۳۷۳) سے میل کھاتی ہے۔

مذکورہ فقہی قاعدہ کے تحت علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

''ومنہا لو أحد أبويہ ماكول والآخر غير ماكول لا يحل أكلہ على الأصح'' (الاشباہ والنظائر،۳۷۶)۔

اور خلاصۃ الفتاوی کے حوالہ سے یہ جزئیہ بیان کیا جاتا ہے کہ :

''لو نزى كلب على شاة فولدت قال عامۃ المشائخ لا يجوز'' (حاشیۃ الاشباہ،۳۷۶)۔

دوسرا مسئلہ قربانی سے متعلق ہے یعنی اگر نر وماده دونوں حلال ہوں لیکن ایک اہلی ہودوسرا وحشی تو کیا ان کے آپسی ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے کی قربانی درست ہوگی؟

مذکورہ ضابطہ سے تو درست نہیں ہونی چاہئے مگر چونکہ جانور فی نفسہ حلال ہے شاید اسی لئے قربانی کے باب میں توسعاً ماں کا اعتبار کرتے ہوئے بچہ کو اسی کے تابع مانا گیا ہے، بدائع میں ہے:

''فإن كان متولداً من الوحشی والأنسی فالعبرۃ بالأم ..... حتى أن البقرۃ الأہليۃ إذا نزا عليہا ثور وحشی فولدت ولداً فإنہ يجوز أن يضحى بہ'' (بدائع الصنائع۴،۲۰۵)۔

پرندوں اور جانوروں کو قید کرنا:

بعض پرندے تو پالتو جانوروں کی طرح ہوتے ہیں جیسے مرغی، بطخ اور کبوتر وغیرہ، یہ انسانوں کے بیچ اپنے ڈربوں میں رہتے ہیں اور ان کی فطری آزادی محدود ہوتی ہے، ایسے پرندوں کے پالنے اور انھیں قید کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر دوسرے پرندے عموماً فطری طور پر آزاد ہوتے ہیں؛ البتہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انھیں کچھ عرصہ تک انسانوں کے درمیان پنجرہ میں قید رکھا جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ پنجرے اور اپنے ماحول سے اس طرح مانوس ہوجاتے ہیں کہ وہ پنجرہ سے باہر بھی رہتے ہیں اور شام کے وقت یا بوقت ضرورت وہ پنجرہ میں ازخود چلے جاتے ہیں۔ تو ایسے پرندوں کو مانوس کرنے کے لئے پنجرہ میں قید کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت انسؓ کے ایک کم سن اخیافی بھائی ابوعمیر کے پاس سرخ چونچ والا ایک پرندہ تھا جسے نغر کہا جاتا تھا، اتفاق سے وہ مرگیا، آپ ﷺ کبھی کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو انھیں چھیڑ کر پوچھتے: ''یا أبا عمیر ما فعل النغیر'' (بخاری۲،۹۱۵ کتاب الادب)۔

حافظ ابن حجرؒ نے شافعی فقیہ ابو العباس المعروف بابن القاص کے حوالہ سے اس حدیث سے ثابت ہونے والے مختلف فوائد واحکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ومنہا جواز إمساک الطیر فی القفص ونحوہ وقص جناح الطیر إذ لا یخلو حال طیر أبی عمیر من واحد منہما'' (فتح الباری۱۰،۶۰۱)۔

(اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرندے کو پنجرہ وغیرہ میں قید کرنا اور ان کے پروں کو کتر دینا جائز ہے؛ کیونکہ ابو عمیر کا پرندہ ان دونوں میں سے کسی ایک حال سے خالی نہیں)۔

لیکن دوسرے بعض علماء نے تعذیب حیوان والی حدیث کی بنا پر اسے منسوخ مانا ہے جیسا کہ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ''وقد نوزع ابن القاص فی الاستدلال بہ علی إطلاق جواز لعب الصغیر بالطیر فقال أبو عبد الملک یجوز أن یکون ذلک منسوخاً بالنہی عن تعذیب الحیوان'' (فتح الباری۱۰،۶۰۲)۔

اگر نسخ نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اسی صورت پر محمول ہے کہ وہ پرندہ انسان سے اس قدر مانوس ہوجائے کہ اسے قید کا کوئی احساس نہ ہو، ممکن ہے نغیر نامی وہ پرندہ بھی کچھ ایسا ہی رہا ہو ورنہ پرندوں کی عام فطرت یہ ہے کہ وہ قید وبند سے کبھی بھی مانوس نہیں ہوتے۔ کھلی فضاؤں میں آزادی کے ساتھ پرواز کرنے کے لئے ان کا من ہمیشہ مچلتا رہتا ہے اور پنجرہ میں وہ گھٹن اور کڑھن محسوس کرتے ہیں جو تعذیب حیوان کی قبیل سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ آزاد ہوتے ہی وہ الوداعی سلام کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

اسی طرح ہرن اور خرگوش بھی انسان کے ساتھ رہتے ہوئے مانوس ہوجاتے ہیں اس

لئے ابتدا میں انھیں بھی مانوس ہونے تک پنجرہ میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح خطرناک وحشی جانوروں کو فخر وتعلی کے اظہار کے طور پر پنجروں میں قید کرکے رکھنا اسلامی مزاج کے منافی ہے؛ کیونکہ ایسے جانور نقصان تو پہنچا سکتے ہیں فائدہ نہیں، ان کا مسکن کہیں اور ہے۔ انھیں نہ تو مانوس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے کوئی خدمت لی جاسکتی ہے (إلا نادراً وہو کالمعدوم)۔ اسلام نے انسان سے مانوس رہنے والے کتوں کو جب بلا ضرورت پالنے سے منع کیا ہے اور نیکیوں کے ضائع ہونے کا سبب بتایا ہے تو ایسے خطرناک جانوروں کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟

جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا:

انسان اشرف المخلوقات ہے، وہ ساری مخلوقات کا مخدوم اور ساری مخلوق اس کی مختلف حیثیتوں سے خادم ہے۔ میڈیکل تجربہ ایک طبی ضرورت ہے جس کے لئے کسی ذی روح جسم کا ہونا ضروری ہے اور ''یختار أہون الشرین'' کے ضابطہ کے تحت جانور کا جسم میڈیکل تجربات کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ یہا ں ہر جانور کو ہونے والی اذیت کے پیچھے ایک اہم ضرورت اور مصلحت ہے جس کی اجازت ہونی چاہئے، اعلاء السنن میں ''اخصاء الخیل والبہائم '' کے تحت مذکور ہے کہ:

''ولیس کل إیلام منہیا عنہ بل المنہی عنہ ہو الإیلام الذی لا یکون فیہ غرض صحیح'' (اعلاء السنن ۱۷؍۴۵۹)۔

(ہر قسم کی ایذا رسانی ممنوع نہیں بلکہ ممنوع وہ ایذا ہے جو کسی صحیح غرض سے نہ ہو)۔

البتہ اس کے لئے وہ صورت اختیار کی جائے کہ جانور کو کم سے کم اذیت ہو، ''لأن الضرورۃ تتقدر بقدرہا''، اسی طرح اگر جانور کے کسی عضو کو دوا میں استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے تو جانور کو ذبح کرکے اس کے مطلوبہ عضو کو کام میں لایا جائے، عضو نکال کر جانور کو اذیت وتکلیف کے ساتھ زندہ رکھنا درست نہ ہوگا جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ زندہ جانوروں کے بعض اعضاء کو کاٹ کر کھا جاتے اور جانور کو تکلیف کے ساتھ زندہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:''ما یقطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ'' (ترمذی؍۲۷۳)۔

حکومت کی طرف سے شکار کی پابندی:

جانوروں کا شکار کرنا ایک فعل مباح ہے، اگر حکومت کسی مصلحت کے پیش نظر بعض جانوروں اور پرندوں کے شکار پر پابندی لگاتی ہے یا کسی کو قومی جانور یا قومی پرندہ قرار دیتی ہے تو اس کی تعمیل واجب ہے جیسا کہ ضابطہ ہے کہ مباحات میں حکومت کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔

اسی طرح ملے جلے معاشرہ میں اگر بعض مخصوص قسم کے جانور ذبح کرنے

سے کچھ دوسرے مذہبی گروہ کے جذبات مجروح ہوتے ہوں اور ایسی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو تو اگرچہ قانوناً کوئی رکاوٹ نہ ہو مگر ایسے جانور کو ذبح کرنے سے پرہیز کرکے بشرط سہولت متبادل جانور کو ذبح کیا جائے؛ کیونکہ قانوناً ملی ہوئی ہر اجازت سے فائدہ اٹھانا کبھی کبھی حکمت ومصلحت کے خلاف ہوتا ہے، اور اگر قانونی رکاوٹ ہو تو پھر قانون کی خلاف ورزی درست نہیں۔

بیمار مرغیوں کو مارنے کا طریقہ:

روح کے نکلنے کا سب سے آسان طریقہ ذبح ہے اس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں دوسری صورتیں زیادہ تکلیف دینے والی ہیں، اور یہ بات گذر چکی ہے کہ کسی جانور کو قتل کرنے کی ضرورت پڑے تو وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس میں اس کو تکلیف کا احساس کم سے کم ہو، اسی لئے اسلام نے ذبح کا طریقہ اختیار کیا، لہذا حتی الامکان یہی طریقہ اختیار کیا جائے، اضطراری حالت میں دوسرا طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، مثلاً مرغیاں بہت زیادہ تعداد میں ہوں یا بیماری کے ذابح تک پھیلنے کا اندیشہ ہو وغیرہ، ''لأن الضرورات تبیح المحظورات''۔

جانور کو کن مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟

جانور خواہ بری ہو یا بحری، ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم، خنزیر کو چھوڑ کر ہر قسم کے جانور کا کسی مقصد اور منفعت کے تحت شکار کرنا یا ذبح کرنا درست ہے، بدائع اور درمختار وغیرہ میں ہے:

''وحل اصطیاد مایؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ أو شعرہ أو ریشہ أو لدفع شرہ وکلہ مشروع لإطلاق النص'' (درمختار علی الرد۵٫۳۰۵، بدائع۴٫۱۹۱، ہدایہ۴٫۴۹۹)۔

(ماکول اللحم جانور کا شکار کرنا درست ہے اور غیر ماکول اللحم کا بھی اس کی جلد، بال یا پر سے نفع اٹھانے کے لئے یا خود اس کے شر سے بچنے کے لئے؛ کیونکہ نص مطلق ہے)۔

حتی کہ سانپ کی بیع بھی درست قرار دی گئی ہے؛ کیونکہ اس کی چربی یا اس کے زہر سے بعض دوائیں تیار ہوتی ہیں، ''وذکر فی الفتاوی أنہ یجوز بیع الحیۃ التی ینتفع بہا للأدویۃ'' (بدائع۴٫۳۳۶)۔

درمختار اور شامی میں ہے:

''یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما (در)، قولہ لنفع ما أی ولو قلیلاً'' (شامی۵٫۳۰۵)۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی قسم کی سرکاری پابندی نہ ہو تو کسی بھی جانور کو کسی منفعت کے پیش نظر قتل کیا جاسکتا ہے۔

موذی جانوروں کو مارنے کا حکم:

بعض موذی جانور جو عموماً آبادی میں ہوتے ہیں انہیں کہیں بھی اور کسی بھی وقت

مارا جاسکتا ہے مثلاً چوہیا، سانپ، بچھو وغیرہ۔ حدیث میں ایسے جانوروں کو فواسق کہا گیا ہے، فرمایا گیا:''خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم:الحیۃ والغراب الأبقع والفارۃ والکلب العقور والحدیا'' (بخاری۱،۲۴۵)۔

''وقالوا ما یقتل فی الحل والحرم ویقتلہ المحرم والمحلل غیر منحصرۃ فیما ذکر بل الموذیات کلہا حکمہا ہذا کذا فی اللمعات'' (حاشیہ مشکوۃ،۲۳۷)۔

مولانا عبد الحئی فرنگی محلیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''وفیہ إشارۃ إلی أن إجازۃ قتلہا لیست علی خلاف القیاس بل لکونہا مبتدئات بالأذی فما عداہا لو وجد فیہ ہذا الأمر حل قتلہ أیضاً'' (حاشیہ ہدایہ۱،۲۷۷)۔

(ہدایہ کے لفظ مبتدئات بالاذی) میں اشارہ ہے کہ مذکورہ جانوروں کا قتل خلاف قیاس نہیں ہے؛ بلکہ علت ان کا ابتداءً اذیت پہنچانے والا ہونا ہے، چنانچہ دوسرے بعض جانوروں میں بھی اگر یہ علت پائی گئی تو ان کا قتل بھی جائز ہوگا)۔

البتہ جو آبادی سے دور جنگل اور ویرانوں میں رہتے ہوں چونکہ عام حالات میں انسان کے لئے خطرہ نہیں ہوتے اس لئے انہیں بلا وجہ مارنے یا شکار کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ خطرناک بن جائیں اور آدم خور بن کر انسانی آبادی پر حملہ کرنے لگیں یا کوئی درندہ آبادی کے اندر چلا آئے تو اس کی ایذاء سے بچنے کی خاطر اس کا قتل کرنا حدیث کی روشنی میں جائز ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک ۔ اسلام کی روشنی میں

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی•

اللہ تعالی نے انسان کے فائدے کے لئے طرح طرح کے پھل، پھول، درخت، جنگلات اور چرند وپرند پیدا کئے ہیں، جن سے ہر دور میں انسان اپنی غذائی اور دوسری ضروریات پوری کرتا رہا ہے، لیکن دور جدید میں سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ نے اخلاقی قدروں کو پامال کرکے انسان کو خود غرض اور پیسوں کا غلام بنادیا ہے، وہ محض اپنے ذاتی فائدے کے لئے جنگلات کو کاٹ کر اور جنگلی جانوروں کا شکار کرکے ماحولیات کو غیر معمولی نقصان پہنچا رہا ہے، نیز اپنی تفریح، کھیل اور دل لگی کے لئے جانوروں کو ستانے اور مارنے کے نت نئے طریقے اپنا رہا ہے۔

اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ اسلام نے حیوانات اور چرند وپرند کے ساتھ بھی رحم دلی، حسن سلوک اور ان کی غذائی ضرورت کو پورا کرنے کی ترغیب دی ہے، اس پس منظر میں آج ضرورت ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جانوروں کے حقوق متعین کئے جائیں، تاکہ دور جدید کے انسان کو اسلام کے پیغام رحمت کا اندازہ ہوسکے، اور وہ جانوروں پر ظلم واستحصال سے باز رہنے کی کوشش کریں۔

۱۔ چارہ خور جانوروں کے لئے لحمی غذا:

چارہ خور جانور کے لئے ایسی غذائیں تیار کرنا جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوں، تاکہ وہ تیزی سے بڑھیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے، خلاف فطرت ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''فطرة الله التی فطر الناس علیہا'' (الروم: ۳۰) (اللہ کی فطرت پر قائم رہو، جس فطرت پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا)۔

جانوروں کو غیر فطری غذا کھلا کر بڑا کرنا ان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہے، ایسے غیر صحت مند جانور کا گوشت کھانے سے انسانی صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے، اس لئے ایسا کرنا صارفین کے حقوق کی بھی خلاف ورزی ہے، اور یہ بے لگام اور بے رحم سرمایہ داری کی ایک مثال ہے۔

۲۔ جانوروں کو انجکشن لگانا:

جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے اور چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ

• صدر شعبہ اردو گورنمنٹ ڈگری اینڈ پی جی کالج، سیدی پیٹ، ریاست تلنگانہ۔

کی خاطر انھیں انجکشن لگانا جائز نہیں ہے، اس سے جانور کی حیات کم ہوجاتی ہے، زہریلے انجکشن کا اثر جانور کے دودھ اور گوشت پر بھی پڑتا ہے، یہ صارفین کے ساتھ دھوکا ہے، ارشاد نبوی ہے:''من غش فلیس منی'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۴ کتاب الایمان) (جو دھوکا دے وہ مجھ سے نہیں ہے)۔

۳۔ حلال وحرام جانور کا اختلاط:

حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اختلاط کرانا جائز نہیں ہوگا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلبسوا الحق بالباطل'' (البقرہ: ۴۲) (اور حس کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ)۔

حلال وحرام جانور کے اختلاط سے پیدا ہونےو الے بچہ کو حرام کے درجہ میں رکھا جائے گا، جیسا کہ فقہ کا متفقہ قاعدہ ہے: ''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱۰۹) (جب حلال اور حرام جمع ہوجائیں تو حرام کو غلبہ حاصل ہوگا)۔

اور ایسے بچے کا کھانا جائز نہیں ہوگا، ''ولا یحل ما یولد من مأکول وغیر مأکول'' (المجموع شرح المہذب۲۷،۹) (حلال وحرام جانور کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہو، اس کو کھانا حلال نہیں ہوگا)۔

۴۔ جانوروں کو پنجرے میں رکھنا:

زینت کے طور پر جانور اور پرندہ کو پنجرہ میں رکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ جانوروں کو آزاد اور فطری ماحول سے دور رکھ کر تکلیف دینے کا ذریعہ ہے، حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے:

''عن ابن مسعودؓ قال: کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر، فانطلق لحاجتہ، فرأینا حمرۃ معہا فرخان، فأخذنا فرخیہا، فجاءت الحمرۃ فجعلت تعرش، فجاء النبی ﷺ فقال: ''من فجع ہذہ بولدہا؟ ردّوا ولدہا إلیہا'' (ابوداؤد۷۱۴،۲ کتاب الادب، باب فی قتل الذر، حدیث نمبر: ۲۶۷۵)۔

(سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، آپ ﷺ اپنی ضرورت سے گئے ہوئے تھے، ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا، جس کے دو چوزے تھے، ہم نے دونوں چوزوں کو پکڑ لیا، تو ان کی ماں پر مارنے لگی، اتنے ہی میں آپ ﷺ تشریف لے آئے، اور فرمایا: کس نے اس پرندہ کو اس کے بچے کو چھین کرستایا ہے؟ اس کو اس کے بچے لوٹا دو)۔

۵۔ خطرناک جانوروں کو پنجرہ میں قید کرنا:

کچھ لوگ محض شوق وجذبات کی تسکین کے لئے خطرناک اور موذی جانوروں کو پنجروں میں قید کرکے رکھتے ہیں، جیسے: شیر، سانپ، خونخوار کتے اور ریچھ وغیرہ، اگر یہ جانور ذرا سی غفلت سے باہر نکل گئے تو انسانی اور حیوانی جانوں کو نقصان پہنچا

سکتے ہیں، اس لئے انسانی جان کی حفاظت کے پیش نظر خطرناک جانوروں کو گھر میں قید کرکے رکھنا جائز نہیں ہوگا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ‘‘ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ’’ (البقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

نیز جنگلی جانوروں کا شکار کرنا اپنے ملک میں ممنوع ہے، اور اس طرح بلا ضرورت محض شوق کی تسکین کے لئے جانوروں کا شکار کرنے سے ماحولیاتی عدم توازن پیدا ہورہا ہے۔

۶۔ جانوروں پر طبی تجربات:

دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے جانوروں کو استعمال کیا جاتا ہے، اس کے لئے پہلے اس کے جسم میں ایسی دوائیں داخل کی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوجائیں، پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے، طبی تحقیق کے لئے اس طرح کے تجربات جائز ہونگے؛ کیوں کہ ان کا مقصد انسانوں کی مختلف بیماریوں سے حفاظت اور ان کا علا ج ہے، انسانوں کے بجائے جانورں پر تجربہ کرنا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے جانوروں کو انسان ہی کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون’’ (النحل: ۵) (اس نے چوپائے پیدا کئے، جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس اور دوسرے منافع ہیں، اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں)۔

۷۔ جانوروں کا عضو نکالنا:

دواؤں کے لئے جانوروں کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا طبی تحقیق کے لئے آپریشن کرکے جانور کے جسم کے اندر کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو، جائز ہوگا، انسانی صحت کے لئے طبی تحقیق ایک ضرورت ہے، اور ضرورت کے تحت جانوروں کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعا منہ’’ (الجاثیہ: ۱۳) (اور جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب کو (اپنے حکم سے) تمہارے کام میں لگادیا)۔

۸۔ جانوروں کے شکار پر پابندی:

اللہ تعالی نے انسان کے علاوہ بے شمار چرند وپرند پیدا کئے ہیں، جو ماحول کا تحفظ کرتے ہیں، اور انسان کے لئے نقصان دہ چیزوں کو ہضم کرکے انسان کو نقصان سے بچاتے ہیں اور صاف ستھرا ماحول فراہم کرتے ہیں، درخت اور جنگلات کے کاٹنے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کی وجہ سے ماحولیاتی عدم توازن پیدا ہورہا ہے، اس لئے حکومت کی طرف سے جنگلی جانوروں کا شکار کرنے پر پابندی لگادی گئی ہے، تو اس

کی رعایت کرنی چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''علی المرأ المسلم السمع والطاعۃ فیما أحب وکرہ، إلا أن یؤمر بمعصیۃ، فإذا أمربمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ'' (بخاری ومسلم)۔

(مسلمان آدمی پر سننا اور فرماں برداری کرنا واجب ہے، پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں باتوں میں، مگر یہ کہ گناہ کا حکم دیا جائے، تو جب گناہ کا حکم دیا جائے تو سمع وطاعت واجب نہیں ہے)۔

اسی طرح بعض جانوروں کو ملک یا ریاست کی حکومت قومی یا ریاستی جانور قرار دیتی ہے، اور اس کاشکار اور ذبح کرنے کو ممنوع قرار دیتی ہے، قانون شکنی اور سزا سے بچنے کے لئے قومی یا ریاستی جانور کے ذبح اور شکار سے بچنا چاہئے۔

۹۔ بڑےجانور کا ذبح وقربانی:

ہندوستان کی بعض ریاستوں میں گائے ذبح کرنا ممنوع ہے، مسلمانوں کو اس سلسلہ میں قانون شکنی تو نہیں کرنی چاہئے، البتہ سیاسی اور قانونی اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے اس قانون کو ختم کرانے کی کوشش کرنی چاہئے؛ کیوں کہ بڑے گوشت کا استعمال انسان کی غذائی عادت میں شامل ہے، اور مسلمانوں کے علاوہ دیگر برادران وطن کو ملا کر تقریباً ملک کی نصف سے زائد آبادی اس کا استعمال کرتی ہے، حکومت کو کسی کی غذائی عادت میں دخل اندازی کا حق نہیں ہے، نیز اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کی کتابوں میں بھی گائے اور بھینس وغیرہ بڑے جانوروں کی قربانی کا ثبوت موجود ہے، ہندوستان جیسے جمہوری اور سیکولر ملک میں گاؤ کشی پر امتناع کا مطالبہ شرانگیزی اور تمام اہل ہند کے دلوں میں گائے کا تقدس بٹھانے کی ناپاک خواہش ہے، جسے ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''ولئن اتبعت أہواءہم من بعد ما جاءک من العلم إنک إذاً لمن الظالمین'' (بقرہ: ۱۴۵)۔

(اور اگر آپ باوجودیکہ آپ کے پاس علم آچکا، پھر ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں، تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہوجائینگے)۔

البتہ اگر کسی ریاست میں بڑے جانور کی قربانی کی اجازت ہو، لیکن کسی خاص مقام پر فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہونے اور فساد کا اندیشہ ہو، تو بڑے جانور کی قربانی سے گریز کرنا مناسب ہوگا، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے:

''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (مفاسد کو دور کرنا منافع حاصل کرنے سے بہتر ہے)۔

۱۰۔ مہمان پرندہ کا شکار:

پرندوں کی کوئی سرحد نہیں ہوتی، وہ آزادانہ طور پر موسمی حالات کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہیں، جیسے: سائبریا جیسے سرد علاقہ سے پرندے

ہمارے ملک آتے ہیں، حکومت ان کو ‘‘مہمان پرندہ ’’ قرار دیتی ہے، حکومت کے مہمان پرندہ قرار دینے سے وہ سرکاری مہمان نہیں ہوجاتے کہ سرکاری مہمان کی طرح ان کی توقیر ضروری ہو، ان کا حکم بھی عام پرندوں جیسا ہوگا۔

۱۱۔ جانوروں کو مارنا:

بعض دفعہ وبائی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانہ پر جانوروں کو مارنے کی ضرورت پیش آتی ہے، خاص طور پر پولٹری کی مرغیوں کے مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں، ان کو مارنے کے لئے کبھی گڑھوں میں زندہ دفن کردیا جاتا ہے، کبھی زندہ جلا دیا جاتا ہے، کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیا جاتا ہے، جو غیر انسانی اور ظالمانہ طریقہ ہے، بہتر طریقہ یہ ہےکہ انہیں ہاتھ سے یا مشین سے ذبح کرنے کے بعد زمین میں دفن کردیا جائے۔

سیدنا ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے:

‘‘ورأی قریۃ نمل قد حرّقناہا، فقال: من حرّق ہذہ؟ قلنا: نحن، قال: إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار’’ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۶۷۵، مستدرک حاکم ۲۳۹،۴)۔

(آنحضورﷺ نے چونٹیوں کا ایک غول دیکھا جس کو ہم نے جلا ڈالا تھا، آپﷺ نے پوچھا: کس نے ان کو جلایا؟ ہم نے کہا: ہم لوگوں نے جلایا ہے، فرمایا: آگ کے مالک کے سوا کسی دوسرے کو آگ کا عذاب دینا مناسب نہیں ہے)۔

اللہ کے رسولﷺ نے جانوروں کو مہذب طریقہ سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، اور ان کو تڑپا تڑپا کر مارنے اور کند چھری سے ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے:

‘‘إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ، وإذا ذبحتہم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرتہ، ولیرح ذبیحتہ’’ (ابوداؤد۳۸۹،۲، کتاب الضحایا، باب فی الرفق بالذبیحہ)۔

(اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو، اپنی چھری تیز کرلو، اور اپنے جانور کو آرام پہنچاؤ)۔

۱۲۔ انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارنا:

اللہ تعالی نے جانوروں کو انسان کے فائدے کےلئے پیدا کیا ہے، حلال جانور تو غذا کے کام آتے ہیں اور ان کے تمام اجزاء قابل استعمال ہوتے ہیں، اسی طرح دوسرے جانوروں کو ذبح یا شکار کرکے ان کے اجزاء دواؤں اور دوسری اشیاء کی تیاری کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تأکلون، وعلیہا وعلی الفلک تحملون’’ (المومنون: ۲۱-۲۲)۔

(تمہارے لئے چوپایوں میں بڑی عبرت ہے، ان کے پیٹ میں سے ہم تمھیں پلاتے

ہیں، اور بھی بہت سے منافع تمہارے لئے ان میں ہیں، ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو، اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو)۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

''واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتاً تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم إقامتکم ومن أصوافہا وأوبارہا وأشعارہا أثاثاً ومتاعاً إلی حین'' (النحل: ۸۰)۔

(اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنا دی ہے، اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں، جنھیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو، اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن، اور ان کی اون، روؤں اور بالوں سے بھی اس نے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنائیں)۔

۱۳۔ نقصان دہ جانور کاحکم:

جو جانور انسان کے لئے نقصان دہ ہوں، اگر وہ انسانی آبادی میں آجائیں، یا انسان سے قریب آکر ان کو نقصان پہنچانا چاہیں تو ان کو مارنا جائز ہوگا، البتہ جب ان سے کوئی خطرہ نہ ہو تو بلا وجہ ان کو مارنا جائز نہیں ہوگا، حدیث میں پانچ تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے:

''خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم:الفارۃ والعقرب والغراب والحدأۃ والکلب العقور'' (مسلم۱،۳۸۱ ، کتاب الحج، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ)۔

(پانچ فاسقوں کو سرزمین حرم اور اس سے باہر قتل کیا جائے: چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کاٹنے والا کتا)۔

۱۴۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

اللہ تبارک وتعالی نے اپنے پیارے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے:

''وما أرسلناک إلا رحمۃ للعالمین'' (الانبیاء: ۱۰۷)۔

(اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو سارے جہان والوں کے لئے پیکر رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

آپ ﷺ نے انسانوں کے ساتھ اللہ کی تمام مخلوقات کے ساتھ رحم دلی، ہمدردی اور حسن سلوک کا معاملہ فرمایا اور اس کی ترغیب وتاکید فرمائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ''اتقوا اللہ فی البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ، وکلوہا صالحۃ'' (ابوداؤد۱،۳۴۵، کتاب الجہاد، باب ما یومر من القیام علی الدواب والبہائم)۔

(بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر بھلے طریقہ سے سواری کرو، اور بھلے طریقہ سے انھیں کھاؤ)۔

۲۔ ‘‘إن الله كتب الإحسان على كل شئ، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته، وليرح ذبيحته’’ (ابوداؤد۲،۳۸۹)۔

(اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو، اپنی چھری تیز کرلو اور اپنے جانور کوآرام پہنچاؤ)۔

۳۔ ‘‘إذا سافرتم فى الخصب فأعطوا الإبل حظها من الأرض، وإذا سافرتم فى السنة فبادروا بها نقيها، وإذا عرّستم بالليل فاجتنبوا الطريق، فإنها طرق الدواب وماوى الهوام بالليل’’ (مسلم۲،۱۴۴ کتاب الاماره، باب مراعاة الدواب فى السير، حديث نمبر: ۱۹۲۶)۔

(جب تم ہریالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین میں چرنے کا حق دو،اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو تیز سواری بھگاؤ، اور اس کو جلد پانی کی جگہ پہنچاؤ، جب تم رات میں کہیں قیام کرو تو راستہ سے ہٹ کر ٹھہرو، کیوں کہ یہ رات ہی جانوروں کی گزرگاہ اور حشرات الارض کا ٹھکانہ ہے)۔

آنحضورﷺ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بازی کرنے ، ان کا چہرہ داغنے اور ان سے جنسی ہوس پوری کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے (بخاری۲،۸۲۹، مسلم ۲،۲۰۲، مستدرک حاکم ۴،۳۵۶، مجمع الزوائد۶،۲۷۲)۔ آپﷺ نے جانوروں کے چہروں پر مارنے اور ان کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے (مسند احمد: ۱۷۱۸۰، نسائی ۲،۲۰۹)، آپ ﷺ نے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر اور کرسی بنانے سے بھی منع فرمایا ہے (ابوداؤد ۲،۶۹۶)، اور اونٹنی پر لعنت کرنے کو ناپسند فرمایا ہے (مسلم۲،۳۳۳)، نیز آپﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی التحریش بین البہائم)۔

آنحضورﷺ کا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ آپﷺ جانوروں کی پیاس کا خیال رکھتے، اور دوران وضو بلی کو اپنے برتن سے پانی پلاتے، پھر اسی بچے ہوئے پانی سے وضو فرمالیتے، جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے:

‘‘عن عائشةؓ أن رسول اللهﷺ كان يصغى الإناء للهر ويتوضأ بفضله’’ (شرح معانی الآثار للطحاوی۱،۱۱ کتاب الطہارة، باب سور الہرة)۔

(سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ بلی کے لئے برتن جھکادیتے اور اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرمالیتے)۔

بخاری کی حدیث کے مطابق ایک عورت محض ایک بلی کو بھوکا پیاسا رکھ کر مارنے کی وجہ سے جہنم کی مستحق ہوگئی (بخاری۱،۴۹۵ کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل) اور ایک بدکار عورت پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے جنت کی مستحق قرار دی گئی (بخاری۱،۴۹۳)۔

اسلام سے پہلے لوگ جانوروں کے حسن سلوک کو نیکی اور ثواب کا کام نہیں سمجھتے تھے، اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپﷺ نے یہ بات ذہن میں بٹھائی کہ حیوانات کے ساتھ حسن سلوک بھی رضائے الٰہی اور آخرت میں اجر کا باعث ہے (بخاری۱،۳۱۸ کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء)۔

مذکورہ احادیث کی بنا پر تمام ائمہ نے جانوروں کا نفقہ ان کے مالک پر واجب قرار دیا ہے (المغنی ۸،۲۰۵)، یہاں تک کہ شرح مہذب میں جانور کے علاج کو بھی ضروری قرار دیاگیا ہے (شرح المہذب۱۸،۳۱۹)۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جانور کا دودھ بھی اسی قدر دوہا جائے کہ اس کا بچہ بھوکا نہ رہ جائے (مہذب مع الشرح۱۸،۳۱۸)۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ جانور سے اس کے حسب استطاعت اور منشا تخلیق کے مطابق کام لینا چاہئے، صاحب مہذب کا بیان ہے کہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ رکھنا جائز نہیں ہے، ''ولا یجوز أن یعمل علیہا ما لا تطیق'' (مہذب مع الشرح۱۸،۳۱۸، المغنی۸،۲۰۸) جیسا کہ بخاری میں ایک گائے کا واقعہ بیان کیاگیا ہے:

''عن أبی ہریرۃ عن النبیﷺ قال:بینما رجل راکب علی بقرۃ التفتت إلیہ، فقالت:لم أخلق لہذا، خلقت للحراثۃ'' (بخاری ۱،۳۱۲، ابواب الحرث والمزارعۃ، باب استعمال البقر للحراثۃ)۔

(سیدنا ابوہریرہؓ نے نبیﷺ کا بیان نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی ایک گائے پر سوار تھا، گائے نے اس کی طرف رخ کرکے کہا: میں اس لئے پیدا نہیں کی گئی، مجھے کھیتی کے لئے پیدا کیاگیا ہے)۔

اللہ تعالی ہمیں اور تمام انسانوں کو اللہ کی تمام مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور بہتر سلوک کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کو ستانے اور ان پر ظلم کرنے سے باز رکھے، آمین۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا محمد فاروق قاسمی•

(١) مخلوط غذائیں کھلانا:

چارہ خور جانوروں کی فطری غذا اگرچہ چارہ ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:''متاعا لکم ولأنعامکم'' اس کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''لأن إنبات ہذہ الأشیاء إمتاع لجمیع الحیوانات'' (تفسیر قرطبی١٠،١٩٤)۔ لیکن اس کے باوجود ان جانوروں کی خوراک چارے ہی میں منحصر نہیں، بلکہ ہر پاکیزہ زود اثر اور صالح اثرات مرتب کرنے والی غذاؤں کا استعمال بھی جائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم''، آیت پاک میں حکم اگرچہ مؤمنین کو ہے، مگر ان کے ضمن میں حلال وپاکیزہ غذاؤں کا جواز جانوروں کے لئے بدرجہ اولی حاصل ہے لہذا چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کرنا جن میں لحمی اجزاء شامل ہوں حسب ذیل تفصیلات کے مطابق قابل عمل ہونگی:

١۔ ایسی غذائیں جو پاکیزہ اور اجزاء لحمیہ کی آمیزش سے تیار کی گئی ہو، تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

٢۔ مردار جانوروں کے اجزاء لحمیہ کی آمیزش ہو، تو اس میں دیکھا جائے گا کہ ایسے لحمی اجزاء کا تناسب کیا ہے؟ اگر ایسے لحمی اجزاء غالب اور دوسرے پاک اجزاء مغلوب ہوں،تو ایسی غذا کا استعمال کرانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں پوری غذا مردار کے حکم میں ہوگی، جیسا کہ موقوف روایت میں ہے: ''ما اجتمع الحلال والحرام إلا غلب الحرام علی الحلال'' ۔

''وفی الہندیہ:ولا یجوز قبول ہدیۃ أمراء الجور، لأن الغالب فی مالہم حرام، إلا إذا علم أن أکثر مالہ حلال'' (فتاوی ہندیہ ٥،٣٩٥)۔

''وفی الہندیۃ: ولیس لہ أن یطعمہ خنزیرہ أو شیئاً من المیتۃ'' (فتاوی ہندیہ٥،٤١٦)۔

البتہ اگر ایسی غذا استعمال کرائی گئی او راس کے اثرات مثلاً بو وغیرہ گوشت پر مرتب ہوچکے تو بدبو زائل ہونے تک حلال غذا دینا ضروری ہوگا، اس سے قبل ذبح کرنے سے جانور حلال نہ ہوگا، اور اگر بدبو وغیرہ گوشت پر مرتب نہ ہو تو اس کا گوشت کھانا

• جامعہ دار الاحسان بارڈولی سورت، گجرات۔

حلال ہوگا، تاہم اس صورت میں بھی مرغی کو تین دنوں تک حلال غذا دینے کے بعد ذبح کرنا چاہئے، جیسا کہ درمختار اورشامی میں ہے:

''ولو أكل النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت، لأن لحمه لا يتغير وما غذى به يصير مستهلكاً لا يبقى له أثر، وما روى أن الدجاجة تحبس ثلاثة أيام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه'' (شامی۹؍۴۹۲)۔

۳۔ اور اگر مردار جانور کے لحمی اجزاء مغلوب اور دوسرے پاک اجزاء غالب ہوں تو اس طرح کی غذا جانوروں کو کھلانا جائز ہوگا، اور جانور بھی حلال ہوگا (فتاوی ہندیہ ۵؍۳۹۵)۔

(۲) زیادتی دودھ کے لئے انجکشن دینا:

زیادتی دودھ کی تحصیل یا اضافۂ گوشت کے لئے انجکشن دینا جائز ہے، اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کی تحصیل جانوروں سے مقصود ہوتی ہیں، اور باضابطہ اسی مقصد کے لئے جانوروں کی پرورش کی جاتی ہے، لہذا جس طریقۂ جائز ومشروع سے یہ مقاصد حاصل ہوں اُسے اختیار کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ نر جانوروں کے گوشت کی عمدگی اور فربہی کےلئے ان کا خصی کرنابالاتفاق جائز ہے اور روایت سے ثابت ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

''وجاز خصاء البهائم وقيدوه بالمنفعة وهي إرادة سمنها'' (شامی۹؍۵۵۷)۔

''وفي الهداية: وفي شاة اللحم لا بد من الحس لأن المقصود هو اللحم يعرف به'' (ہدایہ۳؍۳۷)۔

''وفي المرقاة: وإن أردتم أن تتركوها للأكل فتعدوها لتكون سمينة صالحة للأكل'' (مرقاۃ ۶؍۵۳۴)۔

(۴) جانوروں کو پنجرے میں رکھنا:

غیر موذی جانوروں یا مختلف النوع پرندوں کو لہو ولعب کے ارادہ سے نہیں بلکہ زینت وخوش طبعی اور انس وتعلق کے لئے پنجرے اور جالیوں میں مقید کرلیا جائے تو از روئے شرع جائز ہے، البتہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پنجرہ یا جالی جیل خانہ کی طرح تنگ نہ ہو کہ محلِ عذاب بن جائے، بلکہ اس قدر وسیع وعریض ہوکہ جانور اس میں آزادانہ طور سے چل پھر سکے، اور اس کے چارہ اور کھانے پینے کا مکمل انتظام ہو۔ او رایسے جانوروں کو مقید کرنے کے سلسلہ میں جہاں کہیں بھی کراہت کا جزئیہ منقول ہے اس سے اسی طرح کی تنگ جگہ محبوس کرنا مراد ہے، کہ جہاں آزادی کے ساتھ چل پھر نہ سکتے ہوں اور اس میں کچھ اڑنے کی گنجائش ہو ورنہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

''لا بأس بحبس الطيور والدجاج في بيته ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها في السكك،

وفی القنیۃ: حبس بلبلاً فی القفص وعلفہا لا یجوز، قلت:ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص لأنہ سجن وتعذیب دون غیرہ'' (شامی۹،۵۷۵)۔

''یکرہ إمساک الحمامات ولو فی برجہا إن کان یضر بالناس، وأما للاستئناس فمباح'' (شامی۹،۵۷۵)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۵) خطرناک جانوروں کو قید کرنا:

خطرناک جانوروں کو کسی مشروع مصلحت ومنفعت کے بغیر قید کرنامناسب نہیں؛ البتہ اس کے قید کرنے میں کوئی مصلحت پیش نظر ہو تو محبوس کرنا جائز ہے، جیسے کہ شیر چیتا وغیرہ سے، چور اور دشمن سے حفاظت مقصود ہو جیسے کہ کتے کے قید کرنے سے مقصود ہوتا ہے، یا اس کی تعلیم دے کر اس سے شکار کرنا مقصود ہو تو ان صورتوں میں ان جانوروں کو روکنا اور قید کرنا جائز ہوگا، بشرطیکہ ان کے کھانے پینے اور چارے کا مکمل انتظام ہو، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

''لا ینبغی أن یتخذ کلباً إلا أن یخاف من اللصوص أو غیرہم، وکذا الأسد والفہد والضبع وجمیع السباع، وہذا قیاس قول أبی یوسف'' (ہندیہ۵،۴۱۶)۔

''وصح بیع الکلب والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر أنواعہا'' (درمختار مع الشامی ۷،۴۷۸)۔

''وصح فی البدائع عدم الجواز لأنہ لا یشتری للانتفاع بجلدہ عادۃ بل للتلہی بہ وہو حرام'' (شامی۷،۴۷۹)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۶، ۷) جانوروں پر طبی تجربہ کرنا:

اللہ جل شانہ نے عام جانوروں کو انسانی منفعت کے لئے پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

''والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (نحل: ۸)۔

''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (بقرہ: ۲۹)۔

اور اللہ جل شانہ نے آیت پاک میں منفعت کی کوئی خاص نوع متعین نہیں فرمائی، بلکہ اعظم مقاصد کا بطور تمثیل کےذکر فرمادیا ہے، لہذا اس ترقی پذیر دنیا میں نفع حاصل کرنے کے جتنے مشروع طریقے ہوسکتے ہیں، اصول شرع کی رعایت کے ساتھ وہ تمام منافع حاصل کئے جاسکتے ہیں، خواہ ان کے چمڑے سے منفعت کا حصول ہو یا ہڈی بال وغیرہ سے، اور خواہ تعلیم ودیگر شکار حاصل کرنے کے ذریعہ ہو، یا دواؤں کی نافعیت وضاریت کی تحقیق کے تجربہ کے لئے ہو، اور خواہ عمل جراحی کے تجربہ کے لئے ہو یا اس کے کسی عضو سے نفع حاصل کرنے کے ذریعہ ہو، بہرصورت یہ تمام نفع اٹھانے کی اجازت ہوگی، اور اس ضمن میں جانوروں کو ہونے والی تکلیف قابل تحمل ہوگی۔

جیسے کہ انسانی گوشت کی فربہی وعمدگی کے لئے ماکول اللحم جانور کی خصی

کرتے ہیں، حالانکہ اس میں جانوروں کو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود مصلحت مذکورہ کی تحصیل کے لئے وہ تکلیف قابل تحمل ہے، لہذا تعلیمی تجربہ کے لئے عمل جراحی کرنے اور دواؤں کے استعمال سے تجربہ حاصل کرنے کی اجازت ہوگی، صرف شرط یہ ہوگی کہ مذکور مقاصد کی تحصیل پیش نظر ہو، جانوروں کو تعذیب وتالیم دینا مقصود نہ ہو۔

''وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ، مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد'' (درمختار ۹،۴۲۷)۔

''جاز خصاء البہائم، وقیدوہ جواز البہائم بالمنفعۃ وہی إرادۃ سمنہا ومنعہا عن العض'' (درمختار مع الشامی ۹،۵۵۷)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۳) خاص مصلحت کے لئے حرام جانوروں کا اختلاط:

خلاف جنس جانوروں کا اختلاط کرکے بچے کی تحصیل کرنا اگرچہ خاص منفعت ومصلحت کے لئے ثابت ہے جیسا کہ خچر کی سواری آپ ﷺ سے متعدد روایتوں میں موجود ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ خلاف جنس کا اختلاط ہوا ہو، تاہم اس طرح کا عمل وہیں درست ہوگا جہاں اختلاط کئے جانے والے جانور سے انتفاع کی شرعاً اجازت بھی ہو، اور جہاں کسی جانور کے نجس العین ہونے کی وجہ سے اضطراری حالت کے بغیر انتفاع کی اجازت نہ ہو وہاں اس جانور سے بلا اضطراری حالت کے اختلاط کی بھی اجازت نہ ہوگی، اس لئے کہ اختلاط کے ذریعہ بچہ کی تحصیل کرنا بھی اس جانور سے انتفاع کرنا ہے اور ایسے جانور سے یہ ناجائز وممنوع ہے، لہذا خنزیر کا اختلاط کرنا اور اس سے بچہ حاصل کرنا عام حالات میں جائز نہ ہوگا، خواہ اس کے اختلاط سے دودھ کی مقدار کیوں نہ بڑھ جاتی ہو، اس لئے کہ نجس العین ہونے کی وجہ سے اس سے حالت اضطراری کے بغیر انتفاع جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہندیہ میں ہے:

''جُوّز التداوی بعظم ما سوی الخنزیر والآدمی من الحیوانات مطلقاً من غیر فصل، وفی مکان آخر، ولا ینتفع من الخنزیر بجلدہ ولا غیرہ'' (ہندیہ ۵،۴۰۹)۔

البتہ خنزیر کے علاوہ وہ تمام جانور جو نجس العین نہ ہوں اور ان کے اختلاط سے کوئی مشروع منفعت کا ترتب ہوتا ہو تو اس کے اختلاط کی اجازت ہوگی، جیسا کہ خچر کے سلسلہ میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

''ولا بأس بإنزاء الحمیر علی الخیل، لأن النبی ﷺ رکب البغلۃ فلو کان ہذا الفعل حراماً لما رکبہا لما فیہ من فتح بابہ'' (ہدایہ ۴،۴۷۴ متفرقات)۔

یہ تو جانوروں کے باہم اختلاط کا حکم ہوا، لیکن اگر کسی نے شرعاً مذموم ہونے کے باوجود یہ حرکت کرلی اور خنزیر سے کسی حلال جانور کا اختلاط کرادیا تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوگا، اور اس کے گوشت ودودھ میں اس کی ماں کی طرح

حلال ہونے کا حکم جاری ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ ہماری کتب فقہیہ میں اس مسئلہ میں غالب مشابہت وعدم مشابہت کے اعتبار سے تفصیلات بھی موجود ہیں کہ ایسے اختلاط سے پیدا ہونے والا بچہ ماں سے زائد مشابہ ہو تو اس وقت ماں کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں ہوگا، لیکن علامہ علاء الدین حصکفی اور علامہ شامی نے بحث کے بعد یہ تصریح کی ہے کہ مشابہت کا اعتبار نہیں، بلکہ مطلقاً بچہ ماں کے تابع ہوگا، دیکھئے علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

''ولا عبرة بغلبة الشبہ، لتصریحہم بحل أکل ذئب ولدتہ شاة اعتباراً للأم، لأنہا الأصل فی الولد لانفصالہ منہا، وہو حیوان متقوم، ولا ینفصل من الأب إلا ماء مہینا، ولہذا یتبعہا فی الرق والحریة۔

وقال الشامی: فیہ رد علی ما قالہ مسکین من أن التبعیة للأم محلہا ما إذا لم یغلب شبہہ بالأب''(درمختار مع الشامی۱،۳۴۳)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۸) قومی جانوروں کا شکار کرنا:

ایسے شکاری جانور جو فطری اور طبعی طور سے انسانوں سے متوحش رہتے ہیں اور قریب نہیں ہوتے، ایسے جانوروں کو شکار کرنا شریعت اسلامی میں نہ تو ضروری ہے، اور نہ شعائر اسلام میں سے ہے، بلکہ درجہ جواز میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''وإذا حللتم فاصطادوا''، اس کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں:''أمر إباحة بإجماع الناس'' (تفسیر قرطبی ۶،۴۳)، تو جب ایسے جانوروں کا شکار از روئے شرع ضروری نہیں ، بلکہ حد جواز میں ہے اور صرف اس کے جواز کا عقیدہ رکھنا کافی ہے، تو اب اگر ایسے جانوروں کے شکار کرنے پر حکومت کی جانب سے پابندی عائد ہو اور شکار کرنے پر سزا وعقوبت کی تنفیذ بھی ہو، تو ایسے جانوروں کے شکار کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ حکومت کے قانون کی پاسداری کرنے میں کسی حکم شرعی کا ترک کرنا یا شعائر اسلام کا چھوڑ دینا لازم نہیں آتا، اور حکومت کا ہر ایسا قانون جو کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہواس کی پاسداری حکومت سے عہد وپیمان کی وجہ سے ضروری ہے، اور اس کے خلاف کرنے میں جان ومال اور عزت نفس کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو ممنوع ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکة''، البتہ شکار کرنے پر اس طرح کی پابندی لگانے سے وہ شکار جس کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا حلال تھا وہ حرام نہ ہوگا، اور اگر کوئی ایسا شکار پکڑ لے اور ذبح کرلے تو اس کا کھانا حسب سابق جائز ہوگا، اس لئے کہ جس چیز کو اللہ جل شانہ نے حلال قرار دیا ہے وہ کسی انسانی پابندی سے حرام نہیں ہوسکتی، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

''کان أہل الجاہلیة یأکلون أشیاء،و یترکون أشیاء تقذراً فبعث اللہ نبیہ وأنزل الکتاب، وأحل حلالہ وحرم حرامہ، فما أحل فہو حلال وما حرم فہو حرام'' (مشکوة شریف،۳۶۲)، فقط

واللہ تعالی اعلم۔

(۹) ذبح بقر اسلامی شعار ہے:

اگر کسی مقام پر کوئی خاص گروہ کسی مخصوص جانور کو معبود ومقدس جانتا ہو جیسے کہ ہنود گائے کو مقدس جانتے ہیں، تو ایسے مقام پر ایسے جانوروں کو ذبح کرنا درست ہوگا کہ نہیں؟ جبکہ اس جانور کو ذبح کرنے سے خاص گروہ کی دل آزاری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اگر وہ جانور ایسا ہو جس کا ذبح کرنا اسلامی شعائر میں سے نہ ہو تو اس سے عملاً بچنا اور خاص گروہ کی دل آزاری کا خیال رکھنا مناسب ہے، اس لئے کہ ایسے جانور کو حلال جانتے ہوئے ذبح کرنے سے اگر احتراز کیا جائے تو اس سے شریعت غرّاء کی مخالفت لازم نہیں آتی، اور نہ ترک شعار لازم آتا، لیکن اگر وہ جانور ایسا ہو جس کی قربانی کرنا اور گوشت خوری کے لئے ذبح کرنا اسلام کے شعائر میں سے ہو تو اس کو مخصوص گروہ کی دل آزاری یا قانون حکومت کی پاسداری کے لئے اجتماعی طور سے ترک کردینا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اس سے شعار اسلام کا ترک کرنا لازم آئے گا، اور گائے کی قربانی اور اس کو ذبح کرنا اسی قبیل سے ہے کہ وہ شعائر اسلام میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''والبدن جعلناہا لکم من شعائر اللہ''۔

حضرت امام عطاء نے ''البدن '' کی تفسیر میں ''البقر والبعیر '' فرمایا، اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ ، سعید بن مسیبؒ اور حضرت امام حسن بصریؒ سے منقول ہے (حاشیہ فتاوی محمودیہ پاکستان ۳۴۵،۱۷)۔

آیت مذکورہ بالا اور اس کی تفسیر میں روایت منقولہ سے ثابت ہوگیا کہ گائے کی قربانی شعائر اللہ میں سے ہے، اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ، فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ'' (بخاری شریف،۳۹۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا مثل اداء اسلامی نماز واستقبال اسلامی قبلہ کے شعائر اسلام سے ہے، ان میں سے کسی کو مدارات غیر مذہب کے لئے نہیں چھوڑ سکتے، اور ذمہ داری اللہ اور رسول کی ان تینوں امر کے ساتھ وابستہ ہے، اگرچہ وہ دونوں عملاً فرض ہیں اور اکل ذبیحہ فرض نہیں، مگر شعائر ہونے کی حیثیت سے سب متساوی ہیں، ''ولا منافاۃ بین کون الأمر متغائرین بوجہ، وبین کونہما متحدین بوجہ آخر'' (کذا فی امداد الفتاوی۵۷۹،۳)۔

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ گائے ذبح کرنا شعائر اسلام سے ہے، لہذا کسی خاص قوم کو دل آزاری سے بچانے اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے اجتماعی طور

سے اس شعار کو چھوڑ دینا جائز نہ ہوگا؛ البتہ جہاں اس پر عمل کرنا درست ہو وہاں تحفظ فراہم کئے بغیر اپنی جان ومال اور عزت نفس کو ہلاکت کے داؤ پر لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے، لیکن جہاں ذبح کرنا ممکن ہو وہاں اس سے بچنا جائز نہیں، بلکہ ایسے اسلامی ذبیحہ کو کھانے اور قربانی کرنے کے ذریعہ معمول بہ بنانا ضروری ہے؛ تاکہ اللہ تعالی کے شعائر باقی رہیں اور شان ایمان ظاہر ہو، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۱۰) آبی وصحرائی پرندوں کا شکار:

شکاری جانور خواہ جنگلات میں رہنے والے ہوں یا نہروں اور جھیلوں پر رہتے ہوں، خواہ چوپائے ہوں یا پرندے ہوں، خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم ہوں، بہرصورت مشروع منفعت ومصلحت کے لئے انہیں شکار کرنے کی از روئے شرع اجازت ہے، لیکن شریعت نے ان جانوروں کے شکار کرنے کو نہ تو ضروری قرار دیا ہے اور نہ شعائر اسلام سے قرار دیا ہے، اس لئے حکومت اگر ایسے جانوروں کے شکار سے منع کرتی ہے اور شکار کرنے والے کے ساتھ سزا وعقوبت کا معاملہ کرتی ہے تو اس سے احتراز ضروری ہے، اور مناسب نہیں ہے کہ اس طرح کے جانوروں کا شکار کرکے اپنی عزت وعصمت کو نیلام کرے، جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

(۱۱) وبائی متعدی امراض کے لئے جانوروں کو مارنا:

وبائی متعدی امراض کا باعث یا تو ایسے جانوروں کا کھانا ہو جس میں کوئی مرض پیدا ہوچکا ہو، یا نفس جانور کا مریض ہوجانا ہو، بہرصورت اول مرحلہ میں جانوروں کو ماردینا درست نہ ہوگا، بلکہ دوائیوں اور تدبیروں کے ذریعہ ازالہ مرض کرنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ اس طریقہ سے اگر بیماریوں سے حفاظت ہوسکتی ہے تو مار کر مال کا ضیاع کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اگر ایسے مریض جانوروں کے علاج کی کوئی صورت نہ ہو اور تحقیق سے یہی ظاہر ہو کہ انسانوں کے لئے اذیت رساں ہیں اور ان کو مار دینا ہی ضروری ہے، تو ایسڈ ڈال کر مارنا یا زندہ گڑھا میں دفن کرنا درست نہ ہوگا، بلکہ تیز چھری سے ذبح کرکے دفن کردیا جائے گا؛ کیونکہ ایسڈ ڈال کر مارنا یا زندہ دفن کرنا دونوں طریقے تعذیب کے ہیں، جس سے جانوروں کی حفاظت ضروری ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''إن الله تبارک وتعالی کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، والإحسان فیہا اختیار أسہل الطرق، وأقلہا إملالاً'' (مشکوۃ شریف: ۳۵۷)۔ ''وعن ابن عباسؓ قال:قال النبیﷺ: لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً، قال النووی تحتہ: ہذا النہی للتحریم، لأنہ تعذیب للحیوان وإتلاف لنفسہ وتضییع لمالیتہ'' (مشکوۃ شریف مع الحاشیہ: ۳۵۷)۔

وفی الشامیۃ: ''وقتل الموذی منہا ومن الدواب جائز'' (شامی ۵۷۹٫۹، زکریا)۔

وفی الہندیۃ: ''الہرۃ إذا کانت مؤذیۃ لا تضرب ولا تعرک أذنہا، بل تذبح بسکین حادّ''

(ہندیہ۵،۴۱۶)، (شامی ۹،۵۵۸)۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۱۲) مصالح انسانی کے لئے جانوروں کو مارنا:

اللہ تعالی نے جانوروں کو انسانی نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے، اور یہ نفع صرف اور صرف گوشت خوری میں منحصر نہیں، بلکہ اس کے علاوہ بھی نفع حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، جیسے ہڈی، سینگ، کھال، اور ہاتھی کے دانت وغیرہ کہ ان سے بہت سے امور میں نفع حاصل کیا جاتا ہے، لہذا ان مذکورہ انسانی مصالح کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے، اس لئے کہ شریعت میں ان اعضاء سے انتفاع کی اجازت ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے:''ولا بأس ببیع عظام المیتۃ وعصبہا وصوفہا وقرنہا وشعرہا ووبرہا والانتفاع بذلک کلہ، لأنہا طاہرۃ لا یحلہا الموت لعدم الحیاۃ'' (ہدایہ ۳،۵۵)۔

البتہ ان مصالح کے بغیر محض شوقیہ شکار کرنا اور خواہ مخواہ مارنا درست نہیں، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ من قتلہ، (عاتبہ وعذبہ علیہ) قیل: یا رسول اللہ! وما حقہا؟ قال: أن یذبحہا فیأکلہا، ولا یقطع رأسہا فیرمی بہا، قال الطیبی: قطع الرأس والرمی عبارۃ عن ضیاع حقہا'' (مشکوۃ شریف مع الحاشیہ: ۳۵۸) فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۱۳) موذی جانوروں کو مارنا:

وہ تمام جانور جن کے مارنے کا ذکر نص میں ہے ان کو مارنا جائز ہے، گو ان کی جانب سے ابتداءً اذیت نہ پہنچی ہو؛ البتہ نص میں ذکر کردہ جانوروں کے علاوہ جانور کی جانب سے ابتداءً اذیت رسانی ہو تو ان کو بھی مارا جائے گا، لیکن جن جانوروں کی طرف سے ابتداءً اذیت نہ پہنچے ان کو مارنا درست نہیں، ''عن عائشۃ عن النبی ﷺ قال:خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم: الحیۃ والغراب الأبقع، والکلب العقور، والفأرۃ، والحدیا'' متفق علیہ (مشکوۃ شریف: ۲۳۶۹)۔

وفی فتح الملہم: ''کل ما ابتدأ الإنسان بالأذی من الصید فمباح للمحرم قتلہ؛ لأن الأشیاء المذکورۃ من شأنہا أن تبتدی بالأذی فجعل حکمہا حکم حالہ فی الأغلب، وإن کانت لا تبتدئ فی حال، لأن الأحکام إنما تتعلق فی الأشیاء بالأعم الأکثر ولا حکم للشاذ النادر'' (فتح الملہم جدید ۵،۴۰۸)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(۱۴) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

شریعت اسلامی میں ہر ذی روح کے ساتھ رحم اور بلا ضرورت ہر طرح کی اذیت رسانی سے بچانے کا حکم ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں شریعت نے کچھ ایسے اصول کی رہنمائی فرمائی ہے جن کے تحت سیکڑوں جزئیات پائے جاتے ہیں، وہ چند اصول حسب ذیل ہیں:

الف: جانوروں کے چارے پانی کا مکمل انتظام کرنا، ''مرّ رسول اللہﷺ ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ (من شدة الجوع والعطش) فقال:اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ، فارکبوہا صالحۃ واترکوہا صالحۃ'' (مشکوۃ شریف،۲۹۲)۔

ب: کسی مصلحت انسانی کے بغیر ایلام وتکلیف سے احتراز کرنا، اور بلا ضرورت شکار کرنا، ''قال النبیﷺ:من قتل عصفوراً فما فوقہا بغیر حقہا سألہ اللہ من قتلہ، قیل:یا رسول اللہ! فما حقہا؟ قال:أن یذبحہا فیأکلہا، ولا یقطع رأسہا فیرمی بہا'' (مشکوۃ،۳۵۸)۔

ج:تنگ پنجرے یا تنگ جالیوں میں محبوس کرنے سے پرہیز کرنا، ''وفی الشامیۃ:ولعل الکراہۃ فی الحبس فی القفص لأنہ سجن وتعذیب، دون غیرہ'' (شامی۹،۵۷۵)۔

د: موذی جانوروں کو مارنے میں بھی استعجال واراحۃ کا طریقہ اختیار کرنا، ''الہرۃ إذا کانت موذیۃ لا تضرب، بل تذبح بسکین حادّ'' (ہندیہ۵،۴۱۶)۔

ہ: منفعت حاصل کرنے میں تکلیف ما لا یطاق سے بچنا، ''قال النبیﷺ:ارکبوہا صالحۃ (أی من غیر إتعابہا) واترکوہا صالحۃ (أی انزلوا عنہا قبل إتعابہا)''۔

ان کے علاوہ اور بھی احکام ہیں جو بغور نکالے جاسکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

قاضی محمد حسن ندوی•

(۱) اس دنیا میں اللہ تعالی نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے ان میں سے ایک حیوان بھی ہے، یہ انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے، ان سے انسان کی بے شمار ضرورتیں وابستہ ہیں کبھی اسے سواری اور بار برداری کے لئے استعمال کرتا ہے تو کبھی اس کے چمڑے سے مختلف مفید چیزیں بناتا ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے، جن سےہماری غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے، ان ہی باتوں کی طرف اللہ تعالی نے اس آیت میں نشاندہی فرمائی ہے:''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون وتحمل أثقالکم إلی بلد لم تکونوا بالغیہ إلا بشق الأنفس ..... والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ'' (نحل: ۵-۸)۔

(اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہےاور بھی فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے، ..... اور گھوڑے اور گدھے اور خچر بھی پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی)۔

حیوان کی تخلیق اور نشو ونما میں تدریجی حالات:

دنیا میں ساری چیزیں تدریجاً وجود میں آئی ہیں، تدریجاً جو کام ہوتا ہے اس میں استقلال واستحکام اور پائیداری زیادہ ہوتی ہے، اسی بنا پر اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق میں تدریجی پہلو کا زیادہ لحاظ کیا ہے، چنانچہ مادر رحم میں نطفہ سے علقہ بنتا ہے، علقہ سے مضغہ، پھر عظام بنتا ہے، عظام پر لحم آتا ہے، قال اللہ تعالی: ''ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحماً'' (مومنون: ۱۳-۱۴)۔

بلا شبہ انسان کی تخلیق میں تدریجی پہلو کا لحاظ بڑی مصلحت کا سبب ہے، اسی بنا پر انسان عام طور پر نو مہینے کے بعد ہی دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے، اسی طرح حیوان کی تخلیق اور نشو ونما ایک وقت اور مدت کے ساتھ خاص ہے جو ان کی فطرت کے عین

• استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ۔

مطابق ہے، اسی طرح چارہ خور جانوروں کےلئے غذا متعین ہے، مگر اس کی طبعی غذا میں تیزی سے بڑھنے کے لئے اور وقت سے پہلے فائدہ اٹھانے کے لئے لحمی اجزاء شامل کرنا اور گوشت کی مقدار کو بڑھانے کے لئے انجکشن لگانا ظاہر ہے کہ یہ فطرت کے خلاف ہے ۔ قرآن میں ہے:

''لا تبدیل لخلق اللہ'' (روم: ٣٠)۔

علامہ ابن نجیم نے بھی اسی بنا پر ایک قاعدہ مرتب کیا ہے:''من استعجل الشئ قبل أوانہ عوقب بحرمانہ'' (الاشباہ٤٨٩) جو شخص کسی چیز کو وقت سے پہلے لانے کی کوشش کرے اسے اس سے محروم کرکے سزا دی جائے گی ، اسی بنا پر کوئی لڑکا اگر اپنے والد کو قتل کردیتا ہے تو شریعت اس قاتل کو مقتول کی جائیداد سے محروم قرار دیتی ہے۔

''قال رسول اللہ ﷺ: القاتل لا یرث '' (ترمذی: ٢٠٣٥)۔

علامہ قرطبیؒ نے بھی اس طرح صراحت کی ہے:''لا یجوز تغیر شئ من خلق اللہ خلقہا علیہ بزیادۃ أو نقصانہ''، اللہ تعالی نے جس کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس میں زیادتی اور کمی کی غرض سے تبدیلی کرنا درست نہیں ہے، الغرض اس بحث سے یہ بات عیاں ہوئی کہ عارضی مفاد کی خاطر جانوروں کو فطرت کے خلاف چارہ دینا درست نہیں ہے۔

(٢) خداع اور دھوکہ کا پہلو:

چونکہ فطرت میں تبدیلی کرنا کسی کی آنکھ میں جھول ڈالنا ہے کہ جانور بڑا فربہ ہے، تھن بڑا ہے تو دودھ زیادہ ہوگا، اور مشتری سے اس جانور کی قیمت زیادہ ملے گی، لیکن دو دنوں کے بعد عیاں ہوجاتا ہے کہ صاحب حیوان نے تھنوں کو باندھ دیا تھا، فطرۃً تھن بڑا نہیں تھا، اس صورت میں ایک فریق کا نقصان زیادہ ہے، دوسری طرف بائع کا دھوکا دیکر فائدہ اور زیادہ قیمت وصول کرنا لازم آئے گا، اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔

اسی لئےرسول اللہ ﷺ نے تصریہ ابل سے منع فرمایا ہے، ''عن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: ولا تصروا الإبل والغنم'' (مشکوۃ شریف ٢٤٧،١)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں اور بکریوں کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ۔

ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

''والصحیح أنہ من التصریۃ وہی أن یشدّ الضرع قبل البیع أیاماً لیظن المشتری أنہا لبون فیزید فی الثمن، والنہی للخداع'' (مرقاۃ المفاتیح٧٨،٦)۔

صحیح بات یہ ہےکہ ''تصریہ '' سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ تھن بڑا ہوگا تو دودھ زیادہ ہوگا، اس کی قیمت زیادہ ملے گی اور یہ خداع کے قبیل سے ہے جو کہ ممنوع ہے۔

قاعدہ ہے: ''امور میں مقاصد ہی کا لحاظ ہوتا ہے، ''یقول ابن نجیم: الأمور بمقاصدہا''،

اس لئے سوال نمبر ۱-۲ میں لحمی اجزاء کے شامل کرنے اور جانور کو انجکشن دلانے کا مقصد یہی ہے کہ جانور فربہ ہوجائے گا تو اس کی قیمت زیادہ آئے گی، یہ دونوں شکلیں تصریہ ابل کے قبیل سے ہیں لہذا دونوں شکلیں ناجائز ہیں۔

(۳) جبکہ پہلے سوال کے جواب میں یہ توجیہ آئی کہ حیوان سے انسان کی بہت سی ضرورتیں وابستہ ہیں اس لئے اسلام اس کی افزائش کو فروغ ہی نہیں دیتا بلکہ ماحولیات کی سازگاری، انسانی ضروریات کی بجاآوری میں ضروری قرار دیتا ہے اس لئے اس کے ہم جنس جانوروں میں جفتی کو اسی طرح جائز قرار دیا ہے جس طرح ایک مرد کا ہم جنس ایک عورت سے نکاح کے بعد ہمبستری جائز ہے اور مرد اور عورت کا دوسرے جنس کے حیوان سے نکاح درست نہیں، اسی طرح جانوروں کا دوسرے جنس کے جانور سے جفتی کرانا حرام ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وجہ سے گدھے کو گھوڑے پر آمادہ کرکے اس کے حمل (خچر) حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے (شرح مشکل الآثار ۱؍۲۰۷)۔

ممانعت کی توجیہ میں امام طحاویؒ نے یہ لکھا ہے کہ اس صورت میں گھوڑے کی قلت ہوجائے گی جبکہ گھوڑا آلۂ جہاد میں سے ہے، اس کی پرورش پر حدیث میں ثواب کا وعدہ ہے نیز گھوڑےوالے مجاہدین کو دوہرا اجر ملتا ہے مگر خچر میں یہ فائدہ نہیں ہے، اس لئے یہ عمل ناجائز ہے (شرح مشکل الآثار ۱؍۲۰۷)۔

ظاہر ہے کہ حمار اور فرس میں کوئی حرام جانور نہیں ہے، جب ان میں اختلاط ناجائز ہے تو ماکول اللحم جانور کا غیر ماکول اللحم سے کیسے اختلاط درست ہوگا؟ حرام وہ جانور ہے جس کی خباثت ونجاست کی بنا پر قرآن کی آیت حرام پر دال ہے، ''قال اللہ تعالی: ''حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر'' (مائدہ: ۲)۔

اور علامہ ابن نجیمؒ نے ایک قاعدہ ''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' کے تحت دو صریح جزئیے ذکر کئے ہیں:''ومنہا من أحد أبویہ ماکول والآخر غیر ماکول لا یحل أکلہ علی الأصح فإذا نزی کلب علی شاۃ فولدت لا یوکل الولد وکذا إذا نزی حمار علی فرس فولدت بغلاً لم یؤکل والأہلی إذا نزی علی الوحشی فنتج لا تجوز الأضحیۃ'' (الاشباہ ۱؍۳۷۶)۔

(دو جانور میں ایک ماکول ہو اور دوسرا غیر ماکول، دونوں کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا استعمال درست نہیں ہوگا، چنانچہ کتا نے بکری سے جفتی کی اور بچہ پیدا ہوا تو اس کا استعمال درست نہ ہوگا، ایسے ہی گدھے نے گھوڑے سے جفتی کی اور خچر پیدا ہوا، پالتو جانور وحشی جانور سے جفتی کی اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا استعمال اور قربانی کرنا درست نہ ہوگا)۔

اگرچہ حدیث بالا اور ابن نجیم کے جزئیے سے بظاہریہی معنی نکلتا ہے کہ اگر جرسی گائے سے خنزیر نے جفتی کی تو اس کا بچہ ماکول نہیں ہوگا اور اس سے جو دودھ ہوگا اس کا استعمال بھی درست نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن علامہ حمویؒ نے اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے کہ اگربچہ کی ماں ماکول ہے تو اس کے تابع قرار دے کر بچہ کو ماکول قرار دیا جائے گا، اور اگر بچہ کی ماں غیر ماکول ہے یا وحشی ہے تو ماں کے تابع ہوکر بچہ بھی غیر ماکول ہوگا۔

''وعبارۃ الہدایۃ فی الأضحیۃ والمولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم لأن الأصل فی التبعیۃ الأم حتی إن نزی الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد'' (حاشیہ حموی اشباہ۱؍۳۷۶)۔

ہدایہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مولود ماں کے تابع ہونگے حتی کہ اگر بھیڑیا نے بکری سے جفتی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماکول ہوگا اور اسے ذبح کیا جائے گا۔

''وقال الإمام الخیزاخیزی: إن کان یشبہ الأم یجوز، العبرۃ للمشابہۃ'' (حوالہ سابق۱؍۳۷۶)۔

ہدایہ کی عبارت اور اصول کے اعتبار سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر جرسی گائے سے خنزیر نے جفتی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماں کے تابع ہوکر ماکول ہوگا، لہذا ایک سال عمر ہونے کے بعد اس کی قربانی بھی شرعاً درست ہوگی، نیز امام خیزاخیزی نے بھی اس مسئلہ میں ''العبرۃ للمشابہۃ '' کی بنا پر بچہ پر ماکول ہونے کا حکم عائد کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ مولود دونوں میں سے اس کے مشابہ ہوتا ہے جس کے نطفہ کا غلبہ ہوتا ہے، اس کی تائید رسول ﷺ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ام سلیم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی عورت بیدار ہونے کے بعد کپڑے پر منی کا اثر دیکھے تو حضور ﷺ نے غسل کا حکم دیا، مگر حضرت عائشہؓ نے ام سلیم پر ''أف لک '' سے تعجب کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ نے عائشہؓ کے تعجب کو اس جملہ ''تربت یمینک یا عائشۃ ومن أین یکون الشبہ '' سے ازالہ فرمایا (ابوداؤد شریف۱؍۳۱)۔

اس حدیث پاک کی توجیہ میں صاحب بذل لکھتے ہیں:

''معناہ أن الولد متولد من ماء الرجل وماء المرأۃ فأیہما غلب کان الشبہ لہ'' (بذل المجہود۲؍۲۳۶)۔

یعنی مولودمرد اور عورت کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جس کا نطفہ غالب ہوتا ہے اس کی مشابہت کا رنگ بچہ پر نمایاں ہوتا ہے۔

فتاوی ہندیہ میں بھی ماں کا اعتبار کیا ہے: ''فإن کان متولداً من الوحشی والأنسی فالعبرۃ للأم فإن کانت أہلیۃ تجوز وإلا فلا حتی لو کانت البقرۃ وحشیۃ والثور أہلیاً لم تجز'' (ہندیہ۵؍۲۹۷)۔

اگر کوئی جانور جنگلی اور پالتو جانور کے ملنے سے پیدا ہو تو اس میں ماں کا اعتبا رہوگا، اگر ماں پالتو جانور کے قبیل سے ہے تو اس کا بچہ ماکول ہوگا اور قربانی درست ہوگی ورنہ نہیں حتی کہ ماں جنگلی ہو او ربیل پالتو تو اس کے بچے کی قربانی درست نہ ہوگی۔

اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ بچہ اگر ماں کے مشابہ ہے (جو ماکول ہے) تو بچہ

بھی ماکول ہوگا لہذا ایک سال کے بعد اس کی قربانی بھی درست ہوگی۔

(۴) حیوان کی دوقسمیں ہیں: اہلی اور وحشی (پالتو اور جنگلی)، ان میں جو جانور ماکول ہے یا اس کی تجارت کی جاتی ہے تو اس کو پنجرے میں رکھنا درست ہوگا، لیکن اسے خوراک اور پانی دینا ضروری ہے، اور اگر وہ جانور نہ پالتو ہے اور نہ اس کی تجارت کی جاتی ہے صرف اسے پنجروں میں رکھنے سے مقصود اپنے گھر کی زینت ہے یا اس کے تڑپنے پر خوشی ومسرت حاصل کرنا ہے تو یہ دونوں پہلو سے ناجائز ہے اور پنجرے میں ایسے جانور کو رکھنا درست نہیں ہوگا۔

(۵) ۱۔ اگر وہ موذی جانور ہے مثلاً سانپ، شیر وغیرہ تو وہ جیسے ہی موقع پائے گا صاحب پنجرہ کو اذیت پہنچائے گا، اس سے اس کی اور لوگوں کی جان خطرہ میں پڑجائے گی، جو خود کشی کے مترادف ہے ،ا ور یہ حرام ہے ، قرآن کریم میں ہے:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ: ۱۹۵)۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس جانور سے نہ کوئی ضرورت وابستہ ہو اور نہ تجارت، تو پنجرہ میں محبوس ہوجائے گا، اس کی طبیعت کے مطابق خوراک نہیں ملے گی لا محالہ وہ جانور مر جائے گا، اور بلا وجہ جانور کی جان لینا درست نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک خاتون نے ایک بلی کو باندھ کر چھوڑ دیا، اس کو کھانا نہیں دیا حتی کہ اس کی موت واقع ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اسی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگی (بخاری: ۲۳۶۵)۔ اس لئے بغیر ضرورت شرعی کے پنجرے میں جانور کو محبوس کرنا زینت کے لئے یا شوق کے طور پر درست نہیں، چاہے وہ پالتو جانور ہو یا جنگلی۔

(۶) اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں حتی کہ تمام مخلوقات، معدنیات، نباتات، اور حیوانات کو اللہ تعالی نے انسان کے فائدے کے لئے وجود بخشا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹)۔ یعنی وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

مگر جانوروں کو بیجا تکلیف پہنچانا، اس کے بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو اذیت پہنچانا درست نہیں ہے، حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ایک صحابی نے ایک پرندہ کے بچے کو اٹھالیا، تو پرندہ گشت کررہا تھا، حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ''من فجع ہذہ بولدہا''؟ کس نے اس کے بچے کی وجہ سے اس کو پریشان کیا ہے؟ اس کے بچے کو اس کے حوالہ کردو (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۶۸)۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ بغیر ضرورت کے جانوروں کو مارنا ناجائز ہے لیکن اگر ماکول اللحم ہے تو اس کو ذبح کرکے استعمال کرنا درست ہے، اسی طرح دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لئے ان کے جسم میں جراثیم داخل کرنا تاکہ اس سے بیماری پیدا ہو، پھر ان پر دواؤں کو آزمانا جو ان امراض کے لئے مفید ثابت

ہو، یہ صورتیں درست ہیں، گرچہ ان تجربات میں جانور کو اذیت پہنچے گی لیکن یہ انسان کے ان فوائد کے لئے ہے جو انسان کے لئے ضرورت میں داخل ہے، اس لئے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کو غذا اور چمڑوں کو لباس بنانا جس طرح جائز ہے اسی طرح جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا او راس کے لئے انھیں انجکشن لگانا، دوائیں دینا، بیماری ابھارنے کے لئے پھر علاج کے لئے دواؤں کا تجربہ کرنا شرعاً درست ہوگا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے گوشت کی بہتری کے لئے خصی دنبوں کی قربانی کی؛ جبکہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے زیادہ ہے، ''عن جابر بن عبد اللہؓ قال:ذبح النبیﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجوئین الخ'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۷۹۵)۔

لہٰذا خصی کرنا جب جائز ہے تو دوا اور اس کا تجربہ کے لئے انجکشن دینا درست ہوگا جبکہ خصی کرنے میں انجکشن دینے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

اس بات کی تائید رسول اللہﷺ کی اس تعلیم سے ہوتی ہے جو ضفدع کو قتل کرنے کے سلسلہ میں ہے کہ آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا، اس لئے کہ وہ نہ موذی جانور میں تھا اور نہ ماکول میں اور نہ کہ اس پر کوئی دوا موقوف تھی۔

''سئل النبیﷺ عن ضفدع یجعلہا فی دواء فنہاہ النبیﷺ عن قتلہا'' (ابوداؤد، رقم: ۵۲۶۹)۔

صاحب بذل نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے: ''لأنہا لیس بمؤذ ولا مأکول ولا یتوقف علیہ الدواء بأن لا یکون لہ بدل'' (بذل المجہود۱۳؍۶۵۴) اس لئے کہ وہ نہ موذی جانور میں سے تھا نہ ماکول تھا او رنہ اس پر کوئی دوا موقوف تھی، الغرض صاحب بذل کے قول ''ولا یتوقف علیہ الدواء'' سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر انسان کی بیماری کی دوا حیوان کے قتل پر موقوف ہو تو اس حیوان کو قتل کرنا درست ہوگا۔

(۷) ..... اگرچہ اس صورت میں جانور کو تکلیف ہوگی لیکن یہ مفاد اور مصلحت بلکہ انسان کی ایک اہم ضرورت کے لئے کیا جاتا ہے، اور وہ ہے دواؤں کا تجربہ کرنا اوراس کے اثرات سے واقف ہونا ہے جو حفظ جان کا سبب ہے اور حفظ جان مقاصد شریعت میں داخل ہے لہٰذا اس کے لئے یہ عمل کرنا درست ہے، اس کی نظیر عمل رسولﷺ سے ملتی ہےاور وہ ہے آپﷺ کا خصی کردہ دنبہ کی قربانی کرنا۔

''عن جابر بن عبد اللہؓ قال:ذبح النبیﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجوئین الخ'' (ابوداؤد، رقم: ۲۷۹۵)۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپﷺ نے قربانی کے دن دو خصی کردہ دنبے کی قربانی کی۔

حدیث مذکور کے تحت امام خطابیؒ لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ خصی کی قربانی مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ خصاء کی وجہ سے گوشت عمدہ ہوجاتا ہے اور اس کی رائحہ کریہہ دور ہوجاتی ہے (در المنضود ۲۶؍۵)۔

ظاہر ہے کہ خصی کا مقصد صرف گوشت میں عمدگی پیدا کرنا اور رائحہ کریہہ کو دور کرنا تھا، جب اس کے لئے ایک زندہ جانور کو بے ہوش کئے بغیر خصی کرنا درست ہے جبکہ اس میں جانور کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے؛ کیونکہ مذکر حیوان کے خصیتین کو جماع کی شہوت کو ختم کرنے کے لئے نکال دیاجاتا ہے۔ جیسا کہ صاحب بذل نے تحریر کیا ہے: ''أتی خصیتین والوجئ أن ترض أنثیا الفحل رضا شدیداً یذہب شہوۃ الجماع'' (بذل المجہود۹ٖ۵۴۰)۔

تو دواؤں کو مفید بنانے کے لئے زندہ جانور کو بےہوش کرکے اس کے عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا درست ہوگا؛ کیونکہ ان دواؤں کے تجربات پر انسانی زندگی کی بقا ہے اور مضرت کے مقابلہ میں منفعت کا پہلو غالب ہے، اس لئے منفعت کے پہلو کو مضرت کے پہلو پر ترجیح حاصل ہوگی۔

علامہ ابن نجیم نے بھی لکھا ہے:

''مفسدہ اور مصلحت دونوں اگر کسی صورت میں جمع ہوں مگر مصلحت کا عنصر مفسدہ پر غالب ہو تو مفسدہ کو مرجوح قرار دیا جائے گا اور مصلحت کو راجح نیز اس کو بروئے کار لانا درست ہوگا۔

''وقد تداعی المصلحۃ لغلبتہا علی المفسدۃ .....ومنہ الکذب مفسدۃ محرمۃ وہی متی تضمن جلب مصلحۃ جاز کالکلب للإصلاح بین الناس'' (الاشباہ۱ٖ۳۲۵)۔

کبھی کبھی مصلحت کو مفسدہ پر غلبہ حاصل ہوتا ہے ، اسی کے قبیل سے جھوٹ ہے جو کہ حرام ہے لیکن جب وہ منفعت کا سبب ہو جیسے دو متنازع اشخاص کے درمیان مصالحت پیدا کرنا مقصود ہو تو قاضی کا ایسے موقع پر جھوٹ بولنا درست ہوگا۔

اسی طرح مذکورہ صورت میں زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا درست ہوگا۔

(۸) مذہب اسلام ایک دین فطرت ہے اس لئے ان نعمتوں کی قدر شناسی کا حکم دیتا ہے جن کا تعلق حیات انسانی اور حفظ صحت سے ہے اگرچہ دنیا کی تمام چیزیں انسان کی راحت وسکون کے لئے بطور اسباب کے بنائی گئی ہیں مگر بسااوقات بعض چیزیں آلودگی کا سبب بنتی ہیں جو ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بنتی ہیں تو ایسی چیزوں کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ اور سڑک سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو ایمان کا ادنی درجہ قرار دیا ہے، ''قال رسول اللہ ﷺ الإیمان بضع وسبعون شعبۃ فأفضلہا قول لا إلہ إلا اللہ وأدناہا إماطۃ الأذی عن الطریق'' (مسلم، رقم الحدیث: ۵۸)۔

دوسری حدیث میں ہے:

''إن ہذہ النار إنما ہی عدوکم فإذا نمتم فاطفئوا عنکم'' (مسلم۲ٖ۱۷۱)۔

یہ آگ تمہارے لئے دشمن ہے، جب تم سوجاؤ تو اسے بجھادو۔

آگ، پانی، اور ہوا ضروریات انسانی میں ہے مگر رات میں سوتے وقت بلاضرورت

آگ کا جلنا انسان کے لئے باعث ضرر ہے اس لئے رسول اللہﷺ نے سوتے وقت چراغ کو گل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

''قال رسول اللہﷺ: واطفئوا المصابیح عند الرقاد'' (بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۱۶)۔

اسی طرح دنیا میں بعض حیوان کی بقا میں صحت انسان کا تحفظ ہے اور خوشگوار ماحولیات کی بازیابی اس پر موقوف ہو تو ایسے جانور اور پرندہ کی حفاظت ضروری ہوگی، جس طرح مقاصد شریعت کا تحفظ واجب ہے اسی طرح اس کے لئے جو وسائل اور ذرائع ہیں ان کا بھی تحفظ اور احترام ضروری ہوگا۔

امام شاطبی رقمطراز ہیں:

''إن الوسیلۃ والذریعۃ تکون محرمۃ إذا کان المقصد محرماً وتکون واجبۃ إذا المقصد واجباً'' (المقاصد الشرعیہ ۴۶)۔

جب مقصد قابل احترام ہوتا ہے تو اس کے وسائل اور ذرائع بھی محترم ہونگے اور یہ احترام واجب ہوگا۔

نماز عبادت مقصودہ ہے مگر طہارت عبادت مقصودہ نہیں ہے لیکن عبادت مقصودہ کے لئے وسیلہ ہے اس لئے عبادت مقصودہ کی طرح اس کا بجا لانا ضروری ہے۔

''قال رسول اللہﷺ :لا تقبل صلاۃ بغیر طہور ولا صدقۃ بغلول'' (صحیح ابن خزیمہ ۸،۱)۔

اسی طرح صحت انسانی مقصود ہے، اس کی حفاظت کے لئے تمام وسائل وذرائع کا لحاظ بھی واجب ہے او راس کا مدار ماحولیات اور معاشرہ کی پاکیزگی اور ستھرائی پر موقوف ہے جو وسائل وذرائع کے درجہ میں ہے اس لئے اگر ماحولیات کے ماہرین بعض جانور کے شکار اور ذبح کرنے کو ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث قرار دیتے ہیں تو ایسے جانوروں کا شکار اور ذبح درست نہیں ہوگا اور شرعاً اس کی حیثیت واجب کی ہوگی۔

(۹) یہ سوال دو اعتبار سے بحث طلب ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی شخص یا کسی حیوان کو معبود کا درجہ دینا کیسا ہے؟ یہ مسئلہ واضح ہے کہ معبود حقیقی صرف اللہ تعالی ہیں، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے اور شرک ظلم عظیم ہے، اللہ تبارک وتعالی شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا ہے:''إن اللہ لا یغفر أن یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء'' (سورہ نساء: ۴۸)۔

قرآن کریم کی مکی تمام سورتوں میں اللہ تعالی نے وحدانیت کو خاص طور پر ذکر کیا ہے جیسا کہ سورہ اخلاص میں ہے:

''قل ہو اللہ أحد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفواً أحد'' (اخلاص)۔

اس لئے کسی جانور کو معبود کا مقام دے کر اس کے ذبح پر پابندی عائد کرنا شرعاً درست نہیں ہوگا۔

دوسرے یہ کہ یہ بات ضرور ہے کہ اسلام میں شرک کی بالکل اجازت نہیں ہے مگر اسلام مذہبی رواداری اور دوسروں کے مذہبی جذبات کی رعایت کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپﷺ اس بات پر قادر تھے کہ یہودیوں کی مذہبی عبادت گاہ کو منہدم کرادیں لیکن آپﷺ نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ کے دور میں شام اور فلسطین کا علاقہ فتح ہوا جہاں عیسائیوں کے بڑے چرچ اور گرجا تھے، حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے حال پر رکھا، اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے گورنروں کو ہدایت فرماتےتھے کہ مفتوحہ علاقوں میں کوئی کلیسا یا آتش کدہ منہدم نہ کیا جائے (اسلام اور جدید فکری مسائل،۹۶، از مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی)۔

اسی لئے قرآن میں اللہ تعالی نے معبودان باطلہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے:

''ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم'' (انعام: ۱۰۸)۔

اور نہ بُرا بھلا کہو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ نادانی میں اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرینگے۔

لہذا اگر کوئی جانور ماکول ہے مگر اس کو ذبح کرنے سے کسی گروہ کی دل آزاری لازم آتی ہے یا دو گروہوں میں فساد کی آگ بھڑکنے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں سد فتنہ کے طور پر مسلمانوں پر احتیاط واجب ہوگاکہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے باز آجائیں۔

کیونکہ قرآن وحدیث میں ایسی تعلیم نہیں ہے کہ اس حیوان کے ذبح پر مسلمانوں کا ایمان موقوف ہے اور نہ ایسا حکم ہے کہ اس کو ذبح کرنا واجب ہے؛ بلکہ وہ مباحات میں سے ہے، اور مباحات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر وہ باعث فتنہ ہو تو اس فتنہ کی طرح اس کا ارتکاب بھی موجب حرام ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:

''قال رسول اللہﷺ: فمن اتقی المشتبہات استبرأ عرضہ ودینہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام'' (بخاری: ۵۲، مسلم: ۱۵۹۹)۔

(جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی، اور جو شبہات میں پڑگیا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔

اسی لئےفقہاء نے ایک قاعدہ مرتب کیا ہے: ''ما کان سبب حرام فہو حرام'' (قاعدہ)، یعنی جو عمل حرام کا سبب ہے تو وہ سبب بھی حرام ہوجائے گا۔

الغرض بحث بالا سے اس میں کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہی کہ جس جانور کو ایک گروہ معبود مانتا ہے وہ شرعاً ماکول اللحم میں سے ہے، اس کا استعمال مباح ہے مگر اس کے استعمال سے کسی گروہ کی دل آزاری اور فتنہ پنپ سکتا ہے جو شرعاً حرام ہے، اس لئے جس طرح حرام چیزوں کا استعمال ناجائز ہے، اسی طرح وہ چیز فی نفسہ مباح ہو لیکن اس کے استعمال سے حرام میں مبتلا ہونے کا امکان ہےتو اس کا استعمال بھی ناجائز ہوگا۔

(۱۰) قرآن وحدیث میں موذی، سباع، اور خبیث جانور اور پرندہ کے علاوہ جو ماکول ہے ان کا شکار درست ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''أحلت لکم الأنعام إلا ما یتلی

علیکم'' (حج: ۳۰)۔
(اور تمہارے لئے چوپایے کو حلال کیا مگر جو تم پر تلاوت کی گئی)۔
اور مزید ارشاد ہے: ''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (اعراف: ۱۵۷)۔
(اور طیبات ان کے لئے حلال ہیں اور خبائث حرام)۔
جانور اور پرندوں کا شکار مباح ہے واجب نہیں ہے، اس لئے اگر حکومت کا قانون جنگلات، نہروں، جھیلوں کے پرندوں کے شکار سے منع کرتا ہے اور یہ قانون شریعت کے خلاف نہیں ہے تو حکومت کے قانون کا لحاظ رکھنا واجب ہوگا۔
(۱۱) جس طرح ماکول اللحم کے ساتھ ذبح میں احسان کا معاملہ کرنے کا حکم ہے، ''إذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ'' (مسلم،۱۹۵۵)، اسی لئے پہلے سے چھری تیز کرکے رکھنا ضروری قرار دیا ہے اور جانوروں کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے، چنانچہ ایک نبی نے چیونٹی کو جلوادیا تو اللہ تعالی نے اس پر تنبیہ فرمائی (بخاری۱،۴۶۷)۔
اسی طرح اگر وبائی مرض کو روکنے کے لئے کسی جانور کو مارنا ہو تو آسان طریقہ پر مارا جائے؛ تاکہ بآسانی موت واقع ہوجائے، لہذا اس لئے موجودہ سائنس اور ترقی یافتہ دور میں جو آسان صورت ہو اسے اختیار کرنا چاہئے۔
(۱۲) وہ مصالح جن پر انسان کے مقاصد شریعت (حفظ نفس، حفظ عقل وغیرہ) کی بازیابی موقوف ہو ان میں جانوروں کو مارا جاسکتا ہے ، ''فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ'' (قرآن کریم)۔
(۱۳) ظاہر ہےبعض جانور انسان کے لئے باعث مضرت ہیں جیسے شیر، چیتا، اور کلب عقور وغیرہ، لیکن وہیں ماحولیات میں موثر بھی ہیں تو یہاں مضرت کا پہلو منفعت پر غالب ہے اور بالکل خمر کے مشابہ ہے جس کے بارے میں ہے: ''وإثمہما أکبر من نفعہما''، اور علامہ ابن نجیم نے ایسی صورت میں جلب منفعت پر دفع مضرت کو ترجیح دی ہے۔
''فإذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ قدم دفع المفسدۃ غالباً'' (الاشباہ والنظائر۱،۳۲۲)۔
اس لئے وہ جانور جو مضرت کا باعث ہیں ان کا مارنا اور قتل کرنا شرعاً درست ہوگا۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی•

اسلام دین رحمت ہے ، اس کی رحمت انسان کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر ذی روح پر محیط ہے۔ اس کے ابر کرم نے جہاں عالم انسانیت کو سیر اب کیا ہے وہیں بے زبان جانوروں کو بھی اپنی رحمت بے کراں سے مالا مال فرمایا ۔ اسلام سے پہلے اہل عرب کی قساوت ، سنگ دلی اور ظلم وستم کا نشانہ انسان کے علاوہ جانور بھی بنتے تھے، وہ مختلف طریقوں سے جانوروں کو ایذادیتے اور ان پر ظلم ڈھاتے تھے۔ جانوروں کو اندھا دھند مار گرانا ، پھر لوگوں کو دعوتِ طعام دینا ان کے پاس فیاضی کی علامت تھی۔ ان کے یہاں جانوروں کو کثرت سے ذبح کرنے کے معاملے میں بھی مقابلے ہواکرتے تھے، جس میں دوفریق باری باری اونٹ ذبح کرتے جاتے تھے ، جو رک جاتا یا جس کے اونٹ ختم ہوجاتے وہ بازی ہار جاتا تھا۔ ایک دستور یہ بھی تھا کہ کوئی شخص مرجاتا تو اس کی سواری کے جانوروں کو اس کی قبر پر بھوکاپیاسا باندھ دیا جاتا تھا۔ ا ن کے لیے نہ چارے کا انتظام کیا جاتا اور نہ پانی کا ، اسی حالت میں وہ جانور سوکھ کر مرجاتا تھا۔ یہ اور اس طرح کے دسیوں سنگ دلی اور ظلم کے مظاہرے عرب جاہلیت میں جانوروں کے ساتھ روارکھے جاتے تھے۔ اسلام آیا تو اس نے جاہلیت کی ان سارے خرافات کو ختم کر نے کا حکم دیاکہ جانوروں کے ساتھ بھی بہتر سلوک کیا جائے کہ جس طرح بے زبان انسان حسنِ سلوک کے مستحق ہیں۔

آپ ﷺ نے فرما یا : ‘‘جو مسلمان درخت لگا تا ہے ، یا کھیتی باڑی کر تا ہے اور اس کو چڑیا یا انسان یا کوئی جانور کھاتا ہے تو یہ (بھی) صدقہ (یعنی ثواب کا کام) ہے’’ (مسلم: ۳۹۶۹)۔

اتنا ہی نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک پر اجر وثواب کی خوشخبری بھی سنائی گئی ۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے، ایک صحابی رسول اکرمﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ میں نے بطور خاص اپنے اونٹوں کے لیے ایک حوض بنا رکھا ہے، اس پر بسا اوقات بھولے بھٹکے جانور بھی آجاتے ہیں، اگر میں انہیں بھی سیراب کردوں تو کیا اس پر بھی مجھے ثواب ملے گا ؟ آپ ﷺنے فرمایا : ‘‘(ہاں) ہر پیاسے یا ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ثواب ملتا ہے ’’ (ابن ماجہ، حدیث: ۳۶۸۶) ۔

• استاذ ومفتی جامعہ دارالسلام ، عمرآباد۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا واقعہ بیا ن کیا ہے ، جس کی حالت پیاس سے دیگر گوں ہوگئی تھی ۔ وہ ایک کنویں سے سیراب ہوکر باہر نکلا ہی تھا کہ کیا دیکھتاہے کہ ایک کتے کا بھی پیاس سے ویسا ہی برا حال ہے جیساکہ اس کا تھا، اور وہ کیچڑ کو چاٹ کر اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کر رہاہے۔ وہ شخص پھر کنویں میں اتر کر اپنے موزوں میں پانی بھر لایااور کتے کو سیراب کردیا ۔ اللہ کو اس کی یہ ادا اس قدر بھائی کہ وہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے ۔ اس واقعہ کو سن کر صحابہ کرام نے پوچھا : اے اللہ کے رسول! جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر رحم کھانے میں ہمارے لیے بھی اجر ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : فی کل کبد رطبۃ أجر۔ ہر ایک تر جگر (یعنی ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کرنے) میں اجر ہے (بخاری : ۶۰۰۸، ابوداؤد : ۲۵۵۰) ۔

اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی جو تعلیمات دی ہیں اور ان کے جو حقوق بیان کیے ہیں ، ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

جانوروں کو نہ ستایاجائے: اسلام نے جانوروں کو بھی چین سے جینے کا حق دیاہے۔ اس کی اصولی تعلیم یہ ہے کہ نہ خود تکلیف اٹھاؤ اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچاؤ: لا ضرر ولا ضرار (ابن ماجہ : ۳۴۰)۔ دوسروں کو تکلیف دینا اگر چہ کہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہواسلام کے نزدیک درست نہیں ہے۔ حضرت ربیع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفرمیں ہم رسول اللہ ﷺکے ساتھ تھے۔ آپ اپنی حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دوبچے بھی تھے۔ ہم نے ان بچوں کوپکڑ لیا، تو وہ فرط غم سے ان کے گرد منڈلانے لگا۔ اتنے میں نبی کریمﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺنے فرمایا :اس پرندے سے اس کے بچوں کو چھین کر کس نے اسے رنج پہنچایا؟ اس کے بچوں کو لوٹادو، اس کے بچوں کو لوٹادو " (ابوداؤد: ۲۶۷۵) ۔

جانوروں کو ایذا پہنچانا تو دور کی بات ہے انہیں لعنت وملامت کرنے سے بھی اسلام نے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺسفر پر تھے ۔ ایک انصاری عورت اونٹنی سوار(اونٹنی سے) تنگ دل ہوگئی تو اس نے اس پر لعنت کی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سنا تو فرمایا: اس اونٹنی پر جوسامان لداہوا ہے، وہ اتارلو اور اسے (اس کے بدلے مینآزاد) چھوڑدو، اس لیے کہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ میں اب بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہاہوں ، وہ لوگوں کے درمیان چل رہی ہے،کوئی اس سے تعرض نہیں کررہا ہے (مسلم: ۶۶۰۴)۔

اس حدیث کی تشریح میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں :'' اس سے معلوم ہو اکہ تنگ دل ہو کر انسانوں کو تو کجا، جانوروں کو بھی بددعا دینا اور ان پر لعنت کرنا

جائز نہیں ہے " (ریاض الصالحین۲، ۳۴۴) ۔

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہو تا ہے کہ جو جانور انسانوں کے لیے فائدہ پہنچاتا ہے اس کی قدر کی جانی چاہیے، جیساکہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے مر وی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : ''مرغ کو بر ابھلا مت کہو، اس لیے کہ وہ صبح سویرے اپنے بانگ کے ذریعہ تمہیں نماز کے لیے بیدار کر تا ہے " (مسند احمد : ۱۹۲،۵، ۱۱۵،۴)۔

جو جانور جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس سے وہی کا م لیا جائے :جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف پسندی کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس سے وہی کا م لیا جائے ، اس سے ہٹ کر اگر کو ئی شخص اس سے دوسرا کام لیتا ہے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ مثلاً: اللہ نے بیل کو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا ہے ، اگر کوئی اس سے گدھے کی طرح بوجھ ڈھونے کا کام لیتا ہے تو اسلام کے نزدیک یہ ظلم ہے۔

ایک مرتبہ رسول اکر مﷺ نے فرمایا :''اپنے جانوروں کی پیٹھ کومنبر نہ بناؤ (یعنی جانورسے اسٹیج کا کام نہ لو) ، اللہ نے انہیں تمہارا فرماں بردار صرف اس لیے بنا یا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات پر آسانی سے پہنچادیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے، تمہارے لیے اللہ نے زمین کو پیداکیا ہے ، اپنی ضرورتیں اس سے پوری کرو " (ابوداؤد: ۲۵۶۷)۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک شخص بیل سے سواری کا کام لے رہا تھا (اللہ کی قدرتِ خاص سے بیل کو گویا ئی مل گئی تو) اس نے کہا: إنی لم أخلق لہذا (بخاری: ۳۴۷۱) ''میری تخلیق اس کا م کے لیے نہیں ہوی ہے ''۔

جانوروں کے آرام وراحت کا بھر پور خیال رکھا جائے: جن جانوروں سے خدمت لی جاتی ہے،یا جن سے فائدہ اٹھا یا جاتا ہے ، ان کے تعلق سے اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ ان کے آرام وراحت کا پوراپورا خیال رکھا جائے ، انہیں بر وقت کھلا یا پلا جائے ،اگر وہ بیمار ہو ں تو ان کا علاج معالجہ کر ایا جائے ، ان سے تکلیف کی حالت میں کام نہ لیا جائے ، ان کے رہنے سہنے کا مناسب بندوبست کیا جائے اور ان سے اتنا ہی کام لیا جائے جس کے وہ متحمل ہو ں، لیکن اس وقت تک کام لینا جب تک کہ وہ بری طرح تھک کر آگے کام کرنے کے لائق نہ رہ جائیں ، یا ان کی حالت قابل رحم ہونے کے باوجود مارمار کر ان سے کا م لینا ، یا انہیں بھو کا پیاسا رکھ کر کام لینا یہ سراسر ظلم ہے۔ آپ ﷺنے فرمایا : اگر سر سبز وشاداب موسم میں سفر کروتو (اپنی سواری کو) آہستہ چلاؤ ، اور جانورکو اس سے فائدہ اٹھانے کاموقع دو اور قحط کا موسم ہو تو تیز تیز چلاؤ(تاکہ وہ منزل پر جلد پہنچے اور اسے کھانے پینے اور آرام کا موقع ملے) (ابوداؤد: ۲۵۶۹) ۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں ضرورت کے لیے تشریف لے گئے

، اس مینایک اونٹ تھا جو آپ ﷺکو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہوگیا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا ، اور (حاضرین سے) پوچھا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آگے بڑھ کر کہا : میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : کیا اس جانور کے بارے میں اللہ سے ڈرتے نہیں جس کامالک اللہ نے تمہینبنایا ہے؟ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس پر سختی کرتے ہو (ابوداؤد: ۲۵۴۹)۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ فارکبوہا صالحۃ واترکوہا صالحۃ (ابوداؤد : ۲۵۴۸) ''ان بے زبان جانور وں کے معاملے میں اللہ سے خوف کھاؤ، ان پر ایسی حالت میں سواری کر و جب کہ یہ اس کے قابل اور صحت مندہوں اور انہیں اچھی حالت ہی میں (تھک کر چور ہونے سے پہلے) چھوڑو ''۔

بلا ضرورت جانورو نکا قتل نہ کیا جائے: اسلام نے بلاضرورت جانوروں کو مارنے اورقتل کرنے کو بھی جرم قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: کسی نے اگر چڑیا، یا اس سے بھی کسی چھوٹے جانور کو ناحق ذبح کیا تو عند اللہ ا س سلسلہ میں وہ پوچھا جائے گا۔ صحابہ نے حیرت سے پوچھا : یارسول اللہ ﷺ !اس کا حق کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : اسے ذبح کر ے تو کھالے، یہ نہیں کہ اسے کاٹ کر پھینک دے۔ (مستدرک حاکم)

جانوروں کو احسن طریقے سے ذبح کیا جائے : جانوروں میں سے بعض جانور ایسے ہیں جو انسان کے لیے غذا کاکام دیتے ہیں۔ اسلام نے انہی جانوروں کو بوقت ضرورت ذبح کرنے کا حکم ہے ۔ اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو بھلے طریقے سے ذبح کیا جائے، یہ نہیں کہ اذیت دے کر بھو کا پیاسا اوربالکل بے دردانہ انداز میں ذبح کرے، یا ذبح کیے بغیر جھٹکے سے انہیں مارڈالے۔ حضرت شداد بن اوس ؓ سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ارشاد فرمائی ہوئی دوباتیں (خصوصی طورپر) یاد رکھی ہیں، آپ ﷺنے ارشاد فرمایا : إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحدّ أحدکم شفرتہ فلیر ح ذبیحتہ (مسلم: ۵۰۵۵) ''اللہ تعالی نے ہر کام میں بھلائی اور خوبی فر ض کی ہے ۔ جب قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تم میں سے جو کوئی ذبح کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ چھری کو تیزکر لے او راپنے جانور کو (حتی الامکان) آرام پہنچائے ''۔

بعض روایتوں میں جانور کے سامنے چھری تیز کرنے سے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کر نے سے منع کیا گیا، محض اس لیے کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

عذر شرعی کے بغیر کسی جانور کو بھوکا نہ رکھا جائے :

جس طرح اپنے ماتحت انسانونکو بھوکا پیاسا رکھنا گنا ہ ہے ، اسی طریقے سے جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھنا گنا ہ ہے اور یہ سنگ دلی جہنم تک پہنچا سکتی ہے، جیساکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأ كل من خشاش الأرض (مسلم: ۶۶۷۵) ‘‘ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالی گئی ، اس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ تو اس نے اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے آزاد کیا کہ وہ (چل پھر کر) حشرات الارض مینسے کچھ کھالیتی’’۔

زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ کر کھایا نہ جائے اور نہ جانوروں کامُثلہ کیا جائے :

اہل عرب کی شقاوت قلبی کی حد ہوگئی کہ وہ زندہ جانور کے جسم کامن پسند حصہ کاٹ کر کھالیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا کہ ‘‘ اس طریقہ سے زندہ جانوروں کا جو گوشت کاٹ کر کھایا جاتا ہے وہ مردارہے ’’ (ترمذی: ۱۴۸۰)۔ اسی طرح جانورونکا مثلہ کرنے (یعنی ان کے کسی عضو کے کاٹنے)سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی (بخاری: ۵۵۱۵)۔

جانورونکو نشانہ بازی کے لیے استعمال نہ کیا جائے : کسی جانور کو نشانہ بازی کے لیے استعمال کرنے یا اسے باندھ کر نشانہ بنانے سے اسلام نے سختی سے روکا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا : لاتتخذوا شيئاً فيه الروح غرضا (مسلم: ۵۰۵۹) ‘‘تم کسی جاندار کو ہر گز نشانہ مت بناؤ ’’۔ ایک دوسری روایت میں ہے : نهى رسول ﷺ أن تصبر البهائم (مسلم: ۵۰۵۷) ‘‘رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے ’’۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوننے ایک مرتبہ دیکھا کہ کچھ لڑکے مرغی کو باند ھ کر تیرکا نشانہ بنارہے تھے۔ آپ نے آگے بڑھ کر رسی کھولی اور مرغی سمیت اس لڑکے کو پکڑ کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: اپنے بچے کو اس قسم کی بے رحمانہ حرکت سے باز رکھو؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقے سے کسی جانور یا کسی ذی روح کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے (بخاری، حدیث نمبر: ۵۵۱۴) ۔

جاندار کے چہرے پر مارنے اور اس پر داغنے سے باز رہا جائے :

چہرہ جسم کا نہایت لطیف اور حساس مقام ہے، اس عضو کو پہنچنے والی معمولی اذیت بھی بے حد تکلیف دہ ہوتی ہے ۔ اہل عرب چوپایونکے چہرونپر داغ لگاتے تھے اور بسا اوقات چہروں پر مار بھی دیا کرتے تھے ۔ اللہ کے رسول ﷺنے اس سنگ دلی کو

دیکھا تو سختی سے روکا (ابوداؤد: ۲۵۶۴)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور اسے داغ دینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا (مسلم: ۵۵۵۱)۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک دفعہ ایک گدھے پر سے ہوا، جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا :اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغا ہے (مسلم: ۵۵۵۲) ۔

جاندار کو آگ میںنہ جلایا جائے : ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ کسی سفر کے پڑاؤ میں تھے۔ آپ ﷺضرورت سے کہیں تشریف لے گئے تھے، جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں (یادرخت پر) چیونٹیوں کا بل تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺنے پوچھا : یہ چو لہا یہانکس نے جلایا ہے ۔ ان صاحب نے کہا : یا رسول اللہ ! میںنے۔ آ پ ﷺ نے فرمایا :اسے بجھاؤ، اسے بجھاؤ (ابوداؤد: ۲۶۷۵) (غرض یہ تھی کہ ان چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو اور کہینوہ جل نہ جائیں)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ (ایک سفر میں) آپ نے چیونٹیونکا ایک بل، جسے ہم نے جلادیا تھا ، دیکھ کر پوچھا : یہ حرکت کس نے کی ؟ ہم نے جواباً اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ ﷺنے فرمایا :کسی ذی روح کو آگ کا عذاب دینا صرف آگ کے پروردگار ہی کو سزا وار ہے " (بخاری: ۳۰۱۶)۔

جانوروں کو باہم نہ لڑا یاجائے: عربوں کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا کہ وہ جانوروں کو آپس میں لڑاتے اور اس تماشے سے لطف اندوز ہوتے تھے ۔ا س بازی میں جانور گھائل اور زخمی ہوکر بے حد تکلیف اٹھاتے تھے ، رسول اللہ ﷺ نے اس درندگی کو دیکھا تو سختی کے ساتھ اس سے روکا ہے۔ (ابوداؤد:۲۵۶۲)

موذی جانورونکو مارنے کا حکم : اسلام نے ہر اس جانور کو مارنے کی اجازت ، بلکہ حکم دیا ہے جو انسانوں کے لیے موذی ہو ، اس کا مقصود انسانی جان کا تحفظ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: خمس قتلہن حلال فی الحرم: الحیۃ والعقرب الحدأۃ والفأرۃ والکلب العقور (ابوداؤد: ۱۸۴۷) ''پانچ حیونات ایسے ہیں جن کا قتل حدود حرم میں بھی جائز ہے: سانپ، بچھو ، چیل، چوہااور باؤلا کتا ''۔

اسلام میں جانوروں کے حقوق کے سلسلے کی یہ واضح تعلیمات تھیں ، جن سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اسلام نے جانوروں کو کس قدر احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے ۔ بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ:''ان تعلیمات سے اندازہ لگا یا جاسکتا ہے کہ اسلام کے سینہ میں جو دل ہے وہ کتنا نرم اور کس قدر رحم وکرم سے بھر اہواہے ''۔

دنیا کو سب سے پہلے ‘‘حقوق حیوان ’’ سے آشنا کرنے والا ‘‘اسلام ’’ ہی تھا، ورنہ اس سے پہلے ‘‘حقوق حیواں ’’ کا تصور دنیا میں نہیں تھا۔ ہو بھی کیسے سکتاتھا؟ جس دنیا میں ‘‘حقوق انسان ’’ ہی کے لالے پڑے ہوں وہاں ‘‘حقوق حیوان ’’کا تصور ناممکن ہی تو تھا۔

وہ لوگ جو اسلام کو ‘‘خوں آشام مذہب ’’ کہتے ہیں،ان تعلیمات کی روشنی میں ذرادل تھام کر بتائیں کہ ان کے دعوی میں کتنی صداقت ہے ۔ اسلام نے جو حقوق ‘‘حیوانات ’’کو دیے ہیں کیا ا ن کی ‘‘مہذب اور متمدن دنیا ’’ نے کم از کم ان حقوق کا مستحق اشرف المخلوقات کو بھی سمجھا ہے؟ حالات گواہ ہیں کہ آج جدید تہذیب کے نام نہاد علمبرداروں نے انسان کی حالت حیوانوں سے بھی بدتر بنا رکھی ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے نام لیوا اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو دنیا کے روبرو پیش کر یں اور اس کا بے داغ اور صاف وشفاف آئینہ دنیا کے سامنے رکھ دیں ، کہ دنیا اس کی امن پسند تعلیمات کا مشاہدہ کرسکے، اور اس میں اپنی بھی صورت دیکھ لے، کہ کہیں چاند پر اڑائی گئی خاک اس کے منہ پر تو نہیں آپڑرہی ہے؟ کسی نے سچ کہا ہے ؎

چاند کے اوپر نہیں پڑتی، کسی صورت سے خاک
منہ تو دیکھیں لے کے یہ ‘‘یوسف کے بھائی ’’آئینہ

اسلام دین رحمت ہے اور اس نے تمام مخلوقات کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم دی ہے، ان میں ایک حیوانات بھی ہیں، یہ انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے ،جو بار برداری کے کام آتی ہے، جن کے چمڑوں سے مختلف ضروری اشیاء تیار کی جاتی ہیں، جن کے بعض اجزاء سے دوائیں بنائی جاتی ہیں، یہ ماحولیات کو درست رکھنے میں بھی اہم کردارادا کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے اور وہ ہماری غذائی ضروریات کو بھی پوری کرتے ہیں۔

اس وقت دنیابھر میں جانوروں کو بچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں؛ کیونکہ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور ماحول پر اس کا منفی اثر پڑرہا ہے؛ اسی لئے جانوروں کے تحفظ اور اس کو انسان کی ظلم و زیادتی سے بچانے کے لئے مختلف قوانین بنائے گئے ہیں، ہمارے ملک میں بھی سرکاری طور پر اس کا مستقل شعبہ قائم ہے، رسول اللہ ﷺ نے جہاں مختلف انسانی حقوق ذکر فرمائے ہیں، وہیں حیوانات کے حقوق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، اور فقہاء نے بھی شریعت کے مقاصد اور قرآن و حدیث کی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے جانوروں کے حقوق کے بارے میں گاہے گاہے روشنی ڈالی ہے، جن کو موجودہ حالات اور ضروریات کے پس منظر میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں جانوروں کے حقوق سے متعلق سوالوں کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

جواب ۱۔ صورتِ مسؤلہ میں ازروئے شریعت اصول یہ ہے کہ ماکولات ومشروبات

میں ہر وہ پاکیزہ چیز حلال ہے جسے شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور وہ چیز جسے شریعت نے ناپاک بتایا ہے وہ حرام ہے ، ارشاد باری تعالی ہے:وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ(الاعراف: ۱۵۷) ترجمہ: اور پاک چیزوں کو اُن کیلئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں۔

موجودہ حالات میں چارہ خور جانوروں کی خاطر ایسی غذائیں تیار کی جاتی ہیں جن میں لحمی اجزاء شامل ہوتے ہیں ، جوچارہ خور جانورں کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، بے شمار جانوروں کی موت بھی واقع ہوتی ہے ، لہذا جو غذا بذات خود جانورں کے حق مینباعث ِنقصان ہوں،ایسی غذاؤں سے جانوروں کو پالنا شرعاً درست نہیں ہے۔

جواب۲۔ صورت ِمسؤلہ میں ازروئے شریعت محض دودھ یا گوشت میں اضافہ کی خاطر ہارمون بڑھانے والے انجکشن (OXY TOCIN INJECTION) کا استعمال جائز نہیں ہے ، اطباء سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ مذکورہ انجکشن کبھی کبھی لگانے کے بالمقابل ہمیشہ لگانا جانوروں کی ہلاکت کا باعث بنتاہے،عصر ِ حاضر میں اس طرح کے تباہ کن انجکشن اور دواؤں کا استعمال انسان کی صحت وتندرستی کے لئے بیحد مضر ثابت ہورہا ہے۔ شریعت میں دفع مضرت مقدم ہے جلب مصلحت پر ، لہذا اس طرح کے انجکشنوں کا استعمال جائز نہیں ہے ۔

جواب۳۔ صورت ِمسؤلہ میں ازروئے شریعت حلال جانورکا حرام جانور سے اختلاط ناجائز ہے ، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:وأن لا ننزی الحمار علی الفرس (سنن ابی داؤد: ۸۰۸، صحیح) یعنی گدھے کوگھوڑے سے یا اس کے برعکس اختلاط (جفتی) کراناجائز نہیں ہے؛ البتہ عمل اختلاط کے نتیجہ میں پید ا ہونے والے حیوان کاجنس اور اس کا حکم دیکھا جائے گا ، اگر وہ ماکول اللحم کے جنس سے ہو تو اس کا حکم بھی حلال جانور کا ہوگا ورنہ نہیں۔

جواب۴۔ صورت ِمسؤلہ میں ازروئے شریعت پالنے کے لئے پرندوں اور جانورں کو پنجروں میں رکھنا جائز ہے جیساکہ احادیث شریفہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے ۔ یا أبا عمیر! ما فعل النغیر؟(صحیح بخاری: ۶۱۲۹)یعنی ایک صحابی ابوعمیر ایک پرندہ کو پالتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا تو نبی کریم ﷺ نے از راہ ہمدردی سوال فرمایا کہ اے ابو عمیر؟ تم نے اس پرندہ کے ساتھ کیا کیا؟نیز نبی کریم ﷺ کے دور میں حضرت ابوہریرہ ؓ بلی پالتے تھے ، نیز ابو قتادہ ؓ کے وضو پانی میں ایک بلی نے منہ ڈال دیا تو آپ ؓنے اس پانی سے وضو کے جواز پر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:إنہا لیست بنجس وإنما ہی من الطوافین علیکم والطوافات (صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۴)۔ یعنی یقینا یہ ناپاک نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے پاس کثرت سے داخل ہونے والوں اور داخل ہونے والیوں میں سے ہے ۔

جواب ۵۔ صورت مسؤلہ میں ازروئے شریعت خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بند رکھ کر شو ق پورا کرنا جائز نہیں ہے ، ارشاد باری تعالی ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ: ۱۹۵) ترجمہ: اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

جواب ۶۔ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ مارنے اور اذیت دینے اور سامان تفریح کے طور پر استعمال کرنے سے منع فرمایا، دوسری طرف اسلام نے یہ تصور بھی پیش کیا کہ کائنات کی ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے مسخر ہے، جانوروں کی سواری، گوشت پوست، چمڑوں کو لباس یا کسی عضو کو انسان کی صحت کی خاطر اس کے جسم میں پیوند کاری کی اجازت دی ہے ، بلکہ انسان کی ضروریات کو دیگر ضروریا ت پر ترجیح بھی دی ہے۔

صورت مسؤلہ میں ازروئے شریعت انسان کی جان اور صحت وتندرستی جانوروں کی جان کی سلامتی سے زیادہ اہم اور مقدم ہے، لہذا مقصود کو مدنظر رکھ کرجانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے میں شرعا کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

جواب ۷۔ صورت مسؤلہ میں ازروئے شریعت کسی زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے کسی عضو کو نکال لیناحرام ہے ، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہی میتۃ (سنن ابی داؤد: ۲۸۵۸، صحیح) یعنی جس زندہ چوپائے سے جو حصہ کاٹ لیا جاتا ہے اس کا حکم مردہ کا ہوگا؛ البتہ آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو،درست ہوگا؛ کیونکہ جانوروں کی مصلحت سے زیادہ انسان کی مصلحت مقدم ہے ، عام طور پرچوہوں یا پرندوں پر ریسرچ کیا جاتا ہے، مذکورہ مقصد کے تحت یہ عمل جائز ہوگا۔

جواب ۸۔ صورت مسؤلہ میں ازروئے شریعت مذکورہ پابندی مصالح مرسلہ کے ضمن میں ہے، جانوروں کی حلت وحرمت اپنی جگہ، لیکن قانون کی پاسداری، ہر شہری پر لازم ہے،ہر شہری اپنے قوانین کا پاس ولحاظ رکھے؛ کیونکہ یہ قوانین مصالحہ مرسلہ کے قبیل سے ہیں۔

جواب ۹۔ صورت مسؤلہ میں جانوروں کے سلسلہ میں جب شریعت میں بدیل موجود ہوتو ملک کی موجودہ حالات کالحاظ رکھتے ہوئے دوسرے جانوروں کا ذبح کرنا ہی بہتر ہے، فتنہ اور شرسے بچنے کے لئے حدود میں رہتے ہوئے دیگر جانور ، مثلا گائے کی جگہ بھینس، بکری اور اونٹ وغیرہ ذبح کرنا باعثِ خیر ہوگا۔

جواب ۱۰۔ صورت مسؤلہ میں حکومت اگر بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے تو ہر شہری کو ان قوانین کی پاسداری ضروری ہے؛ کیونکہ یہ مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہے ، گرچہ پرندوں کی حلت وحرمت اپنی جگہ مسلم ہے ، حکومت کے قوانین کی وجہ سے حلت وحرمت میں فرق نہیں آئے گابلکہ مصالح کے پیش

نظر مذکورہ پابندیوں پر عمل کرنا ضروری ہے ۔

جواب ۱۱۔ صورت مسؤلہ میں وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے حکومت کی طرف سے بعض جانوروں مثلاً مرغیوں کو مارنے کا جکم دیا جاتا ہے ، یہ بھی مصالح مرسلہ کے تحت یہ قوانین بنائے جاتے ہیں ، شرعاً انسان کی جان اور اس کی سلامتی جانوروں کی سلامتی پر مقدم ہے ، بلکہ حضرت انسان کی جان اعلی وارفع اور اغلی ہے ، نیز أہون البلیتین یا أخف الضررین کے اصول کے تحت ان جانوروں کو مارنا جائز ہے؛ لیکن مارنے کا طریقہ ایسا ہو جس سے جانوروں کو کم سے کم تکلیف ہو، گڑھوں میں زندہ دفن کردیاجانا یاان پر ایسڈ ڈال دیاجانا جانوروں کے حق میں باعثِ تکلیف ہے لیکن ایسی کوئی دوا استعمال کی جائے جس سے جانو ر کم تکلیف کے ساتھ مرجائے تو بہتر ہوگا۔

جواب ۱۲۔ صورت مسؤلہ میں وبائی متعدی امراض کے پھیلنے کے امکانات ہوں ،یا جانوروں سے انسانوں کو خطرہ لاحق ہو، مثلاً ہاتھی پاگل ہوجائے، یا کتا پاگل ہوجائے یا شیر یا کوئی اور درندہ آبادی میں داخل ہو تو انسان کی جان بچانے کی خاطر ان موذی جانوروں کو مارنا جائز ہوگا یعنی دفع مضرت مقدم ہے جلب مصلحت پر ،اسی اصول کے تحت ارشاد نبوی ﷺ ہے: خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم :الحیۃ والغراب الأبقع، والفارۃ،و الکلب العقور، والحدیا (مسلم : ۱۱۹۸) پانچ شریرجانور ہیں جنہیں حل اور حرم میں بھی قتل کیا جاسکتاہے: سانپ، کوا (وہ مخصوص کوا جس کے پیٹ اور پیٹھ میں سفیدی ہوتا ہے) چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔

جواب۱۳۔ انسان کی سلامتی ہر چیز کی سلامتی پر مقدم ہے، جس جانور سے بھی انسانی نفوس کو خطرہ لاحق ہو اسے مارنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، انسان کی جان اعلی اور اغلی بھی ہے ، نیز ماحولیات کا تحفظ بھی لازم ہے ، اسی اصول کے پیش نظر کہ دفع مضرت مقد م ہے جلب مصلحت پر ، ماحولیات کے تحفظ کے ساتھ انسان کی صحت وتندرستی ہر چیز کی سلامتی پر مقدم ہے ۔

جواب۱۴۔ مذکورہ سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے ۔

* * *

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی•

جواب نمبر(۱):

چارہ خور جانوروں کوعام طورپر چارہ کے علاوہ مختلف غلہ جات کو باریک کرکے کھلانے کارواج کسانوں اور کاشت کار طبقہ میں ابتداء ہی سے پایا جاتاہے ،مثلاگیہوں اور چاول اسی طرح مونگ پھلی کاتیل نکالنے کے بعد بقیہ چورے کے زریعہ ایک قسم کی کھادتیارکی جاتی ہے جس سے جانوروں کی قوت اور دودھ میں اضافہ ہوتا ہے،چوں کہ اس طرح کی چیزیں جانوربڑے شوق سے کھاتے ہیں، نیز ان چیزوں کی حلت میں کوئی کلام بھی نہیں ہے اس لئے ان چیزوں کا کھانا جائز ہے،رہا مسئلہ ایسی غذائیں جن میں لحمی اشیاء ملائی گئی ہوں،اگرایسی غذاؤں کے استعمال سے جانوروں کوکسی قسم کاضررنہ ہو؛ بلکہ اگران غذاووں کوجانور شوق سے کھاتے ہوں،نیز اس طرح کے کھانے سے جانوروں کوفائدہ ہوتا ہواس صورت میں ایسی غذائیں جانوروں کوکھلانا جائز ہے،اس لئے کہ جانوروں کے لئے غیر مضراشیاء کاکھلانا جائز ہے،اگرچہ اس غذا کوخلاف فطرت مان لیا جائے،جیساکہ شہد کی مکھیوں کوپالنے والے پر واجب ہے کہ چھتہ سے شہد نکالتے وقت مکمل شہدنہ نکالے بلکہ مکھیوں کے لئے کچھ باقی رکھے،اگر نہیں رکھ سکتا تومرغی کوٹانگ کررکھے؛ تاکہ شہد کی مکھیاں اس مرغی کے گوشت کوکھالیں ''ویجب علی مالک النحل أن یبقی لہ شیئا من العسل فی الکوارۃ بقدرحاجتہ إن لم یکفہ غیرہ وإلا فلایجب علیہ ذلک ۔۔وقد قیل یشوی لہ دجاجۃ ویعلقھا بباب الکوارۃ فیأکل منھا (مغنی المحتاج۵؍۲۹۰)۔

جن لحمی غذاؤں کواستعمال کیا جاتا ہے اگران میں نجس یامردارجانوروں کا گوشت ملایا جاتا ہواور اس گوشت کااثرجانوروں کے گوشت وغیرہ میں پایا جاتا ہوتواس قسم کے جانوروں کے کھانے کاحکم جلالہ کے مثل ہوگا،کہ جلالہ جو اکثرگندی اشیاء کھاتا ہے تواس کاکھانا مکروہ ہے، اسی طرح لحمی اجزاء شامل اغذیہ کھانے کی صورت میں بدبوظاہرہوجائے تواس کا کھانامکروہ ہوگا۔ وأماالجلالۃ وھی البھیمۃ التی أکثرعلفھا العذرۃ من ناقۃ وبقرۃ وشاۃ ودجاجۃ فنقل الشیخ أبوحامد :انہ یکرہ أکل لحمھا ولبنھا وبیضھا ولایحرم(البیان: ۴؍۴۸۳) ۔

• مہتمم جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

جواب نمبر(۲):

اللہ تعالی نے جانوروں کوتمہارے فائدے کے لئے پیدا فرمایا ہے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے اور دیگر بھی بہت سارے فائدے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم ان کا گوشت کھاتے ہو (النحل: ۵)، اس ارشاد کے مطابق جانوروں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے مختلف اور نت نئے طریقہ اختیار کئے جاتے ہیں اور ادویات اور علاج تجویز کئے جاتے ہیں انھیں میں سے دودھ زیادہ مقدار میں حاصل کرنے اور گوشت میں اضافہ کے لئے طبی طریقہ پر انھیں مخصوص قسم کا انجکشن لگایا جاتا ہے، اس طرح کے انجکشن لگانے کی گنجائش ہے ،شریعت کی روشنی میں اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ جانورکوچھوٹی عمرمیں خصی کرناجائزہے تاکہ اس کے گوشت میں عمدگی اوراضافہ ہوجائے ،اگرچہ اس عمر میں بھی خصی کی بناء پرتکلیف ہوتی ہے،لیکن بڑی عمرمیں تکلیف کے زیادہ ہونے کی بناء پرخصی کرنا جائز نہیں ہے۔قال البغوی والرافعی:لایجوز خصاء حیوان لایؤکل لافی صغرہ ولافی کبرہ قال :ویجوز خصاء المأکول فی صغرہ لأن فیہ غرضا وھو طیب لحمہ ولایجوز فی کبرہ (المجموع: ۶،۱۶۳)

جواب نمبر(۳):

حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا جسمانی حجم کوبڑھانے کے لئے حرام جانورسے اختلاط کراناحرام ہے، اس لئے کہ اس اختلاط کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ ناپاک ہوگا، اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ''إذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی: ۱،۲۳۷) ،جب بچہ ناپاک ہوگاتوظاہر ہے اس کادودھ اورجسم بھی ناپاک ہوگا،جب اس کاگوشت اوردودھ ناپاک ہوگا تواس کاکھانا اوراستعمال بھی حرام ہوگا، گویا اس اختلاط کی بنا پرلوگوں کاحرام کام میں مبتلا ہونے کے امکانات ہیں، اور قاعدہ یہ ہے جوچیز حرام تک پہنچانے والی ہووہ بھی حرام ہے، چنانچہ ''ماحرم للاستعمال حرم للاتخاذ''کی وضاحت میں درج ہے:''إن الشئ الذی یحرم علی المسلم أن یستعملہ ویستخدمہ یحرم علیہ ملکہ واتخاذہ لأن اتخاذہ یفضی إلی استعمالہ ومایفضی إلی الحرام فھوحرام(القواعد الفقھیۃ وتطبیقاتھافی المذھب۱،۶۳۱) جیسا کہ جرسی گائے کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کی پیدائش خنزیرکے اختلاط سے ہوتی ہے اگریہ بات تحقیق سے ثابت ہوتی ہے توجرسی گائے، اس کادودھ اور اس کاگوشت حرام ہے۔

الحیوان کلہ طاھر إلا الکلب والخنزیروما تولد منھما أی من جنس کل منھما أو من أحدھما مع الآخر أو مع غیرہ من الحیوانات الطاھرۃ(حاشیۃ البجیرمی :۱،۲۸۸)۔

وأما اللبن فطاھر من ماکول اللحم بالاجماع ونجس من الحیوان النجس(۱،۱۲۶)۔

جواب نمبر(۴):

حضرت ابوالتیاح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کوفرماتے ہوئے

سنا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ میل جول رکھتے تھے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے:اے ابوعمیر تمہارے پرندے کا کیا ہوا (بخاری: ۶۱۲۹) مذکورہ حدیث سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ زینت کے لئے یا انسیت کے لئے جن جانوروں کوپنجرے میں رکھا جاتا ہے ،نہ ان کا کھانا مقصود ہوتا ہے اور نہ تجارت ۔ایسے جانوروں کوپنجرے میں زینت اور انسیت کے لئے رکھنا درست اور جائز ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال ہو ان کے کھانے پینے کا مکمل نظام ہو۔وسئل القفال عن حبس الطیور فی أقفاص لسماع أصواتها وغیرذلک،فأجاب بالجواز إذا تعهدها مالکها بما تحتاج إلیہ کالبهیمة تربط (مغنی المحتاج۶؍۴۰) لاحرج فی ذلک إذا قام حابسها بما یلزم لها من الطعام والماء (الفتاوی المهمة: ۹۴۲)۔

جواب نمبر(۵):

انسان اپنے جذبات وشوق کی تسکین کے لئے خطرناک جانوروں کو پنجروں میں بندکرکے یا باندھ کررکھتے ہیں،شرعا ایسے جانوروں کوپالنے کی اجازت ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے خطرناک جانوروں کونہ پالیں ،اس لئے کہ اسلام میں اعتدال کوپسند کیا گیا ہے، لہذا شوق بھی ایسا ہوجواعتدال کی حدود میں ہو،اس طرح کے جانوروں کوپالنے میں چونکہ جانی نقصان کا خدشہ ہے،گویا ایسے جانوروں کی پرورش سے اپنے آپ کوہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لئے احتیاط ہی بہتر ہے،چنانچہ علامہ شیرازی ؒ فرماتے ہیں: ‘‘ویجوز اقتناء الفهد کالقرد والفیل وغیرهما (اسنی المطالب ۳؍۱۸)۔

جواب نمبر(۶):

انسان کواللہ تعالی نے تمام مخلوقات میں افضل مخلوق بنایا ہے،اس کا جسم جس طرح عام طورپرتندرست رہتا ہے اسی طرح وہ بیماری کوبھی قبول کرتا ہے، ان بیماریوں سے نجات کے لئے اللہ تعالی نے علاج اوردوا بھی پیدا کی ہے؛البتہ کونسی دوا کس بیماری کے لئے کارگرثابت ہوتی ہے اس کے لئے مختلف تجربات کئے جاتے ہیں،ان تجربات میں سے ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ جانوروں کواولا انجکشن لگائے جاتے ہیں، دوائیاں دے کر انھیں بیمار کیا جاتا ہے پھران کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کاتجربہ کیاجاتا ہے، اور ان دواؤں اور انجکشن کو جانوروں پراستعمال کیا جاتا ہے، جس سے دوا کے مفید اورمضر کا فیصلہ ہوجاتا ہے،اس طرح کا عمل شرعاً درست ہے، اس لئے کہ اس طرح کے تجربات میں جانوروں کی ایک دوجانیں اگرتلف ہوجائیں یا ان کوکسی حد تک تکلیف بھی ہوجائے لیکن اس کے نتیجہ میں ہزاروں انسانوں کی بیماری کا علاج کا تعین کرنا آسان ہوجائے گا،اور اس عمل کو جانوروں کی تکلیف کی بنا پر اگر ناجائز قرار دیا جائے توایک بڑی تکلیف اور بڑے ضرر کا سامنا کرنالازم آئے گا جب کہ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ جب دو ضرر جمع ہوجائیں تو چھوٹے ضرر کوبرداشت کیاجائے گا،امام سیوطی ؒ نے ایک قاعدہ

کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما''(الاشباہ والنظائر: ۱؍) نیز عرب علماء نے بھی صراحت کے ساتھ اس عمل کوجائز قرار دیا ہے، ''فإجراء التجارب على الحيوانات وتشريحها لغرض تعلم الطب ومايتصل به ونحوذلک مما يحتاج إليه الناس، لا حرج فيه مادام الأمرقاصرا على هذا مثل هذا الفرض المشروع، ولا يتعداه لمجرد العبث وطلاب الجامعة إذا لم يكن لهم خيار فى اختيار نوع الحيوان مما يجوز قتله ابتداء كالفئران مثلا أو اقتضت الحاجة أن يكون من الحيوانات التى نهيا عن قتلها كالضفدع مثلا فلا حرج فى ذلک أيضا''(اسلامی ویب سائٹ : ۴۹۹۷، ۲۰۳۹۹) ۔

جواب نمبر(۷)

ادویات کے لئے زندہ جانور کوبے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکالنا، یاآپریشن کرکے جانور کے جسم میں کسی آلہ کوتجربہ کے طور پررکھنا اس وقت درست ہے جب کہ کسی اور طریقہ سے دوا اور علاج ممکن نہ ہو اس لئے کہ زندہ جانور کے عضو کونکال کراس کویوں ہی چھوڑدینا یا اس کے جسم میں کسی مشین یا آلہ کورکھنا اس کے لئے باعث مضرت ہے ،اور اس حالت میں اس کے لئے زندہ رہنا باعث مشقت ہے،اور اسلام میں جانوروں کوبھی تکلیف پہچانے سے منع کیا گیا ہے،لیکن ضرورتاً جائز ہے اس لئے کہ شرعاً جانور کی حیثیت مال کی ہے اور جان کی حفاظت مال کی حفاظت پر مقدم ہے،چنانچہ علامہ زحیلیؒ فرماتے ہیں:''أما حكم نقل عضو من حيوان فيجوز للمصلحة لأن إنقاذ النفس الانسانية يشتمل على مصلحة مقدمة على حفظ المال فى ترتيب مقاصد الشريعة وهى وجود حالة إنسان مضطر لإنقاذ نفسه أو عضو من بدنة ولا يوجد دواء مباح للعلاج'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی: ۱۳؍۲۷)۔

جواب نمبر(۸،۱۰):

اللہ تعالی نے ایک طرف حلال جانوروں اور پرندوں کے شکار کوجائز قرار دیا ہے، لیکن دوسری طرف ایک مسلمان کواس بات کا مکلف بنایا ہے کہ وہ ہراس کام سے بچے جس سے اس کی جان ،مال اور عزت کوخطرہ لاحق ہو،یہی وجہ ہے کہ جان کی حفاظت کے لئے مردار کھانے کی اجازت دی ،جان کی حفاظت کے لئے نماز کو مؤخراور توڑنے کی گنجائش دی ،اورحکومت کی طرف سے شکار پرپابندی کی صورت میں شکارکرنے پر جانی ومالی نقصان کا امکان ہے نیز حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''لاينبغى للمؤمن أن يذلّ نفسه قالوا:وكيف يذلّ نفسه ،قال:يتعرض من البلاء لما لايطيق'' (سنن ترمذی: ۲۲۵۴)، اس حدیث کی روشنی میں علماء فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے اپنے آپ کوذلیل کرنا جائز نہیں ہے اس طور پر کہ وہ ایسے کاموں کوکرے جس سے وہ ذلیل ہوجائے ،صاحب تحفۃ الاحوذیؒ فرماتے ہیں:''لايجوز أن يذل من الإذلال ''(تحفۃ الاحوذی : ۶؍۴۴۸)، ظاہر ہے کہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں ذلت

ورسوائی لازمی بات ہے ،اس لئے شریعت کی طرف سے حلال اور مباح کردہ کام کے کرنے کی صورت میں حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی کی بنا پر کسی قسم کے نقصان کو برداشت کرنے کے بجائے حکومت کے قوانین پرعمل کرتے ہوئے مباح کام کوترک کرنا بہتر ہے اور حکومت کے قوانین پرعمل کرنا چاہئے۔اور قاعدہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ شکار جلب منفعت ہے اور حکومت کے قوانین پر عمل دفع مضرت ہے اور جلب منفعت کے مقابلہ میں دفع مضرت اولی ہے ،امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:''درء المفاسد أولی من جلب المصالح'' (الاشباہ والنظائر: ۱۸۸،۱)، نیز حکومت کا یہ قانون ماحولیاتی مقاصد پر مبنی ہے اور جانوروں کی نسل کی حفاظت مقصود ہے جوایک قابل اعتبار مقصد ہے، جس میں سب کا فائدہ ہے اور یہ قانون شریعت کے کسی حکم کے بھی متصادم نہیں ہے۔

فالقوانین التی تضعها الدولۃ یجب الالتزام بها إن کانت فیها مصلحۃ ظاهرۃ ولا تناقض شرع الله تعالی فإذاکانت الدولۃ تمنع الصید فی أوقات معینۃ للحفاظ علی الثروۃ الحیوانیۃ من هذه الکائنات فهذا مقصد معتبر ویجب الالتزام بذلک(اسلامی ویب سائٹ: ۱۱۳۲۹۸)۔

جواب نمبر(۹):

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ''تم اپنے آپ کوہلاکت میں مت ڈالو ''(البقرہ: ۱۹۵)، اس آیت کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بلاوجہ اور بغیر کسی شدید ضرورت کے ایساکام کرنے سے احتیاط کرناچاہئے جس سے جانی نقصان کا امکان ہو،ہمارے ملک میں ہندوؤں کے یہاں گائے ایک مقدس جانور تصور کیا جاتا ہے،جس کے ذبح کرنے کی صورت میں ان کی دل آزاری بھی ہوتی ہے اور بسا اوقات فساداور تشددبھی پھوٹ پڑتا ہے، موجودہ حالات کی سنگینی کے پیش نظر اس طرح کے جانور کاذبح انسانی جانوں کے اتلاف کا سبب بن جاتا ہے،نیز اللہ تعالی نے اس جانور کے علاوہ دیگر جانوروں کے گوشت کو بھی حلال کرنے کے ساتھ مہیا بھی کیا ہے توگوشت خوری کا مسئلہ تودیگرجانوروں کے گوشت سے بھی حاصل ہوسکتا ہے،اس لئے جس ملک میں جس جانور کا ذبح انسانی عقوبت اور جانی ومالی نقصان کاسبب بنتا ہوایسی جگہوں پرایسے مقدس جانور کوذبح کرنے سے احتیاط ضروری ہے۔

إذا کان ذبح البقر أو بیع لحمها فی بلدکم یعرض المسلم للخطر والعقوبۃ الشدیدۃ فإنہ لا یجوز ذبحها ولا بیع لحمها فی هذه الحالۃ تقادیا للضرر(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ۳۸۵،۲۲)۔

جواب نمبر(۱۱):

بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کوروکنے کے لئے بڑے پیمانے پر ایسے جانوروں کو بیک وقت ماردیا جاتا ہے جو حلال تو ہوتے ہیں، لیکن ان میں بیماری سرایت کرنے کی وجہ سے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، خصوصاً فارم کی مرغیوں کومارنے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، ایسی مرغیوں کوامراض سے حفاظت اور امراض کے پھیلنے کے خوف

سے مارنا جائز ہے،اس لئے کہ یہ حلال جانور نقصان دہ جانوروں کے مشابہ ہوجاتے ہیں اور نقصان دہ جانوروں کومارنا سنت ہے؛البتہ ان جانوروں کومارنے کے لئے ایسیڈ کا استعمال یاجلانے کے بجائے ذبح کرکے دفن کرنابہتر ہے، اس لئے کہ ایسیڈ کے استعمال یاجلانے کی صورت میں جانوروں کو بے جاتکلیف پہنچانا ہے اور احادیث میں جانوروں کوجلانے کی ممانعت وارد ہے۔

الحیوان ما یضر ولا ینفع فیسن قتلہ ولوفی الحرم کالحیۃ والعقرب والفأرۃ والحدأۃ والکلب العقور، والغراب، والذئب والبرغوث والنمل الصغیر، والوزغ ، والبق ،والزنبور (العباب: ۱،۵۷۰) ۔

إذا کان الواقع ماذکرجازلکم قتل المؤذی منہ بأي وسیلۃ ماعدا النار ولاشک أن ذلک من الابتلاء والامتحان الذی یدعوللاعتبار والتوبۃ إلی اللہ تعالی سبحانہ وتعالی(فتاوی علماء البلد الحرام: ۱۱۱۵)۔

جواب نمبر(۱۲):

جانوروں میں جوجانور غیر ماکول اللحم ہیں ان میں ہاتھی بھی ہے اور اس کو مارنے کے بعد وہ میتہ کے حکم میں آجاتا ہے،چاہے اسے شرعی ذبح کے مطابق ذبح کیا جائے تب بھی وہ میتہ کے حکم میں ہوگا اور میتہ نجس ہے، لہذا ہاتھی کے دانت کو فقہاء نے نجس قرار دیا ہے،اور نجس چیز کی خریدوفروخت درست نہیں ہے لہذاہاتھی دانت کی خریدوفروخت کے لئے ہاتھی کا شکار درست نہیں ہے،اس لئے کہ جوچیز مفضی الی معصیت ہوگی وہ بھی معصیت کے حکم میں ہوگی ،چنانچہ صاحب بحرالمحیط فرماتے ہیں: ''مایقطع بتوصیلہ إلی الحرام فھوحرام عندنا وعندھم''(البحرالمحیط فی اصول الفقہ: ۸،۹۴)؛ البتہ جوجانور حلال ہیں جیسے ہرن وغیرہ ،اگراس طرح کے جانوروں کوشرعی طریقہ پرذبح کیا جائے یاشرعی طریقہ کے مطابق شکارکیا جائے تاکہ اس کے گوشت کے ساتھ سینگ اور کھال وغیرہ سے فائدہ حاصل کیا جائے توشرعاً اس کی گنجائش ہے جب کہ ہرن جیسے جانوروں کوشکار کرنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی ممانعت ورکاوٹ نہ ہو۔

مذھبنا المشھور :إن عظم الفیل نجس سواء أخذ منہ بعد ذکاتہ أو بعد موتہ (المجموع۹،۲۱۷)۔

وعظم الفیل نجس لایجوز بیعہ ولا استعمالہ فی الأشیاء الرطبۃ (البیان: ۱،۱۷۳)۔

وإن ذبح حیوان یؤکل لحمہ لم ینجس بالذبح شی ء من أعضائہ وجاز الانتفاع بلحمہ وعظمہ وشعرہ وعصبہ مالم یکن علیہ نجاسۃ---وإن ذبح حیوان لایؤکل لحمہ نجس بذبحہ کماینجس بموتہ (البیان: ۱،۱۷۴)۔

ویحل أکل الظبی والوعل وبقر الوحش وحمر الوحش لقولہ تعالی ''ویحل لھم الطیبات'' (الاعراف :۱۵۷) وھذہ کلھا من الطیبات (البیان: ۴،۴۷۶)۔

جواب نمبر(۱۳):

جوجانور انسان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ماحولیات کوانسان کے موافق بنانے میں بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہیں ایسے جانوروں کو نہ تومارنا سنت ہے اور نہ ہی مکروہ ہے؛البتہ ان کانقصان فائدہ پرغالب ہوتوان کومارنا مطلوب ہوگا۔چنانچہ امام مزجد ؒفرماتے ہیں:

تقسیم الحیوان من جھۃ حکم قتلہ ،ومن الحیوانات ماینفع ویضر کالفھد والصقر والباز فلایسن قتلہ لنفعہ ولایکرہ لضررہ (العباب: ۱،۵۷۰)۔

جواب نمبر(۱۴):

حضرت انس ؓسے روایت ہے: ''نھی رسول اللہ ﷺ أن تصبرالبھائم''کہ آپ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر نیزوں اور تیروں سے نشانہ لگا کرمارنے سے منع فرمایا(مسلم: ۵۰۵۷)۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے تو ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دوبچے تھے،ہم نے ان بچوں کو پکڑلیا تو وہ پرندہ (ماں)ان کے ارد گرد منڈلانے لگا توآپ ﷺ نے فرمایا: ''من فجع ھذہ بولدھا؟''کہ اس پرندہ کواس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی؟ اسے اس کے بچے لوٹادو۔اسی طرح آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کوہم نے جلادیا تھاتو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ بستی کس نے جلادی ؟ہم نے جواب دیا: ہم نے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''إنہ لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار''کہ آگ کا عذاب دینا توآگ کے رب کو ہی سزاوار ہے (سنن ابوداود: ۵۳۶۸)، نیز آپ ﷺ نے جانوروں کے چہرہ کوداغنے اور کسی پرندہ کو نشانہ بنانے سے بھی منع فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:''لعن اللہ الذی وسمہ'' (مسلم: ۵۵۵۲)۔ لوگ جانوروں کوباہمی لڑاتے تھے اور تماشہ دیکھتے تھے آپ ﷺ نے اس درندگی سے منع فرمایا(سنن ترمذی: ۲۵۶۴)۔ قیامت کے دن ایک عورت محض اس وجہ سے دوزخ میں ڈالی جائے گی کہ اس نے ایک بلی کوباندھ رکھا تھا، اسے اس کا موقع نہیں دیا گیا کہ وہ خود کھائے اور چرکراپنی ضرورت پوری کرے(بخاری: ۲۳۶۵)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی لگائی ہوئی کھیتیوں میں سے چرند وپرندجوکھالے اس پر بھی صدقہ کا ثواب ہے(بخاری : ۲۳۲۰)۔ نیز جانور کے ذبح کرتے وقت بھی ایسا طریقہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی جس سے اس کوتکلیف نہ ہو،چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ذبح کروتوآسان اور اچھے طریقہ سے ذبح کرو (سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۰)۔ ان دلائل کی روشنی میں فقہاء نے جانوروں کے چندحقوق مرتب فرمائے ہیں:

(۱)حیوان کانفقہ مالک پر واجب ہے اگرچہ وہ بیمار ہو،اسی طرح جانورپراس کی طاقت

سے زیادہ بوجھ لادنا بھی حرام ہے۔اس لئے کہ اس میں جانوروں کوتکلیف پہنچتی ہے۔

أما نفقۃ الحیوان :فیجب علی المالک اطعام بھائمہ ولو مرضت وسقیھا وریھا --ویحرم علیہ أن یحملھا مالایطیق،لأن الشارع منع تکلیف العبد مالا یطیق،فوجب أن تکون البھیمۃ مثلہ، ولأن فیہ تعذیبا للحیوان الذی لہ حرمۃ فی نفسہ وإضرارا بہ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی : ۷۲۲،۸، روضۃ الطالبین: ۱۲۰،۹)۔

(۲)کسی دودھ دینے والے جانورکا دودھ اس قدرنکالنا حرام ہے کہ اس کے بچے کیلئے باقی نہ رہے،اس لئے کہ اس صورت میں بچہ کوضررلاحق ہوگا۔جیسا کہ شہد کے چھتے میں اس قدر شہد باقی رکھنا واجب ہے جو شہد کی مکھیوں کے لئے کافی ہوسکے ۔نیز دودھ نکالنے والے کے لئے مسنون ہے کہ وہ اپنے ناخن نکالے تاکہ جانورکے تھنوں کوتکلیف نہ ہو:ویحرم أن یحلب من لبنھا مایضر بولدھا لأنہ غذا للولد فلایجوز منعہ ولأن کفایتہ واجبۃ علی مالکہ، ویسن أن یقلم أظفارہ لئلا یؤذیھا عند الحلب کما یجب إبقاء شئ من العسل فی الخلیۃ بقدر حاجۃ النحل إذا لم یکفہ غیرہ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی : ۷۲۲،۸، روضۃ الطالبین: ۱۲۰،۹)۔

(۳)جانوروں کے ساتھ شریعت کے احسان کی ایک نظیر اور مثال یہ ہے کہ شریعت میں کسی جانور کے ایسے چھوٹے بچے جوابھی اپنی ماں کا دودھ پیتا ہواور کوئی غذا نہ کھاتا ہوتواس صورت میں اس بچہ اور ماں کے درمیان بیع یا ان میں سے کسی ایک کوذبح کے ذریعہ تفریق حرام ہے،اور اگرکسی نے تفریق کیا تو وہ تصرف باطل ہے: ویجوز تفریق ولد البھیمۃ أی بذبح لہ أو لأمہ وبنحو بیع کذلک -- إن استغنی عن أمہ بلبن ای لغیر أمہ أو غیرہ أی غیراللبن کعلف ----فإن لم یستغن عن اللبن ----حرم ای التفریق مطلقا ببیع أو غیرہ وبطل أی التصرف فیہ بنحو البیع (فتح المعین مع اعانۃ الطالبین: ۲۹،۳) ۔

(۴) جانوروں کوداغنا اور اس کے چہرے پر مارنا حرام ہے،جیسا کہ انسان کے چہرہ پر مارنا حرام ہے۔ویحرم وسم فی الوجہ وضرب علیہ،لأنہ ﷺ لعن من وسم أو ضرب الوجہ ونھی عنہ کما یحرم ضرب وجہ الآدمی (موسوعۃ الفقہ الاسلامی : ۷۲۲،۸)۔

(۵)جانوروں کے درمیان کشتی اور باہمی مقابلہ کرنا حرام ہے،اس لئے کہ اس میں جانوروں کو تکلیف اور عذاب دینا ہے۔ویحرم علی المالک التحریش بین الدیکۃ أو الثیران أو غیرھا لما فیہ من تعذیبھا (موسوعۃ الفقہ الاسلامی : ۷۲۲،۸)۔

(۶)جانوروں پر لعن وطعن کرنا حرام ہے ،اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی توآپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا: ویحرم لعن الدابۃ لما روی أحمد ومسلم عن عمران أنہ ﷺ کان فی سفر فلعنت امرأۃ ناقۃ،فقال :خذوا ماعلیھا، ودعوھا مکانھا ملعونۃ فکأنی أراھا الآن تمشی فی الناس،ما یعرض لھا حد (موسوعۃ الفقہ

الاسلامی : ٨،٧٢٢)۔

(٧)بغیرکسی مقصد کے صرف دل لگی کے لئے کسی جانور کو قتل کرنا یا ذبح کرنا جائز نہیں ہے،اس لئے کہ جانور جب تک زندہ ہے وہ مال ہے اور اتلاف مال ممنوع ہے۔ ولایجوز قتل البھیمۃ ولا ذبحھا للإراحۃ لأنھا مال ما دامت حیۃ وذبحھا إتلاف لھا وقد نھی عن إتلاف المال(موسوعۃ الفقہ الاسلامی : ٨،٧٢٢)۔

* * *

حیوانات کے حقوق

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی•

۱۔ چارہ خور جانوروں کی نشو ونما کے لئے یا جلب منفعت کے لئے ایسی غذا کھلانا جس میں لحمی اجزاء شامل ہوں، ان حیوانات کی فطرت وعادت کے خلاف ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر ان لحمی اجزاء سے جانور کا گوشت اور دودھ بدل جائے تو ایسے لحمی اجزاء کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور اگرا ن اجزاء سے جانوروں کے گوشت اور دودھ میں تبدیلی نہ آتی ہو تو جائز ہوگا، اس کی حیثیت جلالہ جیسی ہے جس کے بارے میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

''وتفسیر الجلالۃ التی تعتاد أکل الجیف ولا تخلط فیتعین لحمہا ویکون لحمہا منتناً فحرم الأکل لأنہ من الخبائث والعمل علیہا لتأذی الناس بمنتنہا وأما ما یخلط فیتناول الجیف وغیر الجیف علی وجہ یظہر أثر ذلک من لحمہ فلا بأس بأکلہ'' (المبسوط للسرخسی۱۱،۲۵۵ مطبع السعادۃ مصر)۔

علامہ شامی لکھتےہیں:

''کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹،۴۱۲ کتاب الحظر والاباحہ)۔

۲۔ حیوانات انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، پالتو جانور کی نشو ونما اور دودھ میں اضافہ کے لئے انجکشن لگانا درست ہے، یہ بمنزلہ دوا کے ہے، اس سے جانور کو شدید تکلیف نہیں ہوتی، اور اگر اس انجکشن سے دودھ میں اسے کیمیاوی اثرات مل جاتے ہوں جن کا صحت عامہ پر منفی اثر پڑتا ہوگا تو جائز نہ ہوگا۔

۳۔ حلال جانوروں کی نشو ونما اور ان کے دودھ میں اضافہ کے لئے دوسرے حلال جانوروں سے اختلاط کرانا درست ہے، ایسی صورت میں اعتبار مادہ جانور کا ہوگا، البتہ حلال جانوروں کا حرام جانوروں سے اختلاط کرانا درست نہیں ہے۔

۴۔ جانوروں اور پرندوں کو تجارت کی غرض سے یا استعمال کرنے کے لئے، باندھنا یا پنجرہ وغیرہ میں رکھنا درست ہے۔ رسول کریمﷺ سے ثابت ہے کہ آپﷺ نے مرغیوں کو استعمال کرنے کے لئے تین دنوں تک قید میں رکھا تھا (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب الحلالہ، المبسوط للسرخسی۱۱،۲۵۶)۔

شوق اور زینت کے لئے جانوروں اور پرندوں کو پنجرہ میں قید رکھنا مکروہ ہے، اور اگر مقصد ان کی حفاظت کرنا ہو تو درست ہے، کچھ نوجوان مرغی کو باندھ کر نشانہ

• شعبہ سنّی دینیات، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

لگا رہے تھے، رسول پاکﷺ نے ان کو منع فرمایا (سنن ترمذی)۔

۵۔ درندوں اور موذی جانوروں کو پنجروں میں قید رکھنا درست ہے، جب تک وہ قید میں ہیں انسانوں کو ایذا پہنچانے سے باز رہینگے، اس طریقہ سے ان کا مقید ہونا ان کی ایذا رسانی سے بہتر ہے۔ ان کا پنجرہ توڑ کر یا کسی اور ذریعہ سے نکل جانا اور ایذا رسانی کرنا استثنائی صورت ہے۔

۶۔ طبی تحقیق کے لئے جانوروں پر تجربہ کرنا اور اس طریقہ سے انسانی حیات کا تحفظ کرنا درست ہے؛ کیونکہ جانور انسان کے فائدے کے لئے بنائے گئے ہیں، ان کا گوشت انسانی زندگی کو قوت بخشتا ہے، اور ان پر طبی تجربہ سے انسانی زندگی کو بقا ملتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون'' (النحل: ۵)۔

۷۔ زندہ جانوروں کو بے ہوش کرکے ان کے کسی عضو کو نکالنا جس سے ان کو شدید تکلیف لاحق ہوجائز نہیں ہے، رسول پاکﷺ نے زندہ جانوروں کا عضو کاٹنے اور انکا مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ما یکرہ من المثلۃ)۔

زندہ جانوروں کا جو عضو کاٹا جائے گا وہ مردار کے حکم میں ہوگا، البتہ جانور کو کھانے کےلئے ان کو آختہ کرنا اوران کا خصیہ نکالنا درست ہے؛ کیونکہ رسول پاکﷺ نے آختہ مینڈھے کی قربانی فرمائی ہے (البحر الرائق۲۰۴،۱)۔

اسی طرح انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے کسی جانور کے ایسے حصہ کا نکالنا جس سے وہ معذور نہ ہو اور شدید تکلیف میں مبتلا نہ ہو درست ہے۔

شریعت میں جو ضرورتیں معتبر ہیں ان کے لئے جانوروں کا مارنا بھی درست ہے (امداد الفتاوی ۱۷۱،۲، کتاب الحظر والاباحہ)۔

۸۔ جانوروں کی نسل کی حفاظت کے لئے یا قومی اور ملکی مفاد کے لئے کسی جانور کے شکار کرنے یا ذبح کرنے پر پابندی لگانا درست ہے، قوم وملک کا مفاد ہمیشہ شخصی مفاد سے بالا تر ہوتا ہے اس لئے اس کی رعایت کرنا لازم ہے۔

۹۔ اللہ تعالی نے جن جانوروں کو انسانوں کے لئے حلال قرار دیا ہے، ان کا ذبح کرنا اور کھانا حلال ہے، واجب نہیں ہے، مسلمان اگر غیر مسلموں کی اکثریت کے درمیان رہتے ہوں اور وہ کسی خاص جانور کو ذبح کرنے پر مشتعل ہوتے ہوں یا حکومت اس جانور کو ذبح کرنے پر پابندی عائد کرچکی ہو تو ملکی قانون کی پابندی کرنا اور فتنہ سے بچنا لازم ہے ورنہ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہوگا جس کی حفاظت واجب ہے؛ کیونکہ دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔

۱۰۔ جنگلی جانور اور آبی پرندے ماحولیات کا توازن برقرار رکھنے میں اور انسانوں کو بہتر ماحول فراہم کرنے میں قدرتی طور پر معاون ہوتے ہیں، اگر کوئی حکومت ایسے جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنے پر پابندی عائد کردیتی ہے تو اس کا لحاظ رکھنا

اور ملکی قانون کی پابندی کرنا ضروری ہے، یہ قومی اور ملکی مصالح پر مبنی ہے اس کی رعایت کرنا لازم ہے۔

١١۔ وبائی امراض کی وجہ سے اگر جانوروں اور پرندوں کو اجتماعی طور پر مارنا پڑے تاکہ انسانی آبادی پر ان کے مضر اثرات نہ پڑیں تو ان کو مہلک دواؤں کے ذریعہ مارا جاسکتا ہے اوردفن کیا جاسکتا ہے، البتہ ان کو جلاکر مارنا مکروہ ہے؛ کیونکہ رسول پاکﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

١٢۔ جانوروں کو گوشت کے لئے، کھال کے لئے اور ان کے دانت اور سینگ وغیرہ کے لئے مارنا درست ہے، یہ سب منافع کی فہرست میں شامل ہیں، البتہ بلا ضرورت کسی جانور کو مارنا جائز نہیں ہے۔

١٣۔ جو جانور انسانوں کے لئے مضر ہیں اگر وہ انسانی آبادی میں گھس جائیں تو ان کو ایذا رسانی سے پہلے اور بعد میں بھی مارا جاسکتا ہے، اور اگر وہ جنگلوں میں ہوں تو بلا ضرورت ان کو مارنا نہیں چاہئے؛ کیونکہ جنگلی جانور بھی ماحولیات کے تحفظ میں اپنا فطری تعاون کرتے ہیں۔

١٤۔ جانوروں کے سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسولﷺ نے رحم اور شفقت کرنے کا حکم دیا ہے، صحابہ کرامؓ نے رسول پاکﷺ سے پوچھا کہ کیا جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں ثواب ہے؟ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ ہر جاندار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں ثواب ہے (بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم)۔

رسول پاکﷺ نے اس عورت کو جہنمی قرار دیا جو بلی کو باندھ کررکھی تھی، نہ اسے کھانا دیتی تھی اور نہ اسے آزاد کرتی تھی کہ وہ اپنی غذا حاصل کرے (مسند احمد٦؍٤٤١)۔

عصفور (گوریا) کے سلسلہ میں رسول پاکﷺ نے فرمایا جس نے ناحق اسے مارا یا ذبح کیا تو قیامت کے دن اللہ اس سے مواخذہ کرے گا (مسند احمد٢؍١٦٦)۔

یہاں تک کہ جانور کو غذا کے لئے ذبح بھی کیا جائے تو اچھے طریقہ سے ذبح کرنے کا حکم ہے۔

رسول پاکﷺ نے فرمایا:

‘‘إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح’’ (صحیح مسلم، کتاب الصید)۔

* * *

چوتھا باب

مناقشہ

مناقشہ:

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

مولانا عتیق احمد بستوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ حضرات بہت دیر سے، مغرب بعد سے گفتگو سن رہے ہیں، پہلے ہمارے دو ماہرین نے جانوروں کے بارے میں جو قوانین ہیں عالمی اور ملکی ان کی معلومات ہم کو دی ہے، جو بہت اہم معلومات ہیں مفید معلومات ہیں، اور اس کے بعد دو عرض آپ کے سامنے پیش کئےگئے، جس میں آپ حضرات نے جو محنت کی ہے تحقیق کی ہے ان سب کا خلاصہ گویا پیش کیاگیا ہے۔ یہ جوموضوع آپ کے سامنے ہے ان شاء اللہ مناقشے کا وقت آپ کو مل رہا ہے، جن حضرات کو گفتگو کرنی ہو اظہار رائے کرنی ہو وہ نام بھیج دیں؛ تاکہ ترتیب وار ہم ان کو اظہار رائے کا موقع دیں۔ بحث کو شروع کرنے سے پہلے ایک دوباتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں، ظاہر ہے کہ اسلام نے حیوانات کے حقو ق کا بھی ذکر کیا ہے، احادیث میں، فقہاء کے یہاں اچھی خاصی تفصیلات ملتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے صراحت کیا ہے: ''اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ'' اللہ سے ڈرو ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں۔ ان پر سواری کرو اچھی طرح سے، سلیقے کے ساتھ، ظلم نہ کرو، اور جب سواری میں استعمال نہ کرو تو بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، بے شمار حدیثیں ہیں روایتیں ہیں جو آپ کے علم میں ہیں، تو اسلام کی تعلیمات کا یہ پہلو دنیا کے سامنے آنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آخری سوال کے جواب میں ہمارے مقالہ نگار حضرات نے جو نکات پیش کئے تھے جس کا خلاصہ آخر میں آگیا ہے وہ بہترین چیز ہے، اسلام کی جو عمومی ہدایات ہیں حیوانات کے حقوق کے تعلق سے اس کا خلاصہ آگیا ہے، اس کو تھوڑاسا ہم لوگ کم وبیش کرکے تجاویز میں ان شاء اللہ شامل کرینگے اس سے ایک اچھا پیغام جائے گا۔

دوسری بات ایک اور عرض کردوں کہ اس وقت حیوانات کے تحفظ کی تحریکیں چل رہی ہیں، بہت سی انجمنیں کام کررہی ہیں، بڑی کوششیں ہورہی ہیں، اس میں اچھے پہلو بھی ہیں، جو نسلیں جانوروں کی یا پرندوں کی معدوم ہورہی ہیں اگر ان کے تحفظ کے لئے کچھ اقدامات کئے جارہے ہیں، حکومت کررہی ہے یا تنظیمیں کررہی ہیں تو اچھی بات ہے، لیکن بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریعت نے جو فرق رکھا ہے انسان میں اور حیوانات میں اور ساری مخلوقات میں، اس فرق کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ اسلام کا جو نظریہ ہے کہ انسان کے فائدے کے لئے انسان کے نفع کے لئے یہ ساری کائنات پیدا ہوئی

ہے، حیوانات ہوں، پرندے ہوں، جمادات ہوں، یہ سب انسان کے کام آنے کے لئے اللہ تعالی نے بنائے ہیں تو بعض دفعہ ان کے تحفظ کے لئے جو قوانین بنتے ہیں ان سے کبھی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر ان کی اہمیت ہے اور جتنی توجہ حیوانات کے حقوق کے لئے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لئے قوانین بنائے جارہے ہیں اور اس کے لئے انجمنیں قائم ہورہی ہیں اس سے کم درجہ کی توجہ انسانی حقوق کے بارے میں ہے کہ آج ایک انسان کو مارنا کتنا آسان ہوگیا ہے، ایک پرندہ کو مارنا مشکل ہے، آپ مشکلات میں پھنس جائینگے، لیکن ایک انسان کا قتل اور لاکھوں انسانوں کا جو قتل ہورہا ہے تو گویا انسان کی جو اہمیت تھی اس کے جو حقوق تھے ان کو نظر انداز کرکے اس کے حساب میں ہم حیوانات کے حقوق دلائینگے تو یہ اسلامی تصور نہیں ہوگا، تو ہمیں اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے، قوانین جو بنائے جارہے ہیں یہ قوانین کچھ اوپر سے آرہے ہیں جو مغربی تصور ہے اس تعلق سے، اس کے پس منظر میں اس کی بنیاد پر یہ قوانین آرہے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ہم سارے قوانین کو شریعت کا لیبل لگادیں کہ جو قانون بن گیا ہے تو گویا شرعاً اس کے اوپر پابندی ضروری ہے، ہم کو تمیز کرنی پڑے گی، فرق کرنا پڑے گا کہ کون قوانین دائرہ شریعت میں آتے ہیں اور کون اس کے خلاف ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم قانون کی خلاف ورزی کی ترغیب نہیں دیتے اور نہ ہماری تجاویز میں کوئی ایسی بات ہونی چاہئے کہ ہم اس کی خلاف ورزی کی ترغیب دیں، ان کی پابندی کرنا وہ الگ مسئلہ ہوا لیکن کوئی حلال حرام ہوجائے یا کوئی حرام چیز حلال ہوجائے یہ فرق تو نہیں ہوسکتا ہے ان قوانین کی بنیاد پر ۔ تو تجاویز میں ہمیں اس بات کا خیال کرنا پڑے گا کہ ان قوانین پر عمل کیا جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو ہم ایسا لیبل دیدینکہ گویاشریعت کا حکم ہوگیا اور اس کی پابندی لازم ہوگئی سب کے لئے، یہ بات نہیں ہونی چاہئے، خاص طور سے یہ بڑا حساس مسئلہ ہے ایک خاص جانور کے ذبح کا، گائے کے ذبیحہ کا مسئلہ، ظاہر ہے کہ ملک کے موجودہ حالات میں آپ سمجھتے ہیں کہ کتنا پر خطر ہے اور یہ مسئلہ آج کا نہیں ہے آزادی سے پہلے بھی باقاعدہ ہندوؤں کی طرف سے جو ان کی تنظیمیں تھیں مطالبہ ہوا کہ مسلمان رواداری کے لئے رضاکارانہ طور پر اس کو چھوڑ دیں ..... اپنے مکتوبات میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد جنگ آزادی کے دوران مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے تو کئی رسالے لکھے جس میں یہ ترغیب دی کہ غیر مسلموں کا دل جیتنے کے لئے، رواداری کے لئے ہم از خود اس کو ترک کردیں، یہ نہیں کہ یہ حرام ہے ناجائز ہے، لیکن ان کی رائے یہ تھی تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا عمل جس سے ملک کا امن وامان درہم برہم ہو، اس کی اجازت نہیں ہوگی، اور پابندیاں جہاں قانونی ہیں ان پابندیوں کا لحاظ کیا جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی بنیاد پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ بھائی فلاں جانور کا ذبیحہ حرام ہے یا ناجائز ہے، علت حرمت مستقل

چیزیں ہیں جو شریعت نے طے کئے ہیں، کسی مصلحت کی بنیاد پر ضرر سے بچنے کے لئے ہم کوئی قدم نہ اٹھائیں احتیاط کریں وہ الگ مسئلہ ہے، ہمارے تجویزوں میں ان شاء اللہ ان پہلوؤں کا لحاظ کیا جائے گا، ہمارے پاس ماہرین قانون بھی ہیں وہ بھی کمیٹی میں ہونگے ان شاء اللہ؛ تاکہ تجویزوں کی ترتیب میں ان چیزوں کا لحاظ کریں۔

اب میں درخواست کرتا ہوں مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی صاحب سے کہ وہ اظہار خیال کریں اور یہ جو گفتگو ہے کہ گویا ہندو مذہب میں گائے مقدس ہے کہ نہیں ہے؟ اس پر کافی چیزیں آچکی ہیں، خود ان کے لوگوں کی غیر مسلموں کی چیزیں آچکی ہیں اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مولانا اظہار خیال فرمائینگے سوال ۳ کے بارے میں۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی :

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جرسی گائے کےلئے کہا گیا کہ یہ قدیم نسل ہے جو جرسی جزیرے کی پیداوار ہے، اگریہ ایسا ہے تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ قدیم فقہاء نے اس سے تعرض کیوں نہیں کیا، اور اگر تحقیق یہی ہے کہ یہ جرسی کی پیداوار ہے توسوال یہ ہے کہ پھر اس زیر بحث مسئلہ میں اس کو لانے کی کیا ضرورت تھی، ظاہر ہے بالکل فضول بات ہے کہ جب اس سے تعلق ہی نہیں ہے تو اس مسئلہ ۳ میں جرسی گائے کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ رہ گیا خنزیر کے نطفہ سے وجود ہوا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ وہم ہے اور اس بنیاد پر کوئی تحقیقی چیز سامنے نہیں ہے، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ماڈرن ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ کیا ضروری ہے کہ نطفہ کے ذریعہ ہی کوئی نسل فراہم کی جائے، آج کل ٹیکنالوجی ایسی بڑھ گئی ہے کہ کسی بھی جانور کے نطفہ سے دوسرے جانور میں ڈال کر اس کا حصول کیا جاسکتا ہے، لہذا اگر یہ صورت جرسی گائے میں ہوتی ہے تو پھر مسئلہ ضرور پیدا ہوتا ہے ، اس جزء میں اس کو ضرور لانا چاہئے لیکن افسوس ہے کہ اس پر توجہ نہیں دی گئی، میں نہیں سمجھتا کہ مقالہ نگار حضرات نے اس جزء پر توجہ کیوں نہیں دی، بلکہ اس کی تحقیق کو چھوا ہی نہیں انھوں نے، یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اختلاط صرف وہم ہے؛ کیوں کہ موجودہ دور میں اختلاط کی بہت ساری قسمیں وجود میں آچکی ہیں، یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ بعض اختلاط کا حمل ناجائز ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا شدہ جانور کا جائز اور حلال ہونا یہ اور چیز ہے، اس لئے کسی حرام طریقے کو اختیار کرنے کے بعد کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو بھی ہم حرام ہی سمجھیں، اس کے لئے کچھ حقائق ہیں، یہ کہنا کہ حلال وحرام کے اختلاط سے کوئی جانور پیدا ہوگا تو کھانا حلال نہیں ہوگا، جھوٹے کی پاکی اور ناپاکی کے مسئلہ میں وہ ماں کے تابع ہوگا، یہ بالکل غلط ہے۔ اگر طحاوی کے حوالہ سے کسی صاحب نے یہ لکھی ہے تو یہ تمام فقہاء کے خلاف ہے، فقہاء نے دراصل اس مسئلہ کو حلت وحرمت اکل سے ہی متعلق رکھا ہے، جھوٹے سے اس

کا کوئی تعلق نہیں ہے اصل مسئلہ جھوٹے کا نہیں ہے اکل حلال وحرام کا ہے۔

یہ بھی لکھنا صحیح نہیں ہے کہ قریب الجنس اور بعید الجنس کی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ فقہاء کی جتنی جزئیات میرے سامنے آئی ہیں اس میں اصولی طور پر میرے سامنے تین باتیں آئی ہیں:فقہاء نے یا تو حلال وحرام جانور کے اختلاط سے بحث کی ہے یا فقہاء نے ماکول اور غیر ماکول جانور کے اختلاط سے بحث کی ہے یا وحشی اور اہلی جانور سے بحث کی ہے، اس لئے ان تینوں صورتوں کے احکام بالکل الگ الگ ہیں، یہ کہنا کہ ہر حال میں قریب الجنس اور بعید الجنس میں ظاہری شکل وصورت کی رعایت ہوگی اور بچہ اسی ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے حلال وحرام قرار دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں جو ذکر کیا ہے اس پر شاید ہمارے مقالہ نگاروں کی نظر نہیں گئی۔ قاضی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک بڑی عجیب بات لکھی ہے اور یہ اصولی طور پر بات سب کے سامنے آجانی چاہئے کہ جب حلال وحرام کےاختلاط سے مسئلہ کا تعلق ہو تو اس میں ظاہری شکل وصورت کی رعایت نہیں ہوگی بلکہ ان خصوصیات کی رعایت ہوگی جس سے اس جانور کے لئے متعین کیا جاسکے کہ کونسی قسم میں ہے، چنانچہ ایک عجیب جزئیہ ہے جو قاضی خاں میں موجود ہے، انہوں نےلکھا کہ کتے کا اختلاط ہوگیا کسی بکری سے اور اس سے ایسا جانور پیدا ہوا کہ اس جانور کا سر تو کتے جیسا ہے لیکن اس کا باقی جسم بکری جیسا ہے، اب اس میں کیا کیا جائے ، انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے تو یہ کیا جائے کہ اس کے سامنے گھاس اور گوشت رکھا جائے، اگر وہ گھاس کھائے تب تو وہ بکری ہے لہذا بکری ثابت ہوجائے تو سر کاٹ کر پھینک دیا جائے باقی حصے کو استعمال کرنا جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس صورت سے بھی پہچان نہ ہو تو پھر دوسری شکل اختیار کی جائے کہ اس کو مارا جائے اور اس کی آواز پر فیصلہ کیا جائے، اگر مارنے کے بعد اس کی آواز کتے جیسی ہے تو اس کو کتا مانا جائے اور اگر بکری جیسی ہے تو اس کو بکری مانا جائے اور سر کاٹ کر پھینک دیا جائے اگر کتے جیسی آواز ہو اور باقی حصے کو کھالیا جائے، لیکن بات یہیں تک نہیں رکی، انہوں نے دوسری خصوصیات کا بھی لحاظ کیا۔ اگر ان دونوں صورتوں سے بھی پتہ نہ چل سکے کہ وہ کس قسم میں داخل ہے تو پھر کیا کیا جائے، انہوں نے فرمایا کہ پھر یہ کیا جائے کہ ا س کے پیٹ کو چیر کر دیکھا جائے اگر اس میں بکری جیسا معدہ نکلتا ہے تب اسے بکری قرار دیا جائے اور اگر بکری جیسا معدہ نہیں نکلتا کرش اور آنت نکلتی ہے جو کتے میں ہوتی ہے تو اسے کتا قرار دیا جائے، لیکن سب صورتوں میں انہوں نے کہا کہ اگر وہ ثابت ہوجائے کہ بکری سے مشابہ ہے قریب تر ہے تو سرکاٹ کر پھینک کر اسے بکری کے حکم میں مان کر اس کا کھانا حلال ہے، یہ چیز اس پورے سوال میں تین نمبر کے سوال میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے، اور

میں سمجھتا ہوں کہ اصولی طور پر اس میں یہی تین چیزیں ہیں۔ قریب الجنس یا بعید الجنس ہونا یا جنس اور غیر جنس ہونا یہ کچھ نہیں ہے۔ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اہلی اور وحشی جانور کے اعتبار سے اس حکم کو بیان کیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق حلال وحرام جانور سے ہے، اور ایک چیز جس پر بالکل نظر نہیں گئی، مثال کے طور پر ایک ہرن نے کسی بکری سے اختلاط کیا اس سے بچہ پیدا ہوا، ظاہر بات ہے کہ ہرن بھی حلال ہے بکری بھی حلال ہے، یہاں آپ کیا کرینگے، آپ کہینگے یہ تو بالکل فضول بات ہے لیکن شریعت اس پر نظر رکھتی ہے؛ کیوں کہ قربانی کے مسئلہ میں یہاں دیکھا جائے گا اگر ہرن کے مشابہ ہے تو بلا شبہ قربانی جائز نہیں، اگر بکری کے مشابہ ہے تو قربانی جائز ہے مگر اس پر بھی نظر نہینگئی ہمارے حضرات مقالہ نگاران کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ذہن میں رکھا جانا چاہئے۔

مولانا مبین سلیم ندوی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اس میں حیوانات سے متعلق جو چیزیں آئی ہیں ان میں چند چیزوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اس میں چونکہ تازہ تازہ جو بات کی ہے مفتی شاہین جمالی صاحب نے اس میں ایک بات یہ کہی ہے کہ جرسی گائے کے سوال کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ یہ تو بعد میں تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ جرسی گائے کا کسی چیز سے اختلاط نہیں ہے، اس سے پہلے تک ہندوستان کے ماحول میں ہمیشہ یہ سوال اٹھتا رہا ہے کہ جرسی گائے خنزیر کے اختلاط سے ہے اس لئے اس کا جواب دینے کے لئے یہاں شامل کیا گیا ہے۔ دوسری بات ہے کہ اس کی تحقیق جب کی گئی ہے ہمارے مولانا شاہین جمالی صاحب نے جو بات ابھی کی ہے کہ صاحب یہ ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے اس میں کچھ بھی ممکن ہے ایسا نہیں ہے، اس کے بھی پورے سسٹم ہیں، اس کے بھی قوانین ہیں کہ جو ہم چاہیں وہ نہیں کرسکتے ہیں ان ہی کے قوانین کے اعتبار سے، تو ابھی تک جو سائنس کی تحقیق ہے وہ یہ کہ خنزیر کےجینز اس سے کسی طرح نہیں ملتے ہیں۔ اب اس کاپورا ذکر میں نے یہاں پر کیا ہے مقالہ میں؛ چوں کہ یہاں پوری بات نہیں آسکی تھی۔ اس لئے دوچیزوں کو میں مقالہ سے پیش کرنا چاہتا ہوں: ایک تو یہ کہ شعبہ بایوٹکنالوجی اور شعبہ زولوجی سے اس سلسلہ میں تحقیق کی گئی ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ جب اس میں تحقیق کی گئی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سرچ کیا گیا تو اس میں صرف یہ بات تحقیق کے بعد یعنی مختلف ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں او راس میں جتنی لسٹیں ابھی تک ہائبرٹ کی موجود ہیں اختلاط کی وہ سب بھی دی گئی ہیں، تقریباً اٹھارہ انیس ایسی چیزیں ہیں جس میں اختلاط کی شکلیں پیش کی گئی ہیں۔ اس میں سے ایک ویب سائٹ پر جو ہندوؤں کی مذہبی ویب سائٹ ہے، اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ جرسی گائے کا اختلاط جو ہے خنزیر سے ہے اور اس میں یہ چیزیں پائی جاتی

ہیں لیکن یہ بھی ایک وہم ہے اس کا کوئی حقیقت سے تعلق نہیں ہے، جب اسی ویب سائٹ پر یہ تحقیق کی گئی کہ وہ لکھیں، اس میں کچھ ذکر کریں تو انہوں نے اس میں صرف ذکر یہ کیا ہے یہ بات کہنے کے بعد کہ دیسی گائے کے گھی میں اور دودھ میں یہ خاصیتیں پائی جاتی ہیں اور اس میں وہ خاصیتیں پائی جاتی ہیں اس کے علاوہ اس میں اور کوئی ذکر نہیں، جہاں تک ایک یہ سوال ہے کہ انٹرنیٹ پر اور یوٹیوب پر یہ بات آرہی ہے کہ ایک جانور پیدا ہونے والا ہے یا کرنے والے ہیں جس کی خنزیر سے تشبیہ قریب ترین ہے لیکن ابھی تک وہ حقیقت میں نہیں آیا ہے، جب وہ آجائے گا تو اس سلسلہ میں ان شاء اللہ تحقیق ہوگی۔

اس میں ایک اور چیز سوال کے جواب میں بات کہی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے بتایا، میں نے ذکر کیا تھا کہ للأکثر حکم الکل کے اعتبار سے اس کا حکم لگایا جائے گا؛ کیوں کہ ڈی این اے کے ذریعہ یہ بات آج آسانی سے پتہ چل سکتی ہے کہ اختلاط والے جانور میں صفات کس کی زیادہ پائی جاتی ہیں، اس کے علاوہ سوال نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۱۵ پر میں تھوڑا سا کہنا چاہتاہوں کہ مولانا اختر امام عادل صاحب نے لکھا ہے کہ نسلوں کی حفاظت اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے اور اس کے بارے میں بارےمیں جو لکھا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ جو بھی نصوص ہوتی ہیں ایمان کی، اس میں انسانوں کے لئے بھی حکم ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ کرنا ہے، ورنہ کسی بھی چیز میں اللہ کے بھروسے پر بیٹھ جائیں تو وہ بھروسہ تو ہے ہی ایمان بھی ہے لیکن اس کے ساتھ جو احکام ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے، اس کی روشنی میں یہاں پر یہ سب بحث کی جارہی ہے۔ ایک اور اس میں ایک عام چیز جو عمومی طور پر ذکر کی ہے جس کی روشنی سے انسان تمام بندشوں سے خالی ہوجائے گا اس میں مفتی محمد شاکر صاحب نے کہا ہے کہ کوئی اسلامی اور شرعی نظام موجود نہیں ہے، اگر اس طریقہ سے ہم لے لیں تو عہد رسالت کے بعد سے لے کر اور پھر خلافت راشدہ کے بعد سے لے کر یہ سب چیزیں ایسی ہوجائینگی جو اسلامی حکومت اور غیر اسلامی حکومت کے بارے میں فقہاء کی جو رائیں ہیں ان پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، مجھے یہی چند چیزیں کہنی تھیں۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جزاک اللہ۔ جو بہت سے پوائنٹ آپ نے ذکر کئے ہیں نئے ہیں ان کو ذرا قلمبند کرکے یہاں بھیج دیجئے، ان شاء اللہ کمیٹی کے حوالہ اسے کیا جائے گا۔

مولانا عمر بن یوسف کوکنی:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سوال نمبر ۱۲ کے سلسلہ میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی ہماری مصلحتیں ہوں اور مفاد ہوں اس کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں تھوڑی توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے، خاص طور پر محدث

کبیر امام بیہقیؒ نے وضاحت کی ہے سنن صغیر میں جو صریح عبارت ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ ذی روح کو مارنا جائز نہیں مگر یہ کہ ماکول اللحم ہو اور اس کو صرف کھانے کے لئے ہی ذبح کیا جائے، اس طرح کی اور بھی فقہ شافعی کے مصادر میں صریح عبارتیں ہیں۔ ایک جگہ پر علامہ نوویؒ نے مجموع میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی غیر ماکول اللحم جانور کو بھی اس کی جلد وغیرہ حاصل کرنے کے قصد سے مارنا جائز نہیں ہے، اور بھی اس طرح کی نصوص ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بہت عموم رکھنے کے بجائے تجویز کو مرتب کرتے وقت اس طرف خیال رکھنا چاہئے، ان شاء اللہ اگر وہ عبارت چاہئے تو میں تحریر کرکے دے دونگا (ضرور آپ ان چیزوں کو لکھ کرکے دے دیجئے : مولانا عتیق احمد بستوی)۔ سوال ۱۲ کے سلسلہ میں یہاں عرض میں آیا ہے: اسی لئے حلال اور حرام جانور کے اختلاط سے اگر کوئی پیدا ہوتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلہ میں یہاں پر ہمارے سامنے یہ بات ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بچہ باپ کے تابع ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہاں جو عبارتیں آئی ہیں ان میں مطلقاً ہے، جیسے میں ایک عبارت نمونے کے لئے نقل کرتا ہوں، مجموع کی عبارت ہے، تحفہ وغیرہ میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے:''قال الشافعی والأصحاب یحرم السبع ..... المتولد بین الضب والضبع والبغل وسائر ما یولد من مأکول وغیر مأکول" ۔ سبع کے معنی جیسا کہ ہمارے سامنے آئے جس کا مطلب ماکول اور غیر ماکول سے اگر کوئی جانور پیدا ہوتا ہے تو صریح اس کو حرام کہا گیا۔ آگے عبارت میں صراحت ہے چاہے ماکول جانور مذکر ہو یا مؤنث ہو، مطلقاً ماکول اور غیر ماکول کے اختلاط سے اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کی اس طرح کی تخصیص بظاہر عبارتوں سے معلوم نہیں ہوتی؛ بلکہ مطلقاً حرمت کی عبارت معلوم ہوتی ہے اور حرمت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ جزاکم اللہ۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

ان چیزوں کو لکھ کر آپ بھیج دیں۔

مولانا محمد عثمان بستوی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سب سے پہلی بات یہ کہنی ہے کہ مولانا شاہین جمالی صاحب نے جو انفرادیت کا دعوی کیا ہے وہ سراسر غلط ہے، ایک نہیں متعدد حضرات نے صراحت کی ہے خود بندہ بھی اس میں شامل ہے۔ ڈاکٹر شاہجہاں ندوی صاحب بھی اس میں شامل ہیں اور متعدد لوگ ہیں۔ دوسری بات کہ انہوں نے کہا کہ اس میں شکل وصورت کی مشابہت کا شکل وصورت کا اعتبار بالکل نہیں ہوگا۔ یہی متعین ہے جب کہ یہ بات ان کی صحیح نہیں ہے۔ فقہاء دونوں طرف گئے ہیں، شکل وصورت کا بھی بعض صورتوں میں اعتبار کیا ہے، اس لئے کسی ایک جانب کے حصر کا دعوی کرنا یہ شاید تجاوز ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جانوروں کے قتل، ذبیحہ ، شکار وغیرہ سے متعلق عرض مسئلہ

میں جو متعدد آراء ذکر کی گئی ہیں کہ چار آراء ہیں پانچ آراء ہیں چھ آراء ہیں، اس طرح کی جو بات کہی گئی ہے اگر غور کیا جائے تو سب ایک ہیں، سب نے یہ کہا کہ شریعت میں مداخلت جائز نہیں ہے؛ البتہ قانون کی حفاظت اور قانون کی پابندی اپنے جان ومال کے تحفظ کے لئے ضروری ہے، سب نے یہ لکھا ہے اور سب کا یہی مقصد ہے، الفاظ کچھ تھوڑے موڑے ادھر ادھر ہوجاتے ہیں لیکن اس کو دس رائے بنانا پانچ رائے بنانا اور اپنے مقالہ کو طول دینا یہ کوئی عقلمندی اور دانشمندی کا کام نہیں۔

تیسری بات مجھے یہ کہنی ہے کہ حقوق حیوان سے متعلق جو پہلا عرض تھا اس میں الفقہ الاسلامی کی ایک عبارت ریسرچ سے متعلق ذکر کی گئی''یجوز التشریح عند الضرورة أو الحاجة بقصد التعلیم لأغراض طبیة أو لمعرفة سبب الوفاة أو إثبات الجنایة علی المتہم بالقتل أو نحو ذلک''۔ یہ عبارت اس مسئلہ سے متعلق ہے ہی نہیں، یہ عبارت تو پوسٹ مارٹم سے متعلق ہے، نہ عارض نے اس پر کچھ ذکر کیا نہ مقالہ نگار نے، پتہ نہیں کیسے اس کو اس مسئلہ میں ذکر کردیا۔ یہ پوسٹ مارٹم کی عبارت ہے نہ کہ یہ ریسرچ سے متعلق ہے، جب عبارتیں کوئی ذکر کی جائیں تو کم از کم اس پر نظر رہے کہ عبارت کس موضوع سے متعلق ہے۔ او راس سے استدلال درست ہے یا نہیں ہے، کم ازکم اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، مولانا شاہین جمالی صاحب کے ہی تعلق سے کہنا تھا، مفتی عثمان صاحب نے کچھ باتیں رکھی ہیں۔ علامہ حصکفیؒ نے شعر میں قاضی خاں کا جزئیہ پیش کیا ہے:

''وقد حللا لحم البغال، وأمہا — من الخیل قطعاً، والکراہة تذکر
وإن ینز کلب فوق عنز، فجاءہا — نتاج لہ رأس کلب، فینظر
فإن أکلت لحما فکلب جمیعہا — وإن أکلت تبنا، فذا الرأس یبتر
ویؤکل باقیہا، وإن أکلت لذا — وذا فاضربنہا، والصیاح یخبر
وإن أشکلت فاذبح، فإن کرشہا بدا — فعنز، وإلا فہو کلب فیطمر''

(حصکفی، الدر المختار، کتاب الذبائح٦،٣١١)

قاضی خاں کی عبارت جو تلخیص میں لکھی ہوئی اس میں مولانا صادق محی الدین صاحب کے مقالہ کا حوالہ ہے۔ جزاک اللہ خیراً۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

مولانا کی صدارت ہے تو بہرحال یہاں آپ کو محسوس ہوا ہوگا کہ ہمارے نوجوان کتنی محنت کررہے ہیں، جس قدر حوالے اور جزئیات جمع کئے ہیں، جہاں کوئی چیز مل سکی اس کو چھوڑا نہیں ہے، اس سے گویا اس کی محنتوں کی قدر ہوتی ہے، غیر معمولی

فائدہ ہورہا ہے ان سمیناروں سے۔

مولانا شاکر نثار قاسمی مدنی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم، لحمی اجزاء کے متعلق پہلے سوال میں عارض جناب ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی دامت برکاتہم نے بار بار یہ قید لگائی کہ وہ اجزاء پاک ہوں، میرے نزدیک شاید یہ قید اگر نہ لگائی جائے تو کوئی حرج نہیں ؛ اس لئے کہ جلالہ اگر دوچار دن بند کردیا جائے اس جانور کو تو پھر اس کا کھانا جائز ہوتا ہے، وہ خوراک چاہے پاک ہو یا ناپاک ہو، اگر گوشت پر اثر ظاہر نہ ہو تو اس کی پاکی ناپاکی سے حلت وحرمت میں کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے، اور دو سوال عارض سے یہ ہے کہ سوال ۵ کے متعلق جناب ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ کتے کے علاوہ دوسرے جانوروں سے شکار کرنے کو میں نے جائز بشرط تعلیم لکھا ہے، اس پر نقد کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہاتھی خود فیل بان کو پھاڑ دیتا ہے لہذا اسے جائز نہیں ہونا چاہئے، کنایۃً یہ کہنا چاہتے ہیں لیکن جزئیہ شامی میں صراحتاً موجود ہے کہ ایسے جانوروں میں اگرتعلیم متصور ہو ''حتی لو تصور لجاز '' (شامی ۶؍۳۶۳ مطبوعہ زکریا) تو اب امکان کی وجہ سے ناجائز کیسے کہینگے،اور سوال ۸ میں عارض صاحب جناب مفتی تنظیم عالم قاسمی صاحب نے میری طرف ایک نسبت کی ہے، چنانچہ وہ لکھتےہیں کہ مفتی محمد شاکر نثار قاسمی مدنی کے نزدیک حکومت کی اطاعت کے وجوب کے لئے اس کا شرعی ہونا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قید کی وجہ سے پوری دنیا میں ایسی کوئی حکومت نہیں کہ جس کی اطاعت کو لازم کیا جاسکے۔ اس لئے کہ فی الوقت کہیں بھی حکومت اسلامی شرعی نہیں ہے اور نہ یہ قید جمہور کے یہاں معتبر ہے، اور اس کی وجہ سے بعض حضرات نے مزید تنقید کی ہے تو عرض یہ ہے کہ میرے مقالہ میں یہ عبارت کہیں نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ عارض کو کسی دوسرے کے مقالہ کی وجہ سے غلطی ہوئی ہو، میرے مقالہ میں یہ لکھا ہے کہ مسلمان جس ملک میں رہتا ہو اس کے قوانین کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، اس لئے ایسے جانوروں کے ذبح کرنے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے، اور خلاصہ میں بھی صراحت کے ساتھ میں نے لکھا ہے کہ اپنے ملک کے قانون کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اس لئے عارض صاحب سے درخواست ہے کہ دوبارہ اس میں نظر فرمالیں، ہوسکتا ہے کسی اور کے مقالہ کی یہ بات ہو۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جزاک اللہ، اس کو دیکھ لیا جائے گا، اور اگر نسبت آپ کی طرف صحیح نہیں ہے تو آپ کی جو صحیح رائے آئی ہے وہ آپ کی طرف ان شاء اللہ منسوب ہوگی۔

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ابھی یہ جو بات آئی ہے کہ لحمی اجزاء سوال نمبر ۱ کے

تحت کہ لحمی اجزاء کے حلال ہونے کی شرط لگانا جو ہے گویا یہ ضروری چیز نہیں۔ اگر حرام اجزاء ہو تو بھی اس کو غذا بنایا جاسکتا ہے اور حلال ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے اس کو جلالہ پر قیاس کرتے ہوئے گویا اس کو درست نہیں کہا گیا ہے، تو میرا یہ عرض کرنا ہے کہ جلالہ مرغی وغیرہ جو گندگی کھاتی ہے یا جانور جو گندگی کھاتا ہے تو اس کا از خود کھانا الگ چیز ہے اور ہم اس کو کھلائیں یہ الگ چیز ہے، اس لئے احقر نے لکھا ہے کہ لحمی اجزاء اگر حلال ہو تو کوئی حرج نہیں، حرام اجزاء الگ شامل کئے جائیں۔ کسی جانور کا از خود حرام چیز کو کھالینا الگ چیز ہے اور اسے جان بوجھ کر حرام چیز کھلانا الگ چیز ہے۔ پہلی صورت پر کوئی شرعی حکم نہیں لگے گا؛ کیونکہ وہ احکام شرع کے مکلف نہیں۔ جانور احکام شرع کا مکلف نہیں۔ دوسری صورت جائز نہ ہوگی؛ کیونکہ انسان احکام شرع کا مکلف ہے، وہ نہ خود حرام کھائے اور نہ کسی انسان یا جانور کو کھلائے۔

مفتی محمد ارشد فاروقی :

رب کا شکر ادا کر بھائی، جس نے ہماری گائے بنائی، یہ بہت اچھی بات ہے کہ اکیڈمی حقوق حیوان کے سلسلہ میں فکر مند ہے، ہم نے ان دنوں کئی عرب اور غیر عرب دانشوروں اور علماء کے مقالات کو پڑھا تو انہوں نے ایک پیغام دینے کی کوشش کی ہے، ہم یہ جو حقوق حیوانات لکھ رہے ہیں ان کا مقصد تو یہی ہے کہ ان حقوق کی رعایت کی جائے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اسلام کی نشر واشاعت میں بھی بنیادی کردار یہ حقوق ادا کرینگے کہ جو اسلام حیوانات کے حقوق کی رعایت کرتا ہے وہ انسانوں کے حقوق کی کس قدر رعایت کرتا ہے، دوسری طرف مغرب کا حال یہ ہے کہ بلی اور کتے کو بچانے کے لئے بڑے بڑے ہاسپیٹل قائم کئے جاتے ہیں اور وہ افریقہ جہاں ننانوے فیصد آبادی کے لئے ایسا کوئی پراؤدھان موجود نہیں ہے کہ وہ درد کو ختم کرسکے۔ تیسری طرف جو سب سے بڑا ملک ہے اسرائیل وہ چھتیس کروڑ ڈالر مختص کرتا ہے حقوق حیوان کے لئے، اور ساتھ ساتھ وہ انسانی بچوں کو فلسطین میں اور دنیا میں قتل کرتا ہے، یہ جو دہری پالیسی ہے ایک عجیب سی ہے تو اسلام نے جو ان حقوق کی رعایت کی ہے اس کی نشر واشاعت سے یہ پیغامات پہنچینگے، ایک بات ہمارے سامنے یہ بھی آئی کہ دنیا کے بہت سے علاقوں میں مختلف انسانوں کو مشکل سے سال بھر میں ایک کیلو گوشت کھانے کو ملتا ہے جب کہ ایک اسرائیلی ایک سو چونسٹھ کیلو گوشت سالانہ کھاتا ہے، تو یہ ہے حیوانوں سے اس کی ہمدردی، اب ہمارے ملک میں ان تمام تجاویز میں حساس ترین تجویز جو ہے وہ گائے سے متعلق ہوگی، ہمیں امید ہے کہ ظاہر ہے بڑے ہیں سب رکھینگے، ایسی کوئی لچک کہیں سے نہ ہو کہ ہماری بعض تنظیمیں اس کو اپنا مصدر بنائے اور آئندہ کوئی مسئلہ کھڑا کرے، اس واسطہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی جائے، شکریہ۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جزاک اللہ، آپ کو اسرائیل کے بارے میں ماشاء اللہ کافی تفصیلات معلوم ہیں۔ أنا أرجو من الدکتور حبیب النامليتی أن یقدم کلمتہ حول ہذا الموضوع۔

الدکتور حبیب النامليتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین أما بعد!

تعظیم الحیوانات وتقدیسہا أمر عظیم وخطیر فی الشریعۃ وہو أمر عرفتہ البشریۃ منذ القدم فعظمت الفراعنۃ بعض الحیوانات وقد ذکر اللہ عزوجل فی قصۃ اتخاذ وعبادۃ بنی إسرائیل للعجل، قصۃ السامری المعروفۃ، والعرب أیضاً ثیبت سواء ،..... من أجل الآلہۃ وأول من ثیبہا عمرو بن لحی ولکن الشریعۃ نظرت إلی الحیوانات نظرۃ متوسطۃ وکذلک جعلناکم أمۃ وسطاً ، لا إفراط ولا تفریط بین أولئک الذین عندہم أساسیۃ مفرطۃ ویعتبرون ذبح حیوانات الأکل نوعاً من الوحشیۃ أو الذین یقدسون الحیوانات وبین الذین یتخذون الحیوانات غرضاً للہو فیقتلون الحیوانات ویذبحونہا بغیر سبب فالشریعۃ اتخذت قولاً وسطاً بین ہذہ المذاہب والأفکار، وإذا نظرنا إلی الأحکام الشرعیۃ بالنسبۃ لقتل الحیوانات فنجد أن الشریعۃ أباحت قتل بعض الحیوانات وأکلہا ونہت عن قتل بعضہا بالنص وأمرت بقتل بعضہا بالنص، ولم تأمر بذبح بعضہا ولکنہا أیضاً لم تبح أکلہا فہذہ أربعۃ أنواع، وقد أمرت بالإحسان کما لا یخفی فی الحدیث الذی رواہ مسلم إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ فإذا قتلتم فأحسنوا القتلۃ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح۔ قال الإمام النووی ہذا الحدیث من الأحادیث التی فیہا قواعد الإسلام، وإذا نظرنا وتأملنا فی ہذا الحدیث نجد أن نبینا ﷺ ذکرت القاعدۃ العامۃ إن اللہ کتب الإحسان علی کل شئ، ومثل علی ہذہ القاعدۃ لأمر قد لا یخطر علی بال بشر بالحیوان، فقال فإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح فأحسنوا القتلۃ ثم أمر وبین النبیﷺ کیف نتعامل مع القتل وکیف نحسن لأن کثیراً منا من یرید الإحسان ولکن لا یعرف طریقہ فقال:ولیحد أحدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ، وإذا نظرنا فی ہذا الموضوع الخاص، موضوع ذبح وقتل الحیوانات المعظمۃ عند الأمم والملل الأخری فإننا سنقف بین مصالح ومفاسد، فہناک مصالح لذبحہا من مصالح ذبح الحیوانات، التمتع بأکل اللحم المباح الطیب، ومن المصالح التقرب إلی اللہ عزوجل بالأضاحی فإن الأضحیۃ من بہیمۃ الأنعام تکون من الأبقار والإبل والأغنام ولکن ذبحہا عند بعض الأمم وفی بعض المجتمعات التی تعظم بعض الأنواع من الحیوانات مفاسد، فمن ذلک القوانین التی تفرض علی الناس من سجن أو تقیید للحریات أو ضمانات مالیۃ وإذا لم تکن ہناک قوانین فإن بعض المتعصبین للملل والأدیان الأخری یضیقون علی المسلمین ویثیرون الفتن والقلاقل، بینہم ویصرفون المسلمین عن المقاصد الأصلیۃ وقد یضیعون علیہم أموراً یتمتعون بہا من حریات کثیرۃ فی مجالات أخری فمجالسہم

موجودة ويرفعون الأذان ويقيمون الكثير من الأحكام الشرعية، وإذا نظرنا إلى هذه المسألة أيضاًمن منظور آخر فإننا سنجد من يبيح ويقول لا نلتفت إلى من يعظم الحيوانات الأخرى، فإننا نقيم شريعتنا ولا نلتفت إلى الشرائع الأخرى وهؤلاء استدلوا بأدلة كثيرة، الأدلة العامة هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعاًعلى سبيل التمتع، الأدلة الخاصة فى ذبح بهيمة الأنعام وكذلك فى وجوب الأضحية وعند الأحناف الأضحية واجبة وقد لا يستطيع الإنسان أن يضحى بشاة وحده ويشترك فى إبل أو بقر فتصبح من هذه الحيثية واجبة عليه، وكذلك أن الشريعة قالوا لم تلتفت إلى تعظيم المشركين لبعض أنواع الحيوانات، قال سبحانه وتعالى:ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة الآية فهؤلاء كانوا يعظمون البحيرة والسائبة ولكن النبىﷺ نفى وجود وتعلق الأحكام بها ولكن كى أتجاوز إلى هذه النقطة، هذه الآية من آيات سورة المائدة، وسورة المائدة مدنية فنزولها فى المدينة يدل على أن ذلك فى قوة الإسلام وتمكنه واستطاعة المسلمين إقامة شرائعهم ولكن يصف فى هذا النص بوضع يضعف فيه المسلمون .....ومن ذهب إلى الحرمة أقر من قال بالإباحة على أدلة ولكنه استدل بأدلة عامة وقواعد كلية مثل دلالة سد الذرائع فقد يحرم المباح ويمنع من ارتكاب المباح للذريعة والنظر إلى المآلات وهذا فى الشريعة كثير وأمثلتهم مقررة، فمثلاً أن النبى ﷺ لم يغير بناء الكعبة وقال لأم المؤمنين عائشة رضى الله عنها:لو لا أن قوماً حديث عهد بالكفر، والنبىﷺ ترك الأعرابى يبول فى المسجد ولم ينهره وإنما علمه، أدلة كثيرة، ومن القواعد المقررة فى الشريعة أنه إذا تعارضت مفسدتان ارتكب أدناها لدفع أعلاها، فهناك مفسدة من عدم أكل بعض الأطعمة وتضييق على المسلمين لكن هناك مفسدة أعظم من إثارة الفتن والقلاقل وتضييق على الحريات وذهاب بعض الحقوق فنرتكب الأدنى لندفع الأعلى وتحريم منع أكلها لمقاصد أخرى كحب النفس والمال وإن تعارض عدد المفاسد نرتكب الأدنى من المفاسد، وأيضاً أكلها أكل هذه الأطعمة قد نلحقها بالعزائم فإن الفقهاء وعلماء الأصول ذكروا أن العزائم قد تكون العزيمة واجبة وقد تكون مستحبة، وبعض أهل العلم قالوا من العزائم المباح وهذا فى شرح كشف الأسرار على البزدوى، قال الإمام البخارى رحمه الله:الإباحة داخلة فى العزيمة، إن أكل هذه الحيوانات من المباح والرخصة يحكم فى الحكم بخلاف الأصل لسبب آخر وخارج فإننا إذا قلنا بمنع أكل بعض الحيوانات المعظمة لا يعد تغيير لحكم الله ولا يُعد تغيير للشرع، وإنما يعد هذا أمر استثنائى بظروف خاصة ولمصالح أعظم ولدفع مفاسد أخرى، وفيما يتعلق بذلك هناك أدلة كثيرة للمانعين منها القياس، قياس العكس كما يقول علماء الأصول إذا كانت الشريعة أباحت للمضطر أن يأكل من الميتة فإنها من باب أولى تحرم عليه أن يأكل المباح للاضطرار وهناك قياسات أخرى لا أذكر هذه الإطالة ولكنى أختم بأمرين: الأمر الأول أن لولى الأمر تقييد المباح وولى الأمر فى الشريعة يطلق هذا اللفظ على العلماء وعلى الأمراء فأنتم أهل العلم وأنتم أهل الحل والعقد لا سيما فى هذه البلاد فقد تقيدون المباح بفتوى

ویندرج تحت قاعدة أن لولی الأمر تقیید المباح لبعض المصالح المرسلة، فالعلماء والأمراء ہم أولو أمر المسلمین، وأیضاً أن الحکم بہذا لا یعنی علی الإطلاق العموم والشمول فإننا ننظر إذا اتسع الأمر علی المسلمین واتسع الحال یرجع الحکم إلی الأصل وإذا ضیق الأمر یرجع الحکم إلی المنع إذا ضاق الأمر اتسع وإذا اتسع ضاق، وہذا لا یعنی أن المسلم لا یغیر حکم الشرع ولا یدافع عن نفسہ بل علیہ أن یتکلم بالحکمة فی المحاکم والمؤسسات الرسمیة ویستصدر التشریعات التی تحفظ بہا حقوقہ لکن الوضع إذا کان مثل ما ہو علیہ الآن فی بعض الدول فإن الأولی .....مجموعة کبیرة من الإخوة والباحثین إلی منع قتل الحیوانات المعظمة متی منعت القوانین ومتی أدی ذلک إلی مفاسد، واللہ أعلم وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جزی اللہ ضیفنا الکریم علی ہذہ الکلمات الأساسیة التوجیہیة، اب صرف دو نام باقی رہ گئے ہیں، کچھ پرچیاں آئی ہیں، مفتی سراج احمد ملی صاحب نے ہدایہ کی ایک عبارت بھیجی ہے ہدایہ جلد رابع کی کہ ''المولود بین الأہلی والوحشی یتبع الأم ''۔ یہ تمام کتابوں میں عبارت موجود ہے، حنفیہ کے یہاں شافعیہ کے یہاں کچھ اور چیز ملتی ہے، وہ باپ کے تابع کرتے ہیں، اب آپ کا پروگرام آخری مرحلہ میں ہے۔ صدارتی گفتگو سے پہلے حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی اظہار خیال فرمائینگے ان شاء اللہ، ان کی تشریف آوری ہم سب کے لئے سعادت اور شرف کی بات ہے اکیڈمی کے لئے، حضرت مولانا سالم صاحب دامت برکاتہم جن کی سرپرستی سے ہم مستفید ہوتے آئے ہیں ایک زمانے سے۔ بڑی پابندی سے ہمارے سمیناروں میں آتے تھے، اپنی معذوری کی بنیاد پر شرکت نہیں کرپارہے ہیں، تو ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سفیان صاحب جو دار العلوم وقف کے مہتمم ہیں وہ موجود ہیں، تو جو دو نام باقی رہ گئے ہیں ان کا نام لیتا ہوں، اختصار کے ساتھ اظہار خیال فرمائینگے۔

مولانا روح اللہ صاحب مدھوبنی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، لحمی اجزاء کے تعلق سے ایک بات آئی ہے کہ لحمی اجزاء پاک یا ناپاک ہو اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ موسوعہ نے اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کیا ہے اور چوپایوں، جانوروں، تربیت یافتہ کتا، پرندہ، تربیت یافتہ باز وغیرہ کو مردار سے فائدہ اٹھانے کے جائز ہونے نا جائز ہونے میں تین مختلف اقوال ذکر کئے ہیں، اسی طرف اشارہ کرنا میں مناسب سمجھتا ہوں، احناف وشوافع اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت کے مطابق میتہ کا استعمال جانوروں کے چارے کے طور پر جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ میتہ سے انتفاع کے حکم میں ہے اور شریعت نے میتہ سے انتفاع کو مطلقاً حرام کیا ہے، لہذا انتفاع کی تمام شکلیں حرام ہونگی۔ دوسرا قول مالکیہ اور حنابلہ کا ذکر کیا ہے کہ اپنے کتے اور پرندے یعنی تربیت یافتہ باز اس کو مردار کھلانا جائز ہے، اسی طرح ان

چوپایوں کو بھی چارے میں مردار کھلانا جائز ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ۔ تیسرا قول بعض مالکیہ کا ذکر کیا ہے کہ نجس کھانا کھلانا مطلقاً جائز ہے۔ یہ لحمی اجزاء کے ناپاک ہونے کے تعلق سے موسوعہ نے یہ تفصیل بیان کی ہے لیکن اس کے علاوہ ایک چیز اور بھی ہے کہ اگر لحمی اجزاء جو ناپاک ہیں ان کی حقیقت بدل جائے، اختلاف ماہیت ہوجائے تو ظاہر ہے کہ اختلاف ماہیت کی وجہ سے حکم بدل جاتا ہے تو پھر بالاتفاق اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے، صاحب بحر وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ بعض اجزاء کے بھی بدل جانے سے حقیقت بدل جاتی ہے لہذا لحمی اجزاء اگر ناپاک ہوں اور اس میں کوئی دوسری پاک اشیاء ملادی جائے تو اس میں بھی غلبہ کا اعتبار ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

مولانا عبد الجبار طیب ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، مجھے سوال نمبر ۳ کے سلسلہ میں وہی بات دہرانی ہے جو ابھی اس سے پہلے دو حضرات کہہ چکے ہیں، وہ میں نے بھی مقالہ میں لکھا ہے، لیکن یہ بات ابھی اس لئے میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے کہ عرض میں اور تلخیص میں میرا مقالہ پتہ نہیں شامل کیوں نہیں کیا گیا، اور شامل نہیں ہے تو یہ بات بتانا تھا اسی لئے میں نے آپ کو یہ پرچی لکھی تھی (تلخیص مقالات میں آپ کا نام شامل ہے، البتہ مقالہ اخیر میں آنے کی وجہ سے آپ کی آراء تلخیص میں شامل نہ ہوسکیں)۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جزاک اللہ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جن حضرات کے ذہن میں کوئی چیز ہو ان مسودوں سے متعلق تو تحریر لکھ کر باقاعدہ یہاں جمع کردیں، تاکہ کمیٹی کے حوالے سے آپ کی رائے کردی جائے اور فیصلہ میں اس کا لحاظ کیا جاسکے۔ اب اس کے بعد میں درخواست کرتاہوں اپنے مخدوم وبزرگ حضرت مولانا سفیان صاحب سے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے کلمات سے مستفید فرمائیں۔

مولاناسفیان صاحب قاسمی (مہتمم دار العلوم وقف دیوبند):

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

حضرات علماء کرام وفقہاء عظام! آج کی اس نشست میں، میں اپنی حاضری کو باعث سعادت تصور کرتا ہوں، لازمی تو یہ تھا کہ میں تینوں ہی نشستوں میں شرکت کرتا لیکن کچھ مجبوریاں تھیں، لیکن بہرحال جتنا وقت بھی ملا وہ میرے لئے بے انتہا نافع ہے، یوں تو اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ، کوئی دور ایسا نہیں کہ اس میں اس ضرورت کو محسوس نہیں کیا گیا ہو، لیکن خاص طور سے دور حاضر میں جب کہ نت نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں اور اس موقع اور ان نزاکتوں کو سامنے رکھتے ہوئے فقہ اکیڈمی کی طرف سے ان سمیناروںکا انعقاد، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام طبقہ علماء اور عامۃ المسلمین

کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالی اعلی علیین اور مقام کریم عطا فرمائے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام ؒ اور اس کے بعد اس سلسلہ میں جو کوششیں فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم العالیہ نے کی ہے اور ان کے شرکاء کار بلا شبہ لائق تبریک ہیں۔ اور اس میں قابل ذکر پہلو اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوان علماء کے اندر جو جوش وجذبہ اور جو تحقیق وجستجو کا، سمجھئے کہ ایک اسپرٹ پیدا ہوئی ہے وہ بہت امید افزا ہے کہ آنے والے مسائل جو نت نئے روز آرہے ہیں ہمارے سامنے، ان شاء اللہ اس کی تحقیق وجستجو میں یہ حضرات بڑا مؤثر کردار ادا کررہے ہیں اور ادا کرینگے ان شاء اللہ تعالی۔ اللہ تعالی آپ سب حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے، وقت کم ہے، میں شکر گزار ہوں کہ مجھے کچھ کہنے کا موقع عطا فرمایا، بس میں ان ہی باتوں پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب:

اعلانات: تجاویز کمیٹی و غیرہ۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

ان شاء اللہ صدارتی خطاب اور دعا ہوگی، ابھی ایک پرچہ آیا ہے مولانا ظفر عالم ندوی صاحب کا جو دار العلوم ندوۃ العلماء میں استاذ ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ''تکرار طلاق کے سلسلہ میں سوال میں جو شق ہے ناچیز کی رائے مقالہ میں الفاظ صریح کی بنا پر تین طلاق کے وقوع کی تھی، ہاؤس میں جو وضاحت آئی حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے جو تفصیل فرمائی اس سے میری رائے میں تبدیلی آئی ہے، اب میری رائے یہ ہے کہ طلاق دینے والے کی صراحت کا اعتبار ہوگا اور عدم صراحت کی صورت میں قرائن یا عرف کی بنا پر حکم لگایا جائے گا ''۔ بہرحال یہ روایت ہمارے بزرگوں کی چلی آرہی ہے کہ ہمارے یہاں کوئی بات، کوئی رائے اگر تھی لیکن تبادلہ خیال کے بعد رائے تبدیل ہوتی ہے تو ہمیں اس کے اظہار میں کوئی تامل نہیں ہوتا ہے، یہ اچھی روایت ہے، اب میں صدر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس مجلس کے تعلق سے کچھ کلمات فرما کر اور دعا کرکے اجلاس کا اختتام فرمائیں۔ میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے اتنی طویل نشست کو بڑی صبر کے ساتھ سنا ہے اور پوری توجہ کے ساتھ حصہ لیا ہے۔

مفتی صادق محی الدین صاحب (صدارتی خطاب):

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد!

بزرگان محترم اور عزیزان مکرم! یہ عظیم اجلاس علماء کرام کا ہے، مفتیان عظام ظاہر ہے مختلف علاقوں کے یہاں جمع ہیں، علماء کے سامنے لب کشائی ذرا مشکل ہوتی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ خدمت سپرد کی گئی ہے اس لئے میں آپ حضرات کے سامنے

کچھ باتیں عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ حیوانات سے متعلق اور دیگر عناوین سے متعلق جتنے مقالات اکیڈمی کو پہنچے ہیں اور الحمد للہ اس کی تلخیص بھی ہوئی ہے اور عرض مسئلہ کے سلسلہ میں بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے آئی ہیں، اس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہمارے نوجوان اور بزرگ علماء، فقہاء بڑی محنت کے ساتھ، کوشش کے ساتھ، عرق ریزی کے ساتھ مقالات الحمد للہ تحریر کررہے ہیں اور اس سے الحمد للہ اس بات کا شرح صدر ہورہا ہے کہ آئندہ ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس طرح یہ علم وتحقیق کا کارواں آگے بڑھتا رہے گا۔ ظاہر ہے اس موقع پر ہم ان بزرگوں کو ضرور یاد کرینگے جنھوں نے اس کی بنیاد ڈالی اور جس کے روح رواں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ رہے ہیں اور اس کے بعد بڑے بڑے اکابر علماء اس سے جڑ رہے ہیں اور آج بھی الحمد للہ بڑے اکابر علماء اس سے جڑے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کے اچھے نتائج وثمرات الحمد للہ ہم کو حاصل ہورہے ہیں۔

موضوع سے متعلق یہ بات ہمارے ذہن میں رہنی چاہئے کہ اسلام نے ہم پر حقوق عائد کئے ہیں، وہ حقوق ظاہر ہے اللہ تعالی سبحانہ سے متعلق بھی ہیں اور مخلوقات سے متعلق بھی ہیں اور کائنات کے ذرے ذرے سے متعلق ہیں، ہم بحیثیت مسلمان اور پھر مسلمانوں میں وہ طبقہ جو کریم کہلاتا ہے اور جن کو اللہ تعالی نے وارثین علم کے منصب پر فائز کیا ہے ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ اسلام کے جو حقوق ہیں اس کو تحریروتقریر کے ساتھ ساتھ عملی طور پر اسی محنت وجانفشانی کے ساتھ کوئی اپنی طرف سے بھی اور اپنے متعلقین کی طرف سے بھی اور اپنے متوسلین کی طرف سے بھی ایک ایسا پیغام دیں عملی طور پر جس کی وجہ سے اسلام کےمتعلق جو اسلام فطری مذہب ہے اس کے اچھے اثرات لوگوں کے قلوب پر مرتسم ہوں، کسی شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے:

تحریر سے ممکن ہے نہ تقریر سے ممکن وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

ظاہر ہے اس وقت عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے، حیوانات سے متعلق بھی جو احکامات آج ہمارے سامنے آئے ہیں، موجودہ تحقیقات میں یہ بات سامنے آرہی ہے کہ کچھ تنظیمیں قائم ہوئی ہیں جو جانوروں کے تحفظ کے سلسلہ میں اپنی محنت وجانفشانی لگائی ہوئی ہیں لیکن آج سے چودہ سوسال پہلے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں اور حقوق بیان فرمائے ہیں وہاں حیوانات کے بھی نباتات کے بھی سب کے حقوق آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، ظاہر ہے ان پر عمل کی ضرورت ہے اور ایک عملی پیغام دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک قاضی خاں رحمہ اللہ کی عبارت کا مسئلہ ہے اور جو مسئلہ جرسی گائے سے متعلق ہمارے پاس زیر بحث آرہا

ہے، یہ ہم دعا کرتے ہیں ان ہمارے اسلاف اور فقہاء کرام کے لئے اور بزرگان دین کے لئے کہ اللہ تعالی ان کے قبور کو نور سے معمور فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی مسلسل بارش نازل فرمائے، ان سب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، ظاہر ہے کہ ان کا بہت بڑا احسان ہے، اس امت پر بہت بڑا حسان ہے اور اسلامی قانون جو مدون ہوا ہے فقہاء کی محنتوں سے اور خاص طور پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کوششوں اور کاوشوں سے، ظاہر ہے کہ اس کا کوئی بدل اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے، لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ دنیا جیسے جیسے آگے بڑھتی جائے گی تحقیقات ہوتی رہینگی، نئے نئے مسائل سامنے آتے رہینگے، اس سلسلہ میں ہر دور کے علماء کو اور خدا ترس فقہاء کو غور وخوض کرنے کی ضرورت داعی ہوگی، وہ فقہاء کرام جنھوں نے مسائل بیان کئے ہیں ظاہر ہے ان کے سامنے وہ مسائل نکھر کر تحقیقی طور پر سامنے نہیں تھے، بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں ہمارے فقہاء کرام پر اللہ رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے اس وقت جو درپیش مسائل تھے ان کے سوا وہ مسائل جو آئندہ انسانیت کو درپیش ہوسکتے ہیں ان سب کو فرض کرکے، مسائل مستنبط فرمائے، یہ مسئلہ بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے کہ ایک جنس کے جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اگر اختلاط کرایا جائے تو ظاہر ہے پیدا ہونے والے بچہ کا کیا حکم ہوگا؟ جیسے شوافع کے پاس وہ نَر کے تابع ہوگا اور احناف کے پاس وہ مادہ کے تابع ہوگا، ظاہر ہے یہ بحثیں اس وقت ختم ہوجاتی ہیں جب ہم ان تحقیقات سے استفادہ کرتے ہیں جواس وقت سائنسدانوں نے تحقیق کرکے ہمارے سامنے رکھ دی ہیں، وہ یہ ہے کہ اس طرح کا اختلاط عملاً ممکن نہیں ہے، اور پھر دوسری بات یہ ہے اس اختلاط کی وجہ سے جو پیدائش کا مسئلہ ہے وہ ان کے آپس کے جو اندرونی مسائل ہیں جسے کروموزوم کہتے ہیں ان کے سب کے جدا جدا ہونے کی حیثیت سے بھی یہ مسئلہ سامنے آرہا ہے کہ ان سے کوئی نسل آگے بڑھ ہی نہیں سکتی، اس میں صرف استثناء ہے خچر کا۔اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو پسند نہیں فرمایا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح کے عمل تو پہلے پسندیدہ نہیں ہیں اور اگر ایسا عمل ہوتا ہو تو اس کی وجہ سے کسی نسل کےآگے بڑھنے کا امکان بالکل موہوم ہے، اسی لئے یہ بحث میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے مسائل سے خارج ہوجانی چاہئے۔ ایک بات یہ ہے کہ ابھی ہمارے بزرگ مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے اور ایک بات جو موضوع سے متعلق پہلے بیان کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ موجودہ ہماری جو جامعات ہیں احقر نے اپنے مقالے میں اس کو ابھارنے کی کوشش کی ہے کہ اس میں جو ہمارے سابقہ نصاب کے حصے ہیں ضرور وہ ہمیں پڑھنا چاہئے پڑھانا چاہئے، لیکن موجودہ جو عصری تقاضے ہیں ان سے بھی دینی مدارس وجامعات کے طلبہ کو محروم نہیں رہنا چاہئے، ایسی کوئی نصاب کی تبدیلی یا اس میں ترمیم ہونی چاہئے کہ جس کی وجہ سے جو یہ مسائل نکھر کر ہمارے سامنے آرہے ہیں اس

سے ہمارا کوئی علاقہ وتعلق قائم رہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتو پھر یہ بات ہونی چاہئے کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوجائے اور اس مسئلہ سے متعلق کسی نئی تحقیق سے جڑا ہوا ہو تو علماء مدارس کا اور فقہاء کرام کا جو موجودہ عہد کے ہیں ان سب کا فرض بنتا ہے کہ جو عصری ماہرین ہیں ان کو ضرور شریک کیا جائے، ان سے مشورہ کیا جائے، اس کے بعد ہی کسی مسئلہ کا حل امت کے سامنے اور انسانیت کے سامنے پیش کیا جائے۔

ایک بات بار بار کہی جارہی ہے کہ جانوروں کو جو غذا کھلائی جاتی ہے، اور جن جانوروں کا خاص طور پر گوشت کھایا جاتا ہے ان کو جو غذا فراہم کی جاتی ہے ظاہر ہے اس کے بارے میں یاد رکھنی چاہئے کہ جو جانور انسان کھاتے ہیں جن کو اللہ تعالی نے حلال کیا ہے، اس کا ایک اہم ترین مقصد سائنسدانوں نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ انسان وہ چیزیں نہیں کھاسکتا جیسے کانٹے، بھرائے، پتے جو انسان کی غذا کا حصہ نہیں بنتے، اللہ سبحانہ نے انتظام فرمایا ہے کہ وہ جانور اس کو کھاتے ہیں اور وہ ان کی غذا کا حصہ بن کر وہ گوشت بنتا ہے اور پھر وہ انسان کھاتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ وہ جو منافع اور فوائد اللہ نے اس میں رکھے ہیں وہ جانوروں کے ذریعہ انسانو ں تک پہنچانا فطرت کو مقصود ہے، جب مقصود فطرت یہ ہے تو اس سے بھی صرف نظر نہیں کرنا چاہئے، اور اس کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے کہ جانوروں کو ایسی مصنوعی غذا دی جائے یا لحمی غذا دی جائے، اب یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اس کو بعض لوگوں نے اس پر قیاس کیا ہے کہ جانور نجس کھاتے ہیں، ظاہر ہے اس کا کھانا جائز ہے بدبو وغیرہ پیدا نہیں ہوئی ہو گوشت میں بو وغیرہ نہیں آرہی ہو ظاہر ہے یہ مسائل اپنی جگہ ہیں، لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے، ابھی ہمارے ایک صاحب نے مفتی صاحب نے بیان بھی کیا ہے کہ جانوروں کا نجاست کھانا ایک الگ مسئلہ ہے، اور انسانوں کا تیار کرکے اس غذا کو جانوروں کے لئے فراہم کرنا الگ مسئلہ ہے۔ ظاہر ہے جانور تو مکلف نہیں ہے لیکن انسان تو مکلف ہے، مکلف ہونے کی حیثیت سے انسانوں کا فرض بنتا ہے کہ خاص طور پر جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کے لئے ایسی غذا کی فراہمی کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے جو لحمی اجزاء پر مشتمل ہو اور خاص طور پر حرام لحمی اجزاء پر مشتمل ہو۔

تو بزرگان محترم یہ چند باتیں آپ کی خدمت میں احقر نے رکھی ہیں۔ ان میں اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہو تو احقر معافی کا بھی خواستگار ہے، اور کچھ باتیں استفادے کی ہیں تو ظاہر ہے ہم سب کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ میں شکر گزار ہوں فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں کا، بزرگوں کا، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی کا، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی صاحب کا اورہمارے محترم عتیق بستوی صاحب کا اور دیگر تمام بزرگوں کا کہ انہوں نے اس احقر کو اس موقع پر یاد کیا اور یہاں آنے کے بعد آپ حضرات سے احقر نے کافی استفادہ کیا ہے، بہت زیادہ روحانی استفادہ بھی ہوا ہے،

ظاہر ہے علمی استفادہ احقر کے نزدیک روحانی استفادہ ہے اور یہ ایک طرح سے ایسا استفادہ ہے جس سے روح کو تقویت ملتی ہے، غذا ملتی ہے، اور الحمد للہ ہر سال اس سمینار کا انتظار رہتا ہے کہ کب ایسے سمینار میں جمع ہوں اور اس طرح کے فوائد ہمیں حاصل ہوں تو میں اس لئے اپنےتمام بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور فقہ اکیڈمی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کو سلامت رکھے اور اس کارواں کو بڑے خیر کے ساتھ ہمکنار فرمائے اور اس کی کوششوں کو بارآور فرمائے، ثمر آور فرمائے اور تاقیامت اس کی تحقیقات کا سلسلہ جاری وساری رہے، اللہ تعالی ہم سب کو توفیق خیر نصیب فرمائے، اور اس سمینار کو اللہ تعالی ہمارے لئے کامیاب فرمائے کہ اچھا پیغام مسلمانوں تک ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت تک جائے اور ہمارے برادران وطن تک خاص طور سے یہ پیغام پہنچے۔ وصلی اللہ تعالی وسلم علی سید المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

نشست برائے تقدیم تجاویز وسفارشات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین ومن تبعہم بإحسان إلی یوم الدین۔

حضرات علماء کرام! اس سمینار کی یہ آخری نشست ہے جو حضرت مولانا منیر احمد صاحب مظاہری دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہورہی ہے۔ آپ حضرات نے محنت سے مقالات لکھے، ان مقالات کی روشنی میں مناقشہ ہوا اور ان سب کو سامنے رکھ کر تجویز کمیٹی نے تجاویز مرتب کیں، تجویز کمیٹی بنانے میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ نقطہ نظر ہوں تو دونوں نقطہ نظر کے لوگ اس میں شامل ہوں، اگر فیصلہ پر اتفاق ہوجائے تو اتفاقی حیثیت میں فیصلہ لکھا جائے اور اگر ایک رائے پر اتفاق نہ ہوپائے تو اختلاف رائے کے ساتھ فیصلہ جاری کیا جائے؛ کیوں کہ یہ بھی ہمارے سلف صالحین کی روایت رہی ہے کہ جن مسائل میں اختلاف ہوتا تھا، اس اختلاف کو پوری اہمیت دی جاتی تھی، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہم اور آپ سب نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ ان کے شاگرد نہیں چاہتے تھے کہ ان کی رائے کے ساتھ شاگرد کا اختلاف نوٹ ہو لیکن امام صاحب اصرار کرتے تھے کہ امام ابویوسف ، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد جو آپ کے شرکاء اجتہاد تھے ان کی رائے بھی اس میں درج کی جائے، یہ بڑی اعلی ظرفی کی بات ہے اور یہ ہمارے سلف صالحین کی روایت رہی ہے ۔ صورت حال یہ ہے کہ اب وقت بہت کم رہ گیا ہے، بارہ بج کر دس منٹ

ہوگئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا وقت ہم لوگوں کے پاس ہے تو اب ان شاء اللہ حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب تجاویز پیش فرمائینگے، اور چونکہ تجویز بہت عجلت میں مرتب ہوئی ہے اس لئے بعض دفعہ کوئی مشکل لفظ آجاتا ہے، جملے کی ترتیب اور اس کی بندش میں تھوڑا فرق ہوجاتا ہے تو ہمیشہ تجویز کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے اصل منشا کو قائم رکھتے ہوئے الفاظ میں تھوڑی بہت تسہیل کردی جاتی ہے، آج کی تجاویز میں بھی اگر اس کی ضرورت پیش آئے گی تو آئندہ اس کے مطابق اس کو کیا جائے گا۔ میں حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تجاویز پیش فرمائیں۔

مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب:

تجاویز کی خواندگی .....۔

تجاویز پر مباحثہ ومناقشہ:

مولانا عبید اللہ اسعدی:

.....البتہ بہتر یہ ہے کہ دودھ نکالنے میں جانورکی صحت اور اس کے بچے کی رعایت کی جائے۔

مولانا عثمان بستوی:

بہتر کا لفظ ہٹا دیا جائے بلکہ ضروری کردیا جائے کہ بچوں کی رعایت ضروری ہے اس لئے کہ بچوں پر ظلم ہوگا وہ، ہاں بہتر کو ہٹا دیا جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

یہ کردیا جائے کہ البتہ دودھ نکالنے میں جانور کی صحت اور اس کے بچے کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہئے یا رعایت کی جائے۔

مولانا عثمان بستوی:

جی رعایت کی جائے، ٹھیک ہے۔

مولانا عثمان صاحب:

اور دوسرا ایک لفظ اس میں اور آیا ہے دل آزاری والا کہ ..... خطرات ہوں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی صورت میں ذبح کرنے سے بچنا، احتراز کرنا چاہئے، دلآزاری والا اس میں نہ شامل کیا جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

نہیں، اصل میں بعض جانور ایسے ہیں جو قانون کی وجہ سے آپ اس کو ذبح نہیں کرسکتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کو ذبح کرنے سے قانونی ہم آہنگی متاثر ہو ، اب جیسے گائے کا مسئلہ ہے، کیرالہ ہے، مغربی بنگال ہے، وہاں قانونی ممانعت نہیں ہے لیکن اس سے فسادات پھوٹ پڑتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ تجویز مرتب کرنے والوں نے ان

دونوں صورتوں کوملحوظ رکھا ہے۔

مولانا عثمان بستوی:

ان دونوں صورتوں میں نہیں کوئی وہ ہے، صرف اس میں ایک لفظ بڑھا ہے کہ دل آزاری سے بچنے کے لئے، دل آزاری والا لفظ جیسے وہ حضرت عبد اللہ بن سلام کا واقعہ ہے کہ اسلام لے آئے لیکن اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے، اس لئے کہ یہود نہیں کھاتے ہیں تو اس میں آیت نازل ہوئی: ''ادخلوا فی السلم کافۃ''۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

اسی لئے اس کی وضاحت کی گئی ہے نہ کہ اس کے باوجود وہ حلال جانور حرام نہیں ہوگا، البتہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے مسلمانوں کو احتیاط برتنی چاہئے۔

مولانا عثمان صاحب:

جی حضرت! حضرت عبد اللہ بن سلامؓ وہ حرام نہیں سمجھتے تھے لیکن وہی دل آزاری سے بچنے کے لئے احتیاط کیا تھا، لیکن اس کی ممانعت آئی تو اس لئے دل آزاری سے بچنے والا لفظ۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

نہیں، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی روایت میں یہی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ توریت میں جو حرام ہے اس سے بھی میں بچوں اور قرآن میں جو حرام ہے اس سے بھی میں بچوں۔ تو اس میں دینی ذہن بھی کارفرما تھا تو یہ تعبیر تو میرے خیال میں ٹھیک ہے۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی:

مذہبی شعار کے سلسلہ میں دوسرے کے جذبات کی رعایت کوئی نہیں ہے، یہ بزرگوں کے اب تک تمام فتاوی کے خلاف ہے، اس لفظ کو بھی ہٹایا جانا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

دیکھئے مولانا! بزرگوں کے جو فتاوی ہیں وہ سب تقسیم ملک سے پہلے کے ہیں اور اس وقت تک قانوناً اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی، اب جو حالات ہیں تو اسی لئے ایک بین بین راستہ اختیار کیا گیا کہ اس کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی، اگر وہ ذبح کرلے تو کوئی گنہگار نہیں ہوگا لیکن اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ دوسرے گروہ ....، بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں مسلمانوں کی غالب آبادی ہوتی ہے، برادران وطن کی کم ہوتی ہے، لیکن دل آزاری ان کی ہوتی ہے، یہی دل آزاری جب دوسری جگہ پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے امن متاثر ہوتا ہے، تو کیا آپ لوگوں کو اتفاق ہے اس تجویز سے۔

مفتی جنید صاحب:

جی بالکل اتفاق ہے، دل آزاری جو ہے قتل تک پہنچتی ہے، کئی قتل ہوئے دل آزاری کی وجہ سے، اس لئے جملہ بالکل صحیح ہے اور یہ آج کے موجودہ حالات کے بالکل

مناسب ہے، اچھا ایک بات اس میں مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ پنجرے والا مسئلہ آیا تو اس میں یہ ہے کہ پنجرہ اتنا چھوٹا نہ ہو کہ اس کے لئے قید خانہ بن جائے، تعذیب کا وہ ذریعہ نہ بن جائے اس پرندے کے لئے، چار نمبر وہ تعذیب کا ذریعہ نہ بن جائے وہ جو لکھا ہے پنجرے والے میں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

چوتھی تجویز ہے۔

مولانا جنید صاحب:

جی جی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جانوروں کے مناسب کھانے پینے کے معقول انتظام کے ساتھ ان کو بطور زینت پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست ہے تو یوں کردیا جائے: جانوروں کے مناسب کھانے پینے کے معقول انتظام کے ساتھ ان کو تکلیف سے بچاتے ہوئے بطور زینت پنجرے وغیرہ میں رکھنے کی گنجائش ہے۔

مولانا جنید صاحب:

جی مناسب ہے۔

ایک آواز:

حضرت! مفتی عثمان صاحب جو فرمارہے ہیں مذہبی دل آزاری کا جملہ یہ واقعی محل غور ہے، اس کو تھوڑا سا دیکھ لیا جائے، مذہبی دل آزاری کا جملہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

ایک آواز:

دل آزاری کا مسئلہ ایسا ہے کہ کہاں کہاں اور کن کن چیزوں میں دل آزاری کی رعایت کی جائے گی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

کن چیزوں پر یہ صرف جانور کے بارے میں بات ہور ہی ہے۔

ایک آواز:

اور کہیں بھی یہ مسئلہ کھڑا ہوسکتاہے، اس لئے لفظ دل آزاری کو ہٹا دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

مولانا جنید صاحب:

حالات پر نظر رکھنی چاہئے، کتنے قتل ہوچکے ہیں دل آزاری کی وجہ سے، صرف جانور کے لے جانے والوں کا قتل ہورہا ہے، جانوروں کو لے کر جارہے ہیں اور قتل ہورہا ہے تو اس کے ذبح کرنے پر کیا ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

الفاظ یہ ہیں: اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنے سے، اگر چاہیں تو دل آزاری والا جملہ ہٹا کر: اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی خطرے میں پڑسکتی ہو، یہ کردیتے ہیں کیا مولانا عثمان صاحب۔

مولانا عثمان صاحب:

جی ٹھیک ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

چلیے آگے پڑھیے، اب دوسری تجویز پڑھیے مولانا۔

ایک آواز:

اس کی جگہ اگر یہ لگادیا جائے کہ فتنہ سے بچنے کے لئے ۔

مولانا عثمان صاحب:

جائز تو ہے لیکن بہتر نہیں ہے، اس طرح کا کوئی لفظ ہو، حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے اس کی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

اس کو اگر آپ کہیں تو یوں کردیاجائے: رکھنا درست ہے کے بجائے بطور زینت پنجرے وغیرہ میں رکھنے کی گنجائش ہے، تو ہلکا لفظ ہوجائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

دیکھئے یہاں کی نزاکت کی وجہ سے وقت صرف آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے تو اگر کوئی چھوٹی موٹی جزوی ترمیم ہو تو آپ حضرات لکھ کر دیدیجئے اس کو انشاء اللہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

* * *